ناگن مجھے کاٹو

اے حمید

۹۱

نیا مکتبہ اقرأ

ناگ، ماریا اور عنبر کی واپسی
کے پانچ ہزار سالہ سفر کی سنسنی خیز داستان

ناگن مجھے کاٹو

اے حمید

قیمت: ۵۰/۷ روپے

بار اوّل

ناشر: نیا مکتبہ اقرا، ۱۴ بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور

طابع: الفرید پرنٹرز، لاہور

پیارے ساتھیو!

عنبر ناگ ماریا کی واپسی کا سفر ختم ہونے ہی والا ہے۔ عنبر ناگ ماریا اور کیٹی اس خیال سے پریشان ہیں کہ ان کا انجام کیا ہوگا۔ ان کی عمریں آٹھ ہزار سال کے قریب ہو گئی ہیں۔ کیا وہ اپنے سفر کے ختم ہونے پر ایک دم سے بوڑھے ہو کر مر جائیں گے۔ یا ان کا یہ پُر اسرار سنسنی خیز سفر جاری رہے گا؟

اس قسط میں ماریا اور کیٹی کی ملاقات ایک جنگل میں کسی پر اسرار شخصیت سے ہوتی ہے جن سے کیٹی اور ماریا سوال کرتی ہیں کہ ان کے سفر کا انجام کیا ہو گا؟ وہ پراسرار شخصیت انہیں بتاتی ہے کہ یہ ایک راز ہے۔ جس پر سے ابھی پردہ نہیں اٹھایا جا سکتا۔ لیکن ———

لیکن کے بعد اس پُراسرار شخص نے ماریا اور کیٹی کو جو کچھ بیان کیا وہ آپ خود اس قسط میں پڑھ لیں

آپ کا انکل
اے حمید

"راہِ چمن"
۴۵۴/این، سمن آباد لاہور
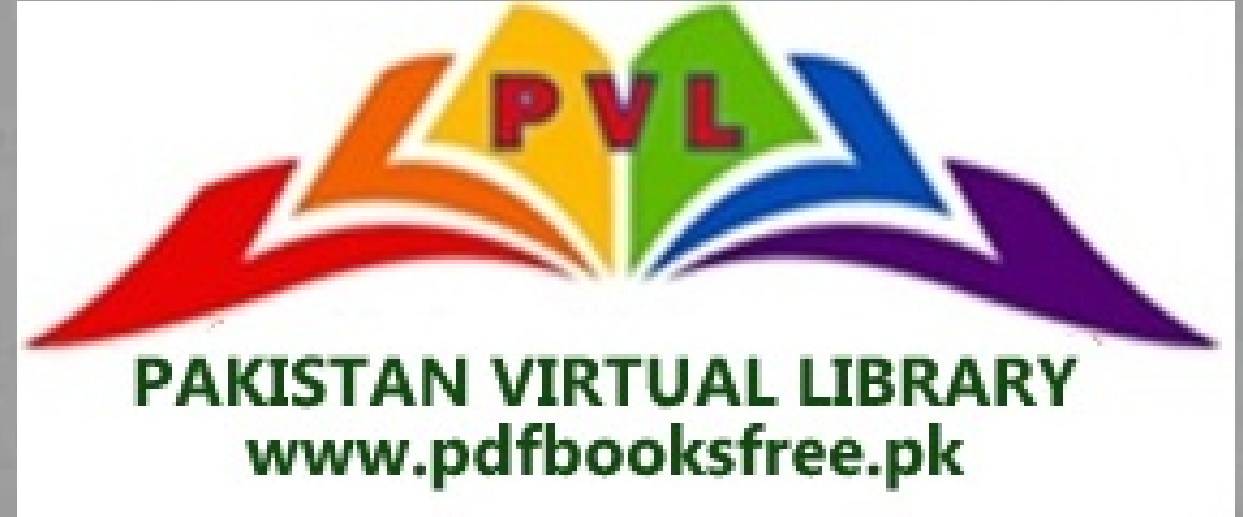
ترتیب

کوٹ لکھپت کی چڑیل

نقاب پوش اندھیرے میں اُٹھ کھڑے ہوئے۔

کوٹھی کی چھت سے سیڑھیاں نیچے کمرے کے اندر جاتی تھیں۔ یہاں لوہے کا دروازہ لگا تھا جو دوسری طرف سے بند تھا۔ ٹوٹ نہیں سکتا تھا۔ ایک نقاب پوش نے نیچے اشارہ کیا۔ دوسرے نقاب پوش نے رسی چھت پر سے کوٹھی کے پچھواڑے نیچے لٹکا دی اور اوپر اسے ممٹی کے ساتھ باندھ دیا۔ دونوں نقاب پوش باری باری نیچے اُتر گئے۔ ماریا بھی ان کے ساتھ ہی نیچے آ گئی۔ وہ ان کی ایک ایک حرکت دیکھ رہی تھی۔ ایک نقاب پوش غسلخانے کے پچھلے دروازے کی طرف بڑھا۔ اس نے سوراخ میں خنجر کی نوک ڈالی اور کنڈی کا کھٹکا جو اندر کی طرف لگا تھا کھول دیا۔ دروازہ کھل گیا۔ دونوں نقاب پوش دبے پاؤں غسل خانے میں داخل ہو گئے۔

کوٹھی پر گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ سب گھر والے
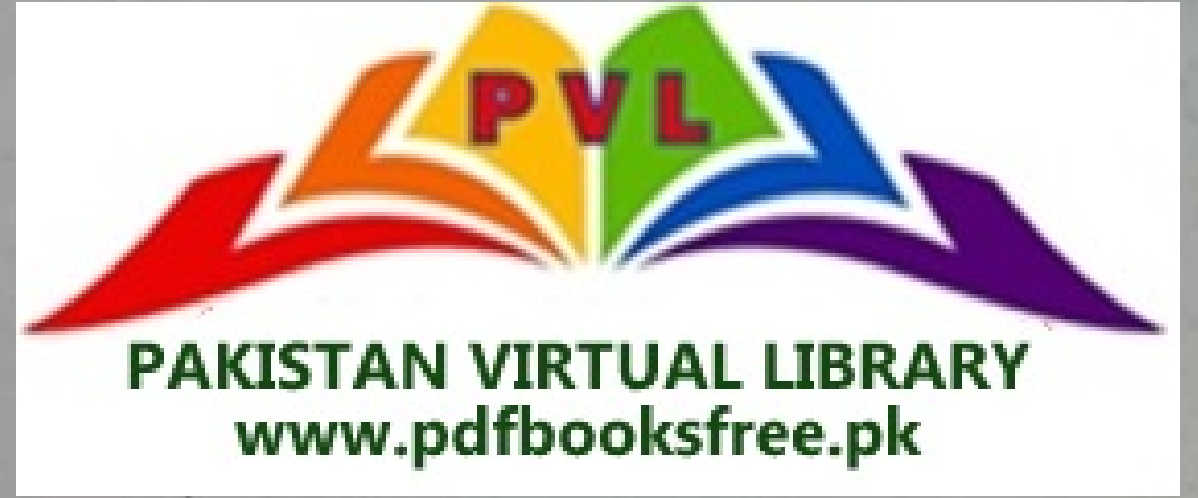
سو رہے تھے۔ کسی کو خبر نہیں تھی کہ دو ایسے خطرناک ڈاکو
ان کی کوٹھی میں داخل ہو چکے ہیں جو قتل بھی کر سکتے ہیں
ماریا بھی نقاب پوش ڈاکوؤں کے ساتھ غسل خانے
میں داخل ہو چکی تھی۔ انہوں نے اندر سے غسل خانے
کے دروازے کو ہلکا سا دھکا دیا۔ غسل خانے کے دروازے
کو کسی نے دوسری جانب سے کنڈی نہیں لگائی تھی۔
حالانکہ گھر والوں کو کنڈی لگا کر رکھنی چاہیے تھی۔ ڈاکو
دبے پاؤں دروازے کو آہستہ سے کھول کر بیڈ روم میں
آ گئے۔ یہاں امجد کی بڑی بہن سو رہے تھے۔ یہ اس
کا کمرہ تھا۔ وہ پلنگ پر پنکھا چھوڑے بے سدھ ہو کر
سو رہی تھی۔ نقاب پوش ڈاکوؤں میں سے ایک نے پہلا
کام یہ کیا کہ لپک کر امجد کی بہن کے منہ پر
ہاتھ رکھ دیا۔ دوسرے نے اس کی آنکھوں پر سکاچ ٹیپ
لگا کر آنکھیں بند کر دیں تا کہ وہ ڈاکوؤں کی شکل نہ
دیکھ سکے۔ پھر اس کے منہ کو بھی سکاچ ٹیپ لگا کر
بند کر دیا۔ اس کے بعد چادر سے اس کے ہاتھ پیر
باندھ دیئے۔ امجد کی بہن کی ایک آواز تک نہ نکل سکی اور
وہ بے بس ہو کر پڑ گئی۔

ڈاکوؤں نے ٹارچ روشن کی اور کمرے کے سامان کا

جائزہ لینے لگے۔ الماریو
نے کو اُلٹ پلٹ کر دیکھا۔
مل رہی تھی، ایک سوٹ کیس پ
نے اسے کھینچ کر باہر نکال لیا اور
توڑ ڈالا۔ سوٹ کیس میں سے ایک
نکا جس میں سونے کا ایک قیمتی ہار پڑا تھا۔ ڈاکوؤں کی
آنکھیں نقابوں کے اندر چمک اٹھیں۔ وہ اسی شے کی
تلاش میں کوٹھی میں آئے تھے۔ نقاب پوش ڈاکو نے ڈبے
میں سے ہار نکال کر رومال میں لپیٹا اور اپنی ٹھنڈی جیکٹ
کی جیب میں ٹھونس لیا۔ دوسرے نے کہا:
"اب یہاں سے چلو۔"

پہلا بولا: "ذرا ٹھہرو۔ ہو سکتا ہے اور زیور بھی ہوں۔"
اس نقاب پوش ڈاکو نے ایک الماری پر ٹارچ کی
روشنی ڈالی۔ اسے اس کے اوپر ایک اٹیچی کیس رکھا نظر
آیا۔ وہ اسے نیچے اتارنے لگا تو اس کے ہاتھ سے کھسک
کر نیچے قالین پر گر پڑا۔ اس سے آواز پیدا ہوئی۔ نقاب
پوش چوکنے ہو گئے۔ ایک نے پستول کا رخ دروازے
کی طرف کر دیا۔ مگر پھر خاموشی چھا گئی۔ کسی نے وہ آواز
سنی تھی۔ اٹیچی کیس کھل نہیں رہا تھا۔ اس کے تالے کے

سو رہے تھے۔ کسی کو خبر نہیں تھی کہ نقاب پوش اسے
ان کی کوٹھی میں داخل ہو چکے اچانک دروازہ دھڑاک
ماریا بھی نقاب پوش ڈاکو!
میں داخل ہو چکی تھی۔ یہ عادت تھی کہ وہ اپنے کمرے کے
کے دروازے کو کنڈی لگا کر نہیں سوتی تھی۔ یہ امجد کا
باپ تھا۔

"کون ہو تم۔ یہیں کھڑے رہو!"

امجد کا باپ نہتا تھا۔ اس نے ڈاکوؤں کو للکار کر
سخت غلطی کی تھی۔ اس کے ہاتھ میں پستول یا بندوق
ہوتی تو بات بھی تھی۔ ایک ڈاکو نے پستول کا رُخ
امجد کے باپ کی طرف کیا اور فائر کرنے ہی والا تھا کہ
اس کے ہاتھ کو کسی نے نیچے سے زور سے مکا
مارا۔ پستول اس کے ہاتھ سے اچھل کر چھت سے جا
ٹکرایا اور نیچے قالین پر گر پڑا۔ نقاب پوش ڈاکو کی
کلائی کی ہڈی دو جگہوں سے ٹوٹ گئی تھی۔

ماریا آخر کب تک ان ڈاکوؤں کا منہ دیکھ سکتی تھی۔
وہ تو چوری کرتے کرتے اب ایک بے گناہ انسان
کا خون کرنے لگے تھے۔ اس نے زور سے نقاب پوش
کی پستول والی کلائی کے نیچے ہاتھ مارا تھا۔ ماریا کا اتنا

مکہ نقاب پوش ڈاکو کی کلائی کی ہڈیاں توڑنے کے لیے
کافی تھا۔ نہ تو نقاب پوش ڈاکو کی سمجھ میں آیا اور نہ
امجد کے باپ کی سمجھ میں آیا کہ ڈاکو کے ہاتھ سے
اپنے آپ پستول کیسے اچھل کر چھت سے جا ٹکرایا ہے
ڈاکو درد کی شدت سے گھبرا کر واپس غسل خانے کی
طرف لپکا کہ باہر بھاگ جائے مگر وہاں ماریا کھڑی تھی۔
اس نے ایک زور دار جوڈو کا ہاتھ نقاب پوش ڈاکو
کی گردن کے برابر میں مارا اور اس کی شانے کی ہڈی
بھی ٹوٹ کر دو ٹکڑے ہو گئی۔ وہ وہیں بے ہوش ہو کر
گر پڑا۔

دوسرے نقاب پوش نے خنجر سے امجد کے باپ
پر حملہ کرنا چاہا مگر امجد کے باپ نے ایک زور دار
مکہ اس کے سر پر مار کر اسے قابو میں کر لیا تھا۔ کوٹھی
میں شور مچ گیا۔ امجد، امجد کی والدہ اور نوکر بھاگ کر
وہاں آ گئے۔ امجد نے کمرے میں آتے ہی ماریا کی تیز
خوشبو کو محسوس کر لیا۔ اس کی بہن کی رسیاں کھول کر منہ
اور آنکھوں پر سے ٹیپ اتار دی گئی۔ اب وہ چیخیں
مار کر رونے لگی۔

امجد کے باپ نے کہا:

"اگر میں عین وقت پر یہاں نہ پہنچ جاتا تو یہ
ڈاکو سارا زیور لوٹ کر لے جاتے۔ میں تہجد
پڑھنے کے لیے اٹھا تو مجھے کمرے میں سے
کسی شئے کے گرنے کی آواز آئی۔ مگر میں حیران
ہوں کہ اسی دوسرے ڈاکو کو کس نے مار کر
بے ہوش کر دیا ہے۔"

امجد نے کہا: "اس کا بھی پتہ چل جائے گا
ڈیڈی۔ خدا کے لیے آپ زرینہ کو دوسرے
کمرے میں لے جائیں۔ امی آپ زرینہ آپی
کو لے جائیں۔"

امجد کی امی بے چاری بے حد گھبرائی ہوئی تھیں۔ وہ
اپنی بیٹی سے لپٹ کر رونے لگ گئیں۔ پھر اسے حوصلہ
دیتی ہوئی کمرے سے باہر لے گئیں۔ امجد اور اس کے
باپ نے نقاب پوش ڈاکو کی مشکیں کس کر قالین پر
ڈال دیا۔ دوسرے نقاب پوش کو دیکھا۔ وہ بے ہوش
پڑا تھا۔ سارے سامان کا جائزہ لیا۔ ایک نقاب پوش
کی جیکٹ سے سونے کا ہار امجد کے باپ نے پہلے ہی
برآمد کر لیا ہوا تھا۔ اور کوئی چیز اپنی جگہ سے نہیں ہلی تھی

امجد نے کہا: "ڈیڈی! آپ پولیس کو فون کر کے

رپٹ درج کرائیں تاکہ ان ڈاکوؤں کو پولیس کے
حوالے کیا جائے۔"

امجد کا باپ فون کرنے جانے لگا تو بے ہوش ڈاکو
کی طرف دیکھ کر بولا:

"میں ابھی تک حیران ہوں کہ اس ڈاکو کے ہاتھ
سے پستول کس نے اچھالی اور یہ کیسے بے ہوش
ہو گیا۔"

امجد نے پستول پر قبضہ کر لیا۔ اس نے نوکروں کو
بھی کمرے سے نکال دیا۔ ماریا کی خوشبو برابر آ رہی تھی۔
جب کمرہ خالی ہو گیا تو اس نے کہا:

"ماریا بہن — میں کس منہ سے تمہارا شکریہ ادا کروں۔"

ماریا نے کہا: "میں غزالہ سے مل کر آ رہی تھی کہ
یہ ڈاکو چھت پر سے نیچے آنے کی کوشش کر
رہے تھے، میں نے کہا کہ چلو ذرا دیکھیں کہ یہاں کے
ڈاکو کس طرح ڈاکہ ڈالتے ہیں۔"

امجد نے پوچھا:

"غزالہ سے تمہاری ملاقات کیسے ہو گئی۔"

ماریا نے ساری تفصیل امجد کو بیان کی امجد بولا:

"گویا تم نے ایک رات میں دو چڑیاں پکڑی

ہیں۔ کاش ہم تمہیں اپنی پولیس میں ملازم رکھ سکتے۔"
ماریا کہنے لگی: "اب تم جانو تمہارا کام — میں
اوپر والے کمرے میں جا رہی ہوں۔ مگر ڈیڈی سے
میرا ذکر نہ کرنا۔"
امجد نے مسکرا کر کہا:
"یہ بھلا میں کیسے کر سکتا ہوں۔ تم بے فکر رہو۔"
ماریا غسل خانے کے دروازے میں سے نکل کر اوپر
والی منزل میں چلی گئی۔
تھوڑی دیر بعد وہاں پولیس آ گئی۔ رپورٹ لکھی گئی۔
ڈاکوؤں کو گرفتار کیا گیا۔ ضروری کارروائی مکمل کرنے کے بعد
پولیس ڈاکوؤں کو ساتھ لے کر تھانے چلی گئی۔
دوسرے دن محلے کے لوگ آ کر امجد کی والدہ اور
ڈیڈی کو مبارک بادیں دینے لگے کہ ان کا سامان لٹنے سے
بچ گیا۔ امجد کا ڈیڈی ہر ایک سے یہی کہہ کر اپنی بہادری
کا رعب جماتا:
"وہ تو میں تہجد پڑھنے کے لیے اٹھا تو آہٹ
سن کر کمرے میں چلا گیا۔ ڈاکوؤں کو للکارا۔ ایک
نے خنجر نکال لیا۔ ایک نے پستول نکال لیا۔
میں نے اچھل کر ایک کو لات ماری۔ دوسرے

کی گردن پر ایسا گھونسہ مارا کہ دونوں چت ہو
کر گر پڑے۔ اجی میں نے ایسے کئی ڈاکو
دیکھے ہیں۔"
لوگ امجد کے باپ کی بہادری کی داد دے رہے
تھے اور امجد چپکے چپکے مسکرا رہا تھا۔ کیوں کہ اسے معلوم
تھا کہ اگر ماریا نہ ہوتی تو نہ صرف بہن کا سارا زیور چلا
جاتا بلکہ ہو سکتا تھا کہ اس کے ڈیڈی کا خون بھی ہو جاتا
اور اس وقت گھر میں اس کے ڈیڈی کی لاش پڑی ہوتی۔
بہرحال امجد نے خدا کا شکر ادا کیا کہ اس نے عین وقت
پر ماریا کو ان کی مدد کے لیے بھیج دیا۔
دوپہر کے کھانے پر گھر کے سب لوگ بیٹھے ہنس
ہنس کر باتیں کر رہے تھے۔ ماریا بھی کونے میں ایک خالی
صوفے پر بیٹھی ان کی باتیں اور امجد کے ڈیڈی کی ڈینگیں
سن رہی تھی اور ہنس رہی تھی۔ کہ اتنے میں ایک معصوم
صورت زرد رنگ کی پتلی دبلی لڑکی اندر آئی۔ اس کے ہاتھ
میں کلپ بورڈ اور بال پوائنٹ کا چھوٹا پیکٹ تھا۔ وہ
آتے ہی بولی:
"انکل! ذرا امجد کو کہیں کہ مجھے میرے سنٹر تک
گاڑی میں چھوڑ آئے ہماری گاڑی خراب ہو گئی ہے۔"

امجد کے ڈیڈی نے کہا:
"خالدہ بیٹی کوئی بات نہیں۔ امجد تمہیں چھوڑ آتا
ہے۔ آج تمہارا کون سا پرچہ ہے؟"
لڑکی نے کہا: "انکل میں بائی پارٹ امتحان دے
رہی ہوں۔ آج فزکس کا پرچہ ہے۔"
امجد کے ڈیڈی نے امجد سے کہا:
"جاؤ بیٹا خالدہ کو اس کے سنٹر چھوڑ آؤ۔"
امجد کی امی نے خالدہ سے کہا:
"بیٹی خوب تیاری کی ہوئی ہے نا۔"
بے چاری خالدہ منہ لٹکا کر بولی:
"آنٹی! آپ کو پتہ ہی ہے میں ایک مہینہ بیمار
رہی تھی اور پھر پڑھائی بڑی مشکل ہے۔ پوری تیاری
نہیں کی۔ خدا جانے کیا ہو۔ کہیں دو سال ضائع نہ
ہو جائیں۔"
امجد کی بہن نے کہا: "فکر نہ کرو خالدہ۔ اللہ میاں
تمہاری مدد کریں گے۔"
امجد جلدی سے اٹھا اور بولا:
"چلو خالدہ بہن۔ میں تمہیں چھوڑ آتا ہوں۔"
"شکریہ امجد بھیا۔"

امجد نے کہا: "بھئی شکریہ کیسا۔ آپ ہمارے پرانے
جدی پشتی ہمسائے ہیں اور پھر تم زرینہ کی پیاری
سہیلی بھی ہو۔"
خالدہ مسکراتی ہوئی امجد کے ساتھ کمرے سے باہر نکل
گئی۔ ماریا بھی اس کے پیچھے پیچھے باہر چلی گئی۔ وہ خالدہ
کی پرچہ حل کرنے میں مدد کرنا چاہتی تھی۔ اس سے پہلے بھی
ایک بار لاہور میں اس نے امجد کی مدد کی تھی۔ گاڑی
میں امجد نے ماریا کی خوشبو محسوس کی تو کچھ حیران سا ہوا۔ پھر اسے
خیال آیا کہ ہو سکتا ہے ماریا یونہی سیر کرنے کے خیال
سے ان کے ساتھ گاڑی میں آ کر بیٹھ گئی ہو۔ کیوں کہ ماریا
کی خوشبو سے امجد نے اندازہ لگا لیا تھا کہ ماریا گاڑی
میں بیٹھی ہوئی ہے۔ خالدہ کے سامنے وہ ماریا سے کوئی
بات نہیں کر سکتا تھا۔ مگر ماریا اس سے بات کر سکتی تھی۔
کیوں کہ وہ اس کا بندوبست کر سکتی تھی کہ ایسی فریکوئنسی میں
بات کرے کہ اس کی آواز سوائے امجد کے دوسرا کوئی نہ
سن سکے۔ ماریا نے امجد کی بے چینی کو محسوس کرتے
ہوئے کہا:
"امجد! فکر نہ کرو۔ میں تمہارے ساتھ اس لیے آ
گئی ہوں کہ اس لڑکی کی امتحان میں مدد کرنا

چاہتی ہوں۔ یہ بیمار رہی ہے۔ پڑھائی بھی مشکل ہے
بہت پریشان ہے۔ بے چاری۔ میں ہر حالت میں
پرچہ حل کرنے میں اس کی مدد کروں گی۔"
امجد ماریا کو یہ کہنا چاہتا تھا کہ وہ خود تو فزکس جانتی
نہیں پھر پرچہ حل کرنے میں خالدہ کی کیسے مدد کرے گی،
مگر وہ ماریا سے خود بات نہیں کر سکتا تھا۔

ماریا نے کہا: "میں جانتی ہوں تم میری باتوں کا
جواب نہیں دے سکتے، کیوں کہ تمہاری آواز خالدہ
سن لے گی۔ مگر تمہیں جواب دینے کی ضرورت
بھی نہیں ہے۔ کیوں کہ اگر تم مجھے پرچہ حل کروانے
میں اس لڑکی کی مدد کرنے سے منع بھی کرو گے تو
میں نہیں مانوں گی۔"

امجد گاڑی چلاتے چلاتے ہنسنے لگا اور اس کے منہ
سے نکل گیا۔

"نہیں نہیں۔ میں کیوں منع کروں گا!"

پھر اچانک گھبرا کر اس نے اپنے منہ پر ہاتھ رکھ لیا۔
خالدہ جو اس کی ساتھ والی سیٹ پر بیٹھی تھی چونک کر بولی:

"امجد بھیا! یہ آپ کس سے بات کر رہے تھے؟"

امجد جلدی سے بولا:

"اوہ — کچھ نہیں۔ کچھ نہیں۔ خالدہ بہن۔ کبھی کبھی
اپنے آپ سے باتیں کرنے لگ جاتا ہوں۔"

ماریا دیر تک مسکراتی رہی۔

گاڑی لاہور کالج کے باہر رُک گئی۔ بے چاری امتحان کے
غم میں پریشان پریشان سی خالدہ نے امجد کا شکریہ ادا کیا
اور کالج کے گیٹ میں داخل ہو گئی۔ اب ماریا سے امجد
نے کہا:

"ماریا! تم اس بے چاری کی کس طرح مدد کر
سکتی ہو۔ امتحان میں جو سوال آئیں گے وہ تم تو
حل نہیں کر سکو گی۔"

ماریا نے کہا: "پھر میں اس کی کس طرح مدد کر
سکتی ہوں امجد — میں ہر حالت میں اس کی مدد
کرنا چاہتی ہوں۔"

امجد نے کہا: "اس کی ایک ہی صورت ہے کہ
فزکس کی وہ کتاب لائی جائے جس میں سے
سوال آئیں گے۔ میں گاڑی میں بیٹھوں گا۔ تم اندر
سے پرچہ لے آنا اور یہاں ہم اسے حل
کر لیں گے۔"

ماریا نے خوش ہو کر کہا:

"یہ بالکل ٹھیک ہے۔ تم جلدی سے وہ کتاب
لے آؤ۔ کہاں سے ملے گی فزکس کی کتاب؟"
"بازار سے مل جائے گی۔ مجھے معلوم ہے وہ
کون سی کتاب ہے۔ زرینہ نے بھی اس کا
امتحان دیا تھا۔"
"تو پھر جلدی بازار چلو" ماریا بولی۔
امجد نے کہا:
"ماریا بہن! گھر سے پیسے تو لے آؤں۔ یہ کتاب
چالیس روپے سے کم کی نہیں آئے گی۔"
ماریا نے غصے میں کہا:
"کوئی ضرورت نہیں دکاندار کو چالیس روپے ادا
کرنے کی بہت کماتے ہیں یہ لوگ۔ اگر تم
کہو گے تو میں یہ کتاب اس کی دکان پر واپس
چھوڑ آؤں گی۔ تم اس دکان پر چلو جہاں سے
فزکس کی کتاب مل سکتی ہے۔"
امجد بولا: "جیسے تمہاری مرضی۔ مگر تمہیں کتاب واپس
ضرور چھوڑ کر آنی ہو گی۔ کیوں کہ میں نہیں چاہتا
کہ ہم کوئی کتاب چوری کریں۔ چوری خدا کو
ناپسند ہے۔"

ماریا نے ڈانٹتے ہوئے کہا:
"اچھا بابا اب تم مجھے نصیحتیں نہ کرو۔ گاڑی
آگے بڑھاؤ۔ خالدہ کا امتحان شروع ہونے ہی
والا ہو گا۔"
امجد نے گاڑی سٹارٹ کی اور مال روڈ کی طرف
چل پڑا۔
وہ کتابوں کی ایک شاندار دکان میں داخل ہوئے
جہاں اسکول کالجوں کی سائنس کی کتابیں بھی ملتی تھیں۔
امجد نے ایک کتاب پر انگلی رکھ کر ماریا سے کہا:
"یہ وہ سائنس کی کتاب ہے جس میں سے خالدہ
کو امتحان کے سوال آئیں گے۔"
ماریا نے کتاب اٹھائی تو وہ اس کے ہاتھ میں آتے
ہی غائب ہو گئی۔ تیزی سے گاڑی چلا کر امجد اور ماریا
کالج کے گیٹ پر پہنچے۔ امجد نے گاڑی وہاں سے کچھ
فاصلے پر ایک درخت کی اوٹ میں کھڑی کر لی تاکہ
کسی کو شک نہ ہو۔ ماریا گاڑی سے اتر کر سیدھی اس
ہال کمرے میں آ گئی جہاں لڑکیاں امتحان دے رہی تھیں
پرچے تقسیم ہو چکے تھے۔
ماریا نے دیکھا کہ خالدہ لڑکی ایک قطار میں کرسی پر بیٹھی

ہے۔ پرچہ سامنے رکھا ہے اور ایک سوال کو بڑی مشکل
سے آہستہ آہستہ حل کرنے کی کوشش کر رہی ہے۔ ماریا اس
میز پر آ گئی جہاں چیف ایگزامینر عورت کچھ فالتو پرچے پاس
رکھے بیٹھی تھی۔

..ماریا نے بڑے آرام سے ان میں سے ایک پرچہ اڑایا
اور خود بھی اڑتی ہوئی باہر امجد کے پاس آ گئی۔ امجد نے
کتاب سامنے رکھ کر سارے سوال ایک کاغذ پر حل کر
دیئے۔ ماریا نے وہ کاغذ اٹھایا اور سیدھی ہال میں آ کر خالدہ
کے پاس کھڑی ہو گئی۔ نگہبانی کرنے والی انسپکٹر عورت
قریب سے گذر کر چلی گئی تو ماریا نے خالدہ کے قریب
ہو کر کہا:

"خالدہ بیٹی! میری آواز سن کر گھبرانا مت۔ میں ایک
بزرگ عورت کی روح ہوں اور تمہاری والدہ، کی
دُعا کی وجہ سے جنت سے نکل کر تمہاری مدد
کرنے آئی ہوں۔ میں نے تمہارے پرچے کو حل
کر لیا ہے۔ میں وہ کاغذ تمہارے سامنے رکھ
دوں گی۔ تم اسے آرام آرام سے ایک ایک
سوال کر کے نقل کر لینا۔"

خالدہ بے چاری تو سن ہو کر رہ گئی۔ اس کا رنگ

اڑ گیا۔ دل زور زور سے دھڑکنے لگا۔ روح کا نام سن
کر اس کے ہوش جاتے رہے۔ ماریا کو احساس تھا۔
مگر وہ چاہتی تھی کہ خالدہ سے اسی طرح بات کرے ورنہ
ورنہ وہ پرچہ حل نہیں کر سکتی تھی۔ وہ کہنے لگی:

"ڈرو نہیں خالدہ بیٹی۔ جنّت کی نیک روحیں
دنیا پر آ کر نیک بندوں کی مدد کیا کرتی ہیں۔
تم ایک نیک بچی ہو۔ نماز پڑھتی ہو، روزے
رکھتی ہو۔ خدا کے بھوکے بندوں کو کھانا کھلاتی
ہو۔ تمہاری ماں بھی نیک عورت ہے۔ اس
نے اللہ کے آگے دعا کی تھی اور اللہ میاں
نے مجھے تمہاری مدد کے لیے بھیجا ہے۔ اصل
میں اللہ میاں تمہاری مدد کر رہا ہے مگر اس نے
مجھے ایک ذریعہ بنایا ہے۔ اب گھبراہٹ دُور
کر دو۔ اور مجھے سر کے اشارے سے جواب دو
کہ کیا تم تیار ہو۔"

ماریا کی باتوں سے خالدہ کو کچھ حوصلہ ہوا۔ ماریا ایسی
آواز میں بول رہی تھی کہ جسے سوائے خالدہ کے دوسرا کوئی
نہیں سن سکتا تھا۔

ماریا نے کہا:

"تم ایک لائق لڑکی ہو۔ مگر بیماری کی وجہ سے
تم امتحان کی تیاری نہیں کر سکیں۔ اگر تم بیمار نہ
ہوتیں تو تمہیں میری مدد کی ضرورت نہیں تھی۔
لیکن تم ایک مہینہ بیمار رہیں اور پڑھائی نہ کر
سکیں۔ اب یہ امتحان والے تو بیماری نہیں دیکھتے۔
اس لیے میں تمہاری مدد کرنا چاہتی ہوں۔ کیا تم
تیار ہو؟"

خالدہ نے آہستہ سے سر ہلایا۔ اس کا مطلب تھا کہ وہ
تیار ہے۔ اتنی دیر میں نگرانی کرنے والی عورت قریب آ
گئی۔ خالدہ کو اس نے گھور کر دیکھا۔ ماریا اپنی جگہ پر کھڑی
رہی۔ وہ عورت ماریا کے اندر سے ہو کر گذر گئی۔ جب وہ
دور ہو گئی تو ماریا نے پرچہ خالدہ کے سامنے رکھ دیا۔
اس پر ایک سوال پورے کا پورا حل کیا ہوا تھا۔ خالدہ
کا دل دھڑکنے لگا۔ وہ وہی سوال حل کرنے کی کوشش
کر رہی تھی مگر اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ اب جو
حل کیا ہوا سوال سامنے دیکھا تو جلدی جلدی اسے نقل
کرنے لگی۔

ایک گھنٹے کے اندر اندر خالدہ نے ایک ایک کرکے
سات سوال نقل کر لیے۔ وہ آخری سوال نقل کر رہی تھی۔

حل کیا ہوا پرچہ اس کے ساتھ پڑا تھا۔ کہ نگران عورت
پاس آ گئی۔ ماریا نے جلدی سے پرچہ اٹھا لیا۔ پرچہ غائب
ہو گیا۔ نگران عورت نے دیکھ لیا تھا کہ خالدہ کسی کاغذ
پر سے کچھ نقل کر رہی ہے۔ اس نے خالدہ کو کھڑا
کر دیا اور بولی:

"کہاں ہے وہ پرچہ جس سے تم سے سوال حل
کر رہی تھیں؟"

خالدہ نے کانپتی ہوئی آواز میں کہا:

"مس! میں — میں نقل نہیں کر رہی تھی۔"

مس نے چلّا کر کہا:

"جھوٹ بکتی ہے؟ میں نے خود دیکھا ہے کہ تم
ایک کاغذ پر سے نقل کر رہی تھیں۔"

خالدہ نے کہا: "مس۔ معاف کر دیں۔"

مس نے غصّے میں کہا:

"میں تمہیں تین سال کے لیے نکلوا دوں گی چلو۔
باہر آؤ۔ اپنا پرچہ مجھے دے دو۔"

خالدہ رونے لگ پڑی۔ ماریا کو اس سنگ دل پروفیسر
عورت پر سخت غصّہ آیا۔ اس کی پروفیسر عورت کی شکل
بالکل جلا دوں ایسی تھی۔ ماریا نے بڑی آہستگی سے پروفیسر

عورت کے کاندھے پر اپنا ہاتھ رکھ دیا اور اس طرح
رکھا کہ وہ اس کے ہاتھ کا بوجھ اور ٹھنڈک محسوس
کر سکے۔ ساتھ ہی ماریا نے پروفیسر عورت کے کان
میں کہا:

"اگر اپنی زندگی پیاری ہے تو خالدہ کو چھوڑ دو
اور دم دبا کر یہاں سے چلی جاؤ۔ نہیں تو
میں تمہارا سر ابھی مونڈھ ڈالوں گی۔ اور ناک
آدھا کاٹ کر تمہارے ہاتھ میں پکڑا دوں گی۔"

پروفیسر عورت نے غیبی آواز کو سنا تو اس کے
ہوش اڑ گئے۔ رنگ جو پہلے ہی زرد تھا اور زرد ہو
گیا۔ ٹانگیں کانپنے لگیں۔ ماریا نے اس کی گت پیچھے سے
پکڑ کر آہستہ سے کھینچا اور کہا:

"کاٹوں ناک؟ مونڈھوں بال؟"

پروفیسر نے لرزتی آواز میں کہا:

"نہیں نہیں۔ مجھے معاف کر دو۔"

ماریا نے اس کی گت چھوڑ دی اور آہستہ سے کہا:

"اب یہاں سے اپنی جلا دوں ایسی منحوس صورت
لے کر دفعہ ہو جاؤ اور خبردار اگر آئندہ کسی
لڑکی کو تنگ کیا تو میں وہیں آ کر تمہاری ناک

کاٹ ڈالوں گی۔ میں کوٹ مکھپت کی چڑیل
ہوں۔ غاؤں غاؤں۔"

ماریا کی آواز کی دہشت سے سنگ دل پروفیسر عورت
چیخ مار کر دھڑام سے بے ہوش ہو کر گر پڑی۔ ماریا کی
آواز چونکہ پروفیسر اور خالدہ کے سوا کسی اور نے نہ
سنی تھی اس لیے کسی کو پتہ نہ چل سکا کہ کیا ہوا
ہے۔ اسی وقت پروفیسر کو اٹھا کر میز پر لٹا دیا گیا۔
اور پانی وغیرہ پلایا جانے لگا۔

ماریا نے خالدہ سے کہا:

"اب تم آرام سے آخری سوال بھی نقل کر لو۔ اب
تمہیں کوئی کچھ نہیں کہے گا۔"

خالدہ نے آخری سوال بھی نقل کر لیا۔ ماریا نے اپنا
پرچہ اُٹھایا اور اس بڑی میز کے پاس آئی جس پر پروفیسر
اب ہوش میں آ چکی تھی اور آنکھیں پھاڑے چاروں
طرف دیکھ رہی تھی۔ بڑی انسپکٹر پوچھ رہی تھی۔

"کیا ہوا تھا مس خدا بخش؟"

مس خدا بخش نے کہا:

"وہ — وہ — چڑیل۔"

"چڑیل؟" انسپکٹر نے کہا: "چڑیل کہاں آ گئی یہاں؟"

ماریا نے انسپکٹر کے کان کے پاس منہ لے جا کر زور
سے غاؤں کی آواز نکالی اور کہا:
"چڑیل تمہارے پاس کھڑی ہے۔"
انسپکٹر بھی چیخ مار کر دھڑام سے گرا اور بے ہوش
ہو گیا۔ دوسری پروفیسر عورتیں اب پروفیسر مس خدا بخش کو
چھوڑ کر انسپکٹر کی طرف دوڑیں۔
ماریا باہر جانے لگی تو پروفیسر مس خدا بخش کے پاس
ایک بار پھر آئی اور بولی:
"مس خدا بخش! تجھے خدا بخشے۔ خبردار اب کبھی
کسی لڑکی پر ظلم نہ کرنا۔ نہیں تو میں یہ تمہاری
جو طوطے ایسی ناک ہے۔ اس کے چار ٹکڑے
کر دوں گی۔"
پروفیسر مس خدا بخش تھر تھر کانپنے لگی۔ اس کے منہ
سے بات نہیں نکل رہی تھی۔ ماریا کہہ رہی تھی۔
"خالدہ میری بیٹی ہے۔ چڑیل کی بیٹی ہے۔ اگر تم
نے کبھی اس کو کچھ کہا تو میں تیرے چپلی کباب
بنا کر کھا جاؤں گی مس خدا بخش!"
پروفیسر مس خدا بخش کے حلق سے گھٹی گھٹی آواز نکلی،
"مجھے معاف کر دو۔ میں کچھ نہیں کہوں گی۔"

ماریا نے مس خدا بخش جلاد کی گُت کو تھوڑا سا
کھینچ کر کہا:
"مس خدا بخش! تجھے خدا بخشے۔ میں جا رہی
ہوں۔ کوٹ لکھپت کی چڑیل ہوں۔ پھر آؤں گی
تمہاری گُت کاٹنے۔ غاؤں۔ غاؤں۔ غاؤں۔"
ماریا نے تین چیخیں ماریں جو صرف مس خدا بخش
نے ہی سنیں اور وہ خود ایک بھیانک چیخ مار کر
دوسری بار بے ہوش ہو گئی۔
ماریا نے باہر آ کر امجد کو بتایا کہ اس نے پرچہ
حل کرا دیا ہے۔ امتحان کا وقت ختم ہو گیا۔ لڑکیاں باہر
نکلنے لگیں۔
خالدہ بھی باہر آ گئی۔
امجد نے پوچھا:
"پرچہ کیسا ہوا؟"
خالدہ بولی: "بہت اچھا ہو گیا ہے بھائی جان،
مگر آپ یہاں کیا کر رہے ہیں؟"
امجد کہنے لگا: "دراصل میں ادھر سے گذر رہا تھا
کہ سوچا تمہارے پرچے کے بارے میں پتہ
کرتا جاؤں۔ اچھا خدا حافظ میں گھر نہیں جا رہا

ورنہ تمہیں ساتھ لیے چلتا۔"

یہ کہہ کر امجد گاڑی کی طرف چلا گیا۔ ماریا پہلے سے ہی گاڑی میں بیٹھی تھی۔ خالدہ اتنی اچھی لڑکی تھی کہ اس نے بزرگ روح کے بارے میں کسی سے ذرا سی بھی بات نہ کی۔ نہیں تو عورتیں راز پیٹ میں نہیں رکھ سکتیں، لیکن یہ عورتوں کو بدنام کرنے کے لیے بات بنائی گئی ہے۔ بعض لڑکیاں ایسی بھی ہوتی ہیں کہ اگر انہیں کوئی راز بتا دیا جائے تو وہ کسی سے اس کا ذکر تک نہیں کرتیں۔ یہی حال خالدہ کا تھا۔ ماریا نے واپس آتے وقت اسے تاکید کر دی تھی کہ وہ اس کے بارے میں کسی سے کوئی بات نہ کرے۔ خالدہ ویسے بڑی خوش تھی۔ اس کا پرچہ بہت اچھا ہو گیا تھا۔ اس پرچے کے بارے میں اسے بہت فکر لگی ہوئی تھی اور خدا نے اس کا یہی پرچہ اچھا کرا دیا تھا۔

○

ماریا کو لاہور میں رہتے دو تین دن گذر گئے۔

عنبر ناگ کیٹی کا خیال اسے ہر وقت ستاتا تھا۔ وہ ہر قیمت پر ان کے پاس واپس جانا چاہتی تھی مگر مجبور تھی۔

ایک بار وہ چھلکی جن کے اندھے کنوئیں پر بھی گئی اور اس نے اسے آوازیں دیں اور التجا کی کہ وہ اسے واپس عنبر ناگ کیٹی کے پاس لے جائے مگر چھلکی جن تو شرارت کا پتلا تھا۔ اسے ان چاروں کو تنگ کر کے شاید مزا آتا تھا۔ اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ ماریا ناامید ہو کر واپس چلی آئی۔

ایک دن وہ لاہور کی مال روڈ پر سے گذر رہی تھی کہ اسے ایک خوبصورت گرجا گھر دکھائی دیا۔ ماریا کا دل بے اختیار پاک مریم اور یسوع مسیحؑ کی عبادت کرنے کو چاہا۔ وہ گرجا گھر میں داخل ہو گئی۔ اس وقت گرجا گھر بالکل خالی تھا۔ ہال میں کوئی نہیں تھا۔ ماریا چبوترے کے آگے آ کر کھڑی ہو گئی۔ سامنے حضرت یسوع مسیحؑ اور پاک بی بی مریم کے بت بنے ہوئے تھے جن سے نور ٹپک رہا تھا۔ ایک موم بتی روشن تھی۔ ماریا نے دوسری موم بتی روشن کر دی اور ہاتھ باندھ کر سر جھکا کر عبادت کرنے لگی۔

اتنے میں گرجے کا پادری کسی کام سے ہال میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا کہ وہ تو ایک موم بتی جلا گیا تھا یہ دوسری موم بتی کس نے روشن کر دی ہے۔ وہ چبوترے

کے پاس آ کر دوسری موم بتی کو غور سے دیکھنے لگا۔ اسے خیال آیا کہ ہو سکتا ہے کوئی عبادت کرنے والا آیا ہو اور موم بتی جلا کر چلا گیا۔ ماریا عبادت کرتے ہوئے دل میں دعا مانگ رہی تھی کہ اے پاک بی بی مریم میری مدد فرما اور مجھے عنبر ناگ کیٹی کے ساتھ واپس پہنچا دے۔

پادری ماریا کے پیچھے کھڑا تھا۔ نہ ماریا کی نظر اس پر پڑی تھی اور نہ پادری ہی ماریا کو دیکھ سکتا تھا۔ وہ تو موم بتی کو تک رہا تھا کہ ماریا نے آنکھیں کھول دیں اور تیسری موم بتی بھی روشن کر دی۔ پادری بھونچکا سا ہو کر رہ گیا۔ اس نے دیکھا کہ ایک جلتی ہوئی موم بتی اپنی جگہ سے اپنے آپ اوپر کو اٹھی۔ اس نے دوسری موم بتی کو روشن کیا اور واپس اپنی جگہ پر جا کر کھڑی ہو گئی ہے۔ اس نے سینے پر صلیب کا نشان بنایا اور ہاتھ باندھ کر دعا پڑھنے لگا۔

"اے خداوند! اگر یہاں کوئی بدروح آ گئی ہے اسے دور کر دے۔ اسے یہاں سے نکال دے۔"

ماریا نے پلٹ کر پادری کی طرف دیکھا۔ اسے بڑا غ
آیا کہ پادری اسے بدروح سمجھ رہا تھا۔ پھر اس نے سو

کہ پادری بے چارے کو کیا پتہ کہ وہ کون ہے۔ اس نے پادری کی بات پر دھیان نہ دیا اور عبادت کرنے لگی۔ ماریا نے یسوع مسیح اور پاک بی بی مریم علیہ السلام کے حضور کچھ ایسے دل سے دعا مانگی کہ اچانک ماریا نے محسوس کیا کہ اس کے کانوں میں ایک آواز آ رہی ہے۔ ماریا نے غور سے سنا۔ آواز کہہ رہی تھی۔

"ماریا بیٹی! جہلم شہر جاؤ۔ دریا کے کنارے انتظار کرو۔ تم اپنے دل کی مراد پا لو گی"۔

آواز یک دم بند ہو گئی۔

ماریا نے کہا: "مقدس روح! جہلم شہر میں کس جگہ دریا کے کنارے جا کر بیٹھوں؟"

اس کو کوئی جواب نہ ملا۔ ماریا جھک کر تعظیم بجا لائی اور واپس مڑی۔ پادری ابھی تک اپنی جگہ پر ہاتھ باندھے کھڑا تھا اور گرجا گھر میں داخل ہونے والی بدروح کو نکالنے کے لیے دعا مانگ رہا تھا۔ ماریا نے سوچا کہ پادری صاحب کی غلط فہمی دور کر دینی چاہیے وہ آہستہ سے چل کر اس کے قریب آئی اور اس کے کان کے قریب منہ لے جا کر بولی:

"فادر! میں بدروح نہیں ہوں"۔

پادری نے چونک کر آنکھیں کھول دیں۔ اسے اردگرد
کوئی عورت نظر نہ آئی۔ وہ خوف زدہ ہو کر بولا:
"کون ——— کون ———"
ماریا نے کہا:
"فادر! میں بدروح نہیں ہوں"
"بھوت ——— بھوت ——— بچاؤ"
اور پادری چیختا چلاتا ہال سے بھاگ گیا۔ ماریا
گرجا گھر سے باہر آ گئی۔ اسے جہلم شہر جانے کی بشارت
مل گئی تھی۔ وہ سیدھی امجد کے پاس اس کے گھر آ
گئی۔ اسے بتایا کہ وہ جہلم جا رہی ہے اور گرجا گھر
میں اسے بشارت ملی ہے۔

امجد نے کہا: "ماریا بہن! بشارت بالکل سچی ہے۔
تم جہلم ضرور جاؤ لیکن ایک وعدہ کرو کہ جانے
سے پہلے مجھے ضرور ملتی جاؤ گی۔"
"جہلم جانے سے پہلے؟" ماریا نے پوچھا۔
"نہیں" امجد نے ہنس کر کہا: "واپس تین ہزار سال
پیچھے جانے سے پہلے۔"
ماریا بولی: "وہ تو میرے اختیار میں نہیں ہے۔ اگر بات
میرے اختیار میں ہوئی تو میں تمہیں ملنے ضرور آؤں گی

لیکن اگر میرے اختیار میں نہ ہوئی تو مجھے معاف
کر دینا۔ اسی ملاقات کو آخری ملاقات سمجھ لینا۔ میں
غزالہ سے ملنے نہیں جا سکتی تم اسے میرا آخری
سلام پہنچا دینا۔"

ماریا نے امجد سے رخصت لی اور سیدھی لاہور ریلوے سٹیشن
آ گئی۔ اسے جہلم تک کا راستہ معلوم نہیں تھا۔ وہ چاہتی تھی کہ
سڑک کی بجائے ریلوے لائن کے اوپر رہ کر سفر کرے، کیونکہ
ریلوے لائن اسے جہلم تک پہنچا سکتی تھی۔ پھر بھی ماریا نے راولپنڈی
جانے والی ریل کار کا انتظار کیا جو تین بجے سہ پہر روانہ ہوتی تھی
جب ریل کار راولپنڈی کی طرف روانہ ہوئی تو ماریا اس میں
سوار ہونے کی بجائے اس کے اوپر رہ کر ہوا میں پرواز کرنے
لگی۔ وہ چاہتی تھی کہ لاہور ریلوے سٹیشن سے آگے جا کر اسے پتہ
چل جائے کہ سیدھی لائن کون سی جہلم کی طرف جاتی ہے، کیونکہ
کچھ ریل کی لائنیں شیخوپورہ اور سیالکوٹ کی طرف مڑ جاتی تھیں۔

جب ریل کار کافی آگے نکل آئی تو ماریا کو پتہ چل گیا کہ یہی
ریلوے لائن جہلم کو جا رہی ہے۔ چنانچہ اس نے اپنی پرواز تیز
کر دی اور دیکھتے دیکھتے ریل کار کو پیچھے چھوڑ کر کافی آگے
نکل آئی۔ وہ ہوا کے تیز جھونکے کی طرح فضا میں اڑی جا رہی تھی۔
چھوٹے چھوٹے گاؤں اور قصبے اور کھیت اور ندیاں اس کے نیچے

سے گذر رہی تھیں۔ ریلوے لائین اسے نیچے چمکتی لکیروں کی طرح دکھائی دے رہی تھی۔ ریل کار بہت پیچھے رہ گئی تھی۔ پھر اونچی نیچی ویران پہاڑیوں کا سلسلہ شروع ہو گیا اور تھوڑے عرصے بعد ماریا کو دور دریا کے کنارے آباد ایک شہر کے مکان دھوپ میں چمکتے نظر آنے لگے۔ یہی جہلم شہر تھا اور گرجا گھر سے مقدس آواز نے اسے اسی شہر میں دریا کے کنارے جا کر بیٹھنے کی بشارت دی تھی۔ ماریا شہر کے اوپر آ کر پرواز کرنے لگی۔

○

گرجے کا پُراسرار تابوت

سُورج غروب ہو رہا تھا۔

شہر پر دھوپ کا رنگ سنہری ہونے لگا تھا۔ اگست کے موسم کی شام کی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ ماریا نے ایک جگہ جہلم شہر کا بورڈ لگا ہوا دیکھا۔ اسے پورا یقین ہو گیا کہ یہی جہلم شہر ہے۔ وہ فضا میں اُڑتے اُڑتے دریا کے مشرقی کنارے کی طرف نکل آئی۔ یہاں دور دریا کنارے ایک گرجا گھر بنا ہوا تھا۔ ماریا کا دل چاہنے لگا کہ وہ اس گرجا گھر کے قریب ہی دریا پر ڈیرا ڈالے۔ وہ خود عیسائی لڑکی تھی اس لیے اُسے گرجا گھروں سے بڑی محبت تھی۔ یہ گرجا گھر جہلم شہر کا خوبصورت گرجا گھر تھا جو ۱۸۶۰ء میں انگریزوں نے بنایا تھا۔ اس کے احاطے میں بڑے پرانے پرانے شیشم کے گھنے اور سایہ دار درخت تھے۔ ایک گوروں کا قبرستان بھی تھا جس میں سو سال پرانی قبریں بھی تھیں اور نئی قبریں بھی تھیں۔ ماریا کو ان قبروں سے کوئی سروکار نہیں تھا۔ وہ

گرجا گھر میں گئی۔ یہاں اس نے تھوڑی دیر عبادت کی
اور پھر دعا مانگ کر دریا کے کنارے پر آ گئی۔ درختوں کے
سائے لمبے ہو رہے تھے۔ دریا کا پانی بڑے سکون سے
بہہ رہا تھا۔ سورج کی غروب ہوتی کرنیں دریا کے چوڑے
پاٹ پر چمک رہی تھیں۔ دریا گرجا گھر کے سامنے تھوڑے
ہی فاصلے پر بہہ رہا تھا۔ ماریا ایک پرانے چبوترے پر
آ کر بیٹھ گئی۔ دریا کی لہریں چبوترے کی اینٹوں سے ٹکرا
کر گذر رہی تھیں۔

ماریا کو چبوترے پر بیٹھے بیٹھے شام ہو گئی۔ گرجے کی
آواز نے اسے تاکید کی تھی کہ وہ دریائے جہلم کے
کنارے جا کر اپنے ساتھیوں کا انتظار کرے۔ ماریا نہیں
جانتی تھی کہ یہاں اس کی عنبر ناگ کیٹی سے کیسے ملاقات
ہو گی۔

ماریا سوچ رہی تھی

اس کی ملاقات عنبر ناگ کیٹی میں سے کسی سے ہو
گی اور وہ تین ہزار سال واپس پرانے زمانے میں جا
سکے گی۔

جب رات کا اندھیرا چھا گیا اور آسمان پر ستارے چمکنے
لگے اور دریا کا پانی سرمئی رنگ کا ہو گیا تو ماریا نے

سوچا کہ چل کر تھوڑی دیر کے لیے شہر کی سیر کی جائے۔
وہ جہلم پہلے کبھی نہیں آئی تھی۔ شہر کے بازاروں میں
روشنیاں ہو رہی تھیں۔ دکانوں پر بڑی رونق تھی۔ ٹریفک کا
شور تھا۔ جہلم ماریا کو بڑا گنجان شہر لگا۔ مکانوں پر مکان
چڑھے ہوئے تھے اور بازاروں میں لوگوں کا ہجوم تھا۔ وہ
تین ہزار سال پرانے یونان سے آ رہی تھی۔ وہاں کے شہروں
میں بے حد سکون تھا۔ کسی گاڑی، ٹرک، رکشا، سکوٹر کا
شور نہیں تھا۔ بازاروں میں اتنے زیادہ لوگ بھی نہیں تھے۔
ماریا کو اب ماڈرن زمانے کے اتنے شور شرابے اور
ٹریفک کے ہنگاموں کی عادت نہیں رہی تھی۔ وہ اس
شور سے گھبرا گئی اور واپس گرجے کی طرف روانہ ہوئی گرجے
کے سامنے والا پرانا باغ اور قدیم قبرستان سنسان تھا۔
گرجا گھر کے کونے میں دور ایک مدھم سا بلب جل رہا
تھا جس کی روشنی صرف اتنی ہی جگہ پر پڑ رہی تھی۔ ماریا
نے گرجے کا ایک چکر لگایا اور دریا کی طرف آ گئی۔

وہ چبوترے پر خاموشی سے بیٹھ کر دریا کی طرف تکنے
لگی جس کے پانی کی چادر بڑی دھندلی دکھائی دے رہی
تھی۔ برسات کے موسم کی وجہ سے جھاڑیوں میں دریا کے
کنارے جگہ جگہ جھینگر بول رہے تھے۔ ماریا نے ایک

کالے سانپ کو دیکھا جو جھاڑیوں میں سے رینگتا ہوا
اس کی طرف آیا اور پھر اس کی شعاعوں میں ناگ دیوتا
کی بُو سونگھ کر وہیں رُک گیا۔ پھن اٹھا کر تین بار جھکایا
اور واپس چلا گیا۔ ماریا کو اس سے کوئی سروکار نہیں
تھا کیونکہ وہ جانتی تھی کہ ۱۹۸۴ عیسوی کے زمانے کا
سانپ ناگ کے بارے میں کچھ نہ بتا سکے گا جو اس
وقت تین ہزار سال تاریخ کے پرانے دور میں رہ
رہا تھا۔

رات آدھی سے بھی زیادہ گذر چکی تھی۔ دور شہر
جہلم کی طرف جو پہلے عمارتوں میں روشنی ہو رہی تھی وہ
بھی بجھ گئی تھی۔ چاروں طرف اندھیرا اور سناٹا چھا گیا تھا۔
رات کے اس سناٹے میں صرف جھینگروں کی آوازیں ہی آ
رہی تھیں جو خاموشی کو زیادہ بھیانک بنا رہی تھیں۔ ماریا
چبوترے پر چپ چاپ بیٹھی تھی۔ اسے دریا کی طرف
سے اندھیرے میں کوئی سیاہ رنگ کی چیز کنارے کی طرف
آتی دکھائی دی۔ قریب آنے پر معلوم ہوا کہ وہ ایک
کشتی ہے۔ ماریا کو خیال آیا کہ ہو سکتا ہے اس کشتی
میں دوسرے کنارے سے مسافر آ رہے ہوں کشتی اس چبوترے
سے تھوڑے فاصلے پر کنارے کے ساتھ آ کر لگ گئی جس

پر ماریا بیٹھی تھی۔ اس میں ایک گورے رنگ کی انگریز عورت
جس نے سو سال پہلے کا لباس پہن رکھا تھا نکلی اور گرجا
گھر کی طرف دوڑی۔ اس کے ساتھ ہی ایک دوسری کشتی بھی
وہاں آ گئی۔ اس کشتی میں دو ایسے آدمی سوار تھے جن کا
رنگ کالا تھا اور جنہوں نے بھی سو سال پرانا ہندوستانی
لباس پہن رکھا تھا۔ ان کے ہاتھوں میں تلواریں تھیں۔ یہ دونوں آدمی
اس انگریز عورت کے پیچھے بھاگے۔

انگریز عورت نے اپنے پیچھے آدمیوں کو آتے دیکھا تو وہ
گرجے کی بجائے قبرستان کی طرف بھاگی۔ ماریا اس عورت کو
بچانے کی خاطر اس کے پاس گئی اور دیکھا کہ انگریز عورت
کے ماتھے سے خون بہہ رہا تھا۔ لیکن ماریا یہ دیکھ کر ششدر
ہو کر رہ گئی کہ اس عورت کے چہرے پر آنکھوں کی جگہ
دو سوراخ تھے۔ ماریا پیچھے ہٹ گئی۔ عورت قبرستان میں جا
کر ایک قبر پر تھکاوٹ اور خوف سے چور ہو کر گر پڑی۔
دونوں آدمی اس کے سر پر پہنچ گئے۔ وہ اسے مارنے لگے
تو ماریا نے آگے بڑھ کر ایک آدمی کی تلوار اس کے ہاتھ
سے پکڑنی چاہی مگر ماریا کا ہاتھ ______
تلوار کو نہ پکڑ سکا اور تلوار کے ایک ہی وار نے اس عورت کا
کام تمام کر دیا۔ اس کے ساتھ ہی ایک دلدوز چیخ فضا
میں بلند ہوئی اور وہ عورت اور اس کے دونوں قاتل

اندھیرے میں غائب ہو گئے۔

ماریا حیران کھڑی تھی کہ یہ کیا تماشہ ہوا ہے۔

جس قبر پر وہ انگریز عورت گری تھی ماریا نے جھک کر اسے دیکھا۔ اس پر کسی انگریز عورت کا نام لکھا تھا جو سن ۱۸۶۱ء میں ڈاکوؤں کے ہاتھوں ہلاک ہو کر مر گئی تھی۔ ماریا قبر کے کتبے کو تک رہی تھی کہ اسے ایک دم قبر کے اندر سے ایک سفید ہیولا اُبھرتا دکھائی دیا۔ ماریا ایک قدم پیچھے ہٹ گئی۔ سفید ہیولا ایک عورت کا تھا جس کے چہرے سے نُور برس رہا تھا اور سر پر پھولوں کا تاج تھا۔

ماریا نے دیکھا کہ اس عورت کے سفید ہیولے کا چہرہ اس عورت جیسا تھا جس کو اس نے ابھی تھوڑی دیر پہلے قبرستان میں اسی جگہ قتل ہوتے دیکھا تھا۔ اس عورت کا لباس سفید تھا اور وہ کوئی نورانی نیک روح لگتی تھی۔ ماریا خاموش کھڑی اس روح کو دیکھ رہی تھی کہ اس نے ماریا کی طرف چہرہ کیا اور بولی:

"ماریا! ابھی تھوڑی دیر پہلے تم نے جو خونی واقعہ دیکھا وہ ہر اگست کے مہینے کی اسی رات کو ہر دفعہ اس قبرستان میں دُہرایا جاتا ہے۔ آج سے

سو سال پہلے میں اس گرجا گھر کے پادری کی بیٹی تھی۔ میں ایک رات دریا پار سے آ رہی تھی کہ دو ڈاکو میرے پیچھے لگ گئے اور انہوں نے مجھے اس جگہ قبرستان میں قتل کر دیا۔ اس خونی کھیل کو سوائے تمہارے اور کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا کیا تم میرے ساتھ گرجے میں چلو گی"۔

ماریا نے کہا: "تم مجھے وہاں کس لئے لے جا رہی ہو؟"

روح بولی: "اس میں ایک راز ہے۔ مجھے حکم ملا ہے کہ میں گرجا گھر میں تمہیں لے جاؤں۔ میرے ساتھ چلو گی"؟

"کیوں نہیں۔ اگر تمہیں حکم ملا ہے تو میں تیار ہوں"۔ ماریا نے جواب دیا۔

روح ماریا کے آگے آگے گرجا گھر کی طرف چل پڑی۔ ماریا اس کے پیچھے پیچھے تھی۔ روح ماریا کو ساتھ لے کر گرجے کے پیچھے اس جگہ آ گئی جہاں ایک پُرانا دروازہ خدا جانے کب سے بند پڑا تھا اور اس پر زنگ بھرا تالہ لگا تھا۔

روح نے کہا: "ہم اس کے اندر چلیں گے"۔

روح دروازے میں داخل ہو گئی۔ ماریا بھی اس کے
پیچھے پیچھے بند دروازے میں سے گذر کر دوسری طرف
آ گئی۔ یہاں ایک تنگ و تاریک زینہ نیچے تہہ خانے
میں جاتا تھا۔ زینے کی سیڑھیاں پتھروں سے بنائی گئی
تھیں۔ سیڑھیوں سے گذرنے کے بعد نیچے ایک تہہ خانہ
آ گیا جس میں اندھیرا گھپ تھا۔ مگر ماریا اور روح اس
اندھیرے میں بھی سب کچھ دیکھ رہی تھی۔

تہہ خانے کے درمیان میں لکڑی کا سیاہ رنگ کا ایک
تابوت پڑا تھا جس کا ڈھکن بند تھا۔ اس تابوت کے
سرہانے سلاخ پر لوہے کا ایک گول چکر لگا تھا جو آہستہ
آہستہ گھوم رہا تھا۔

روح نے کہا: "یہ گول چکر وقت کا چکر ہے۔
مجھے حکم ہوا تھا کہ میں تمہیں اس چکر کے تابوت
کے پاس لے جاؤں۔ ابھی تمہیں اس تابوت کو
کھولنے کی اجازت نہیں ہے۔ تمہیں یقین نہیں
آئے گا لیکن یہ حقیقت ہے کہ ہماری دنیا میں
وقت کوئی حیثیت نہیں رکھتا۔ اس وقت تم دُنیا
کے وقت کے حساب سے سن ۱۹۸۴ء میں رہ
رہی ہو۔ لیکن اس تابوت کے اندر سن ۱۹۸۴ء

نہیں ہے۔ یہ ایک راز ہے جو تمہیں اس وقت
معلوم ہو گا جب وقت آئے گا۔ اب تم میرے
ساتھ آؤ۔"

روح ماریا کو لے کر گرجے کے تہہ خانے سے باہر
نکل آئی اور واپس قبرستان میں اپنی قبر پر آ کر بولی:
"آج سے ٹھیک ایک ماہ بعد آج ہی کے دن
آدھی رات کو آندھی اور بارش کا زبردست طوفان
آئے گا۔ دریا کی لہریں غضب ناک ہو جائیں گی۔
بجلی رہ رہ کر کڑکے گی اور بادلوں کی گرج سے
لوگوں کے دل دہل رہے ہوں گے۔ اس وقت
تم گرجا کے تہہ خانے میں جا کر گول چکر والے
تابوت کا ڈھکنا اٹھا دو گی اور اس کے اندر
داخل ہو جاؤ گی۔ پھر تم اس مقصد کو پا لو گی
جس کے لیے تم نے لاہور کے گرجا گھر میں
حضرت مریم بی بی علیہ السلام کے حضور دعا کی تھی۔"

یہ کہہ کر روح غائب ہو گئی۔

ماریا قبرستان میں تنہا کھڑی رہ گئی۔ قبر اسی طرح اس
کے سامنے تھی جس کے کتبے پر اسی انگریز عورت کا نام
لکھا ہوا تھا۔ جس کی روح تھوڑی دیر پہلے ماریا کے پاس

کھڑی تھی۔ ماریا نے اس کی ایک ایک بات اپنے ذہن
میں اچھی طرح سے بٹھا لی اور دریا کی طرف چل دی۔ اب
ایک مہینے کے بعد آنے والے اس طوفان کا انتظار کرنا تھا
جو اسے اپنے ساتھیوں عنبر ناگ کیپٹ سے ملانے والا تھا۔

○

اب ہم تین ہزار برس پیچھے کی طرف جاتے ہیں۔
آپ پڑھ چکے ہیں کہ عنبر اور ناگ الگ الگ قافلوں
کے ساتھ عراق کی طرف سفر کر رہے ہیں۔ عنبر کو عراق
میں اس دلدلی علاقے کی تلاش ہے جہاں اس کے خیال
میں اسے ماریا ملے گی۔ اسے بالکل علم نہیں ہے کہ ماریا
اس وقت ایک احمقانہ غلطی کی وجہ سے سن ۱۹۸۴ء کے
دور میں جا چکی ہے۔ دوسری طرف ناگ بھی ایک قافلے
کے ساتھ عراق کی جانب چلا جا رہا ہے۔ اسے عنبر ماریا
اور کیپٹ کی تلاش ہے جب کہ کیپٹ ناگن کی شکل میں ایک
یونانی سپیرے کی پٹاری میں قید ہے اور یہ بوڑھا یونانی
سپیرا اسے ہندوستان کی طرف لیے جا رہا ہے جہاں اس
قسم کی ناگن کی پوجا ہوتی ہے اور یونانی سپیرا اسے بھاری قیمت
پر فروخت کرنا چاہتا ہے۔

یونانی بوڑھا سپیرا جس قافلے کے ساتھ تھا اس کے
پیچھے سکندر اعظم کی فوجیں ایران کو فتح کرنے کے بعد
ہندوستان پر حملہ کرنے کے لیے آ رہی تھیں۔ آپ نے
تاریخ کی کتابوں میں پڑھا ہو گا کہ سکندر کی فوجوں نے جب
ہندوستان پر حملہ کیا تھا تو جہلم کے راجہ پورس نے اس
کا مقابلہ کیا تھا اور بڑی بہادری سے لڑا تھا، لیکن اس
کے ہاتھیوں نے عین میدانِ جنگ میں گھبرا کر پیچھے کی طرف
منہ موڑ لیا اور اپنے ہی سپاہیوں کو کچلنا شروع کر دیا
جس کی وجہ سے راجہ پورس کو شکست ہو گئی۔ مگر سکندر
اعظم راجہ پورس کی بہادری سے بہت متاثر ہوا تھا اور اس
نے راجہ پورس سے پوچھا تھا۔
"بتاؤ تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟"
جس پر جہلم کے راجہ پورس نے بڑی مردانگی سے جواب
دیا تھا۔
"وہی جو ایک بادشاہ دوسرے بادشاہ سے کرتا ہے۔"
اس جواب پر سکندر اعظم اس قدر خوش ہوا کہ اس
نے راجہ پورس کی سلطنت اسے واپس کر دی تھی۔ اس
وقت سکندر کی فوجیں جہلم پر حملہ کرنے کے لیے بڑھی
چلی آ رہی تھیں۔ کئی دنوں کے سفر کے بعد سکندر اعظم

کی فوجیں دریائے جہلم کے کنارے پہنچ گئیں ۔ اس کے دوسرے
کنارے پر راجہ پورس کا قلعہ تھا۔ یونانی فوجوں نے دریا
کے کنارے پر پڑاؤ ڈال دیا۔ یہ وہی مقام تھا جہاں ۱۹۸۸
عیسوی کے ماڈرن زمانے میں ماریا ایک چبوترے پر بیٹھی ہوئی
تھی ۔ ٹھیک اسی مقام پر تین ہزار سال پہلے سکندر اعظم کا
شاہی خیمہ لگا ہوا تھا۔

بوڑھا یونانی سپیرا اپنے قافلے کے ساتھ آگے گذر کر
ہندوستان کے شہر پاٹلی پُتر میں داخل ہو چکا تھا جہاں
ان دنوں ایک سنگ دل اور ظالم راجہ حکومت کرتا تھا
اس راجہ کو شاہی نجومی نے بتا دیا تھا کہ اس کے ملک
میں ایک ایسا لڑکا پیدا ہونے والا ہے جو بڑا ہو کر
اسے قتل کر دے گا۔ چنانچہ راجہ نے حکم دے رکھا تھا
جس عورت کے گھر لڑکا پیدا ہو اس لڑکے کو اسی وقت
قتل کر دیا جائے۔ شہر میں خوف پھیلا ہوا تھا۔

بوڑھا یونانی سپیرا اس شہر کی سرائے میں اترا اور
اس نے معلوم کیا کہ وہاں ایک مندر ہے۔ جہاں اس
ناگن کی پوجا ہوتی ہے جو سپیرے نے اپنی پٹاری میں
بند کر رکھی تھی ۔ وہ اس مندر کے پجاری سے جا کر ملا
اور اسے پٹاری کھول کر ناگن کیٹ دکھائی۔ پجاری نے

ناگن کو دیکھتے ہی اپنا سر جھکا دیا اور بولا۔
"یہ دیوی چکنا ہے۔ تیرا آنا مبارک ہو۔ مندر تمہارے
بغیر ویران تھا۔"

پجاری نے سپیرے کو بتایا کہ ان کے مندر کی ناگن
چکنا جو ایک دیوی ہے ان سے کسی بات پر ناراض ہو
کر چلی گئی تھی ۔ بھگوان کی کرپا سے اب وہ واپس آ
گئی ہے ۔ دوسرے پجاری بھی وہاں آ گئے اور ناگن کیٹی
کے آگے ہاتھ باندھ کر سجدے کرنے اور اشلوک پڑھنے
لگے۔ بوڑھا سپیرا بڑا خوش تھا کہ اس کی محنت ضائع
نہیں ہوئی اور ناگن کو بیچ کر وہ خوب دولت کمائے گا۔
چنانچہ ایسا ہی ہوا پجاری نے بوڑھے یونانی سپیرے کو
سونے کی ڈالیوں کا ایک توڑا دیا جو مندر پر چڑھاوے
کے طور پر چڑھایا گیا تھا اور اس سے ناگن کیٹی خرید لی ۔
بوڑھا سپیرا خوشی خوشی بغلیں بجاتا واپس روانہ ہو گیا ۔

ناگن کیٹی کو مندر کے بڑے استھان پر بٹھا دیا گیا۔ اس
کے آگے دودھ اور پھل پھول رکھ دیئے گئے ۔ مندروں کی
گھنٹیاں بجنے لگیں ۔ دیو داسیوں نے آ کر رقص شروع کر دیا۔
سارے شہر میں یہ خبر پھیل گئی کہ مندر کی ناگن دیوی چکنا
واپس مندر میں آ گئی ہے ۔ سارا شہر ناگن کیٹی کے درشن

کرنے کے لیے اُمڈ آیا۔ ناگن کیٹی خاموش تھی۔ ان لوگوں سے اسے کوئی دشمنی نہیں تھی۔ وہ اس لیے وہیں رہ گئی کہ ہو سکتا ہے اسی جگہ اس کی ملاقات عنبر ناگ ماریا سے ہو جائے۔ اس نے سوچا کہ کچھ روز اس مندر ہی میں دیوی بن کر رہنا چاہیے اور ان لوگوں کی پوجا اور آؤ بھگت کا لطف اٹھانا چاہیے۔

اُدھر راجہ پورس بھی اپنی فوجوں کو لے کر میدان میں نکل آیا اور ایک رات اس نے دریا پار کر کے سکندرِ اعظم کی فوجوں پر حملہ کر دیا۔ گھمسان کا رَن پڑا۔ پورس کی جہلمی فوجیں بڑی بے جگری سے یونانیوں کو ہلاک کر رہی تھیں۔ قریب تھا کہ یونانی فوجوں کے پاؤں اکھڑ جائیں کہ اچانک پورس کی فوج کے ہاتھی آگ والے تیروں سے گھبرا پیچھے کو پلٹے اور انہوں نے اپنی ہی فوج کو کچلنا شروع کر دیا۔ فوج میں بھگدڑ مچ گئی۔ پورس کی فوجیں اپنے ہی ہاتھیوں کے پاؤں تلے کچلی جانے لگیں۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ پورس کو شکست ہو گئی۔ یونانیوں نے پورس کے قلعے پر قبضہ کر لیا۔ پورس کو قیدی بنا کر سکندر اعظم کے سامنے لایا گیا۔ سکندر اعظم نے وہی تاریخی سوال کیا کہ تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟

راجہ پورس نے گردن اٹھا کر بڑی بہادری سے جواب دیا۔

"وہی سلوک ـــ جو ایک بادشاہ دوسرے بادشاہ کے ساتھ کرتا ہے۔"

پورس کا مطلب تھا کہ جب ایک بادشاہ دوسرے بادشاہ کا ملک فتح کر لیتا ہے تو وہ اس ہارے ہوئے بادشاہ کو قتل کر دیتا ہے۔ اس لیے مجھے بھی قتل کر دیا جائے کیوں کہ میں بھی ایک بادشاہ ہوں۔ کوئی معمولی آدمی نہیں ہوں۔ سکندر اعظم خود ایک بہادر جرنیل تھا اور بہادر لوگوں کی قدر کرنا جانتا تھا۔ اس نے پورس کے اس جواب سے خوش ہو کر اسے گلے لگا لیا اور کہا:

"راجہ پورس! ہم تمہیں تمہاری سلطنت قلعہ اور محل واپس کرتے ہیں۔"

اس رات جہلم کی رعایا اگرچہ خوشی منا رہی تھی مگر راجہ پورس اپنے محل میں اداس بیٹھا تھا۔ اسے ایسی فتح نہیں چاہیے تھی جو دشمن نے اسے بخش دی ہو۔ پورس بہادری سے مر جانا چاہتا تھا لیکن یہ اس کی قسمت میں نہیں تھا۔ وہ اپنے محل میں چپ چاپ لیٹا تھا۔ اس نے ساری شمعیں بجھا دی تھیں۔ وہ سوچ رہا تھا کہ ایسی فتح سے موت اچھی تھی۔

اتفاق سے سکندرِ اعظم کی فوج کا ایک جرنیل راجہ پورس کا دشمن بن گیا تھا اور نہیں چاہتا تھا کہ راجہ پورس کو اس کی سلطنت واپس دی جائے۔ مگر سکندر کے آگے وہ اُف نہیں کر سکتا تھا۔ اس یونانی جرنیل نے دل میں راجہ پورس کو قتل کرنے کا فیصلہ کر لیا اور آدھی رات کو زہر میں بجھا ہوا خنجر لے کر راجہ پورس کے فوجیوں ایسا لباس پہن کر اس کے محل کی طرف بڑھا۔

جس وقت تین ہزار سال پہلے کے زمانے میں دریائے جہلم کے کنارے آباد راجہ پورس کے محل میں روشنیاں گل ہو چکی تھیں اور یونانی جرنیل راجہ کو قتل کرنے اس کے خاص محل کی طرف بڑھ رہا تھا تو عین اسی وقت مگر تین ہزار سال آگے، یعنی سن ۱۹۸۴ء کے ماڈرن زمانے میں ماریا اسی دریائے جہلم کے کنارے چبوترے پر بیٹھی تھی کہ اچانک زبردست طوفان آ گیا۔ ان دونوں زمانوں کے درمیان تین ہزار سالوں کا فاصلہ تھا۔ مگر غور سے دیکھا جائے تو ان کے درمیان وقت کا کوئی فاصلہ نہیں تھا۔ بلکہ وقت کا ایک باریک سا پردہ لٹکا ہوا تھا۔ پردے کی اس طرف سکندرِ اعظم کی فوجیں دریائے جہلم کے کنارے پڑاؤ ڈالے ہوئے تھیں اور پردے کے اس طرف ماریا ۱۹۸۴ء کے

موٹروں، ٹرکوں، گاڑیوں اور سکوٹروں کے جہلم شہر میں دریا کے کنارے بیٹھی تھی۔

پیارے دوستو! ہو سکتا ہے یہ بات آپ کی سمجھ میں ابھی نہ آئے۔ مگر جب آپ بڑے ہو کر سائنس اور فزکس کی تھیوری پڑھیں گے تو آپ پر یہ راز کھل جائے گا کہ اصل میں وقت کا فاصلہ کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔

بہرحال یہ بعد کی باتیں ہیں۔ اس وقت یہ عالم تھا کہ ۱۹۸۴ء کے جہلم شہر میں بارش کا طوفان آ چکا تھا۔ موسلا دھار بارش ہو رہی تھی۔ زبردست آندھی چل رہی تھی۔ دریا کی موجیں بپھر بپھر کر کناروں سے ٹکرانے لگی تھیں۔ بجلی رہ رہ کر چمک رہی تھی، کڑک رہی تھی۔ بادل گرج رہے تھے۔ ایک ماہ بعد ٹھیک اسی رات کو جس کی بشارت روح نے دی تھی طوفان آ گیا تھا۔

ماریا کو اسی طوفان کا انتظار تھا۔ وہ روح کی ہدایت کے مطابق اپنی جگہ سے اٹھی اور گرجا گھر کے دروازے کے پاس آ گئی۔ بارش اور ہوا کے تھپیڑے بند دروازے کے ساتھ ٹکرا رہے تھے۔ ماریا بند دروازے میں سے گذر کر نیچے تنگ و تاریک سیڑھیوں میں آ گئی۔ یہاں بھی طوفان کا شور سنائی دے رہا تھا۔ بادل بار بار گرج رہے تھے۔

ماریا تہہ خانے میں تابوت کے پاس آ کر کھڑی ہو گئی۔
تابوت کے سرہانے وقت کا گول چکر اسی طرح چل رہا تھا۔ ماریا کو نیک دل انگریز عورت کی روح کی بات یاد آ گئی کہ جب تم طوفانی رات میں تابوت کے پاس پہنچو تو اسے کھول دینا۔

ماریا نے تابوت کے ڈھکنے کو کھول دیا۔ جونہی ڈھکنا اُوپر اٹھا تو اس کے اندر ماریا کو ایک عالی شان محل نظر آیا۔ جس کے باغ کے اندھیرے میں ایک آدمی چوروں کی طرح چھپ چھپ کر محل کی طرف بڑھ رہا تھا۔ تابوت کے اندر لاش کی جگہ آج سے تین ہزار سال پہلے کا منظر لگا ہوا تھا۔ تابوت کے اندر بھی ایک دریائے جہلم بہہ رہا تھا۔ اور اس کے کنارے سکندر اعظم کی فوجوں نے پڑاؤ ڈال رکھا تھا۔ راجہ پورس کا محل تھا۔

ماریا کے کانوں میں کسی کی آواز آئی:

"ماریا بیٹی! تمہاری دعا پوری ہو گئی اس تابوت کے اندر چلی جاؤ"

ماریا نے تابوت میں چھلانگ لگا دی۔ وہ راجہ پورس کے محل کے باغ میں آ کر ایک درخت کے اُوپر آن گری۔ اس نے اُوپر نگاہ اٹھا کر دیکھا کہ شاید اس کے

سر کے اوپر تابوت ہو۔ مگر وہاں اب کوئی تابوت اور قبرستان یا گرجا نہیں تھا۔ ماریا ۱۹۸۴ء کے ماڈرن زمانے سے نکل کر تین ہزار سال پیچھے کے عہد میں جا چکی تھی۔

وہ اس وقت تین ہزار سال پرانے جہلم شہر میں راجہ پورس کے محل کے باغ میں تھی اور آسمان پر ستارے چمک رہے تھے۔ یہاں کوئی بارش اور آندھی کا طوفان نہیں تھا۔ ۱۹۸۴ء کے دریائے جہلم کے نئے پل کی بجلی کی روشنیاں بھی نہیں تھیں۔ ان کی جگہ دریا کے پار سکندر کی فوجوں کے روشن کیے ہوئے الاؤ کہیں کہیں نظر آ رہے تھے۔ ماریا کے ذہن میں مقدس روح نے یہ خیال ڈال دیا تھا کہ وہ راجہ پورس کے زمانے کے جہلم شہر میں داخل ہو چکی تھی۔ تین ہزار سال پیچھے آ چکی ہے اور یہی اس کی خواہش تھی جو پوری ہو گئی تھی اور اب اس بات کا امکان تھا کہ اس کی ملاقات عنبر ناگ اور کیٹی سے ہو جائے۔

ماریا درخت کے اوپر سے اُتر کر نیچے محل کے باغ کے اندھیرے میں آ گئی۔ اب اسے اس آدمی کا خیال آیا جو دبے پاؤں محل کی طرف بڑھ رہا تھا۔ ضرور وہ کسی بُرے ارادے سے محل میں داخل ہونے کی کوشش کر رہا تھا۔

شاید وہ کسی کو قتل کرنے وہاں آیا تھا۔ یہ سوچ کر
ماریا نے اس آدمی کی تلاش شروع کی۔ وہ تیزی سے
اڑ کر محل کے چاروں طرف گھوم گئی۔ ایک جگہ اسے
وہ قاتل دکھائی دیا۔ یہ وہی یونانی جرنیل تھا جو راجہ پورس
کا دشمن تھا۔ جسے اس بات کا بڑا دکھ تھا کہ سکندرِ اعظم
نے راجہ پورس کی نہ صرف جان بخشی کر دی تھی بلکہ اسے
اس کا محل اور قلعہ بھی واپس کر دیا تھا۔ چنانچہ وہ اسے
قتل کرنے کی نیّت سے وہاں آیا تھا۔

یہ قاتل آدمی خنجر بغل میں چھپائے شاہی محل کی
دیوار سے لپٹی ہوئی ایک بیل کو پکڑ کر اوپر چڑھ رہا
تھا۔ ماریا یہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ یہ آدمی کس کو قتل
کرنے جا رہا ہے۔ وہ اس کے ساتھ ساتھ چلنے لگی۔
یونانی قاتل محل کی چھت پر آ گیا۔ ایسا لگتا تھا کہ وہ
محل میں پہلے بھی آ چکا ہے اور اس کے سارے خفیہ
راستے جانتا ہے۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ سکندر کی فوجیں
ایک بار محل پر قبضہ کر چکی تھیں اور اس جرنیل نے قبضے
کے دوران اس محل کا اچھی طرح جائزہ لے لیا تھا۔

وہ چھت کی طرف ایک خفیہ سیڑھی سے نیچے اُتر کر
محل میں آ گیا۔ یہاں ہر طرف اندھیرا تھا۔ کسی جگہ کوئی پہرہ

نہیں تھا۔ کیوں کہ پورس کو شکست ہو چکی تھی اور اس
نے پہرہ ہٹا دیا تھا۔ اسی خیال سے کہ اب اس کا کوئی
دشمن نہیں تھا۔ دشمن نے تو اس کے ساتھ صلح کر
لی تھی۔

یونانی قاتل ایک روشن دان پر چڑھ گیا اور پھر بھاری
بھر کمخواب کے ریشمی پردے کی مدد سے راجہ پورس کی
خواب گاہ میں اتر آیا۔ راجہ پورس کے پلنگ کے پاس
شمع بجھی ہوئی تھی۔ وہ آنکھیں بند کیے اپنے خیالوں میں
گم بستر پر لیٹا تھا۔ اسے قاتل کی خبر نہ ہو سکی۔ قاتل اس
کے پلنگ کے پیچھے نکل آیا اور ایک دم خنجر نکال کر
چاہا کہ راجہ پورس کے سینے میں گھونپ دے کہ کسی نے
اس کے ہاتھ کو جو اوپر اٹھا ہوا تھا وہیں ہوا میں پکڑ کر
ایک جھٹکا دیا۔ خنجر قاتل کے ہاتھ سے قالین پر گر پڑا۔
اس کی آواز پر راجہ پورس نے آنکھیں کھول دیں اور بستر
پر اُٹھ بیٹھا۔ دیکھا کہ ایک ہندوستانی سپاہی کی وردی میں
فوجی اس کے سرہانے اس طرح کھڑا ہے کہ اس کا ہاتھ
اوپر کو اٹھا ہوا ہے اور اس کے ہاتھ سے خنجر نیچے
گر پڑا ہے۔

راجہ پورس نے اسے گریبان سے پکڑ کر اپنی طرف

کھینچا۔ ماریا نے یونانی قاتل کا جو ہاتھ پکڑ رکھا تھا وہ چھوڑ دیا۔ راجہ پورس نے جب غور سے دیکھا تو وہ سپاہی ہندوستانی نہیں بلکہ یونانی تھا۔ راجہ نے اس کا گریبان چھوڑ دیا اور فرش پر خنجر اٹھا کر پوچھا:

"تم مجھے کس لیے قتل کرنا چاہتے تھے"؟

یونانی جرنیل نے کہا: "اس لیے کہ میں ہندوستانی راجاؤں سے نفرت کرتا ہوں۔"

راجہ پورس کہنے لگا: "نفرت کسی کو قتل کرنے کی کوئی اچھی وجہ نہیں ہے اگر تم بہادروں کی طرح مجھ سے مقابلہ کر کے مجھے قتل کر سکو تو زیادہ بہتر ہے۔"

یونانی جرنیل کہنے لگا: "تو پھر ایک تلوار مجھے دو۔ ایک تلوار تم لے لو اور میدان میں آ جاؤ۔"

پورس بولا: "میں ایک بہادر راجہ ہوں۔ میرے ساتھ محل کی چھت پر آ جاؤ۔ تا کہ ہمیں مقابلہ کرتا دیکھ کر کوئی دوسرا سپاہی بیچ میں نہ آ سکے۔"

ماریا حیران تھی کہ راجہ پورس کو کیا ہو گیا ہے۔ اتنی بہادری بھی اچھی نہیں ہوتی۔ راجہ پورس نے پلنگ کے نیچے سے دو تلواریں نکالیں۔ ایک خود لی اور دوسری یونانی

جرنیل کو دی اور وہ دونوں محل کی چھت پر آ گئے۔ ماریا تلوار بازی کا یہ مقابلہ دیکھنے کے لیے ایک طرف کھڑی ہو گئی۔

دونوں میں مقابلہ شروع ہو گیا۔ یونانی جرنیل بڑھ بڑھ کر تلوار کے وار کر رہا تھا۔ راجہ پورس بڑی ہوشیاری کے ساتھ اس کے وار اپنی تلوار پر روک رہا تھا۔ اب راجہ پورس نے وار کرنے شروع کیے۔ ماریا نے محسوس کیا کہ راجہ پورس تلوار کا بڑا دھنی ہے مگر وہ جان بوجھ کر جرنیل کو ہلاک نہیں کر رہا۔ یونانی جرنیل کئی بار راجہ پورس کی تلوار کی زد میں آیا۔ راجہ پورس اگر چاہتا تو اس کی گردن اڑا سکتا تھا مگر اس نے ایسا نہ کیا۔ آخر جب لڑتے لڑتے یونانی جرنیل تھک گیا تو گر پڑا اور راجہ پورس نے اس کی گردن پر تلوار کی نوک رکھ کر کہا:

"میں تمہیں ہلاک نہیں کروں گا۔ کیوں کہ میں تم سے نفرت نہیں کرتا۔ نفرت کرنا اچھی بات نہیں ہے۔"

راجہ پورس نے تلوار پھینک دی اور یونانی جرنیل کو اٹھا کر گلے لگا لیا۔ یونانی جرنیل شرم سے پانی پانی ہو گیا اور راجہ کے آگے ہاتھ باندھ کر بولا:

"مہاراجہ پورس! تم واقعی ایک عظیم انسان اور عظیم راجہ ہو۔ تم ایک بہادر راجہ ہو۔ میں آج تمہیں ایک راز کی بات بتاتا ہوں کہ سکندر اعظم سوائے تمہارے کسی سے خوف نہیں کھاتا۔ وہ تمہاری بہادری کی قدر کرتا ہے اور تمہاری جہلمی فوجوں نے جس بے جگری اور بہادری سے یونانی فوجوں سے جنگ کی ہے اس سے یونانی فوجوں کے قدم اکھڑ گئے ہیں"

راجہ پورس نے مسکرا کر کہا،

"مگر وہ تو فتح حاصل کر چکی ہیں۔"

یونانی جرنیل نے کہا "ہاں — لیکن یہ فتح شکست سے بدتر ثابت ہوئی ہے۔ کیوں کہ یونانی فوجی ڈر گئے ہیں اور سکندر اعظم کے ساتھ آگے جانے کو تیار نہیں ہیں۔ وہ یہیں سے واپس یونان چلے جانا چاہتے ہیں۔"

ماریا دونوں کی باتیں بڑی دلچسپی سے سن رہی تھی۔

راجہ پورس یونانی جرنیل کو اپنے کمرے میں لے آیا۔ اس نے اسے شربت پلایا اور کہا:

"تمہارا راز میرے دل میں ہی رہے گا۔ سکندر کو

کبھی پتہ نہ چل سکے گا کہ تم مجھے قتل کرنے آئے تھے۔"

یونانی جرنیل نے کہا: "راجہ! کیا تم ایک بات مجھے بتاؤ گے؟"

"ضرور پوچھو۔ اگر بتا سکا تو دریغ نہیں کروں گا۔" راجہ پورس نے جواب دیا۔

یونانی جرنیل کہنے لگا: "کیا کوئی دیوتا تمہاری حفاظت کرتا ہے۔"

راجہ بولا: "یہ تم نے کیسے اندازہ لگایا؟"

یونانی جرنیل نے کہا: "جب میں نے تمہیں قتل کرنے کے لیے اپنا خنجر بلند کیا تھا تو اوپر سے کسی نے میرا ہاتھ پکڑ لیا تھا اور خنجر نیچے پھینک دیا تھا۔ مجھے اس ہاتھ کی گرفت اس وقت بھی اپنی کلائی پر محسوس ہو رہی ہے۔ ضرور یہ تمہارا محافظ کوئی دیوتا تھا۔"

پورس کہنے لگا: "میں دیوی دیوتاؤں پر یقین رکھتا ہوں۔ ان کی پوجا بھی کرتا ہوں، لیکن کوئی دیوی یا دیوتا میری حفاظت کرتا ہے؟ اس کے بارے میں مجھے کچھ علم نہیں ہے۔"

ماریا یہ سن رہی تھی اور دل میں مسکرا رہی تھی اور
راجہ پورس کی سچائی کی بھی داد دے رہی تھی کہ وہ چاہتا
تو جھوٹ بول کر یونانی جرنیل پر اپنا رعب جما سکتا تھا
مگر اس نے جھوٹ نہیں بولا تھا۔ اس میں کوئی شک نہیں
کہ اعلیٰ خیالات رکھنے والے لوگ کبھی جھوٹ نہیں بولتے
کیوں کہ جھوٹ بولنا بزدلوں کا کام ہے اور بہادر لوگ کبھی
جھوٹ نہیں بولا کرتے۔ یونانی جرنیل کہہ رہا تھا۔

"مہاراجہ! تمہیں معلوم ہو چاہے نہ ہو۔ لیکن میں
تمہیں خوش خبری دیتا ہوں کہ دیوتا تمہاری حفاظت
کر رہے ہیں۔ میں نے خود ایک دیوتا کے ہاتھ
کو اپنے ہاتھ سے خنجر جھٹکتے ہوئے محسوس کیا
ہے۔ اچھا اب مجھے اجازت دو۔ میں واپس جانا
چاہتا ہوں۔"

راجہ پورس نے ایک آبنوس کی صندوقچی میں سے ہیرے
موتیوں کا ہار نکال کر یونانی جرنیل کو دیا اور کہا:

"یہ ہماری آج کی ملاقات اور دوستی کی یادگار
میں تحفے کے طور پر قبول کرو۔"

یونانی جرنیل نے اتنا قیمتی ہار پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔
اس نے شکریے کے ساتھ اسے قبول کیا اور پورس کی

خواب گاہ سے اس کے ساتھ ہی نکل کر باہر آگیا۔ راجہ
پورس اسے چھوڑنے محل کے دروازے تک گیا۔ جب یونانی
جرنیل محل سے نکل کر اندھیرے میں گم ہو گیا تو پورس
اپنے محل کے اندر بنے ہوئے شاہی مندر کی طرف آگیا۔
یہاں مندر کا مہنت اگنی دیوی کے گرد آگ جلا کر آدھی
رات کی پوجا کر رہا تھا۔

راجہ پورس کو دیکھ کر وہ ادب سے اٹھ کھڑا ہوا۔
راجہ پورس اسے ایک طرف سے گیا اور کہنے لگا:

"رشی چندر! کیا ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی دیوی
یا دیوتا ہماری جان کی حفاظت کر رہا ہو؟"

مہنت کو قدرت نے خوشامد کرنے کا یہ سنہری موقع دیا
تھا۔ اس لئے یہ کہہ کر زمین آسمان ایک کر دیا کہ اے عظیم
راجہ تم ایک آسمانی اوتار ہو۔ بھگوان نے خود تمہیں راجہ بنایا
ہے اور آکاش کے سارے دیوتا تمہاری جان کی حفاظت
کرتے ہیں۔ راجہ پورس جانتا تھا کہ مہنت رشی چندر اس کی
خوشامد کر رہا ہے۔ اس نے اسے کوئی جواب نہ دیا اور
خاموشی سے واپس اپنے محل کی طرف روانہ ہوگیا۔

ماریا کا اب وہاں کوئی خاص کام نہیں تھا۔ اس نے
دل میں یہی فیصلہ کیا کہ اگر سکندر اعظم کی فوج واپس یونان

جا رہی ہے تو وہ بھی اس کے ساتھ ہی یونان چلی جائے
گی اور وہاں ممکن ہے کہ عنبر ناگ کیپٹ سے اس کی ملاقات
ہو سکے۔ کیوں کہ ہندوستان کی بجائے یونان شام اور عراق کے
ملکوں میں عنبر ناگ کیپٹ کے ملنے کے زیادہ امکانات تھے۔
ماریا یہ پتہ کرنے کے لیے کہ یونانی فوجیں کب اور کس وقت
ہندوستان سے روانہ ہو رہی ہیں یونانی فوجوں کے خیموں کی
طرف چل پڑی۔ دریا کے پار یونانی فوجوں کے بے شمار خیمے
لگے تھے جو اب لپیٹے جا رہے تھے۔ صاف لگ رہا تھا کہ یونانی
فوجیں واپس کوچ کرنے والی ہیں۔
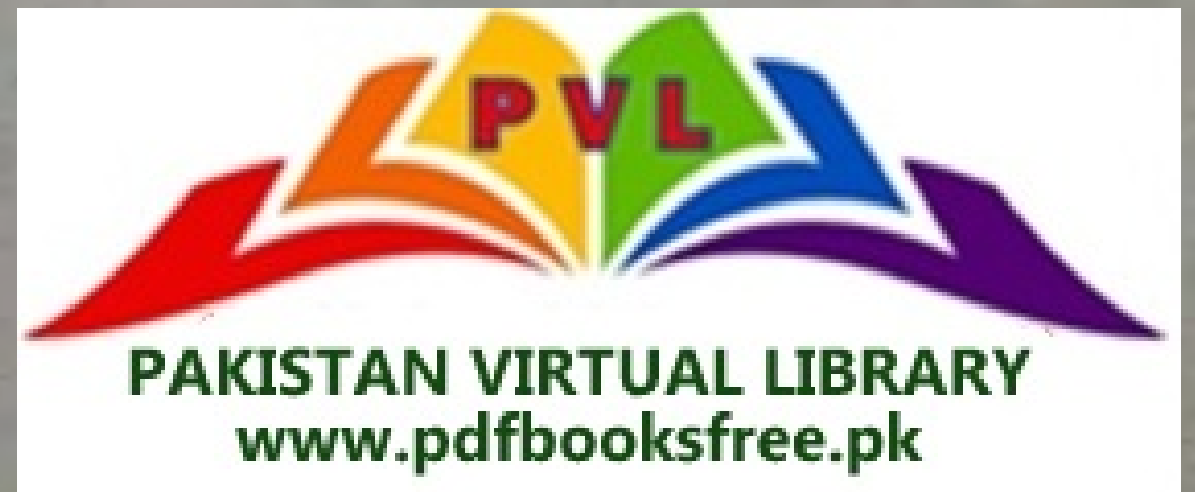
ناگن! مجھے کاٹو!

ابھی رات کا اندھیرا باقی تھا۔
سکندر اعظم کی فوجیں خیموں میں سو رہی تھیں۔ کچھ خیمے
اکھاڑ کر ایک جگہ جمع کیے جا چکے تھے۔ ماریا ان میں گھومتی
پھرتی رہی۔ اس نے سوچا کہ رات اسے خیموں سے دور کسی
جگہ گذارنی چاہیے اور پھر صبح جب فوج کوچ کرے تو اس
کے ساتھ یونان کی طرف روانہ ہو جائے۔ کیوں کہ ماریا کو
ہندوستان سے یونان تک خشکی کے راستے کا پتہ نہیں تھا۔
وہ خیموں کی بستی سے نکل کر دریا کے ساتھ ساتھ
ایک جگہ درختوں کے درمیان آ کر بیٹھ گئی اور صبح ہونے کا
انتظار کرنے لگی۔ ابھی اسے وہاں بیٹھے تھوڑی دیر ہی ہوئی
تھی کہ اچانک اسے ایک عورت کے سسکیاں بھر بھر کر
رونے اور فریاد کرنے کی آواز سنائی دی۔ ماریا نے چونک
کر دیکھا تو اندھیرے میں اسے تین آدمی جنہوں نے کسی
دوسرے شہر کے سپاہیوں کی وردی پہنی ہوئی تھی ایک عورت

کو گھسیٹ کر لاتے نظر آئے۔ وہ ان کے پاس پہنچی تو
دیکھا کہ ایک پریشان حال عورت زار و قطار رو رہی ہے
اور سپاہیوں کو ہاتھ جوڑ کر کہہ رہی ہے۔

"میرے بیٹے پر رحم کرو۔ اسے قتل نہ کرو، مجھے
قتل کر دو۔ میرے بیٹے کو قتل نہ کرو۔"

ایک سپاہی نے غصے میں کہا، "راجہ کا حکم ہے کہ
تمہارے بیٹے کے ساتھ تمہیں بھی قتل کیا جائے۔
ہمارے جاسوس نے ہمیں خبر دی تھی کہ تم پاٹلی
پتر سے بھاگ کر یونانی فوجوں کے کیمپ میں
آ گئی ہو۔ ہم نے تمہیں ڈھونڈ لیا ہے۔ راجہ کا
حکم ہے کہ تمہارے بیٹے کو تمہاری آنکھوں کے
سامنے قتل کیا جائے اور پھر تمہیں بھی مار
ڈالا جائے۔"

دوسرا سپاہی بولا: "تم اپنی طرف سے اپنے بیٹے کو
ایک تہہ خانے میں چھپا کر بھاگ گئی تھیں مگر ہم
نے اسے بھی ڈھونڈ نکالا ہے۔ چلو۔ ہمارے ساتھ چلو۔"
عورت نے روتے ہوئے کہا، "میرے بچے پر رحم کرو۔
اس کی عمر ابھی ایک ماہ بھی ———— نہیں ہوئی
وہ میری زندگی کا سہارا ہے۔"

پہلا سپاہی گرج کر بولا: "تمہیں معلوم نہیں کہ راجہ نے
حکم دے رکھا ہے کہ ملک میں جو لڑکا پیدا ہو
اسے قتل کر دیا جائے۔ پھر تم نے اپنے بیٹے کو
مکان کے خفیہ تہہ خانے میں چھپا کر خود فرار ہونے
کی جرأت کیسے کی؟ ہم نے اس دائی کو بھی پکڑ
لیا ہے جو تمہارے بچے کو دودھ پلاتی تھی اسے بھی
قتل کر دیا جائے گا۔"

انہوں نے غریب مصیبت زدہ عورت کو پکڑ کر گھوڑے
پر بٹھا دیا اور گھوڑوں کو ایڑ لگائی اور دریا کے کنارے کنارے
آگے روانہ ہو گئے۔ ماریا کا دل اس بے گناہ عورت کی
مدد کرنے کے لیے تڑپ اٹھا۔ وہ کیسا ظالم راجہ تھا جو
ماؤں کے سینے سے بچے نوچ نوچ کر قتل کر رہا تھا۔
ماریا نے اسی وقت فیصلہ کیا کہ وہ یونانی فوجوں کے
ساتھ یونان نہیں جائے گی بلکہ اس ماں اور اس کے بچے
کو ظالم راجہ کے ظلم سے بچائے گی۔

اسے کچھ معلوم نہیں تھا کہ گرجا گھر کی مقدس بشارت
پوری ہو رہی ہے اور وہ ہندوستان کے اسی قدیم شہر
پاٹلی پتر کی طرف جا رہی ہے جس کے ایک مندر میں
ناگن کیٹی موجود تھی۔

ماریا ہوا میں اچھلی اور گھوڑ سوار سپاہیوں کے ساتھ
ساتھ اڑنے لگی۔ راتوں رات فاصلے طے کر کے دوسرے
دن دوپہر کے وقت سپاہی پاٹلی پتر کے شہر میں پہنچ گئے
عورت کو قید خانے میں ڈال دیا گیا۔ راجہ نے سپاہیوں کو
انعام و اکرام دیا کہ انہوں نے فرار ہونے والی ماں کو
پکڑ لیا تھا۔ راجہ نے اعلان کر دیا کہ تیسرے پہر شاہی محل
کے سامنے اس ماں، اس کے بیٹے اور بچے کو دودھ
پلانے اور چھپا کر تہہ خانے میں رکھنے والی دائی کو
قتل کر دیا جائے گا۔ رعایا راجہ کے اس ظلم کو سخت
ناپسند کرتی تھی۔ لوگ یہ قتل دیکھنے نہیں آ رہے تھے
مگر راجہ کے سپاہی انہیں زبردستی پکڑ پکڑ کر لے آئے اور
شاہی محل کے سامنے کھڑا کر دیا اور حکم دیا کہ وہ
وہیں کھڑے رہیں۔

لوگ بجھے ہوئے دلوں کے ساتھ وہاں کھڑے تھے
ماریا بھی اسی جگہ موجود تھی۔ محل کے آگے ایک چبوترے
پر جلاد ننگی تلوار لیے آن موجود ہوا۔

راجہ بھی محل کے جھروکے میں سونے کی کرسی پر آ
کر بیٹھ گیا۔ اس نے حکم دیا کہ بچے کو لایا جائے۔ دو
سپاہی ایک ننھے سے بچے کو طشت میں رکھے وہاں لے

آئے۔ اسے دیکھ کر ماں کی چیخیں نکل گئیں۔ وہ اپنے جگر
کے ٹکڑے کی طرف لپکی تو سپاہیوں نے اسے ٹھوکریں مار مار
کر پیچھے کر دیا اور رسّی سے باندھ دیا۔

بچہ رو رہا تھا۔ اس کی عمر ایک ماہ سے زیادہ نہیں
تھی۔ اس کی دائی کو بھی لایا گیا۔

راجہ نے حکم دیا:

"بچے کی گردن اڑا دی جائے۔"

بے چاری ماں چیخ مار کر بے ہوش ہو گئی۔ ماریا تیزی
سے چبوترے پر آ گئی۔ ایک سپاہی نے بچے کو جلاد کے
آگے لکڑی کے مڈھ پر لٹا دیا تھا۔ بچہ روتے ہوئے
ہاتھ پاؤں چلا رہا تھا۔ جلاد نے ننگی تلوار اوپر اٹھا لی۔
وہ بچے کے ایک ہی وار میں دو ٹکڑے کر دینا چاہتا
تھا۔ جونہی اس نے تلوار والا ہاتھ نیچے کیا ماریا نے
اس کے ہاتھ کو اتنی زور سے جھٹکا دیا کہ تلوار اس
کے ہاتھ سے چھوٹ کر چھناکے کے ساتھ دور جا گری
اور جلاد کے بازو کی ہڈی ٹوٹ گئی اور اس کا بازو
لٹکنے لگ گیا۔

لوگوں نے خوشی سے نعرے بلند کیے۔ راجہ کا چہرہ
غصے سے سرخ ہو گیا۔ جلاد چبوترے پر گرا درد سے

کراہ رہا تھا۔ راجہ اٹھ کھڑا ہوا اور بلند آواز میں بولا،
"اس کو کیا ہو گیا ہے۔ دوسرے جلاد کو لاؤ
بچہ ابھی تک زندہ کیوں ہے۔؟ اسے فوراً
قتل کرو۔"

راجہ کے حکم سے اسی وقت دوسرا جلاد آ گیا۔ اس
کے ہاتھ میں تیز دھار والا کلہاڑا تھا۔ وہ اچھل کر چبوترے
پر چڑھا اور اس سے پہلے کہ کلہاڑا اٹھا کر بچے پر وار
کرتا ماریا نے اس کے ہاتھ سے کلہاڑا چھین لیا۔ کلہاڑے
کو غائب ہوتا دیکھ کر لوگ ایک بار پھر خوشی سے
نعرے لگانے لگے۔ ماریا نے زور سے دوسرے جلاد
کی کمر پر لات ماری۔ اس کی کمر ٹوٹ گئی اور وہ منہ
کے بل چبوترے سے لڑھک کر مردہ ہو کر نیچے گر پڑا۔
ماریا نے جلدی سے بچے کو گود میں اٹھا لیا۔

بچے کو غائب ہوتا دیکھ کر سب سپاہی اور لوگ دم
بخود ہو گئے۔ لوگوں نے بلند آواز سے اگنی دیوی کی
جے کے نعرے لگانے شروع کر دیئے۔ راجہ پریشان تھا
کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ اگنی دیوی اس کے ساتھ یہ سلوک
نہیں کر سکتی۔ وہ ہر روز اگنی دیوی پر سونے کے چڑھاوے
چڑھاتا ہے۔ اگنی دیوی کے پجاری نے اس سے وعدہ

کر رکھا ہے کہ دیوی راجہ کی جان کی حفاظت کرے گی۔
پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ اگنی دیوی اسے سب کے
سامنے ذلیل کرے۔

اتنی دیر میں ماریا اُڑ کر راجہ کی کھڑکی میں پہنچ چکی
تھی۔ اس نے راجہ کی گردن پر کلہاڑے کا پھل رکھ
دیا اور غرا کر کہا:

"میں یم دُوت ہوں۔ فوراً حکم دو کہ بچے کی ماں،
دائی اور بچے کو رہا کر دیا جائے نہیں تو یہ
کلہاڑا تمہاری گردن کے دو ٹکڑے کر دے گا۔"

راجہ خوف سے کانپنے لگا۔ اسے اپنی جان پیاری
تھی۔ اپنی جان بچانے کے لیے ہی تو وہ لوگوں کے
بچوں کو ہلاک کر رہا تھا۔ اس نے ہاتھ اُٹھا کر حکم دیا کہ
بچے کی ماں، بچے اور دائی کو چھوڑ دیا جائے۔

ماریا نے کہا: "یہ بھی حکم دو کہ ان تینوں کو سرحد
پار پہنچا دیا جائے۔"

راجہ نے یہ حکم بھی کر دیا۔

ماریا نے کہا: "یہ اعلان بھی کرو کہ آئندہ سے کسی
بچے کو ہلاک نہیں کیا جائے گا۔"

راجہ کی گردن پر کلہاڑے کا پھل تھا جو اسے دکھائی نہیں

دے رہا تھا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ یہ سچ مچ کوئی زبردست
طاقت والا دیوتا ہے یا کوئی بہت بڑا جادوگر ہے جو اسے
زندہ نہیں چھوڑے گا۔ اس نے حکم دے دیا کہ آئندہ سے
کسی بچے کو ہلاک نہ کیا جائے۔ لوگوں میں خوشی کی لہر دوڑ
گئی۔ ماریا وہاں سے اڑ کر نیچے آئی۔ اس نے بچے کو
ماں کی گود میں ڈال دیا جس کو اب ہوش آ چکا تھا۔
بچے کی ماں اور دائی کو رہا کر دیا گیا اور انہیں گھوڑے
دے دیئے گئے کہ وہ اپنی مرضی سے اگر چاہیں تو ملک
چھوڑ کر جا سکتی ہیں۔ ماں نے اپنے بیٹے کو سینے سے لگا
لیا۔ دائی کو ساتھ لیا۔ گھوڑے پر سوار ہوئی اور اس ملک
سے ہمیشہ کے لیے چلے جانے کے لیے شہر کے دروازے
سے باہر نکل گئی۔ وہ یہی سمجھ رہی تھی کہ عین وقت پر
آسمانی دیوتاؤں نے اسے اور اس کے بچے کی جان بچا
لی ہے۔

ماریا محل میں آ گئی۔ وہ راجہ کی نقل و حرکت پر نگاہ
رکھنا چاہتی تھی کہ کہیں چوری چھپے وہ پھر بچوں کو قتل
کرنے کا حکم صادر نہ کر دے۔ راجہ پیچ و تاب کھاتا
ہوا اپنے خاص کمرے میں آ گیا اور وزیر سے چلا کر بولا:
"فوراً شاہی نجومی کو حاضر کیا جائے۔"

اس وقت محل کا سیاہ رنگ کا دبلا پتلا شیطان صورت
نجومی آ گیا۔ راجہ نے کہا:
"جو کچھ ہوا تم نے بھی دیکھا؟"
نجومی نے ہاتھ باندھ کر کہا:
"مہاراجہ! میں نے آپ کو حکم دیتے ہوئے ہی سنا
ہے۔ میں حیران ہوں کہ آپ نے ایسا حکم کیوں دیا۔
کیوں کہ آپ کا زائچہ بتا رہا ہے کہ اس شہر میں
ہی ایک بچہ پیدا ہو گا جو بڑا ہو کر آپ کے لیے
منحوس ثابت ہو گا۔"
راجہ نے بے چینی سے ٹہلتے ہوئے کہا:
"میں کیا کرتا۔ کوئی غیبی شخص جس کی آواز عورت
سے ملتی جلتی تھی کلہاڑا میری گردن پر رکھ کر مجھ
سے حکم دلوا رہا تھا۔ اس لئے اپنے آپ کو
یم ودت کہا تھا۔ تم اپنے علم اور جادو سے حساب
لگا کر بتاؤ کہ وہ کون تھا۔ وہ اگنی دیوی نہیں تھی۔
اگنی دیوی تو میری جان کی حفاظت کرتی ہے۔"
مکار نجومی بولا: "مہاراج! آپ فکر نہ کریں۔ میں ابھی زائچہ
بنا کر بتاتا ہوں کہ وہ غیبی جادوگر کون تھا۔"
نجومی نے سلیٹ پر لکیریں بنائیں اور حساب کرنے لگا۔ کچھ

دیر حساب کرنے کے بعد اس نے راجہ کے کان میں کچھ کہا
جو ماریا نہ سن سکی۔ مگر ہم آپ کو بتا دیتے ہیں کہ نجومی نے
راجہ کو کیا کہا تھا۔ اس نے راجہ کے کان میں کہا:
"مہاراج! وہ ایک غیبی عورت ہے جو اس وقت
بھی یہاں موجود ہے۔ آپ خاموش رہیں۔"
یہ سن کر راجہ کا چہرہ بدل گیا۔ وہ کچھ خوف زدہ سا
ہو گیا اور ادھر اُدھر تکنے لگا۔ ماریا کو شبہ ہوا کہ کہیں نجومی
کو اس کی موجودگی کا علم تو نہیں ہو گیا۔ وہ کمرے سے باہر
نکل گئی۔ اس کے نکلتے ہی نجومی بولا:
"مہاراج! وہ غیبی عورت چلی گئی ہے۔ سنیے۔ میرا
حساب بتاتا ہے کہ یہ عورت کوئی جادوگر یا بدروح
نہیں ہے۔ وہ ایک انسان ہے۔ ایک عورت ہے
اور کسی خاص اثر سے غائب کر دی گئی ہے اور
اور کسی کو نظر نہیں آتی۔"
راجہ بولا: "وہ ہمارے لیے سخت خطرناک ہو گئی
ہے۔ کیا تم کسی طرح اسے اپنے قابو میں نہیں
کر سکتے؟"
نجومی بولا: "کر سکتا ہوں مہاراج! میرے پاس ستاروں
کا علم بھی ہے اور کالے جادو کا علم بھی ہے۔

میں آج رات چلّہ کاٹوں گا۔"
راجہ کہنے لگا: "تم اس غیبی عورت کو کیسے تلاش
کر دو گے؟"
نجومی نے کہا: "جب میں چلّہ کاٹ لوں گا تو وہ
خود بخود مجھے نظر آ جائے گی۔ آپ گھبرائیں مت
کل صبح آپ خود تماشہ دیکھ لیں گے۔"
نجومی رخصت ہو گیا اور اس نے چلّہ کاٹنے کی تیاریاں
شروع کر دیں۔
ماریا سے بھی غلطی ہو سکتی تھی۔ اس سے یہ غلطی ہو
گئی تھی کہ وہ اس وقت راجہ کے محل سے باہر نکل
آئی تھی جب اس کے خلاف وہاں سازش تیار کی جا
رہی تھی۔ اسے اگرچہ شبہ ہو گیا تھا کہ نجومی نے اسے دیکھ
لیا ہے مگر اسے چھپ کر وہیں رہنا چاہیے تھا۔ اب وہ
محل کے اندر ہی تھی مگر راجہ کے محل کے باغ میں ٹہل
رہی تھی۔ وہ ساری رات راجہ کے محل کے باغ میں ندی
کے کنارے پھولوں بھرے درختوں کے پاس بیٹھی عنبر ناگ
اور کیٹی کے بارے میں سوچتی رہی۔ اگرچہ کیٹی ناگن کی شکل
میں اسی شہر کے ایک مندر میں موجود تھی مگر یہ مندر راجہ
کے محل سے کافی دور تھا اور پھر کیٹی کے ارد گرد آگ

جل رہی تھی جس کی وجہ سے اس کی بُو ماریا تک نہیں
پہنچی تھی۔

رات کو نجومی نے محل کی چھت پر خفیہ طریقے سے
چلہ شروع کر دیا۔ وہ ساری رات اشلوک پڑھتا اور منتروں
کا جاپ کرتا رہا۔ صبح اس نے سامنے رکھے ہوئے کالے
دھاگے کے گولے پر سات بار پھونک ماری اور اسے
اٹھا کر جیب میں ڈال لیا اور سیدھا راجہ کے کمرے میں
پہنچا۔ اس نے راجہ کو خوش خبری سنائی کہ چلہ کامیاب رہا۔

"کیا تم اب میری دشمن اس غیبی عورت کو اپنے
قبضے میں کر سکتے ہو؟"

نجومی نے کہا: "مہاراج! میں آپ کی آنکھوں کے
سامنے اسے اپنے قبضے میں کروں گا۔ اب وہ میری
غلام بن کر میری قید میں رہے گی۔ اور اس کی
ساری طاقت میرے قبضے میں ہو گی۔"

راجہ کہنے لگا: "تو پھر اسے تلاش کر کے اپنا
عمل شروع کرو۔ میں تمہیں انعام میں ایک گاؤں
دوں گا۔"

نجومی نے چہرہ شمال، جنوب مشرق اور مغرب کی طرف
کر کے زور زور سے ایک ایک پھونک ماری۔ پھر ناک

سکیڑ کر فضا میں کچھ سونگھنے کی کوشش کی۔ ایک جانب
ناک سکیڑ کر بولا:

"اس غیبی عورت کے جسم سے نکلنے والی بُو مجھے
اس طرف سے آ رہی ہے۔ وہ ضرور محل کے
باغ میں ہے۔ آپ میرے پیچھے پیچھے آئیں
اور درختوں کی اوٹ میں چھپے رہیں۔ پھر میرے
جادو اور منتروں کا کرشمہ دیکھیں۔"

نجومی راجہ کو ساتھ لے کر محل سے نکلا اور ماریا کی
بُو لیتا باغ میں آ گیا۔ ماریا نہر کے کنارے پھولوں بھرے
کنج میں ٹہل رہی تھی۔ نجومی چونکہ چلہ کاٹ چکا تھا اور
اس کی آنکھوں میں خاصی طاقت آ گئی ہوئی تھی اس
لیے اسے دُور ہی سے ماریا نظر آ گئی۔ وہ پہلے تو
اس کی خوبصورتی اور سنہری بال دیکھ کر حیران رہ گیا کہ
اتنی خوبصورت لڑکی کو کس نے غائب کر رکھا ہے۔

ماریا نے ابھی نجومی کو نہیں دیکھا تھا۔

نجومی نے راجہ سے کہا:

"مہاراج! میرا شکار وہ سامنے جھاڑیوں کے پاس
ٹہل رہا ہے۔ آپ فوراً اس درخت کے پیچھے
چھپ جائیں۔"

راجہ درخت کے پیچھے ہو گیا۔ نجومی بھی ایک درخت
کی اوٹ میں آ گیا اور اس نے اپنی جیب سے کالے
دھاگے کا چھوٹا گولہ نکال کر اس کے دھاگے کا سرا
اپنے ہاتھ میں پکڑا اور منہ ہی منہ میں منتر پڑھ کر اس
پر پھونک ماری اور دھاگے کے گولے کو ہوا میں اچھال دیا۔
ماریا نے دیکھا کہ ایک گیند سا اس کے سر کے اوپر
درختوں میں سے آن کر اس کے سامنے گرا ہے اور اس
میں سے دھاگے کا سرا سانپ کی طرح رینگتا ہوا اس کی
طرف بڑھ رہا ہے۔ ماریا تیزی سے فضا میں اچھل کر
کھڑی ہو گئی۔ کالے دھاگے کا سرا بھی تیزی سے زمین پر
سے اچھل کر اس کے قریب آ گیا اور اس سے پہلے کہ
ماریا وہاں سے غوطہ لگا کر بھاگ جاتی دھاگے کا سرا اس
کے غیبی جسم کے ساتھ چمٹ گیا اور بڑی تیزی سے
اس کے جسم کے گرد لپٹنے لگا۔ ماریا نے گھبرا کر اپنے
دونوں ہاتھوں سے دھاگے کو الگ کرنے اور توڑنے کی
کوشش کی مگر دھاگہ تو جیسے لوہے کی تار سے بھی زیادہ
مضبوط تھا اور ماریا نے محسوس کیا کہ اس کے ہاتھوں کی
طاقت بھی کم ہونے لگی تھی۔ وہ زور سے اچھلی مگر اوپر
جانے کی بجائے وہ نیچے آ گئی۔ اس نے گھاس پر ایک

طرف بھاگنا چاہا لیکن دھاگہ اس کے آدھے جسم کو اپنی
لپیٹ میں لے چکا تھا اور اس کے جسم کی طاقت
جواب دے رہی تھی۔
اس عرصے میں نجومی نے راجہ سے کہا:
"مہاراج! اب چل کر اس عورت کو دیکھیں جس
نے آپ کی گردن پر کلہاڑا رکھ کر آپ کو جان
سے مارنے کی دھمکی دی تھی اور وہ حکم دلوائے
تھے، جو آپ نہیں دینا چاہتے تھے۔"
راجہ کو لے کر نجومی باغ میں اس جگہ آ گیا جہاں
ماریا سخت پریشانی اور بے بسی کے عالم میں اپنے آپ
کو کالے دھاگے سے آزاد کرانے کی کوشش کر رہی
تھی۔ اس کی طاقت آہستہ آہستہ جواب دے رہی تھی
اور اس کی شکل اور سارا جسم نظر آنا شروع ہو گیا تھا
کالے دھاگے نے اس کے جسم کے اوپر والے حصے کو
جکڑ دیا تھا۔ صرف اس کی ٹانگیں چھوڑ دی تھیں۔
راجہ نے قریب جا کر ماریا کو دیکھا اور کہا:
"تم آکاش کی کوئی دیوی لگتی ہو۔ تم کس قدر
خوبصورت ہو مگر تم نے ہمیں قتل کرنے کی کوشش
کی۔ تم نے ہمیں ہماری رعایا کے آگے ذلیل کیا۔

ہم تم سے اس ذلت کا پورا پورا بدلہ لیں گے۔"
ماریا نے بولنا چاہا مگر اس کے حلق سے آواز نہ
نکلی۔ نجومی نے کہا:
"اے غیبی لڑکی اب تو میرے قبضے میں ہے۔ میں
جانتا ہوں کہ تجھ پر کسی نے جادو کر کے تجھے
غائب کر رکھا تھا۔ مگر میرا جادو اس جادو سے
زیادہ طاقتور ہے۔ اب تم میری غلام ہو اور جو میں
کہوں گا وہی کرو گی۔"

ماریا نے محسوس کیا کہ اس کے جسم میں بالکل جان نہیں
رہی۔ اس کی آواز بھی نہیں تھی۔ اس کے ہاتھوں میں اتنی
طاقت بھی نہیں رہی تھی کہ وہ کالے دھاگے کو اپنے
جسم سے کاٹ کر الگ کر سکتی۔ وہ اس نجومی کی غلام
بن چکی تھی۔

راجہ نے کہا: "اسے تہہ خانے میں قید کر کے
ڈال دو اور شہر میں منادی کرا دی جائے کہ جس
کے گھر لڑکا پیدا ہو گا اسے قتل کر دیا جائے گا۔"

ماریا کو محل کے تہہ خانے میں ڈال دیا گیا۔ شہر میں
جب راجہ کی طرف سے اعلان ہوا کہ جس کے گھر لڑکا
پیدا ہو گا راجہ کے سپاہی اسے فوراً قتل کر ڈالیں گے تو

ہر طرف ایک کہرام سا مچ گیا۔ لوگوں میں ایک دہشت
پھیل گئی۔

راجہ اب بے فکر ہو گیا تھا جو عورت اس کی سب
سے بڑی دشمن تھی اس کو اس نے اپنے شاہی نجومی
کی مدد سے اپنے قبضے میں کر کے قید میں ڈال دیا
تھا۔ راجہ نے شاہی نجومی کو انعام کے طور پر دو
گاؤں بخش دیئے۔ نجومی بڑا خوش تھا۔ وہ بڑا مغرور
ہو گیا۔ راجہ کوئی کام اس کے مشورے کے بغیر نہیں
کرتا تھا۔ یہ نجومی بھی راجہ کے ساتھ مل کر لوگوں پر
ظلم کرنے لگا۔ جس کو جی چاہتا مروا دیتا۔ جس کو دل
چاہتا قید میں ڈلوا دیتا۔ شہر میں جس عورت کے ہاں لڑکا
پیدا ہوتا اس کو اسی وقت قتل کروا دیا جاتا۔ نجومی اتنا
مغرور اور خود سر ہو گیا تھا کہ ایک روز اس نے راجہ
کے وزیر کی بھی بے عزتی کر دی اور اسے دھمکی دی
کہ اگر اس نے پھر کبھی اونچی آواز میں بات کی تو اسے
بھی قتل کروا دیا جائے گا۔

وزیر نے تنگ آ کر دربار کے ایک بوڑھے درباری
سے بات کی۔ وزیر کو اتنا معلوم ہو گیا تھا کہ نجومی نے
ایک ایسی غیبی جادوگرنی کو اپنے قبضے میں کر رکھا ہے۔

جو راجہ کو قتل عام سے روکتی تھی اور جس نے بادشاہ
کو بھی ہلاک کرنے کی دھمکی دی تھی۔
وزیر نے تجربہ کار درباری سے کہا:
"کیا کوئی ایسی صورت نہیں ہو سکتی کہ اس غیبی
لڑکی کو پھر سے اس کی طاقت واپس مل جائے؟ صرف
اسی طریقے سے اس خود سر مغرور نجومی کی کھوپڑی
درست ہو سکتی ہے اور راجہ کو بھی بچوں کے قتل عام
سے روکا جا سکتا ہے۔"
تجربہ کار درباری نے وزیر کو مشورہ دیا:
"اے وزیر! میری عقل یہاں کام نہیں کرتی۔ ہاں۔
اتنا جانتا ہوں کہ اس شہر سے باہر پہاڑی غار
میں ایک سادھو رہتا ہے۔ اگر تم اس کے پاس
فریاد لے کر جاؤ تو وہ تمہاری مدد کر سکتا ہے۔"
وزیر سادھو کے پاس گیا تو اس نے کہا:
"شہر کا جو بڑا مندر ہے اس مندر کے پجاری کے
پاس جاؤ وہ تمہیں ظالم راجہ اور نجومی سے چھٹکارا
پانے کی تدبیر بتائے گا۔"
وزیر ایک رات بھیس بدل کر شہر کے مندر کے پجاری
کے گھر جا پہنچا اور سارا ماجرا بیان کیا۔

"نجومی شیطان بن چکا ہے۔ وہ راجہ سے رعایا پر
ظلم کروا رہا ہے۔ راجہ پہلے ہی بہت ظالم تھا
مگر اب نجومی بھی اس کے ظلم میں شریک ہو گیا
ہے۔ اس نے ایک ایسی عورت کو قابو کر رکھا ہے
جو جادو کے اثر سے غائب ہو چکی تھی۔ اس
غیبی عورت نے ایک بچے اور اس کی ماں کو
بے گناہ قتل ہونے سے بچایا تھا۔ اس نے اپنی
طاقت کے ذریعے راجہ کو مجبور کر دیا تھا کہ وہ
ملک میں بچوں کو قتل نہ کرے۔ مگر اس نجومی نے
اپنے جادو کے زور سے اس غیبی عورت کو
اپنے طلسم میں جکڑ کر قید میں ڈال دیا ہے۔ وہ
بے بس ہے۔ کیا تم رعایا کو ان دونوں کے ظلم وستم
سے نجات دلا سکتے ہو؟"
پجاری نے کہا: "یہ بات تم نے مجھے پہلے کیوں
نہیں بتائی اے وزیر! میں بھی راجہ اور نجومی کے
ظلم وستم کو بے بسی سے دیکھتا تھا اور کچھ نہیں
کر سکتا تھا۔ کیوں کہ میں جادوگر نہیں ہوں ایک
پجاری ہوں۔ مگر اتنا ضرور جانتا ہوں کہ اس غیبی عورت
کی طاقت کس طریقے سے واپس آ سکتی ہے۔"

وزیر بولا: "بھگوان کے لیے جلدی بتادو۔ تاکہ رعایا کو
ظلم سے رہائی ملے"
پجاری کہنے لگا: "نجومی جادوگر نے اس غیبی عورت
پر جو جادو کیا ہے اس کا توڑ اس وقت میرے
مندر میں موجود ہے"
"وہ کیا ہے پجاری جی؟ جلدی بتایئے" وزیر نے بے اختیار
ہو کر کہا:
پجاری نے کہا: "میرے مندر میں ایک ایسی ناگن
اس وقت موجود ہے کہ جو دنیا میں بہت کم پائی
جاتی ہے۔ اس کو اگنی ناگن کہتے ہیں اگر اس ناگن
سے اس عورت کو جا کر ڈسایا جائے تو وہ غیبی
عورت دوبارہ غائب بھی ہو جائے گی اور اس کی
طاقت بھی واپس آ جائے گی"
وزیر بولا "کیا آپ یہ کام خود چل کر نہیں کر سکتے
پجاری جی؟ میں آپ کو مالا مال کر دوں گا"
پجاری کہنے لگا "میں تیار ہوں۔ یہ کام سورج غروب
ہونے کے بعد ہی ہو سکتا ہے۔ لیکن نجومی اور راجہ
کو کانوں کان خبر نہیں ہونی چاہیے۔ ورنہ وہ ہم میں
سے کسی کو زندہ نہیں چھوڑیں گے"

وزیر نے کہا: "اس کی آپ فکر نہ کریں پجاری جی۔
میں آپ کو بھیس بدلوا کر شام کو ساتھ لے جاؤنگا
مجھے معلوم ہے کہ وہ غیبی عورت کس جگہ قید
ہے اور میں وزیر ہوں مجھ پر کوئی شک بھی
نہیں کر سکے گا"
پجاری کہنے لگا "ٹھیک ہے۔ آپ شام کو سورج
غروب ہوتے ہی میرے پاس آ جائیں۔ میں تیار
ہوں گا"
وزیر سورج غروب ہونے کے بعد مندر میں آنے کا
وعدہ کر کے چلا گیا۔ جب شام کے وقت سورج غروب
ہو گیا اور شہر پر رات کے مدھم سائے پھیلنے لگے تو وزیر
نے ایک سیاہ لبادہ اوڑھا۔ ایک سیاہ لبادہ ساتھ لیا اور گھوڑے
پر سوار ہو کر محل کے خفیہ راستے سے نکل مندر کی طرف روانہ
ہو گیا۔ پجاری پہلے سے انتظار کر رہا تھا۔ اس نے ناگن کیبٹ کو
کپڑے کی تھیلی میں رکھ کر اپنے ساتھ رکھ لیا تھا۔
وزیر نے پجاری کو بھی سیاہ لبادہ اوڑھایا تاکہ اسے کوئی
پہچان نہ سکے اور ساتھ لے کر محل کی طرف روانہ ہوا۔ محل
کے خفیہ دروازے تک پہنچتے پہنچتے رات کا اندھیرا چاروں
طرف چھا گیا۔ وزیر خفیہ راستے سے ہو کر نیچے سرنگ میں

آگیا جس میں کئی ایک موڑ بنے ہوئے تھے۔ کوئی عام
بے خبر آدمی وہاں آ جائے تو اس کی بھول بھلیوں میں
پھنس کر ساری زندگی باہر نہیں نکل سکتا تھا۔ وزیر سرنگ
کے سارے چھپے ہوئے راستوں کو جانتا تھا۔ وہ پجاری کو
لے کر اس تہہ خانے کے دروازے پر پہنچ گیا جس کے اندر
ماریا قید تھی۔

اچانک ماریا کو کیٹی کی بو آنے لگی۔ وہ چوکنی ہو گئی۔
اگرچہ وہ جادو کے اثر میں تھی اور اس کی طاقت باقی
نہیں رہی تھی مگر پھر بھی اس نے سر اٹھا کر قید خانے کے
دروازے کی طرف دیکھا، کیونکہ خوشبو باہر سے آ رہی تھی۔
دوسری طرف ناگن کیٹی کو بھی ماریا کی تیز خوشبو آئی تو وہ تھیلے
کے اندر بے قراری سے تڑپنے لگی۔ پجاری نے تھیلی پر ہاتھ
رکھ دیا اور وزیر سے کہا:

"ناگن بے چین ہو رہی ہے۔ جلدی کریں۔"

اسے کیا خبر تھی کہ ناگن کیٹی کس لیے بے چین ہو رہی
ہے۔ کیٹی نے خاص آواز کی لہریں اپنے جسم سے خارج کر کے
ماریا کو آواز دی۔ ماریا بول نہیں سکتی تھی۔ اس نے اپنے
جسم کے ذریعے کیٹی کی آواز سن لی اور جواب میں اسی
طرح کی لہریں اپنے جسم سے خارج کرتے ہوئے کہا:

"کیٹی! میں قید خانے میں پڑی ہوں۔ مجھ پر جادو
کر دیا گیا ہے۔ میرا جسم کالے جادو کے دھاگے
میں جکڑا ہوا ہے۔ میری آواز غائب ہے۔ میں
خود غائب نہیں رہی۔ نظر آنے لگی ہوں۔ میری
طاقت ختم کر دی گئی ہے۔"

وزیر قید خانے کے دروازے پر لگا ہوا بڑا تالا کھول
رہا تھا۔ ناگن کیٹی نے کہا:

"ماریا! یہ لوگ مجھے تمہارے پاس لا رہے ہیں،
مگر میں ان کی زبان اور آوازیں نہیں سمجھ
سکتی۔ تم ان کی زبان سمجھ لیتی ہو۔ جب یہ اندر
آئیں تو ان کی باتیں سن کر مجھے بتانا کہ یہ لوگ
کیا چاہتے ہیں۔"

وزیر نے کھٹاک سے تالا کھول کر نیچے پھینک دیا اور
پجاری سے کہا:

"اندر ہے وہ غیبی جادوگرنی پجاری جی!"

پجاری نے موم بتی روشن کر کے کونے میں رکھ دی اور
دیکھا کہ سامنے فرش پر ایک سنہری بالوں والی خوبصورت
لڑکی پڑی ہے جس کا آدھا اوپر کا دھڑ کالے دھاگوں
میں جکڑا ہوا ہے اور وہ بے بسی کے عالم میں اداس

نظروں سے اس کی طرف تک رہی ہے۔

پجاری اسے دیکھ کر کہنے لگا:

"بھگوان کی قدرت ہے کہ اتنی حسین لڑکی کو اس طرح یہاں باندھ کر رکھ دیا گیا ہے۔"

وزیر نے کہا: "پجاری جی! یہ لڑکی حسین ہی نہیں بلکہ رعایا کی ہمدرد بھی ہے۔ اس نے راجہ کا ظلم و ستم بند کرا دیا تھا۔ مگر افسوس کہ اس منحوس شیطان صفت نجومی نے اپنا جادو کر دیا اور اسے یوں جکڑ کر رکھ دیا۔"

پجاری بولا: "گھبرائیں نہیں وزیر جی! میں اس نیک دل لڑکی پر کیے گئے جادو کو ابھی ختم کیے دیتا ہوں۔"

ان کی باتوں سے ماریا کو حوصلہ ہوا اور پتہ چلا کہ یہ لوگ اس کے ہمدرد ہیں اور اسے کالے جادو سے چھٹکارا دلانے آتے ہیں۔ اس نے فوراً اپنے جسم کی لہروں کی زبان میں کیٹی سے کہا:

"کیٹی! یہ لوگ میرے ہمدرد ہیں۔ یہ مجھے آزاد کرانے آئے ہیں اور شاید اسی غرض سے تمہیں اپنے ساتھ لائے ہیں۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ

تم سے کیا کام لیتے ہیں۔"

کیٹی نے جواب دیا: "میں بھی یہی دیکھنا چاہتی ہوں۔"

اب وزیر نے کہا: "پجاری جی! جلدی سے اپنا کام شروع کریں۔ کیوں کہ اگر کسی طرح راجہ کو خبر ہو گئی تو وہ ہم دونوں کو اسی جگہ قتل کروا ڈالے گا۔"

پجاری نے تھیلی میں سے ناگن کیٹی کو نکال کر ماریا کے سامنے ڈال دیا اور منتر پڑھنے لگا۔ وہ بار بار منتر پڑھ کر ناگن پر پھونک مارتا مگر ناگن پر اس کے منتروں کا کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔

ماریا نے کہا: "یہ منتر کس لیے پڑھ رہا ہے؟"

کیٹی بولی: "میں بھی یہی سوچ رہی ہوں کہ یہ پجاری آخر مجھ سے کیا کام لینا چاہتا ہے۔"

وزیر نے پجاری سے کہا: "پجاری جی! آپ کے منتروں کا اثر نہیں ہو رہا ناگن اپنی جگہ پر بیٹھی ہے۔ اسے کہیے کہ سامنے والی عورت کو ڈس دے۔"

پجاری نے منتر پڑھ کر ایک اور پھونک کیٹی ناگن

پر ماری اور کہا:

"اے مقدس اگنی ناگن! اس سامنے پڑی ہوئی عورت
کے جسم میں اپنا مقدس زہر ڈال دے تا کہ اس
کی طاقت واپس آ جائے۔ اس پر کیا گیا کالا
جادو ٹوٹ جائے اور رعایا سکھ کا سانس لے۔
اسے راجہ کے ظلم سے نجات ملے۔

ماریا بولی: "کیٹی! یہ مجھے تم سے ڈسوانا چاہتے ہیں"۔

کیٹی نے کہا: "مگر یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ میں تمہیں
نہیں ڈسوں گی۔ اگر تمہیں کچھ ہو گیا تو کون ذمے دار
ہو گا؟"

ماریا نے کہا: "نہیں نہیں کیٹی۔ مجھے کچھ نہیں ہوتا
تم بے فکر رہو اور مجھے ڈس دو۔ یہ پجاری ہمارا
ہمدرد ہے یہ جادو کا توڑ جانتا ہو گا۔ اور پھر تمہارا زہر
میرے جسم میں داخل ہو کر میرا کیا بگاڑ لے گا۔ لیکن ہو
سکتا ہے تمہارے زہر کے اثر سے میں ٹھیک ہو جاؤں
اس لیے بغیر سوچے سمجھے آگے بڑھو اور مجھے ڈس دو۔"

پجاری بار بار ناگن سے کہہ رہا تھا۔ "مقدس ناگن!
بے گناہ رعایا کو ظلم و ستم سے بچا لے۔ اس لڑکی کے
جسم میں اپنا زہر داخل کر کے اس کے جادو کو توڑ دے۔"

ناگن کیٹی آہستہ آہستہ آگے بڑھی۔ وزیر خوش ہو کر بولا:
"مقدس ناگن آگے بڑھ رہی ہے"۔

"شی! خاموش رہیں وزیر صاحب!" پجاری نے وزیر کو خاموش
کرا دیا۔

ناگن کیٹی ماریا کے پاؤں کے پاس جا کر رک گئی۔ وہ اب
بھی ماریا کو ڈستے ہوئے ہچکچا رہی تھی۔ ماریا نے کہا:
"ڈرو نہیں کیٹی۔ مجھے کاٹو۔ مجھے کاٹو! اے مقدس
ناگن مجھے کاٹو!"

ناگن کیٹی نے منہ آگے کیا اور بڑی تیزی سے ماریا کے
ٹخنے پر ڈس دیا اور اپنے جسم کا سارا زہر داخل کر دیا۔
پجاری اور وزیر کے چہرے خوشی سے کھل اٹھے۔ ماریا پر زہر
کا اثر شروع ہو گیا اور پہلا نتیجہ یہ نکلا کہ اس کے جسم
کے ساتھ لپٹا ہوا کالا جادو کا دھاگہ خود بخود کھلنے لگا۔

○

کافر نجومی کی موت

سارا دھاگہ کھل کر نیچے گر پڑا۔
اس کے بعد ماریا آہستہ آہستہ غائب ہونا شروع ہو گئی
وزیر نے گھبرا کر کہا:
"پجاری جی! یہ لڑکی غائب ہو رہی ہے۔ کہیں۔
کہیں یہ ہمیں نقصان نہ پہنچائے۔"
پجاری نے کہا: "یہ ایک نیک دل لڑکی ہے۔
یہ تو رعایا کی بھلائی چاہتی تھی۔ یہ اور پھر ہم نے
اس پر کیے گئے جادو سے اس کو نجات دلائی
ہے۔ یہ ہمیں کچھ نہیں کہے گی۔"
ماریا کا پہلے ایک پاؤں اور ٹانگ غائب ہوئی۔ پھر
دوسرا پاؤں اور دوسری ٹانگ غائب ہو گئی۔ پھر وہ ایک
دم سے ساری کی ساری غائب ہو کر کیٹی، پجاری اور
وزیر کی نظروں سے اوجھل ہو گئی۔
وزیر نے گھبرا کر کہا: "پجاری جی! وہ غائب ہو گئی

ہے۔ یہاں سے بھاگ چلتے ہیں۔ وہ ہمیں"
"کیسی باتیں کرتے ہیں وزیر صاحب! حوصلہ رکھیں،
وہ ہمیں کچھ نہیں کہے گی۔"
ماریا کے جسم میں اس کی ساری طاقت واپس آ گئی تھی۔
اس نے وزیر کی گھبرائی ہوئی باتیں بھی سن لی تھیں۔ اس
کی آواز بھی حلق میں واپس آ چکی تھی۔ ماریا نے سب سے
پہلے کیٹی کو مخاطب کر کے آواز کی ایک ایسی فریکوئنسی
میں کہ جسے سوائے کیٹی کے اور کوئی نہیں سن سکتا
تھا کہا:
"کیٹی بہن! میں بالکل ٹھیک ہو گئی ہوں۔ تم میرے
ساتھ رہنا میں تم سے تمہاری داستان بعد میں سنوں
گی اور اپنی سنسنی خیز داستان بھی بعد میں سناؤں گی
پہلے میں ان لوگوں سے فارغ ہو لوں۔"
پھر ماریا نے ایک ایسی فریکوئنسی میں کہ جسے پجاری اور
وزیر سن سکتے تھے کہا:
"اے وزیر! تم مجھ سے خوف نہ کھاؤ۔ میں ویسے
بھی تم لوگوں کے خلاف نہیں تھی اور اب تو تم
دونوں نے مجھ پر بڑا احسان کر دیا ہے اور مجھے
پھر سے نئی زندگی دی ہے۔ میں تمہیں کیسے

نقصان پہنچا سکتی ہوں۔"

وزیر اور پجاری نے ماریا کی آواز سن لی تھی۔ وہ بڑے خوش ہوئے اور ماریا کو مبارک باد دی۔

پجاری نے کہا، "دیوی! تم ایک عظیم لڑکی ہو اور تمہیں انسانوں سے پیار ہے اور تم دکھی لوگوں کی خدمت کرتی آئی ہو۔ اسی لیے میں نے ایک خاص منتر کے ذریعے تمہارے اوپر کیے گئے جادو کے اثر کو ضائع کر دیا ہے۔ اب حالت یہ ہے کہ نجومی بھی راجہ کے ساتھ مل کر لوگوں کو اپنے ظلم و ستم کا نشانہ بنا رہا ہے۔ راجہ نے نئے پیدا ہونے والے بچوں کو پھر سے قتل کروانا شروع کرا دیا ہے شہر میں رعایا خون کے آنسو رو رہی ہے۔ ہم سے ان کی یہ حالت دیکھی نہیں جاتی۔ بھگوان نے تمہاری طاقت تم کو واپس دے دی ہے۔ کیا تم ہماری مدد نہیں کرو گی"؟

ماریا نے کہا: "میں تمہاری مدد کیوں نہیں کروں گی۔ میں ضرور مدد کروں گی۔ مگر ایک شرط پر"۔

"وزیر نے پوچھا:" وہ کیا شرط ہے دیوی؟"

ماریا بولی: "جب میں تم لوگوں کو راجہ سے اور اس کے ظلم سے ہمیشہ کے لیے نجات دلا دوں گی تو اس ناگن کو مجھے دے دینا جس کے ڈسنے سے میرا جادو ٹوٹ گیا ہے"۔

پجاری بولا: "دیوی! یہ تم کیا کہہ رہی ہو۔ یہ ناگن تو اگنی ناگن ہے۔ یہ تو ہماری مقدس ناگن ہے ہم مندر میں اس کی پوجا کرتے ہیں"۔

ماریا کہنے لگی: "جس ناگن کو تم سانپ سمجھ رہے ہو وہ سانپ نہیں بلکہ ایک لڑکی ہے۔ لڑکی بھی ایسی کہ جس کا تعلق تمہاری ہماری زمین سے نہیں بلکہ ایک خلائی سیارے کی مخلوق سے ہے"۔

پجاری اور وزیر کے منہ کھلے کے کھلے رہ گئے۔ وہ ایک دوسرے کو تکنے لگے:

پجاری نے کہا: "تو پھر میرے منتروں کا اس پر اثر کیسے ہو گیا؟"

ماریا نے کہا: "اس لیے کہ ایک پرانے جن نے اسے ناگن بنا دیا تھا اور اس میں مقدس اگنی ناگن کی ساری خوبیاں موجود ہیں۔ مگر یہ میری سہیلی کیٹی ہے۔ خلائی لڑکی کیٹی! یہ سانپ نہیں ہے"۔

پجاری اور وزیر آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ناگن کیٹی کو دیکھنے
لگے۔ ناگن کیٹی ماریا کی باتیں سن رہی تھی۔ اس نے آہستہ
آہستہ جھومنا شروع کر دیا۔ مگر وہ خود بات نہیں کر سکتی تھی۔

ماریا نے کہا: "خیر یہ باتیں بعد میں ہوتی رہیں گی۔
پہلے یہ بتائیں کہ کیا آپ کو میری شرط منظور ہے؟
راجہ کو ختم کرنے کے بعد میں اپنی سہیلی کیٹی
ناگن کو اپنے ساتھ لے جاؤں گی۔"
پجاری نے کہا: "دیوی! ہمیں منظور ہے۔ اگر یہ
ناگن ایک لڑکی ہے تو ہم اسے اپنے پاس قید
میں نہیں رکھ سکتے۔ تم بے شک اسے اپنے
ساتھ لے جانا۔"
ماریا کہنے لگی: "تو پھر چلیں یہاں سے باہر نکلتے
ہیں۔ آپ لوگ اپنے اپنے گھروں کو چلے جائیں
گے اور میں اکیلی اپنے مشن پر نکلوں گی۔"
پجاری اور وزیر نے حیرانی سے پوچھا کہ یہ مشن کا
مطلب کیا ہے؟ ماریا چونکہ ۱۹۸۴ء کے ماڈرن زمانے میں
جا رہی تھی اس لیے کچھ انگریزی کے لفظ اس کے منہ

پر چڑھ گئے تھے۔ انگریزی بھی وہ دنیا کی ہر زبان کی طرح
جانتی تھی۔ کسی زبان کے لفظ یوں اس کے منہ پر نہیں
چڑھے تھے، لیکن انگریزی کا کوئی نہ کوئی لفظ اس کی زبان سے
نکل جاتا تھا۔ اس نے مسکرا کر کہا:
"مشن ایک ایسی زبان کا لفظ ہے جس کو تم لوگ
نہیں سمجھ سکو گے مگر اسی سرزمین پر آج سے تین
ہزار سال بعد میں آنے والی نسلیں اس زبان میں
فرفر بات کیا کریں گی۔ یہ انگریزی زبان کا لفظ ہے۔"
وزیر اور پجاری کی سمجھ میں یہ بات بھی نہیں آئی تھی۔
وزیر نے کہا:
"دیوی! ہماری زبان میں ہمیں سمجھاؤ کہ تم کس بات
کے لیے اور کہاں نکل رہی ہو؟"
ماریا نے کہا: "میرا مطلب یہ تھا کہ تم لوگ آرام
سے اپنے اپنے مکانوں میں آرام کرو، انتظار کرو،
جو کچھ کرنا ہے میں خود کر لوں گی۔"
پھر اس نے پجاری سے کہا: "پجاری جی! میری
سہیلی کیٹی کو بڑے آرام سے رکھنا۔ میں تھوڑی
دیر بعد اپنی امانت لینے آؤں گی۔"
پجاری بولا: "دیوی! تمہاری امانت حاضر ہے۔ ہم اس

کا پہلے بھی بہت خیال رکھتے تھے۔"

"آؤ اب چلیں۔"

وہ تینوں محل کی سرنگ میں سے گذرتے اس کے خفیہ دروازے میں سے نکل کر باہر آ گئے۔ باہر رات کا اندھیرا پوری طرح سے پھیل چکا تھا اور آسمان پر ستارے نکل آئے تھے۔ ماریا نے وزیر کو اپنے محل کی طرف اور پجاری کو کیٹی کے ساتھ مندر کی طرف روانہ کر دیا اور خود راجہ کے محل کی طرف جانے کے لیے ایک بار پھر قلعے میں داخل ہو گئی۔ اسے کسی خفیہ دروازے کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ تو پتھر کی دیوار میں سے بھی گذر جاتی تھی۔ قلعے کی دیوار میں سے گذر کر وہ اندر میدان میں آ گئی جہاں فوجی صبح کو پریڈ کیا کرتے تھے۔ قلعے کی ایک جانب راجہ کا محل تھا۔ اس وقت راجہ اپنی خواب گاہ میں بڑے مزے سے تخت پر لیٹا ہوا تھا اور کنیزیں گانا گا رہی تھیں اور رقص کر رہی تھیں۔

اس کے ساتھ والے محل کی خواب گاہ میں مکار نجومی بڑی ٹھاٹھ باٹھ سے شاہی زرق برق لباس پہنے کنیزوں اور اپنے خوشامدیوں کے جھرمٹ میں بیٹھا اپنی ڈینگیں مار رہا تھا۔ خوشامدی اس کے علم نجوم اور جادو کی بڑھ چڑھ کر تعریفیں

کر رہے تھے۔ اتنے میں ایک خوشامدی محل کے ایک دس بارہ سال کی عمر کے نوکر بچے کو مارتا ہوا لے کر آیا اور بولا:

"حضور انور! یہ لڑکا اگرچہ یتیم ہے مگر بڑا بددماغ ہے کہتا ہے ستارے کچھ نہیں کر سکتے۔ جو ہونا ہوتا ہے خدا کی مرضی سے ہوتا ہے۔"

نجومی کا چہرہ غصے سے سرخ ہو گیا۔ گرج دار آواز میں بولا: "اچھا۔ اس کی یہ ہمت؟ یہ جرأت؟ یہ ستاروں کو نہیں مانتا؟ ہمیں نہیں مانتا؟ خدا کو مانتا ہے۔ ابھی اس کو مزا چکھاتے ہیں۔ اس کی آنکھوں میں لوہے کی سلائی آگ میں سرخ کر کے پھیر دو۔ دیکھتے ہیں اس کا خدا اسے کیسے آ کر بچاتا ہے۔"

"جو حکم حضور!"

لڑکے نے کہا: "میرا خدا ضرور میری مدد کرے گا۔"

نجومی شیطان نے چیخ مار کر رعب دار آواز میں کہا: "ابھی دیکھ لیتا ہوں۔ تمہاری آنکھیں نکلوانے کے بعد زبان بھی باہر نکلوا لوں گا۔ چلو۔۔۔ سلائی گرم کر کے اس کی آنکھوں میں پھیر کر پھوڑ ڈالو اس کی آنکھیں۔"

اسی وقت دہکتی ہوئی انگیٹھی وہاں لائی گئی۔ اس میں لوہے کی دو سلائیاں ڈال دی گئیں کہ سرخ ہو جائیں تو لڑکے کی آنکھوں میں پھیر دی جائیں۔ لڑکے کو ستون کے ساتھ رسّی سے کس کر باندھ دیا گیا۔ وہ یہی کہہ رہا تھا۔

"میرا خدا میری مدد کرے گا۔"

نجومی نے ایک بلند مکروہ قہقہہ لگایا اور بولا:

"دیکھتا ہوں تمہارا خدا کیسے تمہاری مدد کرتا ہے۔"

اس وقت ماریا نجومی کے محل کے قریب سے گزر رہی تھی۔ اس نے نجومی کے مکروہ قہقہے کی آواز سنی تو جھٹ اوپر آ گئی کہ دیکھوں یہ شخص کیا کر رہا ہے اور اس خیال سے بھی اوپر آ گئی کہ چلو پہلے اسی خبیث کا کام تمام کیے دیتی ہوں۔ خلقِ خدا اس کے ظلم سے بھی بڑی تنگ ہے۔

مکار نجومی کے کمرے میں آ کر اس نے عجیب منظر دیکھا کہ انگیٹھی دہک رہی ہے۔ اس میں لوہے کی باریک لمبی سلائیاں گرم کی جا رہی ہیں جن سے بادشاہ لوگ اپنے دشمنوں کی آنکھیں پھوڑا کرتے تھے۔ ستون کے ساتھ دس بارہ سال کا ایک لڑکا بندھا ہوا ہے جس کے چہرے پر موت کے خوف کی جگہ خدا کا نور جھلک

رہا ہے اور سکون ہی سکون ہے اور اس نے آسمان کی طرف اپنا چہرہ اٹھا رکھا ہے۔

ماریا کو یہ سمجھنے میں زیادہ دیر نہ لگی کہ ظالم نجومی نے ظلم اور سنگ دلی کی انتہا کر دی ہوئی ہے اور اب وہ کسی غلطی کی سزا اس معصوم لڑکے کو یہ دے رہا ہے کہ اس کی آنکھوں میں گرم سلائیاں پھروانے والا ہے۔ ماریا اچھل کر فضا میں تیرتی ہوئی اندر محل کے کمرے میں آ گئی۔

ظلم کا پتلا مکار نجومی غرور کے نشے میں ڈوبا ہوا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک ہنٹر تھا جس پر ریشمی اور سونے کی ڈوری چڑھی ہوئی تھی۔ اس ہنٹر کو ہوا میں چھٹک کر بولا:

"سلائیاں گرم ہو گئی ہیں۔ دیکھو۔ وہ سرخ ہو چکی ہیں پھیر دو اس گستاخ لڑکے کی آنکھوں میں۔ جو ہمارے ستاروں کے علم کو نہیں مانتا اور کہتا ہے کہ جو کچھ ہوتا ہے وہ خدا کی مرضی سے ہوتا ہے۔"

پھر لڑکے کی طرف گھور کر دیکھا اور بولا:

"کیوں او لڑکے! اب بھی اپنے خدا کا ساتھ چھوڑ دے اور میرے ستاروں پر ایمان لے آ۔ میں تمہاری جان بخشی کر دوں گا۔"

سارے خوشامدی اور کنیزیں خاموش تھیں۔ بے چاری

کنیز دل کو اس لڑکے پر ترس آ رہا تھا مگر وہ اسے نہیں
بچا سکتی تھیں۔ لڑکے نے اسی پُر سکون آواز میں جواب دیا۔
"تمہارے ستارے میرے خدا کے غلام ہیں۔ میرا
خدا ساری کائنات کا مالک ہے۔ میں اُسی پر
ایمان لاتا ہوں۔"
شیطان جادوگر نجومی اٹھ کر کھڑا ہو گیا اور کڑک کر بولا:
"اس کی آنکھوں میں دہکتی ہوئی سلائی پھیر دو۔"
جلاد نے اسی وقت سُرخ انگاروں میں سے سُرخ سلائی
کھینچ کر باہر نکالی اور ستون کے ساتھ بندھے ہوئے خدا پرست
لڑکے کی طرف بڑھا۔ ہر کوئی خوف کے مارے چُپ تھا۔
سلائی انگارے کی طرح دہک رہی تھی۔ اس میں سے چنگاریاں
پھوٹ رہی تھیں۔ جلاد نے لکڑی کے دستے سے سلائی کو
پکڑ رکھا تھا۔ نورانی چہرے والا خدا پرست لڑکا منہ ہی
منہ میں بڑبڑاتے ہوئے اپنے خداوند کریم کو یاد کر رہا تھا۔
وہ دل میں کہہ رہا تھا:
"یا خدا! تُو ایک ہے تو ہی ساری کائنات کا مالک
ہے۔ تیرے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔
میں تیری ہی بندگی کرتا ہوں اور تجھ ہی سے مدد
مانگتا ہوں، تو ہی میری مدد فرما۔"

ماریا جلدی سے لڑکے کے آگے آ کر کھڑی ہو گئی۔
اس کو کوئی بھی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ نہ جلاد، نہ کافر نجومی
اور نہ خدا پرست لڑکا۔
جونہی جلاد لڑکے کے قریب آیا ماریا نے اس کے
ہاتھ سے دہکتی ہوئی لوہے کی سلائی چھین لی۔ سلائی جو
ایک سرخ لمبی سلاخ کی طرح تھی ماریا کے ہاتھ میں آتے
ہی غائب ہو گئی۔ جلاد ڈر کر پیچھے بھاگ گیا۔ کافر
نجومی ہڑبڑا گیا۔ وہ فوراً سمجھ گیا کہ یہ اسی غیبی عورت
کا کرشمہ ہے جس کو اس نے اپنے طلسم میں قید کر کے
تہہ خانے میں ڈال رکھا تھا۔ وہ وہاں سے کیسے آزاد ہو
گئی۔ وہ تخت سے نیچے اتر آیا اور چلّا کر بولا:
"کیا تم وہی غیبی عورت ہو؟"
ماریا نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ اسے اس قابل نہیں
سمجھتی تھی کہ اس سے کوئی بات کرے۔ ویسے بھی اب
اس کافر نجومی کی زندگی کا بہت تھوڑا وقت باقی رہ گیا
تھا۔ لوہے کی سُرخ سلاخ جو اب کسی کو دکھائی نہیں
دیتی تھی ماریا اسے لے کر کافر نجومی کی طرف بڑھی۔ نجومی
نے سلاخ کی تپش محسوس کی تو پیچھے ہٹ گیا۔
محفل میں گڑبڑ مچ گئی۔ خوشامدی اُٹھ کر اِدھر اُدھر ہو

گئے۔ کنیزیں حیران ہو کر دیوار کے ساتھ لگ گئیں۔ خدا
پرست لڑکا خاموشی سے یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا اور
خدا کا شکر ادا کر رہا تھا کہ اس نے عین وقت پر اس
کی مدد فرمائی تھی۔

ماریا بھی ایک قدم آگے آ گئی۔

کافر نجومی نے چیخ کر کہا، "اس کو پکڑو، سلاخ میری
طرف آ رہی ہے۔"

نجومی سلاخ اور ماریا کو دیکھ تو نہیں رہا تھا کیونکہ
اس کے پہلے چلّے کا اثر اس کی آنکھوں سے ختم ہو
چکا تھا اب اگر وہ دوبارہ رات بھر چلّا کاٹ کر منتر پڑھ
کر ماریا کو دیکھ سکتا تھا اور اسے قابو میں کر سکتا تھا مگر
ماریا اسے اتنی مہلت نہیں دے سکتی تھی، لیکن کافر نجومی سلاخ
کی تپش ضرور محسوس کر رہا تھا۔

وہ دروازے کی طرف بھاگا تو ماریا وہاں بھی اس کے
سامنے آ گئی اور بولی:

"تم کافر بھی ہو اور ظالم بھی۔ تم نے کئی بے گناہ
لوگوں کا خون کیا ہے۔ تمہاری سزا موت کے سوا
کچھ نہیں ہو سکتی۔"

کافر نجومی نے ماریا کی آواز سنی تو گھبرا گیا۔ اس

غیبی آواز پر نجومی کے خوشامدی بھی خوف زدہ ہو کر
باہر کو دوڑ گئے۔ کمرہ خالی ہو گیا۔ ظلم کرنے والا آخر
اکیلا رہ گیا۔ سب اس کا ساتھ چھوڑ گئے۔ ماریا نے
جب دیکھا کہ کافر نجومی ٹھیک اس کے نشانے میں ہے تو
اس نے پوری طاقت سے دہکتی ہوئی گرم سلاخ کافر
اور ظالم نجومی کے سینے میں گھونپ دی۔ ایک چیخ کی آواز
بلند ہوئی اور پھر کمرے میں سناٹا چھا گیا۔ اس کے بعد
نجومی نہ تڑپ سکا نہ کوئی آواز نکال سکا۔ کیوں کہ سلاخ
اس کے دل سے پار ہو گئی تھی۔ وہ قالین پر پتھر کی طرح
مُردہ ہو کر پڑا ہوا تھا اور سلاخ اس کے سینے میں کھُبی
ہوئی تھی۔ آدھی سلاخ بجھ چکی تھی اور باقی آدھی جو دہک
رہی تھی کافر نجومی کے لباس اور مُردہ گوشت کو جلا رہی تھی۔

ماریا نے خدا پرست لڑکے کی رسیاں کھول کر اسے
آزاد کر دیا۔ لڑکے نے اپنا پُر وقار چہرہ آسمان کی طرف
اُٹھا کر کہا:

"یا خدا! تو نے میری مدد کے لیے جنت کی ایک
روح کو بھیجا ہے۔ میں تمہارا شکر گزار ہوں۔"

ماریا لڑکے کے بھولپن پر مسکرائی اور بولی:

"تمہارا نام کیا ہے بیٹا؟"

لڑکے نے جس طرف سے ماریا کی آواز آئی تھی اُدھر منہ
کر کے کہا:

"میرا نام عاطون ہے۔ میں ایک کنیز کا بیٹا ہوں
میرے ماں باپ مر چکے ہیں اور میں راجہ کے
محل میں رہتا ہوں۔"

ماریا نے کہا: "میرے ساتھ آؤ۔"

لڑکے نے کہا: "کیا تم مجھے اپنے ساتھ جنت
میں لے جا رہی ہو؟"

ماریا ہنس پڑی، بولی: "نہیں بیٹا! میں تمہیں باہر باغ
میں لے جا رہی ہوں۔"

خدا پرست لڑکے عاطون نے کہا:
"مگر تم مجھے نظر نہیں آتیں۔ کیا تم جنت کی
روح ہو؟"

ماریا نے کہا: "ہاں — میں جنت کی روح ہوں۔
اور — اور تم مجھے ماریا کہہ کر پکار سکتے ہو۔
میں تمہارے اور اس شہر کے دکھی لوگوں کی مدد
کرنے اور انہیں ظالم راجہ اور کافر نجومی کے
ظلم و ستم سے نجات دلانے آئی ہوں۔"

خدا پرست لڑکے عاطون نے کہا: "ماریا بہن! کیا تم

مجھے جنت میں لے جا کر میرے پیارے خدا سے
ملا سکتی ہو؟ مجھے خدا سے بڑی محبت ہے۔
میں اس سے ملنا چاہتا ہوں۔"

ماریا کہنے لگی: "عاطون! تمہیں خدا سے جتنی محبت
ہے اس کے بدلے خدا تم پر اپنی رحمتیں نازل
کرے گا اور ہو سکتا ہے کسی روز تم خدا سے
بھی مل لو۔ ابھی تم میرے ساتھ آؤ۔ مگر نہیں۔
تم میرے ساتھ مت آؤ۔"

عاطون بولا: "کیوں ماریا بہن — کیا تم مجھ سے
ناراض ہو؟"

ماریا نے کہا: "نہیں — یہ بات نہیں ہے۔ میں
اصل میں راجہ کے پاس جا رہی ہوں۔ تمہارا
وہاں جانا ٹھیک نہیں۔ تم واپس اپنے محل
میں چلے جاؤ۔"

عاطون بولا: "میں محل میں گیا تو کافر نجومی کے
خوشامدی مجھے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔ اس لیے
میں شہر سے باہر ایک دریا ہے۔ اس دریا کے
دوسرے کنارے پر پیپل کا ایک گھنا درخت ہے۔
میں اس درخت کے نیچے بیٹھا تمہارا انتظار کروں

"کیا تم آؤ گی ماریا ؟"

"کیوں نہیں - میں ضرور آؤں گی - اب تم جاؤ"۔

خدا پرست عاطون محل سے نکل کر دریا کی طرف روانہ ہو گیا۔ ماریا اسے دُور تک جاتے دیکھتی رہی کہ کہیں کوئی اس پر حملہ تو نہیں کرتا۔ جب وہ شہر کے دروازے سے باہر نکل گیا تو ماریا محل کی چھت سے نیچے اُتر آئی اور راجہ کے محل کی خواب گاہ کی طرف چلی۔ رات کے اندھیروں کو محل میں جلتے ہوئے روشن چراغ ختم کر رہے تھے۔ شاہی محل میں جگہ جگہ مشعلیں اور شمع دان روشن تھے۔

ماریا راجہ کے محل میں داخل ہوئی تو وہاں افراتفری مچی ہوئی تھی۔ کافر نجومی کے ہلاک ہونے کی خبر راجہ تک پہنچ چکی تھی۔ اور وہ خود پریشان تھا کیوں کہ وہ سمجھ چکا تھا کہ یہ کام اسی غیبی لڑکی کا ہے جو اس کی دشمن ہے۔ اور اب کسی طریقے سے طلسم سے آزاد ہو گئی ہے اس نے اپنی خواب گاہ کے سارے دروازے بند کروا دیئے تھے اور خود پلنگ پر سمٹ کر تلوار پاس رکھے بیٹھا تھا۔

وزیر بڑا خوش تھا۔ کافر نجومی ختم کر دیا گیا تھا۔ انسانوں کا ایک بہت بڑا دشمن مر چکا تھا۔ ماریا نے

اپنا وعدہ پورا کر دکھایا تھا۔ اب وزیر راجہ کی موت کا انتظار کر رہا تھا۔ کیوں کہ ایک روز پہلے راجہ کے حکم سے شہر کے پچاس بچوں کو قتل کر دیا گیا تھا۔

ماریا راجہ کی خواب گاہ کے بند دروازے پر آ کر رُک گئی۔ اس نے جان بوجھ کر دروازے پر زور سے ہاتھ مارا۔ اندر سے راجہ کی سہمی ہوئی آواز آئی:

"کون ہے ؟"

پہرے دار دروازے کی طرف تلواریں لے کر دوڑتے چلے آئے۔ انہوں نے جواب دیا:

"مہاراج کوئی نہیں ہے"۔

راجہ کی آواز آئی: "مگر ابھی ابھی کس نے دروازے پر دستک دی تھی:"

پہرے دار نے کہا: "مہاراج ہم نے کسی کو نہیں دیکھا"

راجے کا رنگ اُڑ گیا۔ سمجھ گیا کہ غیبی لڑکی آ گئی ہے۔ اس نے تلوار اپنے ہاتھ میں لی اور پلنگ سے چھلانگ لگا کر کمرے کے خفیہ دروازے میں سے نیچے چلا گیا۔ ماریا دیوار میں سے گزر کر اندر داخل ہوئی تو دیکھا کہ پلنگ خالی ہے۔ خفیہ دروازہ آدھا کھلا تھا۔ ماریا سمجھ گئی کہ راجہ اس راستے سے نیچے بھاگا ہے۔ وہ بھی دروازے

میں سے گذر کر نیچے سرنگ میں آ گئی۔
سرنگ اندھیری تھی اور ادھر اُدھر مڑتی چلی جا رہی
تھی۔ ماریا سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ وہ سرنگ میں زمین
سے ایک فٹ بلند ہو کر ہوا میں تیرتی ہوئی آگے بڑھ
رہی تھی۔ اسے ایک طرف سے کسی بھاری پتھر کے کھسکنے
کی آواز آئی۔ اس نے قریب پہنچ کر دیکھا کہ راجہ ایک
جگہ دیوار میں سے پتھر کھسکا کر باہر کود گیا ہے۔
ماریا بھی پیچھے ہی کود گئی۔ دوسری جانب کھلی فضا تھی
اور دریا بہہ رہا تھا۔ راجہ نے دریا میں چھلانگ لگا دی
تھی۔ ماریا دریا کی سطح پر آ گئی۔ اندھیرا بہت زیادہ تھا مگر
دریا کی لہروں پر ستاروں کی پھیکی روشنی میں ماریا نے راجہ
کو دیکھ لیا۔ وہ صرف گردن باہر نکالے پاؤں چلا کر
دریا کے اندر ہی اندر دوسرے کنارے کی طرف تیرتا جا رہا
تھا۔ ماریا ایک ہی اڑان میں غوطہ لگا کر اس کے سر کے
اوپر پہنچ گئی۔ اُس نے کہا:
"راجہ! تیرے ظلم کی آخری گھڑی آن پہنچی ہے۔
اب تو آئندہ کسی ماں کے بچے کو ہلاک نہیں کر سکے
گا۔ مرنے کے لیے تیار ہو جا۔"
راجہ نے ماریا کی آواز سنتے ہی دریا میں ڈبکی لگا دی۔ ماریا

ل میں ہنس پڑی۔ کم بخت کیسا نادان ہے۔ خود ہی
ت کی آغوش میں چلا گیا ہے۔ راجہ پانی کے اندر ہی
ر تیرتا ہوا کافی دُور نکل گیا۔ پھر جب اس نے سر پانی
ے باہر نکالا تو ماریا اوپر موجود تھی۔ اس نے راجہ کا سر
ر سے پانی میں دبا دیا۔ راجہ پانی میں ڈوب گیا۔ وہ
پر آنے کی کوشش کرنے لگا۔ ماریا اسے پانی میں دبا رہی
۔ پانی کی سطح پر سے بُلبُلے اُٹھنے لگے۔
یہ پانی کے اندر ظالم راجہ کے آخری سانس تھے۔ وہ
گیا۔ ماریا نے ہاتھ اٹھا لیا تو راجہ کی لاش دریا کی سطح
آ گئی۔ ماریا اسے گھسیٹ کر دریا کے کنارے پر محل
طرف لے آئی اور اُسے محل کے سامنے باغ میں
کر ڈال دیا۔ وہاں شور مچ گیا کہ راجہ پانی میں ڈوب
ر مر گیا ہے۔ لوگ گھروں سے ناچتے ہوئے نکل آئے۔
ہوں نے خوشی سے راجہ کی لاش کے گرد رقص کرنا شروع
ر دیا۔ وزیر نے اسی وقت خود راجہ بننے کا اعلان کر دیا
ور فوراً ہی حکم صادر کر دیا کہ آج سے کسی بچے کو قتل
نہیں کیا جائے گا۔ سارے شہر میں خوشی کی لہر دوڑ گئی۔
سارا شہر جاگ اُٹھا اور جشن منانے لگا۔ ماریا وہاں سے
سیدھی پجاری کے پاس مندر میں آ گئی۔

پجاری مندر میں بیٹھا ہوا تھا۔ اسے خبر مل چکی تھی
کہ کسی غیبی طاقت نے لوگوں کو راجہ اور نجومی کے ظلم
سے نجات دلا دی ہے اور دونوں مر چکے ہیں۔ وہ بڑا
خوش تھا کہ غیبی لڑکی نے اپنا وعدہ پورا کر دیا ہے۔
ناگن کیٹی چبوترے پر بیٹھی ہوئی تھی۔ اسے فوراً ماریا
کی خوشبو آ گئی۔ ماریا نے کہا:
کیٹی! میں آ گئی ہوں۔ چلنے کے لیے تیار ہو جاؤ۔"
کیٹی نے خوش ہو کر کہا: "میرے ارد گرد آگ کا
دائرہ ہے۔ پجاری مجھے اس میں سے باہر نکالے گا
تو میں آزاد ہو سکوں گی۔"
ماریا نے کہا: "یہ ابھی تمہیں خود باہر نکالے گا۔"
ماریا پجاری کے قریب آ کر بولی:
"پجاری جی! میں نے اپنا وعدہ پورا کر دیا۔"
پجاری اس کی آواز سن کر ایک دم چونک کر پیچھے ہٹ گیا۔
"کو۔۔۔ کو۔۔۔ کون؟"
ماریا نے مسکرا کر کہا: "م ۔۔۔ م ۔۔۔ میں ۔۔۔ غیبی لڑکی۔
اب تم اپنا وعدہ پورا کرو۔ اور میری سہیلی کیٹی
میرے حوالے کر دو۔"
پجاری نے گہرے اطمینان کا سانس لیا اور کہا:

"بیٹی! تم نے کمال کر دیا۔ اس شہر کے لوگوں کو پھر
سے نئی زندگی عطا کر دی۔ میں اپنا وعدہ ضرور
پورا کروں گا۔ تم ناگن دیوی کو اپنے ساتھ لے
جا سکتی ہو۔"
ماریا خود ہاتھ آگے بڑھا کر ناگن کیٹی کو اٹھا لینا چاہتی
تھی مگر اس نے کہا:
"پجاری جی! میں چاہتی ہوں کہ آپ خود اپنے ہاتھوں
سے میری سہیلی کیٹی کو میرے حوالے کریں۔"
"مجھے خوشی ہو گی بیٹی۔"
اور پجاری نے کیٹی کو آگ کے دائرے سے نکالا اور بولا:
"بیٹی میں تمہیں دیکھ نہیں سکتا۔ مجھے بتاؤ کہ میں
اسے کہاں رکھ دوں۔"
کیٹی نے ہنس کر کہا جو صرف ماریا ہی سن سکی:
"ماریا اسے کہو کہ میں آگ کے دائرے سے نکلنے
کے بعد خود تمہارے پاس آ سکتی ہوں۔"
اور اس کے ساتھ ہی کیٹی نے پجاری کے ہاتھوں سے
چھلانگ لگا دی اور ماریا کی خوشبو جدھر سے بہت زیادہ
آ رہی تھی ادھر کو لپکی۔ ماریا نے اسے اٹھا لیا۔ ناگن کیٹی
غائب ہو گئی۔ پجاری نے پوچھا:

"بیٹی کیا تمہاری امانت تم تک پہنچ گئی ہے؟"
ماریا نے کہا: "ہاں پجاری جی! میری ناگن سہیلی
اس وقت میرے پاس ہے۔"
پجاری نے خوشی کا اظہار کیا اور کہا:
"بیٹی! کیا تم نہیں چاہتیں کہ تمہاری سہیلی کو سانپ
کی شکل سے چھٹکارا ملے؟"
ماریا نے بڑی تیزی سے کہا: "کیوں نہیں پجاری جی!
میری سہیلی کیٹی تو خود اس روپ اور شکل سے
تنگ آ گئی ہوئی ہے۔ وہ اپنی شکل میں واپس
آنا چاہتی ہے۔"
کیٹی نے ماریا سے کہا: "یہ موٹا سا پجاری بھلا کیا
کرے گا۔ یہ کیسے مجھے واپس انسانی شکل میں
لائے گا؟"

ماریا نے پجاری سے کہا: "پجاری جی! کیا آپ میری
سہیلی کو اس کی انسانی شکل واپس دے سکتے ہیں؟"
پجاری کہنے لگا: "بیٹی میں اس قابل نہیں ہوں۔
مگر میں تمہیں ایک لڑکے کے بارے میں بتا سکتا
ہوں جو تمہیں ایک ایسے بزرگ کے پاس لے جائے
گا جو تمہاری سہیلی کو سانپ سے انسان بنا دیگا۔"

"وہ لڑکا کون ہے پجاری جی؟" ماریا نے پوچھا۔
پجاری نے اسے عاطون کا پتہ بتایا جو محل کی ایک
کنیز کا یتیم لڑکا تھا اور جس کی آنکھیں نکلوا دینے سے
ماریا نے بچایا تھا۔
"پجاری جی! عاطون کو تو میں جانتی ہوں۔ وہ اس
وقت دریا پار ہمارا انتظار کر رہا ہے۔"
پھر ماریا نے پجاری کو ساری کہانی سنائی۔ پجاری بولا:
"بیٹی! عاطون بڑا خدا پرست لڑکا ہے۔ اگرچہ وہ
ہمارے دیوی دیوتاؤں اور بتوں کو نہیں مانتا مگر
میں اس کی بڑی قدر کرتا ہوں۔ وہ ہی تمہاری
مدد کر سکتا ہے۔"
ناگن کیٹی نے ماریا سے پوچھا کہ یہ خدا پرست لڑکا کون
ہے؟ ماریا نے مختصر لفظوں میں کیٹی کو خدا پرست لڑکے
کی آنکھوں میں سلائی پھروانے اور پھر ماریا کی مدد کو
پہنچنے والا سارا ماجرا سنایا اور پجاری سے کہا:
"پجاری جی! آپ کا بہت بہت شکریہ۔ میں ابھی
اس لڑکے کے پاس جاتی ہوں۔ بلکہ مجھے آپ
کے پاس سے ہو کر اسی کے پاس جانا تھا ہاں!
اگر کبھی اتفاق ہوا تو وعدہ کرتی ہوں کہ آپ کے

درشن کرنے ضرور آؤں گی۔ خدا حافظ!"
پجاری نے ہاتھ جوڑ کر فضا میں اس طرف دیکھا جدھر
سے اسے ماریا کی آواز آ رہی تھی۔
ماریا نے کیٹی سے کہا:
"اب ہم دریا کے پار جائیں گی۔"
اور وہ کیٹی کو ساتھ لے کر دریا کی طرف روانہ
ہو گئی۔

دریا تک پہنچتے پہنچتے صبح کی روشنی نے ہر طرف اُجالا
کر دیا تھا۔ شہر کی سڑکوں پر رعایا ظالم راجہ اور کافر
نجومی سے چھٹکارا پانے کی خوشی میں رقص کر رہی تھی۔
لوگ ایک دوسرے کو مبارک باد دے رہے تھے۔ عورتیں
بہت خوش تھیں۔ اب ان کے بچوں کی زندگیاں محفوظ
ہو گئی تھیں۔

ماریا دریا کے دوسرے کنارے پہنچ کر پیپل کے گھنے
درخت کے قریب آئی جہاں خدا پرست لڑکے نے ملنے
کیلئے کہا تھا۔ اس نے دیکھا کہ خدا پرست لڑکا اس گنجان
درخت کے نیچے آنکھیں بند کیے بیٹھا خدا کی عبادت
کر رہا تھا۔ ماریا اس کے پاس جا کر بیٹھ گئی۔
کیٹی نے کہا:

"ماریا بہن! اس لڑکے کے چہرے پر تو نور
برس رہا ہے۔"
"ہاں کیٹی! یہ خدا پرست لڑکا ہے۔"
اتنے میں لڑکے نے آنکھیں کھول کر کہا:
"ماریا بہن تم آ گئیں؟"
ماریا بولی: "عاطون کیا تم مجھے دیکھ سکتے ہو؟"
لڑکا مُسکرایا: "اگر چاہوں تو خدا کی مدد سے
تمہیں دیکھ سکتا ہوں۔ مگر اس کی ضرورت ہی
کیا ہے؟ دیکھنے نہ دیکھنے سے کیا ہو جاتا ہے
کہو! تمہاری سہیلی تمہارے ساتھ آ گئی؟"
ماریا نے کہا:
"کیا تمہیں پتہ چل گیا ہے؟"
"تم بتاؤ گی تو پتہ چل جائے گا۔"
لڑکا مسکرا رہا تھا۔
ماریا نے اسے بتایا کہ وہ اپنی سہیلی کیٹی کو جو ناگن
کی شکل میں ہے اپنے ساتھ لے آئی ہے اور پجاری
نے کہا کہ تم کیٹی کو انسان کی شکل میں واپس لانے کے
لیے مدد کرو گے۔
"میں تمہاری کیا مدد کر سکتا ہوں ماریا بہن؟" لڑکے

نے سوال کیا۔
ماریا کہنے لگی:
"کیا تم کسی ایسے بزرگ کو جانتے ہو جو کیپٹ
کو دوبارا انسانی شکل میں واپس لا سکتا ہے؟"

○

بارش، گھنگھرو، غار

خدا پرست لڑکے نے کہا:
"بچاری ایک نیک آدمی ہے۔ اس نے تمہیں
ٹھیک کہا ہے۔ میں تمہاری سہیلی کو اس بزرگ کے
پاس لیے چلتا ہوں۔ میرے پیچھے پیچھے آؤ۔"
خدا پرست لڑکا پیپل کے درخت کی چھاؤں سے اُٹھ
کر جنگل کی طرف چلنے لگا۔ ماریا اس کے پیچھے پیچھے چل
پڑی۔ جنگل میں کافی دُور جانے کے بعد ایک بہت بڑا
درخت نظر آیا۔ اس درخت کی شاخوں نے بہت بڑی جگہ
کو گھیر رکھا تھا۔
لڑکا درخت کے تنے کے ایک بڑے شگاف کے آگے جا کر
رک گیا اور بولا:
"ماریا بہن! بزرگ اس تنے کے اندر ہیں میرے
ساتھ آؤ۔"
ماریا خدا دوست لڑکے کے ساتھ تنے کے شگاف میں

داخل ہو گی ۔ شگاف ایک تنگ غار کی طرح تھی اور
اندر اندھیرا تھا ۔ مگر ماریا اس اندھیرے میں دیکھ سکتی تھی ۔
ماریا نے ایک جگہ ایک بوڑھے انسان کو دیکھا جس
کی سفید ڈاڑھی اور سر کے بال لٹک رہے تھے وہ سوکھ
کر ہڈیوں کا ڈھانچہ بن چکا تھا ۔ لڑکا اس بزرگ کے آگے
دو زانو ہو کر بیٹھ گیا ۔

ایک گہری خاموشی چھائی تھی ۔ ماریا بھی چپ چاپ
ایک طرف بیٹھ گئی ۔ کیٹی اس کی گردن میں سانپ کی شکل
میں پڑی تھی ۔ کیٹی نے آہستہ سے اپنے جسم کی لہروں کی
زبان میں کہا :

"ماریا ! ایسا سوکھا ہوا انسان میں نے پہلے کبھی
نہیں دیکھا ۔"

بزرگ نے اپنی سرخ سرخ آنکھیں کھول دیں اور آہستہ
سے کہا :

"تمہیں ہم سے اجازت لیے بغیر بولنے کی ہمت
کیسے ہوئی ؟"

کیٹی دنگ رہ گئی ۔ ماریا بھی حیران ہوئی ۔ کیوں کہ اس
بزرگ نے بھی اپنے جسم کی لہروں کی مدد سے بات کی
تھی اور زبان بالکل نہیں ہلائی تھی ۔

کیٹی نے جلدی سے کہا : "حضور غلطی ہو گئی ۔
معافی چاہتی ہوں ۔"

بزرگ نے آنکھیں بند کر لیں ۔ ماریا اب کوئی بات
کرتے ہوئے ڈر رہی تھی کہ کہیں بزرگ ناراض نہ ہو
جائیں ۔ خدا دوست لڑکے نے سر گھما کر ماریا سے کہا :

"ماریا بہن ! کیٹی کو اجازت کے بغیر بات نہیں
کرنی چاہیے تھی ۔"

تو گویا جسم کی لہروں سے ہونے والی باتوں کو خدا
دوست لڑکے نے بھی سن لیا تھا ۔

ماریا نے کہا : "اب ایسی گستاخی نہیں ہو گی عاطون بھائی ۔"

ایک بار پھر گہری خاموشی چھا گئی ۔

پھر خدا دوست لڑکے نے بزرگ کی خدمت میں اپنی
طرف سے معذرت پیش کی اور کہا :

"عالی جناب ! آپ خدا کے برگزیدہ بندے ہیں ۔ آپ
کا کام لوگوں کی مدد کرنا اور دکھی انسانوں کی
خدمت کرنا ہے ۔ کیٹی کو ایک شرارتی جن نے
سانپ کی شکل دے دی ہوئی ہے ۔ آپ اس
کی مدد کریں اور اسے پھر سے انسانی شکل عطا کریں ۔"

بزرگ نے آہستہ سے کہا :

انسانی شکل دینا خدا کا کام ہے۔ چونکہ تم ان
دو سہیلیوں کے ساتھ آئے ہو اس لیے ہم
ان کی مدد کریں گے۔ لیکن ایک بات ان دونوں
کو یاد رکھنی چاہیے کہ بڑوں کے سامنے ادب سے
بیٹھنا چاہیے اور جب تک وہ کوئی بات نہ کریں
خود نہیں بولنا چاہیے۔"

خدا دوست لڑکے نے کہا: "وہ ان باتوں کا خیال
رکھیں گی عالی جناب!"

بزرگ نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔ وہ بالکل چپ چاپ
بُت بنا بیٹھا رہا۔ اس کے سر کے گھونسلے میں سے پرندہ
اڑ کر سرنگ سے باہر چلا گیا۔ کافی دیر بعد بزرگ نے
آنکھیں کھول دیں اور کہا:

"ناگن کیٹی کو ہمارے سامنے لاؤ۔"

ماریا نے اسی وقت ناگن کیٹی کو اپنی گردن سے اتار
کر بزرگ کے سامنے زمین پر رکھ دیا۔ کیٹی نے کنڈلی
ماری اور سر جھکا کر بزرگ کو آداب کیا۔ بزرگ بڑے غور
سے کیٹی کے کنڈلی مارے ہوئے جسم کو تک رہے تھے۔
پھر انہوں نے زمین پر سے خشک جڑوں کی مٹی ہاتھ میں
اٹھائی۔ انہیں دونوں ہاتھوں میں ملا اور ناگن کے جسم پر

ک دیا اور کہا:
جاؤ خدا کے حکم سے پھر انسانی شکل میں آجاؤ۔"
ایک ہلکی سی نیلی روشنی پیدا ہوئی اور ناگن کیٹی کا
پ کا جسم غائب ہو گیا اور وہ پھر سے اپنی اصلی
لی لڑکی کی شکل میں آ گئی۔ اس نے اپنے جسم کو دیکھا
چہرہ خوشی سے چمک اُٹھا۔ اس نے ہاتھ باندھ کر بزرگ
شکریہ ادا کیا اور کہا:

"میں آپ کا یہ احسان ساری زندگی فراموش نہیں
کروں گی۔"

بزرگ نے کہا: "ابھی تمہاری آنکھیں چوکور نہیں ہیں
لیکن تم جب اور جس وقت چاہو کہ تمہاری آنکھیں
چوکور ہو جائیں تم اپنی آنکھوں پر ہاتھ رکھ کر میرا
خیال کرنا۔ تمہاری آنکھیں خلائی چوکور آنکھیں
ہو جائیں گی۔"

ماریا کہنے لگی: "اے بزرگ! کیا ایسا نہیں ہو سکتا
کہ میں بھی غیبی حالت سے اصلی ظاہر حالت
میں آ جاؤں۔ مجھے بھی لوگ چلتا پھرتا دیکھ سکیں؟"

بزرگ نے کہا: "ماریا! تم پر آج سے ہزاروں برس
پہلے ایک ایسے شخص نے طلسم کیا ہوا ہے کہ

اس کا توڑ مشکل ہے تم لوگ اپنی واپسی کے
سفر پر ہو۔ جب تم وہاں دوبارا پہنچو گی تو تمہاری
زندگی میں ایک انقلاب آ جائے گا۔"
کیپٹی نے کہا: "کیا یہ انقلاب میری زندگی میں بھی
آئے گا اور کیا ہم ماریا کو انسانی جسم کی حالت
میں دیکھ سکیں گے؟"
بزرگ نے کہا: "ابھی ایسا نہیں ہو گا۔"
ماریا نے کہا: "ہمارا یہ سفر کب ختم ہو گا۔ کیا ہم
مصر پہنچنے کے بعد ہمیشہ کے لیے مر جائیں گے؟"
بزرگ مسکرائے کہنے لگے:
"تم سب لوگ ۔ یعنی عنبر ناگ ماریا اور کیپٹی
پرانے زمانے کے مصر میں اس مقام پر باری
باری پہنچ جاؤ گے جہاں سے تم نے الگ الگ اپنا
پانچ ہزار سالہ سفر شروع کیا تھا۔ لیکن اس کے بعد"
بزرگ خاموش ہو گئے، ماریا نے کہا:
"اس کے بعد کیا ہو گا مقدس بزرگ؟"
انہوں نے کہا:
"یہ خدائی راز ہے۔ میں اسے نہیں کھول سکتا۔ ہاں اتنا
ضرور بتائے دیتا ہوں کہ تم عنبر ناگ ماریا اور

کیپٹی نے گھبرا کر کہا: "کیا ہمارا سفر کبھی
ختم بھی ہو گا یا نہیں؟"
بزرگ نے کہا: "ابھی نہیں۔ مصر پہنچنے کے بعد تمہاری
زندگیوں میں ایک زبردست انقلاب آئے گا اور پھر
تمہارا حیرت انگیز سفر شروع ہو گا۔ اس سے زیادہ
میں تمہیں کچھ نہیں بتا سکتا۔"
خدا دوست لڑکا ادب سے اٹھ کھڑا ہوا۔ اس کو کیپٹی اب
دکھائی دے رہی تھی۔
اس نے کیپٹی سے کہا:
"کیپٹی بہن! اب ہمیں یہاں سے چل دینا چاہیے۔"
یہ کہہ کر لڑکا غائب ہو گیا۔
کیپٹی بولی: "یہ لڑکا کوئی بزرگ تھا۔"
ماریا نے کہا: "ہاں کیپٹی۔ بڑا پاک باز اور عبادت
گذار لڑکا تھا۔ اس کی آنکھیں ہر راز کو دیکھ لیتی
تھیں۔ چلو اب ہم بھی آگے روانہ ہوتی ہیں۔"
کیپٹی کہنے لگی: "ہم اس وقت سکندر اعظم اور راجہ
پورس کے ہندوستان میں ہیں۔ یہاں سے کس طرف
روانہ ہوں؟"
ماریا نے کہا: "اصل میں ہمیں اس ملک کو چھوڑ

کر ملک شام اور عراق کی طرف جانا چاہیے کیونکہ
عنبر اور ناگ ان ہی ملکوں کی طرف گئے ہیں۔ بہتر
یہ ہے کہ ہم ہندوستان کی کسی سمندری بندرگاہ پر
پہنچنے کی کوشش کریں تاکہ وہاں سے کسی سمندری
جہاز میں سوار ہو کر ملک شام کی طرف جا سکیں۔"
کیبٹی بولی: "اس کا سب سے آسان طریقہ تو یہ
ہے کہ یہ جو دریا ہے ہم اس کے ساتھ ساتھ
سفر کرتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ دریا آگے جا کر سمندر میں
ہی گرتا ہو گا۔ وہاں سے ہم کسی سمندری بندرگاہ
کو تلاش کر لیں گی۔"
"جیسے تمہاری مرضی۔"
ماریا نے کیبٹی کی طرف دیکھا اور مسکرا کر بولی:
"پہلے جب تم سانپ تھیں تو میں تمہیں گردن میں
لٹکا کر ہوا میں اڑ سکتی تھی۔ اب کیا کروں۔ اب
تم انسانی جسم میں آ گئی ہو۔ تمہیں اپنے کاندھے
پر نہیں بٹھا سکتی۔ اس لیے ہمیں گھوڑوں کی
ضرورت ہے یا پھر اگر دریا میں سفر کرنا ہے تو
ہمیں ایک کشتی چاہیے۔ وہ کہاں سے آئے گی؟"
کیبٹی ہنسنے لگی: "اگر تم مجھے کاندھے پر نہیں بٹھانا

چاہتیں تو نہ بٹھاؤ۔ چلو آگے چل کر کوئی کشتی تلاش
کرتے ہیں۔ شاید کوئی ماہی گیروں کی بستی آ جائے
اور ہمیں کوئی کشتی مل جائے۔"
وہ دونوں دریا کے ساتھ ساتھ مغرب کی طرف چلنے لگیں
وہ جس راہ پر چل رہی تھیں دریا بھی اسی رخ پر سمندر کی طرف
جا رہا تھا۔ ماریا غیبی حالت میں زمین سے
ایک فٹ بلند ہو کر بڑے مزے سے ہوا میں اڑتی جا
رہی تھی جب کہ کیبٹی کو زمین پر پاؤں اٹھا کر کنارے
کی دلدل میں چلنا پڑ رہا تھا۔
"کاش! میں بھی تمہاری طرح غائب ہوتی۔ کم از کم
ہوا میں اڑ تو سکتی تھی۔ میرے تو پاؤں دلدل
میں دھنس رہے ہیں۔"
ماریا نے کہا: "اگر تم پسند کرو تو میں تمہیں اپنے کاندھے
پر بٹھا سکتی ہوں۔"
کیبٹی اب دلدل سے باہر نکل آئی تھی اور دریا کے کنارے
خشک اور گیلی ریت پر چل رہی تھی، کہنے لگی:
"اب اس کی ضرورت نہیں۔ شکریہ۔ ارے! وہ دیکھو۔ سامنے
کشتیاں دریا میں کھڑی نظر آ رہی ہیں۔"
ماریا نے زمین سے کچھ بلند ہو کر دیکھا۔ ایک فرلانگ کے

فاصلے پر دریا میں چھ سات کشتیاں کھڑی تھیں۔ جب وہ قریب
گئیں تو دیکھا کہ وہاں کوئی آدمی ہے نہ آدم زاد۔ کوئی بستی بھی
قریب دکھائی نہیں دے رہی تھی۔

"کیٹی! لگتا ہے خدا نے یہ کشتیاں صرف ہمارے لیے
یہاں رکھی ہوئی تھی۔ کیوں نہ ان میں سے ایک کشتی
ہم لے لیں۔"

کیٹی کہنے لگی: "اس سے بہتر اور کون سی بات ہو سکتی ہے۔"

انہوں نے ایک کشتی کی رسی کھول دی۔ اس میں سوار ہو گئیں
اور کشتی دریا کے رُخ پر سمندر کی طرف روانہ ہو گئی۔ دریا کی
لہریں زیادہ تیز نہیں تھیں اور کشتی بڑے سکون اور ایک ہی
رفتار سے آگے ہی آگے بہی جا رہی تھی۔

دریا میں سفر کرتے تیسرا دن گذر گیا تو شام کے وقت آسمان
پر سیاہ بادل آنا شروع ہو گئے۔ دیکھتے دیکھتے بادل گھنے ہو گئے
اور بارش شروع ہو گئی۔ کیٹی نے کہا:

"بھئی ماریا تم تو بارش میں نہیں بھیگ سکتیں مگر میرے
تو کپڑے بھیگ جائیں گے۔ کیوں نہ کشتی کنارے پر
لا کر کسی جگہ بارش رکنے کا انتظار کر لیا جائے۔"

ماریا نے کہا: "جیسے تمہاری مرضی۔ کشتی کو کنارے
کی طرف لے آؤ۔ یہاں کوئی آبادی تو نظر نہیں

آ رہی۔"

کیٹی بولی: "آبادی سے ہمیں کیا لینا دینا ہے۔ ہم
کسی درخت یا چٹان کے سائے میں بیٹھ جائیں
گی۔ بارش رُکے گی تو پھر سفر پر روانہ ہو جائیں گی۔"

وہ کشتی کو کنارے پر لے آئیں۔

اب بارش کے ساتھ بجلی بھی کڑکنے لگی تھی۔ بجلی چمکتی تو دریا
پاٹ اور جنگل کے گھنے درخت روشن ہو جاتے اور پھر ایک
بجھ جاتے۔ انہوں نے کشتی کو دریا کے کنارے پر گھسیٹ
اور خود بھاگ کر ایک جگہ پہاڑی کے دامن میں آگے کو نکلے
ئے پتھر کی چھت کے نیچے آ کر بیٹھ گئیں۔ ماریا کو تو بارش کچھ
یں کہہ رہی تھی مگر کیٹی پر برابر پانی کی بوچھاڑیں پڑ رہی تھیں۔
ن کے سروں کے اوپر جو پتھر پہاڑی سے باہر نکلا ہوا تھا۔
ہ بارش کو روکنے کے لیے ناکافی تھا۔

ماریا نے کہا: "درخت کے نیچے جاؤ گی تو وہاں زیادہ
پانی ٹپک رہا ہے۔ اس لیے اسی جگہ بیٹھی رہو۔ بارش
ابھی رُک جاتی ہے۔"

کیٹی کے سارے کپڑے بارش میں بھیگ چکے تھے۔ اس نے
جہاں بیٹھی ہوئی تھی اس کے پتھر کو غور سے دیکھا اور ہاتھ سے
ہلایا۔ پتھر اپنی جگہ پر ذرا سا ہلا۔

کیٹی نے کہا: "معلوم ہوتا ہے یہ پتھر کسی نے خود لگایا ہوا ہے؟"

"کیا مطلب ہے تمہارا؟" ماریا نے پوچھا۔

کیٹی بولی: "تم خود اس پتھر کو ہاتھ لگا کر دیکھ لو۔ ایسا لگتا ہے کہ اس کے اندر کوئی پہاڑی کھوہ ہے جس کے منہ پر کسی نے یہ پتھر رکھ دیا ہے۔ اگر یہاں کوئی کھوہ ہے تو میں اس کے اندر بارش سے پناہ لے سکتی ہوں۔"

ماریا نے آگے بڑھ کر دیوار کے پتھر کو ہاتھ سے ذرا دبایا تو وہ ایک طرف کو کھسک گیا۔

"ارے ہاں کیٹی! یہ تو اس جگہ کوئی کھوہ لگتا ہے۔"

ماریا نے تھوڑا سا زور لگایا تو پتھر اپنی جگہ سے ہل کر اندر کی طرف ایک دروازے کی طرح چلا گیا اور وہاں ایک اندھیرے غار کا منہ نمودار ہوا۔ ماریا نے کہا:

"میرے خدا! یہ تو کوئی خفیہ غار ہے۔"

کیٹی نے غار میں منہ ڈال کر کہا: "اور اس کے اندر سے ٹھنڈی ہوا بھی آ رہی ہے۔"

"تم ہوا کو چھوڑو اور چپکے سے غار کے اندر ایک طرف ہو کر بیٹھ جاؤ۔ بارش رک جائے گی اور یہاں

سے چل دیں گی۔"

کیٹی غار کے اندر چلی گئی۔ ماریا بھی اس کے ساتھ تھی۔ انہوں نے دیکھا کہ غار کی دیوار میں طاق بنے ہوئے تھے۔ جن میں دیوی دیوتاؤں کی پتھر کی مورتیاں بنی ہوئی تھیں۔ کیٹی بولی: "یہ مورتیاں پرانے زمانے کی معلوم ہوتی ہیں مگر سوال یہ ہے کہ اس غار کو بند کس نے کیا تھا؟"

ماریا نے کہا: "ارے بھئی جس نے بھی بند کیا ہو ہمیں اس سے کیا۔ اب چپکے سے یہاں بیٹھ جاؤ میں جا کر ذرا کشتی کو دیکھتی ہوں کہیں اس موسلا دھار بارش میں دریا ہی میں نہ کھسک گئی ہو۔ مگر ہاں۔ غار میں اندر مت جانا۔ اسی جگہ رہنا۔"

کیٹی کہنے لگی: "تم میرے پیچھے کیوں پڑی رہتی ہو ماریا۔ ایک بار کہہ جو دیا کہ آگے نہیں جاؤنگی تم بے فکر رہو۔"

ماریا مسکراتی ہوئی کشتی کا پتہ کرنے دریا کی طرف چلی گئی۔ بجلی رہ رہ کر چمک رہی تھی۔ بارش اتنی موسلا دھار ہو رہی تھی کہ اس کی آواز سے کچھ سنائی نہ دیتا تھا۔ ماریا جا چکی تھی۔ کیوں کہ کیٹی کو اس کی خوشبو بہت ہی مدھم مدھم آ رہی تھی۔

کیٹی غار کی دیوار سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی۔ پھر اُٹھ کر طاق میں بنی ہوئی مورتیوں کو دیکھنے لگی۔ ان میں ایک رقص کرتی دیوی کی مورتی بھی تھی۔ یہ مورتی ایک بڑی خوبصورت دیوی کی تھی جس کی آنکھوں میں سرمہ لگا تھا اور کانوں اور گلے میں سونے کے زیور تھے۔ کیٹی حیران تھی کہ اتنی حسین اور رنگ دار مورتیاں یہاں کس فن کار نے بنائی ہیں۔ اور پھر غار کا منہ کیوں بند کر دیا گیا؟

مورتیوں کے یہ طاق غار میں اندر تک چلے گئے تھے۔

کیٹی پر ان مورتیوں نے جیسے جادو سا کر دیا تھا۔ وہ ان کی خوبصورتی سے بے حد متاثر ہوئی تھی اور انہیں ایک ایک کر کے دیکھتی غار میں آگے بڑھتی گئی۔ وہ ماریا کی بات بھول گئی تھی کہ کیٹی غار کے اندر آگے تک مت جانا۔ مگر لگتا تھا کہ یہ بات اس کے اپنے اختیار میں نہیں ہے۔ اس کے قدم اپنے آپ غار میں آگے کی طرف اٹھ رہے تھے۔ مورتیوں کے طاق ختم ہونے میں ہی نہیں آتے تھے۔ ایک سے ایک بڑھ کر خوبصورت مورتی تھی۔

غار میں آگے جا کر دو تین موڑ آئے۔ جب مورتیوں والے طاق ختم ہو گئے تو کیٹی کو جیسے ہوش آ گیا۔ اس نے سوچا کہ وہ غار میں کافی اندر آ گئی ہے۔ اب اسے

واپس چلنا چاہیے نہیں تو ماریا سخت ناراض ہو گی۔ یہ خیال کرکے وہ واپس پلٹی اور تیز تیز چلنے لگی۔ وہ جدھر سے غار کے اندر آئی تھی ادھر ہی کو جا رہی تھی مگر یہ دیکھ کر کچھ پریشان ہوئی کہ غار آگے سے بند تھا۔ واپس پلٹی اور دوسری طرف گئی۔ چند قدم چلنے کے بعد ادھر بھی غار آگے سے بند ہو گیا تھا۔

اب سامنے کی طرف ہی ایک راستہ باقی رہ گیا تھا۔

کیٹی اس طرف اندھیرے میں چلنے لگی۔ اندھیرا یہاں اتنا گہرا تھا کہ ایک عام انسان کو کچھ نظر نہیں آ سکتا تھا۔ لیکن خلائی لڑکی ہونے کی وجہ سے کیٹی اندھیرے میں تھوڑا تھوڑا دیکھ رہی تھی۔ غار میں کئی چکر اور موڑ آئے۔ غار آگے ہی آگے بڑھتی جا رہی تھی۔ مگر اس کا منہ کہیں نہیں آ رہا تھا۔ کیٹی نے سوچا کہ وہ ضرور غار کی بھول بھلیوں میں پھنس گئی ہے۔ یہاں عجیب قسم کی بُو پھیلی ہوئی تھی۔

کیٹی چلتے چلتے کئی بار پتھروں سے ٹکرا کر گرتے گرتے بچی۔ یا خدا! یہ غار کب ختم ہو گا؟ کب اس کا دروازہ آئے گا؟ مگر غار تو شیطان کی آنت سے بھی لمبا تھا۔ ختم ہونے کا نام ہی نہیں لیتا تھا۔ کیٹی کو فکر لگا کہ ماریا دریا سے واپس آ گئی ہو گی اور وہاں اسے نہ دیکھ کر سخت پریشان

ہو رہی ہو گی۔

کیٹی کو پہلے غار میں بارش کی آواز آتی تھی۔ اب نہیں آ رہی تھی۔ یہ غار بہت بڑے پہاڑ کے اندر قدرتی طور پر بنا ہوا تھا اور اس کی چھت سے لمبے لمبے نوکیلے ستون سے لٹک رہے تھے جو پتھروں کے بنے ہوئے تھے۔

اب کیٹی گھبرا گئی۔ اس نے اندھیرے میں زور زور سے ماریا کو آوازیں دیں کہ شاید ماریا اس کی آواز سن کر جواب دے اور وہ ماریا کی آواز کی رُخ پر چل کر اس تک پہنچ جاتے۔ مگر غار میں کیٹی کی آواز گونج کر رہ گئی۔ کسی طرف سے ماریا کی جوابی آواز نہ آئی:

کیٹی نے محسوس کیا کہ غار میں گرمی بڑھ رہی ہے اور اب زمین بھی ڈھلانی ہو گئی تھی۔ گویا وہ زمین کے نیچے اترتی چلی جا رہی تھی یا یہ کہ غار کیٹی کو لے کر زمین کے اندر چلی جا رہی تھی۔ کیٹی ایک دم رُک گئی۔ اس لئے واپس جانے کا فیصلہ کیا اور جونہی واپس مڑی اس سے کوئی پندرہ قدم کے فاصلے پر زمین میں سے سسکار کی آواز کے ساتھ گیس باہر کو نکلی۔ پھر زور سے وہاں زمین پھٹی اور آتش فشاں پہاڑ کا پگھلا ہوا سرخ سرخ لاوا ایک منہ زور فوارے کی طرح اچھلنے لگا:

کیٹی تیزی سے آگے کو بھاگ گئی اور ڈھلان پر اور زیادہ نیچے چلی گئی۔ اس نے مڑ کر دیکھا۔ پگھلا ہوا سرخ لاوا ایک دہکتی ہوئی لہر کی شکل میں اس کی طرف ڈھلان پر بڑھ رہا تھا۔ یہ کھولتا ہوا سُرخ دہکتا لاوا کیٹی کے جسم کو جلا کر خاک کر سکتا تھا۔ وہ غار کی ڈھلان پر دوڑنے لگی۔ غار اب کھلا ہو گیا تھا۔ آگے جا کر کیٹی نے دیکھا کہ جگہ جگہ زمین میں لاوے کے چھوٹے چھوٹے گڑھے بنے ہوئے تھے جن میں سرخ پگھلا ہوا لاوا کھول رہا تھا اور ان کی سسکاریوں ایسی آوازیں پیدا ہو رہی تھیں۔

فضا میں بے حد گرمی پیدا ہو گئی تھی۔ کیٹی کا جسم پسینے میں شرابور ہو گیا تھا۔ اسے سانس لینے میں بھی مشکل پیش آ رہی تھی۔ مگر وہ جان بچانے کی خاطر لاوے سے بھرے ہوئے کھولتے سسکارتے گڑھوں سے بچتی چلی جا رہی تھی۔ واپس مڑ نہیں سکتی تھی۔ کیوں کہ پیچھے سے لاوے کی لہر برابر چلی آ رہی تھی۔ کیٹی کو اپنی نادانی پر سخت غصہ آیا کہ وہ غار میں آگے کیوں گئی۔ اسے ماریا کی نصیحت پر عمل کرتے ہوئے غار کے منہ پر ہی

بیٹھے رہنا چاہیے تھا۔ آگے دائیں بائیں پہاڑی دیواروں
میں جگہ جگہ سے لاوا اب آبشاروں کی شکل میں بہہ کر
نیچے گر رہا تھا۔

کیٹی گرم کھولتے لاوے کی زمین میں آ گئی تھی۔ کیا
وہ زمین کے اتنی دور گہرائی میں آ گئی ہے کہ جہاں لاوا
ہی لاوا ہے: وہ سوچتی۔ مگر سوچنے سے کوئی فائدہ نہیں
تھا۔ وہ وہاں سے کوئی راہِ فرار تلاش کرنا چاہتی تھی جو کہیں
نہیں مل رہی تھی۔ اب وہ ایسی جگہ پہنچ چکی تھی جہاں سامنے
سوائے موت کے اور کچھ نہیں تھا۔

سخت تپش کی وجہ سے کیٹی کو اپنے جسم کی کھال جلتی
ہوئی محسوس ہونے لگی۔ وہ نڈھال ہو کر ایک جگہ زمین پر گر
پڑی۔ اس کے دائیں بائیں اور سامنے گڑھوں میں گرم گرم
سرخ لاوا کھول رہا تھا۔ پیچھے نظر ڈالی تو بہتا ہوا لاوا
تیزی سے غار کی ڈھلان پر اس کی طرف چلا آ رہا تھا
کیٹی نے موت کے آگے ہتھیار ڈال دیئے۔ وہ سمجھ گئی
کہ اب اسے موت سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ ابھی لاوے
کی لہر اسے نگل لے گی اور اس کا جسم جل کر ایک
سیاہ کوئلے کی طرح ہو جائے گا اور پھر پگھل کر لاوے
کے ساتھ لاوا بن جائے گا۔

اچانک کیٹی کے کانوں میں گھنگھروؤں کی جھنکار سنائی
دی۔ اس نے خیال کیا کہ موت کی آوازیں ہیں۔ اس نے سن
رکھا تھا کہ جب آدمی مرتا ہے تو اسے عجیب عجیب قسم
کی آوازیں سنائی دیتی ہیں۔ اس نے آنکھیں بند رکھیں تاکہ آسانی
سے موت کی آغوش میں چلی جائے۔

گھنگھروؤں کی جھنکار اس کے قریب آ رہی تھی۔ آواز پہلے
سے زیادہ تیز ہو گئی تھی۔ جیسے کوئی عورت رقص کرتی اس
کی طرف بڑھ رہی ہو۔ اس نے آنکھیں کھول دیں۔ لاوے
کی وجہ سے وہاں روشنی پھیل گئی تھی۔ کیا دیکھتی ہے کہ
اس کے سامنے وہی عورت کھڑی ہے جس کی مورتی اس
نے غار کے طاق میں دیکھی تھی۔ بالکل وہی شکل صورت۔
وہی سونے کے زیورات اور آنکھوں میں سرمہ لگا ہوا تھا۔
مورتی چھوٹی تھی مگر یہ پوری انسانی شکل اور روپ میں تھی۔

یہ عورت زرق برق لباس میں تھی اور اس کے پاؤں
میں گھنگھرو بندھے تھے جو رقص کرتے ہوئے بج رہے تھے۔
کیٹی اٹھ کر بیٹھ گئی اور حیرت سے اسے تکنے لگی۔ اس
عورت کے آنے سے فضا میں گرمی کی تپش کافی کم ہو گئی
تھی۔ وہ رقص کرتی ہوئی کیٹی کے قریب آ کر رک گئی
اور اس کی طرف مسکرا کر تکنے لگی:

کیبیڈ نے جلدی سے ہاتھ بڑھا کر کہا:
"خدا کے لیے مجھے اس جہنم سے نکالو۔ یہاں میرا
دم گھٹ رہا ہے"۔
اس نے پیچھے کی طرف دیکھا۔ لاوے کی لہر اس کے
قریب پہنچ رہی تھی۔ رقاصہ عورت نے آہستہ سے اپنا
ہاتھ کیبیڈ کی طرف بڑھا کر کیبیڈ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے
لیا اور پھر اسے لاوے کے گڑھوں کے درمیان سے گذار
کر غار کی دیوار میں بنے ہوئے ایک شگاف میں لے گئی۔
اس شگاف آتے ہی کیبیڈ کو ٹھنڈک کا احساس ہوا۔ اس
کی جان میں جان آ گئی۔ اس نے اطمینان کا گہرا سانس
لیا اور کہا:

"میری بہن! تم نے میری جان بچا لی۔ تم کون ہو؟
میں نے تمہاری مورتی غار کے طاق میں بنی
دیکھی تھی"۔

رقاصہ کا ہیولا کیبیڈ کو شگاف کے اندھیرے میں زیادہ
صاف نظر نہیں آ رہا تھا۔ وہ کیبیڈ کا ہاتھ تھامے آگے ہی
آگے چلی جا رہی تھی۔ اس کے پاؤں کے گھنگھرو ہر قدم
پر چھن چھن کی آواز [illegible] کر رہے تھے۔ وہ خاموش تھی۔
اس نے کیبیڈ کی با[illegible] کوئی جواب نہیں دیا تھا۔ کیبیڈ

نے پھر کہا:
"تم کون ہو بہن؟ یہاں کہاں اور کیسے رہتی ہو؟"
رقاصہ نے پھر بھی کوئی جواب نہ دیا۔ وہ خاموشی سے
آگے بڑھتی چلی گئی۔ کیبیڈ نے سوچا کہ شاید یہ بات کرنا
نہیں چاہتی۔ اس کے لیے اتنا کافی ہی تھا کہ اس کی جان
بچ گئی تھی۔ ورنہ کھولتے ہوئے لاوے سے زندہ بچ کر نکل
جانا ایک ناممکن بات تھی۔
اب کیبیڈ کو یہ خیال کچھ پریشان کرنے لگا کہ یہ عورت
اسے کہاں لیے جا رہی ہے اور یہ اس عجیب و غریب
منحوس غار میں کہاں رہتی ہے؟ کیوں رہتی ہے؟ کیا یہ
یہاں اکیلی ہی ہے یا اس کے کوئی ساتھی بھی ہیں؟ یہ بھی
ایک غار ہی تھا جس میں کیبیڈ اس رقاصہ کے ساتھ چلی جا
رہی تھی۔ غار میں گھپ اندھیرا تھا۔ پھر کیبیڈ کو دور روشنی کا
ایک سوراخ دکھائی دیا جو آہستہ آہستہ قریب آ رہا تھا۔

○

ماریا موسلا دھار بارش میں دریا پر گئی تو دیکھا کہ اس
کی کشتی میں پانی بھر گیا ہوا تھا مگر وہ ریت پر اپنی جگہ
پر ہی کھڑی تھی۔ اس نے کشتی کو اُلٹ دیا تا کہ اس میں

ے پانی بھی نکل جائے اور اس کے بہہ کر دریا میں چلے
جانے کا خطرہ بھی نہ رہے۔

اس کام سے فارغ ہو کر ماریا واپس غار کی طرف آگئی۔
یہاں آ کر اس نے دیکھا کہ کیبٹی وہاں کہیں نہیں ہے۔
اس نے کیبٹی کو اس کی خاص فریکوینسی پر آوازیں دیں مگر
کیبٹی کی طرف سے کوئی جواب نہ آیا۔ ماریا پریشان ہو گئی۔
سمجھ گئی کہ کیبٹی نے وہی غلطی کی ہے جس سے اس نے
اسے منع کیا تھا کہ غار میں آگے مت جانا۔

ماریا کو خود نہیں پتہ تھا کہ غار میں آگے کیا ہے لیکن
یونہی خواہ مخواہ خطرہ مول لینا کوئی عقل مندی کی بات نہیں
ہوتی۔ وہ غار میں تیزی سے آگے بڑھنے لگی۔ ساتھ ساتھ
وہ کیبٹی کو آوازیں بھی دیتی جا رہی تھی۔ غار آگے جا کر
بند ہو گئی۔ ماریا کے لیے پتھر کی دیوار کوئی رکاوٹ نہیں
تھی۔ وہ پتھر کی دیوار میں سے گذر کر دوسری طرف آ گئی۔
ادھر دوسری طرف بھی وہی غار تھا۔ وہی اندھیرا تھا۔ وہ آگے
بڑھنے لگی۔ آگے جا کر غار ایک طرف کو گھوم گئی۔ اس کے
بعد پھر غار بند ہو گئی۔ اور پتھر کی دیوار سامنے آ گئی۔ ماریا
اس دیوار کو بھی پار کر کے دوسری طرف آئی تو غار دائیں
طرف کو گھوم گئی۔ اس کے آخر میں پھر پتھر کی دیوار آ گئی

ماریا اس دیوار میں سے گذر کر باہر آئی تو دیکھا کہ اسی
جگہ غار میں کھڑی ہے جہاں سے وہ چلی تھی۔

ماریا تو ہکا بکا ہو کر رہ گئی کہ یہ کیا ماجرا ہے؟
یہ کیسی بھول بھلیاں ہیں؟ اس نے اس ایک بار پھر کوشش
کرتے ہوئے غار میں آگے جا کر ایک پہلو سے دیوار
کو پار کیا۔ دوسری طرف جا کر سامنے والی دیوار کی بجائے
بغل والی پتھریلی دیواریں سے نکل گئی۔ آگے پھر وہی
جگہ آ گئی جہاں سے وہ چلی تھی۔ اب تو اس کے ہوش
اڑنے لگے کہ کیبٹی کہاں گم ہو گئی ہے؟

اگر وہ اس غار کی بھول بھلیوں میں نہیں ہے تو پھر
کہاں ہو گی؟ اس نے کیبٹی کو ایک بار پھر آوازیں دینا
شروع کر دیں۔ غار میں ماریا کی آواز گونجنے لگی مگر کیبٹی
کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا۔ یا خدایا یہ کیا ہو گیا؟ کیبٹی
کہاں چلی گئی؟ کیا اس غار میں کوئی خفیہ طلسم رکھا گیا
ہے؟ کیا اس غار میں کوئی آسیب رہتا ہے؟ کیا یہاں
بھوتوں کا قبضہ ہے؟ اگر ایسا ہے تو وہ ماریا کے سامنے
کیوں نہیں آتے؟

ماریا غار کے منہ پر آ کر بددل اور پریشان ہو کر بیٹھ گئی۔
بارش اسی طرح موسلا دھار ہو رہی تھی۔ ذرا سی کم نہ ہوتی

تھی۔ رات کے اندھیرے میں درختوں سے پانی کی آبشاریں نیچے
گر رہی تھیں۔ یہ سوچ کر ماریا کا دل نڈھال سا ہو رہا تھا کہ
اتنی دیر بعد کیٹی اسے ملی اور پھر جدا ہو گئی۔ کبھی اسے
کیٹی پر سخت غصہ آتا کہ اس نے اس کی نصیحت کیوں نہ
مانی اور غار کے اندر کیوں چلی گئی؟

لیکن اب غصہ کرنے سے کوئی فائدہ نہیں تھا۔ کیٹی سے غلطی
ہو گئی تھی۔ جو ہونا تھا ہو چکا تھا۔ بہرحال ماریا نے فیصلہ کیا کہ وہ
اس جگہ بیٹھ کر کیٹی کا انتظار کرے گی

ماریا نے تین دن اس غار کے منہ پر بیٹھ کر کیٹی کا
انتظار کیا۔

جب اسے یقین ہو گیا کہ کیٹی کسی نئی الجھن یا مصیبت
میں پھنس گئی ہے اور اب کم از کم اس غار میں واپس
کبھی نہیں آئے گی تو وہ وہاں سے اٹھی اور اس نے پہاڑی
کے ارد گرد ایک چکر لگایا۔ اوپر گئی۔ چوٹی پر جا کر پہاڑ کی
ڈھلان کو غور سے دیکھا۔ نیچے آ کر پورا جائزہ لیا۔ مگر پہاڑ میں
کہیں بھی کوئی شگاف یا کسی غار کا منہ نہیں تھا۔ اب جب
وہ غار میں واپس آئی تو دیکھا کہ اس غار کا منہ بھی بھاری
پتھر سے بند ہو چکا تھا۔

وہ حیران ہوئی کہ یہ منہ کس نے بند کر دیا؟ غار کے
آگے پتھر کس نے رکھ دیا؟ معمہ اور زیادہ پُراسرار ہو رہا تھا
ماریا کے لیے وہاں ٹھہرنا اپنا وقت ضائع کرنے کے برابر
تھا۔ وہ آگے چل کر، آگے سفر کر کے کیٹی کو تلاش کر سکتی
تھی۔ کیوں کہ ایک بات کا اسے یقین ہو چلا تھا کہ کیٹی اس
غار کے اندر نہیں ہے اور ضرور کسی دوسری دنیا میں نکل
گئی ہوئی ہے۔

وہ ہوا میں اڑ کر بھی ساحل سمندر تک جا سکتی تھی۔ مگر
وہ دریا میں سفر کر کے جانا چاہتی تھی۔ اس طرح امید تھی
کہ ہو سکتا ہے راستے میں اسے کیٹی کا کوئی سراغ مل جائے۔
چنانچہ وہ دریا پر آ گئی۔ کشتی کو سیدھا کر کے اسے دریا میں
ڈالا اور اس میں سوار ہو کر اسے سمندر کے رُخ پر لہروں
کے بہاؤ کے حوالے کر دیا۔

یہ ایک عجیب کشتی تھی جو دیکھنے والے کو دور سے
خالی لگتی مگر بالکل سیدھ میں اس طرح سے بہی جا رہی
تھی جیسے کوئی اسے کنٹرول کیے ہوئے ہو۔ اور اس میں
کوئی شک بھی نہیں تھا کہ ماریا نے کشتی کو قابو میں رکھا
ہوا تھا۔ جس وقت کشتی کنارے کی طرف جانے لگتی۔ ماریا
اسے دوبارہ دریا کے بیچ میں لے آتی۔

اب ہم واپس کیٹی کی طرف جاتے ہیں۔ رقاصہ دیوی پاؤں میں گھنگھروؤں کو جھنجھناتی، کیٹی کا ہاتھ پکڑے اسے غار میں لگے ہی آگے لیے جا رہی تھی۔ روشنی کا دائرہ جو پہلے دُور سے نظر آتا تھا اب بڑا ہو گیا تھا اور اس میں سے روشنی اندر آ رہی تھی۔ یہ روشنی زرد اور سرخ تھی۔ جیسے کہیں بہت بڑے الاؤ جل رہے ہوں۔

جب کیٹی غار سے باہر نکلی تو کیا دیکھتی ہے کہ سامنے ایک بہت بڑا مندر ہے جس کی سیڑھیاں اوپر تک چلی گئی ہیں۔ مندر کی دونوں جانب آگ کے الاؤ روشن ہیں رات چھائی ہوئی ہے۔ بارش کا کہیں نام و نشان تک نہیں مندر کی سیڑھیوں کی دونوں جانب تھوڑے تھوڑے فاصلے پر بیل کی مورتیاں بنی ہیں۔ جن کی آنکھیں انگاروں کی طرح دہک رہی ہیں۔ رقاصہ کیٹی کو لے کر سیڑھیوں چڑھنے لگی کیٹی نے کہا: "آخر تم لوگ کون ہو؟ مجھے کہاں لیے جا رہی ہو؟ تم میری بات کا جواب کیوں نہیں دیتی ہو؟"

رقاصہ کے چہرے پر ایک پُراسرار سی مسکراہٹ تھی اور اس کے ہاتھ کی گرفت مضبوط ہو گئی تھی۔ کیٹی کو محسوس ہو رہا تھا جیسے اس کا ہاتھ لوہے کے کسی شکنجے میں آگیا

ہے۔ پچاس ستر کے قریب سیڑھیاں چڑھنے کے بعد وہ مندر کے دروازے میں داخل ہوئی۔ کیٹی نے دیکھا کہ اندر ایک نیچی چھت والا لمبا کمرہ ہے جس کے کونوں میں آگ کے الاؤ روشن ہیں۔ مگر کمال کی بات یہ تھی کہ اندر کی فضا میں نہ تو گرمی تھی اور نہ ہی دم گھٹ رہا تھا۔

سامنے ایک اونچا تخت لگا تھا۔ اس تخت کے اردگرد چار نہایت معصوم شکل والی لڑکیاں زرق برق لباس پہنے بالکل بت بنی کھڑی ہیں۔ کالے رنگ کے بھدے ہونٹوں اور مکروہ مونچھوں والے چار آدمی ہاتھوں میں ننگی تلواریں لیے تخت کے آگے پہرہ دے رہے ہیں۔ تخت پر کوئی بھی نہیں بیٹھا ہوا۔

رقاصہ نے کیٹی کو تخت کے سامنے لاکر کھڑا کر دیا۔ چاروں آدمیوں نے اپنے منہ سے باری باری ایسی بھیانک آواز نکالی کہ جس طرح کوئی منحوس اُلو آدھی رات کو بولتا ہے۔ کیٹی نے رقاصہ سے اپنا ہاتھ چھڑانا چاہا کہ وہاں سے فرار ہو جائے مگر وہ اپنا ہاتھ نہ چھڑا سکی۔ اس کا ہاتھ لوہے کے شکنجے میں جکڑا ہوا لگتا تھا۔ اسے محسوس ہوا کہ اگر اس نے زیادہ زور لگایا تو اس کا ہاتھ کلائی سے الگ ہو جائیگا۔

اُلو کی انسانی آوازوں پر سامنے والی دیوار میں سے ایک

ریچھ نما انسان نمودار ہوا جس کے جسم پر گھنے بال تھے اور جس نے صرف ایک لنگوٹ پہن رکھا تھا۔ اس کی آنکھیں زرد تھیں اور ایک دانت باہر نکلا ہوا تھا۔ سر پر سرکنڈوں کی طرح بال کھڑے تھے اور ہاتھ میں آگے سے مڑی ہوئی تلوار تھی۔ اس نے کیٹی کو بھرپور نظر سے دیکھا اور تخت پر آلتی پالتی مار کر بیٹھ گیا اور بولا:

"رقص شروع کرو۔ اس رانی کو ہمارے پاس لے آؤ"

چاروں لڑکیاں چبوترے سے اتر کر رقص کرنے لگیں۔ رقاصہ دیوی ان کے درمیان میں تھی۔ کیٹی باہر کو بھاگی تو چاروں ننگی تلواروں والے آدمیوں نے کیٹی کو دبوچ لیا اور اٹھا کر ریچھ نما منحوس انسان کے پاس تخت پر لا کر ڈال دیا۔

○

○ کیٹی اس منحوس جگہ سے کیسے فرار ہوئی؟

○ ماریا دریا میں بہتے ہوئے کہاں جا نکلی؟

○ عنبر اور ناگ کو الگ الگ سفر میں کیسے سنسنی خیز واقعات پیش آئے اور ان چاروں کی آپس میں کن حیران کن حالات میں ملاقات ہوئی؟

یہ آپ عنبر ناگ ماریا کی اگلی قسط نمبر ۹۲ "نقلی ماریا" میں پڑھینگے۔

مصنف: اے حمید

عنبر ناگ ماریا

کے ۵ ہزار سالہ سفر کی
پُراسرار اور سنسنی خیز داستان

۱۔ لاش سے ملاقات ۵/-
۲۔ جہاز ڈوب گیا ۵/-
۳۔ مندر کی چڑیل ۵/-
۴۔ پُراسرار غار کی مُورتی ۵/-
۵۔ ناگ لندن میں ۵/-
۶۔ تابُوت میں سانپ ۵/-
۷۔ موت کا دریا ۵/-
۸۔ سانپ کا انتقام ۵/-
۹۔ سانپ کی آواز ۵/-
۱۰۔ ناگ کا قتل ۵/-
۱۱۔ شاہ بلوط کا خزانہ ۵/-
۱۲۔ پتھر کا ہاتھ ۵/-
۱۳۔ طوفانی سمندر کا بھوت ۵/-
۱۴۔ ڈائنا سورس کا جزیرہ ۵/-
۱۵۔ سیاہ پوش سایہ ۵/-
۱۶۔ انسانی بلی ۵/-
۱۷۔ سانپوں کا جنگل ۵/-
۱۸۔ ماریا اور بن مانس ۵/-
۱۹۔ قبر نما انسان ۵/-
۲۰۔ لکشمی دیوی کا انتقام ۵/-
۲۱۔ ناگ اور جادُوئی ترشول ۵/-
۲۲۔ ناگ عنبر مقابلہ ۵/-
۲۳۔ لاش کی چیخ ۵/-
۲۴۔ آسیب کی رات ۵/-
۲۵۔ ۹۹ سیڑھیوں کا راز (سلور جوبلی نمبر) ۱۵/-
۲۶۔ عنبر پھانسی کی کوٹھڑی میں ۵/-
۲۷۔ ماریا اور جادُوگر سانپ ۵/-
۲۸۔ نقلی ناگ کی سازش ۵/-
۲۹۔ بابل کی بد رُوحیں ۵/-
۳۰۔ قبر کی دُلہن (خاص نمبر) ۷/۵۰
۳۱۔ آدھا گھوڑا آدھا انسان ۵/-
۳۲۔ ناگ ناگن مقابلہ ۶/-
۳۳۔ ایک آنکھ والی عورت ۶/-
۳۴۔ مُردوں کی شہزادی ۶/-
۳۵۔ سانپوں کا دربار ۶/-
۳۶۔ قبر اور ڈھانچہ ۶/-
۳۷۔ عقرب دیوتا کا پجاری ۶/-
۳۸۔ کٹا ہُوا زندہ ہاتھ ۶/-
۳۹۔ عنبر لاہور میں ۶/-
۴۰۔ چڑیلوں کی ملکہ (خاص نمبر) ۱۳/-
۴۱۔ مُردہ ہونٹ اور ماریا ۱۰/-
۴۲۔ رات کا کالا کفن ۶/-
۴۳۔ کھنڈرات کی بد رُوحیں ۶/-
۴۴۔ ممباطوش اور ناگ ۶/-
۴۵۔ ماریا سونے کی مُورتی ۶/-
۴۶۔ ناگ غائب ہو گیا ۷/۵۰
۴۷۔ خون کی آبشار ۷/۵۰
۴۸۔ شیشے کی آنکھ پتھر کا دل ۷/۵۰
۴۹۔ خونی لومڑی ۷/۵۰
۵۰۔ کھوپڑیوں کا محل (گولڈن جوبلی نمبر) ۱۵
۵۱۔ ماریا بوتل میں بند ہوگئی ۷/۵۰
۵۲۔ خون کی پیاس ۷/۵۰
۵۳۔ ناگ اور سُپرمین ۷/۵۰
۵۴۔ پتھریلی آنکھ والا جاسوس ۷/۵۰
۵۵۔ ناگ اور ناگن رنگامتی ۷/-
۵۶۔ چار پُراسرار سپیرے ۷/-
۵۷۔ اِمبا دیوی کی مُورتی ۶/-
۵۸۔ خفیہ منتر کی تلاش ۷/-
۵۹۔ موت کا وعدہ ۷/۵۰
۶۰۔ اور قبر کھُل گئی ۷/۵۰
۶۱۔ لاش کا دوسرا جنم ۶/-
۶۲۔ ماریا قتل ہوگئی ۷/-
۶۳۔ خالی تابُوت یاقوتی سانپ ۶/-
۶۴۔ ماریا اور ممی کی لاش ۷/۵۰
۶۵۔ نیلی قبر کا خفیہ راستہ ۷/۵۰
۶۶۔ عنبر سانپ بن گیا ۶/-
۶۷۔ عنبر اور ڈسکو مُردے ۷/۵۰
۶۸۔ کیٹی پھانسی کے تختے پر ۷/۵۰
۶۹۔ عنبر انگوٹھی میں اُتر گیا ۶/-
۷۰۔ دیوی روشنک کے اژدہا ۷/۵۰
۷۱۔ عنبر کا سر کٹ گیا ۷/۵۰
۷۲۔ چنگیز خان لاہور میں ۱۰/-
۷۳۔ دیوتا قتلام پر قربان کردو ۷/۵۰
۷۴۔ ماریا سانپ بن گئی ۷/۵۰
۷۵۔ روح اور سانپوں والے بہن بھائی (خاص نمبر) ۱۵/-
۷۶۔ ماریا انارکلی میں ۷/۵۰
۷۷۔ قبر، مرتبان اور ہڈیاں ۷/۵۰
۷۸۔ سیاہ کفن پوش بلا ۷/۵۰
۷۹۔ پُراسرار فرعون کا ڈھانچہ ۷/۵۰
۸۰۔ طلسمی تختی اور سانپوں کا غار ۷/۵۰
۸۱۔ قفل والا پراسرار چہرہ ۷/۵۰
۸۲۔ ڈاکو سیاٹا اور عابدہ کا پُتلا ۷/۵۰
۸۳۔ روتی آنکھوں والا چراغ ۷/۵۰
۸۴۔ کھوپڑی پر جلتی موم بتی ۷/۵۰
۸۵۔ زرد آنکھوں والی پُراسرار عورت ۷/۵۰
۸۶۔ رشی بال کی روح اور بن مانس ۷/۵۰
۸۷۔ اژدہا اور عیار پجاری ۷/۵۰
۸۸۔ انسانی سر والا چمگادڑ ۷/۵۰
۸۹۔ شرطوم سپیرا اور نیلا ناگ ۷/۵۰
۹۰۔ خوفناک سمندری آنکھ ۷/۵۰
۹۱۔ ناگن مجھے کاٹو ۷/۵۰
۹۲۔ نقلی ماریا ۷/۵۰
۹۳۔ جاسوس سانپ ۷/۵۰
۹۴۔ سامری کے اژدہا ۷/۵۰
۹۵۔ سمندری جوگن ۷/۵۰
۹۶۔ عنبر ناگ ماریا کراچی میں ۷/۵۰
۹۷۔ عنبر ناگ کو قتل کردو ۷/۵۰

نیا مکتبہ اقراء : ۱۴/بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور ۸

اے حمید

نیا مکتبہ اقرا

ناگ، ماریا اور عنبر کی واپسی
کے پانچ ہزار سالہ سفر کی سنسنی خیز داستان

نقلی ماریا

اے حمید

ترتیب و پیشکش
محمد ارشد
پاکستان ورچوئل لائبریری

قیمت : ۵/۵۰ روپے
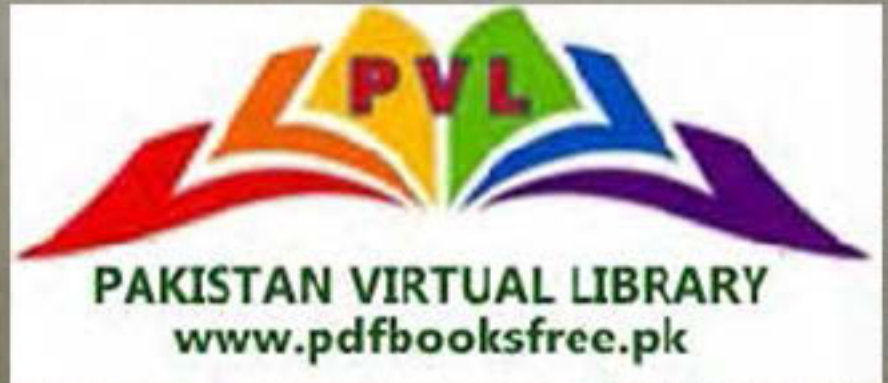
پیارے دوستو!

عنبر ناگ ماریا اور کیٹی اپنے پانچ ہزار سال کے دلچسپ سفر پر چلے جا رہے ہیں۔ شیش ناگ نے ناگ کے اختیارات چھین لیے ہیں۔ دنیا کا کوئی سانپ اب ناگ کا حکم نہیں مانتا۔ اس بار ناگ کا شیش ناگ سے مقابلہ ہونے والا ہے۔ ماریا ایک سنسنی خیز حادثے کے بعد ایک ایسے جنگل میں پہنچتی ہے جہاں ایک بحری ڈاکو عورت رنگولی کی لاش جلائی جا رہی ہے۔ لاش کو ابھی آگ نہیں لگی تھی کہ ماریا سے ایک غلطی ہو گئی اور لاش اپنی جلتی ہوئی چتا سے اٹھی اور اس نے ماریا سے لپٹ کر اسے اپنے اندر جذب کر لیا۔ لاش زندہ ہو گئی۔ اب وہ آدھی ماریا تھی اور آدھی بحری ڈاکو عورت رنگولی تھی۔

کیٹی اپنی نادانی کی وجہ سے ایک ایسی ناگن کے روپ میں ظاہر ہو گئی جسے ایک بھیڑیے نے پکڑ لیا اور وہ اسے لے کر اپنے ڈیرے کی طرف چل دیا۔ اس کے بعد کیا کیا سنسنی خیز، رونگٹے کھڑے کر دینے والے واقعات پیش آئے، یہ آپ پڑھیں گے تو لطف اٹھا سکیں گے۔

اے حمید

نیلے رنگ کا خون نکل آیا جس میں سرخی بہت کم تھی۔ یامو حیرت
سے خون کو تکنے لگا پھر چلایا:
"یہ عورت آکاش کی اپسرا ہے۔ دیوتا نے میرے لیے
آکاش سے اسے بھیجا ہے۔ آکاش پر جو دیویاں رہتی
ہیں ان کا خون نیلا ہوتا ہے"
اور اس نے کیٹی کے بازو سے نکلنے والے خون کو اپنے
مکروہ ہونٹ لگا کر پی لیا۔ کیٹی اچھل کر پرے ہوئی تو یامو نے
اپنی چھاتی کا ایک لمبا بال توڑ کر اسے پھونک مار کر ہوا
میں اچھالا۔ بال کیٹی کے سر کے اوپر آکر رک گیا اور پھر
اس کے اندر سے نیلے رنگ کی ایک شعاع نکل کر کیٹی کے
جسم پر پڑی اور وہ بے ہوش ہو کر تخت پر گر پڑی۔
یامو خوشی سے چیخنے لگا۔
"یہ اپسرا میری بیوی بن چکی ہے۔ رقص کرو۔ خوشیاں
مناؤ۔ ہا ہا ہا"
رکھشش بھی دوسری رقص کرنے والی عورتوں کے ساتھ مل
کر ناچنے لگے۔ وہ دیوی رقاصہ جو آتش فشاں غار سے کیٹی کو
پکڑ کر یامو کے دربار میں لائی تھی یامو کے تخت کے پاس
آکر جھکی اور بولی:
"یامو دیوتا۔ اس انسانی دنیا میں آئی ہوئی اپسرا کے

ساتھ شادی مبارک ہو۔ مگر تم نے تو مجھ سے وعدہ
کیا تھا کہ اگر میں کسی عورت کو پکڑ کر تمہارے پاس
لے آؤں تو تم اس کی قربانی دینے کے بعد مجھ
سے شادی کر لو گے"
یامو دیوتا نے بھیانک قہقہہ لگایا اور کہنے لگا:
"کچن — تم عمر میں بڑی ہو گئی ہو۔ یہ عورت تم سے
زیادہ خوبصورت ہے۔ میں تم سے بیاہ نہیں کر سکتا۔
دفع ہو جاؤ میری آنکھوں کے سامنے سے"
دیوی رقاصہ جس کا نام کچن تھا ادب سے سر جھکا کر بولی:
"یامو دیوتا کا ہر حکم سر آنکھوں پر۔ شادی مبارک ہو"
کچن رقاصہ خاموشی سے سر جھکا کر پیچھے ہٹ گئی اور
دوسری عورتوں کے ساتھ مل کر خوشی کے رقص میں شامل ہو گئی
مگر اس کے دل میں یامو دیوتا کے خلاف نفرت کی گرہ پڑ
پڑ گئی تھی اور وہ اس سے بدلہ لینے کے بارے میں سوچ رہی
تھی۔ وہ یہ اچھی طرح سے جانتی تھی کہ یامو دیوتا کی طاقت
بے حساب ہے اور اسے شکست دینا کوئی آسان بات نہیں ہے۔
پھر بھی کچن کا دل انتقام کی آگ میں جلنے لگا تھا۔
کیٹی کو یامو کے زمین کے اندر بنے ہوئے شاہی محل میں
پہنچا دیا گیا۔ یہاں دو عورتوں نے کیٹی کو ایک خاص عرق سنگھایا

ہوں۔ کیا تم تیار ہو؟

کیٹی ایک دم سے اٹھ کھڑی ہوئی/ بولی:

"میں تو ایک پل کے اندر اندر یہاں سے فرار ہو جانا چاہتی ہوں۔ کنچن بہن! میں تمہارا احسان ساری زندگی نہیں بھولوں گی۔ مجھے یہاں سے نکال دو۔"

کنچن نے اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر آہستہ سے کہا:

"اونچی مت بولو۔ میرے ساتھ آؤ۔"

وہ کیٹی کو ایک خفیہ دروازے سے نکال کر ایک کوٹھڑی میں لے گئی جہاں دیوار میں ایک بندر کی مورتی بنی ہوئی تھی۔ کنچن نے لکڑی کے ایک صندوق میں سے ایک لکڑی کی سرمے دانی نکالی اور کہا:

"جلدی سے اس سرمے کی ایک ایک سلائی اپنی آنکھوں میں پھیر لو۔ اس کی وجہ سے جب تم یامو دیوتا کی سرحد سے باہر نکلو گی تو اندھی نہیں ہو گی۔"

اگرچہ کیٹی کو اس عورت پر کوئی زیادہ بھروسہ نہیں تھا مگر وہ سوچنے لگی کہ ہو سکتا ہے یہ عورت جلاپے کی وجہ سے ایسا کر رہی ہو۔ ہو سکتا ہے وہ خود یامو دیوتا سے شادی کرنا چاہتی ہو اور اس طرح سے کیٹی کو راستے سے ہٹا کر اپنا راستہ صاف کر رہی ہو۔ کیٹی نے سرمے کی ایک ایک سلائی اپنی آنکھوں میں

پھیر لی اور کہا:

"کنچن! کیا تم مجھ سے دھوکہ تو نہیں کر رہی ہو؟"

کنچن نے کہا: "اگر دھوکہ کرنا ہوتا تو تمہیں آتش فشاں غاروں سے نکال کر یہاں تک نہ لاتی۔"

پھر اس نے کیٹی کو بتایا کہ یامو نے اس سے شادی کا وعدہ کیا تھا اور اب اس وعدے کو بھلا کر اس سے بیاہ رچا رہا تھا۔ آخر وہی بات نکلی جو کیٹی نے سوچی تھی۔ اب اس کا فرار یقینی ہو گیا تھا۔ اگر کنچن کا راز فاش نہ ہو جائے اور یامو دیوتا کو اپنے جادو کے ذریعے اس خطرناک منصوبے کی خبر نہ ہو جائے۔

لیکن کنچن آخر وہاں کی رہنے والی تھی۔ وہ وہاں کے سارے بھید اور اسرار جانتی تھی۔ اپنی طرف سے اس نے سارا بندوبست کر رکھا تھا کہ یامو دیوتا کو کیٹی کے فرار کا اس وقت تک علم نہ ہو جب تک کہ وہ اس کے جادو کی سرحد سے باہر نہیں نکل جاتی۔

رقاصہ کنچن نے کیٹی کو سیاہ چادر دی اور کہا کہ اس چادر میں اپنے جسم کو ڈھانپ لے۔ کیٹی نے ایسا ہی کیا۔ صرف اس کی آنکھیں ہی چادر میں سے نظر آتی تھیں۔ رقاصہ کنچن نے بندر کی مورتی کے آگے ماتھا ٹیکا اور کہا:

بھگوان! میری مدد کر۔ یامو نے وعدہ خلافی کی ہے۔
تو اس کو سزا دے اور مجھے کامیاب کر۔
پھر اس نے کیٹی کو اپنے پیچھے آنے کا اشارہ کیا۔ کوٹھری
سے ذرا ہی بندر کی مورتی کے پیچھے سے ایک گول سوراخ
سے نیچے راستہ جاتا تھا۔ یہاں سے گزر کر وہ دونوں ایک
تنگ سرنگ میں آ گئیں جہاں گھپ اندھیرا تھا۔ کیتھن نے
کیٹی سے کہا:

ڈرنا نہیں۔ چلتی چلی آؤ۔

سرنگ ختم ہوئی تو سامنے ایک کالے سیاہ درختوں سے
بھرا جنگل آ گیا۔ کیٹی نے اتنے کالے سیاہ درخت کبھی نہیں
دیکھے تھے۔ یہاں آسمان بھی کالا سیاہ تھا۔ ایک پہاڑ بائیں طرف
کھڑا تھا جس میں سے دھواں نکل رہا تھا۔

کیتھن نے کہا: انھیں سامنے جو کالے درختوں کی ایک
قطار نظر آ رہی ہے یہاں یامو کے جادو کی حد ختم
ہوتی ہے۔ تم خوش قسمت ہو کہ یامو کا یہاں سے نکلنے
میں کامیاب ہو رہی ہو۔ اس سے پہلے تم جیسی
کئی عورتوں کو یہاں قربان کیا جا چکا ہے۔ اب
جتنی جلدی ہو سکے یہاں سے بھاگ کر ان کالے
درختوں کی قطار پار کر جاؤ۔ اس کے بعد تم

آزاد ہو گی۔

کیٹی نے کیتھن کا شکریہ ادا کرنا چاہا تو وہ بولی:
بھگوان کے لیے جلدی کرو۔ یہ وقت شکریہ ادا کرنے
کا نہیں ہے۔

کیٹی رنگے کے منہ میں سے نکل کر کالے درختوں کی
طرف بھاگی ہی تھی کہ آسمان پر ایک گڑگڑاہٹ ہوئی اور اچانک
ریچھ نما انسان یامو اس کے سامنے آ گیا۔ غصے سے اس کی
آنکھوں سے چنگاریاں نکل رہی تھیں۔ اس کے ہاتھ میں لوہے
کا ترشول تھا۔ اس نے چیخ ماری۔ کیٹی دہشت سے زمین پر
گر پڑی۔ یامو نے ترشول کا رُخ کیتھن کی طرف کر دیا جو واپس
غار کی طرف بھاگ اٹھی تھی۔ مگر اس کا وقت پورا ہو گیا
تھا۔ ترشول میں سے ایک قہر آلود روشنی نکل کر شعلے کی
طرح کیتھن کے جسم سے ٹکرائی اور وہ خود شعلہ بن کر بھڑک
اٹھی۔ کیتھن کی چیخوں سے سارا جنگل گونج اٹھا۔

کیٹی ششدر رہ گئی۔ اسے کیتھن کی موت کا شدید صدمہ
ہوا مگر وہ کچھ نہیں کر سکتی تھی۔ اس پر ابھی تک یامو کے جادو
کا اثر تھا۔ اس کی طاقت بحال نہیں ہوئی تھی۔ اس نے آگے
بڑھ کر یامو پر وار کرنا چاہا لیکن ترشول کی روشنی سے ٹکرا
کر جلنے کی بجائے نیچے گر پڑی۔ یامو نے چلّا کر کہا:

"تم یہاں سے کبھی نہیں نکل سکو گی۔ کنجن کو اس کی غداری کی سزا مل گئی ہے۔ اب تم نے دوبارا بھاگنے کی کوشش کی تو تمہارا بھی یہی انجام ہوگا:"

کیٹی اٹھ کر کالے درختوں کی قطار کی طرف بھاگی۔

یامو نے اپنا لمبا ہاتھ کیا۔ اس کا بازو اتنا لمبا ہوگیا کہ اس نے کیٹی کو درختوں کے قریب ہی دبوچ لیا اور لے اٹھا کر واپس لے آیا۔ کیٹی یامو درندے کے ہاتھ میں جکڑی ہوئی تھی۔ وہ اسے لے کر ریچھ کی طرح غصے سے خرخراتا منہ سے جھاگ اڑاتا غار کی طرف بڑھا۔

کیٹی نے آسمان کی طرف دیکھ کر چلاتے ہوئے کہا:

"آخر تم میری مدد کیوں نہیں کرتے؟ کیا تم مجھے تکلیف ہی دینے کے لیے ہو؟ کیا تم میرے دوست نہیں ہو؟"

اچانک کیٹی کو چھلی جن کی بھاری آواز سنائی دی۔

"کیا دوست دوست لگا رکھا ہے تم نے:"

چھلی جن کی آواز سن کر کیٹی کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا یامو دیوتا نے جن کی آواز سنی تو وہیں رک گیا اور اوپر دیکھا اسے کچھ نظر نہ آیا، کیونکہ جن نے اپنا آپ ظاہر نہیں کیا تھا۔ یامو کیٹی کو د[illegible] کر سرنگ کے منہ پر پہنچا

ہی تھا کہ کسی نے اسے گردن سے پکڑ کر اوپر اٹھا کر جھٹکا دیا۔ کیٹی اس کے ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے گر پڑی۔

اس نے دیکھا کہ یامو ہوا میں لٹکا ہاتھ پاؤں مار رہا تھا۔ چھلی جن نے اسے ہوا میں اٹھا رکھا تھا اور زور زور سے جھٹکے دے رہا تھا۔ یامو نے بلند آواز میں طلسمی منتر پڑھنے شروع کر دیے۔

"اشروم۔ ون کنا رامن۔ اشروم:"

چھلی جن کی آواز گونجی:

"کیا اشروم اشروم لگا رکھی ہے تم نے:"

اور چھلی جن نے یامو کو ایک ایسا جھٹکا دیا کہ اس کا جسم چار ٹکڑوں میں تقسیم ہو کر نیچے گر پڑا۔ یامو کے مرتے ہی جنگل کے سارے کالے درختوں میں تیز آندھی چلنے لگی۔ اور ایسی چیخیں بلند ہوئیں کہ کیٹی کا بھی دل دہل گیا۔ وہ زمین پر لیٹ گئی۔ کیونکہ کالی آندھی درختوں کو جڑوں سے اکھاڑ رہی تھی۔ غار کے اندر سے آگ کے شعلے لپکنے لگے تھے۔

پھر کیٹی کی آنکھوں کے سامنے سرنگ کے اوپر والی پہاڑی ایک بھیانک آواز کے ساتھ گر پڑی اور اس کے اوپر بنا ہوا مندر وغیرہ سب تباہ و برباد ہو گئے۔ کیٹی زمین پر اوندھے منہ پڑی رہی۔

جب تندی بھی تو اس نے پھر اٹھ کے دیکھا۔ پہاڑی کے
ملبے میں دبے ابھی تک دھواں اٹھ رہا تھا۔ جہاں گھنے درخت
کا بیب جنگل تھا وہاں اب کوئی درخت نہیں تھا۔ زمین
پر اونچے نیچے گڑھے پڑ چکے تھے اور آسمان کا رنگ جو
پہلے کالا سیاہ تھا اب نیلا ہو گیا تھا اور دھوپ چمک
رہی تھی۔

کیٹی کو اپنے جسم میں پھر سے طاقت محسوس ہو رہی تھی۔
اس کا دل چھلی جن کی محبت سے بھر گیا۔ اگر اس وقت
وہ اس کی مدد کرنے نہ آتا تو خدا جانے وہ بچھو نما بلا
اس کے ساتھ کیا سلوک کرتا۔ مگر اسے رقاصہ پیکن کے مر
جانے کا بڑا دکھ تھا۔ اس نے کیٹی کی مدد کرتے ہوئے
اپنی جان دے دی تھی۔ کاش! وہ زندہ ہوتی۔

کیٹی زمین پر سے اٹھی اور اس نے گڑھوں میں سے
گزرتے ہوئے ایک طرف چلنا شروع کر دیا۔ اسے اپنی منزل
کی کوئی خبر نہیں تھی۔ اس نے ایک دو بار چھلی جن کو
آواز بھی دی اور اس کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہا مگر عجیب و غریب
چھلی جن کیٹی کی جان بچانے کے بعد اپنی عادت کے مطابق
ایک بار پھر غائب ہو گیا تھا۔

کیٹی اب اس دریا کی تلاش میں تھی جس میں کشتی ڈال

کر وہ اور ماریا سمندر کی طرف جا رہے تھے۔ اسے ماریا کا
بھی خیال ستا رہا تھا کہ خدا جانے وہ اس کا انتظار کرنے
کے بعد ناامید ہو کر کہاں چلی گئی ہو گی۔ کیٹی کا دل کہہ
رہا تھا کہ وہ ضرور دریا میں سفر کر رہی ہو گی۔ لیکن وہ
دریا کیٹی کو کہیں نظر نہیں آ رہا تھا۔ علاقہ بھی کچھ بدلا
بدلا سا تھا۔ نہ وہ اونچے اونچے گھنے درخت تھے۔ اور نہ
ویسی سرسبز پہاڑیاں تھیں۔

کیٹی کو بھوک اور پیاس تو نہیں ستا رہی تھی مگر وہ ایک
بات سے بڑی پریشان تھی۔ وہ بات یہ تھی کہ اس کے
کپڑے کافی میلے اور خراب ہو چکے تھے۔ اب اس کا خلائی
لباس تو تھا نہیں۔ وہ تو خدا جانے کہاں گم ہو چکا تھا۔
اس نے وہی عراق اور شام کی عورتوں کی طرح شلوار کے
اوپر ایک لمبا کرتہ پہن رکھا تھا جو جگہ جگہ سے پھٹ گیا
تھا۔ وہ چاہتی تھی کہ راستے میں کوئی بستی نظر آئے تو وہ وہاں
کسی عورت سے پہننے کو کچھ کپڑے مانگے۔

اس کے پاس روپیہ پیسہ بھی نہیں تھا۔ وہ راجہ پورس
کے زمانے کے ہندوستان میں تھی اور اسے یہ بھی معلوم نہیں
تھا کہ وہ اس ملک ہندوستان کے کسی علاقے میں سفر کر رہی
ہے۔ میدان کے پار ایک ندی بہہ رہی تھی۔ کیٹی نے دیکھا کہ

ندی کے اوپر بانس کا ایک چھوٹا پل بنا ہوا ہے۔ وہ پل پر
سے گزر کر ندی کی دوسری طرف چلی گئی۔ یہاں کہیں کہیں
بانس کے درختوں کے جھنڈ تھے اور ایک خشک نالہ تھا جس
میں گول گول پتھر بکھرے پڑے تھے۔

کیٹی نالے کے کنارے کنارے چلتی گئی۔ آگے اسے کھیتوں
میں کسان ہل چلاتے دکھائی دیے۔ قریب ہی ایک بستی کے
کچے مکان تھے اور ایک مندر بنا ہوا تھا جس کے اوپر زرد
رنگ کا ایک جھنڈا بانس کے ساتھ بندھا ہوا لہرا رہا تھا۔
کیٹی بستی میں داخل ہوئی تو ایک مکان کے صحن میں کچھ
عورتیں بیٹھی تھیں۔ ان میں سے ایک عورت رو رہی تھی۔
اس نے اپنے چھ سات برس کے کالے سے لڑکے کو اپنے
سینے سے لگا ہوا تھا۔ لڑکا بھی بڑا سہما ہوا تھا۔ کیٹی نے دل
میں سوچا کہ یہ کیا معاملہ ہے۔ یہ بے چاری اپنے بچے کو سینے
سے لگائے کیوں رو رہی ہے؟

وہ اس کچے مکان کے صحن میں داخل ہو گئی۔ مشکل یہ
تھی کہ جب تک ان عورتوں میں سے کوئی بات نہ کرتی،
کیٹی ان کی زبان میں بات نہیں کر سکتی تھی۔ وہ پوچھنا چاہتی
تھی کہ یہ عورت کیوں رو رہی ہے۔ مگر وہ ابھی تک ان کی
زبان نہیں جانتی تھی۔ کیٹی ان عورتوں کے پاس جا کر کھڑی

ہو گئی۔

عورتوں نے کیٹی کے لباس کو دیکھا تو سمجھ گئیں یہ کسی
دوسرے ملک کی عورت ہے۔ کیونکہ ان عورتوں نے ساڑھیاں
پہن رکھی تھیں۔ ایک عورت نے کیٹی کی طرف دیکھ کر اپنی
زبان میں پوچھا:

"تم کون ہو بہن اور ہم دکھی عورتوں کے پاس
کیوں آئی ہو؟"

ان کی زبان کے الفاظ کیٹی کے کانوں میں پڑے تو وہ
ان کی زبان سمجھ گئی۔ اس نے کہا:

"میں مسافر ہوں یہاں سے گزر رہی تھی کہ رونے
کی آواز سنی۔ کیا میں پوچھ سکتی ہوں کہ یہ عورت
اپنے بچے کو سینے سے لگا کیوں رو رہی ہے؟"

رونے والی عورت نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ تو اپنے
بچے کو چھاتی سے لگائے آنسو بہائے جا رہی تھی۔ دوسری
عورت نے کہا:

"بہن! تم ہماری زبان بھی جانتی ہو؟"

کیٹی نے کہا: "میں تمہارے ملک کی بہت سیاحت
کر چکی ہوں اور یہاں کی کئی زبانوں میں بات کر
سکتی ہوں لیکن تم نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔

اس عورت کو کون سا دُکھ ہے کہ اس کے آنسو
نہیں تھمتے؟"

وہ عورت افسوس بھرے لہجے میں بولی:

"تمہیں کیا بتائیں بہن۔ یہ غریب عورت بیوہ ہے۔
اس کا ایک ہی بیٹا ہے جو یتیم ہے۔ تھوڑی دیر
ہوئی یہاں ایک سپیرا سانپوں کی پٹاری بغل میں
دبائے بین بجاتا آیا تھا۔ اس نے بھیک مانگی
تو اس عورت کے یتیم بچے نے اسے کہا کہ
ہمارے پاس کچھ نہیں ہے۔ یہ سن کر سپیرا ناراض
ہو گیا۔ اس نے بچے کی قمیص کا ایک ٹکڑا پھاڑا
اور جاتے ہوئے کہہ گیا۔ تم نے مجھے بھیک نہ
دے کر میری بے عزتی کی ہے۔ میں تم سے
اپنی بے عزتی کا بدلہ لوں گا اور چلا گیا۔"

کیٹی نے کہا: "تو اس میں رونے کی کون سی
بات ہے؟"

وہ عورت کہنے لگی: "تم نہیں جانتیں بہن ——
جب سپیرے کسی سے بدلہ لینا چاہتے ہیں تو وہ
اس کی قمیص کا ٹکڑا پھاڑ کر لے جاتے ہیں پھر
وہ اپنے ڈیرے پر جا کر سب سے زہریلے سانپ

کو قمیض کا وہ ٹکڑا سونگھا دیتے ہیں۔ اس قمیض
کے ٹکڑے میں قمیض کے مالک کے جسم کی بو
ہوتی ہے پھر وہ سانپ رات کے اندھیرے
میں اس قمیض والے کی تلاش میں آتا ہے اور
وہ جہاں کہیں بھی ہو اسے ڈس کر ہلاک کر دیتا ہے۔"

تیسری عورت نے کہا: "یہ بے چاری اسی لیے رو
رہی ہے کہ رات کے اندھیرے میں سانپ اس
کے بیٹے کی بو لیتا آئے گا اور اسے کاٹ کر ہلاک
کر دے گا۔"

کیٹی ان کے پاس بیٹھ گئی۔ اس نے بیوہ عورت کو حوصلہ
دیا اور کہا:

"بہن! فکر نہ کرو۔ میں آج کی رات تمہارے بیٹے کے
پاس رہوں گی اور گھبراؤ نہیں۔ سانپ تمہارے بچے کو
نہیں کاٹ سکے گا۔"

بیوہ عورت نے روتی ہوئی آنکھوں سے کیٹی کی طرف
دیکھا اور کہا:

"بہن تم کب تک میرے ساتھ رہو گی۔ آج نہیں تو
کل۔ وہ سانپ ضرور آئے گا اور میرے بچے کو ڈس
لے گا۔ ہائے میرا اکلوتا بیٹا ہے۔ میں تو کہیں کی نہ

رہوں گی۔ وہ سانپ مجھے کاٹ لے۔ میرے بچے
کو چھوڑ دے۔"

بے چاری بیوہ ماں زار و قطار رونے لگ گئی۔

بستی کے کچھ مرد بھی وہاں آ گئے اور عورت کو تسلی دینے
لگے کہ ہم سانپ کو مار ڈالیں گے مگر دل کے اندر وہ بھی
جانتے تھے کہ وہ کب تک اس سانپ کی نگرانی کریں گے۔
سپیرے بڑے ظالم ہوتے ہیں۔ کسی سے بدلہ لینا چاہیں تو
پھر ان سے کوئی بچ کر نہیں جا سکتا۔ ان کے زہریلے سانپ
اس آدمی کا پیچھا کرتے ہیں اور اسے زندہ نہیں چھوڑتے۔

کیٹی نے کہا: "بہن! حوصلہ کرو۔ میں سانپ کو
تمہارے بچے کے پاس پہنچنے سے پہلے ہی مار ڈالوں گی۔"

مرد اور دوسری عورتیں کیٹی کی شکل تکنے لگیں۔ انہیں معلوم
تھا کہ یہ عورت یونہی تسلی دے رہی ہے۔ بھلا ایک
نازک سی لڑکی پُراسرار اور رات کے اندھیرے میں انسانی
بو پر آنے والے سانپ کو وہ کسی طرح ہلاک کر سکے گی۔

ایک عورت نے کیٹی کے قریب آ کر کہا:

"بہن! تم مسافر عورت ہو۔ تم اپنی جان کیوں گنواتی
ہو۔ اس بستی میں تو ایسا ہوتا ہی رہتا ہے۔ اسی لیے
ہم سپیروں کو کچھ نہ کچھ نذر دے دیتے ہیں۔

لڑکے نے سپیرے کو بھیک نہ دے کر سخت غلطی
کی ہے۔"

کیٹی نے کچھ تلخ لہجے میں کہا:

"جس کے پاس اپنے کھانے کو کچھ نہ ہو وہ بھلا
سپیروں کو کیا دے گا بے چارا؟"

ایک اور عورت نے کہا:

"بیٹی! ہمارے پاس چاہے کچھ بھی نہ ہو لیکن ہم سپیروں
کے سوال کو کبھی نہیں ٹالتے اور کچھ نہیں تو ان
کے آگے سجدہ کر کے ماتھا ٹیک کر ان سے معافی
مانگ لیتے ہیں۔ مگر اس لڑکے نے تو سپیرے کو صاف
جواب دے دیا تھا۔"

کیٹی نے کہا: "یہ تو معصوم بچہ ہے۔ یہ کیا صاف
جواب دے سکتا ہے۔"

بیوہ ماں نے روتے ہوئے کہا:

"اس نے تو صرف اتنا ہی کہا تھا کہ ہمارے گھر میں
کھانے کو کچھ نہیں ہے بابا۔"

"ارے یہ بھی کیوں کہا؟" ایک بوڑھی عورت بولی:
"تم نے اپنے بچے کو بتایا کیوں نہیں تھا کہ سپیروں
کو کبھی خالی ہاتھ نہیں لوٹایا کرتے۔ اب اپنے گناہ

کی سزا بھگتو۔"

عورت زور زور سے رونے لگی۔ اس کے ساتھ اس کا سات آٹھ سال کا بچہ بھی رونے لگ گیا۔

کیٹی نے بوڑھی عورت کو جھڑک کر کہا:

"اس عورت نے اور اس کے بچے نے کوئی گناہ نہیں کیا۔ میں دیکھتی ہوں اس پیرے کا سانپ یہاں کیسے آتا ہے۔ میں آج رات اس گھر میں رہونگی۔"

سب چپ ہو گئیں۔ مرد دل میں کیٹی کے بارے میں افسوس کرنے لگے کہ خواہ مخواہ اپنی جان گنوا رہی ہے۔

کیٹی اسی گھر میں ایک طرف ہو کر بیٹھ گئی۔ اس نے سب سے پوچھا کہ وہ پیرا کہاں رہتا ہے۔ سب نے یہی کہا کہ پیروں کا کوئی ٹھکانہ نہیں ہوتا۔ اب تو اس کا سانپ ہی رات کے اندھیرے میں آئے گا۔

کیٹی نے کہا: "میں اسے دیکھ لوں گی۔"

جب رات ہو گئی تو کیٹی نے بیوہ عورت کی چارپائی ایک طرف ڈال دی اور دوسری چارپائی پر اس کے بیٹے کو لٹا دیا اور اس کے برابر میں چارپائی ڈال کر خود اس پر پہرہ دینے کے انداز میں بیٹھ گئی۔ بستی کے لوگ سوئے تھے۔ انہیں یقین تھا کہ لڑکا پیرے کے انتقام سے نہیں بچ سکے

گا۔ صحن میں ایک سرسوں کے تیل کا دیا جل رہا تھا جس کی روشنی چارپائیوں کے ارد گرد پھیلی ہوئی تھی۔

لڑکا تو معصوم تھا۔ بے چارہ سو گیا۔ مگر اس کی ماں اور کیٹی جاگ رہی تھیں۔ ماں کا دل غم سے بوجھل تھا۔ وہ آنکھیں پھاڑے چارپائی پر بیٹھی چاروں طرف دیکھ کر آہیں بھر رہی تھی۔ کہنے لگی:

"بہن! اندھیرا ہو گیا ہے۔ پیرے کا سانپ آ رہا ہو گا۔ ہائے! میں اس سے کیسے اپنے بچے کو بچاؤں گی۔"

کیٹی نے کہا: "میں کس لیے جاگ رہی ہوں؟ میں سانپ کو یہاں تک نہیں آنے دوں گی۔"

وہ عورت کہنے لگی: "سانپ آج چلا جائے گا۔ وہ کل پرسوں یا اس کے بعد پھر کسی رات کو آئے گا اور میرے بچے کو ڈس دے گا۔ یہ سانپ اب میرے بچے کی بُو کے پیچھے لگا رہے گا۔"

کیٹی بولی: "تم آرام سے لیٹ جاؤ بہن! میں سنبھال لوں گی سب کچھ۔"

"ہائے مجھے کیسے نیند آ سکتی ہے۔ میں اپنے بچے کے ساتھ لیٹوں گی۔"

اور یہ کہہ کر وہ اپنے بچّے کے ساتھ لپٹ کر لیٹ
گئی۔ کیٹی کو بے چاری دُکھیا ماں کی ہلکی ہلکی سسکیاں بھرنے
کی آواز آ رہی تھی۔ کیٹی چاروں طرف چوکنّی ہو کر تک رہی
تھی۔ اسے خوب معلوم تھا کہ اس کے جسم سے ناگ دیوتا کی
ہلکی بُو آتی ہے اور سانپ اس بُو کو محسوس کرتے ہی
کیٹی کے سامنے غلام بن جائے گا۔ مگر اسے یہ بھی معلوم تھا
کہ ناگ، شیش ناگ کے عتاب میں آیا ہوا ہے اور ایک
غلطی کرنے کی وجہ سے شیش ناگ نے دنیا کے سارے سانپوں
کو حکم دے رکھا ہے کہ ناگ کا کوئی حکم نہ مانیں۔ اس کا
احترام ویسا ہی کریں مگر وہ کوئی حکم دے تو اس پر عمل
نہ کریں۔ اس لیے کیٹی سوچ رہی تھی کہ وہ سانپ کو ہلاک
ہی کر ڈالے گی۔ اس مقصد کے لیے اس نے ایک لاٹھی لے
کر شام ہی سے اپنی چارپائی کے پاس رکھ لی تھی۔

جب رات آدھی سے زیادہ گزر گئی اور چاروں طرف خوب
اندھیرا چھا گیا اور گہری خاموشی چھا گئی۔ تو وہاں سے تھوڑی دُور
جنگل میں چھپے ہوئے سپیرے نے پٹاری میں سے سخت زہریلے
کالے سانپ کو نکال کر یتیم بچّے کی قمیض کا ٹکڑا تین بار
سنگھایا اور اسے چھوڑ دیا۔

سانپ نے اندھیرے میں ادھر کو رینگنا شروع کر دیا

جدھر سے یتیم بچے کے جسم کی بُو آ رہی تھی۔ سپیرا کچھ فاصلہ
ڈال کر سانپ کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ وہاں سے کوئی ایک
فرلانگ کے فاصلے پر اس بیوہ عورت کا گھر تھا جس کے
صحن میں کیٹی چارپائی پر اندھیرے میں بیٹھی سانپ کا انتظار
کر رہی تھی۔

سانپ جھاڑیوں، کھائیوں، میدان اور کھیتوں میں سے گزرتا
بستی میں داخل ہو گیا۔ سنگ دل سپیرا اس کے پیچھے پیچھے
آ رہا تھا۔ اس کی نگاہیں اپنے سخت زہریلے سانپ پر جمی
ہوئی تھیں۔ وہ بین نہیں بجا رہا تھا۔ اس وقت بین بجانے
کی ضرورت نہیں تھی۔ بین بجانے سے سانپ کی توجہ دوسری
طرف ہٹ جاتی تھی۔ کیٹی بھی صحن میں آنکھیں کھولے بیٹھی تھی۔
اسے بھی سانپ کا انتظار تھا۔

کیٹی وہاں سے اُٹھ کر دوسری طرف جا کر چھپ جانا چاہتی
تھی مگر بچّے کی ماں اسے اپنے سے دُور نہیں ہونے دے رہی
تھی۔ اس وجہ سے کیٹی کو وہیں بیٹھنا پڑ رہا تھا۔ بچّہ تو سو گیا
تھا مگر اس کی ماں جاگ رہی تھی اور دل میں خدا سے اپنے بچّے
کی زندگی کی دعائیں مانگ رہی تھی۔

اچانک کیٹی نے فضا میں سانپ کی دھیمی سی بُو محسوس
کی۔ وہ ہوشیار ہو گئی۔ سانپ آ رہا تھا۔

دوسری طرف سانپ نے بھی ہوا میں ناگ دیوتا کی ہلکی
سی بُو محسوس کی۔ وہ وہیں ٹھٹھک گیا۔ چاروں طرف سر اٹھا
کر دیکھا۔ پھر سانس اندر کھینچ کر سونگھا۔ ناگ دیوتا کی بُو برابر
آ رہی تھی۔ سانپ پھر آگے بڑھنے لگا۔ سپیرا اسی طرح اندھیرے
میں اپنی لال لال آنکھوں سے گھورتا سانپ کے پیچھے چلا
آ رہا تھا۔ سپیرے کو فضا میں ناگ دیوتا کی بُو نہیں آئی تھی۔
یہ بُو صرف سانپ ہی محسوس کر سکتا تھا۔

سانپ بیوہ عورت کے مکان کے کچھ فاصلے پر آ کر رُک
گیا اور اسی جگہ پھن اٹھا کر جھولنے لگا۔ وہ ناگ دیوتا کی خوشبو
کو سلام کر رہا تھا اور آگے نہیں جا رہا تھا۔ سپیرا پریشان ہو گیا
کہ یہ سانپ آگے کیوں نہیں بڑھتا۔ یہ سپیرے کی بہت بڑی
شکست تھی۔ اگر اس نے گاؤں والوں کو یہ انتقام کا تماشا
نہ دکھایا تو پھر وہاں کوئی اس سے نہیں ڈرے گا۔ اور جب
بستی کے لوگ اس سے ڈریں گے نہیں تو کوئی اس کی عزت
بھی نہیں کرے گا۔ لوگوں پر اپنا رُعب بٹھانے کے لیے ضروری
تھا کہ اس کا سانپ بیوہ عورت کے بچے کو جا کر ڈسے اور اسے
موقع پر ہی ہلاک کر دے تاکہ پھر کوئی آدمی سپیرے کو بھیک
دینے سے انکار کرنے کی ہمت نہ کر سکے۔ لیکن سانپ وہیں
پھن اٹھائے جھوم رہا تھا۔

سپیرا سوچنے لگا کہ سانپ آگے کیوں نہیں بڑھ رہا۔ سانپ
کے آگے نہ بڑھنے کی سب سے بڑی وجہ یہی ہوتی ہے کہ
آگے کہیں نیولے کی بُو آ رہی ہو۔ کیونکہ نیولا سانپ کا ازلی
دشمن ہے اور سانپ نیولے سے بہت ڈرتا ہے۔ سپیروں کو
یہ معلوم ہوتا ہے اور سپیروں کے پاس اس کا توڑ بھی ہوتا ہے۔
سپیرے نے اپنی جیب میں سے ایک گیدڑ سنگھی نکالی اور آگے
بڑھ کر اسے سانپ کے سامنے ڈال دیا۔ سانپ نے زور سے اُسے
ڈس دیا۔ ڈسنے سے گیدڑ سنگھی کا جو ایک سخت پتھر ہوتا ہے کیا
بگڑنا تھا لیکن سانپ کے منہ میں گیدڑ سنگھی کی تیز بُو چلی گئی
جس نے اس کی سونگھنے کی قوت کو خاص وقت تک کے لیے
ضائع کر دیا۔ اب سانپ کو ناگ دیوتا کی بُو نہیں آ رہی تھی۔
اس کو صرف گیدڑ سنگھی کی بُو ہی آتی تھی۔ سانپ نے آگے بڑھنا
شروع کر دیا۔

○

لاش کو جلنے دو

کیپٹی کی آنکھیں صحن کے بند دروازے پر لگی تھیں۔

دیا جل رہا تھا اور اس کی روشنی صحن کے کچے فرش پر پڑ رہی تھی۔ بیوہ ماں جاگ رہی تھی۔ اس کا سویا ہوا بیٹا اس کے پہلو میں لیٹا تھا۔ کیپٹی کو سانپ کی بُو آنے لگی۔ اچانک اس نے دیکھا کہ ایک کالا سیاہ سانپ صحن کی کچی دیوار پر رینگتا ہوا نیچے اُتر رہا ہے۔ وہ کافی لمبا سانپ تھا کیپٹی ہوشیار ہو گئی۔ اس نے عورت کو سانپ کے بارے میں کچھ نہ بتایا مگر اسے معلوم تھا کہ تھوڑی دیر میں اسے سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔ سانپ دیوار سے اُتر آیا تھا۔

کیپٹی حیران تھی کہ اس سانپ کو ناگ دیوتا کی وہ بُو کیوں محسوس نہیں ہو رہی جو اس کے جسم سے مدھم مدھم نکل رہی ہے۔ اس نے سوچا کہ ہو سکتا ہے قریب سانپ اس کے آگے سر جھکا دے۔ سانپ بچے کی لہریں بناتا رینگتا بچے کی طرف آ رہا تھا۔

چارپائی پر سے آ رہی تھی۔

سانپ نے چارپائی کے پاس آ کر اچانک اپنا پھن پھیلا لیا اور زور سے پھنکار ماری۔ اس کی پھنکار کی آواز سن کر بے چاری بیوہ عورت چیخ مار کر اُٹھ بیٹھی اور اس نے اپنے بیٹے کو سینے سے لگا لیا۔ لڑکے کی بھی آنکھ کھل گئی اور وہ اپنے سامنے سانپ کو دیکھ کر رونے لگا۔ اس پاس کے مکانوں میں کچھ لوگ جاگ پڑے تھے۔ وہ سمجھ گئے تھے کہ سانپ اپنے مالک کا بدلہ لینے آ گیا ہے۔ وہ سانپ اور سپیرے کے معاملات میں دخل دے کر اپنی جان نہیں گنوانا چاہتے تھے۔ اب وہ جاگ اٹھے تھے اور اس انتظار میں تھے کہ سانپ بچے کو ڈس لے۔ وہ چلا جائے۔ بچہ مر جائے تو پھر وہ بیوہ عورت کے گھر میں جا کر اس کے ساتھ بچے کی موت کا افسوس کریں۔

یہ بڑے جاہل اور وہم پرست لوگ تھے اور سانپوں اور سپیروں کو دیوتا سمجھتے تھے اور ان سے ڈرتے تھے۔

کیپٹی نے اب یہ بات صاف محسوس کر لی تھی کہ سانپ کو ناگ دیوتا کی بُو نہیں آ رہی ہے اور وہ بچے کو ڈسنے کی تیاری کر رہا ہے اور ہر طرف سے بے فکر ہے۔ بند دروازے کے سوراخ میں سے پیرا بھی یہ سارا ماجرہ دیکھ رہا تھا۔ وہ چاہتا

تھا کہ سانپ جلدی سے بچے کو ڈس کر اس کے پاس واپس آ جائے۔

کیٹی اچھل کر بچے کی چارپائی پر آ گئی۔

سانپ ایک قدم جلیبی کی طرح گھومتا ہوا پیچھے ہٹ گیا۔ گیدڑ سنگھی سونگھانے کی وجہ سے اسے کیٹی کے جسم سے ناگ دیوتا کی معمولی سی بو بھی نہیں آ رہی تھی۔ وہ تو اپنے شکار کے درمیان ایک عورت کو آتا دیکھ کر سخت غصے میں آ کر پھنکارنے لگا تھا۔ باہر دروازے سے لگا پیرا بھی کھول رہا تھا کہ یہ کون عورت ہے جو بچے کے آگے آ کر بچانے کی کوشش کر رہی ہے۔ اس نے اپنے منہ سے ہلکی سی سانپ کی سیٹی کی آواز نکالی۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ اے سانپ! اس عورت اور بچے۔ دونوں کو ڈس کر ہلاک کر ڈال۔

سانپ سیٹی کی آواز سنتے ہی کیٹی پر لپکا۔ اس نے اپنا پھن اٹھا کر کیٹی کے ہاتھ پر ڈس دیا۔ اس کے ساتھ ہی کیٹی نے سانپ کو گردن سے پکڑ لیا اور چارپائی سے اٹھ کر فرش پر کھڑی ہو گئی۔ سانپ کے زہر کا تو کیٹی پر کوئی اثر نہ ہوا مگر سانپ کی گردن کیٹی کے قابو میں آ گئی تھی۔ اس کا سانس رکنے لگا۔

پیرے کا خیال تھا کہ سانپ نے عورت کو ڈس لیا ہے

اگرچہ اس نے بھی سانپ کو گردن سے پکڑ رکھا ہے مگر وہ بہت جلد زمین پر گر کر مر جائے گی اور سانپ آزاد ہو کر دوسری بار بچے پر حملہ کرے گا۔ مگر ایسا نہ ہوا۔ ایک منٹ۔ دو منٹ گذر گئے۔ بیوہ عورت دوسری چارپائی پر اپنے بچے کو لے کر چلی گئی۔ اور پھر وہاں سے بھاگ کر مکان کی کوٹھڑی میں گھس گئی۔ بچے کو تخت پر ڈال کر کوٹھڑی کا دروازہ بند کر کے کنڈی لگائی اور اس کے سوراخ میں سے باہر صحن میں دیکھنے لگی۔

اس کے بچے کی جان بچ گئی تھی مگر اسے افسوس ہو رہا تھا کہ مہمان عورت کو سانپ نے ڈس لیا تھا اور اب وہ نہیں بچ سکتی تھی۔ پیرا بھی کیٹی کی موت کا ہی انتظار کر رہا تھا۔ مگر کیٹی نے خود مرنے کی بجائے سانپ کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیئے اور اسے پاؤں تلے کچل ڈالا۔ پیرے کے منہ سے چیخ نکل گئی۔

یہ سانپ اس پیرے کا سب سے زیادہ قیمتی اور زہریلا سانپ تھا۔ جس کے پاس یہ سانپ ہو اس کی عمر لمبی ہو جاتی تھی، لیکن افسوس کہ دوسروں کی عمر لمبی کرنے والا سانپ اپنی عمر نہ بڑھا سکا اور کیٹی کے ہاتھوں مارا گیا۔ پیرے کی چیخ کی آواز کیٹی نے بھی سنی اور اس نے دروازہ کھول دیا

سپیرا اپنے ڈیرے کی طرف بھاگ رہا تھا۔
کیٹی نے جلدی سے اس عورت کی کوٹھڑی کی طرف دیکھ کر کہا
"تمہارے بچے کو اب کوئی سانپ نہیں ڈسے گا۔ میں
سپیرے کے پیچھے جا رہی ہوں کہ یہ کوئی دوسرا سانپ
نہ ادھر بھیج دے۔"

بچے کی ماں بند دروازے کے پیچھے سے سب کچھ دیکھ
رہی تھی۔

کیٹی سپیرے کے پیچھے بھاگی۔ سپیرا جنگل کی طرف جا رہا
تھا۔ وہ سمجھتا تھا کہ رات کا اندھیرا اسے اپنی سیاہ چادر میں
چھپا دے گا اور کیٹی اسے نہ دیکھ سکے گی مگر کیٹی اندھیرے
میں بھی اسے بھاگتے دیکھ رہی تھی۔ سپیرا اتنا جان گیا تھا کہ
جس عورت پر اس کے سب سے زہریلے سانپ کے زہر کا
اثر نہیں ہوا۔ وہ کوئی زبردست طاقت والی عورت ہے۔

آگے نہر آ گئی۔ سپیرا نہر میں کود گیا۔ کیٹی نے بھی اس کے
پیچھے چھلانگ لگا دی۔ سپیرے نے اندھیرے میں کیٹی کو اپنے پیچھے
نہر میں کودتے دیکھا تو جلدی جلدی تیر کر نہر پار کر گیا۔ کیٹی
بھی اس کے تعاقب میں تھی۔ سپیرے کا ڈیرا نہر پار ایک
پرانے اور اُجڑے ہوئے مندر کی ایک کوٹھڑی میں تھا۔

اس قسم کے سپیرے ایسی ہی ویران جگہوں پر اپنے

ڈیرے بنایا کرتے ہیں۔ کیٹی برابر سپیرے کے پیچھے جا رہی
تھی۔ وہ شکستہ ویران مندر کی کوٹھڑی میں داخل ہو گیا اور
اس نے مٹی کے ایک مرتبان کو دونوں ہاتھوں سے اٹھایا اور
اس پر منتر پڑھ کر پھونکنے لگا۔

پھر اس نے مرتبان کو کوٹھڑی سے باہر لا کر اس طرف
پھینک دیا جدھر سے کیٹی چلی آ رہی تھی۔ مرتبان ٹوٹ گیا اور
اس کے اندر سے ایک سرخ بالشت بھر کا نہایت زہریلا سانپ
باہر نکل آیا جس کے منہ سے سانس کے ساتھ ہلکی ہلکی آگ
نکل رہی تھی۔

اسے دیکھ کر کیٹی وہیں رک گئی۔ سرخ سانپ پھنکارتا ہوا
کیٹی کی طرف بڑھا ہی تھا کہ اسے ناگ دیوتا کی خوشبو آنے
لگی۔ وہ اس جگہ پر رک گیا اور اس نے کیٹی کے آگے اپنا
سر نیچے کر کے زمین کے ساتھ لگا دیا۔

کیٹی نے آگے بڑھ کر سانپ کو پکڑا اور سپیرے کی کوٹھڑی
کے باہر آ کر بولی:

"اے خونی سپیرے! میں جانتی ہوں تم اب تک
کئی انسانوں سے بدلے لے چکے ہو اور انہیں سانپ
ڈسوا کر ہلاک کر چکے ہو۔ مگر اب یہ سرخ سانپ
تمہیں ڈسنے کے لیے بالکل تیار ہے۔ باہر نکل آؤ۔"

پیرے نے یہ آواز سنی تو پہلے تو خوف سے سہم
گئی۔ اسی نے دروازے کی درز میں سے دیکھا کہ کیٹی سرخ
سانپ ہاتھ میں پکڑے دروازے کے آگے کھڑی ہے اور
ستاروں کی دھیمی روشنی میں سرخ سانپ کے سانس کے ساتھ
آگ کی چنگاریاں نکل رہی ہیں۔ پیرے نے کیٹی پر آخری
حملہ کرنے کا فیصلہ کیا اور کوٹھڑی کے کونے میں ایک ٹین
کے ڈبے میں رکھی ہوئی خطرناک دو موہنی کو سوئی سے
اوپر اٹھایا اور اسے بند دروازے کے نیچے سے باہر
پھینک دیا۔

دو موہنی سانپ ہی کی ایک قسم ہوتی ہے۔ اس کے
دو موہنہ ہوتے ہیں۔ اس کے ڈسنے سے انسان کی موت
واقع نہیں ہوتی لیکن وہ بے ہوش ہو جاتا ہے اور اس
کا نچلا دھڑ بے حس ہو جاتا ہے۔ اندھیرے میں کیٹی کا
منہ دروازے کے اوپر کی طرف تھا۔ اس کی نظر دو موہنی
پر نہ پڑ سکی جو اس کی طرف آہستہ آہستہ رینگ رہی تھی۔

اچانک اس کے ہاتھ میں پکڑے ہوئے سرخ سانپ
نے ایک بھیانک پھنکار ماری۔ کیٹی آخر ناگ یا جنتر نہیں
تھی۔ سانپ کی بھیانک پھنکار سے ڈر کر اسے ہاتھ سے
چھوڑ دیا۔ سرخ سانپ نے اپنی زبان میں کہا کہ خبردار!

دشمن آ رہا ہے۔ مگر کیٹی اب سانپ کی زبان نہیں
سمجھ سکتی تھی۔ کیوں کہ وہ خود ناگن نہیں رہی تھی۔ سرخ
سانپ دو موہنی کی طرف بڑھا مگر اس عرصے میں دو موہنی
نے کیٹی کے پاؤں سے ذرا اوپر ڈس دیا۔

کیٹی کو اپنے خون میں گرمی محسوس ہوئی۔ اس نے جھک
کر دیکھا۔ ایک دو موہنی اپنی جگہ پر گول دائرے کی شکل
میں رینگ رہی تھی۔ دو موہنی سانپ نہیں تھی۔ ورنہ کیٹی کو
کبھی نہ ڈستی۔ پیرا کوٹھڑی کے اندر سے تک رہا تھا۔
کیٹی نے دو موہنی کو اپنے پاؤں سے کچل دیا۔ سرخ سانپ
حیران تھا کہ کیٹی نے اس کی آواز کیوں نہیں سنی۔ وہ ایک
طرف جھاڑیوں میں جا کر چھپ گیا۔ کیٹی کو اچانک اپنے
دونوں پاؤں بھاری بھاری محسوس ہوئے۔ وہ جنگل کے درختوں
کی طرف دوڑی۔ وہ بڑی مشکل کے ساتھ اور بڑا زور
لگا کر درختوں کے پاس پہنچی اور اب اس کے نچلے دھڑ
نے آگے بڑھنے سے انکار کر دیا۔ اس کی دونوں ٹانگوں میں سے
جیسے جان نکل گئی تھی۔ وہ دھڑام سے نیچے زمین پر گر پڑی۔

پیرا کچھ دور ایک درخت کے پیچھے چھپا اسی لمحے کا
انتظار کر رہا تھا۔ جب اس نے کیٹی کو گرتے دیکھا تو ایک
قہقہہ لگا کر کیٹی کے سامنے آ گیا اور غصے سے بولا:

بے عورت! تُو نے میرے سب سے قیمتی سانپ
کو ہلاک کر دیا۔ تُو نے گاؤں میں ہم سپیروں کی
عزت کو خاک میں ملا دیا۔ اب میں تم سے
اس نقصان اور اس بے عزتی کا بدلہ لوں گا۔ اب
تو میرے قبضے میں ہے:

سپیرے نے آگے بڑھ کر کیٹی کو اٹھانا چاہا تو کیٹی نے
اپنا ہاتھ اٹھایا کہ اسے اپنا طاقت ور مکا مار کر ختم کر دے
لیکن نچلے دھڑ نے بے حس ہو کر اس کے بازوؤں سے بھی
آدھی طاقت کو چھین لیا تھا۔ کیٹی اب بے بس ہو گئی تھی
اس کی آنکھیں غنودگی کی وجہ سے بند ہونے لگیں۔ یہ دو مونہی
کے زہر کا اثر تھا کہ اس کی جان تو نہیں نکل سکتی تھی لیکن
اس پر زہر کا بڑا خطرناک اثر ہو رہا تھا۔

سپیرے نے کیٹی کو اٹھا کر کندھے پر ڈالا اور پرانے
کھنڈر والی اپنی کوٹھڑی میں لا کر بند کر دیا۔ اس نے کوٹھڑی
میں ایک دیا روشن کر دیا۔ کیٹی کے دونوں ہاتھ رسی میں جکڑ
کر زمین میں گڑے ہوئے کھونٹے کے ساتھ باندھ دیئے اور
ایک مرتبان کو لے کر کیٹی کے سامنے بیٹھ گیا۔ کیٹی کو کچھ
کچھ ہوش تھا اور وہ ادھ کھلی آنکھوں سے سپیرے کے
سیاہ چہرے اور سرخ آنکھوں کو دیکھ رہی تھی۔ وہ کہنے لگا:

میرا سرخ سانپ بھی فرار ہو گیا ہے۔ میں سمجھ گیا
ہوں کہ سانپ تجھ سے ڈرتے ہیں۔ تجھے کچھ نہیں
کہتے۔ اس کی کوئی وجہ ہو سکتی ہے۔ ہو سکتا ہے
تم کسی بہت بڑے سپیرے کی بیٹی ہو۔ اس لیے
میں سانپ تیرے آگے نہیں نکالوں گا۔ اس مرتبان
میں ایک سیاہ بچھو بند ہے۔ جس کے زہر میں یہ اثر
ہے کہ تو آہستہ آہستہ مرے گی۔ میں ہر روز رات کو
آ کر تجھے اس بچھو سے ڈسوایا کروں گا۔ تیرا نچلا
دھڑ پہلے ہی بے حس ہو چکا ہے۔ یہ بچھو اپنے
زہر سے تمہارے اوپر والے دھڑ کو بھی بے حس کر
دے گا۔ پھر تو مر جائے گی اور میں تیرے جسم کے
ٹکڑے کر کے چیل کوؤں کو کھلا دوں گا۔"

سپیرے نے لکڑی کے چمٹے سے بچھو کو پکڑ کر اسے کیٹی
کے بازو کے ساتھ اس طرح لگا دیا کہ بچھو نے اس کے بازو
پر ڈس دیا۔ کیٹی کے منہ سے درد کے مارے ایک چیخ نکل
گئی اور وہ بے ہوش ہو گئی۔ سپیرے نے بچھو کو پکڑ کر
دوبارہ مرتبان میں بند کر دیا اور اسے کونے میں رکھ کر کوٹھڑی
میں سے نکل گیا۔ کوٹھڑی کو اس نے باہر سے تالا لگا دیا
اور خود اس کے سامنے والی ایک چھوٹی سی کٹیا میں جا کر

چارپائی پر لیٹ گیا۔

اب ذرا ماریا کی طرف چل کر اس کا حال دیکھتے ہیں کہ وہ کس حالت میں ہے۔

ہم اسے دریا میں ایک خالی کشتی میں سفر کرتا چھوڑ آئے تھے۔ وہ اسی طرح دریا میں بہتی چلی جا رہی تھی۔ رات گذر گئی دن نکل آیا۔ اسے کیٹی سے بچھڑنے کا بہت افسوس تھا۔ اس نے کیٹی کو منع بھی کیا تھا کہ وہ غار کے اندر مت جائے مگر وہ نہ مانی اور اپنی نادانی سے خدا جانے کہاں اور کس مصیبت میں پھنس چکی ہے۔

ماریا کے دماغ میں اسی قسم کے خیالات چکر لگا رہے تھے اور کشتی اپنے آپ دریا کی لہروں پر بہی چلی جا رہی تھی۔ اسے عنبر اور ناگ کا بھی خیال آ رہا تھا۔ ان دونوں سے بچھڑے بھی ایک عرصہ گذر گیا تھا۔ اسے کچھ معلوم نہیں تھا کہ وہ کس حال میں ہیں۔ جنگل کی بزرگ شخصیت نے صرف اتنا ہی بتایا تھا کہ وہ عراق اور شام کی سرزمین میں ہیں۔ یہی وجہ تھی کہ ماریا کیٹی کو ساتھ لے کر ان علاقوں کی طرف جانا چاہتی تھی۔

کیٹی اس سے بچھڑ گئی تھی اور اب وہ اکیلی ہی سمندر کی طرف چلی جا رہی تھی۔ وہ سارا دن بھی دریا میں سفر کرتے

گذر گیا۔ اس روز شام سے کچھ پہلے ماریا کی کشتی ایک جنگل کے قریب سے گذری تو ماریا نے دیکھا کہ ساحل پر تین آدمی کھڑے ہیں جو کشتی کی طرف دیکھ کر اشارہ کر رہے ہیں۔ انہوں نے دریا میں ایک خالی کشتی کو جاتے دیکھا تو اسے کنارے پر لانے کی ترکیب سوچنے لگے۔

یہ تینوں سندھ کے علاقے کے بڑے مشہور ڈاکو تھے۔ اور اس وقت وہ دریا پار ایک گاؤں کے بہت بڑے زمیندار کے لڑکے کو قتل کرنے جا رہے تھے کیونکہ زمیندار نے ان ڈاکوؤں کو گرفتار کروانے کے لیے راجہ کے محل میں فریاد کی تھی اور راجہ نے جنگل میں اپنے سپاہی بھیج کر ڈاکوؤں کے اس گروہ کے چار آدمیوں کو ہلاک کر دیا تھا۔ یہ تین ڈاکو جن میں ایک سردار سندھن بھی تھا جان بچا کر فرار ہونے میں کامیاب ہو گئے تھے۔ اب یہ اس زمیندار کے بیٹے کو قتل کر کے اس سے اپنے ساتھیوں کے خون کا بدلہ اتارنا چاہتے تھے۔

سردار سندھن ڈاکو نے اپنے ساتھیوں سے کہا:

"یہ کشتی خالی ہے۔ اسے کنارے تک کھینچ لاؤ۔"

ایک ڈاکو نے دریا میں چھلانگ لگا دی اور کشتی کو کھینچ کر کنارے کی طرف لانے لگا۔ ماریا سمجھی کہ یہ مسافر

اور دریا پار کرنا چاہتے ہیں۔ ہو سکتا ہے باقی دو مسافر
تیرنا نہ آتا ہو۔ اس لیے ان کی مدد کرنی چاہیے۔ ماریا نے
کوئی ایسی ویسی حرکت نہ کی اور ڈاکو کو کشتی کنارے تک
لے جانے دی۔

کشتی دریا کنارے رُکی تو باقی دو ڈاکو بھی اس میں سوار
ہو گئے۔ ان کی بڑی بڑی مونچھیں تھیں۔ سروں پر کالے کپڑے
بندھے تھے اور وہ شکل و صورت سے ماریا کو بڑے خوفناک
قسم کے آدمی لگے۔

ڈاکوؤں کے سردار سندھن ڈاکو نے چمکتا ہوا خنجر نکال کر
اپنے ایک ساتھی کو دیتے ہوئے۔ قدیم سندھی زبان میں کہا:
"دیتو! یہ کام تم کرو گے"

"جو حکم سائیں" دیتو ڈاکو نے خنجر لے کر چومتے ہوئے کہا۔
ماریا کا ماتھا ٹھنکا۔ یہ لوگ تو کسی کو قتل کرنے جا
رہے تھے۔ اب ماریا نے اس شخص کی جان بچانے کا
فیصلہ کر لیا جس کو یہ قتل کرنے جا رہے تھے۔ وہ خاموشی سے
کشتی کے ایک طرف بیٹھی ان تینوں قاتل ڈاکوؤں کی باتیں
سننے لگی۔ کشتی کو دریا کے دوسرے کنارے کی طرف لے جایا
جا رہا تھا۔ ان کی باتوں سے ماریا کو بہت جلد معلوم ہو گیا کہ
وہ دریا پار کسی زمیندار کے بیٹے کو ہلاک کرنے جا رہے ہیں۔

ماریا نے ان کی باتوں میں کوئی دخل نہ دیا۔ ڈاکوؤں کو تو پتہ
چل ہی نہیں سکتا تھا کہ ان کے درمیان ایک ایسی لڑکی بھی بیٹھی
ان کی گفتگو سن رہی ہے جس کو وہ دیکھ نہیں سکتے۔

اندھیرا بڑھ رہا تھا۔ سورج غروب ہو چکا تھا۔ دریا پار کشتی
سے اتر کر انہوں نے کشتی کو کنارے پر کھینچا اور جھاڑیوں میں
ایک طرف چھپا دیا۔ وہ اسی کشتی پر واپس بھی جانا چاہتے
تھے۔ ماریا ابھی تک کشتی میں ہی بیٹھی تھی۔ جب ڈاکو اندھیرا
ہو جانے پر جنگل کی طرف بڑھے تو ماریا بھی ان کے ساتھ
ساتھ چل پڑی۔

جنگل میں درخت اتنے زیادہ نہیں تھے۔ جنگل ختم ہوا
تو آگے کھیت شروع ہو گئے۔ ان کھیتوں میں اندھیرا چھایا
ہوا تھا۔ دور ایک بستی آباد تھی جس کے باہر کھیتوں کے
کنارے پر ایک ٹیلے پر حویلی کھڑی تھی۔ اس حویلی کے
دروازے پر مشعل روشن تھی۔ اس زمانے میں یہاں ہندوستان
کے بھی لوگ بتوں کی پوجا کرتے تھے۔

تینوں ڈاکو حویلی کے عقب میں یعنی اس کے پچھواڑے
آ گئے۔ حویلی کے آگے تو ایک پگڑی والا آدمی پہرہ دے
رہا تھا مگر حویلی کے پیچھے کوئی آدمی نہیں تھا۔ سندھن ڈاکو
اب اپنے ساتھیوں سے اشاروں میں بات کر رہا تھا۔

حویلی کی پچھلی دیوار کے پاس جا کر رُک گئے۔ سندھی ڈاکو
نے اپنے ایک ساتھی کو اوپر کمند پھینکنے کا اشارہ کیا۔
ڈاکو نے اپنے تھیلے میں سے ایک رسی نکالی جس کے
آگے لوہے کا آنکڑا لگا ہوا تھا۔ اس نے رسی کو گھما کر اوپر
چھت پر پھینک دیا۔ لوہے کا آنکڑا ہلکی سی آواز کے ساتھ
چھت کی منڈیر کے ساتھ جا کر اٹک گیا۔ ڈاکو اس رسی
کے ذریعے اوپر چڑھنے لگے۔

ماریا ان سے پہلے چھت پر اچھل کر آ گئی۔ چھت پر
سے ایک زینہ نیچے حویلی کے صحن میں جاتا تھا۔ ماریا اس
زینے پر سے پھسلتی ہوئی نیچے صحن میں آ گئی۔ اس زمانے
میں لوگ راتوں کو آج کی طرح زیادہ دیر تک نہیں جاگا
کرتے تھے۔ ویسے بھی اس زمانے میں نہ ریڈیو تھا نہ ٹیلیویژن
اور نہ وی سی آر تھے۔ لوگ کھانا کھانے کے تھوڑی دیر
بعد ہی سو جاتے تھے۔

اس وقت بھی حویلی کے صحن میں سناٹا چھایا ہوا تھا۔
صحن کے تین جانب برآمدہ بنا ہوا تھا۔ برآمدے میں ساتھ ساتھ
کوٹھڑیاں تھیں جو بند تھیں۔ ایک کوٹھڑی میں روشنی ہو
رہی تھی۔ ماریا بند دروازے میں سے گزر کر اندر چلی گئی۔ کیا
دیکھتی ہے کہ ایک کافی کشادہ کمرہ ہے۔ جس کے کمرے میں

ایک موری لگی ہے۔ چارپائیوں پر رنگ دار کھیس بچھے ہیں
ان پر دو عورتیں، ایک ادھیڑ عمر کا مرد اور ایک دس برس
کا نوجوان لڑکا سو رہے ہیں۔ موری کے پاؤں میں ایک دیا
جل رہا تھا۔

یہی وہ لڑکا تھا جس کو قتل کرنے سندھی ڈاکو اور اس
کے ساتھی آ رہے تھے۔ لڑکا بھولا بھالا اور معصوم تھا۔ وہ
اپنے گھر والوں کے درمیان میٹھی نیند کے مزے لے رہا تھا۔
ماریا نے سوچا کہ کیوں نہ ان لوگوں تک پہنچنے سے پہلے
پہلے ہی ڈاکوؤں سے نمٹ لیا جائے۔ وہ کمرے سے باہر آ
گئی۔ ڈاکو اس وقت سیڑھیاں اتر چکے تھے۔ سندھی ڈاکو آگے
آگے تھا۔ اس نے ایک جگہ رک کر اپنے ایک ساتھی ڈاکو
کو خنجر دیا اور کوٹھڑی کی طرف جہاں روشنی ہو رہی تھی
جانے کا اشارہ کیا۔

وہ خود خنجر لے کر سیڑھیوں کے پاس اندھیرے میں
چھپ کر بیٹھ گیا کہ اگر گھر والے ہوشیار ہو کر مقابلہ
کریں تو وہ ان پر خنجر سے ٹوٹ پڑیں۔

ڈاکو خنجر لیے کوٹھڑی کے دروازے کی طرف بڑھنے لگا۔
کے بالکل سامنے دروازے سے آگے کھڑکی تھی۔ [illegible]
اس کے قریب آیا اس نے [illegible]

کے منہ پر اتنی مضبوطی سے رکھ دیا کہ وہ منہ نہیں
کھول سکتا تھا۔ ساتھ ہی اس کے ہاتھ سے خنجر چھین کر
اپنے ہاتھ میں لے لیا اور اس کی نوک ڈاکو کی گردن پر
رکھ دی اور کہا:

"میں موہنجو ڈرو کی چڑیل ہوں۔ یہاں سے اس طرح
بھاگو کہ پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھنا۔ نہیں تو میں
اسی خنجر سے تیری گردن کاٹ دوں گی۔"

ڈاکو کی آنکھیں دہشت کے مارے پھیل گئیں۔ اس کا
جسم ماریا کے شکنجے میں آ کر تھرتھرانے لگا تھا۔ ماریا نے
اس کے منہ سے ہاتھ اٹھا لیا اور آہستہ سے کہا:

"اب جنگل کی طرف بھاگ جا۔ خبردار یہاں واپس
نہ آنا۔ نہیں تو تیری خیر نہیں۔ بھاگ۔ بھاگ۔"

سندھی ڈاکو اور اس کے ساتھی سیڑھی کے پاس اندھیرے
میں بیٹھے دیکھ رہے تھے کہ ان کا ساتھی دروازے کے پاس
جا کر خاموش کھڑا ہو گیا ہے۔ وہ حیران تھے کہ یہ وہاں کھڑے
ہو کر کیا کر رہا ہے؟ اتنے میں وہ پیچھے مڑ کر ایسا بھاگا کہ
اس نے اپنے ساتھیوں سے نہ کوئی بات کی اور نہ مڑ کر
دیکھا۔ وہ دہشت اور خوف کے مارے صحن کی دیوار پھاند کر
جنگل کی طرف فرار ہو گیا۔

سندھی ڈاکو اٹھ کھڑا ہوا۔ "اس کو کیا ہو گیا ہے؟ یہ
کہاں بھاگ گیا ہے؟"

اس نے سرگوشی میں اپنے ساتھی ڈاکو سے کہا اور بولا:
"شاید وہ خوف کھا گیا ہے۔ لے خنجر۔ اب تو جا۔"

دوسرا ڈاکو خنجر لے کر کوٹھڑی کے دروازے کی طرف بڑھا۔
سندھی ڈاکو اندھیرے میں اسے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھ رہا
تھا۔ یہ ڈاکو بھی پہلے ڈاکو کی طرح کوٹھڑی کے دروازے پر
جا کر ایک دم رک گیا اور بت بن کر کھڑا ہو گیا۔ پھر وہ
بھی سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ اٹھا اور صحن کی دیوار پھاند کر
ایسا فرار ہوا کہ پیچھے بھی مڑ کر نہ دیکھا۔

سندھی ڈاکو ایک بہادر ڈاکو تھا۔ وہ توہمات کو نہیں مانتا
تھا۔ اس نے اپنی کمر میں لٹکا ہوا خنجر نیام سے نکالا اور
زمیندار کے بیٹے کو خود ہلاک کرنے کے لیے کوٹھڑی کی
طرف بڑھا۔ ماریا اسی جگہ کھڑی اس کا انتظار کر رہی تھی۔
ڈاکو سندھی نے زور ہی سے دونوں پاؤں جوڑ کر دروازے
پر ایسی چھلانگ ماری کہ دروازہ دھڑام سے ٹوٹ گیا۔ وہ اندر
چارپائی پر جا گرا۔

گھر والے ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھے۔ ماریا بھی سندھی ڈاکو کا تدارک
نہ کر سکی۔ وہ بھی اچھل کر اندر چلی گئی۔ اس وقت سندھی

ڈاکو نے دس سالہ معصوم صورت لڑکے کی گردن کو دبوچ
تھا اور اس پر خنجر سے وار کرنے ہی والا تھا کہ ماریا
اچھل کر اس کے منہ پر ایسی لات ماری کہ وہ پیچھے کی
طرف گرا اور خنجر اس کے ہاتھ سے چھوٹ گیا۔ ایسی طاقتور
لات ماریا نے پہلے بہت کم ماری تھی۔ اس میں اتنی طاقت
تھی کہ سیدھی ڈاکو کی گردن کی ہڈی دو جگہوں سے ٹوٹ گئی
اور اس کا منہ پیچھے کی طرف مڑ گیا تھا۔

زمیندار، اس کی بیوی اور بیٹی اور بیٹا خوف زدہ ہو کر
ایک دوسرے کو دیکھ رہے تھے۔ یہ پلک جھپکنے میں ہو
گیا تھا۔ پھر ماں نے چیخ مار کر اپنے بچے کو اپنے گلے
لگا لیا۔ باپ اور بہن بھی لڑکے کو پیار کرنے لگے۔ اب ساری
بات ان کی سمجھ میں آ گئی تھی کہ ڈاکو اس کے بیٹے کا خون کرنے
آیا تھا کہ مورتی کی دیوی نے اسے بچا لیا۔

وہ سارے مورتی کے آگے سجدے میں گر گئے۔

ماریا کو ان پر بڑا غصہ آیا کہ بچایا اس نے ہے اور
سجدہ وہ مورتی کو کر رہے ہیں۔ وہ مورتی کے پاس جا کر کھڑی
ہو گئی اور بولی،

"تم بڑے نادان ہو۔ جس نے تمہارے بچے کی
جان بچائی ہے اس کے آگے سجدہ کرو۔ میرے

آگے کیوں جھکے ہوئے ہو؟ اٹھو یہاں سے نہیں
تو گرز مار کر سر توڑ دوں گی۔"

دیوی مورتی کی آواز سن کر سب گھر والے سہم کر
ایک طرف ہٹ گئے۔ اس سے پہلے انہوں نے کبھی مورتی
کی آواز نہیں سنی تھی۔ عورتیں تو ہاتھ باندھ کر زار و قطار رونے
لگیں۔ لڑکا اور اس کا باپ مورتی کے پاؤں پر گر پڑے:

"ماتا! تو نے ہمیں بچایا ہے۔ تو نے ہی ہماری مدد
کی ہے۔ ہم کیوں تجھے سجدہ نہ کریں؟"

ماریا نے جو مورتی کے پاس کھڑی تھی کہا:

"نادان بت پرستو! جس ملک میں اس وقت تم رہتے
ہو۔ اس ملک میں بہت جلد ایک نئے دین اسلام
کا سورج نکلنے والا ہے۔ پھر سارے بت اپنے چبوترے
سے منہ کے بل گر پڑیں گے۔ تمہارے بعد کی آنے
والی نسلیں اسلام قبول کر لیں گی اور وہ بتوں کی نہیں
بلکہ ایک اور صرف ایک خدا کی عبادت کریں گی۔"

زمیندار، اس کی بیوی، بچی اور لڑکا حیرت سے مورتی کی
طرف دیکھ رہے تھے۔ زمیندار نے کہا:

"ماتا! تو نے ہمیں بچایا ہے۔ ہم تیری پوجا کرتے
ہیں۔ ماتا دیوی! تو نے میرے بیٹے کی زندگی بچا لی۔

تیزی سے ہو رہے ہوں:

ماریا نے سوچا کہ ابھی اس کی باتیں ان لوگوں کے ذہن
میں نہیں آئیں گی۔ کیونکہ ابھی محمد بن قاسم نے سندھ کی
سرزمین پر قدم نہیں رکھا تھا۔ اس لیے ان سے وقت سے
پہلے اس طرح کی باتیں کرنے سے کوئی فائدہ حاصل نہیں ہوگا
اس نے کہا:

"اچھا جاؤ جا کر سو جاؤ۔ اس ڈاکو کی لاش کو باہر
باہر کھیت میں لے جا کر دفن کر دو۔ اب کوئی ڈاکو
تمہارے بچے کو مارنے نہیں آئے گا۔"

وہ جاہل لوگ ایک بار پھر مورتی کے آگے سجدے میں گر گئے۔
ماریا اس کوٹھڑی کی دم گھٹنے والی فضا سے باہر نکل آئی۔
اس وقت رات آدھی گزر چکی ہو گی۔ مغرب کی طرف کچھ ستارے
آسمان پر بڑی تیزی سے چمک رہے تھے۔ ان میں سے ایک
قطبی ستارہ بھی تھا۔ اس کی چمک سے اندھیری رات میں دور
تک درخت اور کھیت اور ان کے پیچھے والا ایک مندر
دکھائی دے رہا تھا۔

ماریا واپس دریا پر آئی تو یہ دیکھ کر اس کی ہنسی نکل
گئی کہ وہاں کوئی کشتی نہیں تھی۔ اس نے خود اپنے پاؤں پر
کلہاڑی ماری تھی۔ جن ڈاکوؤں کو اس نے ڈرا کر بھگا دیا تھا

ان میں سے جو سب سے پہلے ڈر کر جاگا وہ کشتی سے
گیا تھا۔

ماریا کو کشتی کی اتنی زیادہ ضرورت بھی نہیں تھی۔ وہ
تو کشتی میں اس لیے سفر کرتی آئی تھی کہ شاید کنارے کنارے
کسی جگہ اسے کیپٹن کا کوئی سراغ مل جائے۔ دریا کا پاٹ ستاروں
کی روشنی میں ہلکے ہلکے چمک رہا تھا۔ ماریا دریا کے کنارے پر
چلنے لگی۔ وہ زمین سے ایک فٹ بلند ہو گئی اور پھر اس
نے ہوا میں تیرنا شروع کر دیا۔ وہ بالکل سیدھی کھڑی ہو کر
ہوا میں آگے ہی آگے بڑھ رہی تھی۔

دریا کا پاٹ اب چوڑا ہونے لگا تھا۔ اس کا مطلب تھا
کہ سمندر قریب آ رہا تھا۔ ماریا کے پاؤں کے نیچے جنگلی
جھاڑیوں کا اونچا نیچا ایک میدان تھا جو دریا کے کنارے کنارے
دور تک پھیلتا چلا گیا تھا۔ کہیں کہیں درختوں کے جھنڈ بھی تھے۔
دریا اتنا بڑا ہو گیا تھا کہ سمندر لگنے لگا تھا۔

ماریا فضا میں کافی بلندی پر چلی گئی۔ اس نے دیکھا کہ
دریا ایک مقام پر سمندر میں گر رہا تھا۔ اور اس کے آگے
سمندر ہی سمندر تھا۔ ماریا بڑی خوش ہوئی کہ آخر وہ سمندر
کے کنارے پہنچ گئی تھی۔ اگرچہ کیپٹن سے بچھڑ جانے کا اسے
غم تھا مگر اسے یقین تھا کہ کہیں نہ کہیں اس سے دوبارہ ملاقات

ہو جائے گی۔ واپسی کے سفر میں ایسا کئی بار ہوا تھا کہ وہ کسی مقام پر بچھڑ گئے اور دوبارہ کسی دوسرے مقام پر آکر مل گئے

ماریا بڑی تیزی سے ہوا میں اُڑتی ہوئی سمندر کے کنارے مغرب کی طرف آ گئی۔ یہاں سے وہ سندھ کی تاریخی بندرگاہ دیبل کی طرف جانا چاہتی تھی کہ وہاں سے کسی بادبانی جہاز میں بیٹھ کر ملک عراق کی طرف نکل جائے۔ کیوں کہ سمندری راستوں سے وہ بے خبر تھی اور اکیلی ہوا میں سمندر کے اوپر اُڑ کر سفر کرنے میں خطرہ تھا کہ وہ راستہ نہ بھول جائے۔

ماریا نے دیکھا کہ ایک ویران مقام پر سمندر میں ایک بادبانی جہاز لنگر ڈالے کھڑا ہے۔

وہ دریا کی طرف بڑھنے ہی لگی تھی کہ اس کی نظر ایک کشتی پر پڑی جس کو دو آدمی جنہوں نے سروں پر رومال باندھ رکھے تھے اور کانوں میں سمندری ڈاکوؤں ایسی تانبے کی بالیاں تھیں ایک کشتی میں بیٹھے ساحل کی طرف آتے دکھائی دیئے۔ ماریا ان کے اوپر آ گئی۔ کشتی میں ایک لاش بھی رکھی ہوئی تھی جس پر کپڑا پڑا تھا۔

شاید یہ لوگ لاش دفن کرنے جا رہے تھے۔ مگر سمندری ڈاکو لاشوں کو دفن نہیں کرتے بلکہ وہیں سمندر میں پھینک دیتے ہیں۔ پھر یہ ساحل پر لاش کو کس لیے لے جا رہے

تھے؟ کشتی کنارے پر کھڑی کر کے یہ دونوں آدمی جو شکل صورت سے واقعی سمندری قزاق معلوم ہو رہے تھے۔ لاش کو اٹھا کر ساحل پر ایک جگہ درختوں کے درمیان لے آئے اور اسے زمین پر رکھ دیا پھر انہوں نے اس پر خشک جھاڑیاں اور خشک لکڑیاں اکٹھی کر کے ڈالنی شروع کر دیں۔ جب لاش ساری کی ساری لکڑی کے ٹکڑوں اور جھاڑیوں سے ڈھک گئی تو ایک آدمی نے دو پتھروں کو رگڑ کر چنگاریاں پیدا کیں اور لاش کی چتا کو آگ لگا دی۔

ماریا نے یہی خیال کیا کہ یہ لوگ کسی وجہ سے لاش کو جلانا چاہتے ہوں گے اور اسی مقصد کے لیے وہ لاش کو لے کر خشکی پر آئے تھے۔ وہ لاش سے کچھ فاصلے پر کھڑی لکڑیوں کو آگ پکڑتے اور پھر ان کے اوپر اٹھتے شعلوں کو دیکھنے لگی۔

دونوں سمندری قزاق خاموش کھڑے بڑی دلچسپی سے لاش کے جلنے کا منظر دیکھ رہے تھے۔ ان میں سے ایک ذرا پکی عمر کا قزاق تھا۔ اس کے نوجوان ساتھی نے کہا

"سارنگ! اب واپس جہاز پر چلو۔ رنگولی کی لاش اپنے آپ جل کر راکھ ہو جائے گی۔"

سارنگ جو ذرا بوڑھا ڈاکو تھا بولا:

"آگ لاش تک پہنچ جانے دو۔ تم اس رنگولی کو
نہیں جانتے۔ وہ ہم ڈاکوؤں کی سردار بھی تھی لیکن
ایک بار افریقہ کے ساحل پر اس نے ایک
افریقی جادوگر سے ایک تعویذ پانی میں گھول کر پی
لیا تھا۔ اس تعویذ کی وجہ سے اس کے اندر ایک
طاقت آگئی تھی۔ آگ جب اس کی لاش تک
پہنچے گی تو تعویذ کا اثر ضائع ہو جائے گا۔"

دوسرا ڈاکو بولا: "سارنگ! تم بوڑھے ہو کر وہمی
ہو گئے ہو۔ میرا نام ٹھکر ہے۔ میں نے رنگولی
کو ہلاک کر کے جہاز پر قبضہ کر لیا ہے۔ اب
میں تم سب کا سردار ہوں۔ میں ان باتوں پر
یقین نہیں رکھتا۔ اٹھو! ہمیں واپس اپنے جہاز
پر چلنا ہو گا۔"

ٹھکر قزاق نے سارنگ کو ساتھ لیا اور کشتی کی طرف
چل دیا۔

ماریا کو ان کی باتیں سن کر سارا معاملہ سمجھ میں آ
گیا تھا۔ یہ کسی عورت رنگولی کی لاش تھی جو سمندری قزاقوں
کی سردار تھی۔ ٹھکر نے بغاوت کر کے جہاز پر قبضہ کر
لیا تھا اور اسے ہلاک کر ڈالا تھا۔ وہ سارنگ ہی کے

کہنے پر اس کی لاش کو وہاں جلانے کے لیے لایا تھا۔
مگر آگ کے لاش تک پہنچنے سے پہلے ہی وہاں سے
چل دیا تھا۔ ماریا لاش کے پاس کھڑی رہی اور دہکتے
چتا کی آگ کو تکنے لگی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ آگ جب
لاش تک پہنچے گی تو کیا ہو گا؟

○

رنگولی قزاق عورت

خشک لکڑیاں جل چکی تھیں۔

لاش کی چادر بھی جل گئی تھی۔ آگ اب رنگولی قزاق کی لاش تک پہنچ رہی تھی۔ ماریا کو وہاں سے چلے جانا چاہیے تھا۔ مگر وہ محض احمقانہ دلچسپی کی خاطر وہاں کھڑی رہی۔ لاش کے جسم پر نیلے رنگ کے ہوئے کپڑے تھے۔ اس کے بال کھلے تھے۔ ماریا نے دیکھا کہ رنگولی ایک عورت تھی جس کے چہرے پر زخم کا نشان تھا اور سینے میں خنجر کا گہرا زخم لگا ہوا تھا۔ اسی زخم نے اسے ہلاک کر ڈال تھا۔

رنگولی قزاق کی لاش آگ پر بے حس پڑی تھی۔ ابھی تک اس کے جسم کو آگ نہیں لگی تھی۔ ماریا حیران تھی کہ لاش آگ کیوں نہیں پکڑ رہی؟ کیا یہ اس جادو کے تعویذ کا کرشمہ تو نہیں ہے جو بقول سارنگ قزاق کے رنگولی نے گھول کر پی لیا تھا؟

چتا کی لکڑیاں انگارے بن کر دہک رہی تھیں جن کی وجہ سے وہاں رات کے اندھیرے میں روشنی کا دائرہ سا بن گیا تھا۔ یہ عجیب و غریب لاش تھی جس پر ابھی تک آگ نے کوئی اثر نہیں کیا تھا۔ ماریا کے دل میں خیال آیا کہ یہ کوئی بڑی پُراسرار بات ہے۔ کہیں وہ کسی مصیبت میں نہ پھنس جائے اس لیے اسے وہاں سے چلے جانا چاہیے۔ وہ واپس مڑنے ہی لگی تھی کہ لاش میں حرکت پیدا ہوئی۔

ماریا کے قدم وہیں رُک گئے۔ رنگولی کی لاش کے دونوں ہاتھ آہستہ آہستہ یوں اوپر کو اٹھے جیسے وہ کسی چیز کو پکڑنے کی کوشش کر رہی ہو۔ اس کی آنکھیں ابھی تک بند تھیں۔ ماریا کے دیکھتے دیکھتے رنگولی قزاق کی لاش چتا کے انگاروں پر اٹھ کر بیٹھ گئی۔ اب اس کے حلق سے غرغر کی آواز آنے لگی۔ ماریا کی دلچسپی بڑھ گئی۔ وہ وہیں کھڑی رہی۔ یہ سوچ کر کہ لاش اس کا کیا بگاڑ لے گی۔ وہ تو اسے نظر بھی نہیں آ رہی۔

مگر یہ ماریا کا وہم تھا۔ رنگولی قزاق کی لاش نے ماریا کو دیکھ لیا تھا۔ یہ اس طلسمی تعویذ کا اثر تھا جو رنگولی نے ایک افریقی جادوگر سے لے کر پی لیا تھا۔ رنگولی کو کسی ایسی عورت ہی کی ضرورت تھی جو نظر نہ آ رہی ہو۔ جو ایک روح کی طرح ہو۔

اچانک لاش نے آنکھیں کھول دیں اور سر گھما کر
جہاں ماریا کھڑی تھی اس طرف دیکھا۔ ماریا کو بہت جلد
لاش کی آنکھوں کے انداز سے محسوس ہو گیا کہ لاش اسے
دیکھ رہی ہے۔ وہ وہاں سے چلے جانے کے لیے ایک دم
ہوا میں اچھلی ہی تھی کہ چتا کی آگ پر سے رنگولی کی
لاش بھی اچھل کر ہوا میں بلند ہوئی اور ایک چڑیل کی
طرح چیخ مار کر ماریا سے لپٹ گئی۔

ماریا کے حلق سے خوف کے مارے ایک چیخ بلند
ہوئی اور پھر اسے کوئی ہوش نہ رہا۔ جب اسے ہوش
آیا تو اس نے دیکھا کہ وہ رنگولی قزاق کے اندر جذب
ہو چکی ہے اور رنگولی قزاق کی شکل میں زندہ ہو گئی ہے
بلکہ رنگولی قزاق ماریا کی روح کو اپنے مردہ جسم میں جذب
کر کے دوبارا زندہ ہو گئی تھی، ماریا نے غور کیا۔ سوچا —
اس کی ایک سوچ ماریا کی تھی جو بالکل الگ تھی اور ایک
سوچ رنگولی قزاق کی تھی جو اس سے الگ تھلگ تھی۔
گویا رنگولی قزاق کے دماغ کے دو حصے ہو گئے تھے۔ ایک
حصہ ماریا کی اپنی سوچ اور اپنی یادداشت کا تھا اور دوسرا
حصہ رنگولی قزاق کا تھا۔ ایک حصہ سوچ رہا تھا کہ مجھے
عنبر، ناگ، اور کیپٹن سے ملنا ہے۔ وہ میرے ساتھی ہیں۔

اور میں پانچ ہزار سال کے واپسی کے سفر پہ جا رہی ہوں
جب کہ دماغ کا دوسرا حصہ سوچ رہا تھا کہ میں رنگولی قزاق
ہوں۔ مجھے ٹمکر قزاق نے سوتے میں خنجر سے حملہ کر کے
ہلاک کر دیا تھا اور میری لاش کو خشکی پہ لا کر آگ لگا
دی تھی اور میں افریقی تعویذ کی وجہ سے زندہ رہی اور
خوش قسمتی سے ایک ایسی عورت میرے سامنے آ گئی جو
غیبی تھی اور میں نے اس کی روح کو اپنے جسم میں داخل
کر لیا اور پھر سے زندہ ہو گئی۔ رنگولی کا یہی دماغ سوچ
رہا تھا کہ اسے اپنے جہاز پر جا کر دوبارا قبضہ کرنا ہے۔
رنگولی کے دماغ کا یہ حصہ بہت طاقتور تھا اور ماریا کے
دماغ والا حصہ مدھم مدھم تھا۔

ماریا اب رنگولی قزاق کے روپ میں تھی۔ اس کے کپڑوں
کو ذرا سی بھی آگ نہیں چھوئی تھی اور جسم پر خنجر کا جو نشان
تھا وہ بھی مٹ چکا تھا۔ اب ہم اس قزاق عورت کو
رنگولی ماریا کہہ کر پکاریں گے۔ کیوں کہ اس ایک عورت کے جسم
میں دو عورتیں سما چکی تھیں۔ جسم رنگولی قزاق کا تھا جب کہ
روح اس جسم میں ماریا کی تھی۔ ماریا کی روح عنبر ناگ کیپٹن کے
بارے میں الگ سوچتی تھی اور رنگولی کا دماغ اپنے سمندری
جہاز اور اپنے دشمن سے انتقام لینے اور جہاز پر دوبارا قبضہ

کرنے کے بارے میں الگ سوچ رہا تھا۔
رنگولی ماریا اندھیرے میں جھاڑیوں اور جلی ہوئی چتا میں سے
نکل کر سمندر کے کنارے آئی تو اس نے دیکھا کہ وہاں کوئی
کشتی نہیں ہے اور جہاز کچھ فاصلے پر سمندر میں ہے۔ اس کے
بادبان کھل چکے ہیں اور اس نے آہستہ آہستہ چلنا شروع کر
دیا ہے۔ ماریا، رنگولی قزاق کے جسم میں حلول کر جانے کے
بعد اب ہوا میں اڑ نہیں سکتی تھی اور رنگولی کے جسم میں ماریا
کی وجہ سے یہ طاقت پیدا ہو گئی تھی کہ اس پر تلوار، نیزے
کا اثر نہیں ہوتا تھا۔ اپنی اس طاقت کا ابھی رنگولی قزاق کو
احساس نہیں تھا۔

پھر بھی وہ ایک بہادر اور نڈر بحری ڈاکو تھی۔ اس کی
ساری زندگی سمندری طوفانوں اور دشمنوں سے مقابلہ کرتے گذری
تھی۔ رنگولی ماریا نے سمندر میں چھلانگ لگا دی اور جہاز کی
طرف تیرنا شروع کر دیا۔ بادبانی جہازوں کی رفتار بہت سست
ہوا کرتی تھی۔ رنگولی ماریا کے جسم میں دوبارہ زندہ ہو جانے
کی وجہ سے ایک نئی طاقت آگئی تھی۔ وہ بڑی تیزی سے
سمندر میں تیرتی چلی جا رہی تھی۔ رات کا اندھیرا ہونے کی وجہ
سے جہاز پر سے اسے کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ سمندری لہریں
بھی آگے بڑھنے میں اس کی مدد کر رہی تھیں۔

جہاز ابھی زیادہ دور نہیں گیا تھا۔ فاصلہ اتنا زیادہ نہیں
تھا۔ رنگولی قزاق جہاز کے قریب پہنچ گئی۔ وہ اس کے
پیچھے کی جانب تھی۔ یہاں ایک لمبی رسی لٹک رہی تھی
جس کا ایک سرا سمندر میں ڈوبا ہوا تھا۔ اس رسی کے آگے
ایک چرخی بندھی ہوتی ہے جو یہ بتاتی رہتی ہے کہ بادبانی
جہاز کس رفتار سے سمندر میں سفر کر رہا ہے اور کتنا
سفر کر چکا ہے۔

رنگولی ماریا نے اس رسی کو پکڑ لیا اور جہاز پر چڑھ گئی۔
جہاز کے عرشے یعنی ڈیک پر گہری خاموشی اور اندھیرا تھا۔
صرف مستول کے اوپر ایک تیل کا لیمپ جل رہا تھا جس
کی روشنی زیادہ نہیں تھی۔ یہ رنگولی قزاق کا اپنا جہاز تھا۔
جہاز کے مستول پر بحری ڈاکوؤں کا وہ خاص کالا جھنڈا ہوا
میں پھڑ پھڑا رہا تھا جس پر انسانی کھوپڑی اور دو ہڈیوں کا
نشان بنا ہوا تھا۔

رنگولی ماریا اس جہاز کی ایک ایک چیز، ایک ایک حصے
اور ایک ایک زینے سے واقف تھی۔ اس وقت رنگولی ماریا کے
پاس کوئی ہتھیار نہیں تھا۔ پھر بھی وہ ڈیک پر دبے پاؤں چلتی
اس جنگلے کے پاس آگئی جہاں سے نیچے سیڑھیاں جاتی تھیں۔
رنگولی نے جھک کر دیکھا۔ سیڑھیوں پر سامنے والے کیبن

سے نکلنے والی روشنی پڑ رہی تھی۔ یہ کیبن رنگولی ماریا یعنی جہاز
کی سردار کا تھا اور اس پر اب ٹھکر قبضہ جما چکا تھا۔
جس وقت ٹھکر قزاق نے رنگولی پر سوتے میں حملہ کیا تھا۔
تو اس نے مرنے سے پہلے آنکھیں کھول کر اپنے سامنے
ٹھکر قزاق کو دیکھ لیا تھا جس کے ہاتھ میں خونی خنجر پکڑا
ہوا تھا۔ اسی خنجر سے اس نے رنگولی قزاق کو ہلاک کیا تھا۔
رنگولی سیڑھی پر اترنے لگی تو اسے اپنے پیچھے قدموں کی
آہٹ سنائی دی:

"کون ہو؟" پیچھے سے آواز آئی۔

رنگولی ماریا نے پلٹ کر دیکھا۔ اس کے پیچھے سارنگ کھڑا
تھا جو اس کے جہاز کا سب سے زیادہ عمر کا قزاق تھا
اور رنگولی کا وفادار ملازم تھا مگر جب ٹھکر نے رنگولی کی
لاش کو آگ لگائی اور واپس جانے لگا تھا تو بوڑھے سارنگ
قزاق نے اس پہلے ٹھکر کو کہا تھا کہ جب تک آگ
لاش تک نہیں پہنچ جاتی وہاں سے نہیں جاؤ، کیوں کہ
اسے خطرہ تھا کہ کہیں تعویذ کی وجہ سے ایسا نہ ہو
جائے تو رنگولی کی لاش پھر سے زندہ ہو جائے اور
وہ زندہ ہو کر سارنگ کو بھی غدار کے ساتھ مل جانے
کے جرم میں ہلاک کروا ڈالے۔

اب جو اس نے مستول کے لیمپ کی روشنی میں اپنے
سامنے جہاز کی سردار رنگولی کو دیکھا تو اس کے ہاتھ پاؤں
پھول گئے۔ وہ خوف سے کانپنے لگا۔
رنگولی ماریا تیزی سے اس کے پاس گئی اور آہستہ
سے بولی:

"سارنگ! آواز مت نکالنا۔ میں زندہ ہو کر اپنے
جہاز کو واپس لینے آ گئی ہوں۔ تمہیں کچھ نہیں
کہوں گی۔"

یہ کہہ کر رنگولی ماریا نے سارنگ کی کمر میں لگا ہوا خنجر
نکال لیا اور سیڑھیاں اتر کر اپنے کیبن کے بند دروازے
پر آ کر رک گئی۔ اندر سے ٹھکر کی آواز آ رہی تھی۔ وہ
جہاز کے بڑے ملاح سے بات کر رہا تھا۔

"تمہیں یہ بات نہیں بھولنی چاہیے کہ اب میں
اس جہاز کا سردار ہوں۔ اب اس جہاز پر میرا
حکم چلے گا۔ میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ جہاز کو
افریقہ کے ساحل کی طرف موڑ دو۔ ہم افریقی
ساحلوں پر جہازوں پر حملہ کر کے انہیں لوٹیں گے"

بڑے ملاح نے کہا: "مگر سردار ٹھکر افریقی ساحل
کی طرف آج کل سمندری طوفان اُٹھ رہے ہوں گے

سردار مکر بولا: "چاہے کچھ بھی ہو۔ ہم افریقہ کے
ساحل کی طرف ہی چلیں گے۔"
بڑا ملاح کہنے لگا: "جیسے آپ کا حکم سردار!"
رنگولی ماریا نے کیبن کے دروازے کو زور سے لات
ماری۔ دروازہ دھڑاک سے کھل گیا۔ اندر چھت سے روشن
لیمپ لٹک رہا تھا۔ رنگولی ماریا نے دیکھا کہ غدار مکر
کے ساتھ اس کے دو ہٹے کٹے باڈی گارڈ بھی تلواریں لیے
بیٹھے ہوئے تھے۔

رنگولی کی شکل دیکھ کر پہلا اثر یہ ہوا کہ ان سب پر
ایک ہیبت چھا گئی۔ بڑا ملاح تو ایک دم سے نیچے گر
پڑا۔ سردار مکر سمجھ گیا کہ رنگولی کی لاش نے آگ نہیں
پکڑی تھی۔ اس نے غلطی کی جو لاش کے آگ پکڑنے سے
پہلے پہلے وہاں سے آ گیا۔ وہ سنبھل گیا۔ اس نے تلوار
نکال لی اور کہا:

"رنگولی! تو مر چکی ہے۔ تو زندہ نہیں ہے مگر میں
ایک بار پھر تمہاری لاش کے ٹکڑے اڑا دوں گا۔"

سردار کی اس بات سے اس کے باڈی گارڈوں کو بھی
حوصلہ سا ہوا اور انہوں نے بھی تلواروں پر اپنی گرفت
مضبوط کر لی۔ رنگولی ماریا کے ہاتھ میں ایک خنجر ہی تھا۔

اس کی آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے۔ رنگولی قزاق اپنی
سنگ دلی اور بے رحمی کی وجہ سے سارے علاقے میں
بڑی سخت بدنام تھی۔ جزیرے کے لوگ اور سمندروں میں
سفر کرنے والے جہازوں کے کپتان اس کا نام سنتے ہی ایک
بار کانپ جاتے تھے۔ سب یہی کہتے تھے کہ رنگولی کے
دل میں رحم نہیں ہے اور اس میں کوئی شک بھی نہیں
تھا۔ رنگولی قزاق کا دل رحم اور محبت سے خالی تھا۔ وہ
جس جہاز پر حملہ کرتی اس کے سارے عملے اور مسافروں کو
زندہ نہیں چھوڑتی تھی۔

اس نے مکر کی طرف دیکھ کر کہا:

"غدار مکر ـــ تو غدار ہی نہیں میرا قاتل بھی ہے۔
تو مجھے قتل کر چکا ہے۔ کیا میں تجھ سے بدلہ نہیں
لوں گی؟ میں تمہاری ساری نسلوں سے بدلہ لوں گی۔
تمہیں ایک ہزار ایک بار قتل کروں گی۔"

اور رنگولی ماریا خنجر لہراتی ہوئی چیخ مار کر اس کی طرف
بڑھی۔ مکر اور اس کے ساتھیوں نے رنگولی ماریا پر تلواروں
سے حملہ کر دیا۔ اگر رنگولی خالی رنگولی قزاق ہوتی تو
اس کے جسم کے کئی ٹکڑے ہو جاتے۔ مگر اب اس کے
جسم میں ماریا بھی داخل ہو چکی تھی۔ اب وہ رنگولی ماریا تھی۔

اس لیے دشمن کی تلواریں اس کے جسم پر لگ کر ٹوٹ گئیں
اور رنگولی کے خنجر نے ٹھگر کی ناک کاٹ کر رکھ دی۔
پھر اس نے خنجر پھینک کر ایک دشمن سے تلوار چھین لی
اور دو چار ہاتھ ایسے دکھائے ایسی تلوار چلائی کہ دیکھتے
دیکھتے ٹھگر کے دونوں ساتھیوں کی گردنیں اڑ گئیں۔
ٹھگر کی ناک سے خون بہہ رہا تھا۔ وہ ناک پر ہاتھ
رکھے باہر کو بھاگا تو رنگولی ماریا نے اسے گردن سے دبوچ
کر نیچے گرایا اور اس پر اپنا پاؤں رکھ کر بولی:

"میں اس جہاز کی سردار ہوں۔"

بڑے ملاح نے اس کے آگے اپنا سر جھکا دیا:

رنگولی ماریا نے اسے حکم دیا کہ ٹھگر کو اٹھا کر عرشے
پر لے چلو اور سارے ڈاکوؤں کو وہاں جمع کرو۔ تھوڑی
ہی دیر میں جہاز میں یہ شور مچ گیا کہ ان کی سردار رنگولی
دوبارا زندہ ہو گئی ہے اور اس میں کوئی زبردست طلسمی
طاقت آ گئی ہے۔ عرشے پر سارے بحری ڈاکو جمع ہو گئے۔

رنگولی ماریا نے تلوار اٹھا کر کہا:

"غداروں کے سر کاٹ دیئے گئے ہیں۔"

اور اس نے دونوں ڈاکوؤں کے سر ہوا میں اچھال دیئے:

"میں رنگولی ہوں۔ تمہارے جہاز کی سردار۔۔۔ اگر کسی

نے میرے خلاف بغاوت کی تو اس کا بھی یہی انجام
ہو گا۔ مجھ پر موت حرام ہو گئی ہے۔ میں مر نہیں
سکتی۔ میں قتل نہیں کی جا سکتی۔ غور سے سن لو۔
اب ہم اس جہاز کو لے کر ملک یمن کی طرف
جائیں گے۔ جہاں جواہرات سے لدا ہوا ایک جہاز
سفر پر روانہ ہو گیا ہو گا۔"

بحری ڈاکوؤں نے رنگولی ماریا کے حق میں بلند نعرے
لگائے اور اس کے ساتھ اپنی وفاداری کا اعلان کر دیا۔
رنگولی نے حکم دیا کہ غدار باغی ٹھگر کو جہاز کے تہہ خانے
میں ڈال دیا جائے اور ہر روز اس کے جسم کا ایک ٹکڑا
کاٹ دیا جائے۔ پھر رنگولی ماریا نے سارنگ کو ساتھ لیا
اور اپنے کیبن میں آ گئی۔

سارنگ خود بھی رنگولی کی طلسمی شخصیت سے بے حد خوفزدہ
ہو گیا تھا۔ وہ اس سے جادوئی تعویذ کے بارے میں کوئی سوال
کرتے ہوئے گھبرا رہا تھا۔

رنگولی ماریا نے خود ہی اسے کہا:

"سارنگ! تم مجھے دوبارا زندہ دیکھ کر حیران ہو رہے
ہو گے جس طرح کہ دوسرے ڈاکو حیران ہوئے ہیں۔
مگر میں تمہیں بتاتی ہوں کہ دیوتاؤں نے میری مدد کی۔

جب تم لوگ میری لاش کی چتا کو آگ لگا کر
واپس چلے گئے تو دیوتاؤں نے میری مدد کی اور میں
پھر سے زندہ ہو گئی۔"
رنگولی ماریا نے جان بوجھ کر اسے یہ راز نہیں بتایا تھا
کہ چتا کے قریب عین وقت پر جب کہ اس کی لاش کو
آگ لگنے ہی والی تھی ایک ایسی عورت آ گئی جو غیبی موت
اور جس کے بارے میں افریقی جادوگر نے اسے پہلے
ہی بتا رکھا تھا کہ اگر اسے کسی نے قتل کر دیا اور اس
کی لاش کو آگ لگنے سے پہلے پہلے اگر وہاں کوئی ایسی
لڑکی آ گئی جو غیبی حالت میں ہو تو وہ اس سے لپٹ کر
دوبارہ زندہ ہو جائے گی۔ وہ یہ راز کسی کو نہیں بتانا چاہتی تھی۔
سارنگ نے ایک بار پھر معافی مانگ کر سردار تنکر نے اسے اپنے
ساتھ ملنے کے لیے مجبور کر دیا تھا ورنہ وہ اب بھی رنگولی
کا وفادار ہے۔ رنگولی نے کہا:
"سارنگ! تم بوڑھے ہو، تجربہ کار ہو۔ میں تمہیں
معاف کرتی ہوں۔ لیکن آئندہ اگر تم نے کوئی
ایسی حرکت کی تو تمہارا انجام بھی وہی ہو گا جو
اس وقت غدار تنکر کا ہو رہا ہے۔"
سارنگ جلدی سے بولا:

"رنگولی! تم دیوی ہو۔ دیویوں کے آگے کوئی سر نہیں
اٹھا سکتا۔"
جہاز کا رخ یمن کی بندرگاہ کی طرف موڑ دیا گیا۔
رنگولی ماریا اپنے کیبن میں جا کر بیٹھ گئی۔ اور [illegible] کو
دیکھنے لگی۔ اس کے دماغ کے ماریا والے حصے نے کہا:
"رنگولی! تم اچھی طرح سے جانتی ہو کہ تم مر چکی ہو
اور محض میری یعنی ماریا کی وجہ سے زندہ ہو۔ جس
دن میں تمہارے جسم میں سے نکل گئی تم اسی
وقت مر جاؤ گی اور تمہاری لاش مٹی بن جائے گی۔"
رنگولی کے دماغ والے حصے نے کہا:
"ماریا! تم اس تعویذ کے طلسم کے اثر میں ہو جو
مجھے میرے بزرگ دوست افریقی جادوگر نے گھول
کر پلایا تھا۔ تم لاکھ کوشش کرو میرے جسم سے
نکل کر آزاد نہیں ہو سکتیں۔ اس لیے ان باتوں کو
بھول جاؤ، بھول جاؤ کہ تمہارا نام ماریا ہے اور
تم عنبر ناگ کیپٹ کی تلاش میں جا رہی تھیں۔ اب
تم رنگولی قزاق ہو۔ رنگولی قزاق کی روح ہو تمہاری
اپنی کوئی الگ حیثیت نہیں ہے۔ جو میں چاہوں گی
تم وہی کرو گی۔"

ماریا نے کہا: "لیکن یہ مت بھولو کہ تم ایک مُردہ لاش ہو جو محض میری وجہ سے زندہ اور طلسمی طاقت کی مالک ہے۔ ایک نہ ایک دن میں تمہارے جسم کی قید سے نکل جانے میں کامیاب ہو جاؤں گی۔"

رنگولی ماریا نے ایک قہقہہ لگایا اور بولی:

"تمہارا یہ خواب کبھی پورا نہیں ہو گا۔ میرے جسم کے طلسم نے تجھے اپنے ذرے ذرے میں جذب کر لیا ہے۔ اب تم ساری زندگی میرے ساتھ رہو گی اور میں کبھی نہیں مروں گی۔"

ماریا بولی: "یہ تمہارا وہم ہے رنگولی۔ تم ایک ظالم اور جابر عورت ہو۔ تم لوگوں کو لوٹ کر انہیں مار ڈالتی ہو۔ تم ظالم ہو اور خدا ظالموں کو زیادہ دیر تک زندہ نہیں رہنے دیتا۔"

رنگولی ماریا نے زور سے میز پر ہاتھ مارا اور چیخ کر کہا:

"بند کرو یہ بکواس!"

دوسرے کیبن میں سے سارنگ قزاق بھاگ کر آ گیا۔

"رنگولی سردار! کیا بات ہے۔ خیریت تو ہے؟"

رنگولی ماریا نے اپنی لال لال خونخوار آنکھوں سے سارنگ کو دیکھا اور ڈانٹتے ہوئے کہا:

"تم یہاں کیوں آئے ہو بوڑھے؟ نکل جاؤ میرے کیبن سے۔"

بوڑھا سارنگ پیچھے سے باہر نکل گیا۔ وہ دل میں سوچ رہا تھا کہ اگر رنگولی کے مُردہ جسم کو پھر سے زندگی ملی ہے تو یہ جادو کا اثر ہے جس روز یہ اثر ختم ہو گیا رنگولی کے جسم کو آگ لگ جائے گی۔

○

اس وقت ماریا، رنگولی قزاق کے جسم میں قید ہے اور یمن کی طرف سفر کر رہی ہے۔

کیپٹ کو دریائے سندھ کی وادی میں ایک اجڑے ہوئے مندر کی کوٹھڑی میں ایک پہیرے نے کوٹھڑی میں بند کر رکھا ہے۔ اس کے ہاتھ رسی کے ساتھ کھونٹی سے بندھے ہوئے ہیں۔ اس کا نچلا دھڑ سُن ہو چکا ہے اور پہیرا ہر روز رات کو بچھو لا کر کیپٹ کے بازو پر ڈسواتا ہے جس کے زہر کی وجہ سے کیپٹ کے جسم میں سے زندگی کی طاقت آہستہ آہستہ ختم ہو رہی ہے۔ پہیرا کیپٹ سے اپنے قزاق سردار کے فرار ہو جانے اور لوگوں کے سامنے اپنے ...

بدلہ لے رہا ہے۔

پیرے کو معلوم ہے کہ کیٹی میں کوئی ایسی طاقت ہے کہ سانپ اس کے آگے جھک جاتے ہیں۔ اس لیے وہ سانپ کو اس کے پاس نہیں لاتا۔ کیٹی کو اس ویران کوٹھڑی میں قید ہوئے چار دن گذر گئے تھے۔ اس کی حالت بہت خراب ہو گئی تھی۔ بچھو کے زہر کا اثر زیادہ نہیں لیکن آہستہ آہستہ اثر کرنے لگا تھا، ایک رات پیرا اسے بچھو ڈسوا کر واپس گیا تو کیٹی پر غنودگی چھا گئی۔ پیرے نے کوٹھڑی کو باہر سے تالا لگا دیا ہوا تھا۔

آدھی رات کے بعد کیٹی کو کچھ کچھ ہوش آیا تو اس نے چھٹکی جن کو یاد کیا اور فریاد کی کہ میری مدد کر۔ مگر اس کا دوست جن بھی بڑا ظالم اور سنگ دل جن تھا یا اپنی مرضی کا جن تھا۔ اس کے بلانے پر کبھی نہیں آتا تھا۔ اس وقت بھی اس نے کوئی جواب نہ دیا۔

کیٹی دیوار سے ٹیک لگا کر سخت مایوسی کے ساتھ بیٹھی رہی۔ کوٹھڑی میں اندھیرا چھایا ہوا تھا۔ مگر کیٹی کی خلائی آنکھیں اس اندھیرے میں دیکھ سکتی تھیں۔ کیٹی کو ایسی آواز آنے لگی جیسے کوئی پیچھے سے زمین کھود رہا ہو۔ یہ آواز دیوار کے پیچھے کی طرف سے آ رہی تھی۔

دیوار کے پیچھے مندر کے اجڑے ہوئے صحن میں ایک آدمی رات کے اندھیرے میں زمین کھود رہا تھا۔ اس نے پرانی کتابوں میں ایک نقشہ دیکھا تھا جس کے مطابق اس جگہ پر مندر کا قدیم خزانہ دفن تھا اور وہ آدمی آدھی رات کو وہاں سے خزانہ کھودنے آیا تھا۔ پیرا کچھ فاصلے پر اپنی کوٹھڑی میں بے سدھ سو رہا تھا۔

جب اس آدمی نے کافی گڑھا کھود لیا تو اسے نیچے ایک کانسی کا مٹکا دبا ہوا ملا۔ اس کی باچھیں کھل اٹھیں یقیناً اس مٹکے میں خزانہ تھا۔ اس نے جلدی سے کانسی کے مٹکے کا ڈھکنا کھول دیا۔ ڈھکنے کے کھلتے ہی اس کے اندر سے پھنکار کی آواز آئی اور ایک سبز سانپ جو خزانے کی حفاظت پر تھا اچھل کر باہر نکلا اور اس نے اس لالچی انسان کو ڈس دیا۔ خزانے کے سانپ بے حد زہریلے ہوتے ہیں اور جب ڈستے ہیں تو سب سے پہلے انسان کا گلا خشک ہو کر بند ہو جاتا ہے اور وہ کوئی آواز نہیں نکال سکتا۔ یہی اس لالچی انسان کے ساتھ ہوا۔ سانپ کے ڈستے ہی اس کا گلا بند ہو گیا اور جسم بے حس ہو کر گر گیا۔ اس کے ناک منہ کان سے خون بہنے لگا۔

کیٹی کو ایک سانپ کی ہلکی سی بو محسوس ہوئی

طرف خزانے کا سانپ جب واپس کالی کے مٹکے میں
جانے لگا تو اسے ناگ دیوتا کی خوشبو آئی۔ اگرچہ اسے ناگ
دیوتا کا حکم ماننے سے شیش ناگ نے منع کر دیا تھا۔ مگر
ناگ دیوتا کا احترام اور تعظیم سب سانپوں پر فرض تھی۔
خزانے کا سانپ مٹکے میں واپس جانے کی بجائے اس طرف
چل پڑا جدھر سے ناگ دیوتا کی دھیمی دھیمی مہک آ رہی
تھی۔ یہ خوشبو خزانے کے سانپ کو اس کوٹھڑی میں لے گئی
جہاں کیتی بری حالت میں پڑی تھی۔
کیتی نے بھی اندھیرے میں دروازے کے نیچے سے ایک
سانپ کو رینگ کر اندر آتے دیکھ لیا تھا۔ اس کے دل میں
امید کی ایک کرن چمکی۔ یہ سانپ قدرت نے اس کی مدد
کے لیے بھیج دیا تھا۔ حالانکہ پیرا سانپوں کی پٹاریوں کو کیتی
سے بہت دور جنگل میں لے گیا ہوا تھا۔ خزانے کا سانپ
کیتی کے آگے آ کر پھن کو بار بار جھکانے لگا۔ اسے
کیتی کے بدن سے ناگ دیوتا کی خوشبو آ رہی تھی۔ خزانے
کے سانپ نے کہا:
"تم ناگ دیوتا نہیں ہو مگر تمہارے جسم سے ناگ دیوتا
کی مہک آ رہی ہے۔ کیا تم ناگ دیوتا کی بہن ہو؟"
کیتی نے سانپ کی آواز کی لہروں کو اپنے جسم سے ٹکرانے

کے بعد اس کے معنی سمجھ لیے تھے۔ اس نے بھی اپنے الفاظ
کو جسم کی لہروں کی شکل دے کر سانپ سے کہا:
"ہاں! میں ناگ دیوتا کی بہن ہوں۔"
خزانے کے سانپ نے کہا: "میں خزانے کی حفاظت
کرتا ہوں۔ ایک آدمی خزانہ چرانے آیا تھا کہ میں
نے اسے ہلاک کر دیا۔ پھر مجھے تمہاری خوشبو آ گئی۔
اے ناگ دیوتا کی بہن! تمہاری یہ حالت کس نے
کر دی ہے؟ کیا اسے معلوم نہیں کہ تم ہمارے ناگ
دیوتا کی بہن ہو؟"
کیتی نے کہا: "میری یہ حالت ایک پیرے نے کر
دی ہے۔ میری مدد کرو۔"
سانپ نے پیچھے سے آ کر کیتی کے بازوؤں کی رسی پھونک
کر جلا دی۔ کیتی نے اسے بتایا کہ مجھے [illegible]
تھا جس کی وجہ سے میرا نچلا دھڑ بے حس ہو گیا ہے
اور پیرا ہر رات مجھے پنجرے سے ڈراتا ہے۔ خزانے کے
سانپ کی آنکھوں سے غصے کے مارے چنگاریاں چھوٹنے
لگیں۔ "اس کی یہ جرأت کہ ناگ دیوتا کی بہن کے
ساتھ یہ ظلم کرے۔ اے ناگ دیوتا کی بہن! میں
سب سے پہلے تمہارے جسم کی حالت ٹھیک [illegible]

دلاتا ہوں۔ اس کے بعد اس پیرے سے انتقام
لوں گا۔"

یہ کہہ کر سانپ کیٹی کے پاؤں کی طرف آ گیا۔ اس نے
کیٹی کے پاؤں پر اس جگہ منہ رکھ دیا جہاں دو مونہی
نے کاٹا تھا اور کیٹی کے جسم سے دو مونہی کا سارا زہر
کھینچ کر تھوک دیا۔ کیٹی کے جسم میں ایک دم سے طاقت
آ گئی۔ اس کی ٹانگوں میں جان پڑ گئی، وہ اُٹھ کر کھڑی
ہو گئی۔ اس کے جسم سے بچھو کا زہر بھی نکل گیا تھا۔

کیٹی نے کہا: "اے سانپ! میں تمہارا دلی شکریہ ادا
کرتی ہوں۔"

سانپ بولا: "اب مجھے بتاؤ کہ وہ پیرا کہاں ہے جس
نے تمہاری یہ حالت بنا رکھی تھی۔ میں ناگ دیوتا کے
نام پر اس سے اس ظلم کا پورا پورا بدلہ لوں گا۔"

کیٹی نے کہا: "وہ مندر کی ایک کوٹھڑی میں رہتا
ہے جو کونے پر ہے۔ پہلے ہمیں یہاں سے باہر نکلنا
ہو گا۔"

سانپ نے کہا: "میں باہر جا کر تالے کو توڑنے کی
کوشش کرتا ہوں۔"

کیٹی کہنے لگی: "تم تالے کو نہیں توڑ سکو گے۔ یہ کام

یں کر لوں گی۔"

کیٹی کے جسم کی ساری طاقت واپس آ چکی تھی۔ اس نے
کوٹھڑی کے بند دروازے کو دونوں ہاتھوں سے تھوڑا سا دھکیلا
تو اس کا کنڈا اکھڑ گیا اور دروازہ کھل گیا۔ وہ اور سانپ کوٹھڑی
سے نکل کر باہر آ گئے۔

کچھ قدموں کے فاصلے پر چھوٹی سی کٹیا تھی جس کے اندر
پیرا گہری نیند سو رہا تھا۔ کیٹی نے کہا:
"پیرا اس کٹیا میں رہتا ہے۔"

خزانے کے سانپ نے کہا: "مقدس بہن! تم اسی جگہ
ٹھہرو۔ میں اسے جگاتا ہوں۔"

کیٹی بولی: "سانپ بھائی! اپنا خیال رکھنا۔ پیرا بڑا
مکار ہے۔"

خزانے کے سانپ نے کہا:
"مقدس بہن! شاید تم خزانے کے سانپوں کی طاقت
سے واقف نہیں ہو۔ تم ابھی ایک ایسا تماشا دیکھو
گی کہ تم نے پہلے کبھی نہیں دیکھا ہو گا۔"

کیٹی کٹیا کے قریب جا کر ایک طرف کھڑی ہو گئی۔
خزانے کا سانپ کٹیا کے بند دروازے پر جا کر رُک گیا
پھر اس نے اپنا منہ دروازے کے پاس لے جا کر

سے پھنکار ماری۔ اس کے منہ سے آگ نکلی جس نے دروازے
میں ایک سیاہ شگاف ڈال دیا۔ ایک ہلکا سا دھماکہ ہوا جس
کی آواز سن کر پیرا چونک کر اُٹھ بیٹھا اور دروازے میں
شگاف دیکھ کر ہکا بکا ہو کر رہ گیا کہ یہ کیسے ہو گیا؟!

وہ شگاف میں سے نکل کر باہر آیا تو ستاروں کی دھیمی
روشنی میں اس نے ایک جانب کیٹی کو کھڑے دیکھا۔ وہ تو
حیران ہو کر رہ گیا کہ یہ کیسے صحت مند ہو کر کوٹھڑی سے
باہر آ گئی۔ اس نے چلّا کر کہا:

"تم — تم کیسے باہر نکل آئیں۔ میں ابھی دو مونہی
لاتا ہوں۔ میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

کیٹی نے کہا: "اب میں بڑی آسانی سے تمہاری گردن
تمہارے جسم سے الگ کر سکتی ہوں۔ مگر میں ایسا
نہیں کروں گی۔ کیوں کہ یہ کام میرا ایک دوست
کرے گا۔"

"کون ہے تمہارا دوست؟" پیرا گرج کر بولا۔

عین اس وقت خزانے کا سبز سانپ پھنکار مار کر
اس کے سامنے آ گیا اور پیرے کے بالکل قریب زمین
سے چار فٹ اونچا اپنا پھن اٹھا کر لہرانے لگا۔

پیرے نے فوراً پہچان لیا کہ یہ خزانے کا سانپ ہے

اور ان سانپوں کی طاقت بے پناہ ہوتی ہے۔ پیرے کو
موت اپنے سامنے نظر آنے لگی۔

پھر بھی اس نے ہمت نہ ہاری اور اپنی جیب میں
ہاتھ ڈال کر تیزی سے سانپ کا مہرہ نکال کر خزانے کے
سبز سانپ کی طرف پھینک دیا۔ یہ مہرہ ایک سفید سانپ
کا تھا جس کے آگے کوئی سانپ سر نہیں اٹھا سکتا مگر
خزانے کا سانپ اسی طرح اپنا پھن لہراتا رہا۔ اس نے
سپیروں کی زبان میں پیرے سے کہا:

"اے بدنصیب ظالم پیرے! کیا تو نہیں جانتا
کہ اس وقت میرے ساتھ ناگ دیوتا کی مقدس
بہن کھڑی ہے اور تم نے ہمارے مقدس ناگ دیوتا
کی بہن پر ظلم کیا ہے۔ اس وقت اگر سفید سانپ
بھی ہوتا تو تم سے ناگ دیوتا کی بہن کی بے عزتی
کا ضرور بدلہ لیتا۔ تجھے اب کوئی نہیں بچا سکتا۔"

پیرا فوراً سمجھ گیا کہ پانی سر سے گزر چکا ہے اور اب
اس کی موت یقینی ہے۔ جہاں وہ کھڑا تھا وہاں پتھروں کا
ڈھیر لگا ہوا تھا۔ پیرے نے بجلی کی تیزی کے ساتھ ایک
پتھر اٹھا کر خزانے کے سانپ کی طرف پھینکا۔ پتھر خزانے کے
سانپ کے پہلو میں گرا۔ اس نے ایک پھنکار ماری۔ پھنکار

کے ساتھ ہی سانپ پہیرے کے گرد ایک دائرے کی شکل
میں گھوم گیا۔ پہیرے نے دائرے میں سے باہر چھلانگ لگانی
چاہی مگر اسے محسوس ہوا کہ اس کے ارد گرد دائرے کی شکل
میں شیشے کی ایک دیوار کھڑی ہو گئی ہے جو لوہے سے بھی
زیادہ مضبوط ہے۔

پہیرا اس نظر نہ آنے والی شیشے کی گول دیوار سے ٹکرا کر
زمین پر گر پڑا۔ خزانے کا سانپ اب اس کی کوٹھڑی میں
گیا جہاں ایک مٹکے میں دو مونہی سانپ بند پڑا تھا۔ خزانے
کے سانپ نے جاتے ہی مٹکے کو توڑ ڈالا اور دو مونہی کو
حکم دیا کہ میرے ساتھ باہر آؤ۔

خزانے کے سانپ کا حکم سن کر دو مونہی کوٹھڑی سے
باہر آ گئی۔ سانپ نے کہا:

"اس دائرے میں داخل ہو جاؤ اور پہیرے کے پاؤں
پر کاٹ کر اس کا نچلا دھڑ بے حس کر دو۔"

دو مونہی دونوں مونہوں سے سرسر سرسر کی آوازیں نکالتی
دائرے کے اندر چلی گئی۔ پہیرا خوف کے مارے دائرے
میں چکر لگانے لگا۔ وہ دو مونہی کو پاؤں سے کچلنے کی
کوشش کرنے لگا مگر دو مونہی نے اسے ڈس دیا۔ دو مونہی
کے زہر نے اس کے جسم میں داخل ہوتے ہی پہیرے کے

نچلے دھڑ کو سن کر دیا۔ وہ زمین پر گر پڑا۔

دو مونہی دائرے میں سے نکل کر واپس آ گئی۔ سانپ نے
اسے کوٹھڑی میں بھیج دیا اور کیٹی سے کہا:

"ناگ کی مقدس بہن! برے کام کا انجام ہمیشہ
برا ہوتا ہے۔"

○

پُراسرار گنبد

سپیرا دائرے کے اندر گرا ہوا تھا۔

اس کا نچلا دھڑ بالکل نہیں ہل رہا تھا۔ وہ اُوپر والے دھڑ کو کھسکا کر دائرے سے باہر نکلنے کی کوشش کر رہا تھا اور ہر بار دائرے کی نظر نہ آنے والی دیوار سے ٹکرا کر رہ جاتا تھا۔

خزانے کے سانپ نے اس کوٹھڑی کی طرف منہ کر کے تین بار پھنکاریں ماریں تو کوٹھڑی میں سے وہی سیاہ بچھو رینگتا ہوا باہر آ گیا اور خزانے کے سانپ کے سامنے آ کر خاموش بیٹھ گیا۔

سانپ نے اسے کہا: "میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ اس دائرے میں داخل ہو جاؤ اور سپیرے کی گردن پر دونوں جانب کاٹ کر اس ظالم انسان کو اس کے ظلم کی سزا دو۔"

سیاہ بچھو یہ حکم سُن کر دائرے میں داخل ہو گیا۔ بچھو کو

دیکھتے ہی سپیرے نے دونوں ہاتھوں پر رینگتے ہوئے اس سے بھاگنے کی کوشش کی مگر بچھو اس کے جسم پر چڑھ گیا۔ سپیرے نے ہاتھ سے بچھو کو پکڑ کر پھینکنا چاہا مگر بچھو نے اس کے ہاتھ پر ڈس دیا۔ سپیرے کے منہ سے ایک چیخ نکل گئی۔ بچھو اب سپیرے کی گردن پر چڑھ گیا اور جیسا کہ سانپ نے اسے حکم دیا تھا سپیرے کی گردن پر پہلے ایک طرف کاٹا، پھر دوسری طرف کاٹا اور کود کر نیچے اُتر آیا۔ سپیرے کا ایک دم بُرا حال ہو گیا۔ وہ درد سے تڑپنے لگا۔ پھر اس کا اوپر والا دھڑ بھی بے حس ہونا شروع ہو گیا۔

سانپ اور کیٹی دائرے کے باہر کھڑے دیکھ رہے تھے۔ بچھو واپس کوٹھڑی میں جا چکا تھا۔ جب سپیرا بے حس و حرکت ہو کر دائرے میں بے ہوش ہو گیا تو سانپ نے اپنا منہ اس کی طرف کر کے پھنکار ماری۔ سانپ کے منہ سے آگ کی چنگاریاں نکل کر سپیرے کے جسم پر پڑیں اور دیکھتے ہی دیکھتے اس کے سارے جسم کو آگ لگ گئی۔

سانپ نے کیٹی سے کہا:

"ظالم کو اس کے ظلم کا بدلہ مل گیا۔ لوگ اس کے ظلم سے بچ گئے [illegible]

کی حفاظت پر جاتا ہوں۔ اے مقدس بہن! میں تمہاری اور کیا خدمت کر سکتا ہوں؟"

کیٹی نے کہا: "کیا تم مجھے بتا سکتے ہو کہ میری دوست ماریا اور عنبر ناگ اس وقت کہاں ہوں گے؟"

خزانے کے سانپ نے کہا: "ناگ دیوتا کی مقدس بہن! میں غیب کا علم نہیں جانتا۔ غیب کا علم صرف خدا کو ہے۔ ہاں! میں تمہیں اتنا ضرور بتا سکتا ہوں کہ مجھے سمندر کی طرف سے کسی وقت ناگ دیوتا کی مہک آتی ہے۔"

یہ کہہ کر خزانے کا سانپ واپس کانسی کے مٹکے میں خزانے کی حفاظت کرنے چلا گیا۔ کیٹی کچھ دیر وہاں خاموش کھڑی سپیرے کی لاش کو جلتے دیکھتی رہی۔ پھر وہ مندر کے احاطے سے نکلی اور اس طرف جنگل میں روانہ ہو گئی جدھر سے دریا کے پانی کی ہلکی ہلکی خوشبو آ رہی تھی۔ خزانے کے سانپ نے بھی اس بات کی گواہی دی تھی کہ اسے سمندر کی طرف سے ناگ دیوتا کی ہلکی مہک آتی ہے۔ ضرور ماریا بھی سمندر میں ہی سفر کر رہی ہو گی۔ کیونکہ وہ اور کیٹی دونوں ہی سمندر کی طرف جا رہی تھیں۔

جنگل سے نکلی تو کیٹی کو سامنے دریا نظر آنے لگا۔

یہی وہ دریا تھا جس میں ماریا نے کشتی میں بیٹھ کر سمندر تک کا سفر کیا تھا۔ کیٹی اکیلی تھی اور اس کا لباس بھی پھٹ گیا ہوا تھا۔ ساری رات سفر کرنے کے بعد صبح وہ ایک مچھیروں کی بستی میں پہنچی۔ یہاں اس نے ایک عورت سے پرانی ساڑھی لے کر باندھی اور ایک بڑی کشتی میں بیٹھ گئی جو مسافروں کو لے کر آگے کے ایک شہر کی طرف جا رہی تھی۔

شام تک کشتی دریا میں سفر کرتی رہی چراغ روشن ہو گئے تھے۔ کشتی نے مسافروں کو بستی کے کنارے پہنچا دیا۔ یہ بستی کافی بڑی تھی۔ کیٹی بھی دوسرے لوگوں کے ساتھ یہاں اتر گئی۔ کیوں کہ کشتی میں سوار ہو کر آگے دریا میں سفر کرتے ہوئے سمندر کے کنارے والی بندرگاہ دیبل تک پہنچنا تھا جہاں سے وہ کسی بادبانی جہاز میں سوار ہو کر ملک عراق کی طرف سفر کرنا چاہتی تھی۔

رات کیٹی نے اسی بستی میں گذاری۔ وہ دریا کنارے ایک درخت پر چڑھ کر بیٹھ گئی تھی اور وہیں بیٹھے بیٹھے اس نے رات گذار دی۔ وہ لوگوں کے درمیان زیادہ چلنا پھرنا نہیں چاہتی تھی۔ کیوں کہ وہ اکیلی تھی اور اکیلی عورت کو دیکھ کر اس زمانے میں بھی لوگ خواہ مخواہ پیچھے لگ جاتے

کرتے تھے۔ ویسے بھی کیٹی اپنی طاقت کا یونہی مظاہرہ کرنا
پسند نہیں کرتی تھی۔ دوسرے روز دوپہر کے بعد ایک بڑی
کشتی سمندری بندرگاہ دیبل کی طرف جانے کے لیے تیار کھڑی
تھی۔ مسافر اس میں سوار ہو رہے تھے۔ ہر کوئی کرایہ ادا کر رہا
تھا۔ کیٹی کے پاس کوئی سکہ نہیں تھا۔
یہ مشکل تھی۔ کیٹی نے دیکھا کر ایک زرق برق قیمتی
لباس والی عورت جس کے ساتھ دو نوکرانیاں بھی تھیں کشتی
میں سوار ہونے والی تھی۔ کیٹی اس کے پاس گئی اور اسے
کہا کہ وہ اسے چند سکے ادھار دے دے۔ اس امیر عورت
نے غور کر کیٹی کو دیکھا اور بولی :
"تم خوبصورت لڑکی ہو۔ مگر تمہارا لباس بڑا پرانا اور
گندہ ہے۔ تم کون ہو؟"
کیٹی نے کہا "میں — میں — میرا نام مالا ہے۔ میں
یتیم ہوں۔ میرا کوئی نہیں۔ دیبل جا رہی ہوں کہ
کسی گھر میں نوکری کر کے پیٹ پالوں گی"
امیر عورت مسکرائی اور کہنے لگی :
"میرا نام رگھونی ہے۔ دیبل میں میرا ایک شاندار
محل ہے۔ تم میرے محل میں نوکری کرو گی؟ پھر
میں تمہارا کرایہ ادا کر کے تمہیں ساتھ ہی لے

چلوں گی"
کیٹی کو اور کیا چاہیے تھا۔ اس نے کہا :
"میں تیار ہوں رگھونی دیوی! میں آپ کے محل میں
نوکری کر لوں گی۔ آپ کی مہربانی ہو گی"
امیر عورت رگھونی نے کیٹی کا کرایہ ادا کر کے ساتھ بٹھا
لیا۔ کشتی دیبل شہر کی بندرگاہ پر پہنچی تو رات ہو چکی تھی
شہر میں چراغ روشن ہو چکے تھے۔ کیٹی کو یہاں سے کسی
بادبانی جہاز میں سوار ہو کر ملک عراق کی طرف روانہ ہونا تھا۔
اس نے سوچا کر کچھ دیر اس امیر عورت کے محل میں نوکری
کر کے کرایہ جمع کرے گی اور پھر جہاز میں سوار ہو کر
ملک بصرہ اور وہاں سے کسی قافلے کے ساتھ شامل ہو کر
عراق کی طرف روانہ ہو جائے گی۔
امیر عورت رگھونی کیٹی کو اپنے محل میں لے گئی۔
رگھونی کا محل شاندار اور سجا ہوا تھا اور وہاں پر کمرے
میں خوبصورت لڑکیاں رقص کر رہی تھیں۔ گھنگھروؤں کی جھنکاریں
گونج رہی تھیں۔ کیٹی کو بہت جلد پتہ چل گیا کہ رگھونی
ایک ایسی عورت ہے جس نے بہت سی خوبصورت نوجوان
لڑکیاں پال رکھی ہیں جو امیر لوگوں کے سامنے رقص کر کے
ان کا دل بہلاتی ہیں اور امیر لوگ رگھونی کو اس کے عوض

دولت دیتے ہیں۔

کیٹی کے لیے اگرچہ یہ ایک عجیب اور نیا کام تھا مگر کوئی پریشانی والی بات نہیں تھی۔ اسے شاندار لباس پہنایا گیا اور ایک گوروجی نے رقص سکھانا شروع کر دیا۔ کیٹی نے اتنا معلوم کر لیا تھا کہ بندرگاہ بصرہ کی طرف ایک ماہ بعد بادبانی جہاز روانہ ہوگا۔ وہ بڑے آرام سے رقص سیکھنے لگی۔ دس پندرہ دنوں میں وہ رقص کرنے میں بڑی ماہر ہو گئی۔ ایسا رقص کرتی کہ لوگ دنگ رہ جائے۔ اس محل میں ایک بوڑھا آدمی بھی رہتا تھا جو لوگوں کی خدمت کرتا تھا کیٹی اس کا بڑا خیال رکھتی تھی اور اسے جو پیسے ملتے وہ ان میں سے آدھے اس بوڑھے کو دے دیتی تھی۔ اس بوڑھے کا نام وانی تھا اور وہ بصرے کا رہنے والا تھا۔ جب اسے معلوم ہوا کہ کیٹی بصرے جا رہی ہے تو اس نے کہا:

"بیٹی مجھے بھی اپنے ساتھ بصرے لے چلو۔ مجھے اپنے وطن سے جدا ہوئے چالیس برس ہو گئے ہیں۔ اب میں چاہتا ہوں کہ اپنے وطن جا کر مروں۔"

کیٹی نے کہا: "وانی بابا! میں نے اپنے سفر کے بارے میں سوائے تمہارے اور کسی سے ذکر نہیں کیا۔ تم میرے اس راز کو راز ہی رکھنا اور میں

وعدہ کرتی ہوں کہ تمہیں بھی اپنے ساتھ لے چلوں گی۔"

بوڑھا وانی بڑا خوش ہوا۔

ایک مہینہ گزر گیا۔ جہاز کے بصرہ کی بندرگاہ کی طرف روانہ ہونے کا وقت آ گیا۔ کیٹی نے ایک روز رات کے اندھیرے میں وانی بابا کو ساتھ لیا اور خفیہ طریقے سے محل سے نکل کر بندرگاہ کی طرف روانہ ہو گئی۔ اس نے وانی بابا کے کرائے کی رقم بھی اپنے پاس رکھ لی تھی۔ وہ ابھی راستے میں ہی تھے کہ رگھونی کو ان کے خفیہ فرار کا پتہ چل گیا۔ اس نے اپنے دو قاتل قسم کے غنڈوں کو کیٹی کے پیچھے بھیجا کہ اسے پکڑ کر واپس لاؤ اگر واپس نہ آئے تو دونوں کو وہیں ہلاک کر ڈالو۔

کیٹی وانی بابا کو ساتھ لیے سیاہ چادر اوڑھے دہلی کی خاموش جگہوں میں سے گزر رہی تھی کہ اچانک وہ غنڈے گلی میں سے نکل کر سامنے آ گئے۔ ان کے ہاتھوں میں چھریاں چمک رہی تھیں۔ رات کا وقت تھا۔ اس وقت گلی میں کوئی دوسرا آدمی نہیں تھا۔ وانی بابا فوراً سمجھ گیا کہ رگھونی نے سونے کا انڈا دینے والی مرغی ہاتھ سے نکلتی دیکھ کر اسے واپس لانے کے لیے یہ غنڈے بھیجے ہیں اب خیر نہیں ہے۔ وہ کیٹی کو واپس لے جائیں گے اور

اسے قتل کرکے وہیں پھینک دیں گے۔

دانی بابا سہم کر کیٹی کے پیچھے ہو گیا اور کانپتی ہوئی آواز میں بولا:

"مالا بیٹی! یہ رگھوتی کے آدمی ہیں۔ ہمیں لینے آئے ہیں مجھے۔ مجھے قتل ہونے سے بچا لیتا!"

کیٹی نے ایک مدت سے اپنی طاقت کا استعمال نہیں کیا تھا۔ اب موقع آ گیا تھا۔ غنڈے چھریاں لیے کیٹی کے دونوں طرف آ کر کھڑے ہو گئے۔ ایک غنڈے نے آنکھیں سکیڑ کر سر ہلاتے ہوئے کہا:

"مالا دیوی! اتنا شاندار محل چھوڑ کر کہاں بھاگی جا رہی ہو؟"

دوسرے غنڈے نے بوڑھے دانی کی گردن پر مکا مارا اور کہا:

"کیوں رے بڈھے۔ تو اسے بھگا کر لیے جا رہا ہے؟"

دانی نے ہاتھ باندھ کر کہا: "نہیں نہیں ایسا نہیں ہے۔"

کیٹی نے جھٹ بات کاٹ دی اور کہا:

"دانی بابا کو میں خود زبردستی اپنے ساتھ لے جا رہی ہوں لیکن اس سے پہلے کہ تمہاری گردنیں ٹوٹ جائیں اور تمہارا جسم مردہ لاش بن کر اس

گلی میں پڑے رہیں میں تمہیں آخری بار خبردار کرتی ہوں کہ ہمارا راستہ چھوڑ دو اور ہمیں جانے دو۔"

غنڈوں کو بھلا کیسے پتہ چل سکتا تھا کہ وہ کس زبردست عورت کے سامنے کھڑے ہیں۔ وہ تو کیٹی کو ایک معمولی درجے کی رقاصہ سمجھ رہے تھے جس کو ان کی مالک رگھوتی نے اپنی کنیز بنا کر رکھا ہوا تھا اور اس میں کوئی شک بھی نہیں تھا کہ بے چاری کیٹی کو اپنی طاقت آزمانے یا اپنی طاقت کسی کو دکھانے کا کافی دیر سے موقع نہیں ملا تھا اس نے دونوں غنڈوں کو بڑی شرافت کے ساتھ کہا کہ وہ اس کے راستے میں نہ آئیں اور جدھر سے آئے ہیں ادھر کو ہی واپس چلے جائیں لیکن غنڈے اس امیر اور بد کردار کی عورت کے پالے ہوئے تھے۔ اس کے منہ چڑھے تھے اور انہیں اپنی بدمعاشی پر بڑا گھمنڈ تھا وہ ایک دبلی پتلی کمزور سی لڑکی کی اس بات یا دھمکی کو بھلا کیا سمجھتے تھے۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا کہ ان میں سے ایک غنڈے نے آگے بڑھ کر کیٹی کا بازو پکڑا اور اسے زور سے کھینچ کر ایک طرف دھکا دیا۔ لیکن اسے اچانک احساس ہوا کہ لڑکی تو اپنی جگہ پر لوہے کے کھمبے کی طرح کھڑی ہے

کیٹی نے ایک بار پھر انہیں خبردار کیا:

"میں تمہیں آخری بار خبردار کرتی ہوں کہ ہمیں کچھ نہ کہو۔ ہم کسی کا پیسہ مار کر یا کسی کو قتل کر کے نہیں جا رہے۔ اپنی مرضی سے جا رہے ہیں۔ ہمارے راستے میں نہ آؤ۔"

مگر ان دونوں غنڈوں کا اس دنیا میں وقت پورا ہو چکا تھا۔ شام کو انہوں نے اپنی زندگیوں کا آخری کھانا کھا لیا تھا۔ پانی کا آخری گھونٹ پی لیا تھا۔ اب وہ خود موت کو دعوت دے رہے تھے۔ کیٹی کی آخری خبرداری کا بھی ان پر کوئی اثر نہ پڑا اور کیٹی کو اٹھا کر لے جانے کی کوشش کرنے لگے بوڑھا دانی بے چارا پرے ہٹ کر کھڑا خوف سے کانپ رہا تھا۔ کیٹی نے اپنا بایاں بازو اوپر اٹھایا۔ اسے بالکل سیدھا لا کر زور سے ایک غنڈے کی گردن پر مارا۔

کڑک کی آواز آئی اور غنڈے کی گردن کی ہڈی ٹوٹ گئی۔ گردن کی ہڈی ٹوٹتے ہی اس کی زندگی کا رشتہ بھی ٹوٹ گیا۔ وہ لڑکھڑا کر گرا اور پھر نہ اُٹھ سکا۔ دوسرے غنڈے کو چاہیے تھا کہ اپنے ساتھی کا انجام دیکھ کر بھاگ جاتا مگر اس نے اُلٹا کیٹی پر حملہ کر دیا۔ چھری والا ہاتھ اٹھا اور چھری کیٹی کے پیٹ میں گھس گئی۔

بوڑھے دانی نے آنکھیں بند کر لیں۔ وہ کیٹی یعنی مالا کو مرتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا تھا۔ کیٹی نے غنڈے کا وہ ہاتھ پکڑ لیا جس نے اس کے پیٹ میں چھری گھونپی تھی۔ اس کے ہاتھ کو جھٹکا دے کر پرے ہٹایا اور چھری اپنے پیٹ سے نکال کر اسے دکھائی اور کہا:

"اس چھری سے تم مجھے ہلاک کرنا چاہتے تھے؟ دیکھو اس پر میرے خون کا ذرا سا بھی نشان نہیں لگ سکا۔"

غنڈہ تو ششدر یعنی ہکا بکا ہو کر رہ گیا۔ اس نے خود چھری ہاتھ کے دستے تک کیٹی کے پیٹ میں گھونپی تھی چاہیے تو یہ تھا کہ کیٹی زمین پر گر پڑتی اور اس کی انتڑیاں باہر نکل آتیں۔ مگر کیٹی پیٹ سے چھری نکال کر اسے دکھا رہی تھی اور اس کے پیٹ کا زخم چھری کے باہر نکلتے ہی بھر گیا تھا یا آپس میں مل گیا تھا۔

کیٹی کی آواز سن کر بوڑھے دانی نے بھی آنکھیں کھول دیں۔ یہ دیکھ کر اس کے ہاتھوں کے بھی طوطے اڑ گئے کہ کیٹی یا مالا زندہ تھی اور چھری جو اس کے پیٹ میں داخل ہوئی تھی اب اس کے ہاتھ میں تھی اور غنڈہ اس کے سامنے کھڑا پھٹی پھٹی دہشت زدہ آنکھوں سے اسے تک رہا تھا۔

کیٹی نے کہا: "یہ چھری اب تمہارے پیٹ میں جائے گی

"کیونکہ تم ایک قاتل ہو اور جانتے کتنے ـــــــ بے گناہ
انسانوں کو قتل کر چکے ہو۔"

غنڈے نے دوسری جیب سے ایک دوسری چھری نکال
کر کیپٹی پر حملہ کر دیا۔ وہ یہ سمجھ رہا تھا کہ شاید کیپٹی نے
پیٹ کے ساتھ کوئی روئی دار پتلا سرہانہ باندھ رکھا ہے۔
اس نے دوسری چھری کیپٹی کی گردن پر ماری تو کیپٹی نے
اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ زور سے مارا۔ غنڈے کے حلق
سے ایک چیخ نکلی۔ اس کی کلائی کی ہڈی ٹوٹ گئی تھی اور
کلائی لٹکنے لگی تھی۔

کیپٹی نے اس کی چھری بڑے آرام سے اسی کے سینے میں
اتار دی اور جب غنڈہ ڈبلن کی تنگ و تاریک گلی کے
فرش پر گرا تو کیپٹی نے بوڑھے دانی سے کہا:

"بابا! آؤ اب چلیں۔ ہمارا جہاز چلنے والا ہو گا۔"

بوڑھا دانی دل میں کیپٹی سے خوف کھانے لگا تھا۔
اسے کوئی جادوگرنی سمجھ بیٹھا تھا جس کے پاس جادو کی
طاقت تھی۔ جلدی سے کیپٹی کے ساتھ ہو گیا اور وہ دونوں
نیم تاریک گلی میں سے نکل کر ڈبلن کی تاریخی بندرگاہ کی
طرف روانہ ہو گیا۔

بندرگاہ پر جگہ جگہ کشتیوں اور ستونوں پر مشعلیں اور

کے لیمپ روشن تھے جن کے عکس سمندر میں جھلملا رہے تھے
ایک بادبانی جہاز بندرگاہ میں کھڑا تھا۔ اس میں مزدور دھڑا دھڑ
سامان لاد رہے تھے۔ جہاز کا عرب کپتان عرشے پر ہنٹر ہاتھ
میں لیے کھڑا تھا اور مزدوروں کو جلدی جلدی سامان رکھنے
کے لیے چلا رہا تھا۔

کیپٹی نے جہاز کے خوانچی کو دو مسافروں کے کرائے کی
رقم ادا کی اور بوڑھے دانی کے ساتھ جہاز پر چڑھ گئی۔
یہ کافی بڑا جہاز تھا جس کے بادبان ابھی کھلے نہیں تھے۔
عرب سردار بڑا سخت مزاج اور کرخت تھا۔ مزدوروں کو
ہنٹر مار مار کر کہتا۔

"جلدی کرو سست کیوں ہو رہے ہو۔ مزدوری نہیں ملے
گی مال بصرے وقت پر پہنچانا ہے۔"

کیپٹی اور بوڑھا دانی اس کے قریب سے ہو کر گزرے
تو جہاز کے کپتان نے کیپٹی کی طرف دیکھ کر سیٹی بجائی اور
بلند آواز میں کہا:

"یہ جنت کی پری ہمارے جہاز پر سفر کرے گی۔"

کیپٹی کو جہاز کے کپتان کا یہ مذاق سخت برا لگا لیکن
اس نے اسے معاف کر دیا اور کچھ نہ کہا۔ ان دونوں نے
عرشے کا کرایہ ادا کیا تھا جو آج کے زمانے میں بھی عرشہ

کلاس سمجھی جاتی ہے۔ عرشہ جہاز کے ڈیک یعنی چھت کو کہتے ہیں، جس طرح کہ بس یا موٹر کی چھت ہوتی ہے۔ جب جہاز سمندری طوفان میں پھنس جاتا ہے تو سمندر کی بھری ہوئی بڑی بڑی لہریں عرشے پر زور سے آتی ہیں اور اگر مسافروں نے لوہے کے کنڈوں کو نہ پکڑ رکھا ہو یا اپنے پاؤں مضبوطی سے کسی کے ساتھ نہ جما رکھے ہوں تو یہ سمندری لہریں انہیں بہا کر لے جاتی ہیں اور سمندر میں ڈبو دیتی ہیں۔

فسٹ کلاس جہاز کی دوسری منزل پر ہوتی ہے اور وہیں پرانے زمانے کی طرح آج کے زمانے میں بھی چھوٹے چھوٹے کیبن بنے ہوئے ہیں جہاں مسافر تیز ہواؤں، بپھری ہوئی موجوں اور بارش سے محفوظ رہ کر آرام سے سفر کرتے ہیں۔

کیٹی اور بوڑھا دانی جہاز کے اگلے حصے میں جا کر ایک جگہ لکڑی کے بڑے کھونٹے کے پاس بیٹھ گئے۔ یہاں جہاز کا جنگلا بھی تھا۔ جس کے اوپر ایک مشعل جل رہی تھی۔ آدھی رات کے بعد پچھلے پہر کے قریب ہوا چلنے لگی۔ کپتان نے حکم دیا کہ بادبان کھول دیئے جائیں۔ اور لنگر اٹھا لیا جائے۔ اسی وقت اکھڑ قسم کے محنت کش ملاحوں نے سمندر میں ڈالا ہوا لنگر کھینچ لیا اور بندروں کی طرح جہاز کے اوپر لگے ہوئے مستولوں یعنی لکڑی کے ستونوں پر

چڑھ کر بادبان کھول دیئے۔

ایک دم سے بادبانوں میں ہوا بھر گئی اور اس ہوا کے زور کی وجہ سے جہاز نے بندرگاہ سے کھسکنا شروع کر دیا۔ کیٹی اس سے پہلے جانے کتنی بار سمندر میں سفر کر چکی تھی۔ مگر بوڑھا دانی پورے پچیس برس کے بعد سمندری جہاز میں بیٹھا تھا۔ کیٹی جہاز کے باورچی خانے میں گئی اور چاندی کا ایک سکہ دے کر دو آدمیوں کے لیے بھنی ہوئی مچھلی اور پانی کا آب خورہ لے آئی۔ وہ خود بھی بوڑھے دانی کے ساتھ کھانا چاہتی تھی تاکہ اسے خوامخواہ شک نہ ہو کہ کیٹی کوئی دوسری مخلوق ہے۔

مگر بوڑھے دانی کو پہلے ہی شک پڑ چکا تھا اور وہ مالا یعنی کیٹی کو کوئی زبردست جادوگرنی سمجھ رہا تھا۔ کیوں کہ اس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا کہ چھری نے اس پر کوئی اثر نہیں کیا اور اس دھان پان دبلی پتلی لڑکی نے دو بچے کے غنڈوں کو ہلاک کر ڈالا تھا۔ جہاز بیچ ہوتی تو کھلے سمندر میں سفر کر رہا تھا۔

بوڑھے دانی کو نیند آ گئی تھی۔ مگر کیٹی جاگ رہی تھی۔ اس کے دل میں مادیا اور عنبر ناگ کا خیال تھا کہ خدا کرے کہ وہ اسے عراق میں مل جائیں۔

اب کہانی یوں سنائی جا رہی ہے کہ کیتھی بادبانی سمندری
جہاز میں بوڑھے دانی کے ساتھ بیٹھی بصرے کی طرف سفر کر
رہی ہے۔ دوسری جانب ماریا، رنگولی عورت سمندری قزاق کے
جسم میں حلول کر کے ملک یمن کی طرف بحری ڈاکوؤں کے
جہاز میں سفر کر رہی ہے، کیوں کہ رنگولی ماریا قزاق عورت
نے یمن کے سمندروں میں ایک ایسے بحری جہاز کو لوٹنا ہے
جس میں یمن کے جواہرات کا خزانہ لاد کر لے جایا جا رہا
ہے۔ اب عنبر ناگ کی طرف بھی چلنا چاہیے۔ ذرا ان کے
حالات بھی دریافت کرنے چاہئیں کہ ان کے ساتھ کیا گزری؟
دوستو! اس دلچسپ اور حیرت انگیز داستان کو پڑھتے ہوئے
آپ کو یاد ہو گا کہ پیچھے ہم نے ناگ کو اس حالت میں
چھوڑا تھا کہ وہ عراق کی طرف ایک قافلے کے ساتھ جا
رہا تھا، کیوں کہ اس کو یروشلم میں بن حر کی حویلی سے اتنا
معلوم ہوا تھا کہ بن حر کے دادا عراق کے صحرا میں ایک
دلدلی علاقے میں جا کر گم ہو گئے تھے۔ ماریا اور کیتھی کو ناگ
دیکھ چکا تھا کہ وہ دونوں ایک ایک کر کے بن حر کے
دادا کے مقبرے کی اس تصویر میں گم ہو گئی تھیں جو بن حر

نے اپنے کمرے میں لگا رکھی تھی۔ جب ناگ نے بن حر
سے پوچھا تھا کہ کیا یہ اس کے دادا کے مقبرے کی تصویر
ہے؟ تو اس نے کہا تھا۔
"یہ ہمارے دادا کے مقبرے کی ایک فرضی تصویر ہے
جو میں نے ایک مصور سے بنوائی ہے۔ ہمارا دادا
عراق کے ایک دلدلی میدان میں گم ہو گیا تھا۔ آج
تک ہمیں اس کی لاش تک نہیں ملی۔ یہ ہم نے
یونہی اپنی تسلی کے لیے دادا کے مقبرے کی تصویر
بنوا رکھی ہے۔"
ناگ نے دیکھا تھا کہ اس فرضی مقبرے کی تصویر میں
کیتھی اور ماریا کو کسی عورت نے اندر کھینچ لیا تھا اور وہ
دونوں اس تصویر میں غائب ہو گئی تھیں۔ ناگ کے پاس
یہی ایک راستہ تھا کہ وہ بن حر کے دادا کے مقبرے یا ان
کی روح کی تلاش میں عراق کے دلدلی میدانوں میں جائے
اور ماریا اور کیتھی کا سراغ لگائے۔ حالانکہ کیتھی اور ماریا ان
علاقوں میں نہیں گئی تھیں بلکہ جیسا کہ آپ نے پڑھ لیا ہے
کہ وہ مختلف حالات اور خطرناک واقعات میں پھنس کر
کہاں کی کہاں نکل گئی تھیں اور اب سمندروں میں جہازوں میں
الگ الگ ایک دوسری سے بے خبر سفر کر رہی تھیں

ماریا ایک بحری ڈاکو کی شکل میں یمن کی طرف اور کیٹی ایک عام مسافر عورت کی حیثیت سے بصرے کی طرف سفر کر رہی تھی۔

ناگ نے یروشلم سے ایک قافلے کو پکڑا اور اس میں شامل ہو کر ملک عراق کی طرف روانہ ہو گیا۔ ناگ، عنبر اور ماریا اور کیٹی کے زمانے سے تین سو سال پیچھے کی طرف نکل چکے تھے۔ یعنی ابھی ماریا اور کیٹی نے اس زمانے میں داخل ہونا تھا۔ ماریا اور کیٹی ناگ اور عنبر سے تین سو برس پیچھے رہ کر سفر کر رہی تھیں۔ اس بات کا نہ عنبر کو گمان تھا اور نہ ناگ کو خبر تھی۔ وہ دونوں خود بھی ایک دوسرے سے جدا تھے۔ ایک یعنی ناگ عراق پہنچ چکا تھا اور دوسرا یعنی عنبر ابھی قافلے کے ساتھ عراق کی طرف چلا آ رہا تھا۔ عنبر کو بھی کسی نے بشارت دی تھی کہ وہ عراق کی طرف جائے۔ وہاں اس کی ملاقات ناگ سے ہو سکتی ہے۔ ابھی عنبر کو تو ہم قافلے کے ساتھ سفر میں ہی چھوڑتے ہیں اور ناگ کی طرف جاتے ہیں کہ وہ کس عالم میں ہے۔

ناگ عراق پہنچ چکا تھا اور قافلہ ایک سرائے میں اترا ہوا تھا۔ مسافر اپنا اپنا سامان اتار کر اپنے اپنے گھروں کو روانہ ہو چکے تھے۔ ناگ موصل شہر کی اس کاروان سرائے

میں خاموش بیٹھا غور کر رہا تھا کہ اسے عراق کے ویران میدانوں کا سراغ کیسے لگ سکتا ہے کیوں کہ وہاں اس نے جس سے بھی پوچھا تھا اس نے کہا تھا کہ مجھے کچھ نہیں معلوم۔ ناگ کاروان سرائے سے نکل کر شہر کے اندر آ گیا۔

یہاں ایک اونٹوں والے کی حویلی تھی جو اونٹوں کی خرید و فروخت کا کام کرتا تھا۔ جب اس سے ناگ نے بات کی تو وہ اپنی کالی پھولی ہوئی ناک پر انگلی پھیر کر بولا 'تم مجھے مصر کے نوجوان لگتے ہو۔ مگر تمہاری آنکھیں سانپ کی آنکھوں سے کیوں ملتی ہیں۔ کیا تم سانپ ہو---؟'

ناگ تو پریشان ہو گیا۔ یہ جملہ اسے دیکھ کر آج تک کسی نے نہیں کہا تھا۔ شروع شروع میں بے شک اس کی آنکھیں دیکھ کر لوگوں کو شبہ ہو جاتا تھا کہ وہ سانپ ہے کیوں کہ وہ اپنی آنکھیں نہیں جھپک سکتا تھا۔ کیوں کہ سانپ کی پلکیں نہیں ہوتیں اور اس لیے اس کے آنکھیں جھپکنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ مگر بعد میں ناگ نے آہستہ آہستہ اپنی پلکیں ہلانی شروع کر دی تھیں اور اب وہ باقاعدہ عام انسانوں کی طرح اپنی پلکیں ہلاتا تھا۔

پھر اس نے سوچا کہ اس اونٹوں والے کو کیا معلوم کہ میں
ناگ ہوں۔ اس نے یونہی کہہ دیا ہو گا۔
ناگ نے مسکرا کر کہا، "کیا کبھی کوئی انسان بھی سانپ
ہوا ہے؟ میں انسان ہوں۔ سانپ نہیں ہوں۔ میں تم
سے صرف یہ پتہ کرنا چاہتا ہوں کہ کیا اس ملک
کے صحرا میں کوئی ایسا علاقہ بھی ہے جہاں دلدلیں ہیں"
"تم وہاں جا کر کیا کرو گے؟" اونٹوں کے تاجر نے پوچھا۔
ناگ بولا: "میں شکاری ہوں۔ مجھے زرد آنکھوں والی
بلیوں کی تلاش ہے۔ سنا ہے کہ اس دلدلی علاقے
میں ایسی بلیاں بہت ہوتی ہیں۔"
اونٹوں کے تاجر نے کہا:
"یہاں سے دو روز کے فاصلے پر ایک صحرا ہے اس
صحرا کے آخر میں ایک نمکین پانی کی جھیل ہے۔
جس کے ارد گرد دس کوس کا سارا علاقہ دلدلی ہے۔
تمہیں وہاں اکیلے ہی جانا ہو گا۔ کیونکہ ادھر کوئی قافلہ
نہیں جاتا۔"
ناگ نے کہا، "میں تو اکیلا ہی جانا چاہتا ہوں۔"
ناگ نے دو ایک روز موصل کی کاروان سرائے میں آرام
کرنے کے بعد کچھ ضروری چیزیں خرید کر تھیلے میں بھریں اور

ایک اونٹ خریدا۔ اس پر سامان کا تھیلا رکھا اور اونٹوں
کے تاجر کے بتائے ہوئے راستے پر روانہ ہو گیا۔ وہ دو
دن تک صحرا میں سفر کرتا رہا۔ تیسرے روز ایک ایسے علاقے
میں آ گیا جہاں کانٹے دار بے شمار سوکھے ساکھے درختوں کے
جھنڈ تھے اور ان کے درمیان دلدلی میدان پھیلا ہوا تھا۔
ان دلدلوں میں سے تیز بُو اٹھ رہی تھی اور یہاں گرمی اور
حبس زیادہ تھا۔ اگر ناگ سانپ نہ ہوتا تو یہاں زیادہ دیر
تک نہیں رہ سکتا تھا۔ مگر سانپ تو زمین کے اندر کی
حبس بھری فضا میں بھی رہ سکتا ہے۔ البتہ اس کے اونٹ
نے آگے بڑھنے سے انکار کر دیا۔
ناگ نے اونٹ کو وہیں صحرا میں ایک جگہ کھجور کے
درختوں کے جھنڈ میں کھلا چھوڑ دیا کہ وہ چرتا رہے۔ سامان
کا تھیلا بھی وہیں رہنے دیا۔ صرف ایک تلوار کمر کے ساتھ
باندھ لی۔ اسے خود نہ پانی کی ضرورت تھی نہ کھانے کے لیے
روٹی کی حاجت تھی۔
ایک چھوٹا خنجر پہلے ہی سے ناگ کی جیب میں تھا جو
اس کو یونان کی مشہور شاعرہ سیفو کی روح نے دیا تھا
اور کہا تھا۔
"اگر تمہیں کبھی کوئی مشکل پیش آئے تو اس خنجر

کو ہوا میں اچھال دیتا اور پھر اس کی کرامت دیکھتا۔
ناگ کو اس خنجر کی کبھی ضرورت نہیں پڑی تھی کیوں کہ
وہ اپنی مصیبت سے خود ہی نمٹنا خوب جانتا تھا۔ پھر بھی
اس نے سیفو کی روح کی یادگار کے طور پر اس کا خنجر اپنے
پاس رکھا ہوا تھا۔

ناگ دلدلی علاقے میں داخل ہو گیا تھا۔ یہاں زمین
نرم اور بھُربھُری تھی اور اس کے پاؤں اس کے اندر دھنس
رہے تھے۔ پہلے تو وہ چلتا گیا لیکن آگے جا کر دلدل زیادہ
ہو گئی اور اس نے ناگ کو اپنے اندر کھینچنا شروع کر
دیا۔ یہ صورتِ حال خطرناک بھی ہو سکتی تھی۔ کیوں کہ
یہ ایسی دلدل تھی کہ اگر ہاتھی کو اپنے اندر کھینچ لے تو
کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو۔

ناگ سانپ کی شکل بنانے کے بارے میں سوچ ہی
رہا تھا کہ اُسے دلدل کے بیچوں بیچ ایک پگ ڈنڈی دیکھی
جس پر پتھر اور اینٹیں بکھری پڑی تھیں۔ خدا جانے یہ
کس نے دلدل میں چلنے کے لیے راستہ بنایا ہوا تھا۔ ناگ
اس پگڈنڈی پر آ گیا۔ یہاں زمین کچھ سخت تھی اور اب
اُسے سانپ بن کر رینگنے کی ضرورت نہیں تھی۔ ناگ نے
دیکھا کہ دلدلی میدان میں جگہ جگہ جو کانٹے دار سیاہ درخت

اُگے تھے ان پر ایک بھی پتا نہیں تھا۔ ان کی شاخوں اور
تنوں پر کانٹے لوہے کی میخوں کی طرح اوپر کو اٹھے ہوئے تھے۔
ایک جگہ ناگ نے چمگادڑ کو دیکھا کہ درخت کے نوکیلے
کانٹوں میں جکڑا ہوا مر رہا تھا اور آخری سانس لے رہا تھا۔
ناگ نے آگے بڑھ کر اسے کانٹوں میں سے نکالنا چاہا مگر اس کا
ہاتھ کانٹوں کے اندر تک نہ جا سکا۔ اور پھر جو دیکھا تو چمگادڑ
مر چکا تھا۔

جس پگ ڈنڈی پر ناگ چلا جا رہا تھا وہ دلدل کے
سمندر میں کافی آگے نکل آئی تھی۔ ناگ نے دیکھا تو پیچھے وہ
کانٹے دار سیاہ درختوں میں گم ہو چکی تھی اور آگے دور سے
ایک مٹیالے رنگ کا ایک گنبد سا نظر آ رہا تھا۔ اس گنبد
کی شکل و صورت اس گنبد سے کافی حد تک ملتی تھی جس
کی تصویر پن ژُو کی حویلی میں لگی تھی۔

ناگ نے سوچا کہ وہ اپنی منزل کے قریب پہنچ گیا ہے
ضرور یہاں سے ماریا یا کیٹی کا کوئی سراغ مل جائے گا۔ اس
کے قدم تیز تیز اٹھنے لگے۔ تاکہ جتنی جلدی ہو سکے گنبد
کے پاس پہنچ کر معلوم کرے کہ اس دلدلی ویرانے میں یہ گنبد
کس نے بنایا ہے اور کیا یہاں کوئی رہتا ہے کہ یہ ویران ہے۔
دیکھنے میں گنبد قریب لگتا تھا مگر ناگ کافی دیر سے

وہاں پہنچا۔ اس کی گول چھت کی چوکور اور موٹی اینٹیں لگی ہوئی تھیں۔ پلستر جگہ جگہ سے خراب تھا۔ یہ گنبد اصل میں کسی گول مقبرے کی شکل کی عمارت کا گنبد تھا جس کے چبوترے تک پتھر کی سیڑھیاں جاتی تھیں۔ ان سیڑھیوں کے پتھر بھی اپنی جگہ سے اکھڑ کر نیچے دلدل پگ ڈنڈی پر گرے پڑے تھے۔ جو پتھر دلدل میں گرے تھے وہ غائب ہو چکے تھے۔

ناگ سیڑھیاں چڑھنے لگا تو اچانک اس کی نگاہ پگڈنڈی پر پڑی۔ یہاں کسی انسان کے پاؤں کے نشان بنے ہوئے تھے۔ یہ نشان پیچھے کہیں بھی نظر نہیں آئے تھے۔ ایسا لگ رہا تھا کہ کوئی انسان دلدل میں سے نکل کر پگ ڈنڈی پر آیا اور پھر گنبد والی عمارت میں داخل ہو گیا۔ کیونکہ سیڑھی کے پتھر پر بھی انسانی پاؤں کے نشان بنے تھے جو کیچڑ والے نشان تھے۔

○

نقلی ماریا

ناگ نے جھک کر غور سے دیکھا۔ یہ ننگے پاؤں کے نشان تھے اور کسی اونچے لمبے آدمی کے پاؤں کے نشان لگتے تھے۔ ناگ گنبد کے دروازے سے اندر داخل ہو گیا۔ یہ دروازہ آدھا ٹوٹ کر نیچے گرا ہوا تھا۔ ناگ کو ابھی تک ماریا یا کیپٹن کی خوشبو نہیں آئی تھی۔ اب وہ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ جس آدمی کے پاؤں کے نشان ہیں وہ کون ہے اور کیا اسے ماریا یا کیپٹن کے بارے میں کچھ علم ہے؟

گنبد کے اندر اندھیرا تھا۔ چھت ایک طرف کو جھک گئی تھی۔ یہ جگہ ایک مقبرے کی طرح تھی مگر اس کے اندر کسی کی قبر نہیں بنی ہوئی تھی۔ گنبد میں کسی دوسری طرف جانے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ ناگ حیران تھا کہ جس انسان کے پاؤں کے نشان باہر نظر آئے تھے وہ کہاں ہے۔ ناگ ناامید ہو کر گنبد سے باہر آنے ہی لگا تھا کہ اسے ایسے لگا جیسے کوئی سانس بھر کر اس کے قریب سے گزر گیا ہو

ناگ وہیں رُک گیا۔ اس نے غور سے اندھیرے میں دیکھا۔ اندھیرا ناگ سے کچھ نہیں چھپاتا تھا۔ یہ سانس کسی انسان کا تھا لیکن وہ سانس لینے والا انسان اسے کہیں نظر نہیں آ رہا تھا۔

ناگ نے سوچا کہ ہو سکتا ہے یہ اس کا وہم ہو۔ وہ واپس پلٹا تو اسے ایک آواز آئی۔ آواز بھاری، سست اور سرگوشی ایسی تھی۔

"ناگ! تم مجھے نہیں جانتے۔ مگر میں تمہیں جانتا ہوں۔"

ناگ آنکھیں کھولے چاروں طرف دیکھنے لگا۔

"تم — تم کون ہو؟" ناگ نے پوچھا۔

کیوں کہ اسے اندھیرے میں کوئی انسان نظر نہیں آ رہا تھا۔ آواز آئی:

"میں بن حُر کے دادا کی بے قرار روح ہوں۔ تم میری مدد کر سکتے ہو۔"

ناگ نے کہا: "تم تو ایک نیک انسان تھے پھر تمہاری روح بے قرار کیوں ہے؟"

روح نے کہا: "یہ بڑی لمبی کہانی ہے۔"

ناگ نے پوچھا: "میں ماریا اور کیتھی کی تلاش میں یہاں آیا ہوں۔ یروشلم میں تمہارے پوتے بن حُر کی حویلی ہے۔

وہاں تمہارے فرضی مقبرے کی ایک تصویر لگی ہوئی ہے۔ اسی تصویر میں ہو بہو اسی گنبد کی تصویر بنی ہے۔ ماریا اور کیتھی اُسی تصویر میں غائب ہو گئی تھیں۔ کیا تم مجھے ان کے بارے میں کچھ بتا سکتے ہو؟"

روح بولی: "بن حُر نے میرے مقبرے کی تصویر بنا کر سخت غلطی کی ہے۔ اس تصویر پر ایک آسیب کا سایہ ہے۔ ماریا اور کیتھی اسی آسیب کے شکنجے میں پھنس گئی تھیں۔ مگر وہ وہاں سے نکل کر جا چکی ہیں اور مجھے کچھ معلوم نہیں کہ وہ اس وقت کہاں ہوں گی۔"

ناگ نے سوال کیا: "تمہاری موت کیا اسی گنبد میں ہوئی تھی جہاں اس وقت تمہاری بے قرار روح بھٹک رہی ہے؟"

روح نے کہا: "ہاں — تم نے صحیح اندازہ لگایا۔ میری موت اسی گنبد میں واقع ہوئی تھی۔ میں دولت کے لالچ میں ایک عورت اور اس کے گودی کے بچے کو اغوا کر کے یہاں لے آیا تھا۔ میں نے انہیں اس گنبد کے ایک تہ خانے میں قید کر دیا۔

عورت ایک روز یہاں سے فرار ہونے لگی تو
میں نے اسے قتل کر دیا۔ میں نے اس کے بچے
کی پرورش شروع کر دی۔ اس بچے کی وجہ سے
مجھے کروڑوں کی جائیداد مل سکتی تھی، لیکن جب
بچہ چھ برس کا ہوا اور مجھے اس کو لے کر شہر جانا
اور اس کی جائیداد پر قبضہ کرنا تھا تو ایک دن ایک
سخت زہریلے سانپ نے مجھے ڈس دیا اور میں ہلاک
ہو گیا۔ سانپ کا زہر اتنا خطرناک اور سخت تھا کہ
دیکھتے دیکھتے میرا سارا جسم پانی بن گیا اور میری ہڈیاں
تک باقی نہ رہیں۔ مرنے کے بعد میری روح کا عذاب
شروع ہوا۔ وہ بچہ اسی گنبد میں تھا کہ ایک دن وہی
سانپ آیا۔ اس کے ہمراہ سات اور سانپ بھی تھے۔
زہریلے سانپ کے حکم سے ان سات سانپوں نے بچے
کو اپنے گھیرے میں لے لیا اور اس کی نگرانی کرنے
لگے۔ مجھے بشارت دی گئی کہ اگر تم اس معصوم بچے
کو ان سانپوں کی قید سے آزاد کرا دو تو تمہاری روح
کی بخشش ہو سکتی ہے اور سکون مل سکے گا، لیکن
میں محض ایک روح ہوں اور روح مجبور ہوتی ہے۔
خدا کا شکر ہے کہ تم یہاں آ گئے۔ تم ناگ دیوتا

ہو۔ میں تمہیں اس بچے کے پاس لیے جاتا ہوں۔
سانپ تمہارا حکم مانتے ہیں۔ اس بچے کو سانپوں سے
نجات دلا دو تاکہ میری روح کو بھی تسکین مل سکے۔"
ناگ نے روح کو یہ بالکل نہ بتایا کہ شیش ناگ کے
حکم سے اب ناگ اس کا حکم نہیں مانتے ہیں۔ اس نے کہا:
"میں کوشش کروں گا۔ تم مجھے اس بچے کے پاس
لے چلو۔"
ناگ کے دل میں یہ خیال آ گیا تھا کہ ہو سکتا ہے اس
علاقے کے سانپوں کو ابھی شیش ناگ کا حکم نہ ملا ہو اور
وہ اس کی بات مان لیں اور بچے کو آزاد کر دیں۔ روح
نے کہا:
"جہاں تم کھڑے ہو وہاں سے چار قدم بائیں جانب
چل کر دیوار کے پاس رک جاؤ۔ دیوار کی ایک قطعہ
میں ایک تانبے کی چھڑی لگی ہے۔ اسے اپنی طرف کھینچو۔"
ناگ نے ایسا ہی کیا۔ تانبے کی چھڑی کھینچتے ہی دیوار
میں ایک دروازہ بن گیا۔
روح نے کہا: "اس کے اندر داخل ہو جاؤ۔"
ناگ دیوار میں سے گزر گیا۔ آگے ایک گول چکر دار
زینہ نیچے تاریک تہہ خانے میں جاتا تھا۔ ناگ نے سیڑھیاں

اترتے ہوئے روح سے پوچھا:
"میں تم سے دو سوال پوچھنا چاہتا ہوں۔ پہلا
سوال یہ ہے کہ اگر تم روح ہو تو باہر گنبد کی
سیڑھیوں پر پاؤں کے نشان کس کے تھے؟"
روح نے کہا، "کچھ روز ہوئے ایک شکاری ادھر آیا
تھا۔ وہ گنبد کے اندر آ کر اسے دیکھ رہا تھا کہ میں
نے اس کو بھی مدد کے لیے پکارا۔ مگر وہ ڈر کر
بھاگ گیا۔ یہ پاؤں کے نشان اسی کے تھے۔"
ناگ نے کہا، "میرا دوسرا سوال یہ ہے کہ آخر پانچ
برس سے یہ سانپ اس بچے کی رکھوالی کس لیے
کر رہے ہیں؟"
روح نے جواب دیا، "مجھے روحوں کی دنیا میں آ کر
معلوم ہوا ہے کہ شیش ناگ خاص طور پر اس بچے
کو اپنے لیے پال پوس رہا ہے۔ جب یہ بچہ سات
برس کا ہو جائے گا تو شیش ناگ اس کا کلیجہ نکال
کر کھا جائے گا جس کے بعد شیش ناگ کی عمر
مزید ایک ہزار برس بڑھ جائے گی۔"
ناگ یہ بڑی عجیب بات سن رہا تھا۔ شیش ناگ کی پہلے
ہی عمر ایک لاکھ سال کی تھی اسے ایک ہزار سال اور بڑھانے

کی کیا ضرورت پڑ گئی تھی؟ ہو سکتا ہے اس کو عمر کا لالچ
پڑ گیا ہو۔ یا یہ بھی ہو سکتا ہے کہ وہ انسانی کلیجہ کھانا چاہتا
ہو، لیکن یہ بڑی بھیانک اور ظالمانہ بات تھی۔
روح نے کہا، "ناگ! اس بچے کی مصیبت کی وجہ سے
میری روح بھی بے قرار ہے اور میں جہنم میں رہ
رہا ہوں کیوں کہ میں نے اس کی ماں کو قتل کیا تھا
اگر یہ بچہ اس مصیبت سے چھٹکارا پا جائے تو
اس کی ماں کی روح کو سکون مل جائے گا اور
میرا گناہ بھی معاف کر دیا جائے گا۔ تم خود ناگ ہو
تم زبردست طاقت کے مالک ہو۔ مگر کیا تم شیش ناگ
کا مقابلہ کر سکو گے؟"
ناگ نے کہا، "میں اس کا کوئی جواب نہیں دوں گا۔"
تہہ خانے میں اترتے ہی ناگ کی نظر سات سانپوں پر پڑی
جو ایک چھ سالہ لڑکے کے گرد گھیرا ڈال کر بیٹھے ہوئے تھے
انہوں نے بچے کے آگے دودھ کی پیالی رکھی ہوئی تھی۔ سب
سے بڑا زہریلا سانپ بچے کے پیچھے اپنا پھن اٹھائے کنڈلی
مارے بیٹھا تھا۔
ناگ دیوتا کی خوشبو انہوں نے بھی سونگھ لی تھی
مگر وہ شیش ناگ کے خاص سانپ تھے اور [illegible]

کا حکم تھا کہ وہ اپنی جگہ چھوڑ کر کہیں نہ جائیں۔ پھر ناگ دیوتا کو دیکھ کر انہوں نے اپنی گردنیں جھکا کر ناگ کو سلام کیا۔ زہریلے سانپ نے اپنا پھن جھکاتے ہوئے کہا:

"ناگ دیوتا کو ہمارا سلام۔"

ناگ کچھ دیر چپ چاپ کھڑا ان سانپوں کو تکتا رہا۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ یہ شیش ناگ کے خاص سانپ ہیں۔ کیوں کہ ہر سانپ کی گردن پر سرخ رنگ کے تکے کی شکل بنی ہوئی تھی۔ ان کے درمیان لڑکا بیٹھا بیٹھا اونگھ رہا تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ وہ ان سانپوں کا عادی ہو گیا تھا اور ان سے کھیلتا رہتا تھا۔ اسے یہ خبر نہیں تھی کہ ایک سال بعد شیش ناگ اس کا دل نکال کر کھا جائے گا۔ لڑکا بالکل ننگ دھڑنگ تھا اور اس کی صحت کمزور تھی۔

ناگ نے زہریلے سانپ سے کہا:

"کیا تم اس بچے کو شیش ناگ کے لیے پال پوس رہے ہو؟"

زہریلا سانپ ادب سے بولا:

"عظیم ناگ دیوتا! تم خود سب کچھ جانتے ہو۔ ہم شیش ناگ کے حکم سے یہاں پانچ برس سے بیٹھے پہرہ دے رہے ہیں۔ ہم اس بچے کو دودھ

جنگل میں سے درختوں کے پھل لا کر دیتے ہیں۔ ایک خاص دلدلی پودے کا دودھ پلاتے ہیں۔"

ناگ نے کہا:

"کیا تم نہیں جانتے کہ شیش ناگ اس بچے پر ظلم کرنے والا ہے؟"

زہریلا سانپ بولا: "جانتے ہیں عظیم ناگ دیوتا۔"

ناگ نے کہا: "تو پھر میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ اس لڑکے کو آزاد کر دو۔"

ناگ نے یونہی ایسا کہہ دیا تھا کہ شاید یہ سانپ اس کا حکم مان لیں۔ لیکن زہریلے ناگ نے کہا:

"عظیم دیوتا! ہم آپ کا حکم نہیں مان سکتے۔ ہم آپ کو اپنا دیوتا تسلیم کرتے ہیں۔ مگر شیش ناگ آپ سے بڑا ہے۔ اس کا حکم ہے کہ آپ کا ادب کیا جائے مگر آپ کا حکم نہ مانا جائے۔ اس لیے ہم اس لڑکے کو آزاد نہیں کر سکتے۔"

ناگ خاموش ہو گیا۔ یہ آٹھوں سانپ شیش ناگ کے بڑے خونخوار قسم کے آتشی سانپ تھے اور لڑائی کے وقت ان کے منہ سے آگ کے شعلے نکلتے تھے۔ ناگ ان سے اکیلا مقابلہ نہیں کر سکتا تھا۔ اس مقابلے میں ناگ کی جان

چلی جانے کا خطرہ تھا۔ کیوں کہ شیش ناگ دوسرے کئی سانپوں کو ان کی مدد کے لیے بھیج سکتا تھا۔ ناگ نے زہریلے سانپ سے کہا،

"شیش ناگ کہاں ہوگا۔ میں خود اس سے بات کرنا چاہتا ہوں۔"

زہریلا سانپ کہنے لگا: "عظیم دیوتا! شیش ناگ اس وقت شہر موصل سے بارہ کوس دور کالے پہاڑ کے غار میں اپنے تخت پر بیٹھا ہے۔"

ناگ خاموشی سے تہ خانے کی سیڑھیاں چڑھ کر اوپر گنبد میں آ گیا۔ بے قرار روح نے اس سے پوچھا کہ وہ کیا سوچ رہا ہے؟ اس نے کیا فیصلہ کیا ہے؟ کیا وہ اس معصوم بچے کو سانپوں اور شیش ناگ کا نوالہ بننے کے لیے چھوڑ کر جا رہا ہے؟

ناگ بولا: "میں شیش ناگ کا مقابلہ کروں گا۔"

ناگ کے اس جواب پر بن حر کے دادا کی بے قرار روح بھی حیران رہ گئی۔

"کیا۔ کیا تم شیش ناگ کا مقابلہ کرو گے؟ میں نے سنا ہے کہ شیش ناگ کا مقابلہ دنیا کی کوئی طاقت نہیں کر سکتی۔"

ناگ نے کہا: "میں ایک بے گناہ بچے کی جان بچانے کے لیے شیش ناگ کا مقابلہ کروں گا۔ قدرت میری مدد کرے گی۔ وہ میرے اندر طاقت پیدا کر دے گی۔ کیوں کہ میرا مقصد نیک ہے۔ میں ایک انسانی فرض ادا کرنے کے لیے جنگ کرنے والا ہوں۔"

روح خاموشی سے ناگ کو دیکھ رہی تھی۔

ناگ نے کہا: "میں جا رہا ہوں۔ بہت جلد واپس آؤں گا۔"

یہ کہہ کر ناگ گنبد سے باہر نکل گیا۔ سیڑھیاں اتر کر وہ دلدل کے درمیان والی پگ ڈنڈی پر آیا اور سانس روک کر زور سے سانس چھوڑا۔ وہ سانس چھوڑتے ہی سیاہ عقاب کی شکل اختیار کر گیا۔ اس نے ہوا میں اچھل کر ایک غوطہ لگایا اور اوپر ہی اوپر آسمان میں اڑتا چلا گیا۔ اب وہ زمین سے بلند ہو کر آسمان میں اڑا جا رہا تھا۔ اس کی رفتار بے حد تیز تھی اور اس کا رخ شہر موصل کی طرف تھا۔

ناگ کے دل میں طرح طرح کے خیال آ رہے تھے۔ وہ جانتا تھا کہ شیش ناگ سے مقابلہ کرنا کوئی آسان کام نہیں ہے۔ شیش ناگ میں بے پناہ قوت تھی۔ وہ ناگ کے مقابلے میں بہت طاقتور تھا۔ مگر ناگ کی آنکھوں میں

معصوم صورت لڑکے کی شکل پھر رہی تھی جس کا کوئی قصور
نہیں تھا اور جس کو محض اپنی ایک گھٹیا غرض پوری کرنے
کے لیے شیش ناگ ہلاک کرنے والا تھا۔
ناگ بھی ایک دیوتا تھا۔ اس میں بھی بہت طاقت تھی
سب سے بڑی طاقت یہ تھی کہ وہ شیش ناگ کی طاقت
اور کمزوری سے واقف تھا، وہ جانتا تھا کہ شیش ناگ اس
پر کس طریقے سے حملہ کرے گا اور اسے کس طرح اپنا
بچاؤ کرنا ہوگا۔ ناگ کو معلوم تھا کہ شیش ناگ کے پھن
کے اوپر دونوں جانب چھ چھ منہ ہیں۔ درمیان میں ایک
بڑا منہ ہے۔ جس کے سر پہ سبز اور سُرخ رنگ کے سینگوں
کا قدرتی تاج بنا ہوا ہے اور اسی سینگوں والے منہ کے
درمیانی سینگ میں شیش ناگ کی جان ہے۔ اگر کوئی اس
سینگ کو کسی طرح آگ لگانے میں کامیاب ہو جائے تو
شیش ناگ کی موت ہو سکتی تھی لیکن اس سینگ کو آگ
لگانا بہت مشکل بات تھی۔ وہ سینگ لوہے سے بھی
زیادہ سخت تھا اور اسے آگ نہیں لگتی تھی۔ اسے
صرف آتش فشاں پہاڑ سے نکلا ہوا دہکتا، کھولتا لاوا ہی
آگ لگا سکتا تھا۔ اور یہ ناممکن بات لگتی تھی۔ کیوں کہ
اوّل تو شیش ناگ کے قریب کوئی انسان یا جانور نہیں

جا سکتا تھا اور اگر کسی طرح کوئی شخص اس کے قریب
پہنچ بھی جائے تو وہ آتش فشاں پہاڑ کا کھولتا ہوا لاوا
کہاں سے لائے گا۔
انہی خیالوں میں گم ناگ فضائی بلندیوں میں اڑتا اس
پہاڑ کی طرف جا رہا تھا جس کی چوٹی کے غار میں شیش ناگ
کا بسیرا تھا۔ اس سے پہلے ناگ نے صرف دو بار ہی شیش
ناگ کو دیکھا تھا۔ شیش ناگ کی دُنیا کے سارے سانپوں
پر حکمرانی تھی۔ دنیا کا ہر چھوٹا بڑا سانپ شیش ناگ کا
حکم مانتا تھا۔ یہاں تک کہ ناگ بھی اس کا حکم ماننے
پہ مجبور تھا۔
ناگ موصل شہر کے اوپر سے گزر گیا۔ جب وہ شہر سے
دس بارہ کوس دُور پہنچا تو اسے دریا کے کنارے ایک
بلند پہاڑ نظر آیا جو بالکل سیاہ تھا اور جو اتنا سیدھا تھا
کہ اس کے اوپر چڑھنے کا کسی طرف سے کوئی راستہ
نہیں تھا۔ اس پہاڑ کی چوٹی بھی سیاہ تھی۔
ناگ سانپ کے روپ میں شیش ناگ کے غار میں
داخل نہیں ہونا چاہتا تھا۔ ناگ نیچے اترنے لگا۔ جب
وہ کالے پہاڑ کی چوٹی کے قریب پہنچا تو اس کو جیسے
کسی نے اپنی طرف کھینچنا شروع کر دیا۔ ناگ نے اپنے پَر

بڑے عقابی پروں کو پھڑپھڑا کر پیچھے کی طرف مڑنا چاہا مگر ایسا نہ کر سکا۔ پہاڑ اسے اپنی طرف کھینچ رہا تھا۔ ناگ فوراً سمجھ گیا کہ اس کالے پہاڑ کی چوٹی مقناطیسی مادے کی بنی ہوئی تھی اور اسی مقناطیس کی لہریں ناگ کو اپنی طرف کھینچ رہی تھیں۔ یہ انوکھی مقناطیسی لہریں تھیں جو گوشت پوست کے جسم کو بھی کھینچ لیتی تھیں۔

ناگ کا جسم تیزی سے پہاڑ کی طرف کھنچا چلا جا رہا تھا۔ ناگ نے وہیں ہوا میں ہی ذہن میں اُڑن سانپ کا تصور جمایا اور زور سے سانس لیا۔ وہ عقاب سے ایک چھوٹا اُڑن سانپ بن گیا اور تیزی سے پہاڑ کی چوٹی کے قریب ایک عجیب غار کے سامنے اُگی ہوئی جھاڑیوں میں آن گرا۔ جھاڑیوں پر گرتے ہی اس نے محسوس کیا کہ اس کے جسم پر سانپ بن جانے کے بعد بھی مقناطیسی لہروں کی کشش کا برابر اثر ہو رہا تھا۔ اسے زمین پر رینگنا مشکل ہو گیا تھا۔ کیونکہ مقناطیسی زمین اسے اپنے ساتھ چمٹائے ہوئے تھی۔ ناگ کو رینگتے ہوئے بہت زور لگانا پڑ رہا تھا۔ پھر بھی وہ رینگتا ہوا غار کے دہانے تک چلا گیا۔

یہاں وہ رُک گیا۔ اسے غار کے اندر سے شیش ناگ کی بو آ رہی تھی۔ جونہی اس نے غار کے اندر سر نکالا ایک

تیز کشش نے اسے اتنے زور سے اپنی طرف کھینچا کہ ناگ لڑھکتا ہوا ایک پتھر کے چبوترے سے جا کر ٹکرا گیا۔ وہ پتھر کے چبوترے کے ساتھ ہی چپک گیا۔ اس کا سانس رُکنے لگا تھا۔ مقناطیسی کشش اسے پتھر کے اندر کھینچ رہی تھی۔ ناگ پریشان ہو گیا۔ اس نے سوچا کہ ہو سکتا ہے انسانی شکل میں آنے سے وہ اس مقناطیسی کشش سے بچ جائے۔ یہ سوچ کر اس نے سانس لے کر چھوڑا اور اپنی انسانی شکل میں آ گیا مگر پتھر نے اسے نہ چھوڑا اور اس کے پھیپھڑوں میں دباؤ کی وجہ سے درد شروع ہو گیا۔ اب اسے شیش ناگ کی آواز آئی:

"ناگ! تم مجھ سے مقابلہ کرنے آئے ہو۔ تم اب اس غار سے باہر نہ نکل سکو گے۔ تمہیں غداری کی پوری پوری سزا ملے گی۔ میں جانتا ہوں تمہارے دل میں کیا ہے۔ تم نے بغاوت کی ہے۔"

ناگ نے جواب میں کہا:

"اے شیش ناگ! تم نے پہلے ہی مجھ سے میرے اختیارات چھین لیے ہیں۔ میں تم سے اپنے اختیارات واپس لینے کے لیے نہیں آیا۔ بلکہ یہ کہنے کے لیے آیا ہوں کہ تم ایک معصوم اور بے گناہ بچے کو خون کرنے سے

باز آ جاؤ۔ یہ ہم سانپوں کے قبیلے کی سخت توہین ہے کہ شیش ناگ ایک معصوم لڑکے کا خون بہائے۔"

شیش ناگ کی کڑک غار میں گونجی:

"ناگ! تم کون ہوتے ہو شیش ناگ کے معاملات میں دخل دینے والے۔ میں خود مختار حاکم ہوں۔ سانپوں کی دنیا کا سب سے بڑا بادشاہ ہوں۔ میں جو چاہے کروں۔"

ناگ نے جواب میں کہا: "شیش ناگ! تم سانپوں کی دنیا کے بادشاہ ضرور ہو۔ مگر میں تمہیں ایک بے گناہ بچے کے خون سے ہاتھ نہیں رنگنے دوں گا۔"

شیش ناگ نے پھنکار ماری۔ تو غار میں اتنی گرمی ہو گئی کہ ناگ کا بدن جلنے لگا۔ اسے محسوس ہوا کہ وہ آگ کی دہکتی بھٹی میں پھینک دیا گیا ہے۔ شیش ناگ اسے اپنی پھنکار کی آگ میں جلا کر راکھ کر دینا چاہتا تھا۔ ناگ کو مقناطیسی شعاعوں نے اپنی گرفت میں جکڑ رکھا تھا۔ وہ کسی بھی شکل میں آ جاتا اس گرفت سے آزاد نہیں ہو سکتا تھا۔

اچانک اسے سیفو کی روح کا دیا ہوا خنجر یاد آ گیا جو اس کی جیب میں تھا۔ اس نے سیفو کی روح کا خنجر باہر نکال کر ہوا میں اچھال دیا۔ سیفو کی روح نے کہا تھا۔ "ناگ! اگر کبھی تم مصیبت میں پھنس جاؤ تو اس خنجر کو ہوا میں اچھال

دینا۔ پھر اس کا کرشمہ دیکھنا۔"

جونہی خنجر فضا میں بلند ہوا اس کی نوک میں سے ایک سفید رنگ کی پھلجھڑی سی چھوٹی اور غار میں ایک بادل پھیل گیا۔ سفید رنگ کا گھنا بادل جس نے ناگ کو اپنی لپیٹ میں لے کر ہوا میں بلند کیا اور غار کی جھلستی ہوئی گرم فضا سے نکال کر پہاڑی کے اوپر ٹھنڈی اور تازہ ہوا میں لے آیا۔ ناگ کو سفید بادل کے ٹکڑے نے اوپر اٹھا رکھا تھا۔

پھر اس بادل نے بڑے سکون کے ساتھ ناگ کو پہاڑی کے دامن میں ایک درخت کے نیچے اتار دیا اور غائب ہو گیا۔ ناگ نے اطمینان کا سانس لیا۔ سیفو کے خنجر نے اسے موت کے منہ سے نکال کر اپنا فرض پورا کر دیا تھا۔ بادل کے ساتھ سیفو کا خنجر بھی غائب ہو چکا تھا۔

ناگ درخت کے نیچے انسانی شکل میں کھڑا شیش ناگ کے مقناطیسی غار کو تک رہا تھا جو کافی بلندی پر تھا اور جس کی شعاعوں کا زمین پر کوئی اثر نہیں تھا۔ ناگ پہلی بار اپنے آپ کو بے بس محسوس کر رہا تھا اور ایسا کیوں نہ ہوتا۔ آخر اس کا مقابلہ کسی معمولی شے سے نہیں تھا۔ وہ بھی شیش ناگ تھا جو دنیا کے تمام سانپوں کا بادشاہ تھا جس کا درجہ ناگ دیوتا سے بھی اونچا تھا۔

ششیش ناگ کے سر کے درمیان والے سینگ تک پہنچے اور اسے آگ لگانے کی ایک ہی ترکیب تھی کہ کوئی ایسا انسان وہاں تک جائے جو نظر نہ آ رہا ہو۔ اس کے لیے ناگ کو ماریا کی ضرورت تھی، لیکن ماریا کا ناگ کو کچھ پتہ نہیں تھا۔ ناگ کے پاس اور کوئی طریقہ نہیں تھا۔ سوال یہ پیدا ہوتا تھا کہ وہ ماریا کو کہاں تلاش کرے؟ کیا وہ اتنی جلدی لٹ مل سکتی تھی۔ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ ماریا تاریخ میں کئی سو سال آگے نکل گئی ہو۔ پھر تو اس کا ملنا بہت مشکل ہوگا۔ سیفو کی روح کے خنجر نے ناگ کو ایک بھیانک مشکل سے باہر نکال دیا تھا مگر اب وہ بھی ناگ کے پاس نہیں تھا اور جس بادل نے اسے پہاڑی کے دامن میں درختوں کے درمیان اتارا تھا خنجر اسی بادل میں گم ہو چکا تھا۔ ناگ کچھ دیر وہیں درختوں کے درمیان بیٹھا غور کرتا رہا کہ اسے کیا کرنا چاہیے۔ مقابلہ کسی معمولی دشمن کے ساتھ ہوتا تو ناگ کب کا اسے ختم کر چکا ہوتا۔ مگر یہاں مقابلہ ششیش ناگ کے ساتھ تھا جس کی طاقت کا کوئی اندازہ ہی نہیں تھا اور جو ناگ کو ہلاک کر سکتا تھا۔ ششیش ناگ نے تو ناگ کو مقناطیسی پتھر سے چپکا دیا تھا کہ وہ وہیں سوکھ سوکھ کر مر جائے۔ یہ تو سیفو کے خنجر نے اسے بچا لیا تھا۔

ششیش ناگ چاہتا تھا کہ ناگ کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اپنے مقناطیسی غار کے پتھر سے چپکا دے تاکہ وہ پھر کبھی اس کے معاملات میں دخل نہ دے سکے۔ مقناطیسی لہریں آہستہ آہستہ ناگ کے جسم میں سے گزر کر اسے کھوکھلا کر کے ہلاک کر دیتیں۔ ششیش ناگ سانپوں سے ناگ کو ہلاک نہیں کروا سکتا تھا۔ کیوں کہ کوئی سانپ ناگ دیوتا پر حملہ کرنے کے لیے تیار نہیں ہو سکتا تھا۔ ناگ پر ششیش ناگ کا جادو بھی کوئی اثر نہیں کر سکتا تھا۔ اس کی پھنکار سے نکلی ہوئی آگ کا ناگ مقابلہ کر سکتا تھا۔ اس لیے ششیش ناگ نے یہی ترکیب نکالی کہ اسے مقناطیسی پتھر کے چبوترے کے ساتھ چپکا کر رکھ دے جہاں وہ ساری زندگی چپکا رہے اور آہستہ آہستہ کھوکھلا ہو کر ہڈیوں کا ڈھانچہ بن کر رہ جائے مگر وہ اپنی اس ترکیب میں کامیاب نہیں ہوا تھا۔ ناگ اس کی گرفت سے نکل گیا تھا۔

مگر ناگ کو اس لڑکے کے بارے میں سخت پریشانی تھی جس کی جان بچانے کا ناگ نے فیصلہ کر لیا تھا۔ اس بے گناہ لڑکے کی جان ناگ، ششیش ناگ کو شکست دیے بغیر نہیں بچا سکتا تھا۔ لیکن ششیش ناگ مقناطیسی غار میں بیٹھا تھا۔ وہاں جو بھی جاندار جائے گا وہ پتھروں سے چپک کر رہ جائے گا۔

ناگ نے سوچا کہ یوں ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھے رہنے سے کچھ نہیں ہو گا۔ اسے کچھ عمل کرنا چاہیے اور ماریا کو تلاش کرنا چاہیے۔ کیوں کہ اس سلسلے میں ماریا ہی اس کی مدد کر سکتی تھی۔ اس نے سانس اندر کو کھینچ کر چھوڑا اور ایک بار پھر سیاہ عقاب بن کر ہوا میں اڑنے لگا۔ اڑتے اڑتے وہ موصل شہر سے کافی دُور نکل گیا۔ اب صحرا شروع ہو گیا۔ ناگ اُڑتا جا رہا تھا۔

رات ہو گئی۔ ناگ اڑتا رہا اور کسی کسی وقت نیچے زمین پر آ کر ماریا کی خوشبو سونگھنے کی کوشش کرتا اور دوبارا ہوا میں بلند ہو کر اڑنے لگتا۔

دو راتیں اور ایک دن فضاؤں میں اڑنے کے بعد تیسرے دن آسمان پر بادل چھا گئے۔ ناگ نے دیکھا کہ نیچے سمندر شروع ہو گیا ہے۔ ناگ بادلوں میں بھی اڑتا چلا گیا۔ وہ اڑتے اڑتے سمندر میں کافی دور آگے نکل گیا۔ وہ بادلوں میں تھا۔ اب ان بادلوں میں بجلی چمکنے لگی۔ یہ خطرناک بات تھی۔ ناگ پر بجلی گر سکتی تھی۔ ہوا بھی طوفانی ہو گئی تھی۔ وہ بادلوں سے نکل کر سمندر کے قریب آ گیا۔ سخت بارش ہونے لگی۔ ناگ کے پر بھیگے ہو گئے اور اس کے لیے اُڑتے رہنا مشکل ہو گیا۔ اس نے سوچا کہ وہ مچھلی بن کر سمندر میں

کود جائے گا۔ ابھی وہ یہ سوچ ہی رہا تھا کہ اس کی نظر ایک بادبانی جہاز پر پڑی جو سمندری موجوں کے تھپیڑے کھاتا سمندر میں آگے بڑھ رہا تھا۔ ناگ اس کے قریب گیا تو اس پر انسانی کھوپڑی اور ہڈیوں والا کالا جھنڈا تیز ہوا میں پھڑپھڑا رہا تھا۔

وہ سمجھ گیا کہ یہ بحری ڈاکوؤں کا جہاز ہے۔ اتنے میں سامنے سے ایک جہاز نمودار ہوا۔ بحری ڈاکوؤں کے جہاز پر حملہ کرنے والے تھے۔ یہ جہاز تیزی سے لہروں کو چیرتا دوسرے جہاز کی طرف بڑھ رہا تھا۔ ناگ جہاز سے کافی بلندی پر اس کے ساتھ ساتھ اڑ رہا تھا اور دیکھنا چاہتا تھا کہ دونوں جہازوں کی کیسے لڑائی ہوتی ہے۔ اس کو تو کبھی وہم بھی نہیں ہو سکتا کہ ماریا اس جہاز کی سردار ہے اور اس وقت سمندر میں قزاق کے روپ میں جہاز پر سفر کر رہی ہے اور پھر ماریا اپنی اصلی شکل میں بھی نہیں تھی بلکہ جیسا کہ آپ پیچھے پڑھ چکے ہیں وہ منگولی قزاق عورت کے روپ میں تھی۔ قزاقوں کے جہاز نے دوسرے جہاز پر توپ کا گولہ مارا جس سے اس کا ایک مستول ٹوٹ کر گر پڑا اور وہاں عورتوں اور بچوں میں شور مچ گیا۔ ناگ نے یہ حالت دیکھی تو اس کو بحری قزاقوں

یہ سخت غصہ آیا کہ وہ دولت حاصل کرنے کے لیے ان
چند مسافروں اور ان کے بچوں کو ہلاک کرنے والے ہیں۔
اس نے فضا میں ہی غوطہ لگایا اور بحری ڈاکوؤں کے
جہاز پر اتر آیا۔ ڈاکو دوسرے جہاز پر حملے میں لگے ہوئے
تھے کسی نے اسے نہ دیکھا تھا۔ ناگ نے جہاز کے عرشے
پر اترنے کے ساتھ ہی ایک دیو ہیکل جنگلی جانور کا تصور
دماغ میں جمایا اور سانس اندر کو کھینچ کر چھوڑا۔ وہ ایک
بہت بڑا، اونچا لمبا بھاری بھرکم چٹان کی طرح کا ہاتھی
بن گیا۔

اب جو اس نے اپنی سونڈ اٹھا کر چنگھاڑ ماری تو
بحری قزاقوں میں بھگدڑ مچ گئی۔ کسی کی سمجھ میں نہیں آ
رہا تھا کہ یہ ہاتھی جہاز پہ کہاں سے آ گیا ہے۔ ہاتھی نے
جہاز پر ادھر ادھر دوڑنا اور کودنا اور بحری قزاقوں کو
سونڈ میں اٹھا اٹھا کر سمندر میں پھینکنا شروع کر دیا۔ جہاز
ایک طرف کو جھک گیا اور اس میں پانی بھرنے لگا۔
رنگولی ماریا قزاق عورت جہاز کے تہہ خانے میں ایک
ڈبے کو رسے بندھوا کر اپنے سامنے اوپر لا رہی تھی کہ
اسے اوپر لوگوں کی آوازیں سنائی دیں اور جہاز ایک طرف
کو جھک گیا۔ رنگولی قزاق کے اندر جو ماریا چھپی ہوئی تھی

اس کو اچانک ناگ کی خوشبو محسوس ہوئی۔ اس نے رنگولی
قزاق سے کہا:
"میرا ساتھی آ گیا ہے۔ اب وہ تمہیں زندہ نہیں
چھوڑے گا۔"
رنگولی نے کہا: "کون ہے وہ؟ کیا وہ کوئی دیوتا ہے؟"
ماریا کے ذہن نے جواب دیا: "وہ دیوتا سے بھی زیادہ
خطرناک ہے۔"
دونوں کے ذہن خاموشی سے ایک دوسرے سے باتیں کر رہے
تھے اور ان کی آواز کوئی نہیں سن سکتا تھا۔ رنگولی ڈبا لے
کر اوپر آ گئی۔ اوپر چاروں طرف ہاتھی نے تباہی پھیلا رکھی
تھی۔ جہاز ڈوب رہا تھا۔ ہاتھی اپنی سونڈ سے مستولوں اور
فرش کو توڑ رہا تھا۔ اس افراتفری میں ڈاکوؤں نے سمندر میں
جان بچانے کے لیے چھلانگیں لگا دی تھیں۔ دوسرے جہاز
کو موقع مل گیا اور وہ فرار ہو گیا۔ ناگ یہی چاہتا تھا کہ
وہ اس بحری ڈاکوؤں کے جہاز کو تباہ کر دینا چاہتا تھا تاکہ
یہ آئندہ کسی جہاز کے مسافروں کو لوٹ کر قتل نہ کر سکے
وہ بار بار چنگھاڑ رہا تھا۔ طوفانی ہوا چل رہی تھی۔
طوفانی ہواؤں میں بھی ناگ کو ماریا کی خوشبو آ گئی۔
وہ تو خوشی سے اچھل پڑا۔ اس نے پیچھے سے [illegible]

کا فرش ایک طرف سے ٹوٹ کر نیچے گر پڑا۔ ناگ نے
ماریا کو ادھر اُدھر دیکھنے کی کوشش کی۔ ماریا اسے کہیں نظر
نہ آئی۔ ماریا کو بھی ناگ کی خوشبو آ رہی تھی۔ رنگولی ماریا قزاق
عرشے پر آئی تو ہاتھی کو دیکھ کر اس کے اندر چھپی ہوئی ماریا
بے حد خوش ہوئی۔ اسے یقین ہو گیا یہ ہاتھی اصل میں
ناگ ہے۔ ہاتھی کی طرف سے جو ہوا آ رہی تھی اس میں
ناگ کی خوشبو تھی۔ مگر مشکل یہ تھی کہ ماریا اپنے ذہن کی
لہروں سے رنگولی سے تو بات کر سکتی تھی مگر ناگ سے
بات نہیں کر سکتی تھی۔ اس نے رنگولی قزاق عورت کے ذہن
بتایا کہ یہی میرا ساتھی ہے

رنگولی قزاق نے کہا: میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گی:
اس نے ہاتھی پر توپ سے فائر کرنا چاہا مگر وہاں کوئی
نہیں تھا جو توپ کا رُخ ہاتھی کی طرف کرتا۔ ناگ
نے رنگولی پر حملہ کرنے کے لیے سونڈ اٹھائی تو
نے چیخ کر کہا:
ناگ! اسی عورت کو مار ڈالو۔ یہ ظالم اور قاتل عورت ہے:
مگر ناگ ماریا کی آواز نہیں سن سکتا تھا۔ ناگ ہاتھی اپنی
رنگولی ماریا قزاق کے قریب لے گیا تو اسے ماریا کی
خوشبو آئی۔ اس نے سونڈ کو وہیں روک لیا۔ ماریا

کے ذہن نے پھر آواز بلند کی کہ اس عورت پر ترس نہ
کھاؤ۔ اسے ہلاک کر ڈالو۔ پھر میں اس کے جسم سے نکل کر
آزاد ہو جاؤں گی۔ مگر ناگ اس کی آواز نہیں سن سکتا تھا۔
رنگولی ماریا قزاق عورت ماریا کی یہ ذہنی آواز سن رہی
تھی اور اسے سخت غصہ آ رہا تھا کہ اس کے اندر چھپی
ہوئی ماریا اسے ہاتھی سے ہلاک کروانا چاہتی ہے۔ رنگولی
ماریا قزاق نے جب دیکھا کہ ہاتھی اس کے اوپر چڑھا آ
رہا ہے تو اس نے سمندر میں چھلانگ لگا دی۔
رنگولی ماریا قزاق ایک خالی کشتی میں سوار ہو گئی
اور تیز تیز چپو چلاتے ہوئے ڈوبتے جہاز سے دور نکل
گئی۔ ناگ ہاتھی کی شکل میں ابھی تک ڈوبتے جہاز پر
کھڑا تھا۔ وہ حیران ہو رہا تھا کہ اس ڈاکوؤں کی سردار
عورت کے جسم سے ماریا کی خوشبو کیسے آ رہی ہے؟ یہ
عورت ماریا نہیں ہے۔ پھر اس کے جسم سے ماریا کی اتنی تیز
اور صاف خوشبو کیسے آئی ہے؟ وہ بحری ڈاکو عورت
کو کشتی میں سوار دور جاتے دیکھ رہا تھا۔ اس نے زور سے
سانس اندر کو کھینچی اور ایک بار پھر سیاہ عقاب بن کر
ہوا میں بلند ہو گیا اور رنگولی ماریا قزاق عورت کی کشتی
اوپر آ گیا

ناگ نے سوچا کہ یہ معمہ اسی طرح حل ہو سکتا ہے کہ
وہ انسان کی شکل میں اس عورت کے پاس جائے اور اس
سے بات کرے۔ ناگ عقاب کی شکل میں ایک طرف
غوطہ لگا لیا۔ اور آگے جا کر اپنی اصلی انسانی شکل
اختیار کی اور سمندر میں گر کر تیرتا ہوا کشتی کی طرف آنے لگا۔
کشتی کے قریب آ کر اس نے پیچھے سے اچھل کر
اس میں چھلانگ لگا دی۔ رنگولی ماریا نے خنجر نکال لیا۔
ناگ نے کہا: "میں دوسرے جہاز کا مسافر ہوں
جو توپ کا گولا لگنے سے سمندر میں گر گیا۔ مجھ
پر رحم کرو اور مجھے کشتی میں بیٹھنے دو۔"
رنگولی ماریا قزاق نے غصے میں کہا:

"تمہاری وجہ سے میرا جہاز ڈوبا ہے۔ میں تمہیں
ہلاک کر دوں گی۔"

ماریا کے ذہن نے کہا: "ناگ! اسے دبوچ لو۔
اسے مار ڈالو۔"

رنگولی ماریا سمجھ گئی کہ یہ ہی ماریا کا ساتھی ناگ ہے
جو پہلے ہاتھی کی شکل میں ظاہر ہوا تھا۔ یہ ضرور کوئی جادوگر
ہے۔ مگر رنگولی بڑی بہادر عورت تھی اور اس قسم کی باتوں
پر یقین نہیں رکھتی تھی۔ اس نے خنجر سے ناگ پر حملہ

کر دیا۔ ناگ نے تیزی سے وار بچایا اور پھر رنگولی ماریا
کے ہاتھ سے خنجر کو پکڑ کر جھٹک دیا اور اسے قابو کرتے
ہوئے کہا:

"تم کون ہو؟ کیا تم ماریا ہو؟"
رنگولی نے قہقہہ لگا کر کہا: "ارے ناگ! تم نے
مجھے پہچانا نہیں؟ میں ماریا ہی تو ہوں۔ تمہاری
دوست ماریا۔"
ناگ نے اس کی کلائی چھوڑ دی اور تعجب سے بولا:
"لیکن ـــ لیکن ماریا تمہاری شکل کس طرح تبدیل
ہو گئی؟"

ماریا نے رنگولی کے اندر سے چیخ کر کہا:
"ناگ! یہ جھوٹ بول رہی ہے یہ ماریا نہیں ہے۔"
رنگولی نے کہا: "میں افریقہ کے جنگل میں سے گزر
رہی تھی کہ ایک جادوگر نے مجھے بے خبری میں ایک
جادو کا تعویذ گھول کر پلا دیا۔ میری شکل بدل گئی
اور میں ایک بحری ڈاکو کی شکل میں ظاہر ہو گئی۔"
ناگ نے ایک ایسا سوال کیا جس کا جواب رنگولی کے
پاس نہیں تھا۔ اس نے کہا:
"مگر ماریا ـــ تمہیں میری خوشبو کیوں نہیں آئی تھی؟"

تم نے مجھے کیوں نہیں پہچانا تھا؟

رنگولی کچھ گھبرائی، پھر جلدی سے سنبھل گئی اور بولی:

"ناگ! مجھ پر تعویذ کا جادو تھا۔ میں کیسے تمہاری خوشبو سونگھ سکتی تھی؟"

ناگ نے کہا: "لیکن جب میں اپنی اصلی ناگ کی شکل میں تمہارے سامنے آیا تو پھر بھی تم نے مجھے نہیں پہچانا اور مجھ پر خنجر سے حملہ کر دیا۔"

رنگولی اب سچ مچ گھبرا گئی۔ اس نے کہا:

"ناگ! میں تو تم سے مذاق کر رہی تھی۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے بھلا کہ میں تمہیں پہچان نہ سکوں؟ میں نے تمہیں پہچان لیا تھا مگر مذاق میں خنجر نکال لیا تھا کہ دیکھتی ہوں تم کیا کرتے ہو۔"

ناگ نے کہا:

"ماریا! تمہاری شکل بھی بدل گئی ہے اور — اور تم اب غائب بھی نہیں ہو۔ تم کیسے پھر سے اپنی اصلی حالت میں واپس آ سکتی ہو؟"

رنگولی قزاق نے کہا: "اس کے لیے مجھے پھر افریقہ جا کر اس جادوگر کو تلاش کرنا ہوگا جس نے مجھے تعویذ پلا دیا تھا۔"

ناگ کہنے لگا: "میں کوشش کرتا ہوں کہ کشتی کا رخ افریقہ کی طرف ہو جائے۔ کیوں کہ ممکن ہے وہاں عنبر سے بھی ملاقات ہو جائے۔"

رنگولی قزاق چونکہ جھوٹی ماریا بنی ہوئی تھی اور اسے عنبر کے بارے میں کچھ علم نہیں تھا اس لیے وہ بول اٹھی:

"عنبر کون؟"

ناگ نے چونک کر رنگولی کی طرف دیکھا: "تم — تم عنبر کو نہیں جانتی ہو؟"

رنگولی سمجھ گئی کہ عنبر بھی کوئی ناگ کا ساتھی ہوگا۔ ہنس کر بولی:

"اچھا اچھا تم اپنے دوست عنبر کی بات کر رہے ہو۔ جو افریقہ میں رہتا ہے۔ ہاں — اس سے ضرور ملیں گے۔"

ناگ کے دل میں شک کی ایک اور گرہ پڑ گئی۔ اس نے اسے آزمانے کے لیے کہا:

"ماریا! تم نے افریقہ میں کینیا پہاڑ دیکھا ہے ناں؟"

رنگولی قزاق نے جھٹ کہا: "کیوں نہیں۔ کینیا پہاڑ پر تو میں دو بار چڑھی ہوں۔ بڑا اونچا پہاڑ ہے اس کی چوٹی پہ سارا سال برف جمی رہتی ہے۔"

اب ناگ کو یقین ہو گیا کہ یہ عورت ماریا نہیں ہے۔
ناگ نے غصے سے کہا: "ماریا! سچ سچ بتاؤ تم کون ہو؟"

رنگولی گھبرا گئی: "میں ماریا ہی تو ہوں۔ ماریا —— تمہاری دوست!"

ناگ نے کہا: "اگر تم ماریا ہو تو تمہیں یہ کیوں نہیں پتہ کہ کیپٹی ایک پہاڑ نہیں ہے بلکہ ایک لڑکی ہے جو ہماری ساتھی ہے۔ اچھا — یہ بتاؤ کہ عنبر کی خصوصیت کیا ہے؟"

رنگولی نے کہا: "اس کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ بہت تیز دوڑ سکتا ہے اور شیر کا تلوار سے شکار کرتا ہے۔ ایک بار تو مرتے مرتے بچا تھا۔"

ناگ بولا: "تم یہ بھی نہیں جانتی ہو کہ عنبر کبھی مرتے مرتے نہیں بچا۔ وہ تو مر ہی نہیں سکتا۔"

رنگولی کی قمیض کے اندر ایک چھوٹا خنجر چھپا ہوا تھا۔ ماریا نے چلا کر کہا: "ناگ! یہ عورت تم پر اپنے خفیہ خنجر سے حملہ کرنے والی ہے۔ اس سے بچنا۔"
ناگ نے ماریا کی آواز تو نہ سنی مگر رنگولی کو گھورتے ہوئے کہا:

"سچ سچ بتاؤ تم نے ماریا کے ساتھ کیا سلوک کیا۔ کیا تم نے اسے اپنے جسم میں جذب کر لیا ہوا ہے؟"

رنگولی نے بھانڈا پھوٹتے دیکھا تو بجلی کی تیزی کے ساتھ جیب میں ہاتھ ڈال کر خنجر نکال کر ناگ پر جھپٹی۔ ناگ اتنا بے خبر بھی نہیں تھا۔ اس نے بڑی پھرتی سے سانس اندر کو کھینچی اور ایک سیاہ سانپ بن کر رنگولی کی طرف اچھلا اور اس کی گردن پر ڈس دیا۔ اسے معلوم تھا کہ یہ ماریا نہیں ہے اور جو کوئی بھی ہو گی اس کے زہر سے مر جائے گی اور ماریا ظاہر ہو جائے گی۔

ماریا نے جوش میں آ کر کہا: "شاباش ناگ! تم نے اچھا کیا۔ اب میں اس کے جسم سے آزاد ہو جاؤں گی۔"

رنگولی قزاق عورت ناگ کے زہر سے کشتی میں بے دم ہو کر گر پڑی۔ اس کا رنگ سیاہ پڑ گیا اور منہ ناک کان سے خون جاری ہو گیا۔ جب رنگولی قزاق عورت کی جان نکل گئی تو ماریا بھی اس کے جسم سے آزاد ہو گئی۔ آزاد ہوتے ہی اس نے ناگ سے کہا:

"ناگ بھیا! میری آواز سن رہے ہو؟"

اب جو ناگ نے ماریا کی آواز سنی تو خوشی سے

کر کہا :

"ماریا! شکر ہے تمہاری آواز تو آئی۔ ورنہ ابھی
تک تو صرف تمہاری خوشبو ہی آ رہی تھی:"

ماریا نے کہا: "ناگ بھیا! اس عورت نے مجھے
اپنے جسم کے اندر قید کر رکھا تھا۔ یہ جادوگر
عورت تھی۔ پرے ہٹ جاؤ۔ کیوں کہ اس کی
لاش کو آگ لگنے والی ہے:"

ناگ کشتی کے کنارے پر ہو گیا۔ رنگولی قزاق عورت
کی لاش نے تھوڑی سی حرکت کی۔ اس میں ابھی جان
باقی تھی۔ ایک دو بار جلنے کے بعد رنگولی کا جسم بالکل
پتھر ہو گیا۔ اب وہ پوری طرح مر چکی تھی۔ جب وہ
ایک بار پھر لاش بنی تو اس کے جسم کو آگ لگ گئی
آگ وہی چتا کی آگ تھی جس پر رنگولی مردہ حالت میں
پہلے بھی لیٹ چکی تھی۔ آگ کے شعلے بلند ہوئے تو
کشتی نے بھی آگ پکڑ لی۔

ماریا نے کہا: "عقاب بن کر میرے ساتھ ہوا
میں اڑو ناگ! ہمیں ایک بہت بڑی مصیبت
سے نجات مل گئی ہے:"

ناگ نے اسی وقت عقاب کا روپ دھار لیا اور

وہ فضا میں بلند ہو کر پرواز کرنے لگا۔ ماریا اس کے
ساتھ ساتھ اڑ رہی تھی۔ دونوں کو ایک دوسرے کی خوشبو
برابر آ رہی تھی۔

تیسرے پہر وہ دونوں سمندر کے ایک ایسے کنارے پر
پہنچ گئے۔ جہاں ریت کے چھوٹے چھوٹے ٹیلوں میں
کہیں کہیں کھجور کے درخت کھڑے سمندری ہواؤں میں
جھوم رہے تھے۔ یہاں اتر کر ناگ انسانی شکل میں واپس
آ گیا۔ اب ماریا نے پہلے اسے اپنی کہانی سنائی۔ پھر ناگ
نے سارا قصہ سنایا کہ کس طرح وہ اس کی تلاش میں
نکلا تھا کیوں کہ وہ شیش ناگ کو ہلاک کر کے ایک بے گناہ
لڑکے کی جان بچانا چاہتا ہے۔

ماریا نے کہا: "مگر ناگ! شیش ناگ کی طاقت
بے پناہ ہے:"

ناگ نے ماریا کو بتایا کہ شیش ناگ کی جان اس کے
پھن کے اوپر درمیان والے سر پر بنے ہوئے سینگ میں
ہے اگر اسے آگ لگا دی جائے تو شیش ناگ ہلاک
ہو جائے گا:"

"اس سینگ تک صرف تم ہی پہنچ سکتی ہو کیونکہ
شیش ناگ کے غار میں زبردست مقناطیسی کشش

ہے اور کوئی ایسی شے جو بھاری ہے اور وزن
رکھتی ہے، نظر آتی ہے اس کی کشش سے نہیں
بچ سکتی۔ تم چونکہ دکھائی نہیں دیتی ہو اس لیے
شیش ناگ کے غار میں جا سکتی ہو۔"

ماریا نے کہا: "اگر یہ بات ہے تو میں شیش ناگ
کو ختم کرنے کی پوری کوشش کروں گی۔ اس
سے ایک فائدہ یہ بھی ہو گا کہ تمہارے کھوئے
ہوئے اختیارات بھی تمہیں واپس مل جائیں گے۔"

ناگ بولا: "مجھے اپنے اختیارات کی اتنی فکر نہیں
جتنی اس معصوم بچے کی زندگی کی فکر ہے جس کا
اگلے سال شیش ناگ کلیجہ نکال کر کھانے والا ہے۔"

ماریا نے غصے بھرے لہجے میں کہا:
"ایسے شیطان کو زندہ نہیں چھوڑنا چاہیے — چلو
ہم واپس دلدلی میدان والے گنبد کی طرف چلتے
ہیں۔ ہو سکتا ہے وہاں ہماری ملاقات کیٹی اور
عنبر سے بھی ہو جائے۔"

ناگ کہنے لگا: "یہ حیرانی کی بات ہے کہ میں تم
سے دو سو سال پیچھے کی طرف سفر کر رہا تھا
مگر بغیر کسی حادثے کے دو سو سال کا پل عبور

کر کے تمہارے پاس آ گیا۔ اس سے مجھے یقین
ہے کہ اب ہماری ملاقات عنبر اور کیٹی سے
بھی ہو سکتی ہے۔"

ماریا نے کہا: "ہو سکتا ہے۔ آؤ سمندر میں واپس
سفر شروع کرتے ہیں۔ اور تم اس دلدلی میدانوں
والے ملک کی سمت جانتے ہو۔ تم میری
راہ نمائی کرنا۔"

ناگ بولا: "تم میرے ساتھ ساتھ رہنا۔"

یہ کہہ کر ناگ سیاہ عقاب بن کر فضا میں بلند ہوا
اور ماریا اس کے ساتھ ساتھ رہ کر پرواز کرنے لگی۔

ناگ اور ماریا کو ہم اسی حالت میں عراق کے دلدلی
میدان والے گنبد کی طرف پرواز کرتے چھوڑتے ہیں اور کیٹی
کی طرف جاتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ وہ بصرے پہنچی
ہے کہ نہیں۔

جیسا کہ آپ جانتے ہی ہیں کیٹی ایک رقاصہ ملا کے
نام سے اپنے بوڑھے ساتھی دانی کے ساتھ ایک بادبانی
جہاز میں سفر کر رہی ہے۔ اس کی منزل بھی عراق ہی
ہے۔ یہ پہلا موقع ہے کہ عنبر ناگ کیٹی اور ماریا چاروں
عراق کی سرزمین کی طرف سفر کر رہے ہیں۔ جہاز بصرے

پہنچ جانے کے بعد کیٹی نے وہاں سے ایک قافلہ پکڑ کر
عراق کے دارالحکومت بغداد پہنچنا تھا جہاں وہ عنبر ناگ
وغیرہ کو تلاش کرنے والی تھی۔

جہاز بصرہ کی بندرگاہ سے لگا تو بوڑھا دائی جہاز کے
جنگلے کے پاس کھڑے ہو کر کھجور کے جھنڈوں کو دیکھ کر بولا:
"مالا بیٹی! چالیس سال بعد وطن کی ہواؤں درختوں
اور فضاؤں کو دیکھ کر پھر سے جوان ہو گیا ہوں۔"

کیٹی اس کے پاس ہی کھڑی تھی۔ یہ تو آپ کو معلوم
ہی ہے کہ کیٹی نے وہاں اپنا نام مالا رکھا ہوا تھا جہاں
سے وہ بوڑھے دائی کو لے کر چلی تھی۔ اس نے کہا:
"بابا! اب آپ اپنے گھر جائیں گے؟ مگر کیا آپ
کا گھر ابھی تک موجود ہو گا؟"

دائی نے آہ بھر کر کہا: "شاید اب تو اس کے
کھنڈر ہی باقی رہ گئے ہوں گے۔ مگر مجھے وہ کھنڈر
بہت سکون دیں گے۔"

"آپ کے بچے کوئی نہیں تھے پیچھے؟" کیٹی نے پوچھا۔
دائی بولا: "میرا کوئی نہیں تھا۔ ایک بہن تھی۔ وہ
مر کھپ گئی ہو گی۔ چل کر پتہ کروں گا۔"

کیٹی کے دل میں خیال آیا کہ وہ بوڑھے دائی کو اس

کے گھر تک چھوڑ کر آئے۔ چنانچہ وہ جہاز سے اس کے ساتھ
ہی اتری اور بصرے شہر کی گلی کوچوں سے گزرنے لگی۔
بوڑھے دائی کو سارے رستے یاد تھے۔ وہ اسے لے کر ایک
چھوٹے سے انگور کے باغ میں بنے ہوئے مکان کے سامنے
لے آیا جس کی حالت خستہ ہو رہی تھی۔ اس نے مکان کی
طرف اشارہ کر کے کہا:
"بیٹی! یہ تھا میرا مکان۔ اس کے باہر ایک گھوڑا
بندھا ہے لگتا ہے اندر کوئی رہتا ہے۔ آؤ اندر چلیں۔"

اس وقت شام کی آمد آمد تھی۔ اندھیرے کی چادر کا رنگ
گہرا ہو رہا تھا۔ وہ کیٹی کو لے کر مکان کی ڈیوڑھی میں
داخل ہوا تو اچانک ایک طرف سے دو آدمی چھلانگ لگا
کر ان پر گرے اور انہوں نے بوڑھے دائی اور کیٹی
کی پسلیوں میں تلواروں کی نوک رکھ دی۔ ایک نے کہا:
"چپکے سے اندر چلے چلو۔ اگر ذرا بھی حرکت کی
تو یہ تلوار پسلیوں کے پار ہو جائے گی۔"

کیٹی ایک زور دار ہاتھ مارنے لگی تھی مگر یہ سوچ کر
رک گئی کہ اس طرح یہ لوگ بوڑھے دائی کو زندہ نہیں
چھوڑیں گے۔ بوڑھے کا رنگ فق ہو گیا تھا۔ دونوں آدمی کیٹی
اور دائی کو ایک کوٹھڑی کے پاس لے گئے پھر انہوں

نے دونوں کو کوٹھڑی میں دھکا دیا اور دروازہ بند کر کے
باہر تالا ڈال دیا۔

یہ خونخوار لوگ کون تھے؟ کیپٹن اور دانی نے ان
سے کس طرح اپنی جانیں بچائیں؟
ماریا اور ناگ جب مقناطیسی پہاڑ پر پہنچے تو شیش
ناگ سے ان کے مقابلے کا کیا انجام ہوا؟
عنبر عراق میں سفر کرتے ہوئے کہاں پہنچا اور اس کی
ناگ ماریا کیپٹن سے کن حالات میں ملاقات ہوئی؟
یہ سب کچھ آپ عنبر ناگ ماریا کی اگلی قسط نمبر ۹۲
"جاسوس سانپ" میں پڑھیں گے۔

جاسوس سانپ

اے حمید

۹۳

نیا مکتبہ اقرأ

ناگ، ماریا اور عنبر کی واپسی
کے پانچ ہزار سالہ سفر کی سنسنی خیز داستان

جاسوس سانپ
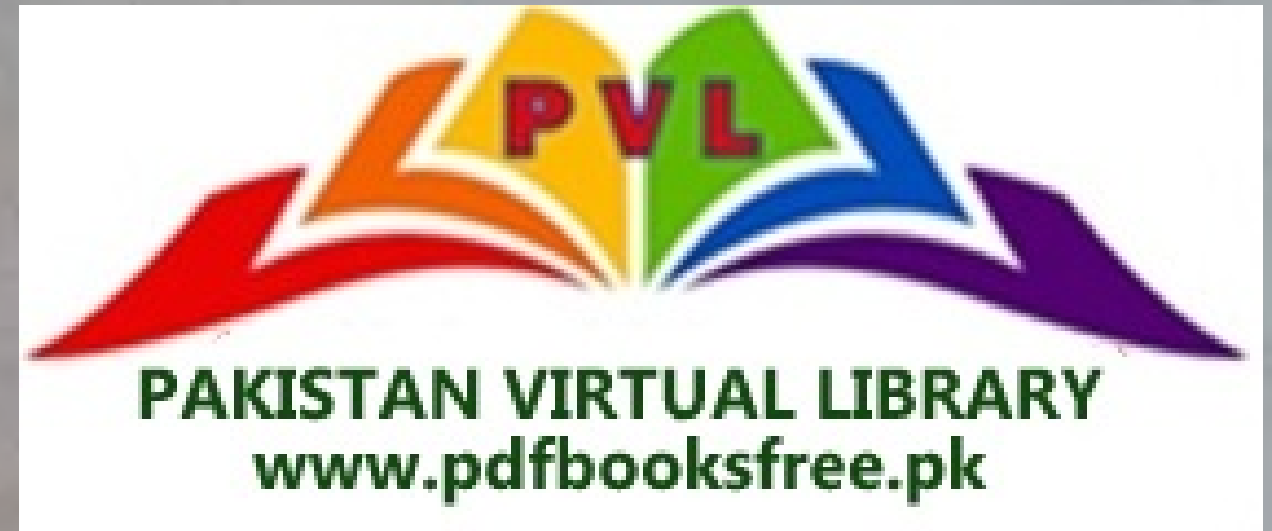
اے۔ حمید

قیمت :۔ ۷/۵۰ روپے

بار اوّل

ناشر: نیا مکتبہ اقرا ۔۴۰ بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور

پیارے دوستو!

عنبر ناگ ماریا کی قسط نمبر ۹۳ لے کر حاضر ہوا ہوں۔ آپ اس سیریز کو جس محبت دلچسپی اور لگن کے ساتھ پڑھ رہے ہیں اور مجھے خلوص بھرے پسندیدگی کے خط لکھتے ہیں میں اس کے لیے آپکا جس قدر شکریہ ادا کروں کم ہے۔ آپ کے یہ خط ہی میری حوصلہ افزائی کرتے ہیں اور میرے اندر لکھنے کا ولولہ اور جذبہ پیدا ہوتا ہے۔ اس بار ناگ پر اپنی ایک نئی طاقت کا انکشاف ہوتا ہے۔ وہ غیبی سانپ بھی بن سکتا ہے۔ اس کا شیش ناگ سے مقابلہ ہوتا ہے۔ وہ شیش ناگ کو ہلاک کر دیتا ہے اور اس کا اختیار اسے واپس مل جاتا ہے۔ اب دنیا کے سارے سانپ اس کا حکم ماننے پر مجبور ہیں، مگر شیش ناگ کا ایک مرید سانپ کلیانگ ناگ سے انتقام لینے کے لیے نکلتا ہے اور وہ ناگ سے ایسا انتقام لیتا ہے کہ ناگ ششدر ہو کر رہ جاتا ہے۔ ناگ کو سخت مایوسی اور شکست کا سامنا کرنا پڑتا ہے اور ماریا اس کے ہاتھ سے نکل جاتی ہے۔ شیش ناگ کا انتقام کیا تھا؟ اس کتاب کو پڑھنے کے ساتھ ساتھ آپ کو سب کچھ معلوم ہو جائے گا۔

آپ کا انکل

اے حمید

۴۵۴/ این راہِ چمن۔ سمن آباد لاہور

ترتیب:

آسیبی مکان

کوٹھڑی کے اندھیرے میں کیٹی نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔
بوڑھا دانی منہ کے بل زمین پر پڑا کراہ رہا تھا۔ کیٹی نے اسے اٹھایا۔ بوڑھے کے ماتھے سے خون بہہ رہا تھا۔ کیٹی نے کپڑے کی ایک دھجی پھاڑ کر اس کے ماتھے پر باندھی۔ بوڑھے نے کراہتے ہوئے کہا۔

"یہ ـــ کون لوگ ہیں؟ کوئی ڈاکو قاتل ہیں جنہوں نے میرے مکان پر قبضہ کر لیا ہے۔"

کیٹی نے کہا "میں ابھی ان کی خبر لیتی ہوں۔"

یہ کہہ کر کیٹی زمین پر سے اُٹھی۔ دروازے کے پاس آئی اور زور لگایا کہ دروازہ کھل جائے۔ مگر اسے ایک ایسا دھچکا لگا کہ وہ اچھل کر پیچھے آن گری۔ کیٹی دوسری بار دروازے کی طرف بڑھنے لگی تو بوڑھے دانی نے اسے روک لیا اور آہستہ سے کہا۔

"مالا بیٹی! دروازے کو ہاتھ نہ لگانا۔ میں سمجھ گیا ہوں
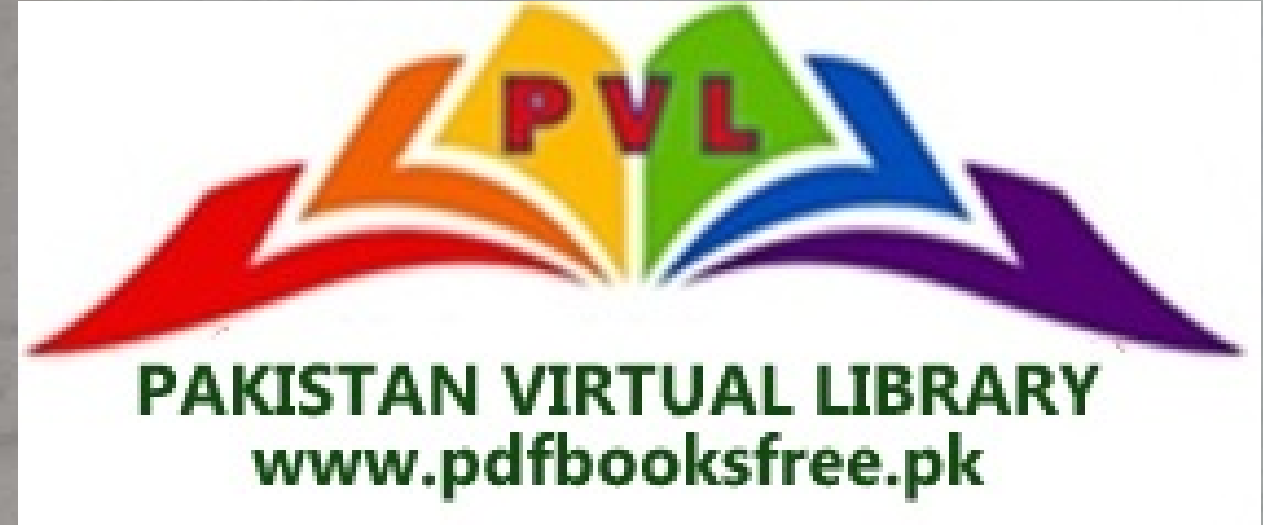
کہ کیوں نہیں کھل رہا۔"

کیٹی نے جواب دیا "بابا! پہلی بات تو یہ ہے کہ اب میں تمہیں بتا دینا چاہتی ہوں کہ میرا نام مالا نہیں کیٹی ہے اب مجھے بتاؤ کہ اس دروازے نے مجھے دھکا کیوں دیا ہے؟ کیا اس پر کسی نے جادو کر رکھا ہے؟

بوڑھا دھیمی آواز میں بولا "بیٹی مجھے پہلے ہی شبہ تھا کہ تم مجھ سے کچھ چھپا رہی ہو۔ میرا خیال ہے کہ اپنا نام تو تم نے مجھے بتا دیا ہے مگر اب بھی تم بہت کچھ راز میں رکھے ہوئے ہو۔"

"بیٹی! اب مجھے یاد آ رہا ہے۔ اس مکان پر آج سے پچاس برس پہلے ایک آسیب کا سایہ تھا۔ میری بڑی بہن کہا کرتی تھی کہ اس مکان میں کسی بے گناہ کو قتل کر دیا گیا تھا۔

کیٹی نے آہستہ سے کہا "لیکن ان ڈاکوؤں کو آسیب نے کچھ نہیں کہا جو ہمیں اس کوٹھڑی میں بند کر گئے ہیں۔"

بوڑھے نے کچھ یاد کرتے ہوئے بتایا۔

"میری بہن یہ بھی کہا کرتی تھی کہ اس مکان کا آسیب ایک بے گناہ مقتول کی روح ہے۔ جو ہر اس آدمی کا ساتھ دیتی ہے جو کسی دوسرے کو نقصان پہنچاتا ہے

یا ہلاک کرتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آسیب نے ڈاکوؤں کو کچھ نہیں کہا۔"

کیٹی نے فوراً کہا۔

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر میں ان ڈاکوؤں کو قتل کرنے کا ارادہ کر لوں تو یہ آسیب مجھے کچھ نہیں کہے گا۔"

بوڑھا بولا۔

"نہیں۔ ایسا نہیں ہوگا۔ کیونکہ آسیب تمہاری نیّت کو جانتا ہے۔ اسے معلوم ہے کہ تم انہیں قتل کرنے کا ارادہ نہیں رکھتیں۔ بلکہ صرف یہاں سے فرار ہونا چاہتی ہو۔"

کیٹی کو اس آسیب پر سخت غصہ آیا۔ اس نے بوڑھے داتی سے کہا۔

"بابا میں تمہاری دنیا کے آسیب وغیرہ کو نہیں مانتی۔ میں دروازہ توڑنے جا رہی ہوں۔"

کیٹی کو بوڑھا روکتا رہ گیا۔ کیٹی نے دروازے پر جا کر ہاتھ مارنے کے لئے بازو اٹھایا ہی تھا کہ دروازے میں سے جیسے ہوا کی ایک تیز لہر اٹھی اور اس نے کیٹی کے جسم سے ٹکرا کر اسے پیچھے گرا دیا۔

"بیٹی! میں نے تمہیں منع کیا تھا۔ یہ مقتول آدمی

کا آسیب ہے۔ یہ تکلیف دے کر خوش ہوتا ہے اور لوگوں سے اپنے قتل کا بدلہ لیتا ہے۔"

کیٹی عجیب مصیبت میں پھنس گئی تھی۔ وہ تو بوڑھے دانی سے نیکی کے خیال سے اس کے ساتھ آئی تھی کہ بے چارے بوڑھے کو اس کے گھر تک چھوڑ آئے۔ یہ اُلٹی آنتیں اس کے گلے پڑ گئی تھیں۔

بوڑھا بھی افسوس کرنے لگا۔ کہ وہ خوامخواہ اس کے ساتھ آ کر مشکل میں گرفتار ہو گئی ہے۔

کیٹی نے کہا۔

"اب تو میں پھنس گئی ہوں۔ اور میرے ساتھ تم بھی پھنس گئے ہو۔ سوال یہ ہے کہ یہ کون لوگ ہیں اور ہم سے کیا چاہتے ہیں؟"

دانی بولا۔

"میرا خیال ہے یہ کوئی بڑے خطرناک مجرم ہیں۔ شاید جیل سے بھاگے ہوئے قاتل ہیں اور ہمیں ہلاک کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مکان کے مقتول آسیب نے انہیں کچھ نہیں کہا اور ان کی مدد کی ہے۔"

کیٹی اپنے سر کے سنہری بالوں کو ہاتھ سے پیچھے کرتی ہوئے بولی۔

"لیکن ہمارا قصور کیا ہے؟"

دانی نے کہا۔

"قصور صرف اتنا ہے کہ ہم انہیں دیکھ نہ لیں۔ یا ہمیں پتہ چل گیا ہے کہ وہ اس مکان میں پناہ لئے ہوئے ہیں۔"

کیٹی اُٹھ کر غصے سے ٹہلنے لگی۔

"یہ تمہارا مکان ہے۔ ان کم بختوں کو کیا حق پہنچتا ہے کہ اس مکان پر قبضہ کریں اور ہمیں قتل کرنے کی نیت سے یہاں بند کریں۔

دانی نے کوئی جواب نہ دیا اور ہاتھ سے اپنے ماتھے کے زخم کو سہلانے لگا۔ اندھیرے میں کیٹی اسے دیکھ رہی تھی۔ اس کا سر جھکا ہوا تھا اسے بڈھے پر ترس آ گیا۔ اس نے پوچھا۔

"کیا تمہارے اس شہر کے قید خانے اتنے کمزور ہیں کہ قیدی انہیں توڑ کر بھاگ جاتے ہیں۔ اور پھر یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ یہ لوگ مفرور قیدی نہ ہوں۔"

دانی نے کہا۔

"باہر جو گھوڑا کھڑا تھا اس پر نیلے رنگ کا چوخانہ دار رومال پڑا تھا۔ ہمارے ملک میں جس قیدی کو پھانسی ملنے والی ہوتی ہے اس کو اسی قسم کا رومال سر پر باندھنے کے لئے دیا جاتا ہے۔"

کیٹی کہنے لگی۔

"مگر انہوں نے رومال باہر ہی گھوڑے پر رکھ دیا؟ کیا انہیں خطرہ نہیں تھا کہ سپاہی اسے پکڑ لیں گے"

دانی بولا۔

"اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ قید خانے سے بھاگے انہیں زیادہ دیر نہیں ہوئی۔ یہ آج ہی میرے خالی مکان میں آئے ہیں۔"

کیٹی نے دانی سے پوچھا۔

"تم اس مکان کی ایک ایک چیز کو جانتے ہو۔ کیا یہاں سے فرار کا کوئی راستہ نہیں ہے؟"

دانی غور کرنے لگا پھر بولا۔

"اب مجھے یاد آرہا ہے کہ جس کوٹھڑی میں ہم قید ہیں یہاں میری بہن اناج رکھا کرتی تھی۔ اس کی جنوبی دیوار کے پیچھے ایک اور کوٹھڑی ہے جہاں وہ رات کو

سویا کرتی تھی۔"

کیٹی نے تینوں دیواروں میں سے ایک کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

"کوٹھڑی کی جنوبی دیوار تو یہی ہو سکتی ہے۔"

دانی نے دیوار پر ہاتھ رکھا اور بولا۔

"ہاں یہی دیوار ہے۔ یہ جنوب کی طرف ہے۔ اس کے پیچھے میری بہن کا سونے کا کمرہ تھا۔ مگر کمرہ تو خالی ہوگا۔"

کیٹی نے کہا۔

"خالی نہیں بھی ہوگا تو دیکھا جائے گا۔ مگر ہم اس آسیبی کوٹھڑی سے تو نجات حاصل کر لیں گے۔"

بوڑھا دانی کہنے لگا۔

"مگر کیٹی! یہ دیوار ٹھوس اور سنگ ریزوں والی مٹی کی بنی ہوئی ہے۔ اس میں سے تم کیسے بندھ لگاؤ گی۔"

بوڑھے کو کیٹی کی غیر قدرتی طاقت پر پہلے ہی شبہ تھا وہ جانتا تھا کہ اس پُراسرار لڑکی کی خفیہ طاقت کھل کر سامنے آجائے۔ کیٹی اب اس پر اپنی خفیہ طاقت ظاہر کرنے پر مجبور ہو گئی تھی۔ کہنے لگی۔"

"میں اتنی طاقت رکھتی ہوں کہ میں اپنے ہاتھ سے سوراخ کر سکوں۔ یہ طاقت مجھے ایک بزرگ نے دے رکھی ہے۔"

یہ کہہ کر اندھیرے میں ہی کیٹی نے دیوار پر ایک گول دائرے کا نشان لگایا اور اس پر زور سے ایک ہاتھ مارا۔ اس ضرب میں اتنی طاقت تھی کہ اس جگہ سے مٹی کا ایک بڑا ٹکڑا اکھڑ سا گیا۔ دوسری ضرب پر وہ مٹی کا ٹکڑا کوٹھڑی کی دوسری جانب جا گرا۔ کیٹی نے سر ڈال کر دوسری طرف دیکھا۔ وہ کوٹھڑی بھی سنسان پڑی تھی۔ ایک لکڑی کا تخت بچھا تھا۔ جس پر چند پرانے میلے کپڑے بکھرے ہوئے تھے۔

کیٹی نے اس دیوار کے سوراخ بڑا کر دیا اور دوسری کوٹھی میں نکل گئی۔ بوڑھا دانی بھی اس کے پیچھے پیچھے آگیا۔ اس نے کوٹھڑی میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھتے ہوئے کہا۔

"ہاں ــ یہی میری بہن کا سونے کا کمرہ تھا۔ مگر یہ کیسا ویران ہو رہا ہے۔ اس سے لگتا ہے کہ میری بہن زندہ نہیں رہی۔ وہ مر چکی ہے۔ یہ گھر ویران ہو گیا ہوا ہے۔"

کیٹی نے اس کے کاندھے پر آہستہ سے ہاتھ رکھ کر کہا۔

"اونچی آواز میں نہ بولو دانی! ہوسکتا ہے مفرور قیدی دوسری طرف بیٹھے ہوں۔"

دانی نے کہا۔

"اب مجھے سب کچھ یاد آ رہا ہے۔ بیٹی۔ تم فکر نہ کرو۔ میری بہن نے جس جگہ تخت بچھا ہے اس کے نیچے ایک خفیہ راستہ بنوایا تھا جو اس مکان کے نیچے ہی نیچے سے ہوتا صحرا کے ٹیلوں میں جا نکلتا تھا۔"

کیٹی نے آگے بڑھ کر تخت کو ایک طرف کھسکا دیا۔ اس کے نیچے ایک جگہ سے زمین ذرا نیچے ہو گئی تھی۔ کیٹی نے اس پر پاؤں رکھا تو محسوس ہوا کہ وہ لکڑی کا تختہ تھا۔ وہ تختہ اکھاڑنے ہی لگی تھی کہ اسے ایک عورت کی آواز سنائی دی۔ دونوں کے کان کھڑے ہو گئے آواز بڑی درد بھری تھی اور قریب ہی سے سنائی دی تھی۔ کیٹی نے آہستہ سے کہا۔

"یہ آواز کہاں سے آ رہی ہے؟"

بوڑھے دانی کی آنکھیں اندھیرے میں کمرے کے بند دروازے کی طرف دیکھ رہی تھیں۔ اس نے کہا۔

"اس کمرے کے بالکل سامنے ایک بڑا کمرہ ہے۔ جو مہمانوں کے لئے رکھا گیا تھا۔ یہ آواز اس کمرے سے آ رہی ہے۔"

عورت نے ایک دم سے روتے ہوئے آواز بلند کی تھی۔ جیسے کسی نے اس کے جسم پر جلتا ہوا کوئلہ رکھ دیا ہو۔ کیٹی نے سرگوشی کی۔

"حضور یہ عورت ان مفرور قیدیوں نے اغوا کی ہے۔"

دانی نے کہا۔

"کیٹی! ہمیں اس عورت کی مدد کرنی چاہیئے۔ اب ہمارا فرض ہے کہ اس مظلوم عورت کو ظالموں سے چھڑائیں۔"

کیٹی کہنے لگی۔

"اگر اس دروازے پر بھی آسیب کا سایہ ہوا تو پھر کیا کریں گے۔؟"

داتی نے کہا۔

"اس کمرے کا دروازہ بھی باہر سے بند ہے ذرا ٹھہرو۔ میں اس کے قریب جا کر دیکھتا ہوں۔"

بوڑھا داتی اندھیرے میں اُٹھ کر دروازے کے قریب گیا۔ جوں ہی اس نے دروازے پر ہاتھ رکھا اسے ایک زوردار جھٹکا لگا اور وہ پیچھے کی طرف ہٹ گیا۔

"کیٹی! آسیب نے اس دروازے پر بھی قبضہ کر رکھا ہے"

غصے میں کیٹی کا چہرہ سُرخ ہو گیا۔ اُس کا بس چلتا تو وہ مقتول آدمی کی بدروح یا آسیب کو گردن سے دبوچ لیتی۔ کم بخت نے چاروں طرف سے اس کے راستے بند کر رکھے تھے۔ عورت کے سسکیاں بھرنے کی آواز تھوڑی تھوڑی دیر بعد آ رہی تھی۔ وہ بے چاری سخت تکلیف میں تھی۔ ایک بار اس نے ہلکی سی چیخ ماری تو کسی مرد کی کرخت آواز اُبھری۔

"خبردار جو زیادہ شور مچایا تو ذبح کر دوں گا۔"

کیٹی نے بوڑھے دانی کی طرف دیکھ کر دھیمی آواز سے کہا۔

"بابا! یہاں سے سرنگ کے ذریعے باہر نکل چلو۔ میں باہر سے آ کر مکان میں داخل ہونے اور اس مظلوم عورت کی مدد کرنے کی کوشش کروں گی۔"

کیٹی نے فرش پر نیچے کو دھنسا ہوا تختہ اٹھا دیا۔ نیچے ایک تاریک زینہ تھا۔ جس میں سے مرطوب اور گیلی مٹی کی بو آئی۔ وہ دونوں نیچے اُتر گئے۔ آگے تنگ سُرنگ بنی ہوئی تھی۔ یہ اتنی پرانی تھی کہ اس میں مکڑیوں نے جالے تن رکھے تھے جو بار بار ان کے منہ کے آگے آ رہے تھے۔ بہرحال

بڑی دقتوں کے ساتھ کیٹی اور دانی سرنگ میں سے گزر کر صحرائی ٹیلوں کے درمیان ایک جگہ نکل آئے۔

تازہ ہوا میں آ کر انہوں نے سُکھ کا سانس لیا۔ بوڑھا دانی تو ریت پر لیٹ گیا اور لمبے لمبے سانس لینے لگا۔ شام کے بعد رات ہو چکی تھی اور آسمان پر ستارے جھلملا رہے تھے۔ اور بصرہ شہر میں کہیں کہیں چراغ جل اُٹھے تھے۔ کیٹی نے دیکھا کہ وہ بوڑھے دانی کے مکان سے کافی دور نکل آئے تھے۔ سرنگ کے آگے انہوں نے ایک پتھر رکھ کر اوپر ریت ڈال دی۔ اس نے بوڑھے دانی سے کہا۔

"بابا! یا تو تم اسی جگہ ٹھہرو۔ یا شہر میں اگر تمہارا کوئی ملنے والا ہے تو اس کے پاس چلے جاؤ اور مجھے پتہ بتاتے جاؤ۔ میں اس عورت کی مدد کرنے جا رہی ہوں۔"

واپسی پر تمہیں ملتی جاؤں گی۔

دانی سوچنے لگی۔ پھر اُٹھ کر بیٹھ گیا اور بولا۔

بیٹی! شہر کے دوسرے کنارے ایک یہودیوں کی خانقاہ ہے اس کا پادری میرا دوست تھا۔ ہو سکتا ہے وہ اب زندہ نہ رہا ہو۔ لیکن اس کے بچے ضرور ہوں گے میں اس کے پاس جاتا ہوں۔ تم وہاں آ کر مجھے ضرور بتا دینا کہ اس دکھی عورت کو تم نے ظالموں سے بچا لیا تھا میں اب اس مکان میں نہیں رہنا چاہتا۔ یہ کہہ کر بوڑھا دانی کیٹی سے اجازت لے کر چلا گیا کیٹی مکان کے پچھواڑے کی جانب جانے والے صحرائی راستے پر روانہ ہو گئی صحرا میں روشنی نہیں تھی رات کا اندھیرا تھا اور کیٹی اس راستے میں تیز تیز قدم اٹھاتی چلی جا رہی تھی جب وہ مکان کے پچھلے حصے میں پہنچی تو اس کے ذہن میں ایک ترکیب آئی اس نے وہ ترکیب آزمانے کا فیصلہ کر لیا۔ وہ مکان کے سامنے والے دروازے پر آ گئی۔ یہ دروازہ بند تھا کیٹی نے دروازے پر دستک دی مکان میں خاموشی چھائی رہی کیٹی نے پھر دستک دی اور کہا۔

"بابا جان۔"

چند لمحوں بعد دروازہ کھلا اور ایک خوفناک شکل والے مزدور قاتل نے جھانک کر دیکھا اور کیٹی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال

کر پوچھا۔

"کیا بات ہے کس سے ملنا ہے"،

کیٹی نے بڑی معصوم صورت بنا کر کہا۔

"چچا جان میرا نام بنت غالی ہے۔ میری ماں نے مرتے وقت کہا تھا کہ اس مکان میں اُس کا ایک بھائی رہتا ہے اس سے ضرور ملنا۔ میں موصل شہر سے آئی ہوں۔ کیا بابا جان اندر ہیں۔

مغرور قاتل نے مونچھوں کو مروڑتے ہوئے کہا۔

"وہاں ہیں۔ اندر آجاؤ"

کیٹی مکان میں داخل ہو گئی وہ مغرور قاتل اُسے ساتھ لے کر ایک ویران کوٹھڑی میں آگیا اور بولا۔ تم یہاں ٹھہرو میں تمہارے بابا کو بلا کر لاتا ہوں کم بخت نے باہر جاتے ہوئے باہر سے دروازے کو تالا لگا دیا اب کیٹی کو اپنی غلطی کا احساس ہوا کہ وہ تو مقتول روح کے آسیب میں قید ہو گئی ہے کیونکہ وہ دروازہ نہیں کھول سکے گی اس کا منصوبہ تھا کہ جونہی مغرور قاتل اسے اپنے دوسرے ساتھی کے پاس لے جائے گا تو وہ اُن لوگوں کو قابو کر کے عورت کو آزاد کرا دے گی مگر یہاں لینے کے دینے پڑ گئے تھے۔ کیٹی دروازے کی طرف بڑھی تو اسے مقتول روح کے آسیب نے زور سے

دھکا دے کر پیچھے گرا دیا۔ کیونکہ اس کی نیت نیک تھی اور وہ ایک مظلوم عورت کی زندگی بچانا چاہتی تھی اس لیے آسیب اس کے خلاف تھا۔ مقتول روح کا آسیب صرف ان لوگوں کی مدد کرتا تھا جو کسی کو نقصان پہنچانا یا قتل کرنا چاہتے ہوں

مغرور قاتل نے اپنے ساتھی سے جا کر کہا کہ ایک اور سونے کی چڑیا خود بخود ان کے قبضے میں آگئی ہے اس عورت کو قتل کر دو۔ کیونکہ اس نے ہمارے خلاف قتل کے مقدمے میں گواہی دی تھی۔ اور ہم اس سنہری بالوں والی لڑکی کو ساتھ لے کر یہاں سے ملک شام میں فرار ہو جاتے ہیں وہاں اس لڑکی کو کسی سوداگر کے پاس فروخت کر دیں گے"

دوسرا مغرور قاتل ہنسنے لگا۔

شاباش تم نے بڑی عقلمندی سے کام لیا کہ اس لڑکی کو آتے ہی کوٹھڑی میں بند کر دیا ادھر سے آتے تو وہ بھی ہمارے اس قتل کی واردات کی گواہ بن جاتی۔

جس عورت کو ان مغرور قاتلوں نے پلنگ پر رسیوں سے باندھ رکھا تھا وہ بے چاری درد کی وجہ سے بے ہوش ہو

چکی تھی۔ دونوں قاتل اس عورت کو قتل کرنے کی تیاریاں
کرنے لگے۔ خنجر نکال کر عورت کی طرف بڑھے تو اسے ہوش
آگیا۔

وہ چیخ مار کر بولی۔ "مجھے قتل نہ کرو۔ میرے چھوٹے
چھوٹے بچے ہیں"

ایک مفرور قاتل گرجا "تم نے ہمارے خلاف گواہی دی
تھی۔ تمہاری وجہ سے ہمیں پھانسی کی سزا کا حکم ہوا
اگر ہم جیل توڑ کر بھاگتے تو اسی وقت ہماری لاشیں
قبروں میں پڑی ہوتیں"

کیٹی نے عورت کی چیخ سنی تو ایک بار پھر دروازے پر حملہ
بولا مگر اسے ایک زبردست جھٹکا لگا اور وہ پیچھے گر پڑی
اب اس نے بھی ایک بھیانک چیخ کی آواز نکالی۔ تاکہ مفرور
قاتل دوڑ کر ادھر آئیں اور وہ باہر سے خود ہی دروازہ
کھول دیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اس کی چیخ کی آواز سن کر
دونوں قاتل دوڑے دوڑے کیٹی کی کوٹھڑی کے دروازے
کو کھول کر اندر آگئے۔

"بدبخت عورت! تجھے کیا ہو گیا ہے"

دروازہ کھل چکا تھا کیٹی یہی چاہتی تھی وہ دونوں قاتلوں
کے سامنے کھڑی تھی اس نے ایک لمحہ بھی ضائع نہ گیا اور اپنی جگہ

سے چھلانگ لگا کر ان دونوں کے سروں پر آگئی اور ایک ایک
ہاتھ ان کے سروں پر اتنی زور سے مارا کہ وہ دونوں لڑکھڑا
کر فرش پر گر پڑے۔ کیٹی کا خیال تھا کہ وہ دونوں دوبارہ
اٹھیں گے مگر ایسا نہ ہوا۔ کیٹی نے غصے کی وجہ سے ہاتھ
کچھ زیادہ زور سے مارا تھا۔

دونوں مفرور قاتلوں کی کھوپڑیاں گندے انڈے کی طرح
پھٹ چکی تھیں اور وہ اگلی دنیا کو جا چکے تھے کیٹی کھلے دروازے
سے نکل گئی اب اسے کوئی جھٹکا نہ لگا کیونکہ دروازہ بند
نہیں تھا اور کھلے دروازے پر مقتول کے آسیب کو کوئی
اختیار نہیں تھا۔ کیٹی بڑے کمرے میں آئی تو دیکھا کہ ایک
عورت پلنگ پر رسیوں سے بندھی پڑی ہے اور اس کے
ماتھے اور بازوؤں سے خون ٹپک رہا تھا ظالموں نے
وہاں خنجر سے زخم لگا دیئے تھے کیٹی کو دیکھ کر وہ عورت
چلائی۔

"بہن خدا کے لیے مجھے یہاں سے نکالو۔ مجھ پر رحم
کرو"

کیٹی نے اس کی رسیاں کھولتے ہوئے کہا۔
"گھبراؤ نہیں بہن! جو تمہیں ہلاک کرنا چاہتے تھے وہ
اب یہاں نہیں ہیں۔"

" اوہ۔ رب عظیم تیرا شکر ہے۔ اُف اگر تم نہ
آتیں تو یہ لوگ مجھے قتل کر ڈالتے۔ تم کو ۔۔۔ تم کون
ہو بہن؟
کیٹی نے کہا۔
ایک مسافر عورت ہوں۔ ادھر سے گزری تھی کہ تمہاری
چیخ کی آواز سن کر آگئی۔ وہ لوگ ڈر کر بھاگ گئے
" یقین نہیں آتا۔ وہ مفرور قاتل تھے۔ انہوں نے
دو آدمیوں کو قتل کیا تھا۔ اف! میرے بازو درد
کر رہے ہیں۔
" حوصلہ رکھو بہن۔ میں تمہیں تمہارے گھر پہنچادونگی"
کیٹی نے عورت کو آزاد کرنے کے بعد اس کے ہاتھے
اور بازو سے خون صاف کیا اور اسے ساتھ لے کر مکان
سے باہر آگئی۔ اسے گھوڑے پر اپنے آگے بٹھایا اور کہا
" مجھے راستہ دکھاؤ کہ تمہارا گھر کدھر ہے"
وہ عورت ڈر رہی تھی۔ کہنے لگی۔
" وہ لوگ، پھر میرے گھر آ جائیں گے۔ میں اپنے گھر
سے بچوں کو لے کر ایران چلی جاؤں گی۔
کیٹی نے اب اُسے بتایا کہ دونوں مفرور قاتل مرچکے ہیں مکان میں
اُن کی لاشیں پڑی ہیں مگر اس عورت کو یقین نہیں آرہا تھا

چنانچہ اُس نے کیٹی کے ساتھ اپنے مکان میں جاکر بچوں
کو اٹھایا اور گھوڑے پر سوار ہو کر کیٹی کا شکریہ ادا کرتے
ہوئے رات کے اندھیرے میں اس وقت کے ایران یعنی ملک
فارس کی طرف روانہ ہو گئی۔
کیٹی کو خوشی ہوئی کہ اس نے ایک بے قصور عورت کو
ظالموں کے پنجے سے آزاد کرا دیا ہے اب وہ بوڑھے دانی
سے ملاقات کرنے اور اسے سارا واقعہ بیان کرنے کی غرض
سے اس کی بتائی ہوئی یہودیوں کی خانقاہ کی طرف چلی۔ یہ
خانقاہ ایک جگہ درختوں کے جھنڈ کے نیچے بنی ہوئی تھی
اور اس کی سیڑھیوں میں ایک دیا روشن تھا۔ کیٹی جب
سیڑھیاں چڑھنے لگی تو اچانک دیا بجھ گیا۔ پہلے تو وہ
سمجھی کہ شاید ہوا کے جھونکے نے دیئے کو بجھا دیا ہے
مگر ہوا تو بالکل نہیں چل رہی تھی۔ حیران ہوئی۔ لیکن آگے
بڑھی۔ سامنے خانقاہ کا دروازہ تھا۔ اندر بوڑھا دانی
ایک صف پر بیٹھا عبادت کر رہا تھا کیٹی کو دیکھ کر وہ اُٹھا
اور بولا۔
" بیٹی کیا خبر لائی ہو"
جب کیٹی نے اسے بتایا کہ عورت کی جان بچ گئی ہے تو وہ بڑا
خوش ہوا۔ کہنے لگا۔

"بیٹی! رب عظیم تمہیں اس کی جزا دے گا، مگر مفرور قاتلوں کا کیا بنا۔

کیٹی نے کہا۔

"وہ بھی اپنے انجام کو پہنچ گئے ہیں"

"تمہیں مقتول کے آسیب نے تو پریشان نہیں کیا"!

"کیا تھا مگر میں نے بڑی ہوشیاری سے کام کیا، اور عورت کی جان بچانے میں کامیاب [illegible] گئی"

"شاباش۔ تم بڑی بہادر [illegible] دوست لڑکی ہو"

کیٹی نے پوچھا۔

"بابا اب تمہارا کیا ارادہ ہے"

دانی نے کہا۔

"میں اپنے آبائی گاؤں نہیں جاؤں گا۔ اس پر ایک آسیب نے قبضہ کر رکھا ہے۔ اب باقی زندگی اس خانقاہ میں رب عظیم کی عبادت کرتے گزار دوں گا۔ اگر تم بھی میرے ساتھ اسی جگہ رہو تو مجھے بڑی ہی خوشی ہوگی"

کیٹی نے کہا۔

کاش میں ایسا کر سکتی بابا۔ مگر مجھے آگے جانا ہے بابا"

مجھے اپنے بہن بھائیوں کی تلاش ہے۔

دانی بولا "تم نے مجھے اپنی زندگی کے بارے میں کچھ نہیں بتایا بیٹی"

کیٹی نے کہا "اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا بابا" اگر رب عظیم کو منظور ہوا تو شاید پھر کبھی ہماری ملاقات ہو"

یہ کہکر کیٹی رخصت ہونے لگی تو دانی بابا بولا۔

بیٹی۔ رات بہت اندھیری ہے اس خانقاہ میں ہی ٹھہر جاؤ۔ صبح چلی جانا۔

کیٹی مسکرائی۔ کہنے لگی "

بابا جان! ہمیں راتوں کے اندھیرے کچھ نہیں کہتے ہم نے اس سے بھی اندھیری [illegible] راتوں میں سفر کیا ہے"!

اچھا اب میں جاتی ہوں بابا"

بوڑھے دانی نے آگے بڑھ کر کیٹی کے سر پر پیار کیا اور کہا

"رب عظیم تمہارا نگہبان ہو"

کیٹی خانقاہ سے نکل کر اس کچے راستے پر چلنے لگی جو شہر بصرے کی طرف جاتا تھا آج سے تین ہزار سال پہلے بصرہ شہر ایک بندرگاہ کی وجہ سے آباد تھا اور زیادہ آبادی یہاں پر نہیں تھی۔ شہر کے گرد کوئی چار دیواری بھی نہیں تھی۔ بصرے کی بندرگاہ پر جہاز آ کر رکتے تھے اور یہاں سے مسافر قافلوں میں شامل ہو کر شام اور عراق کی طرف روانہ ہو جاتے تھے۔

رات زیادہ ہو جانے کی وجہ سے شہر میں اندھیرا تھا کہیں کہیں کسی سرائے کے باہر کوئی تیل کا دیا روشن تھا۔ جو اندھیری

رات میں پڑا پر اسرار لگتا تھا کیٹی ابھی شہر سے دُور تھی کہ اُسے کھجور کے درخت پر چنگاری سی اُڑتی نظر آئی وہ رُک کر درخت کو تکنے لگی۔ چنگاری ایک بار پھر اُڑی اس میں سے انگارے ٹوٹ کر نیچے گرے۔

کیٹی نے کوئی خیال نہ کیا وہ جانتی تھی کہ آدھی رات کو بعض درختوں پر نظر نہ آنے والے بونے شرارے اُڑا کر کھیلا کرتے ہیں وہ آگے بڑھ گئی جب وہ بڑی شاہراہ پر یہودیوں کی ایک عبادت گاہ پر پہنچی تو اُس نے دیکھا کہ سڑک کے کنارے ایک ضعیف عورت کمر جھکائے لاٹھی ہاتھ میں لئے کھڑی ہے وہ کیٹی کو دیکھ کر کانپتی ہوئی آواز میں بولی ”بیٹی میں گھر کا راستہ بھول گئی ہوں۔ مجھے میرے گھر پہنچا دو۔“

کیٹی اس کے قریب گئی بوڑھی عورت کا چہرہ جھریوں سے بھرا ہوا تھا اس نے پوچھا۔

”اماں تمہارا گھر کس طرف ہے؟“

بوڑھی عورت نے ایک ٹیلے کی طرف دیکھ کر کہا۔

”بیٹی میں پردیسی عورت ہوں۔ بغداد سے اپنی بچی کے گھر آئی تھی رات کو عبادت کرنے اس طرف آئی تو راستہ بھول گئی شاید اس ٹیلے کے اوپر میری

بچی کا مکان ہے۔

”آؤ اماں میں تمہیں ساتھ لئے چلتی ہوں۔“

کیٹی نے بوڑھی عورت کو ساتھ لیا اور ٹیلے کی طرف چلی کیٹی بوڑھی عورت کے ساتھ ساتھ چلنے لگی۔ تھوڑی دور چلنے کے بعد کیٹی نے محسوس کیا کہ عورت پیچھے رہنے کی کوشش کر رہی ہے۔ کیٹی رُک گئی اور بولی۔

”اماں۔ کیا میں تمہیں اٹھا لوں۔ لگتا ہے تم تھک گئی ہو۔“

بوڑھی عورت نے کہا ”نہیں بیٹی۔ بس بوڑھی ہوں۔ ذرا آہستہ چل رہی ہوں۔ کیٹی نے کوئی خیال نہ کیا۔ چند قدم بوڑھی عورت کیٹی کے ساتھ چلی اور پھر پیچھے ہو گئی۔ ٹیلے کے قریب پہنچ کر کیٹی نے کہا۔

”اماں! تمہارا مکان یہاں کس طرف ہے؟“

جونہی کیٹی نے پیچھے دیکھا تو اُس کی آنکھیں ششدر ہو کر رہ گئیں اس کے پیچھے بوڑھی عورت کی جگہ ایک لمبے نوکیلے دانتوں، سُرخ آنکھوں اور اُلٹے پاؤں والی ایک بھیانک چڑیل کھڑی تھی جس کے ہاتھ میں تلوار تھی۔ کیٹی بھاگنے لگی تو اس چڑیل نے قہقہہ لگا کر تلوار کا ایک وار کیا۔ تلوار کیٹی کے سر پہ لگی اور وہ بے ہوش ہو کر گر پڑی۔

کیٹی کی کھوپڑی میں تلوار نے گہرا شگاف ڈال دیا تھا۔
چڑیل نے ایک اور بھیانک قہقہہ لگایا اور وہ ایک کالے
رنگ کے سرخ آنکھوں والے ہٹے کٹے حبشی کے روپ میں
ظاہر ہو گئی۔ اس نے کیٹی کو اپنے کندھے پر ڈالا اور
ٹیلے کی طرف بڑھا۔

ٹیلے کے پہلو میں ایک جگہ جھاڑیوں میں غار بنا ہوا تھا
یہ حبشی جو اصل میں وہی مقتول کا آسیب تھا اور جو کیٹی
سے دونوں مفرور قاتلوں کی موت کا بدلہ لینے آیا تھا
کیٹی کی لاش کو لیئے غار میں داخل ہو گیا۔ یہ بات اس آسیب
کو بھی معلوم نہیں تھی کہ اگرچہ کیٹی کی کھوپڑی میں گہرا شگاف
پڑ چکا ہے مگر وہ مری نہیں ہے۔ آسیب نے اپنی طرف
سے کیٹی سے بدلہ لے لیا تھا اور چڑیل بن کر اس کو ہلاک کر
ڈالا تھا۔ آسیب نے غار کے اندر ایک جگہ زمین میں داخل
ہو کر حبشی کی شکل میں زمین پر زور سے پاؤں مارا زمین
میں گہرا شگاف پڑ گیا۔ آسیب نے کیٹی کی لاش کو اس شگاف
میں پھینک دیا اور اس کے اوپر دونوں ہاتھ پھیلا کر ملائے
تو وہاں کیٹی کی ایک قبر بن گئی جس پر بڑے بڑے پتھر جمے
ہوئے تھے اور ایسا معلوم ہوتا تھا کہ یہ کوئی پرانی قبر ہے
آسیب نے ایک مکروہ قہقہہ لگایا اور غائب ہو گیا۔

کیٹی اس قبر کے اندر شگاف میں بے سدھ پڑی تھی۔ اس
کی کھوپڑی میں گہرا زخم آ چکا تھا مگر خون کا ایک قطرہ
بھی نہیں بہا تھا۔ ٹوٹی ہوئی کھوپڑی کے دونوں کنارے بڑی
سست رفتاری سے ایک دوسرے کی طرف بڑھ رہے تھے
کیٹی کے اس گہرے زخم کو آپس میں مل کر کھوپڑی کو جوڑنے
میں کچھ وقت چاہیئے تھا۔ جب اس کی کھوپڑی پھر سے ٹھیک
ہو جاتی اور وہ زندہ ہو کر ہوش میں آ جاتی۔
ابھی تک کیٹی ایک لاش کی طرح قبر میں پڑی تھی۔
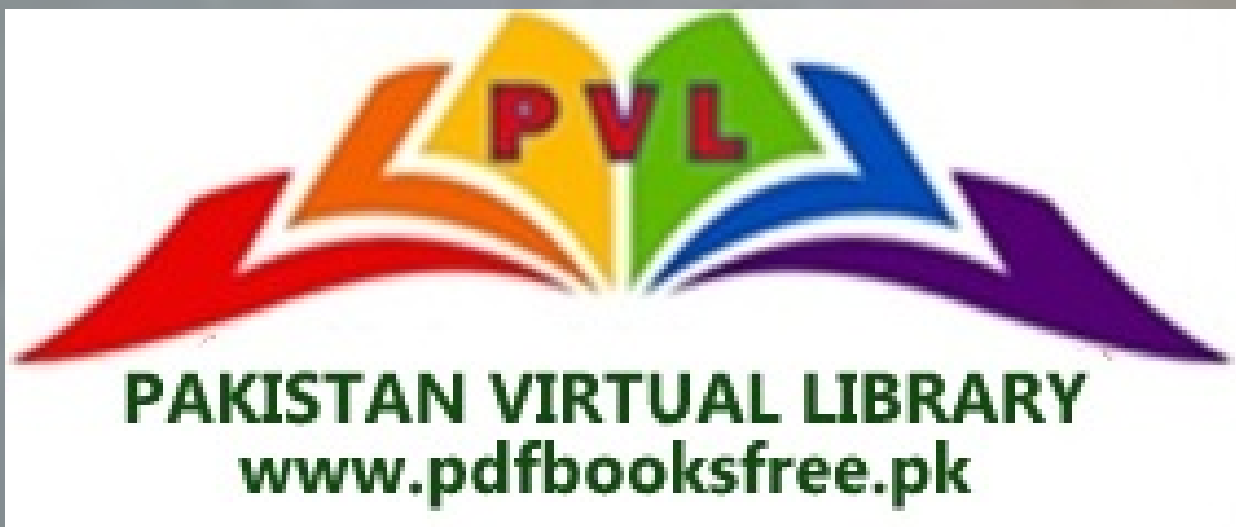
شیش ناگ سے مقابلہ

ناگ اور ماریا مقناطیسی پہاڑ میں کے سامنے کھڑے تھے
ناگ نے ماریا کو اوپر ایک غار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے بتایا
"اس غار کے اندر شیش ناگ ایک تخت پر بیٹھا ہے
اس کے پھن کی ایک جانب چھ اور دوسری جانب بھی
چھ منہ ہیں درمیان میں ایک سر ہے۔ جس کے اوپر
ایک سینگ بنا ہوا ہے اگر تم اس سینگ کو آگ لگا
دو تو شیش ناگ کی موت واقع ہو جائے گی اور پھر
نہ صرف یہ کہ مجھے ناگ دیوتا کے اختیار واپس مل جائیں
گے بلکہ ہم ایک بے گناہ بچے کی جان بھی بچا سکیں گے
ماریا غار کی طرف دیکھ رہی تھی۔ ناگ نے پوچھا۔
"تم میرے پاس ہو ناں ماریا"
"کیا تمہیں میری خوشبو نہیں آرہی۔ ماریا نے کہا۔
"آرہی ہے میں اصل میں تم سے یہ پوچھنا چاہتا تھا

کہ کیا تم اس کام کو کر سکوں گی۔
ماریا نے کہا۔ "اگر شیش ناگ مجھے دیکھ نہیں سکے گا تو
میرے لیے یہ کام آسان ہوگا لیکن اگر اس نے مجھے
دیکھ لیا تو وہ ضرور اپنا بچاؤ کرے گا"
ناگ بولا "شیش ناگ غیبی سانپوں کو ضرور دیکھ سکتا
ہے ہماری دنیا میں کچھ ایسے سانپ بھی ہوتے ہیں.
جو غائب ہو جاتے ہیں شیش ناگ انہیں دیکھ سکتا ہے
مگر جہاں تک میرا خیال ہے وہ ایک غیبی انسان کو
نہیں دیکھ سکتا۔
ماریا کہنے لگی۔ خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔ لیکن مجھے ہر حال
میں شیش ناگ سے مقابلہ کرنا ہوگا کیونکہ اس کی مقناطیسی
شعاعوں سے صرف میں ہی بچ سکتی ہوں۔ میں جا رہی
ہوں"
ناگ نے کہا۔ اگر تمہیں کوئی سخت خطرہ محسوس ہو تو فوراً واپس
بھاگ آنا۔
ماریا نے ناگ کی اس بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ وہ جا چکی تھی
ناگ کو اب اس کی خوشبو نہیں آرہی تھی ناگ نے سانس بھر کر چھوڑا
اور ایک سیاہ عقاب کی شکل میں آکر درخت کی سب سے اونچی
شاخ پر بیٹھ گیا اس کی نگاہیں پہاڑ کے اس غار پر لگی تھیں جہ

کے اندر شیش ناگ رہتا تھا اور جس پر ماریا ابھی تھوڑی
دیر بعد شدید حملہ کرنے والی تھی۔

ماریا ہوا میں بلند ہوتی ہوئی پہاڑ کی چوٹی کی طرف بڑھنے
لگی اُسے ابھی تک شیش ناگ کی طاقت کا اندازہ نہیں تھا۔
اس سے پہلے ماریا نے شیش ناگ کو کبھی دیکھا بھی نہیں تھا۔ وہ
بڑی ہوشیار ہو کر آہستہ آہستہ ہوا میں آگے بڑھ رہی تھی۔
جب وہ پہاڑ کی چوٹی کے قریب پہنچی تو اُسے ہوا کی لہروں
میں کچھ گرمی سی محسوس ہوئی اس نے سوچا کہ شاید یہ شیش ناگ
کی مقناطیسی لہروں کا اثر ہو مگر یہ مقناطیسی لہریں ماریا کو کوئی
نقصان نہیں پہنچا رہی تھیں۔ ماریا برابر آگے بڑھتی چلی گئی
وہ پہاڑی غار کے سامنے جا کر رُک گئی اس نے جھانک کر غار
میں دیکھا غار میں اندھیرا تھا آگے جا کر غار بائیں طرف گھوم
گیا تھا۔ اس اندھیرے میں ماریا کو اندر پڑے ہوئے بڑے
بڑے پتھر صرف دکھائی دے رہے تھے یہ وہ پتھر تھے جن
میں زبردست مقناطیسی کشش تھی اور جو اندر داخل ہونے
والی ہر جاندار اور غیر جاندار شے کو اپنی طرف تیزی سے
کھینچ لیتے تھے لیکن ماریا نہ جاندار تھی اور نہ غیر جاندار ——
بلکہ وہ غیبی شے تھی اس لئے مقناطیسی لہریں اس کے جسم سے ٹکرا
کر اپنی طرف کھینچنے کی بجائے اس کے جسم میں سے نکل جاتی تھیں۔

ماریا مقناطیسی غار میں داخل ہو گئی۔

اس پر مقناطیسی لہروں کا تو کوئی اثر نہ ہوا مگر غار میں بیٹھے
ہوئے شیش ناگ کو فوراً پتہ چل گیا کہ کوئی چیز غار میں ایسی
داخل ہوئی ہے جس پر کشش کی لہریں اثر نہیں کر رہی ہیں اس
نے اپنے بارہ چہروں کی آنکھیں کھول دیں ان سُرخ آنکھوں میں
سے سُرخ شعاعیں نکلنے لگیں اس کے درمیان بڑے منہ کا پھن
اپنی جگہ سے راڈار کی طرح دائیں بائیں حرکت کرنے لگا۔
غار کی فضا میں اسے کسی اجنبی شے کی لہریں بڑی شدت سے
محسوس ہو رہی تھیں مگر اُسے وہاں کوئی شے دکھائی نہ دے
رہی تھی۔

شیش ناگ نے اپنے منہ سے ایک پھنکار ماری۔ پھنکار کی
آواز سے غار گونج اٹھا اس کے ساتھ ہی غار کے مختلف
سوراخوں میں سے کتنے ہی قسم قسم کے رنگوں والے سخت
زہریلے سانپ پھن اُٹھائے نکل آئے اور شیش ناگ کے
آگے سر جھکا کر کھڑے ہو گئے ان میں ایسے سانپ بھی تھے
جو اُڑ کر حملہ کرتے تھے ایسے سانپ بھی تھے جو غائب
ہو جاتے تھے اور غائب ہو کر دشمن کو ہلاک کر دیتے تھے
شیش ناگ نے کہا۔

سنو۔ ہمارے مقدس غار میں دشمن داخل ہو چکا ہے۔

فوراً معلوم کرو کہ وہ کون ہے۔ کہاں ہے اور پھر
اُسے ہلاک کر ڈالو۔"

سارے کے سارے سانپ غار میں پھیل گئے اور ماریا کو
تلاش کرنے لگے غائب ہونے والے سانپ پھر غار کی فضا میں
ہوا کی لہروں کی طرح چکر لگانے لگے مگر وہ ماریا کے جسم
سے ہوا کی لہر کی طرح گزر جاتے تھے۔ ماریا پھونک پھونک
کر قدم رکھتی غار میں آگے بڑھ رہی تھی۔

اس نے کتنے ہی سانپوں کو دیکھا کہ غار میں پھنکارتے
پھن مارتے پھر رہے تھے۔ ماریا سمجھ گئی کہ شیش ناگ کو پتہ
چل گیا ہے کہ ماریا غار میں داخل ہو چکی ہے اور سانپ اس
نے دشمن کو ہلاک کرنے کے لیے بھیجے ہیں مگر یہ سارے کے
سارے سانپ ماریا کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے تھے۔ غار کا موڑ
گھوم کر ماریا ایک کھلی جگہ میں آئی تو اس کی آنکھیں چکاچوند
ہو گئی۔ کیا دیکھتی ہے کہ ایک ایسا تخت بچھا ہے جس پر دنیا
بھر کے خزانوں کے زمرد، لعل، عقیق اور جواہرات جڑے
ہوئے ہیں اس تخت پر ایک بہت بڑا سانپ جو اژدہا کی
طرح ہے۔ کنڈلی مارے بیٹھا ہے۔ اس کا بہت بڑا
پھن اُوپر کو اٹھا ہوا ہے اس پھن کی ایک جانب چھ اور
دوسری جانب بھی چھ منہ ہیں درمیان میں ایک بڑا منہ ہے

جس کے سر پر ایک چھوٹا سا سینگ ہے اسی سینگ میں
اس شیش ناگ کی جان ہے۔

ماریا اسی سینگ کو آگ لگانے آئی تھی۔ شیش ناگ
نے بھی محسوس کر لیا تھا کہ دشمن اس کے بالکل قریب آ چکا
ہے مگر وہ دشمن کو دیکھ نہیں رہا تھا۔ شیش ناگ نے
ایک اور پھنکار ماری۔ سارے سانپ اس کے پاس آ گئے
شیش ناگ نے کہا۔

"دشمن اسی جگہ کھڑا ہے اسے ختم کر دو۔ کیا تم
اسے دیکھ نہیں سکے؟"

ایک سانپ نے کہا۔

"عظیم شیش ناگ۔ ہم دشمن کو نہیں دیکھ سکتے۔"

شیش ناگ نے پھنکارتے ہوئے کہا۔

"پیچھے ہٹ جاؤ۔ پیچھے ہٹ جاؤ۔"

سارے سانپ پرے پرے ہٹ گئے ماریا کی سمجھ میں کچھ
نہ آیا کہ شیش ناگ کیا کرنے والا ہے۔ ایکدم سے شیش ناگ
کے منہ سے سُرخ رنگ کے شعلے نکلنے شروع ہو گئے
ان شعلوں نے ماریا جہاں کھڑی تھی وہاں اس کے اردگرد
آگ لگا دی مگر ماریا پر اس آگ کا بھی کوئی اثر نہ ہوا
وہ غار میں بلند ہو گئی۔ آگ بجھ گئی۔ شیش ناگ اپنے تخت

سے نیچے اُتر آیا وہ غار میں چاروں طرف آگ لگا دینا چاہتا
تھا مگر اس میں خطرہ تھا کہ اگر اس کے سر کے درمیان
والے سینگ کو آگ لگ گئی تو وہ خود بھی ہلاک ہو جائے
گا اس نے سانپوں کو حکم دیا کہ غار کے منہ پر ایک جال بنا
دیں سانپوں نے غار کے منہ پر ایک باریک مگر بے حد مضبوط
ریشوں کا ایک جال بن کر تان دیا۔

ماریا یہ سب کچھ غار کی چھت کے قریب اوپر کو اٹھی
ہوئی دیکھ رہی تھی شیش ناگ نے اپنے ایک منہ سے
ایک سفید رنگ کا دھواں نکالنا شروع کر دیا یہ دھواں
غار میں بھرنے لگا ماریا نے محسوس کیا کہ اس کا سانس بند
ہو رہا ہے اور دھواں اسے تکلیف دے رہا ہے۔

اب اس نے حملہ کرنے کا فیصلہ کر لیا اس کے پاس آگ
لگانے کا ایک ہی ذریعہ تھا کہ دو پتھروں کو رگڑ کر شعلہ
پیدا کرے اور شیش ناگ کے درمیانی سینگ کو آگ لگا
دے۔ مگر شیش ناگ ایک جگہ کھڑا نہیں تھا۔ وہ غار
میں دھواں پھیلاتے ہوئے گردش کر رہا تھا۔ باقی سارے
سانپ اپنے اپنے بلوں میں گھس گئے تھے۔

ماریا نے ایک طرف غوطہ لگایا اور سفید دھوئیں میں سے
ہو کر زمین پر سے ایک بھاری پتھر اٹھا لیا۔ وہ شیش ناگ

کے سر پر بالکل اوپر آ گئی اور پوری طاقت سے اس کے
درمیان والے سینگ پر ایک پتھر مارا سینگ کٹاک کی آواز
کے ساتھ ٹوٹ کر گر پڑا۔

سینگ کا گرنا تھا کہ شیش ناگ کے بارہ منہ
کھل گئے ان سے ایسی پھنکاریں نکلیں کہ غار میں بھاری
پتھر بھی اپنی جگہوں سے ہل گئے مگر شیش ناگ کے سر
سے سیاہ خون کا فوارہ اچھلنے لگا تھا۔ سفید دھواں
نکلنا رُک گیا تھا ماریا اس طرف آئی جہاں شیش ناگ کے
سر کا سینگ گرا تھا اس نے سینگ کو اُٹھا لیا اور غار
سے باہر نکل آئی باہر آتے ہی اس نے دو پتھروں کو رگڑ
کر چنگاڑیاں پیدا کیں اور سینگ کو آگ لگا دی آگ کا
لگنا تھا کہ غار میں سے بھیانک آوازیں آنے لگیں۔ تیز ہواؤں
کا طوفان برپا ہو گیا تھا غار میں چیخ و پکار شروع گئی سانپوں
کی پھنکاروں سے بڑے بڑے پتھر لڑھک کر غار سے باہر
آ گئے پھر باری باری سارے کے سارے سانپ غار
سے باہر آ کر تڑپنے لگے۔ ماریا شیش ناگ کا انجام دیکھنے
کے لیے غار میں داخل ہو گئی۔

یہ اس نے غلطی کی تھی۔
شیش ناگ مر رہا تھا اور اپنے دشمن سے انتقام لینے

کے لیے کھول رہا تھا ماریا اندر داخل ہوئی تو مرتے ہوئے شیش ناگ کو محسوس ہو گیا کہ اس کا غیبی دشمن غار میں آ چکا ہے۔

ماریا شیش ناگ کو دیکھ رہی تھی کہ وہ غار کے فرش پر پتھروں میں پڑا تڑپ رہا تھا اس کے سارے حصے جل کر سیاہ ہو چکے تھے صرف درمیان والا حصہ باقی ہے جس کے پھن کا رنگ سرخ ہو گیا ہے اور اس سے رہ رہ کر آگ کے شعلے نکل رہے ہیں۔ شیش ناگ مر رہا تھا مگر اس کو اپنے دشمن کی موجودگی کا احساس ہو چکا تھا ماریا کے جسم کی لہریں مرتے ہوئے شیش ناگ کے جسم سے برابر ٹکرا رہی تھیں شیش ناگ نے آخری ہچکی لینے سے پہلے اپنے پھن کو ایک جھٹکا دیا۔ اس کا پھن گردن سے الگ ہو کر فضا میں بلند ہوا اور ماریا کے جسم کے ساتھ آ کر ٹکرایا۔ یہ پھن نہیں تھا آگ کا کوئی دہکتا ہوا انگارہ تھا کہ جس نے ماریا کے جسم کو آگ لگا دی۔ وہ آگ کا شعلہ بن چکی تھی اس غیبی جسم کی لہریں آگ کے شعلوں میں بدل گئی تھیں۔

ماریا چیخ مار کر غار سے باہر بھاگی۔

درخت کی بلندی پر بیٹھے ہوئے ناگ نے جونہی غار کے اندر سے آگ کا شعلہ باہر نکلتے دیکھا وہ تیزی سے فضا میں بلند ہوا اور غوطہ لگا کر غار کے باہر پہنچ گیا اُسے ماریا کا ہیولا آگ میں جلتا نظر آیا۔ ناگ نے فوراً انسان کی شکل اختیار کی اور جلتی ہوئی ماریا کے جسم پر ریت اُٹھا کر ڈالی۔ ماریا گر پڑی۔ شعلے بجھ گئے۔ ماریا غیبی حالت سے ظاہری حالت میں آ گئی۔

ناگ نے دیکھا کہ اس کا سارا جسم جل کر سیاہ ہو چکا تھا اس کے سر پر ایک بھی بال نہیں تھا اس کی آنکھیں بند تھیں اور جسم سیاہ لکڑی کا ٹکڑا بن چکا تھا۔ ناگ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ غار میں مقناطیسی کشش نہیں آ رہی تھی

ناگ تیزی سے غار کے اندر گیا۔ اندر شیش ناگ کی لاش پڑی تھی۔ شیش ناگ مر چکا تھا غار کے باہر اس کے باڈی گارڈ سانپ بھی مرے پڑے تھے۔ ناگ نے جلدی سے شیش ناگ کی گردن مروڑ ڈالی اس کے مردہ جسم سے چربی کا ایک ٹکڑا لے کر باہر کی طرف بھاگا دس

چربی کے ٹکڑے کو ناگ نے ماریا کے سارے
جسم پر مل دیا ناگ کو معلوم ہو گیا تھا کہ ماریا
پر شیش ناگ کے کٹے ہوئے پھن نے حملہ کر
کے اسے جلا ڈالا ہے اس کا فوری علاج ہی تھا
کہ ماریا کے جلے ہوئے سیاہ جسم پر شیش ناگ
کی چربی مل دی جائے اس سے موت کا عمل رک جاتا
تھا۔ ناگ سے ماریا کی حالت دیکھی نہیں جاتی تھی۔
اس نے ماریا کو اٹھایا۔ کاندھے پر رکھا اور
پہاڑی سے نیچے اُتر آیا یہاں ایک کھوہ میں
اس نے زمین صاف کر کے ماریا کو لٹا دیا اور پھر
آنکھیں بند کر کے اس علاقے کے سب سے دانا اور
عقلمند سانپ کو بلایا تھوڑی ہی دیر میں سانپ اس کے
سامنے آگیا۔

اب وہ ناگ دیوتا کے حکم کو نہیں ٹال سکتا تھا
ناگ نے کہا۔
"دوستو۔ اس صحرا میں اگر کہیں ناگ پھن کی بوٹی ہے
تو اسے فوراً لے کر میرے پاس آؤ۔"
سانپ نے ادب سے سر جھکا کر کہا۔
"جو حکم عظیم ناگ دیوتا اور عظیم شیش ناگ!"

یہ کہکر سانپ فوراً چلا گیا اب ناگ، ناگ دیوتا بھی تھا
اور شیش ناگ بھی تھا اس کے عہدے میں زبردست
اضافہ ہو گیا تھا اب دنیا کا ہر سانپ اسکے حکم کا
پابند تھا۔ ناگ پھنی ایک ایسی بوٹی تھی کہ جس کی شکل
ناگ کے پھن سے ملتی جلتی تھی اگر یہ بوٹی پیس
کر کسی جلتے ہوئے بے ہوش انسان کے جسم پر
چھڑک دی جائے تو وہ ہوش میں آجاتا تھا
اور اس کی زندگی بچ جاتی تھی۔
سانپ تھوڑی ہی دیر میں ناگ پھنی کی بوٹی لے کر
آگیا۔ ناگ نے اس بوٹی کو پتھروں پر کوٹ کر پیسا
اور اس کا برادہ ماریا کے جلے ہوئے جسم پر چھڑک
دیا مگر ماریا کو ہوش نہ آیا وہ اسی طرح ایک جلی
ہوئی سیاہ لاش کی طرح پڑی رہی۔ سانپ نے ناگ کے
آگے سر جھکا کر کہا۔
"عظیم ناگ دیوتا۔ عورت شیش ناگ کے پھن
سے جلی ہوئی ہے اس کا علاج صرف ایک حکیم ہی
کر سکتا ہے۔ بغداد شہر کے ایک محلے میں ایک
نابینا حکیم رہتا ہے۔ میں دس برس ان کے
گھر میں رہا ہوں۔ میں نے دیکھا ہے کہ اس نے

جلے ہوئے کا علاج کیا اور وہ ٹھیک ہو گئے۔
عظیم ناگ ہے۔ اگر آپ اس عورت کو اس نابینا حکیم
کے پاس لے جائیں تو یہ بچ سکتی ہے۔
ناگ نے سانپ سے پوچھا۔
"اس حکیم کا نام کیا ہے؟"
سانپ بولا۔
ناگ دیوتا اس حکیم کو سب لوگ نابینا حکیم کے
نام سے ہی پکارتے ہیں۔ بغداد کے پرانے محلے
کے ایک مکان میں وہ اپنی بیٹی لیلیٰ کے ساتھ
رہتا ہے جو اس کی خدمت کرتی ہے۔
ناگ نے کہا۔
"ٹھیک ہے۔ میں اس حکیم کے پاس اسے لیے
جاتا ہوں۔ اب تم جا سکتے ہو۔"
سانپ نے ادب سے تین بار ناگ کو سر جھکا کر سلام کیا
اور جدھر سے آیا تھا ادھر ہی کو واپس چلا گیا۔
دن کی روشنی وادی اور صحرا میں پھیلی ہوئی تھی۔ ناگ
نے پہلا کام یہ کیا کہ اپنے جسم کی چادر اتار کر ماریا کے
جلے ہوئے جسم پر ڈال دی پھر اسے کھوہ میں چھوڑ
کر سڑک پر آ گیا کہ اس کو لے جانے کے لیے کسی سواری

کا بندوبست کیا جائے تھوڑی دیر انتظار کرنے کے بعد
ادھر سے ایک کسان چھکڑا لیے گزرا۔ ناگ کے پاس سوائے
ایک چاندی کے سکے کے اور کچھ نہیں تھا۔ ناگ نے کسان
سے کہا۔
"میری ایک بہن بیمار ہے اور بے ہوش ہے میں
اسے شہر حکیم کے پاس لے جانا چاہتا ہوں اگر تم
اسے چھکڑے پر لیٹا کر لے گئے تو میں تمہیں
چاندی کا سکہ دوں گا۔"
کسان راضی ہو گیا۔ ناگ کھوہ میں گیا۔ ماریا کی چادر
میں لپٹی ہوئی لاش کو اٹھایا اور چھکڑے میں لا کر ڈال دیا
ماریا کو ہلکا ہلکا سانس آ رہا تھا مگر وہ ایک مردہ لگ
رہی تھی ناگ کے دل میں یہ خیال آنا شروع ہو گیا تھا
کہ کہیں ماریا کی موت کا وقت نہ آن پہنچا ہو۔
بغداد شہر کے محلے میں حکیم نابینا کا مکان تلاش کرنے
میں ناگ کو کوئی دیر نہ لگی وہ بڑا مشہور بوڑھا حکیم
تھا۔ ناگ نے ماریا کے نیم مردہ جلے ہوئے جسم کو اس کے
سامنے لے جا کر ڈال دیا یہ حکیم بوڑھا تھا اور اسے
آنکھوں سے دکھائی نہیں دیتا تھا اس کی خوبصورت سیاہ
بالوں اور سیاہ آنکھوں والی فرشتوں ایسی شکل والی

معصوم بیٹی لیلیٰ اس کے پاس بیٹھی تھی
ناگ نے کہا۔ "حکیم صاحب۔ یہ میری بہن ہے۔ یہ گھر میں
کھانا پکا رہی تھی کہ اس کے کپڑوں میں آگ لگ گئی۔
اور یہ جل گئی مگر اس کا سانس ابھی آ رہا ہے کیا آپ
اسے بچا سکتے ہیں۔

حکیم نابینا نے کپڑا ہٹا کر ماریا کے جسم پر ہاتھ رکھا
اور اپنی بیٹی لیلیٰ سے کہا

لیلیٰ بیٹی۔ اندر سے مرہم والا مرتبان لے آ۔

لیلیٰ چلی گئی تو حکیم نابینا نے ناگ سے پوچھا

کیا میری بیٹی چلی گئی ہے۔

"ناگ نے کہا"

"جی ہاں" وہ اب یہاں نہیں ہے"

ناگ سوچنے لگا کہ حکیم نے اپنی بیٹی کو اگر مرہم لینے
بھیجا ہے تو پھر اس سے خاص طور سے کیوں پوچھ
رہا ہے کہ کیا اس کی بیٹی چلی گئی ہے۔

حکیم نے آہستہ سے پوچھا۔

تم کون ہو اور اسے لے کر کہاں سے آئے ہو؟"

ناگ نے کہا۔ حکیم صاحب میں ایک مصری نوجوان ہوں
اور یہ میری بہن ہے ہم بغداد کے ایک محلے میں آباد

ہیں میری بہن کھانا پکا رہی تھی کہ اس کے کپڑوں
میں آگ......

حکیم نابینا نے ناگ کی بات کاٹ کر کہا

بیٹا مجھے اس لڑکی کے جلے ہوئے جسم سے جس
قسم کی بو آ رہی ہے وہ مجھے بتاتی ہے کہ یہ لڑکی
چولہے کی آگ سے نہیں جلی۔

ناگ ایکدم چونک سا پڑا۔ یہ تو بڑا ذہین حکیم لگتا ہے
اس نے کہا۔

"آپ کو غلط فہمی ہو رہی ہے حکیم جی۔ میری
بہن کھانا پکا رہی تھی کہ......

حکیم نابینا مسکرایا اور بولا

میرا علم مجھے بتا رہا ہے کہ اس لڑکی کو سانپوں
کے کسی بادشاہ نے اپنی پھنکار سے جلایا ہے
مجھے اس کے جلے ہوئے جسم سے سانپ کے پھن
کی بو آ رہی ہے۔

ناگ تو دنگ رہ گیا۔ حکیم نابینا نے کمال کر دکھایا تھا۔
اب ناگ کو یہ خطرہ پڑ گیا کہ حکیم کو ساری بات کا علم نہ ہو
جائے کہیں اسے یہ بھی پتہ نہ چل جائے کہ ناگ اصل میں انسان
نہیں ہے بلکہ ایک سانپ ہے اس نے بات کو ٹالنے کے

کوشش کرتے ہوئے کہا۔
”جی۔۔۔۔۔جی یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ سانپ سے میری بہن کا کیا تعلق ہو سکتا ہے۔ ایسا نہ ہو گیا ہو کہ چولہے میں پہلے سے کہیں سانپ چھپا ہوا ہو اور آگ لگنے سے اس نے پھنکار ماری ہو اور میری بہن کے کپڑوں کو آگ لگ گئی ہو۔
حکیم نابینا نے کچھ دیر چپ رہا اور ماریا کے جسم کی دو ایک جگہوں پر ہاتھ پھیر کر کہنے لگا۔ ہو سکتا ہے ایسا ہی ہوا ہو ناگ خوش ہوا کہ بات آگے نہیں بڑھی اور وہیں ختم ہو گئی ہے۔ اس نے کہا۔
”حکیم جی۔ کیا میری بہن اچھی ہو جائے گی۔
حکیم نابینا بولا۔ بیٹا میں اس کے جسم پر ایک مرہم کی مالش کئے دیتا ہوں اس کے بعد تمہیں بتاؤں گا کہ اس کا اصلی علاج کیا ہے۔ ناگ خاموش ہو گیا۔ حکیم کی بیٹی لیلیٰ مرہم کا مرتبان لے کر آ گئی۔ اور اسے کھول کر حکیم کے آگے رکھ دیا۔ اس نے مرتبان میں سے مرہم نکالی اور ماریا کے جسم پر لگا کر تیل میں بھگوئی ہوئی پٹیاں لپیٹ کر اوپر چادر ڈال دی اور اپنی بیٹی سے کہا۔

”لیلیٰ بیٹی اس مریضہ کو دوسری منزل میں کھڑکی کے پاس چارپائی پر رکھوا دو۔
ناگ اور لیلیٰ نے ماریا کو چادر میں لپیٹ کر اٹھایا اور مکان کی دوسری منزل میں کھڑکی کے سامنے بچھی ہوئی چارپائی پر لاکر ڈال دیا۔ یہاں تازہ ہوا اندر آ رہی تھی ناگ نے لیلیٰ سے پوچھا۔
”میری بہن اچھی ہو جائے گی لیلیٰ“
لیلیٰ مسکرائی۔ کہنے لگی ”یہ تو میرے بابا جان کو ہی معلوم ہے اور لیلیٰ خاموشی سے سیڑھیاں اتر کر اپنے باپ کے پاس آ کر بیٹھ گئی حکیم نابینا اس وقت ایک دوسرے مریض سے باتیں کر رہا تھا۔ ناگ خاموشی سے قالین پر ایک طرف ہو کر بیٹھ گیا کیونکہ حکیم نے ہدایت کی تھی کہ مریضہ کو کھڑکی کے آگے لیٹا کر تنہا چھوڑ دیا جائے ناگ نے دیکھا کہ اگرچہ یہ بوڑھا نابینا تھا مگر وہ لوگوں کے جسموں کی خوشبو سے انہیں پہچان لیتا تھا۔ اور اس کا ہاتھ ٹھیک شیشی اور مرتبان کو اٹھاتا تھا کسی وقت وہ اگر کوئی دوائی دور پڑی ہو تو اپنی بیٹی لیلیٰ سے کہتا تھا کہ اسے اٹھا کر دے دے۔
جب سب مریض چلے گئے تو حکیم نابینا نے ناگ سے کہا

"بیٹے تم نے اپنا نام نہیں بتایا۔
ناگ بڑا حیران ہوا کہ نابینا کو معلوم تھا کہ ناگ یہاں بیٹھا ہوا ہے۔ اس نے یونہی مذاق میں حکیم سے پوچھا۔

"بابا! آپ تو دیکھ نہیں سکتے۔ پھر آپ کو کیسے اندازہ ہوا کہ میں یہاں بیٹھا ہوا ہوں۔"

نابینا حکیم مسکرایا اور کہنے لگا۔

"مجھے تمہاری خوشبو آ رہی ہے یہ خوشبو جب تم پہلی بار میرے پاس آئے تھے تو میں نے محسوس کی تھی"

ناگ کچھ پریشان سا ہو گیا کہیں اسے سانپ کی خوشبو تو نہیں آ رہی کہیں اس تجربہ کار۔ دانشمند حکیم کو پتہ تو نہیں چل گیا کہ میں سانپ ہوں۔ ناگ نے اسی وہم کو دور کرنے کے لیے پوچھا۔

"بابا میرے جسم کی خوشبو کیسی ہے؟"

"حکیم نابینا اسی طرح مسکرا رہا تھا۔ کہنے لگا۔

"یہ میں تمہیں پھر کسی وقت بتاؤں گا۔ لیکن خوشبو اچھی ہے۔"

حکیم نے معمے کو اور الجھا دیا تھا۔ اس کے یہی لگتا تھا کہ اسے علم ہو چکا ہے کہ ناگ اصل میں ایک سانپ ہے جو انسان کی شکل میں اس کے پاس آیا ہے۔ لیکن ناگ نے یہ سوچ کر اس بات پر زیادہ دھیان کہ اس بوڑھے حکیم سے کیا لینا دینا ہے۔ وہ ماریا کے علاج کے لیے آیا ہے۔ وہ ٹھیک ہو جائے گی تو اُسے لے کر چلا جائے گا۔ ناگ نے کوئی جواب نہ دیا۔ خاموش رہا۔ حکیم نے دوبارہ سوال کیا۔

"بیٹا تم نے اپنا نام ابھی تک نہیں بتایا اور یہ بھی نہیں بتایا کہ تمہاری بہن کا کیا نام ہے"

ناگ نے کہا۔

"میرا نام جبار ہے اور میری بہن کا نام غزالہ ہے"

حکیم نابینا مسکرایا اور بولا۔

"اچھے نام ہیں۔ اب تم ایسا کرو کہ جا کر اپنے گھر آرام کرو۔ شام کو یہاں آ جانا۔ کیونکہ مریضہ کو شام تک آرام کرنا ہو گا۔ اس کے بعد میں اسے ایک اور دوائی لگاؤں گا"

ناگ بولا۔

"اچھا بابا جان میں پھر شام کو آؤں گا۔ آپ کا معاوضہ کیا ہو گا؟"

حکیم نابینا کہنے لگا۔

"یہ بعد کی باتیں ہیں۔ جب تمہاری بہن اچھی ہو جائے

گی تو دیکھا جائے گا"
ناگ نے جلدی سے پوچھا۔
"بابا جان! کیا میری بہن بچ جائے گی؟"
حکیم نابینا نے کہا۔
"موت اور زندگی ربِ عظیم کے ہاتھ میں ہے میں اپنی طرف سے پوری کوشش کروں گا"
ناگ حکیم نابینا کا شکریہ ادا کر کے واپس چلا آیا۔
وہ بغداد شہر کے بازاروں میں پھرنے لگا۔ ساتھ ہی ساتھ کسی وقت وہ منہ اوپر اٹھا کر فضا میں سونگھ بھی لیتا تھا کہ شاید اُسے عنبر اور کیٹی کی خوشبو آجائے۔ مگر فضا میں صرف ماریا کی ہلکی ہلکی خوشبو تھی، عنبر اور کیٹی کی خوشبو بالکل نہیں تھی۔ جس کا مطلب تھا کہ وہ اس شہر میں نہیں تھے۔
شام ہو گئی تو ناگ شہر کی آوارہ گردی کرتا ہوا واپس حکیم نابینا کے مکان پر آگیا۔ اس وقت حکیم نابینا اپنے کمرے میں اکیلا بیٹھا قہوہ پی رہا تھا۔ لیلیٰ ابھی ابھی اسے قہوہ دے کر باورچی خانے کی طرف گئی تھی۔ جونہی ناگ کمرے میں داخل ہوا حکیم نابینا بولا۔
"آگئے جبار بیٹا؟"
"آپ نے ایک دم معلوم کر لیا بابا جان؟" ناگ نے حیرانی سے کہا"

حکیم نابینا نے کہا۔
"مجھے تمہاری خوشبو آگئی تھی"
ناگ نے پوچھا کہ اس کی بہن کی حالت کیسی ہے۔ حکیم نابینا نے قہوے کی پیالی تھالی میں رکھ دی اور بولا۔
"بیٹا تمہاری بہن کی جان بچتی نظر نہیں آتی"
ناگ گھبرا سا گیا۔ کہنے لگا۔
"یہ آپ کیا فرما رہے ہیں بابا جان! آپ نے تو کہا تھا کہ وہ جلد ٹھیک ہو جائے گی"
حکیم نابینا کہنے لگا۔
"میرا خیال تھا کہ میری دوا اسے ٹھیک کر دے گی۔ مگر اسے سانپ کے پھن نے جلایا ہے۔ اس کا علاج میرے پاس نہیں ہے۔ بلکہ اس دنیا میں کسی بھی حکیم کے پاس نہیں ہوگا"
ناگ سخت مایوس ہو گیا۔ بولا۔
"بابا جان! آپ اتنے بڑے حکیم ہیں، خدا کے لیے کچھ اور غور کیجئے۔ آخر دنیا میں کوئی تو دوا ایسی ہو گی کہ جس سے میری بہن پھر سے تندرست ہو سکے گی"
حکیم نابینا خاموش ہو گیا۔ لگتا تھا وہ کسی گہری سوچ میں ہے، پھر اپنی داڑھی پر ہاتھ پھیر کر بولا۔

"اس کا علاج ہے۔ ایک علاج ہے۔ مگر اتنا مشکل ہے
اور اس کا حاصل کرنا اس قدر دشوار ہے کہ اس کے
بارے میں سوچنا بھی بیکار ہے۔"
ناگ نے جلدی سے کہا۔
"آپ بتائیں تو سہی کہ وہ کیا علاج ہے۔ میں اسے حاصل کرنے
کی ہر ممکن کوشش کروں گا۔"
حکیم نابینا نے کہا۔
"تو پھر غور سے سنو۔ مجھے تمہاری بہن کی جان بچانے
کے لیے اس وقت ایک ایسے انسان کی ضرورت ہے۔ جو
اصل میں سانپ ہو اور انسانی شکل میں چل پھر رہا ہو۔ وہی
سانپ انسان تمہاری بہن کا علاج ہے۔ کیا تم کہیں سے ایسا
انسان لا سکتے ہو؟"
ناگ پھٹی پھٹی نگاہوں سے حکیم نابینا کے چہرے کو تکنے لگا۔
اسے پتہ چل گیا ہے کہ ناگ اصل میں سانپ ہے؟ اس نے کہا۔
"میں ـــــ میں کوشش کروں گا۔ میں ایسے انسان
کو آپ کے پاس لانے کی کوشش کروں گا۔"
حکیم نابینا نے مسکرا کر آہستہ سے کہا۔
"ناگ بیٹا! تمہیں لانے کی کیا ضرورت ہے۔ تم خود کیوں نہیں
اپنے آپ کو پیش کر دیتے آخر تم بھی تو اصل میں ایک سانپ

ہو۔"
ناگ اپنی جگہ سے اچھل سا پڑا۔ آج تک کسی عام انسان نے
اُسے اتنی جلدی نہیں پہچانا تھا۔ اُسے پہلے ہی شک پڑ گیا تھا کہ یہ
نابینا حکیم کوئی بہت ہی ذہین اور تجربہ کار انسان ہے۔ اس نے کہا۔
"بابا جان! اب جبکہ آپ کو میرے بارے میں سب کچھ
معلوم ہو گیا ہے تو میں حاضر ہوں۔ میں اپنی بہن غزالہ کی
جان بچانے کے لیے اپنی جان بھی قربان کر سکتا ہوں۔"
حکیم نابینا نے کہا۔
"تمہیں اپنی جان قربان کرنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔
غزالہ کو تمہاری جان کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔"
ناگ کو یہ جان کر تسلی ہوئی کہ حکیم نابینا کو یہ تو معلوم ہو گیا
تھا کہ وہ سانپ ہے مگر اسے ماریا کے بارے میں کچھ پتہ نہیں
چل سکا تھا۔ چنانچہ وہ اُسے غزالہ کے نام ہی سے پکار رہا تھا۔
اسے اپنی حکمت اور تجربے کی بنا پر اس راز کو پا لیا تھا
کہ ناگ اصل میں سانپ ہے اور انسان بن کر زندگی بسر
کر رہا ہے۔
اس نے کہا۔
"تو پھر بابا جان! مجھے اپنی بہن کی جان بچانے
کے لیے کیا کرنا ہو گا؟"

حکیم نابینا کہنے لگا۔

"سنو ناگ بیٹا! تمہارا یہ راز میرے سینے میں محفوظ رہے گا۔ میری بیٹی لیلیٰ کو بھی یہ علم نہ ہو سکے گا کہ تم اصل میں ایک سانپ ہو۔ تم کو آج رات سانپ بن کر اپنی بہن کی چارپائی کے گرد ایک ہزار چکر لگانے ہوں گے۔ یہ کام تمہیں رات کے اندھیرے میں سورج کی کرنیں نکلنے سے پہلے مکمل کر دینا ہو گا۔ کیا تم تیار ہو؟"

"میں تیار ہوں بابا جان!" ناگ نے کہا۔

"اندھیرا ہوتے ہی تم اوپر والے کمرے میں چلے جانا۔ میں اپنی بیٹی لیلیٰ کو منع کر دوں گا کہ اس کمرے میں رات کو کوئی نہ جائے۔ جب اندھیرا ہو تو تم سانپ بن کر وہاں داخل ہو جانا اور پھن دار کالا سانپ بننا۔"

ناگ نے کہا۔

"ایسا ہی ہو گا بابا جان۔ کیا میری بہن پھر صحت مند ہو جائے گی۔ وہ زندہ ہو جائے گی؟"

حکیم نابینا نے کہا۔

"پھر سب ٹھیک ہو جائے گا۔ تم اپنا فرض پورا کرو۔"

جب اندھیرا گہرا ہو گیا تو ناگ ایک کالے پھن دار سانپ کی شکل اختیار کی اور حکیم نابینا کے مکان کی دوسری منزل کے

روشندان میں سے اندر داخل ہو گیا۔ ماریا کا بے حس جلا ہوا جسم چارپائی پر پڑا ہوا تھا۔ اس کے جسم پر کپڑا پڑا ہوا تھا۔ ناگ نے جاتے ہی اس کی چارپائی کے گرد چکر لگانے شروع کر دیئے۔ ایک ہزار چکر لگانا کوئی آسان کام نہیں تھا لیکن ماریا ناگ کی بہن تھی اور وہ اپنی بہن کی زندگی کے لیے اپنی جان بھی قربان کر سکتا تھا۔ بہن بھائیوں کی محبت تو بڑی مقدس محبت ہوتی ہے۔
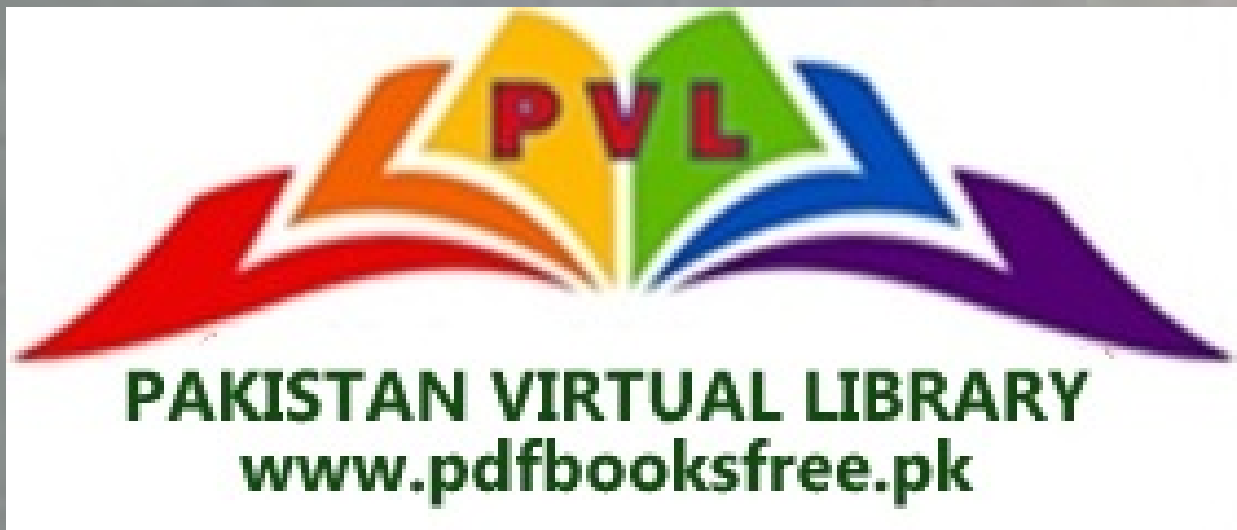
غیبی سانپ

ایک ہزار چکر بہت زیادہ ہوتے ہیں۔

ایک بار تو خود ناگ کو چکر آ گیا۔ وہ دس چکر لگاتا اور تھوڑی دیر کے لیے آرام کرتا۔ اس طرح جب اس نے ایک ہزارواں چکر پورا کیا تو کھڑکی کے باہر بغداد کے شہر میں دن کی ہلکی ہلکی روشنی اُبھرنا شروع ہو گئی تھی۔ ناگ تھک کر ماریا کی چارپائی کے سرہانے کی طرف بیٹھ گیا۔

ابھی سورج نہیں نکلا تھا۔ سورج کی ایک بھی کرن نہیں پھوٹی تھی۔ ناگ کو خطرہ تھا کہ اگر سورج نکل آیا تو اس کی ساری محنت ضائع ہو جائے گی۔ اس نے ہزار چکر پورے کر لیے تھے۔ اب اس نے اپنا پھن اوپر اٹھایا اور ماریا کے جسم پر اپنی پھنکار کی تیز تیز ہوا ڈالی۔

اس کام سے فارغ ہو کر وہ ماریا کی چارپائی کی پائنتی کی طرف آ کر کنڈلی مار کر بیٹھ گیا۔ اتنے میں سورج نکل آیا۔ بغداد کے مکانوں کی اونچی دیواروں پر سورج کی پہلی کرنیں پڑنے لگیں۔ ناگ

کو کسی کے آہستہ آہستہ آگے بڑھتے قدموں کی آواز سنائی دی۔ قدموں کی آواز ظاہر کر رہی تھی کہ کوئی دیوار کے ساتھ ہاتھ رکھے ٹٹول ٹٹول کر آگے بڑھ رہا ہے۔ یہ سوائے حکیم نابینا کے اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا۔ پھر دروازہ آہستہ سے کھُلا۔

ناگ نے اپنا پھن گھما کر دیکھا۔ حکیم نابینا کمرے میں داخل ہو رہا تھا۔ اس نے اندر داخل ہوتے ہی دروازہ بند کر دیا۔ اس کے ہاتھ میں ایک چمڑے کا تھیلا تھا۔ حکیم نابینا نے آواز دی۔

"ناگ! کیا تم سانپ کی شکل میں ہی ہو؟"

ناگ نے کوئی جواب نہ دیا۔ کیونکہ حکیم نابینا بھلا سانپ کی زبان کیسے سمجھ سکتا تھا۔ حکیم بولا۔

"تم سانپ کی آواز میں جواب دو ناگ! میں تمہاری زبان سمجھ لوں گا۔ میں نے بیس برس سانپوں کے درمیان مصر کے جنگل میں گزارے ہیں۔"

ناگ بڑا حیران ہوا۔ اس نے کہا۔

"بابا! میں ابھی تک سانپ کی شکل میں ہی ہوں میں نے ایک ہزار چکر بھی پورے کر لیے ہیں اور تمہارے کہنے کے مطابق اپنی بہن کے جسم پر اپنی پھنکار بھی مار دی ہے۔"

حکیم نے کہا۔

"تم نے اچھا کیا۔ لیکن یہ بتاؤ کہ سارا کام تم نے سورج کی کرن پھوٹنے سے پہلے پہلے کیا تھا ناں؟"

"جی ہاں — سورج اس کے بعد نکلا تھا" ناگ نے جواب دیا۔ حکیم نابینا آگے بڑھ کر ماریا کی چارپائی کے قریب آکر بیٹھ گیا اور ناگ سے کہنے لگا۔

"کیا میرا چہرہ غزالہ کی طرف ہے ناں؟ میں اندازے سے آکر بیٹھ گیا ہوں"

ناگ نے کہا۔

"جی ہاں — آپ کا چہرہ غزالہ کی طرف ہے۔ کیا میں واپس انسان کی شکل میں آجاؤں؟"

حکیم نابینا کہنے لگا۔

"نہیں، تم سے ابھی ایک کام لینا باقی ہے۔ تھوڑی دیر انتظار کرو"

حکیم نے چمڑے کے تھیلے میں سے نیلے رنگ کی دو شیشیاں نکال کر فرش پہ رکھ دیں۔ پھر ان میں سے ہرے رنگ کا تیل نکال کر ماریا کے پاؤں کے دونوں تلوؤں پہ لگایا اور ناگ سے کہا۔

"اب تم اپنی بہن کے تلوؤں پہ ڈس دو۔ دونوں تلوؤں پہ ڈسنا اور اپنا سارا زہر اس کے خون میں

داخل کر دینا"

ناگ سوچ میں پڑ گیا۔

"بابا! کیا تمہارا یہ فیصلہ درست ہے؟ میرا زہر بڑا قاتل ہوتا ہے۔ اس سے تو درخت میں آگ لگ جاتی ہے"

حکیم نے کہا۔

"ناگ! جو کچھ میں کہتا ہوں تم ویسے ہی کرو، گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ تمہاری بہن کا یہی علاج ہے۔ اس کا جسم بالکل تندرست ہو جائے گا"

ناگ مجبور ہو گیا۔ وہ رینگتا ہوا چارپائی کی پائنتی کی طرف گیا اور اس نے باری باری ماریا کے دونوں پاؤں کے تلوؤں میں ڈس دیا۔ اسے محسوس ہوا کہ ماریا کے جسم نے پہلی بار ذرا سی حرکت کی۔ ناگ خوش ہوا کہ اس میں جان پڑنے لگی ہے۔ ناگ نے حکیم نابینا کو بتایا کہ اس نے بہن کو ڈس دیا ہے۔ حکیم نابینا نے مسکرا کر ایک اور شیشی نکالی جو لکڑی کی بنی ہوئی تھی۔ اس میں ایک سلائی ڈال کر اس کے آگے سرمے کی طرح کی سیاہ دوائی لگائی اور ناگ سے کہا۔

"اب تم انسانی شکل میں واپس آجاؤ"

ناگ نے ایک ہلکی سی پھنکار ماری اور وہ دوبارہ اپنی اصلی شکل میں آگیا۔ اس نے حکیم سے کہا کہ میں نے انسانی شکل اختیار

کر لی ہے۔ حکیم بولا۔

"یہ سلائی پیچھے سے بڑے آرام کے ساتھ اپنے ہاتھ میں پکڑو اور اپنی بہن کے ماتھے پر اس کی دو لکریں ڈال دو۔ جلدی کرنا۔ دیر مت کرنا"

ناگ نے سلائی حکیم نابینا کے ہاتھ سے لے لی اور ماریا کے جلے ہوئے سیاہ ماتھے پر اس سے دو لکریں بنا دیں۔ حکیم نابینا کو جب پتہ چلا کہ ناگ نے لکریں ڈال دی ہیں تو اس نے کہا۔

"ناگ! اب میرے ساتھ نیچے آ جاؤ۔ تمہاری بہن آج کا سارا دن اور ساری رات اسی طرح پلنگ پر پڑی رہے گی۔ اسے اب تم کل شام کو آ کر دیکھنا"

ناگ نے بے تابی سے پوچھا۔

"کیا میری بہن تندرست ہو گئی ہو گی بابا؟"

"یہ تم کل آ کر دیکھ لو گے۔ اب میرے ساتھ آؤ"

حکیم نابینا نے ناگ کو ساتھ لیا اور نیچے اپنے کمرے میں آ گیا۔ لیلیٰ اپنی کسی سہیلی کے ہاں گئی ہوئی تھی۔ حکیم نابینا نے کہا۔

"ناگ! میرے پاس سونا بنانے کا نسخہ موجود ہے۔ کسی زمانے میں مَیں نے سونا بنا بھی لیا تھا۔ مگر پھر اس کام سے توبہ کر لی۔ کیوں کہ میں نے دیکھا جو سکون اور خوشی اپنی محنت کی کمائی میں ہے سونے

اور دولت میں نہیں ہے"

ناگ نے کہا۔

"آپ نے ٹھیک فرمایا، بابا! میں نے کتنے ہی لوگوں کو خزانے کی تلاش میں جاتے دیکھا ہے مگر ان میں سے کوئی بھی زندہ بچتے نہیں دیکھا"

حکیم نابینا بولا۔

"یہ بات میں نے تمہیں اس لیے بتائی ہے کہ کچھ لوگوں نے مجھ سے سونا بنانے کا نسخہ بھاری دولت کے عوض طلب کیا تھا مگر میں نے انہیں دینے سے انکار کر دیا۔ میں نے اس نسخے کو محض ایک تاریخی دستاویز کے طور پر رکھا ہوا ہے۔ ورنہ میں اسے جلا ڈالنا چاہتا تھا"

ناگ خاموشی سے حکیم نابینا کی دلچسپ باتیں سن رہا تھا۔ پھر حکیم نے اُسے کہا کہ وہ بھی کچھ سنائے۔

"ناگ! تم میرا خیال ہے کہ دو تین سو برس سے تو ضرور زندہ ہو گے۔ کیا تم مجھے پرانے زمانے کی سچی باتیں نہیں سناؤ گے؟ یہ بتاؤ تم تو سانپ ہو۔ پھر یہ تمہاری بہن کہاں سے آ گئی۔ کیا یہ بھی سانپ ہے؟" اور اسے آگ لگنے کا اصل قصہ کیا ہے؟"

ناگ نے کہا۔

"بابا جان! میں آپ سے معذرت چاہوں گا کہ یہ باتیں مجھے بیان کرنے کی اجازت نہیں ہے۔ بس آپ سمجھ لیں کہ میں آپ کا بے حد شکر گزار ہوں اور کبھی موقع آیا تو میں بھی آپ کے ضرور کام آؤں گا۔"

حکیم نابینا اپنی لمبی سفید داڑھی پر ہاتھ پھیرتے ہوئے مسکرانے لگا۔

"اچھا بھئی تمہاری مرضی۔ نہ بتاؤ۔ میرا خیال ہے کہ آج رات تم میرے گھر پر ہی قیام کرنا۔ کہاں کسی سرائے میں یا جنگل میں جاؤ گے۔"

ناگ کہنے لگا۔

"اچھا بابا جان — میں یہیں ٹھہر جاؤں گا۔"

○

دن کے وقت ناگ شہر میں اِدھر اُدھر پھرتا سیر میں کرتا رہا۔ اس کا ایک مقصد اس آوارہ گردی سے یہ بھی تھا کہ شاید کسی طرف سے عنبر یا کیٹی کی خوشبو آجائے۔ مگر ان کی خوشبو کا دُور دُور تک نشان تک نہیں مل رہا تھا۔ رات کو وہ حکیم کے مکان پر آگیا۔ لیلیٰ رات کا کھانا چن رہی تھی۔ اس نے بابا سے کہا۔

"بابا جان! جبار بھائی آگیا ہے۔"

حکیم نابینا ہنس کر کہنے لگا۔

"مجھے پتہ چل گیا ہے بیٹی۔"

پھر اس نے ناگ سے کہا کہ وہ بھی کھانا کھالے۔ ناگ کو بھوک پیاس تو چھ چھ مہینے کے بعد ہی لگتی تھی لیکن حکیم صاحب کا دل رکھنے کے لیے وہ بھی کھانے میں شریک ہوگیا۔ کھانے کے بعد وہ قہوہ پینے اور باتیں کرنے لگے۔ لیلیٰ دن بھر کے کام کاج تنگ آگئی تھی۔ وہ اسی جگہ کونے والے پلنگ پر لیٹ کر سوگئی۔ حکیم نابینا کو بھی نیند آنے لگی تو اس نے کہا۔

"ناگ بیٹا! اگر تم چاہو تو اسی جگہ سو سکتے ہو۔ اگر الگ سونا چاہو تو اوپر غزالہ کے سامنے والی کوٹھڑی خالی ہے وہاں جاکر سو جاؤ۔"

ناگ نے کہا۔

"میں اوپر ہی جاکر سوجاتا ہوں۔ آپ یہاں آرام کریں۔"

ناگ اوپر والی خالی کوٹھری میں آگیا۔ سامنے والی کوٹھڑی بند تھی۔ اس کے اندر ماریا کا جلا ہوا جسم پلنگ پر پڑا تھا۔ ناگ کو کچھ معلوم نہیں تھا کہ اس کے جسم میں کس قسم کی تبدیلیاں پیدا ہو رہی ہیں اور وہ تندرست ہوکر غائب ہو جائے گی یا نظر آنے لگے گی۔ وہ تو چاہتا تھا کہ ماریا پھر سے تندرست ہو جائے۔ اس کے جسم کی کھال ٹھیک ہو جائے چاہے وہ غائب رہے چاہے نظر آتی رہے۔

یہی سوچتے سوچتے ناگ کو اُونگھ سی آگئی۔

بغداد کی رات بڑی خاموش تھی۔ اس زمانے میں راتیں بڑی خاموش ہوتی تھیں۔ آج کے زمانے کے ٹرکوں، ویگنوں، رکشاؤں اور سکوٹروں کا شور نہیں ہوتا تھا۔ کبھی کبھی کسی گھوڑے کے ٹاپوں کی آواز آجاتی تھی۔ ناگ اونگھ میں ہی تھا کہ اچانک اسے ایک آواز سنائی دی۔ اس کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے غور کرنا شروع کیا کہ یہ آواز کس کی تھی؟ مگر ہر طرف گہری خاموشی چھائی ہوئی تھی۔ کوئی آواز نہیں تھی۔ ناگ نے سوچا کہ ہو سکتا ہے اس نے خواب میں کوئی آواز سنی ہو۔ وہ دوبارہ آنکھیں بند کرنے لگا تو وہی آواز پھر سنائی دی۔

یہ لیلیٰ کی آواز تھی۔ جس نے کہا تھا میرے بابا کو نہ مارو۔ میرے بابا کو نہ مارو۔ ناگ ایک دم سے اُٹھ کر بیٹھ گیا۔ آواز نچلے کمرے سے آرہی تھی۔ وہ زینے پر سے اُتر کر نیچے آگیا۔ حکیم نابینا کے کمرے کا دروازہ بند تھا۔

”اس نے کہا لیلیٰ بہن کون ہے اندر؟“

لیلیٰ نے چلّا کر کہا۔

”جیارہ بھائی! یہ لوگ میرے بابا۔۔۔۔۔۔“

اس کے ساتھ ہی کسی نے اس کے منہ پر جیسے ہاتھ رکھ دیا اور پھر ایک مرد کی بلند آواز گونجی۔

”اسے پکڑو جا کر۔۔۔۔۔۔“

اس کے ساتھ ہی دروازہ دھڑاک سے کھل گیا اور ایک خونخوار قسم کے آدمی نے ناگ کو گردن سے پکڑ کر اندر کھینچ لیا اور اس کی گردن پر خنجر رکھ کر کہا۔

”چپکے سے یہاں بیٹھ جاؤ۔ حرکت کی تو قتل کر دونگا۔“

ناگ نے دیکھا کہ کمرے میں دیا جل رہا ہے۔ لیلیٰ کے ہاتھ پاؤں بندھے ہیں۔ حکیم نابینا کو دو آدمیوں نے دبوچ رکھا ہے۔ خنجر اس کی گردن پر رکھا ہوا ہے اور ایک آدمی اس سے پوچھ رہا ہے۔

”اگر اب بھی تم بتا دو کہ سونا بنانے والا نسخہ کہاں پر ہے تو ہم تمہاری جان بخشی کر دیں گے ورنہ یاد رکھو۔ پہلے تمہاری بیٹی کی گردن ذبح کریں گے اور پھر تمہارے ٹکڑے کر ڈالیں گے۔“

حکیم باپ کہنے لگا۔

”تم چاہے مجھے قتل کر ڈالو۔ مگر میں تمہیں نسخہ نہیں بتاؤں گا۔ کیونکہ وہ ربِّ عظیم کی امانت ہے میں یہ گناہ نہیں کرونگا۔“

وہ تین آدمی تھے۔ ایک آدمی خنجر لیے ناگ کے سر پہ کھڑا تھا اس نے کہا۔

”ارے مار ڈالو اس کو۔ یہ اسطرح نہیں مانے گا۔“

دوسرا بولا۔

"پہلے اس کی بیٹی کو قتل کریں۔ چلو۔ قتل کر ڈالو اس کی بیٹی کو۔"

ایک خونخوار آدمی خنجر لے کر لیلیٰ کی طرف بڑھا۔ لیلیٰ کے منہ سے چیخ نکل گئی۔ حکیم نابینا نے چلّا کر کہا

"میری بچی کو چھوڑ دو۔ اسے کچھ نہ کہو۔ میں تمہیں بتاتا ہوں نسخہ کہاں ہے۔"

ڈاکو ہنسنے لگے۔

"اب آیا ہے یہ بڈھا سیدھی راہ پر۔ بتاؤ کہاں رکھا ہے تم نے وہ نسخہ؟"

حکیم نابینا آہستہ آہستہ تھکی ہوئی آواز میں انہیں بتانے لگا کہ نسخہ کس جگہ پر اس نے رکھا ہوا ہے۔ اب ناگ نہ تو صبر کر سکتا تھا اور نہ ہی اس کے پاس وقت باقی رہ گیا تھا۔ اس نے لیلیٰ کے دیکھتے دیکھتے ایک سانس اندر کو کھینچ کر چھوڑا اور غائب ہو گیا۔ اصل میں ناگ ایک ایسا سانپ بن گیا جو نظر نہیں آتا تھا۔ ناگ کو غیبی سانپ بننے کا خیال اسی وقت آیا تھا۔ جب اس نے شیش ناگ کے غار کے باہر کچھ ایسے سانپوں کی لاشیں پڑی ہوئی دیکھی تھیں جو پہلے غائب تھے لیکن مرنے کے بعد ظاہر ہو گئے تھے۔ ناگ کو دیوتا ہونے کے ناطے سے اس بات کا علم تھا کہ دنیا کی سرزمین پر کچھ ایسے سانپ بھی ہیں جو غیبی حالت میں رہتے ہیں۔ مگر وہ کبھی خود غیبی سانپ نہیں بنا تھا۔ اسے کبھی غیبی سانپ بننے کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی تھی۔ اگر ضرورت پڑی بھی تھی تو کبھی اسے خیال نہیں آیا تھا۔ لیکن اب اس نے اپنے ذہن میں ایک غیبی سانپ کا تصوّر جمایا اور غیبی سانپ بن کر سب کی نظروں سے غائب ہو گیا۔

لیلیٰ اور تینوں لٹیرے حیران رہ گئے کہ وہ کہاں غائب ہو گیا ہے۔

ایک ڈاکو بولا۔

"یہ کوئی جادوگر تھا۔"

دوسرے ڈاکو نے حکیم نابینا کی گردن دبوچ کر کہا۔

"جلدی بتا بڈھے سونے کا نسخہ کہاں ہے؟"

لیلیٰ نے چلّا کر کہا۔

"بابا جان! جبّار غائب ہو گیا ہے۔"

لیلیٰ کو معلوم نہیں تھا کہ جبّار ناگ کا نام نہیں ہے۔ وہ اپنے بابا جان کو خبردار کر دینا چاہتی تھی کہ ناگ غائب ہو گیا ہے۔ شاید وہ ہمیں بچالے اس لیے سونے کے قیمتی نسخے کے بارے میں کچھ نہ بتانا۔ ایک ڈاکو نے لیلیٰ کو قتل کرنے کے لیے خنجر والا ہاتھ اوپر اٹھایا ہی تھا کہ سب نے ایک پھنکار کی آواز سنی اور پھر خنجر والے ڈاکو کی گردن پر ناگ نے ڈس دیا۔ غیبی سانپ بن کر ناگ کے زہر میں اتنی تیزی اور شدت پیدا ہو گئی تھی

کہ اس ڈاکو کا ہاتھ اوپر اٹھا ہی رہ گیا اور وہ ایک پتھر کے بت کی طرح پیچھے گرا اور پھر نہ اُٹھ سکا۔ اب ناگ نے اس ڈاکو پر حملہ کر دیا جو حکیم نابینا کو پکڑے ہوئے تھا۔

یہ ڈاکو پریشان کھڑا تھا کہ اس کے ساتھی کو کیا ہو گیا۔ کہ اِسے گردن پر یوں لگا۔ جیسے کسی نے کانٹا چبھو دیا ہو۔ اس کا حشر بھی وہی ہوا۔ تیسرا ڈاکو بھاگنے لگا۔ مگر ناگ نے اُسے بھی دروازے کے پاس جا لیا اور اس کے منہ پر سامنے کی طرف سے ڈس دیا۔ اس کی لاش بھی وہیں گری ہوئی نظر آنے لگی۔

لیلیٰ نے خوش ہو کر کہا۔

"بابا جان جبار نے غائب ہو کر تینوں ڈاکوؤں کو مار ڈالا ہے۔"

وہ حیران تھی کہ یہ سب کچھ کیسے ہو گیا اور جبار یعنی ناگ کیسے غائب ہو گیا۔ حکیم نابینا نے کہا۔

"ربِ عظیم نے ناگ کی شکل میں ہماری مدد کی ہے بیٹی لیکن ہمیں ناگ کا بھی شکریہ ادا کرنا ہو گا۔"

لیلیٰ نے پوچھا۔

"ناگ کون بابا جان؟"

ناگ فوراً اپنی اصلی انسانی شکل میں آ گیا اور بولا۔

"ناگ میں ہوں لیلیٰ بہن۔ میں ہی غائب ہوا تھا۔ اور میں نے ہی ان ڈاکوؤں کو ہلاک کیا ہے۔"

لیلیٰ ناگ کی طرف سہمی اور خوف زدہ نظروں سے دیکھ رہی تھی۔ حکیم نابینا نے کہا۔

"لیلیٰ بیٹی تم ناگ کی خفیہ طاقت کو نہیں جانتی تھیں۔ مجھے معلوم تھا۔ ربِ عظیم کا شکر ہے کہ یہ عین وقت پر آ گیا ورنہ ہمارا قیمتی نسخہ ایسے لوگوں کے پاس چلا جاتا جو اس کے قابل نہیں تھے۔ اور وہ لوگ نسخہ حاصل کرنے کے بعد بھی ہمیں قتل کر سکتے تھے۔"

لیلیٰ بولی۔

"ناگ بھیا! آپ کیسے غائب ہو گئے؟ مجھے ایک بار پھر غائب ہو کر دکھائیں۔ کیا آپ سانپ بن گئے تھے؟ کیونکہ میں دیکھ رہی ہوں کہ ان تینوں ڈاکوؤں پر سانپ کے زہر کا اثر ہوا ہے اور ان کے ناک منہ سے خون جاری ہے۔"

ناگ کہنے لگا۔

"لیلیٰ! اب جبکہ تم کو بھی میرا راز معلوم ہو گیا ہے تو پھر یہی سمجھ لو کہ میں نے ایک غیبی سانپ کا روپ دھار کر تمہاری جان کے دشمنوں پر حملہ کیا تھا۔"

حکیم نابینا نے لیلیٰ سے کہا۔

"بیٹی اب تم سو جاؤ۔ رات تھوڑی باقی رہ گئی ہے۔ ناگ بیٹا! تم بھی اوپر جا کر آرام کرو۔"

ناگ نے کہا۔

"سب سے پہلے مجھے اِن لاشوں کو ٹھکانے لگانا ہوگا"

ناگ اِن تینوں ڈاکوؤں کی لاشوں کو باری باری بوری میں ڈال کر باہر لے گیا اور رات کے اندھیرے میں ایک گندے نالے میں پھینک کر آگیا۔

حکیم نابینا نے اسے کہا کہ وہ اب جا کر آرام کرے۔ دوسرے دن دوپہر کے بعد کام سے فارغ ہو کر حکیم نابینا نے ناگ کو اپنے پاس بلایا اور کہا۔

"ناگ بیٹا! آج رات تمہاری بہن غزالہ کے جسم میں ایک زبردست تبدیلی پیدا ہو گی اور وہ دوبارہ جی اٹھے گی۔ کیا تم مجھے یہ نہیں بتاؤ گے اب کہ اصل میں اس کے ساتھ کیا حادثہ ہوا تھا؟"

ناگ نے حکیم نابینا سے کہا۔

"بابا جان! اسے ایک بہت بڑے سانپ نے اپنے پھن سے ڈسا تھا۔ اس کے پھن میں آگ تھی۔ زہر تھا۔ وہ سانپوں کا بادشاہ تھا۔ اس سے زیادہ میں آپ کو کیا بتاؤں؟"

حکیم نابینا کہنے لگا۔

"بیٹا اب تم مجھے اس اپنی بہن غزالہ کے بارے

میں صاف صاف بتاؤ کہ یہ لڑکی کون ہے؟ کیونکہ مجھے کبھی کبھی اس کے جسم سے ایسی بُو آتی ہے کہ مجھے محسوس ہوتا ہے کہ یہ لڑکی گوشت پوست کے ساتھ زندہ نہیں تھی"

ناگ حکیم نابینا کی دانائی اور عقل مندی پر حیران رہ گیا۔ یہ واقعی بہت عقل مند اور تجربہ کار حکیم تھا۔ اب جبکہ اس پر ناگ کے بہت سے بھید کھل چکے تھے اور ماریا کی حالت بھی نازک تھی ناگ نے یہی مناسب سمجھا کہ ماریا کے بارے میں اِسے سب کچھ بتا دے۔ ہو سکتا ہے اسی میں ماریا کی بہتری ہو۔ جب اس نے حکیم نابینا کو بتایا کہ غزالہ کا اصلی نام ماریا ہے اور وہ ایک ایسی عیسائی لڑکی ہے جو کسی وجہ سے غائب ہو گئی ہوئی ہے اور وہ دونوں پانچ ہزار سال کے واپسی کے سفر پر ہیں تو حکیم نابینا کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔ اس نے جو کچھ سنا تھا اس پر اُسے یقین نہیں آرہا تھا۔

وہ کہنے لگا۔

"ناگ بیٹا! میری آنکھیں نہیں ہیں۔ میرے لیے اب بھی ماریا غائب ہے۔ اور تم بھی تھوڑی دیر کے لیے غائب ہو گئے تھے۔ کاش میں تم دونوں کو غائب ہوتے دیکھ سکتا۔"

وہ کچھ سوچنے لگا۔ اس کا چہرہ جھک گیا تھا۔ وہ اپنی لمبی
ڈاڑھی پر بار بار ہاتھ پھیر رہا تھا۔ ناگ نے کہا۔
"بابا جان! ماریا اب اپنی اصلی حالت میں آجائے گی
ناں؟"
حکیم نے سر اٹھایا اور جس طرف سے اس ناگ کی آواز آئی تھی
اس طرف منہ کر کے بولا۔
"ناگ بیٹا! ہم نے اپنی طرف سے کوئی کسر نہیں چھوڑی۔
تم نے اس کے گرد ایک ہزار چکر بھی لگا دیئے ہیں
اور اس کے جسم پر اپنی پھنکار بھی مار دی ہے۔ لیکن
یہ جو تم نے بتایا ہے کہ ماریا غیبی حالت میں زیادہ رہتی
تھی، اس سے مجھے فکر لگا ہے کہ کہیں علاج ناکام نہ
ہو جائے۔"
"وہ کیوں بابا جان؟" ناگ نے بے تاب ہو کر پوچھا۔
حکیم نابینا کہنے لگا۔
"یہ میرا وہم ہے۔ بیٹا۔ ہو سکتا ہے یہ وہم غلط ہو
اور ماریا بالکل ٹھیک ہو جائے۔ لیکن —— لیکن اگر کچھ
ہوا تو زیادہ سے زیادہ یہی ہو گا کہ ماریا غائب
نہیں ہو گی۔"
ناگ حکیم کا منہ تکنے لگا۔

"یہ —— یہ —— میرا مطلب ہے کہ پھر وہ ساری
زندگی غائب نہیں ہو سکے گی؟
حکیم نابینا نے کہا۔
"یہ میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ وہ
پھر ساری زندگی دوبارہ غائب نہ ہو سکے اور ایسا بھی
ہو سکتا ہے کہ کسی حادثے کے بعد وہ اچانک دوبارہ
غائب ہو جائے۔ لیکن ایک بات کا اطمینان رکھو کہ ماریا بالکل
اچھی ہو جائے گی۔"
جب رات آدھی گزر گئی تھی اور بغداد شہر پر موت کا سناٹا
چھایا ہوا تھا۔ ناگ اور حکیم نابینا ماریا کی کوٹھڑی میں داخل ہوئے۔
اس کے علاج کا وقت پورا ہو چکا تھا۔ ماریا کے سرہانے
ایک موم بتی جل رہی تھی۔ ماریا کے جسم پر چادر پڑی تھی۔ ناگ
نے اندر جاتے ہی محسوس کیا کہ ماریا کا جسم ایک صحت مند
جسم کی طرح سانس لے رہا تھا۔ اس نے حکیم نابینا کے کان میں
آہستہ سے کہا۔
"وہ سانس لے رہی ہے۔"
ناگ بہت خوش تھا۔ ماریا کا سارا جسم چادر میں ڈھکا
ہوا تھا۔ حکیم نابینا نے ناگ سے کہا۔
"میری جیب میں ایک لکڑی کی ڈبیا ہے۔ اس میں نیلے

رنگ کا سفوف ہے۔ اس سفوف کی ایک چٹکی ماریا کے
جسم پر چھڑک دو۔"
ناگ نے ایسا ہی کیا۔ سفوف کے چھڑکتے ہی ماریا کے
جسم میں حرکت پیدا ہوئی۔ اس نے اپنے ہاتھوں سے اپنے منہ
پر سے چادر ہٹا دی۔ ناگ خوشی سے اچھل پڑا، کیونکہ ماریا کا جسم
بالکل ٹھیک ہو گیا تھا۔ اس کا چہرہ پہلے کی طرح صاف رنگ کا ہو
گیا تھا اور سارے کے سارے سنہری بال سر پر اگ آئے تھے۔
اس کے ہاتھ اور بازو بھی بالکل ٹھیک ہو چکے تھے۔
ماریا نے ناگ کی طرف دیکھا اور کہا۔
"ناگ بھیا! میں کہاں ہوں اور یہ ——— یہ بزرگ
کون ہیں؟"
ناگ نے کہا۔
"ماریا بہن! اس بزرگ نے تمہارا علاج کیا ہے۔"
ماریا نے اپنے بازوؤں کو دیکھ کر کہا۔
"مگر میں ——— میں اپنا جسم دیکھ سکتی ہوں۔ میں
غائب نہیں ہوں۔"
ناگ خود اس وجہ سے پریشان تھا۔ کیونکہ ماریا غیبی
حالت میں نہیں تھی۔ پھر ماریا خود ہی چونک سی پڑی کہ اس
نے ایک غیر آدمی کے سامنے اپنے غائب ہونے کے راز کو

کیوں ظاہر کر دیا۔
"کوئی بات نہیں ماریا۔ اس بزرگ کو جو حکیم نابینا
کہلاتے ہیں۔ تمہارے اور میرے بارے میں سب
کچھ معلوم ہو گیا ہے۔ اگر میں نہ بتاتا تو یہ تمہارا
علاج ٹھیک طرح سے نہیں کر سکتے تھے۔ تم مر
کر بچی ہو ماریا۔ خدا کا شکر ہے کہ تم زندہ ہو۔"
حکیم نابینا کہنے لگا۔
"ماریا بیٹی! تمہاری حالت ایسی نہیں تھی کہ تم پھر
سے زندہ ہو سکتیں۔ لیکن ربِّ عظیم نے تمہیں
زندگی کی نعمت پھر عطا کر دی ہے ——— خدا نے
چاہا کہ تم ایک نہ ایک دن غائب ہو کر پھر اپنی
اصلی حالت میں آ جاؤ گی۔"
ماریا کہنے لگی۔
"بابا ——— میں خود بھی اب غائب نہیں رہنا چاہتی
جی چاہتا ہے کہ عام عورتوں کی طرح زندگی بسر
کروں۔"
حکیم نابینا کہنے لگا۔
"بیٹی! ہو سکتا ہے کہ تمہاری طویل زندگی کا راز
ہی تمہارے غائب ہو کر زندہ رہتے میں ہو۔ ہو

سکتا ہے کہ اگر تم ظاہر ہو کر رہنے لگیں تو عام عورتوں
کی طرح تم بھی بوڑھی ہو کر مر جاؤ۔"
ماریا ناگ کا منہ دیکھنے لگی۔ جیسے پوچھ رہی ہو۔ تم نے
اس بزرگ کو یہ بھی بتا دیا کہ ہم ہزاروں سالوں سے
زندہ ہیں؟ ناگ نے آہستہ سے کندھے اُچکا کر کہا۔
"مجھے یہ راز بتانا پڑا ماریا۔ تمہاری زندگی کے
لیے۔"
حکیم نابینا نے کہا۔
"ناگ بیٹا! آخر وہی ہوا جس کا مجھے خدشہ تھا ماریا
زندہ تو ہو گئی ہے مگر یہ اپنی غیبی حالت میں واپس
نہیں جا سکی۔"
ماریا نے آہستہ سے کہا۔
"کیا میں زندہ حالت میں رہتے ہوئے بوڑھی
ہو کر ایک روز مر جاؤں گی؟"
حکیم نابینا کہنے لگا۔
"ایسا کوئی ضروری نہیں ہے۔ اس کا اندازہ تمہیں
چار پانچ سال گزر جانے کے بعد ہو جائے گا کہ تم
پر بڑھاپا اثر کر رہا ہے کہ نہیں۔"
ماریا نے کہا۔

"یہ تو بڑی پریشانی کی بات ہے بابا۔ کیا ایسا کوئی
علاج نہیں ہے کہ جس سے میں دوبارہ غائب
ہو جاؤں؟"
ناگ نے بھی ماریا کی بات کو آگے بڑھاتے ہوئے
کہا۔
"ہاں بابا جان! کیا کوئی ایسا علاج نہیں ہے؟
آپ اتنے تجربہ کار اور عقل مند حکیم ہیں۔ کوئی علاج
تو ہو گا۔"
حکیم نابینا نے کہا۔
"اس کے بارے میں میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ میں
حکیم ہوں جادوگر یا روحانی عامل نہیں ہوں۔ میں
نے ماریا کے جسم کا علاج کر دیا ہے۔ اب یہ میں
نہیں جانتا کہ یہ پھر سے غائب کیسے ہو سکتی ہے۔"
ناگ اور ماریا ایک دوسرے کی طرف دیکھنے لگے۔ حکیم
نابینا نے کہا
"ناگ تم میرے ساتھ نیچے آ جاؤ۔ لیلیٰ سے کہتے
ہیں وہ ماریا کو کپڑے لا کر پہنا دے گی۔ اسے کپڑوں
کی ضرورت ہے۔"
ناگ اور حکیم نابینا نچلی منزل میں آ گئے۔ لیلیٰ نے ماریا کو جا

کہ اپنے دُھلے ہوئے دوسرے کپڑے پہنائے۔ وہ ماریا کو
مسرّت سے تک رہی تھی کہ اتنی خوب صورت سنہری بالوں
والی لڑکی پھر سے صحت مند اور تندرست ہو گئی۔ اس نے
ماریا سے کہا کہ وہ ان کے ہاں ہی ٹھہر جائے۔ ماریا نے
اسے کوئی جواب نہ دیا۔ ماریا کو اگرچہ اس بات کی خوشی تھی کہ
اسے پھر سے زندگی مل گئی ہے تو اس بات کا اسے غم بھی
بھی تھا کہ وہ غائب حالت میں نہیں ہے۔

اس کی وجہ یہ تھی کہ غائب حالت میں نہ ہونے کی وجہ
سے اس میں ساری انسانی کمزوریاں آگئی تھیں۔ اس کو
زخم لگ سکتا تھا۔ وہ بوڑھی ہو کر مر بھی سکتی تھی۔ اسے
بھوک اور پیاس بھی لگنے لگی تھی۔ اسے چلنے پھرنے سے تھکاوٹ
بھی ہو جاتی تھی۔

حکیم نابینا کے مکان میں دو تین دن گزارنے کے بعد
ماریا نے ناگ سے کہا۔ کہ اب انہیں اس جگہ سے چل دینا
چاہیئے۔

”آخر ہم کس کے لیے یہاں پڑے ہیں۔ میرا علاج
ہو چکا ہے۔ میں ٹھیک ہو گئی ہوں۔ لیکن ایک
مصیبت یہ بن گئی ہے کہ چونکہ میں اب غائب
نہیں ہوں، اس لیے مجھے بھوک پیاس بھی لگتی
ہے اور میرے اندر وہ طاقت بھی نہیں رہی جو غیبی ماریا
میں تھی۔“

ناگ نے کہا۔

”میں خود یہی سوچ رہا ہوں کہ ہمیں یہاں سے نکل
چلنا چاہیئے۔ مگر سوال یہ ہے کہ ہم کس طرف کو
جائیں؟“

ماریا کہنے لگی۔

”ظاہر ہے ہم عنبر اور کیٹی کی تلاش میں نکلیں گے۔
مگر ——— میں مصر جا کر دیوی طلالہ کے اہرام
میں اس سے ملاقات کرنا چاہتی ہوں کہ وہ مجھے
بتائے کہ کیا اب میں دوبارہ غائب نہیں ہو سکوں
گی؟ اور اگر دوبارہ غائب نہیں ہو سکوں گی تو
کیا میں ایک روز دوسری عورتوں کی طرح بوڑھی
ہو کر مر جاؤں گی؟“

ناگ کا چہرہ فکر میں ڈوبا ہوا تھا۔ وہ خود ماریا کی اس
نئی حالت سے پریشان تھا۔ پہلے ماریا ساتھ ہوتی تھی تو
ناگ کو کوئی فکر نہیں ہوتا تھا کیونکہ ماریا نہ صرف اپنی حفاظت
خود کر سکتی تھی بلکہ کبھی کبھی ناگ کی بھی مدد کر دیا کرتی تھی
مگر اب وہ ایک کمزور عورت تھی اور اس کی حفاظت بھی ناگ

ہی کو کرنی تھی۔ اس نے کہا،

"ماریا بہن! ہم مصر کی طرف جائیں گے۔ شاید دیوی طلالہ سے ملاقات ہو جائے اور تمہاری یہ مشکل دور ہو جائے۔"

تین بغدادی چور

ایک روز ناگ اور ماریا بغداد سے روانہ ہو گئے۔ ان کی منزل مصر تھی۔ اب ناگ صحرا میں اکیلے سفر کرنے کا خطرہ مول نہیں لے سکتا تھا۔ کیونکہ اس کے ساتھ ماریا ایک عام عورت کی طرح سفر کر رہی تھی جس کو راستے میں کھانے اور پانی کی ضرورت تھی اور یہ چیزیں قافلے کے ساتھ سفر کرتے ہوئے ہی مل سکتی تھیں۔ ناگ اور ماریا کو تو ہم ملک مصر جانے والے قافلے کے ساتھ چھوڑتے ہیں اور خود عنبر کی طرف چلتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ وہ کس حال میں ہے۔

آپ پڑھ چکے ہیں کہ عنبر بھی ایک قافلے کے ساتھ شامل ہو کر ملک عراق کی طرف سفر کر رہا تھا۔ یعنی اس ملک کی طرف جہاں سے ناگ اور ماریا آگے روانہ ہو چکے تھے۔

دوسری طرف کیٹی بصرہ شہر سے
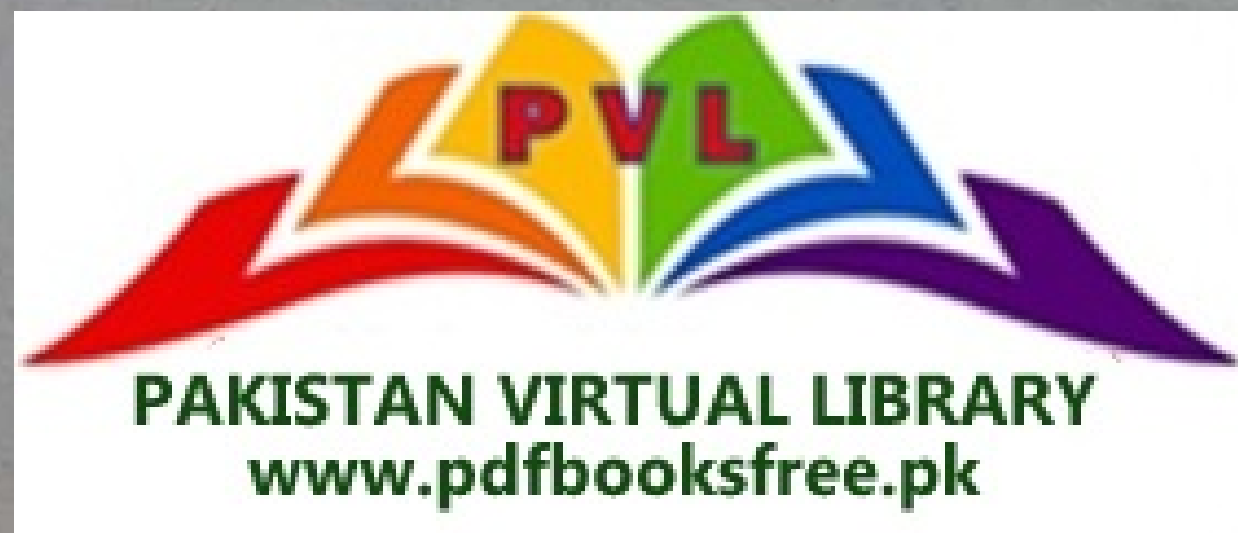
قریب ایک ٹیلے کے غار میں قبر میں بند پڑی تھی۔ اس کی کھوپڑی
میں گہرا شگاف تھا۔ اور یہ شگاف مقتول کی بدروح کے آسیب
نے کیٹی کے سر پر تلوار مار کر ڈالا تھا۔ اور اس کے بعد آسیب
نے اسے ٹیلے کی غار کے اندر ایک جگہ زمین میں دفن کر کے
اوپر پتھروں کی قبر بنا دی تھی۔ تاکہ لوگ یہ سمجھیں کہ یہ کوئی
پرانی قبر ہے اور اسے کوئی کھود کر کیٹی کی لاش بھی باہر
نہ نکال سکے۔ آسیب اس بات سے بے خبر تھا کہ ایک خاص وقت
گزر جانے کے بعد کیٹی کی کھوپڑی کا زخم خود بخود مل جائیگا
اور وہ پھر سے زندہ ہو جائے گی اور کوشش کر کے قبر
سے باہر نکل آئے گی۔ لیکن کچھ دنوں کے بعد جب کیٹی کی
کھوپڑی کا زخم مل گیا اور وہ پھر سے ہوش میں آگئی تو اس
نے اپنے آپ کو ایک بند اندھیری قبر میں پایا۔ پریشانی کے
کے عالم میں اس نے اپنے اوپر پڑی ہوئی مٹی اور پتھر ہٹانے
کی بہت کوشش کی۔ مگر اس پر جو ملبہ اور پتھر پڑے تھے
وہ اس قدر وزنی تھے کہ کیٹی انہیں ہٹا کر قبر سے باہر نکل
سکی۔ وہ قبر کے اندر ہی پڑی رہی اور دل میں اپنے جن دوست
کو یاد کرنے لگی کہ وہ اس کی مدد کو آئے۔ مگر جن دوست نے بھی
اس کی کوئی خبر نہ لی۔ اب کیٹی قسمت کے بھروسے وہاں لیٹی
رہی کہ شاید کبھی اسے قبر کے باہر کسی کے قدموں کی آہٹ سنائی
دے اور شور مچائے اور پھر لوگ اسے قبر سے باہر نکالیں۔
مگر اس ویران غار میں کون آتا تھا؟

عنبر کا قافلہ بہت دیر کے بعد عراق پہنچا۔ اس کی وجہ یہ تھی۔
کہ راستے میں کئی بار صحرائی طوفان آئے۔ جس کے باعث قافلے کو
کئی کئی روز راہ میں رکنا پڑ گیا۔ یہ قافلہ بہت دنوں کے سفر کے
بعد عراق کے شہر موصل پہنچا۔ عنبر کو اپنے ساتھیوں ناگ ماریا اور
کیٹی کی تلاش تھی۔ کارواں سرائے سے نکلتے ہی اس نے ایک
گہرا سانس کھینچ کر فضا میں ماریا یا کیٹی اور ناگ کی بُو سونگھنے کی کوشش
کی۔ مگر اسے یہاں کسی کی خوشبو نہ آئی۔ اس نے سوچا ہو سکتا ہے
یہاں اسے اپنے ساتھیوں کا کوئی سراغ ہی مل جائے۔ کچھ روز
عنبر نے موصل کے شہر میں گھوم پھر کر ناگ ماریا کیٹی کی تلاش
میں گزارے۔ مگر اسے کہیں سے بھی اپنے بچھڑے ہوئے
دوستوں کا کوئی سراغ نہ مل سکا۔

اب اس نے بغداد شہر جانے کی تیاریاں شروع کر دیں۔
بغداد عراق کا سب سے بڑا شہر اور دارالحکومت تھا۔ عنبر کا
خیال تھا کہ ہو سکتا ہے ناگ ماریا یا کیٹی میں سے کسی ایک سے
بغداد میں ملاقات ہو جائے۔ عنبر ایک قافلے میں شریک
ہو گیا اور راستے میں پہلی بار اسے احساس ہوا کہ وہ دو سو
سال تاریخ میں پیچھے کی طرف نکل گیا ہے۔ کیونکہ اس قافلے

میں اسے ایسے لوگ ملے جو یونانی تھے اور ان کی زبانی
معلوم ہوا کہ بغداد پر یونانیوں کا قبضہ ہے۔ اس کا مطلب
یہ تھا کہ عنبر رومن دور سے نکل کر پیچھے کی طرف یونانی عہد
میں داخل ہو گیا تھا۔ یہ وہی زمانہ تھا۔ جس زمانے میں بغداد
میں ماریا اور ناگ نے حکیم نابینا کے مکان میں کچھ دن گذارے
تھے اور اب ملک مصر کی طرف جا رہے تھے۔

عنبر کا لباس مصری تھا اور اس نے بغداد پہنچ کر دیکھا
کہ وہاں مصر کے کئی لوگ اپنے مصری لباس میں چل پھر رہے
تھے۔ یونانی بغداد میں کثرت کے تھے اور وہ حاکم ہونے کی وجہ
سے بڑے غرور کے ساتھ بازاروں میں چل پھر رہے تھے۔
عراق پہلے ایرانیوں کے قبضے میں تھا۔ لیکن کچھ سال ہوئے
اسے سکندر نے فتح کر لیا تھا۔ عراق پر سکندر کا ایک گورنر
حکومت کرتا تھا۔ جس نے بغداد موصل اور دوسرے شہروں
میں اپنے گورنر مقرر کر رکھے تھے۔ عنبر نے شروع شروع
میں بغداد شہر کے گلی کوچوں اور باغوں، پارکوں اور کشادہ
بازاروں میں کافی گھوم پھر کر ناگ ماریا کو تلاش کیا۔ مگر
وہ ان میں سے کسی ایک کو پانے میں کامیاب نہ ہو سکا۔

عنبر اسی ادھیڑ بن میں تھا کہ وہ بغداد سے کسی ملک
کا، کسی شہر کا رخ کرے۔ ایک رات وہ شہر سے باہر

دریائے دجلہ کے کنارے ٹھنڈی ہوا میں بیٹھا ناگ اور ماریا
کے بارے میں سوچ رہا تھا۔ موسم بڑا خوشگوار تھا۔ اگرچہ
رات کافی گذر چکی تھی۔ مگر شہر کی فصیل پر یونانیوں نے
اپنے ملک کے رواج کے مطابق نگرانی کرنے والی برجیوں کے
اوپر مشعلیں روشن کر رکھی تھیں۔ جن کا عکس دریا میں بڑا خوبصورت
لگ رہا تھا۔

عنبر کے پاس پیسے بھی ختم ہو چکے تھے۔ اسے کبھی کبھی
نئے کپڑے خریدنے اور پھر قافلے کے ساتھ سفر کرتے وقت
کرایہ ادا کرنے کی ضرورت پڑ جاتی تھی۔ کھانے پینے کی اسے
کوئی حاجت تو تھی ہی نہیں۔ وہ یہ بھی سوچ رہا تھا۔ کہ
کہیں سے محنت مزدوری کر کے کچھ رقم حاصل کرے تاکہ بغداد
سے کسی دوسرے شہر کو جانے کے لئے اس کے پاس کرایہ جمع
ہو جائے۔ وہ دریا کنارے کی نرم نرم گھاس پر لیٹا ستاروں
کو تک رہا تھا۔ وہ اپنے خیالوں میں کچھ ایسا گم ہوا کہ اسے
خبر ہی نہ ہوئی کہ رات آدھی سے زیادہ گذر گئی ہے اور
اب شہر کے دروازے بند ہو گئے ہوں گے۔ اس
زمانے میں آدھی رات کے بعد شہروں کے دروازے
بند کر دیئے جاتے تھے۔ اور خاص طور پر بغداد شہر
میں پھر صبح ہونے سے پہلے کوئی داخل نہیں ہو سکتا

تھا۔

عنبر اٹھ بیٹھا۔ اس نے زور سے دیکھا کہ شہر کے دروازوں سے اوپر جو مشعلیں روشن تھیں وہ بجھ چکی تھیں۔ اس نے سوچا کہ چلو آج کی رات دریا کنارے سیر کرتے ہی گذارتے ہیں۔ صبح ہو گی تو پھر شہر میں چلے چلیں گے۔ اسے شہر میں جانے کی اتنی جلدی بھی نہیں تھی۔ وہ اٹھ کر دریا کنارے ٹہلنے لگا۔ ٹہلتے ٹہلتے وہ جنوب کی طرف دریا کے بہاؤ کے رخ پر کافی دور نکل گیا۔ شہر کی فصیل بہت پیچھے رہ گئی تھی۔ یہاں اونچی اونچی کافی گھنی جھاڑیاں دریا کے ساتھ ساتھ اگی ہوئی تھیں۔

ایک طرف صحرا میں کھجوروں کے درخت قطار میں دور تک چلے گئے تھے۔ تھوڑی دیر میں آسمان پر چاند نکل آیا۔ اور صحرا میں ہلکی ہلکی روشنی پھیل گئی۔ دریا کا پانی دھندلا نظر آنے لگا تھا۔ ایک پر اسرار سی چاندنی نے ہر شے کو اپنی چادر میں لپیٹ لیا تھا۔

عنبر کے ارد گرد دریائی جھاڑیاں کافی گھنی اور اونچی تھیں۔ وہ ان میں سے گذر رہا تھا کہ اسے آدمیوں کے باتیں کرنے کی آواز سنائی دی۔ ان کا وقت ہوتا تو عنبر کبھی اس طرف دھیان نہ دیتا۔ مگر وہ حیران ہوا کہ آدھی رات کو اس ویران

جگہ پر کون باتیں کر رہا ہے۔ وہ دبے پاؤں چلتا آواز کے رخ پر جھاڑی سے باہر آیا تو اس نے دیکھا کہ بائیں طرف ایک گھنی جھاڑی کے پیچھے تین انسانوں کے سائے بیٹھے ہیں۔ چونکہ ان آدمیوں کو یقین تھا کہ اس ویرانے میں ان کی باتیں کوئی نہیں سن رہا اس لئے وہ کھل کر باتیں کر رہے تھے۔

ایک کہہ رہا تھا۔

"ہمارے تینوں ساتھی اس بڈھے حکیم کی حویلی سے غائب ہیں۔ ضرور اس نے ہمارے ساتھیوں کو قتل کر کے دبا دیا ہے۔"

دوسرے نے کہا۔

"اگر ہمارے ساتھی زندہ ہوتے تو وہ ضرور ہمارے پاس واپس آجاتے۔"

تیسرا بولا۔

ضرور اس بڈھے نے انہیں کسی کے ساتھ مل کر قتل کروا دیا ہے۔ ہمیں اس بڈھے سے سونا بنانے کا نسخہ بھی لینا ہوگا۔ اور اس سے اپنے ساتھیوں کا انتقام بھی لینا ہے۔

اب آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ یہ تینوں ڈاکو ان تین ڈاکوؤں کے ساتھی تھے جو ایک رات حکیم نابینا کے مکان پر اس سے

سونا بنانے کا نسخہ ہتھیانے گئے تھے اور جنہیں ناگ نے ڈس
کر ختم کر دیا تھا۔ کیونکہ انہوں نے لیلیٰ اور حکیم نابینا کو قتل کرنے
کی کوشش کی تھی۔ اب یہ اپنے ساتھیوں کا بدلہ لینے اور بوڑھے
حکیم نابینا سے سونا بنانے کا نسخہ زبردستی حاصل کرتے اس کے
مکان پر ڈاکہ مارنے والے تھے۔

عنبر کسی حکیم نابینا کو نہیں جانتا تھا۔ وہ اتنا ہی سمجھ سکا کہ
یہ ڈاکو قاتل قسم کے لوگ ہیں اور کسی بڈھے حکیم نے سونا
بنانے کا نسخہ تیار کر لیا ہے۔ اب یہ اس سے وہ نسخہ ہتھیانے
جا رہے ہیں۔ اور ان کے تین ساتھی پہلے بھی اس مہم پر
گئے تھے۔ جو واپس نہیں آئے۔ یہ سمجھ رہے ہیں کہ انہیں
بڈھے حکیم نے قتل کروا دیا ہے۔ اب یہ اپنے ساتھیوں کا
بدلہ لینے کے لئے اس بوڑھے حکیم کو بھی موت کے گھاٹ
اتار دینا چاہتے ہیں۔ عنبر نے ابھی تک ان کی مہم میں کوئی
دلچسپی نہیں لی تھی۔ اور ان کی باتیں یونہی سن رہا تھا کہ ایک
ڈاکو کہنے لگا۔

"سنا ہے اس بوڑھے کی کوئی جوان بیٹی بھی ہے؟"

دوسرا بولا: "ہاں۔ میری اطلاع کے مطابق اس لڑکی کا نام
لیلیٰ ہے۔ وہ بڑی خوبصورت ہے۔"

پہلا ڈاکو کہنے لگا۔

"ہم اسے اغوا کر کے ساتھ لے آئیں گے۔ موصل یا بصرے
کے امیر اسے خرید لیں گے۔ اگر لڑکی خوبصورت ہے تو ہمیں کافی
دولت مل سکتی ہے۔"

دوسرا ڈاکو کہنے لگا۔ "میں نے سنا ہے کہ لڑکی جوان اور
بہت خوبصورت ہے۔"

"ٹھیک ہے۔ ایک پنتھ دو کاج۔ ہم بڈھے سے سونا
بنانے کا نسخہ چھین کر اس کو قتل بھی کر دیں گے۔ اور
اس کی بیٹی کو اغوا کر کے ساتھ لے آئیں گے۔"

تیسرا ڈاکو بولا۔ "ہمیں آج شام کو شہر میں داخل ہو
جانا چاہیئے تھا۔ اب ہم صبح داخل ہوں گے۔ اور رات
تک انتظار کریں گے۔ کہ اندھیرا ہو تو ڈاکہ ماریں۔"

ایک خوبصورت لڑکی کے اغوا کا سن کر عنبر کا دل ہل
گیا۔ وہ یہ کبھی گوارا نہیں کر سکتا تھا کہ کوئی بدمعاش کسی
معصوم بے گناہ لڑکی کو اغوا کر کے لے جائے۔ عنبر کو
کہ اگر بوڑھے حکیم کے گھر کا پتہ معلوم ہوتا تو وہ پہلے
ہی اس کو جا کر خبردار کر دیتا۔ مگر اتنے بڑے بغداد
شہر میں وہ اس کا گھر کہاں تلاش کر سکتا تھا۔ اس نے سوچا
کہ پھر بھی وہ صبح شہر میں داخل ہوتے ہی لوگوں سے پوچھ

پوچھ کر بوڑھے حکیم کا گھر تلاش کرے گا۔ اور اسے کہے گا کہ وہ اپنی بیٹی کو لے کر کسی دوسرے شہر چلا جائے۔

یہ سوچ کر عنبر واپس مڑا تو اس کا پاؤں جھاڑی میں الجھ گیا اور وہ گر پڑا۔ آواز پیدا ہوئی تو تینوں ڈاکو جھاڑی کے جھٹ سے تلواریں سونت کر باہر نکل آئے۔ انہوں نے جو ایک نوجوان کو زمین پر سے اٹھتے ہوئے دیکھا تو حیران رہ گئے۔ ایک ڈاکو نے کہا۔

"اس نے ہماری ساری باتیں سن لی ہیں۔ اسے قتل کر ڈالو۔"

دوسرا بولا۔ "کون ہو تم؟"

اب عنبر نے ایک چال چلی اور گونگا بن گیا۔ ڈاکو نے کہا۔ یہ گونگا ہے۔ اگر اس نے ہماری سکیم سن بھی لی ہے۔ تب بھی یہ کسی کو کچھ نہ بتا سکے گا۔"

تیسرے ڈاکو نے کہا: ہو سکتا ہے یہ بہانہ بنا رہا ہو۔ میں کہتا ہوں اسے یہیں قتل کر ڈالو"

پہلا ڈاکو کہنے لگا۔ "ذرا ٹھہرو۔ میں نے یہودیوں کی پرانی کتابوں میں پڑھا ہے کہ اگر دیوی ڈیانا کے حضور کسی گونگے آدمی کو قربان کیا جائے تو اس سے بڑی برکت ہوتی ہے اور انسان کو بڑی دولت ملتی ہے۔ کیوں نہ ہم اپنی مہم سے فارغ ہو کر اسے ساتھ یونان لے چلیں اور وہاں اسے

دیوی ڈیانا کے بت کے آگے ذبح کر ڈالیں۔"

دونوں ڈاکو بولے۔ "بڑی اچھی ترکیب ہے۔ مگر اسے ہم اپنے ساتھ ساتھ رکھیں گے؟"

"اس کو ساتھ رکھنا ضروری ہے۔ کیونکہ اگر ہم نے اسے اسی جگہ باندھ کر رکھ دیا تو ممکن ہے صبح کو یہ شور مچادے یا کسی کا ادھر سے گزر ہو اور یہ گونگا نہ ہو اور لوگوں کو سب کچھ بتا کر ہمیں پکڑوا دے۔"

"تو پھر اس کے ہاتھ پیچھے باندھو اور ایک طرف ڈال دو صبح اسے ساتھ لے کر شہر میں داخل ہوں گے۔"

ایک ڈاکو نے کہا: "اگر راستے میں کسی سپاہی کو دیکھ کر اس نے شور مچا دیا تو کیا ہو گا۔"

"ہم اسی وقت اس کی گردن اڑا دیں گے چلو۔ اس بدبخت کے ہاتھ باندھ کر یہاں ڈال دو۔"

عنبر یہی چاہتا تھا کہ ان ڈاکوؤں کے ساتھ رہے اور ان کے ساتھ ہی حکیم نابینا کے گھر پہنچ کر اس کی بیٹی کو اغوا ہونے سے بچالے۔ چنانچہ وہ احمق گونگوں کی طرح ڈاکوؤں کی طرح ڈاکوؤں کو دیکھ کر مسکراتا رہا۔ جیسے اس نے کچھ نہ سنا ہو۔ ڈاکوؤں نے پہلے عنبر کے منہ پر کپڑا باندھا۔ پھر اس کے

ہاتھ پیچھے کر کے رسی سے کس کر باندھ دیئے اور
اپنے قریب ہی گھاس پر بٹھا دیا۔ عنبر سر جھکا
کر خاموش بیٹھ گیا۔ وہ اپنے آپ کو نیم دیوانہ
گونگا ظاہر کر رہا تھا۔ کبھی ان کی طرف دیکھ کر مسکرانے
لگتا۔ کبھی ایک دم سر نیچے کر کے اپنے آپ ہی منہ
سے اوں اوں کی آواز نکالنے لگتا۔ ایک ڈاکو نے
اس کے منہ پر مکا مار کر کہا۔

"بد بخت! خاموش رہ۔ اگر پھر آواز نکالی تو
گردن اڑا دوں گا۔"

عنبر کو غصہ تو سخت آیا۔ وہ اس ڈاکو کی کھوپڑی
پاش پاش کر دینا چاہتا تھا۔ مگر اس لڑکی کی خاطر
خاموش رہا اور غصہ پی گیا جس کو یہ ڈاکو اغوا کرنا
چاہتے تھے۔ عنبر ان تینوں ڈاکوؤں کو اسی وقت
بھی ختم کر سکتا تھا وہ چاہتا تھا کہ انہیں یونانی پولیس
کے حوالے کروا دے۔ تاکہ اگر اس کے کوئی اور بھی
ساتھی ہوں تو انہیں ان کے انجام سے عبرت
ہو۔ اس لئے کہ اس زمانے میں یونانی حکومت
نے چوری اور اغوا اور قتل کی نیت سے کسی کے
گھر داخل ہونے کی سزا سولی رکھی ہوئی تھی۔ یونانیوں

کی سولی بڑی خوفناک تھی۔ وہ مجرم کے سینے میں
لوہے کی ایک نوکیلی میخ ٹھونک کر شہر کے چوک
میں تڑپ تڑپ کر مرنے کے لئے پھینک دیتے تھے
اور اس کی لاش کو وہاں سے اس وقت تک نہیں اٹھایا
جاتا تھا۔ جب تک کہ اس کا گوشت گدھ نوچ کر ہڑپ
نہیں کر جاتے تھے۔

عنبر نے یہی سوچ رکھا تھا کہ جب ڈاکو لیلیٰ کو اغوا
کرنے اور اس کے بوڑھے باپ کو ہلاک کرنے لگیں گے تو
وہ انہیں وہیں قابو کر لے گا اور پھر قانون کے حوالے
کر دے گا۔

دوسرے دن ان ڈاکوؤں نے عنبر کو بھی اپنے ساتھ
ایک گھوڑے پر بٹھایا۔ اس کے جسم اور سر پر سیاہ چادر
ڈال دی تاکہ کسی کو یہ پتہ نہ چل سکے کہ اس کے ہاتھ بندھے
ہیں اور منہ بھی بند کیا ہوا ہے۔ مگر عنبر کو شور مچانے
کی ضرورت ہی نہیں تھی وہ تو خود ان کے ساتھ چل رہا
تھا تاکہ لیلیٰ کے گھر پہنچ کر ان ڈاکوؤں کو قانون کے
حوالے کر سکے۔

ڈاکوؤں نے دن کا وقت ایک سرائے میں گزارا۔
آدھی رات کے بعد جب چاروں طرف خاموشی اور

اندھیرا چھا گیا تو ڈاکوؤں نے اپنے خنجر نکال کر
پتھر پر رگڑ رگڑ کر تیز کیے اور سرائے سے جانے لگے۔
تو ایک ڈاکو نے کہا۔
"اس مصیبت کو یہیں سرائے کی کوٹھڑی میں چھوڑ
جاتے ہیں۔ اسے کہاں ساتھ لے کر چلیں گے۔"
دوسرا ڈاکو کہنے لگا۔ "تمہارا خیال ٹھیک ہے۔ مگر اس کو
چارپائی کے ساتھ کس کر باندھ دو تاکہ یہ اپنی جگہ سے
ذرا سا بھی نہ ہل سکے۔"
تینوں ڈاکوؤں نے عنبر کو چارپائی پر لٹا کر اس کے ہاتھ
پاؤں خوب کس کر باندھ دیئے اور کوٹھڑی کو باہر سے
تالا لگا کر گھوڑوں کو سرائے میں ہی چھوڑ کر بغداد کے
گلی کوچوں کی طرف چل پڑے۔ یہ بڑا نازک وقت تھا۔ عنبر
بہت جلد ان کا پیچھا شروع کرنا چاہتا تھا۔ ان کے جاتے
ہی عنبر نے ایک ہی جھٹکے میں رسیاں توڑ کر خود کو
آزاد کرا لیا۔ دروازے کے سوراخ میں سے باہر جھانکا
تینوں ڈاکو اسے دور ایک گلی کی طرف جاتے دکھائی
دیئے۔
عنبر نے دروازے کو زور لگا کر ایک طرف سے
اکھاڑ ڈالا اور کوٹھڑی سے باہر نکل کر تینوں ڈاکوؤں

کا پیچھا کرنا شروع کر دیا۔ وہ ان سے چند قدموں
کے فاصلے پر پیچھے پیچھے چھپ کر چلا جا رہا تھا۔
عنبر کو یہ خیال بھی آیا کہ وہ ابھی کسی یونانی سپاہی
کو جا کر خبردار کر دے اور ڈاکوؤں کو پکڑوا دے۔ مگر
ابھی انہوں نے کوئی جرم نہیں کیا تھا۔ قانون انہیں
شک کی بنا پر کوئی سزا نہیں دے سکتا تھا۔ ضروری تھا
کہ وہ جرم کریں یا جرم کرنے والے ہوں کہ عنبر انہیں
پکڑے اور ایک عینی گواہ یعنی بیلی بھی ہو۔ پھر ان
ڈاکوؤں کو سنگین سزا مل سکتی تھی۔
تینوں ڈاکو ایک تنگ و تاریک گلی میں داخل ہو گئے۔
یہ حکیم نابینا کے مکان سے واقف تھے۔ گلی میں سے دو یونانی
سپاہی سامنے سے آتے نظر آئے۔ آدھی گلی میں چاندنی تھی۔
اس چاندنی میں یونانی سپاہیوں کا زرہ بکتر چمک رہا تھا۔
ڈاکو ایک دم سے دیوار کی اوٹ میں چھپ گئے۔ عنبر
بھی چھپ گیا۔ رات کو شہر میں چل پھر کر پہرہ دینے
والے یونانی سپاہی آگے نکل گئے تو ڈاکو بھی دیوار کی
اوٹ سے باہر نکل آئے اور ایک مکان کے عقب میں
آکر اوپر کمند پھینکی اور اس کی مدد سے باری باری مکان
کی چھت پر چڑھ گئے۔ کمند یعنی رسی انہوں نے وہیں لٹکتی

رہنے دی تاکہ واپس اسی کی مدد سے نیچے اتر سکیں۔

تھوڑا سا وقفہ ڈال کر عنبر بھی اسی رسی کی مدد سے مکان کی چھت پر چڑھ گیا۔ یہ مکان حکیم نابینا کا مکان تھا۔ جس کی دوسری منزل میں وہ اور اس کی بیٹی لیلیٰ گہری نیند سو رہے تھے۔ چھت سے جو سیڑھی نیچے جاتی تھی۔ اس کی اندر سے لگی ہوئی تانبے کی چٹخنی توڑ کر تینوں ڈاکو نچلی منزل میں پہنچ کر لیلیٰ اور اس کے نابینا باپ کو قابو کر چکے تھے۔ عنبر ابھی سیڑھیوں میں ہی تھا کہ اسے لیلیٰ کی چیخ کی آواز سنائی دی۔ وہ دو تین چھلانگیں لگا کر نچلی منزل میں پہنچ گیا۔

وہاں دیا روشن تھا۔ ڈاکوؤں نے لیلیٰ اور اس کے نابینا باپ کو دبوچ کر ان کی گردنوں پر خنجر رکھے ہوئے تھے انہوں نے جب اس نوجوان کو دیکھا جیسے وہ گونگا بہرہ سمجھ کر پیچھے رسیوں سے باندھ کر کوٹھڑی میں چھوڑ آئے تھے تو ششدر رہ گئے۔ ایک ڈاکو نے چلا کر کہا۔

"اسے پہلے ختم کرو۔ یہ نہتا ہے۔"

عنبر واقعی نہتا تھا۔ اس کے پاس قلم تراشنے والا چاقو بھی نہیں تھا۔ مگر اس کے اندر کتنی طاقت تھی؟ اس کا اندازہ ابھی ان ڈاکوؤں کو نہیں تھا۔ عنبر نے

ڈاکوؤں کو ایک موقع دیا اور کہا۔

"ٹھہرو ــــ میں گونگا نہیں ہوں۔ میں نے سب کچھ سن لیا ہوا ہے کہ تم لوگ یہاں کس نیت سے آئے ہو۔ میں تمہیں آخری بار خبردار کرتا ہوں کہ برے ارادے سے باز آؤ اور ان لوگوں کو چھوڑ کر چلے جاؤ۔ نہیں تو تمہارا انجام بڑا عبرت ناک ہوگا۔"

لیلیٰ بے چاری رونے لگی تھی۔ اس کے باپ نے کہا۔

"تم لوگ کیا چاہتے ہو؟"

ایک ڈاکو نے کہا۔ "ہم تم سے سونا کرنے کا نسخہ اور اپنے تین ساتھیوں کا بدلہ لینے آئے ہیں جن کو تم نے قتل کر ڈالا۔"

دوسرا ڈاکو بولا۔ "ارے پہلے اس بدبخت کو تو ختم کرو۔ یہ شور مچا دے گا۔"

جو ڈاکو خالی تھا وہ اچھل کر عنبر کی طرف آیا اور اپنا خنجر اس کے کندھے پر مارا۔ ایسی آواز آئی جیسے خنجر کسی پتھر پر لگا ہو۔

"اس نے اندر لوہے کی صدری نہیں رکھی ہے۔"

دوسرے ڈاکو نے کہا اور خود آگے بڑھ کر عنبر کے

سر پہ جو لگا تھا خنجر کا وار کر دیا۔ عنبر کے سر پہ خنجر
لگا تو ایک بار پھر وہی آواز آئی اور خنجر دو
ٹکڑے ہو گیا۔ عنبر نے دونوں ڈاکوؤں کو گردنوں
سے پکڑ کر زور سے آپس میں ٹکرا دیا۔ ان کے سر
ایک دوسرے سے ٹکرائے اور وہ چکرا کر گر پڑے۔

تیسرے ڈاکو نے لیلیٰ کو دبوچ لیا اور اس کی
گردن پہ خنجر کی نوک رکھ کر گرجا۔ "میں اس
کی گردن کاٹ دوں گا۔ خبردار۔
میری طرف کوئی نہ بڑھے۔"

حکیم نابینا بولا۔ "یہ کیا ہو رہا ہے؛ میں کچھ
نہیں دیکھ سکتا۔
بیٹی لیلیٰ تم کہاں ہو؟"

لیلیٰ نے گھٹتی ہوئی آواز میں صرف اتنا کہا۔
"بابا جان! کوئی آدمی ہمیں ان ڈاکوؤں سے بچانے
کی کوشش ——"

وہ آگے نہ کہہ سکی۔ ڈاکو نے اس کی گردن میں خنجر
کی نوک چبھوئی اور کہا۔
خاموش —— آواز مت نکالنا۔"

حکیم نابینا نے کہا۔ "مجھ سے سونا بنانے کا نسخہ لے

لو اور میری بیٹی کو چھوڑ دو۔"

مگر اس وقت جب دونوں ڈاکو کھوپڑیوں کی کاری
ضرب کی وجہ سے بے ہوش پڑے تھے۔ تیسرے
ڈاکو کو اپنی جان کی فکر تھی۔ اسے عنبر کی طاقت کا اندازہ
ہو گیا تھا۔ چنانچہ اس نے لیلیٰ کو اس لئے دبوچ رکھا تھا
کہ اسے ساتھ لے کر اور اپنی جان بچا کر وہاں سے
بھاگ جائے۔ سونے کے نسخے کی اب اسے کوئی پروا
نہیں تھی۔ اسے تو اپنی جان کے لالے پڑ گئے تھے۔
کیونکہ اس کے دونوں ساتھی بے ہوش پڑے تھے۔ یا
مر چکے تھے۔ اس نے دانت پیس کر کہا۔

"میرے راستے میں جو کوئی آیا میں اس لڑکی کی
گردن خنجر سے اتار دوں گا۔"

عنبر ایک طرف ہو گیا۔ حکیم نابینا نے بازو پھیلا دیئے
اور بولا۔

"بیٹی لیلیٰ تم کہاں ہو۔ تم ٹھیک ہو کیا؟"

لیلیٰ نے سسکیاں بھرتے ہوئے کہا۔
بابا جان — بابا جان —"

اس سے آگے وہ کچھ نہ کہہ سکی۔ کیونکہ ڈاکو نے اس کی
گردن میں ایک بار پھر خنجر کی نوک چبھو دی تھی۔ عنبر کو

بڑی احتیاط سے کام لینے کی ضرورت تھی۔ اس نے ڈاکو سے کہا۔

"اگر تم اس لڑکی کو چھوڑ دو تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہیں قانون کے حوالے نہیں کروں گا۔"

ڈاکو نے عنبر کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھا اور کہا۔

"میرے راستے میں آئے تو یہ لڑکی زندہ نہیں بچے گی"

جب یہ حربہ بھی ناکام ہو گیا تو عنبر کو خطرہ ہوا کہ یہ وحشی ڈاکو سچ مچ ہی لیلیٰ کو قتل کر کے فرار نہ ہو جائے۔ عنبر نے کہا۔

"ٹھیک ہے تم اس لڑکی کو لے جا سکتے ہو۔ میں تمہارے پیچھے نہیں آؤں گا۔"

حکیم نابینا نے اونچی آواز میں کہا۔

"تم کون ہوتے ہو یہ بات کہنے والے؟ لیلیٰ میری بیٹی ہے۔ میں اس کو بچانے کے لئے اپنی جان بھی قربان کر دوں گا۔"

بے چارہ بوڑھا اپنی بیٹی کو بچانے کے لئے اٹھا اور ایک ستون سے ٹکرا کر گرنے ہی لگا تھا کہ عنبر نے اسے سنبھال لیا اور آہستہ سے کہا۔

"بابا! میں لیلیٰ کو بچا لوں گا۔ تم خاموش رہو۔"

ڈاکو اس وقت لیلیٰ کو لے کر پہلی منزل کو جانے والی سیڑھی اتر رہا تھا۔ وہ اندھیرے میں تھا۔ عنبر بڑی تیزی سے اوپر چھت کو بھاگا اور کمند کی مدد سے مکان کے پیچھے عقب میں اندھیری گلی میں اتر آیا۔ وہ چیتے کی طرح رینگتا ہوا حکیم نابینا کے مکان کے دروازے کے قریب اندھیرے میں کھڑا ہو کر ڈاکو کے باہر آنے کا انتظار کرنے لگا۔

دروازہ کھلا اور ڈاکو لیلیٰ کو پکڑے باہر نکلا۔ اس خیال ہے کہ اپنی جان بچا کر مکان سے آ گیا ہے۔ ڈاکو نے لیلیٰ کی گردن پر سے خنجر ہٹا لیا تھا اور اب اس کے منہ پر ہاتھ رکھے اسے گھسیٹے لئے جا رہا تھا کہ وہ کوئی آواز نہ نکال سکے۔

عنبر اسی لمحے کا انتظار کر رہا تھا۔ جونہی ڈاکو کی پیٹھ اس کی طرف ہوئی۔ اس نے خونخوار چیتے کی طرح ڈاکو پر ایسی زبردست چھلانگ لگائی کہ اسے ساتھ لے کر دھڑام سے گلی کے فرش پر گر پڑا۔

لیلیٰ چیخ مار کر اپنے مکان میں بھاگ گئی۔ ڈاکو نے خنجر عنبر کی پسلیوں پر مارا۔ عنبر نے ڈاکو کا دوسرا ہاتھ پکڑ لیا اور بڑے آرام سے کہا۔

"کیوں اپنا خنجر ٹھنڈا کر رہے ہو۔ تم تو پہلے دیکھ چکے
ہو کہ مجھ پر خنجر اثر نہیں کرتا۔"

اس کے ساتھ ہی عنبر نے حیرت زدہ ڈاکو کو گردن
سے پکڑ کر مکان کی ڈیوڑھی میں دھکا دیا۔ وہ
ڈیوڑھی میں جا کر گرا۔ عنبر نے اسے وہاں سے پکڑ کر
چوہے کی طرح اٹھایا اور دوسری منزل میں اس کے
باقی دونوں بے ہوش ساتھیوں کے ساتھ لا کر ڈال دیا۔
اور اس کی مشکیں کس دیں اور لیلیٰ کے باپ سے کہا۔

"میں نے تینوں ڈاکوؤں کو پکڑ لیا ہے۔ اب میں چاہتا
ہوں کہ انہیں سپاہیوں کے حوالے کر دوں"

لیلیٰ اپنے بابا جان کے پاس سہمی ہوئی بیٹھی تھی۔ عنبر
نے اسے حوصلہ دیا۔ حکیم نابینا نے پوچھا۔ "بیٹا تم کون ہو
اور یہاں کیسے رحمت کا فرشتہ بن کر آگئے؟"

عنبر نے کہا۔ "میں ایک مسافر ہوں۔ میرا نام عنبر ہے
میں نے اتفاق سے ان تینوں ڈاکوؤں کی باتیں سن لی تھیں
پھر میں ان تینوں ڈاکوؤں کی باتیں سن لی تھیں۔ پھر
میں ان کے پیچھے پیچھے چل پڑا کہ آپ لوگوں کی جانیں بچا
سکوں۔"

حکیم نابینا کہنے لگا۔ "بیٹا! جا کر سپاہیوں کو خبر کر دو کہ ڈاکو

مجھے قتل کرنے، میری بچی کو اغوا کرنے اور میرے مال کو
لوٹنے آئے تھے۔"

عنبر اسی وقت گلی میں نکل گیا اور اپنے ساتھ پہرہ دینے
والے دو یونانی سپاہیوں کو لے آیا۔ لیلیٰ، حکیم نابینا اور
عنبر نے اپنے اپنے بیان دیئے اور سپاہی تینوں ڈاکوؤں
کو پکڑ کر گھوڑوں پر ڈال کر لے گئے۔ حکیم نابینا نے عنبر سے
کہا۔

"بیٹا ہم تمہارا جتنا بھی شکریہ ادا کریں کم ہے۔ اب رات
زیادہ ہو گئی ہے۔ بہتر ہے کہ تم اوپر والی منزل میں جا کر
آرام کرو۔

صبح جہاں جانا ہو گا ناشتہ کر کے چلے جانا۔"

عنبر اوپر والی منزل میں چلا گیا۔

صبح عنبر حکیم نابینا سے اجازت لے کر شہر میں نکل گیا
اس نے ہر گلی کوچے میں سے گزرتے ہوئے ناگ ماریا کٹی
کی بو لینے کی کوشش کی مگر ان میں سے کسی کی بو وہاں نہیں
تھی۔ دوپہر کو عنبر واپس آ گیا۔ حکیم نابینا اور لیلیٰ مریضوں
سے فارغ ہو چکے تھے اور کھانے پر عنبر کا انتظار کر رہے
تھے۔ لیلیٰ نے کہا۔

"بھائی عنبر! تم نے صبح ناشتہ بھی نہیں کیا۔ آؤ اب کھانا کھاؤ۔"

حکیم نابینا نے بھی عنبر سے ناراضی کا اظہار کیا کہ وہ
ناشتہ کئے بغیر کیوں چلا گیا تھا۔
عنبر نے کہا، معافی چاہتا ہوں بابا۔ اب بھوک لگی
ہے۔ آپ کے ساتھ کھاؤں گا۔"
عنبر کو بھوک وغیرہ کچھ بھی نہیں لگی ہوتی تھی مگر وہ
ان پر اپنا آپ ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا اس لئے ان کے
ساتھ کھانا کھانے لگ گیا۔ عنبر نے باتوں ہی باتوں میں
حکیم نابینا سے پوچھا کہ انہیں سونا بنانے کا نسخہ تیار
کرنے کی کیا ضرورت تھی؟
کیا آپ کو دولت کی بہت خواہش ہے؟"
حکیم نابینا مسکرایا۔ کہنے لگا۔
"بیٹا۔ میں نے دولت حاصل کرنے کے لئے سونا
بنانے کا نسخہ بنایا ہوتا تو تم اس وقت مجھے ایک
شاندار محل میں دیکھتے۔ مگر تم دیکھ رہے ہو کہ میں
ایک معمولی سے مکان میں مریضوں کو دوائیں بیچ
کر گذارہ کر رہا ہوں۔"
تو پھر سونا بنانے کا نسخہ کس لئے تیار کیا؟" عنبر
نے پوچھا۔
حکیم نابینا کہنے لگا۔ "یہ ایک حکمت اور علم کیمیا کے

اصول کی بات تھی۔ یہ ایک حساب کا سوال تھا
جو میں حل کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ میں نے
اسے حل کر لیا اور ایک ایسا نسخہ بنانے میں
کامیاب ہو گیا جو سونا بنا سکتا ہے اس سے
زیادہ مجھے کچھ نہیں چاہیئے۔"
عنبر کھانا بھی کھا رہا تھا اور باتیں بھی کئے جا
رہا تھا۔ ییلیٰ خاموشی سے کھانا کھاتے ہوئے دونوں
کی باتیں سن رہی تھی۔ عنبر نے کہا۔
"لیکن اب جبکہ لوگوں کو اور خاص طور پر جرائم پیشہ
لوگوں میں یہ بات پھیل گئی ہے کہ آپ کے پاس سونے
کا نسخہ ہے تو آپ دونوں کی زندگی ہر وقت خطرے
میں رہے گی۔ اس کا بھی کوئی علاج سوچا ہے۔ آپ نے؟"
حکیم نابینا خاموش رہا۔ عنبر بولا۔
"یا تو آپ بہت سا سونا بنائیں اور اسے بیچ کر شاندار
محل میں زندگی بسر کریں۔ سپاہی آپ کے محل کے باہر پہرہ
دے رہے ہوں۔ اور یا پھر اس نسخے کو ضائع کر
دیں۔ یہ تو خواہ مخواہ آپ کے لئے مصیبت بن گئی
ہے۔ ہر چوتھے روز ڈاکو آجایا کریں گے۔
ییلیٰ بولی۔

میں بھی بابا جان سے یہی کہتی ہوں کہ اس
مصیبت سے جان چھڑائیں۔ مگر یہ نہیں مانتے"
عنبر نے پوچھا۔
اس سے پہلے جو ڈاکو آئے تھے وہ کون تھے؟
کیا آپ نے انہیں قتل کر دیا تھا"
حکیم نابینا بولا۔
"نہیں۔ میں نے انہیں قتل نہیں کیا تھا۔"
"تو پھر یہ اس کے ساتھی آپ سے کس بات کا بدلہ لینے
آئے تھے۔ وہ تو کہہ رہے تھے کہ آپ نے ان کے ساتھیوں
کو ہلاک کیا ہے اور ان کی لاشیں بھی انہیں نہیں مل سکیں
آخر وہ کہاں چلے گئے"
حکیم نابینا کہنے لگا۔
"عنبر بیٹا! وہ ڈاکو یہاں ضرور آئے تھے انہوں نے
میری بیٹی کو اور مجھے قتل کرنا بھی چاہا تھا اور وہ مارے
بھی گئے تھے۔
"کیا لیلیٰ نے انہیں قتل کیا تھا؟"
"بالکل نہیں۔ میں ایسا کام نہیں کر سکتی" لیلیٰ نے جلدی
سے کہا۔
"تو پھر انہیں زمین کھا گئی کہ آسمان کے اوپر

اٹھا لیا؟"
ناگ نے سوال کیا۔ حکیم نابینا نے پہلے تو عنبر
کو کوئی جواب نہیں دیا۔ پھر بولا۔
"یہ ایک راز ہے بیٹا جو میں تمہیں نہیں بتا سکتا
بس تم یہی سمجھ لو کہ ان ڈاکوؤں کو ہم میں سے
کسی نے ہلاک نہیں کیا۔ وہ اپنی آئی سے مر گئے
اور ان کی لاشوں کو شہر سے باہر زمین میں دبا دیا
گیا۔"
عنبر کو رازوں سے خاص طور پر دلچسپی تھی۔ آج تک
وہ زندگی میں راز ہی حل کرتا رہا تھا۔ کہنے لگا۔
"بابا! آخر وہ کون سا راز ہے جو آپ مجھے نہیں
بتانا چاہتا۔"
حکیم نابینا نے کہا۔ یہ راز اگر میرا ہوتا تو میں تمہیں
بتا دیتا۔ لیکن افسوس یہ راز کسی دوسرے کا ہے۔ اور میں
کسی دوسرے کا راز فاش نہیں کر سکتا"
معمہ اور الجھ گیا تھا۔ عنبر نے کہا۔
"کیا وہ دوسرا آدمی کوئی جن بھوت تھا کوئی جادوگر
تھا۔"
لیلیٰ نے آہستہ سے کہا۔" عنبر بھائی! وہ نہ جن تھا

نہ بھوت تھا۔ نہ جادوگر تھا۔ مگر وہ ان تینوں میں سے
بہت بڑا تھا۔"

عنبر یہی سمجھا کہ وہ آدمی کوئی ان کا پوشیدہ گورو
یا پیرومرشد ہوگا۔ جس کے بارے میں انہیں کچھ کہنے کی
اجازت نہیں ہوگی اس لئے عنبر نے زیادہ پوچھنا اور انہیں
زیادہ مجبور کرنا مناسب نہ خیال کیا اور دوسری بات کرنے
لگا۔ کھانے کے بعد عنبر نے حکیم نابینا کی کچھ دوائیاں اور
جڑی بوٹیاں دیکھیں اور اسے بتایا کہ وہ بھی جڑی بوٹیوں کا
علم جانتا ہے۔ حکیم نابینا بڑا خوش ہوا اور اس سے
دیر تک اس موضوع پر باتیں کرتا رہا۔ عنبر کو چونکہ کچھ رقم
کی ضرورت تھی اس لئے اس نے سوچا کہ شہر میں جاکر
کسی جگہ محنت مزدوری کرکے کچھ پیسے کمائے تاکہ قافلے
کے ساتھ مصر تک جانے کا کرایہ ادا کر سکے۔

وہ شہر میں آگیا۔ شہر کی منڈی میں ایک جگہ مزدور
اناج کی بوریاں چھکڑوں پر لاد رہے تھے۔ عنبر بھی ان
میں شامل ہوگیا اور شام تک بوریاں لادتا رہا۔ اسے اتنے
پیسے مل گئے کہ وہ قافلے کے ساتھ جانے کا کرایہ ادا
کر سکتا تھا۔

چاندی کے چند ایک سکے جیب میں ڈال کر عنبر واپس

حکیم نابینا کے مکان پر آیا تو دیکھا کہ وہ اور لیلیٰ بڑے
کمرے میں بیٹھے مریضہ کو دیکھ رہے ہیں۔ یہ مریض
ایک بھولی سی بچی تھی۔ [illegible] کہ کسی سانپ نے کاٹ لیا تھا
بچی کی حالت بڑی نازک تھی اس کی ماں پاس بیٹھی رو رہی
تھی۔ حکیم نابینا اسے حوصلہ دے رہا تھا مگر کوئی
علاج کامیاب نہیں ہو رہا تھا۔

عنبر نے جاتے ہی پوچھا۔

"کیا بچی کی جان آپ بچا سکتے ہیں؟ کیا آپ کے
پاس اس کے زہر کو ضائع کرنے والی کوئی دوائی
ہے؟"

حکیم نابینا نے کہا: "میں کوشش کر رہا ہوں۔ مگر زہر اپنا
اثر کر چکا ہے۔"

لڑکی کی ماں کا رونا دیکھا نہیں جا رہا تھا۔ عنبر کو بڑا رحم آیا
اس کے حال پر۔ اس نے کہا۔"
اس کا میں علاج کرتا ہوں۔ لڑکی کو ساتھ والی کوٹھڑی
میں لایا جائے۔

حکیم نابینا نے اس کی اجازت دے دی اسکا
خیال تھا کہ عنبر کو جڑی بوٹیوں کی سمجھ ہے۔
شاید کسی جڑی بوٹی سے بچی کا علاج کرے گا۔

بے ہوش لڑکی کو اگے کوٹھڑی میں لا کر ڈال دیا گیا۔
عنبر نے دروازہ بند کر لیا۔ ناگ کی وجہ سے اس میں اتنی
طاقت آ گئی تھی کہ وہ سانپ کو بلا سکتا تھا۔ اس نے آنکھیں
بند کیں اور خاص زبان میں سیٹی بجا کر اس سانپ کو بلایا
جس نے اس لڑکی کو ڈسا تھا۔

لیلیٰ کوٹھڑی کے باہر کھڑی تھی کہ اس نے ایک سبز رنگ
کے سانپ کو دیکھا کہ ڈیوڑھی کی سیڑھیاں چڑھ کر اوپر آ گیا
وہ جلدی سے پرے ہٹ گئی۔ سانپ کوٹھڑی میں داخل
ہو گیا۔ لیلیٰ نے دروازے کے سوراخ میں سے جھانک کر
دیکھا۔ عنبر خاموش بیٹھا تھا اور سانپ لڑکی کے زخم پہ
منہ رکھے اپنا زہر چوس رہا تھا۔

جاسوس سانپ

لیلیٰ نے ایسا منظر کبھی نہیں دیکھا تھا۔
وہ بھاگی بھاگی نیچے گئی اور اپنے بابا کے کان میں
یہ سب کچھ بتا دیا۔ حکیم نابینا سن کر خاموش بیٹھا رہا۔
اس نے لڑکی کی غم زدہ ماں سے کہا۔
"بہن گھبراؤ نہیں۔ تمہاری بچی اچھی ہو جائے گی۔"
غم زدہ ماں اسے دعائیں دینے لگی۔ چند منٹ بعد
عنبر لڑکی کو لے کر نیچے آ گیا۔ لڑکی بالکل ٹھیک ٹھاک
ہو چکی تھی اور اپنے پیروں پر چل کر آ رہی تھی۔ ماں
نے اسے سینے سے لپٹا لیا۔ عنبر نے کہا۔
"بہن اسے گھر لے جا کر گرم دودھ پلانا اور کچھ روز آرام
کرنے دینا۔"
ماں دعائیں دیتی اپنی بیٹی کو لے کر چلی گئی۔
حکیم نابینا نے کہا "تم نے سانپ کے ۔۔ کا کیسے علاج کیا

عنبر بیٹا؟

عنبر نے بے نیازی سے کہا۔ "ایک جڑی بوٹی اتفاق سے میری
جیب میں تھی۔ بس اس سے علاج کیا ہے۔"

حکیم کہنے لگا، "تو اس کے لئے تم کو آگ کو ٹھڑی میں جانے
کی کیا ضرورت تھی؟ کیا تم ہم سب سے کچھ چھپانا چاہتے تھے؟"

عنبر نے چونک کر لیلیٰ کی طرف دیکھا مسکرا رہی تھی
اس نے کہا۔

"عنبر بھیا! جس سانپ نے لڑکی کا زہر چوسا ہے۔
اگر وہ میرے سامنے سے نہ گزرتا تو مجھے یہ
راز کبھی معلوم نہ ہوتا۔"

عنبر کھسیانا ہو کر مسکرایا اور کہنے لگا۔

"در اصل مجھے منگولیا کے صحرا میں ایک سپیرا ملا تھا
یہ گُر اس نے مجھے سکھایا تھا اور تاکید کی تھی کہ
یہ راز ہی رکھوں"

حکیم نابینا ہنستے ہوئے بولا۔

"بیٹا تم نے تو سانپ کو بلوا کر زہر
واپس چوسایا ہے۔ ہم نے تو ایک
ایسے نوجوان کو دیکھا ہے جو خود
سانپ تھا۔"

اور لیلیٰ اور حکیم نابینا دونوں خوب ہنسنے لگے۔ یہ جملہ سن کر عنبر پر گویا
بجلی سی گری وہ دم بخود اور ششدر سا ہو کر رہ گیا۔

کیا — کیا — کیا آپ نے وہ نوجوان دیکھا ہے؟ اس نے جلدی
سے پوچھا۔

حکیم نابینا بولا۔

"دیکھا کیا ہے وہ تو ہمارے اس گھر میں رہا ہے۔ اسی نے ڈاکوؤں
سے ہماری جان بچائی تھی اور اسی نے سانپ بن کر ڈاکوؤں کو ہلاک
کیا تھا۔"

اب کوئی بات راز نہیں رہ گئی تھی۔ عنبر نے بے تاب ہو کر کہا

"کیا اسکا نام ناگ تھا؟"

اب لیلیٰ اور حکیم نابینا کے حیران ہونے کی باری تھی۔ حکیم نے
بے اختیار پوچھا۔

"کیا تم اسے جانتے ہو؟"

عنبر بولا۔

"وہ میرا دوست ہے۔ کیا وہ یہاں آیا تھا؟"

"ہاں — وہ یہاں آیا تھا حکیم نے کہا۔"

عنبر نے پوچھا۔

"آپ کو کیسے پتہ چلا کہ وہ انسان نہیں بلکہ سانپ ہے یہ تو
اس کی زندگی کا سب سے بڑا راز ہے۔ جو اس نے کبھی کسی کو نہیں

بتایا۔

حکیم نابینا نے کہا۔

"اس کے ساتھ ایک لڑکی بھی تھی اس کے علاج کی وجہ سے ناگ کو اپنا آپ ہم پر ظاہر کرنا پڑا"۔

"وہ لڑکی ـــــ کیا اس کے بال سنہری تھے"؟

حکیم نابینا نے جواب دیا۔

"جب وہ یہاں آئی تھی تو اس کا سارا جسم جلا ہوا تھا۔ اس کے سر پر کوئی بال نہیں تھا لیکن جب میں نے اور ناگ نے مل کر اس کا علاج کیا تو اس کے سر پر بال بھی اُگ آئے جو سنہری تھے"۔

عنبر نے کہا۔

"اسکا نام ماریا تو نہیں تھا"؟

لیلیٰ بولی۔

"نہیں اسکا نام عزالہ تھا"۔

حکیم نابینا نے فوراً کہا۔

"لیلیٰ تو اس کا اصل نام معلوم نہیں ہے اس کا نام عزالہ نہیں ماریا تھا۔ [illegible] اور زیادہ اُلجھ گیا۔ اس نے کہا۔

"کیا آپ لوگ میرا مطلب ہے آپ لوگ اسے دیکھ سکتے۔۔ مطلب ہے آپ نے ماریا کو دیکھا تھا؟

حکیم نابینا ہنسنے لگا۔ بولا۔

"اب یہ راز میں لیلیٰ کو بھی بتائے دیتا ہوں۔ عنبر بیٹا! ناگ نے
ے سب کچھ بتا دیا تھا۔ یوں سمجھ لو کہ ماریا کی زندگی کی خاطر اسے
ب کچھ مجھے بتانا پڑ گیا۔ ماریا جب میرے پاس آئی تو وہ غائب نہیں
ی"۔

عنبر نے کہا

"اور جب وہ تندرست ہو گئی تو ـــــ کیا وہ غائب ہو گئی تھی"؟

"نہیں" حکیم نابینا نے کہا۔

"وہ پھر غائب حالت میں واپس نہیں جا سکی۔ وہ بھلی چنگی ہو ئی تھی۔ مگر غائب نہیں تھی۔ لیلیٰ اور ناگ اسے دیکھ سکتے تھے۔ سب اسے دیکھ سکتے تھے"۔

لیلیٰ تعجب سے اپنے بابا جان کی باتیں سُن رہی تھی۔ اسے اب پتا چلا تھا۔ کہ جو خوبصورت لڑکی ماریا اس کے گھر آئی تھی وہ غیبی عورت تھی۔

عنبر کا چہرہ فکر مند ہو گیا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ ماریا اگر عام عورت کی طرح سب کو نظر آنے لگی ہے تو یہ کیوں ہوا اس سے کہیں اس کو کوئی نقصان تو نہیں پہنچے گا۔

حکیم نابینا نے عنبر کو بتایا کہ ناگ بھی ماریا کے نظر آ جانے پر پریشان تھا۔

"اور ناگ نے مجھے یہ بھی بتایا تھا کہ وہ لوگ ہزاروں برسوں

سے زندہ ہیں کہیں ایسا تو نہیں ہو گا کہ ماریا عام عورت کی
طرح اب بوڑھی ہو کر مر جائے گی. مگر میں نے اسے کہا کہ
ایسا نہیں بھی ہو سکتا ہے اور ہو بھی سکتا ہے. بہر حال یہ تو
وقت ہی بتائے گا کہ ماریا بوڑھی ہوتی ہے یا نہیں۔"

عنبر نے ناامید سا ہو کر سر جھکا لیا۔ لیلیٰ کے لیے یہ بات بھی بالکل
نئی تھی۔ کہ ماریا اور ناگ ہزاروں سال سے زندہ ہیں اسے یقین
نہیں آرہا تھا۔ اس نے عنبر سے پوچھا۔

"عنبر بھائی کیا یہ درست ہے کہ تمہارے دوست ماریا اور ناگ
ہزاروں سال سے زندہ ہیں؟ اگر ایسا ہے تو تم ان کے دوست
ہو ـــــ کیا تم بھی ہزاروں سال سے زندہ ہو؟"

عنبر نے چونک کر لیلیٰ کی طرف دیکھا۔ اس نے کوئی جواب نہ
دیا۔ حکیم نابینا کہنے لگا۔

"تم نہ بھی بتاؤ تو ہم اندازہ لگا سکتے ہیں کہ تم بھی ہزاروں برس
سے زندہ ہو۔ یہ ایک ایسی عجیب بات ہے کہ اس پر کوئی یقین
نہیں کرے گا۔ مگر میں یقین کرتا ہوں۔ بہر حال میں تم سے زیادہ
کچھ نہیں پوچھوں گا۔"

عنبر بولا۔

"کیا آپ کو ماریا اور ناگ نے کچھ بتایا کہ وہ یہاں سے
کس طرف جا رہے ہیں؟"

حکیم نابینا نے کہا۔

"وہ ملک مصر کی طرف جا رہے تھے۔ انہوں نے مجھے صرف
اتنا ہی بتایا تھا۔"

عنبر نے پہلے ہی ملک مصر کی طرف جانے کا ارادہ باندھ
رکھا تھا۔ اب اس کا حکیم نابینا کے پاس رہنا بیکار تھا۔ اس
کے پاس پیسے بھی جمع ہو گئے تھے۔ چنانچہ ایک روز عنبر
ایک قافلے کے ساتھ شامل ہو گیا جو ملک مصر کی طرف جا رہا
تھا۔

ناگ اور ماریا پہلے ہی مصر کی طرف روانہ ہو چکے تھے۔ اس
زمانے میں قافلوں کو سفر میں بہت وقت لگ جاتا تھا۔ آج
کل تو ہم لاہور سے گوجرانوالہ اور کراچی سے حیدر آباد ایک
گھنٹے میں پہنچ جاتے ہیں۔ مگر آج سے تین ہزار سال پہلے
ایک قافلہ اتنا فاصلہ تین چار دنوں میں طے کرتا تھا۔ قافلے
صحرا کی دھوپ میں دن کے وقت آرام کرتے تھے۔ اور

رات کو سفر کرتے تھے۔ اگر بادل چھائے ہوں تو وہ دن میں بھی سفر کر لیتے تھے۔

عراق سے مصر تک کافی فاصلہ تھا۔ چنانچہ ناگ اور ماریا ابھی مصر نہیں پہنچے تھے۔ اور ان کا قافلہ راستے ہی میں سفر کر رہا تھا۔ ماریا ایک عام عورت کی شکل میں چادر اوڑھے ایک اونٹ پر بیٹھی تھی۔ ناگ اس کے پیچھے ایک دوسرے اونٹ پر سوار چلا آ رہا تھا۔

ماریا چونکہ غیبی حالت میں نہیں اس لیے اسے دوسرے مسافروں کے ساتھ بھوک بھی لگتی تھی۔ پیاس بھی لگتی تھی۔ اسے رات کو نیند بھی آتی تھی۔ راستے میں اسے دانت کا درد بھی شروع ہو گیا۔ اس سے پہلے اسے کبھی دانت کا درد نہیں ہوا تھا

ماریا درد سے پریشان ہو گئی۔ ناگ نے سالارِ قافلہ سے ایک دوائی لے کر اسے دی۔ جس کو ماریا نے دانت پر لگایا تو اسے کچھ آرام آ گیا۔

یہ صورت حال ماریا کے لیے بڑی پریشان کن تھی۔ اسے یہ بھی خطرہ تھا کہ کہیں وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ وہ بوڑھی ہونا نہ شروع ہو جائے۔ اسی لیے وہ یہی چاہتی تھی کہ جتنی جلدی ہو سکے پھر سے اپنی غیبی حالت میں واپس چلی جائے لیکن اب یہ اس کے اپنے اختیار میں نہیں تھا۔

اہرام مصر کی جانب وہ ناگ کو لے کر اسی لیے جا رہی تھی کہ کہ شاید وہاں دیوی طلالہ سے ملاقات ہو جائے اور وہ ماریا کی کوئی مدد کر سکے اور اسے پھر سے غائب ہونے میں مدد دے سکے۔

پہلے جب ماریا غائب ہوتی تھی۔ تو ناگ کو اس کی کوئی فکر نہیں ہوتی تھی۔ اب ماریا عام لڑکی کی طرح گوشت پوست کی ماریا تھی۔ اور سب کو نظر آ رہی تھی۔ اسی لیے ناگ کو اسکا ہر دم خیال رکھنا پڑتا تھا۔

اس زمانے میں قافلوں پر ڈاکو حملہ کر کے مال اسباب لوٹ کر مردوں کو قتل اور عورتوں کو اغوا کر کے لے جاتے تھے۔ ناگ دل میں سوچ رہا تھا۔ کہ اگر قافلے پر ڈاکوؤں نے حملہ کر دیا۔ تو وہ اپنی جان بچائے گا یا پھر ماریا کی جان بچاتا پھرے گا۔ یہی وجہ ہے کہ دل میں ناگ کافی پریشان تھا۔ مگر سفر خیریت سے گزر گیا۔ اور وہ مصر کے علاقے میں داخل ہو گئے۔

اس زمانے میں مصر پر یونانیوں کا قبضہ تھا۔ اور دارالحکومت تکثر تھا۔ یہاں سے اہرام مصر پچاس میل دور تھے۔ ناگ اور ماریا نے ایک دوسرا اونٹ خریدا۔ اور اہرام مصر کی طرف سفر شروع کر دیا۔

جس وقت ناگ نے مقناطیسی پہاڑ کے غار میں شیش ناگ کو ہلاک کیا تو وہاں سے ایک جاسوس سانپ کسی طرح اپنی جان بچا کر فرار ہونے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ وہ صحراؤں میدانوں اور پہاڑی وادیوں میں کئی روز کا سفر طے کر کے کلیانگ سانپ کے پاس پہنچا اور اسے بتایا کہ ناگ دیوتا نے شیش ناگ کو ہلاک کر ڈالا ہے۔ اور اب وہ ناگ دیوتا بھی ہے اور شیش ناگ بھی بن گیا ہے۔

کلیانگ سانپ شیش ناگ کا مرید تھا۔ اور بڑا جلاد سانپ تھا۔ اس کے دماغ میں اتنی برائی بھری ہوئی تھی۔ کہ وہ کسی جاندار کو دیکھتے ہی ڈس دیتا تھا اور پھر اس کی موت سے لطف اٹھاتا تھا اور اس وقت تک اسی کے پاس بیٹھا رہتا تھا جب تک وہ جان دار یا انسان مر نہیں جاتا تھا۔

کلیانگ سانپ کو جب معلوم ہوا کہ ناگ دیوتا نے اس کے مرشد شیش ناگ کو مار ڈالا ہے۔ تو اس کی آنکھوں سے انتقام کی آگ کی چنگاریاں نکلنے لگیں۔ اب چونکہ ناگ دیوتا کو شیش ناگ کی طاقت بھی مل گئی تھی۔ اس لیے یہ کلیانگ سانپ ناگ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتا تھا۔ لیکن وہ شیش ناگ کی موت کا بدلہ ضرور لینا چاہتا تھا۔ اس نے اپنے جاسوس سانپ سے کہا۔

"میں ناگ دیوتا کو نہیں مار سکتا۔ میں اسے ذرا سا بھی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔ لیکن میں ناگ دیوتا سے بدلہ ضرور لوں گا۔ اور اس کی ایک ہی صورت ہے کہ ناگ دیوتا چونکہ انسانی شکل میں زندگی بسر کر رہا ہے۔ اس لیے اس کے کسی قریبی دوست یا بہن بھائی کو ایسی اذیت پہنچاؤں کہ وہ نہ زندوں میں ہو نہ مُردوں میں اور اس کی جدائی میں ناگ دیوتا ساری زندگی تڑپتا رہے۔ تم میرے خاص جاسوس سانپ ہو۔ تم ابھی جاؤ اور معلوم کرو کہ ناگ دیوتا کس مقام پر ہے اور کیا اس کی کوئی بہن یا بھائی ایسا ہے کہ جس کو میں اپنے شکنجے میں دبوچ کر اس سے شیش ناگ کے قتل کا بدلہ لے لوں۔

جاسوس سانپ نے کہا

"کلیانگ سانپ! مجھے اتنا معلوم ہے۔ کہ ان دنوں ناگ دیوتا اپنی ایک بہن کے ساتھ سفر پر ہیں۔ جس کا نام ماریا ہے۔ مگر وہ نظر نہیں آتی اور اس میں بڑی طاقت ہے"

کلیانگ سانپ بولا۔

"تم اسی وقت یہاں سے جاؤ اور ناگ دیوتا کی بو لے کر پتہ کرو کہ وہ کس جگہ پر ہے۔ تم اڑن سانپ ہو جتنی جلدی پتہ کر سکتے ہو۔ مجھے پتہ کر کے دو"

جاسوس سانپ بڑا مکار سانپ تھا۔ وہ اڑ بھی سکتا تھا

اور اس کی رفتار ہوا میں اتنی تیز ہو جاتی تھی۔ کہ کسی کو دکھائی نہیں
دیتا تھا۔ یہ جاسوس سانپ اپنے مالک کلیاتنگ سانپ کے
ساتھ صحرائے مصر میں زمین کے نیچے رہتے تھے۔ یہ دونوں بائی
سانپ تھے۔ اور کسی سانپ کو کچھ معلوم نہیں تھا۔ کہ یہ دونوں
بائی سانپ کس جگہ پر رہتے ہیں۔ کیونکہ ان دونوں سانپوں
نے اپنے اپنے جسموں پر ایک ایسی سیاہ رنگ کی پرانی کینچلی چڑھا
رکھی تھی جس کی وجہ سے ان کے جسموں کی بو باہر نہیں جاتی
تھی۔ اور کسی سانپ کو ان کے خفیہ ٹھکانے کے بارے میں
سراغ نہیں مل سکتا تھا۔ اگر کبھی کوئی سانپ ان کے قریب
آ بھی جاتا تھا تو کلیاتنگ سانپ بڑی بے دردی سے اسے
ٹکڑے کر دیتا تھا۔

جاسوس سانپ نے فضا میں بلند ہوتے ہی ناگ دیوتا
کی بو شمال کی طرف سے آتی محسوس کی اور وہ اُدھر ہی کو اڑنے
لگا۔ جاسوس سانپ کوسوں کا سفر منٹوں میں طے کرنے لگا۔
ناگ دیوتا کی بو قریب سے قریب آ رہی تھی۔ مگر ابھی تک
اسے ناگ دیوتا نظر نہیں آیا تھا۔ اس کے جسم پر سیاہ رنگ
کی کینچلی تھی۔ جس کی وجہ سے اس کی بُو اس کے جسم سے
باہر نہیں جا رہی تھی۔ اور ناگ اس کی بُو کو محسوس نہیں کر سکتا
تھا۔ جاسوس سانپ ہوا میں اڑا جا رہا تھا۔ اس وقت تک

اس کے نیچے سے کئی پہاڑ کئی دریا گزر گئے تھے۔ ناگ دیوتا کی بُو
جس سے آ رہی تھی۔ وہ اسی طرف چلا جا رہا تھا۔

ماریا اونٹ پر ناگ کے پیچھے بیٹھی ہوئی تھی۔ رات کا اندھیرا
صحرا میں چھا چکا تھا۔ ستاروں کی وجہ سے یہ اندھیرا اتنا گھنا نہیں
تھا۔ اور ریت کے ذرے ستاروں کی چمک میں دھندلے شیشے
کی طرح چمک رہے تھے۔ ناگ نے ماریا کے لیے پانی اور کھانے
کا سامان ساتھ رکھا ہوا تھا۔ انہوں نے آدھا سفر طے کر لیا تھا۔
اہرام مصر تک آدھا سفر باقی تھا۔ ناگ کا خیال تھا کہ صبح سورج
نکلنے تک انہیں اہرام نظر آنے لگیں گے۔

ماریا ایک عام عورت کے جسم کے ساتھ اونٹ پر بیٹھی تھی
وہ سفر کرتے کرتے تھک گئی تھی۔ اس نے ناگ سے کہا۔
"ناگ بھیا! یہ تھکاوٹ کا احساس مجھے بتا رہا ہے کہ ایک
دن میں بوڑھی ہو کر مر جاؤں گی۔"

ناگ بولا۔
"حوصلہ رکھو ماریا۔ ہم دیوی طلالہ کے اہرام میں جا رہے
ہیں۔ وہ ہماری مدد کرے گی۔ اور تم ضرور ایک بار پھر غائب ہو
کر ہمارے ساتھ سفر کر سکو گی۔"

ماریا نے کہا۔
"ناگ! اگر میں بوڑھی ہو کر مر گئی تو مجھے بھلا نہ دینا عنبر کیطی

سے کہا کہ وہ بھی کبھی کبھی مجھے یاد کر لیا کریں۔"
ناگ نے ماریا کو پیار سے ڈانٹا کہ وہ ایسی ناامیدی کی باتیں نہ کریں۔ عین اس وقت جاسوس سانپ ان کے سروں سے کافی بلندی پر پہنچ گیا تھا۔ اس نے ناگ دیوتا کو دیکھ لیا کہ وہ ماریا کے ساتھ سفر کر رہا ہے اور ماریا غائب حالت میں نہیں ہے۔ جاسوس سانپ کی کینچلی کی وجہ سے ناگ اس کی بُو محسوس نہ کر سکا۔

جاسوس سانپ بجلی کی طرح واپس اڑتا ہوا سیدھا کلیانگ سانپ کے پاس پہنچ گیا اور بولا۔

"کلیانگ!......"

اور اس نے شیشن ناگ کے سنگ دل جلاد مرید سانپ کو سب کچھ بتا دیا۔ کلیانگ سانپ یہ سُن کر بے حد خوش ہوا کہ ماریا غیبی حالت میں نہیں بلکہ ایک عام عورت کی شکل میں ناگ کے ساتھ سفر کر رہی ہے۔ اس نے جاسوس سانپ سے کہا۔

"تم مجھے اہرامِ مصر کے صحرا کے نیچے گمشدہ خشک دریا کے غار میں ملنا۔ میں شیشن ناگ کا انتقام لینے جا رہا ہوں۔"

اتنا کہہ کر کلیانگ سانپ نے فضا میں ایک فٹ اچھل کر جلیبی کی طرح ایک چکر لگایا اور غائب ہو گیا۔

رات کا پچھلا پہر شروع ہو چکا تھا۔ صحرا میں ایک پُراسرار سی خاموشی اور نیم تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔ ناگ اونٹ پر سوار ماریا کو اپنے پیچھے بٹھائے ریت کے سنسان ٹیلوں کے درمیان سے سے گزر رہا تھا کہ اسے اچانک فضا میں ایک آواز سنائی دی۔

ناگ اور ماریا نے ایک دوسرے کو دیکھا۔ ناگ نے اونٹ کو روک لیا۔ آواز ایک عورت کی تھی جو کہہ رہی تھی۔

"میں دیوی طلالہ کی روح ہوں ۔۔۔۔ ناگ! تمہارا اس وادی میں آنا مبارک ہو۔ مگر ماریا جسمانی حالت میں اس سے آگے نہیں جا سکتی۔ اس کو اسی جگہ رہنے دو۔ تم میرے پاس آنے کے لیے آگے سفر کرو۔"

ناگ نے ماریا سے کہا۔

"ماریا یہ دیوی طلالہ کی آواز ہے۔ وہ ہماری مدد کرنے آئی ہے۔"

اس نے دیوی طلالہ کی روح سے کہا۔

"دیوی! ماریا کی مدد کرو۔ اسے بھی اپنے پاس آنے دو۔ وہ اکیلی صحرا میں رہے گی تو اسے خطرہ ہے۔ صحرا میں رات کو شیر اور سانپ ہوتے ہیں۔ اور ماریا ایک عام کمزور عورت بن چکی ہے۔"

دیوی طلالہ کی روح نے ذرا غصے میں کہا

اس کی یہ حالت میں نے نہیں بنائی تم لوگوں نے اپنی بیوقوفی
سے بنائی ہے۔ یہ عام عورت کی حالت میں یہاں سے آگے
نہیں آ سکے گی۔ ورنہ نقصان اٹھائے گی۔ اگر تم چاہتے ہو کہ یہ
پھر سے اصلی حالت میں زندگی بسر کر سکے تو اس کو اسی جگہ
آرام کرنے دو اور تم میرے اہرام کی طرف آگے بڑھو جو زیادہ
دور نہیں ہے۔ دیوی طلالہ کی آواز غائب ہو گئی۔ ماریا نے
ناگ سے کہا۔

"ناگ بھیا! دیوی طلالہ کی بات کو ہم نہیں ٹال سکتے۔ اگر
اس کا یہی حکم ہے۔ اور مجھے یہاں سے آگے نہیں جانا چاہیے
تم اس کے اہرام میں جاؤ۔ وہ تمہیں میرے بارے میں جو
ہدایت دے اس کو لے کر میرے پاس آ جاؤ۔"

ناگ بولا۔

"مگر ماریا بہن صحرا میں تم اکیلی ہو گی۔"

"میری فکر نہ کرو ناگ! تمہاری تلوار میرے پاس رہے
گی۔ اگر کسی جانور یا درندے نے حملہ کیا تو میں تلوار سے اپنی
جان کی حفاظت کر سکوں گی۔ اور پھر یہ مجبوری ہے۔ تمہیں ہر
حالت میں جانا ہو گا۔"

ناگ کے لیے بھی اس کے سوا اور کوئی راستہ نہیں تھا
اس نے اونٹ کو بیٹھا دیا۔ ماریا کو اونٹ کے پاس دری بچھا دی۔

اور تلوار دے کر کہا۔

"اپنی حفاظت کرنا ماریا۔ ہمیں تمہاری ضرورت ہے۔
میں بہت جلد واپس آ جاؤں گا۔"

یہ کہہ کر ناگ نے عقاب کی شکل بدلی اور ہوا میں اڑتا
ہوا اہرام مصر کی جانب پرواز کر گیا۔ جو ریت کے ٹیلوں
کے پیچھے کچھ فاصلے پر دکھائی دینے لگے تھے۔ ناگ کے
جانے کے بعد ماریا نے چھاگل میں سے تھوڑا سا پانی
پیا اور تلوار کے قبضے پر ہاتھ رکھ کر بیٹھ گئی۔

مگر اب وہ پہلے جیسی ماریا تو تھی نہیں کہ اسے نیند نہ
آئے۔ تھوڑی دیر کے بعد صحرا کی ہوا میں اسے نیند آنے
لگی۔ پھر بھی وہ جاگتے رہنے کی کوشش کر رہی تھی۔ ناگ
کو گئے دس گیارہ منٹ ہی گزرے ہوں گے کہ ایک دم
سے اسے کوئی شے اندھیرے میں آسمان سے شن کی آواز کے
ساتھ پیچھے ریت پر گرتی محسوس ہوئی۔ اور ماریا یہ دیکھ کر حیران
سی ہو کر رہ گئی کہ اس کے سامنے ناگ کھڑا تھا۔

"ناگ! تم اتنی جلدی واپس بھی آ گئے۔"

ناگ نے کہا۔

"ہاں ماریا میں تو اڑتا ہوا گیا تھا۔ اڑتا ہوا واپس آ گیا ہوں۔"
"کیا دیوی طلالہ سے بات ہوئی؟ اس نے کیا کہا ہے؟"

ناگ بولا۔

"ماریا بہن! تمہیں مبارک ہو دیوی طلالہ نے تمہیں پھر سے غیبی حالت میں واپس جانے کی ترکیب بتا دی ہے۔ جلدی سے میرے ساتھ چلو۔"

"کہاں؟" ماریا نے اٹھتے ہوئے پوچھا۔

ناگ کہنے لگا۔ یہاں سے تھوڑی دور ایک ویران کنواں ہے۔ اس کنوئیں کے اندر دیوی طلالہ کی بہن ایک غار میں رہتی ہے۔ طلالہ نے کہا ہے کہ اس کے پاس جاؤ وہ اپنے سر کا ایک سفید بال ماریا کو دے گی۔ اس بال کو آنکھوں سے لگاتے ہی ماریا پھر سے غائب ہو جائے گی۔ ماریا بہت خوش ہوئی۔ کہنے لگی۔

"ناگ بھیا جلدی سے مجھے دیوی طلالہ کی بہن کے پاس لے چلو۔ میں تو انسانی عورت کے جسم میں آ کر سخت پریشان ہو گئی ہوں۔ کبھی دانت درد کرنے لگتا ہے یا کبھی بھوک پیاس تنگ کرتی ہے۔ تو کبھی تھک کر چور ہو جاتی ہوں۔ میں تو اس غیبی حالت میں ہی ٹھیک تھی۔ میں ابھی نہیں مرنا چاہتی۔"

ناگ نے

"آؤ میرے ساتھ چلو۔ اونٹ ساتھ لے جانے کی ضرورت نہیں۔ کنواں زیادہ فاصلے پر نہیں ہے۔"

ماریا اس کے ساتھ چل پڑی۔ پھر بولی۔

"تمہاری آواز بھاری کیوں ہو گئی ہے ناگ بھیا۔ جب تم گئے تھے تو تمہاری آواز اتنی بھاری نہیں تھی؟"

ناگ نے کھنکار کر کہا۔

"صحرا کی ریت نے گلے میں خراش پیدا کر دی ہے ماریا۔"

ماریا نے کوئی خیال نہ کیا کیونکہ جو شخص ماریا کو اپنے ساتھ لے جا رہا تھا وہ ہو بہو ناگ کی شکل کا نوجوان تھا۔ لیکن ماریا اگر اسے ذرا غور سے دیکھتی تو اسے فوراً محسوس ہو جاتا کہ ناگ اپنی آنکھیں نہیں جھپک رہا تھا۔ اور یہ وہی سانپ کر سکتا تھا۔ جس نے تھوڑی دیر پہلے انسانی شکل اختیار کی ہو۔ یعنی جو ایسا سانپ ہو کہ جس کے پاس جادو ہو۔ جو سانپ ایک ہزار سال تک زندہ رہنے کے بعد انسان کی شکل اختیار کرتا ہے وہ آہستہ آہستہ آنکھیں جھپکنے لگ جاتا ہے۔ اور ناگ تو اب باقاعدہ آنکھیں جھپک لیتا تھا۔

یہ آدمی اصل میں ناگ نہیں تھا بلکہ شیشناگ کا مکار مرید

کلیانگ سانپ تھا جو ناگ کا حلیہ بنا کر ماریا کے پاس آیا
تھا اور اسے دھوکہ دے کر اپنے ساتھ لے جا رہا تھا۔ کلیانگ
سانپ کو شیش ناگ نے اتنی طاقت دے رکھی تھی کہ وہ جس
شے کا چاہے حلیہ بنا سکتا تھا مگر صرف ایک گھنٹے کے لیے۔
ایک گھنٹے کے بعد وہ دوبارہ اپنی اصلی شکل میں واپس آجاتا
تھا۔

اس لیے وہ ماریا کو جلدی جلدی ویران کنویں کی طرف
لیے جا رہا تھا۔ کنواں ابھی وہاں سے چند قدموں کے فاصلے
پر تھا۔ ماریا اس سے باتیں کرتی جا رہی تھی۔
"ناگ بھیا! اب جب میں دوبارہ غائب ہو جاؤں
گی۔ تو ہم واپس عراق ہی کی طرف جائیں گے۔ مجھے یقین
ہے کہ کیٹی اور عنبر اسی جگہ ملیں گے"
کلیانگ سانپ نے کہا۔
"تم ٹھیک کہہ رہی ہو ماریا۔ ہم واپسی پر عراق کی طرف
ہی سفر کریں گے"
اتنے میں ریت کے دو ٹیلوں کے درمیان بنا ہوا ایک ویران
سا کنواں آگیا جس کے اوپر بھاری پتھر کی سل دھری ہوئی
تھی۔ ناگ بولا۔
"یہی ہے وہ کنواں جو دیوی طلالہ نے بتایا تھا۔ میں اس

پاس پڑے سرکاتا ہوں"
ناگ نے چند سیکنڈ میں زور لگا کر پتھر کی سل کو ایک طرف کر
دیا۔ وہاں اتنا راستہ پیدا ہو گیا کہ ایک آدمی اس میں سے گزر
سکتا تھا۔ ماریا نے کہا۔
"نیچے رسی لٹکاؤ ناگ! مجھ سے ویسے نہیں جایا
جائے گا"
ناگ یعنی مکار کلیانگ سانپ نے کہا۔
"نیچے کنویں کے اندر سیڑھیاں بنی ہوئی ہیں ماریا۔
تم آؤ تو سہی"
ماریا نے کنویں کے اندر جھانک کر دیکھا تو اسے پتھر کی
گول سیڑھی نیچے کنویں کی تہہ میں جاتی نظر آئی۔ مگر کنویں میں
بڑا کالا سیاہ اندھیرا تھا۔ اس نے ناگ سے کہا۔
"ناگ بھیا! مجھے تو کنویں کی تاریکی سے خوف آتا ہے"
ناگ نے ہنس کر بھاری آواز میں کہا۔
"تم انسانی حالت میں ہو اس لیے ڈرتی ہو۔ واپس
آؤ گی تو غیبی حالت میں ہو گی۔ پھر تمہیں ڈر نہیں لگے
گا۔ دیکھو۔ پہلے میں اترتا ہوں"
کلیانگ سانپ سیڑھیاں اترنے لگا۔ ماریا اس کے پیچھے
پیچھے تھی۔ اندھیرے سے بہرحال اسے خوف آتا تھا۔ اس کی

ساری انسانی کمزوریاں جاگ اُٹھی تھیں۔ کنویں میں بڑی ناگوار قسم کی بُو پھیلی ہوئی تھی۔

اس نے ناگ سے کہا۔

"ناگ بھیا! میرا تو اس بُو سے دم گھٹ رہا ہے"

ناگ یعنی کلیانگ سانپ نے کہا۔

"بس تھوڑی سیڑھیاں باقی ہیں ماریا۔ آگے ہم ایک غار میں داخل ہو جائیں گے۔ وہاں یہ بُو نہیں ہو گی"

سیڑھیاں کنویں کی تہہ میں ختم ہو گئیں کلیانگ سانپ ناگ کی شکل میں آگے آگے تھا۔ اس نے جھک کر کہا۔

"یہی ہے وہ غار جس کے بارے میں دیوی طلالہ نے کہا تھا"

اصل میں دیوی طلالہ کی آواز بھی کلیانگ سانپ نے خود ہی نکالی تھی اور ناگ کو دھوکہ دے کر اہرام کی طرف بھگا دیا۔ تھا اور خود ناگ کا روپ دھار کر ماریا کو اغوا کر کے اس ویران کنویں میں لے آیا تھا۔ کلیانگ سانپ نے اتنی طاقت اتنی شکتی تھی کہ وہ کسی کی آواز بنا سکے اور تھوڑی دیر کے لیے جس کا چاہے روپ بدل سکے۔ اس نے اپنے غیبی علم کے ذریعے یہ بھی معلوم کر لیا تھا کہ ناگ دیوتا، ماریا کو لے کر دیوی طلالہ کے پاس جا رہا ہے تاکہ ماریا کو پھر سے غیبی حالت میں واپس لایا جائے۔

ماریا نے غار کو دیکھا تو ڈر گئی۔

"ناگ بھیا! یہ غار تو لگتا ہے جانوروں کے لیے بنائی گئی ہے۔ اس کے اندر تو رینگ کر جانا پڑے گا"

کلیانگ نے کہا۔

"مگر تمہارا اس کے اندر جانا بہت ضروری ہے ماریا اندر جانے ہی سے دیوی طلالہ کا سفید بال مل سکے گا جس کو آنکھوں سے لگا کر تم پھر سے غائب ہو جاؤ گی"

ماریا کہنے لگی۔

"ہاں ناگ بھیا! اس کے اندر داخل ہونا ہی پڑے گا۔ مگر پہلے تم اندر چلو"

کلیانگ غار کے اندر داخل ہو گیا۔ وہ غار کے اندر جاتے ہی دیوار کے ساتھ چمٹ کر کھڑا ہو گیا۔ اندھیرے میں اب اس کی آنکھیں سانپ کی سُرخ آنکھوں کی طرح چمکنے لگی تھیں۔ دیکھتے دیکھتے وہ ناگ سے کلیانگ سانپ بن گیا تھا۔ ماریا جونہی رینگ کر غار کے اندر داخل ہوئی اس نے اندھیرے میں انار کے سُرخ دانوں ایسی دو آنکھیں چمکتی دیکھیں۔ اس نے کہا۔

"ناگ بھیا! تم کہاں ہو؟ یہ سرخ آنکھیں کس کی ہیں؟ کیا یہ دیوی طلالہ کی بہن کی آنکھیں ہیں؟"

ایک پھنکار کی آواز آئی۔ ماریا سہم کر پیچھے ہٹی۔ کلیانگ سانپ ایک سیاہ پھن دار سانپ کی شکل میں ماریا کے اوپر آگیا۔ ماریا کے منہ سے چیخ نکل گئی۔

"ناگ! ناگ! مجھے بچاؤ!"

مگر ناگ وہاں کہاں تھا۔ کلیانگ سانپ نے ماریا کے سر کے اوپر پھن لے جا کر ایک ایسی پھنکار ماری کہ ماریا کا سانس بند ہو گیا۔ وہ لڑکھڑا کر گری اور غار میں گرتے ہی اس کا سارا جسم چھوٹا ہو کر سانپ کے کائے منکے جتنا ہو گیا۔ ماریا سانپ کا سیاہ منکا بن چکی تھی جو بے جان تھا اور ذرا سی بھی حرکت نہیں کر رہا تھا۔ ماریا اس منکے میں جیسے قید ہو کر رہ گئی تھی۔

کلیانگ ناگ نے سانپ کی آواز میں چیخ مار کر کہا۔

"شیش ناگ! میرے مرشد! میں نے تمہاری موت کا بدلہ لے لیا۔ اب ناگ ساری زندگی اپنی اس بہن کی شکل کو ترسے گا۔ کاش! میں اس سے زیادہ کچھ کر سکتا اے شیش ناگ!"

ماریا اگرچہ سیاہ منکا بن چکی تھی مگر اس نے کلیانگ سانپ

کی آواز سن لی تھی اور سانپ کا منکا بن جانے کی وجہ وہ سانپ کی زبان بھی سمجھ رہی تھی۔ اب اس کی سمجھ میں ساری سازش آگئی۔ یہ کلیانگ سانپ تھا جس کے بارے میں ایک بار ناگ نے اُسے بتایا بھی تھا کہ وہ شیش ناگ کا ایک شاگرد ہے اور اُسے شیطان سانپ کہتے ہیں۔ اس جلاد اور بدبخت سانپ نے ماریا کو دھوکے سے اغوا کر کے سانپ کا منکا بنا کر ناگ سے شیش ناگ کی موت کا بدلہ لے لیا تھا۔ ماریا کو اپنا تو نہیں بلکہ ناگ کا فکر لگ گیا تھا۔ کہ وہ جب واپس آئے گا تو اسے نہ پا کر کس قدر پریشان ہو گا۔

کلیانگ سانپ نے فوراً اپنا منہ زمین پر مارا اور ماریا کے منکے کو اپنے منہ میں ڈال کر منہ کے اندر ایک طرف لگی ہوئی تھیلی میں ڈال لیا اور زمین کے اندر ہی اندر غار میں سفر کرنے لگا۔ یہ غار اصل میں ایک گم ہو چکے خشک دریا کا راستہ تھا جو کبھی صحرا کے اوپر بہا کرتا تھا مگر سینکڑوں سال ہوئے کہ خشک ہو کر زمین کے اندر چلا گیا تھا۔ اسی صحرائی گمشدہ دریا کے اندر ایک جگہ کلیانگ سانپ اپنے مکار جاسوس سانپ کے ساتھ ایک کھوہ میں رہتا تھا۔

کلیانگ سانپ زمین کے اندر دریائی راستے پر سفر کرتا

کرتا ہوا جب اپنے کھوہ میں پہنچا تو جاسوس سانپ نے ادب
سے سر جھکا دیا۔

"عظیم کلیانگ سانپ! کیا تم نے دشمن سے بدلہ
لے لیا ہے؟"

کلیانگ سانپ نے منہ میں سے سیاہ منکا باہر اُگل دیا
اور کہا۔

"یہ ہے ماریا ـــــ یہ ہے میرا انتقام ـــــ"

اور کلیانگ خوشی سے چاروں طرف پھنکاریں مارنے
لگا۔ ماریا سیاہ منکے کی شکل میں زمین پر پڑی تھی۔ وہ
دیکھ کچھ نہیں سکتی تھی مگر دونوں سانپوں کی آوازیں
سُن رہی تھی اور اِن کی زبان بھی سمجھ رہی تھی۔ جاسوس
سانپ نے خوشی سے پھنکار کر کہا۔

"شیش ناگ کی روح خوش ہو گئی ہو گی۔ کلیانگ
تم عظیم ہو، تم نے ناگ سے شیش ناگ کا بدلہ
لے لیا"

کلیانگ سانپ نے کہا۔

"کاش میں ناگ یا کیٹی یا عنبر کو ہلاک کر سکتا۔
میں اِن سے کسی کو ہلاک نہیں کر سکتا۔ ماریا کو میں
ہلاک کر سکتا تھا۔ مگر مجھے معلوم ہے کہ ہلاک

کر ڈالنے سے ناگ ایک بار افسوس کر کے اسے بھول
جائے گا۔ لیکن اب وہ اس کا غم کھاتا رہے گا۔
میں بیچ بیچ میں اسے ماریا کی کبھی کبھی ایک جھلک
ایسی دیکھا دیا کروں گا کہ ناگ تڑپ کر رہ جانے
گا مگر ماریا کی مدد نہیں کر سکے گا۔ بس یہی میرا انتقام
ہے ناگ سے ـــــ"

اور وہ زور زور سے پھنکارنے لگا۔ پھر اس نے ماریا
کے منکے کو منہ میں اٹھا کر اپنے حلق میں بنی ہوئی تھیلی میں
بند کر لیا۔

ناگ عقاب کی شکل میں اڑتا ہوا تھوڑی ہی دیر میں اہرام
کے پاس پہنچ گیا۔ اس کا خیال تھا کہ یہی اہرام دیوی طلالہ
کا اہرام ہو گا۔ مگر جب وہ اہرام کے اندر گیا تو اسے سخت
ناکامی ہوئی۔ کیونکہ اس اہرام کے اندر سوائے ایک
فرعون کے مزار کے اور کسی کی قبر نہیں تھی۔ دیوی طلالہ
کی قبر کو ناگ خوب پہچانتا تھا۔ وہاں دیوی طلالہ کی قبر نہیں
تھی۔ اگر اس کی قبر ہوتی تو وہ اس کی روح سے بات
کرنے کی کوشش کر سکتا تھا۔ جب قبر ہی نہیں تھی تو پھر اس
کی روح کہاں سے آ سکتی تھی۔

لیکن دیوی طلالہ نے تو خود آواز دے کر اسے یہاں بھیجا تھا؟ پھر وہ کس کی آواز تھی؟ ناگ پریشان سا ہو گیا۔ اس نے دیوی کو آواز دی۔

"دیوی طلالہ! دیوی طلالہ! تمہاری ہدایت پر میں تمہارے پاس آگیا ہوں۔ تم نے مجھے اسی اہرام میں آنے کو کہا تھا۔ کیا تم یہاں موجود ہو؟ مجھے آواز دو۔"

اہرام میں ناگ کی اپنی آواز ہی گونج کر رہ گئی۔ کسی طرف سے بھی دیوی طلالہ کی آواز نہ آئی۔ اس نے ایک بار پھر طلالہ کو پکارا۔ پھر تیسری چوتھی پانچویں بار پکارا۔ ناگ اسے آواز دے دے کر تھک گیا مگر دیوی طلالہ کی روح نے کوئی جواب نہ دیا۔ اب اس کا ماتھا ٹھنکا کہ کہیں کسی بد روح نے اس کے ساتھ دھوکہ تو نہیں کیا۔

وہ جلدی سے اہرام سے باہر آگیا اور عقاب کی شکل اختیار کر کے بڑی تیزی سے اس طرف روانہ ہو گیا جہاں وہ ماریا کو چھوڑ کر آیا تھا۔ اس وقت آسمان پر صبح کی روشنی پھیلی لگی تھی۔ اس نے دیکھا کہ جہاں اس نے ماریا کو چھوڑا تھا وہاں صرف اونٹ اکیلا بیٹھا جگالی کر رہا تھا۔ ماریا وہاں نہیں تھی۔ وہ گھبرا گیا۔ اس نے جھک کر ریت پر

ماریا کے پاؤں کے نشان دیکھنے کی کوشش کی۔ لیکن کالیانگ سانپ نے بڑی ہوشیاری سے کام لیتے ہوئے کنوئیں کی طرف جاتے جاتے خاموش پھنکار سے اپنے اور ماریا کے قدموں کے نشان ریت پر سے مٹا دیئے تھے۔

ناگ نے ماریا کو صحرا میں آوازیں دیں۔

"ماریا ــــ ماریا ــــ ماریا تم کہاں ہو؟"

صحرا میں بھی ناگ کی آواز گونج کر غائب ہو گئی۔ کسی طرف سے ماریا نے جواب نہ دیا۔ اس کی کوئی آواز نہ آئی۔ ناگ فوراً سمجھ گیا کہ کسی بد روح نے اس کے ساتھ دھوکہ کیا ہے۔ مگر سوال یہ تھا کہ اس کے ساتھ کس بد روح نے دشمنی کی تھی؟ اس سے پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا تھا۔ ناگ کا شیش ناگ کی طرف اس لیے دھیان نہیں جا رہا تھا کہ شیش ناگ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہلاک ہو چکا تھا۔ اس کے پھر سے زندہ ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔ پھر ماریا کو کس نے اغوا کیا ہے؟

یہ ایک ایسا معمہ تھا، ایک ایسا راز تھا کہ ناگ کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ اس کی ہزاروں برس کی زندگی میں یہ پہلا موقع تھا کہ کسی نے اس کو دھوکہ دے کر ماریا کو اغوا کیا تھا۔ سب سے زیادہ حیرانی ناگ کو اس بات کی تھی کہ

ریت پر ماریا کے قدموں کے نشان کہیں بھی نہیں تھے۔ دن
نکل آیا۔ صحرا میں ہر طرف روشنی پھیل گئی۔ ناگ نے ایک بار
پھر ریت پر غور سے دیکھا۔ کسی جگہ ماریا کے یا اس کے اغوا
کرنے والے کے قدموں کے نشان نہیں تھے۔ وہ اسی نتیجے
پر پہنچا کہ کسی ایسی شے نے ماریا کو اغوا کیا ہے جو اسے ہوا
میں اڑا کر لے گئی ہے۔ مگر سوال یہ تھا کہ ایسی شے کون سی
تھی؟ اسے ماریا سے کیا دشمنی تھی؟

ناگ نے ایک بار پھر عقاب کی شکل اختیار کر کے صحرا
میں آس پاس چکر لگایا۔ جس مقام پر دو ٹیلوں کے درمیان
ویران کنواں تھا اس کے اوپر بھی جاسوس سانپ نے صبح
ہونے سے پہلے باہر آ کر ریت ڈال دی تھی۔ یہ ریت
اس نے پھنکاریں مار مار کر ڈالی تھی تاکہ کسی کو شک نہ
پڑ جائے کہ وہاں کوئی کنواں بھی ہے۔

ناگ ماریا کو تلاش کر کے جب تھک گیا تو اس نے
دوبارہ انسانی شکل اختیار کی، اونٹ پر سوار ہوا اور ماریا کی
یاد دل میں لیے واپس مصر کے دارالحکومت ٹکسر کی طرف روانہ
ہو گیا۔

کلیانگ سانپ کے منہ میں منکا بن کر ماریا پر کیا گزری؟
ناگ سے ماریا کی دوبارہ ملاقات کس حالت میں ہوئی؟
کیٹی جو کہ بصرہ شہر سے باہر ایک غار کے اندر قبر میں پڑی تھی
اس کے ساتھ کیا واقعات پیش آئے اور وہ کھوپڑی کا زخم
جڑ جانے کے بعد وہاں سے کیسے باہر نکلی؟
عنبر جو ایک قافلے کے ساتھ مصر جا رہا تھا اس کی ملاقات
ناگ ماریا سے کیسے ہوئی؟
یہ سارے راز "عنبر ناگ ماریا کی واپسی" کی اگلی قسط نمبر ۹۴
"سامری کے اژدھا" میں کھلیں گے۔

ہم بچوں سے معذرت خواہ ہیں کہ پریس میں سے کاپیاں
کسی کے اٹھا لے جانے کی وجہ سے کتب بر وقت مہیا نہ
کر سکے

سامری کا ہاتھ

اے حمید

نیا مکتبہ اقرا

ناگ، ماریا اور عنبر کی واپسی
کے پانچ ہزار سالہ سفر کی سنسنی خیز داستان

سامری کے اژدھا

اے حمید

قیمت : سات روپے پچاس پیسے

جملہ حقوق بحق پبلشرز محفوظ ہیں
بار اوّل

ملنے کا پتہ: مکتبہ اقرا، حاجی شاہ عالم مارکیٹ لاہور

معظم پرنٹرز لاہور

پیارے ساتھیو!

عنبر ناگ ماریا کی قسط نمبر ۹۴ لے کر حاضر ہوا ہوں۔ جوں جوں وقت گذر رہا ہے۔ عنبر ناگ ماریا اور کیپٹن کا واپسی کا سفر زیادہ سنسنی خیز زیادہ دلچسپ اور زیادہ پُراسرار ہوتا جا رہا ہے۔ اب ان کا سفر ختم ہونے والا ہے۔ حالات تیزی سے پلٹا کھا رہے ہیں۔ وہ قدیم مصر کے زمانے میں پہنچنے ہی والے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بار بار بچھڑ کر دوبارہ مل جاتے ہیں۔ شاید قدرت یہی چاہتی ہے کہ اب وہ مل کر سفر کریں۔ کیوں کہ ان کے سفر کا انجام قریب ہے۔ کیا وہ بوڑھے ہو کر مر جائیں گے؟ یہ بات خود ہمیں بھی معلوم نہیں ہے کیوں کہ ہم بھی ان کے ساتھ ساتھ سفر کر رہے ہیں۔ دیکھتے ہیں آگے جا کر کیا ہوتا ہے۔ اس وقت وہ عجیب و غریب سسپنس سے بھرپور حالات کا شکار ہیں۔ ذرا ورق الٹ کر عنوان دیکھئے کہ ان کے ساتھ کیا گذر رہی ہے۔ پھر پڑھیے اور اس ماڈرن طلسم ہوش ربا کے لطف بھرے واقعات کا لطف اٹھائیے۔

آپ کا انکل

اے حمید

"راحت چمن" ۴۵۴ - ای، حسن آباد، لاہور

ترتیب و پیشکش

محمد ارشد

پاکستان ورچوئل لائبریری

ترتیب

طلسمی آگ کا دائرہ

کیٹی بصرے کی ایک غار کی قبر میں بند ہے۔
عنبر ایک قافلے کے ساتھ ملک مصر کی طرف آ رہا ہے۔
ناگ بھی ایک اونٹ پر سوار کیٹی اور ماریا کی تلاش
یں ملک مصر کی طرف آ رہا ہے۔ ماریا صحرا میں ناگ
ے ساتھ سفر کر رہی تھی کہ شیش ناگ کے مرید کلیانگ
انپ نے ناگ سے شیش ناگ کے قتل کا بدلہ لینے کے
لیے۔ ماریا کو دھوکے سے اغوا کر لیا اور اسے سانپ کا
یاہ منکا بنا کر اپنے منہ میں رکھ لیا اور اسے اہرامِ
صر کے قریب زمین کے اندر گمشدہ خشک دریا کی تہہ میں
یک کھوہ میں لے گیا جہاں اس کا جاسوس سانپ بھی
س کے ساتھ ہے۔ کلیانگ سانپ ناگ کو ہلاک نہیں
ر سکتا۔ چنانچہ وہ ماریا کو قید کر کے اور اسے تکلیف دے
کر ناگ سے شیش ناگ کے قتل کا انتقام لینا چاہتا ہے۔
ماریا سانپ کے سیاہ چھوٹے سے منکے کی شکل میں کیٹی

ناگ کے منہ کے اندر تھیلی میں بیٹھی ہے۔ وہ سن سکتی ہے مگر
دیکھ نہیں سکتی۔

ناگ جب مصر کے دارالحکومت تھمر کے قریب پہنچا تو
اس کو خیال آیا کہ کیوں نہ کسی سانپ سے ماریا کے بارے
میں معلوم کرے کہ وہ کہاں ہے۔ اب تو سانپ اس کا حکم
مانتے تھے، کیونکہ وہ ناگ دیوتا بھی تھا اور شیش ناگ بھی
تھا۔ ناگ ایک ٹیلے کے پاس جا کر رک گیا۔ اس نے سانپ
کی آواز میں وہاں موجود کسی بھی سانپ کو بلایا۔ ایک سانپ
جو اژدھا جتنا بڑا تھا اپنے دو سانپ دوستوں کے ہمراہ
ناگ کی خدمت میں فوراً حاضر ہو کر تعظیم بجا لایا اور بولا:

"کیا حکم ہے عظیم ناگ دیوتا؟"

ناگ نے اسے بتایا کہ اس کی دوست اور بہن ماریا
کہیں کھو گئی ہے۔ کیا وہ اس کا سراغ لگا کر بتا سکتا ہے کہ
وہ اس وقت کہاں ہو گی؟ اژدھا نے چاروں طرف منہ گھما
کر بُو لی۔ مگر چونکہ کلیانگ سانپ اور جاسوس سانپ کے
جسم پر کینچلی ہونے کی وجہ سے ان کی بو جسموں سے باہر
نہیں جاتی تھی اس لیے اژدھا کو پتہ نہ چل سکا کہ ماریا اس
وقت کلیانگ سانپ کے منہ کی تھیلی میں منکے کی شکل
میں بند ہے۔ اس نے کہا:

"عظیم ناگ دیوتا! اس علاقے میں مجھے آپ کی بہن
ماریا کی بُو کسی طرف سے نہیں آ رہی۔"

ناگ نے اژدھا اور اس کے ساتھی سانپوں کو رخصت کر
دیا اور خود شہر کی طرف چل پڑا۔ سارا دن وہ شہر میں چل
پھر کر ماریا کو تلاش کرتا رہا۔ جب وہ اسے کہیں نہ ملی تو
شہر سے باہر آ کر ایک دریا کے کنارے کھجور کے درختوں کے
جھنڈ میں آ کر بیٹھ گیا کہ رات وہاں بسر کرے اور دن نکلے
تو ماریا کی تلاش میں ایک بار پھر شہر جائے۔

دوسری طرف کلیانگ سانپ نے اپنے جاسوس سانپ
سے کہا:

"میں نے ناگ کی بہن ماریا کو منکا بنا کر اس لیے
اپنے منہ میں رکھا ہے کہ ناگ کا پتہ چلے تو اسے
اس کی بہن کی خراب حالت دکھا کر اسے تکلیف
پہنچاؤں اور اپنے گورو شیش ناگ کے قتل کا بدلہ
لے سکوں۔ تم شہر کی طرف جاؤ اور پتہ کرو کہ
ناگ اس وقت کہاں ہے۔"

جاسوس سانپ اسی وقت زمین کے اندر خشک دریا کی
تہہ میں رینگتا ہوا ویران اندھے کنوئیں میں سے باہر نکل آیا
اور ہوا میں اڑتا ہوا غیبی حالت میں شہر کی طرف روانہ

ہوا۔ دریا کنارے اسے ناگ دیوتا کی بو آئی۔ چونکہ جاسوس
سانپ نے اپنے جسم کے اوپر ایک خاص کیمیکل چڑھا
رکھی تھی اس لیے ناگ کو اس کی بو نہ آ سکی۔ جاسوس سانپ
نے دیکھا کہ ناگ دریا کنارے درختوں میں بیٹھا گہری سوچ
میں گم ہے۔

جاسوس سانپ فوراً واپس بھاگا اور کلیانگ سانپ
کو جا کر ساری خبر کی۔ کلیانگ بولا:

"ناگ ماریا کے بارے میں پریشان ہے۔ میں
اسے اور زیادہ پریشان کروں گا۔"

یہ ساری گفتگو ماریا کلیانگ سانپ کے منہ میں بیٹھی
سن رہی تھی مگر وہ خود نہیں بول سکتی تھی۔ کلیانگ سانپ
نے جاسوس سانپ کو اپنے ساتھ لیا اور دریا کی تہہ سے
نکل کر شہر کی طرف چلا۔

اب اندھیرا ہونے لگا تھا مگر یہ سانپ اندھیرے میں
بڑی اچھی طرح سے ہر شے دیکھ رہے تھے۔ جاسوس سانپ
نے دور سے کلیانگ سانپ کو ناگ دکھایا جو دریا کے کنارے
ایک درخت سے ٹیک لگائے بیٹھا تھا۔

کلیانگ سانپ نے کہا:

"میں اپنا تماشہ شروع کرنے والا ہوں۔"

جاسوس سانپ بولا: "کلیانگ! ذرا سنبھل کر کام کرنا
کہیں ایسا نہ ہو کہ ناگ دیوتا تمھیں اپنا شکار بنا
لے اور ماریا کو بھی آزاد کروا لے۔"

کلیانگ کہنے لگا:

"اگرچہ ناگ دیوتا مجھ سے بڑا سانپ ہے مگر
جادوئی میں میں اس سے بڑا ہوں۔ مجھے شیطانی
طاقت حاصل ہے۔ میں اس شیطانی طاقت کی وجہ
سے ناگ کو دکھائی نہیں دوں گا اور وہ ماریا کے
بھی قریب نہیں آ سکے گا کیونکہ آگ کا نظر نہ
آنے والا دائرہ ماریا کی حفاظت کر رہا ہو گا۔"

"تم کیا کرنا چاہتے ہو؟" جاسوس سانپ نے سوال کیا۔
کلیانگ بولا: "تم دیکھتے جاؤ کہ کیا ہوتا ہے۔ تم
بھی میرے ساتھ ہی غائب ہو گے۔"

ناگ دریا کنارے کھجور کے درخت سے ٹیک لگائے
بیٹھا تھا کہ اچانک اسے ماریا کی خوشبو آئی۔ یہ خوشبو اتنی زیادہ
تھی کہ صاف لگ رہا تھا ماریا کہیں قریب ہی ہے۔
ناگ ایک دم اٹھ کھڑا ہوا۔ اس نے بے اختیار ماریا
کو آواز دے کر پکارا:

"ماریا۔۔۔ تم آ گئی ہو؟"

جواب میں ماریا کی کوئی آواز نہ آئی۔ ناگ نے ایک بار پھر ماریا کو پکارا۔ اس بار بھی کوئی جواب نہ آیا تو ناگ نے پریشان ہو کر اندھیرے میں اِدھر اُدھر دیکھا۔ اچانک اسے دریا کنارے ایک طرف ایسی روشنی دکھائی دی جیسے وہاں کسی نے آگ جلا رکھی ہو۔ ناگ تیزی سے اس طرف گیا تو جو کچھ اس نے دیکھا اس پر اس کی آنکھوں کو یقین نہیں آ رہا تھا۔ اس نے دیکھا کہ وہاں آگ کہیں نہیں جل رہی تھی مگر ہلکی ہلکی روشنی ایک دائرے کی شکل میں ہو رہی تھی۔ اس روشنی کے دائرے میں ایک موٹا سانپ کنڈلی مار کر بیٹھا تھا اور اس کی گردن ماریا کی تھی۔ وہی نیلی آنکھیں اور سنہری بال جو گھنگھے ہوئے تھے۔

ماریا کی آنکھیں بند تھیں۔ اس کے سر پر ایک کالے رنگ کا بڑا سا بچھو بیٹھا تھا جو بار بار ماریا کے ماتھے پر ڈس رہا تھا اور ماریا کے حلق سے درد کی ہلکی ہلکی کراہیں نکل رہی تھیں۔

ناگ یہ دردناک منظر برداشت نہ کر سکا۔ وہ ماریا کی طرف بھاگا کہ اسے اس عذاب سے نجات دلائے مگر جونہی وہ آگ کے غیبی دائرے میں داخل ہوا اسے ایک جھٹکا لگا اور وہ دُور جا گرا۔ کلیانگ سانپ نے ماریا کے گرد جادو

کی آگ کا دائرہ کھینچ رکھا تھا جس میں ناگ دیوتا بھی داخل نہ ہو سکتا تھا۔ یہ کلیانگ کی شیطانی طاقت تھی۔

ناگ سمجھ گیا کہ ماریا پر کسی نے جادو کر رکھا ہے۔ اس نے ماریا کو آواز دی:

"ماریا! تمہاری یہ حالت کیسے ہو گئی؟ تم پر کس نے جادو کر کے اپنے قبضے میں کیا ہے؟"

ماریا نے ناگ کی آواز سن لی تھی مگر وہ جواب نہیں دے سکتی تھی۔ اس کی بولنے کی طاقت جیسے ختم ہو چکی تھی۔ ناگ نے ایک بار پھر اسے آواز دی اور جب ماریا کچھ نہ بولی تو ناگ نے فوراً اپنی شکل ایک بہت بڑے اژدھا میں تبدیل کی اور منہ سے آگ نکال کر ماریا کے اردگرد اوپر کی طرف پھینکی۔ مگر شیطانی کلیانگ سانپ کی طاقت نے اس آگ کو بے اثر کر دیا۔ ناگ نے دوسری بار ایک گینڈے کی شکل میں دائرہ پار کر کے ماریا کو اس شیطانی دائرے سے باہر نکالنے کی کوشش کی مگر اس بار بھی اسے ناکامی ہوئی اور وہ جھٹکا کھا کر باہر گر پڑا۔

اتنے میں کلیانگ سانپ کا انسانی قہقہہ سنائی دیا۔ "عظیم ناگ دیوتا! تم اپنی ساری طاقت آزما کر دیکھ لو ماریا میرے پنجے سے آزاد نہ ہو سکے گی۔

ناگ نے انسانی شکل میں واپس آ کر کہا:

"تم کون ہو؟"

کلیانگ سانپ نے کہا: "ہاں ششیش ناگ کا چیلا کلیانگ ہوں۔ میں تم سے اپنے گورو کا بدلہ نہیں لے سکتا۔ مگر تمہاری بہن کو عذاب میں مبتلا کر کے تم سے ضرور انتقام لے سکتا ہوں۔"

ناگ کو سانپوں کا دیوتا ہونے کی وجہ سے پتہ تھا کہ ششیش ناگ کا ایک چیلا کلیانگ ہے جس کے اندر شیطانی طاقت داخل ہو گئی ہے۔ اور اس کے جادو کا کوئی توڑ سوائے اس کے نہیں ہے کہ کسی طرح سے اس کو ڈس دیا جائے اور اس کے جسم میں اتنا زہر داخل کیا جائے جو ایک ہاتھی کو مارنے کے لیے کافی ہو۔ مگر کلیانگ سانپ کو ڈسنا کوئی آسان کام نہیں تھا۔ کیوں کہ ایک تو کینچلی کی وجہ سے اس کی بو نہیں آتی تھی۔ دوسرے وہ غائب ہو سکتا ہے اور ہر قسم کی شکل اختیار کر سکتا تھا۔

ناگ کو بڑا افسوس ہوا کہ بے چاری ماریا کہاں اس شیطانی جلاد کے قابو میں آ گئی۔ ضرور جب اسے دیوی طولہ کی آواز آئی تھی تو یہ کلیانگ سانپ اس کی شکل بنا کر ماریا کے پاس گیا ہو گا اور اسے ورغلا کر لے گیا

ہو گا۔ بہرحال اب ماریا کو بچانے کا وقت تھا۔

ناگ نے کہا: "کلیانگ! تم اچھی طرح سے جانتے ہو کہ میں ناگ دیوتا ہوں اور ششیش ناگ بھی ہوں۔"

کلیانگ کی آواز آئی:

"عظیم ناگ! اور تم بھی خوب جانتے ہو کہ میں کلیانگ ہوں اور میرے اندر بھی شیطان نے پوری طاقت رکھ دی ہوئی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ میں تمہیں ہلاک نہیں کر سکتا لیکن تم بھی مجھے نہیں مار سکتے۔ میں تمہاری بہن کو اسی طرح عذاب میں گرفتار رکھوں گا۔ یہ نہ زندوں میں ہو گی نہ مردوں میں۔ یہی میرا انتقام ہے۔"

ناگ بولا: "کلیانگ! ایک بات یاد رکھو میں تمہارا مقابلہ کروں گا۔ میں تمہیں ہلاک کرنے کی پوری کوشش کروں گا اور جب میرا وار چل گیا تو تم اس کی زد سے بچ نہ سکو گے۔"

کلیانگ سانپ کی آواز بلند ہوئی:

"ناگ دیوتا! تم اگر اپنی جگہ پر دیوتا ہو تو میں اپنی جگہ پر شیطان ہوں۔ میرے اندر بھی تم سے

کوئی کم طاقت نہیں ہے۔ تم میرا کچھ نہ بگاڑ سکو گے۔ دیکھو لو میں نے ماریا کا کیا حشر کر رکھا ہے۔ آگے اس سے بھی برا حشر کروں گا اس کا۔"

اور کلیانگ کی آواز قہقہہ لگاتے غائب ہو گئی۔ اس کے ساتھ ہی ماریا بھی غائب ہو گئی۔ ناگ اکیلا حیران و پریشان وہاں کھڑا رہ گیا۔ اس کا تو خیال تھا کہ ماریا کہیں صحرا میں راستہ بھول گئی ہو گی مگر یہاں تو معاملہ ہی الٹ نکلا وہ تو ایک تکلیف دہ عذاب میں پھنس گئی تھی۔

ناگ کو کلیانگ سانپ کی شیطانی طاقت کا اندازہ تھا مگر دنیا میں کوئی شیطانی طاقت ایسی نہیں کہ جس کو شکست نہ دی جا سکے۔ کیونکہ جتنی طاقت سچائی میں ہوتی ہے اتنی طاقت برائی میں نہیں ہوتی۔ برائی کا انجام ہمیشہ شکست ہوتا ہے۔ اسی لیے اللہ کے بزرگ بندے کہہ گئے ہیں کہ برائی کی طرف مت جاؤ۔ برائی سے بچتے رہو۔ برے دوستوں سے دوستی مت رکھو۔ کوئی دوست بری بات کرے تو اسے روک دو۔ اگر روک نہیں سکتے تو اس سے دوستی ختم کر دو۔ کیونکہ یاد رکھو جو برائی کرتا ہے۔ اس پر ایک دن اللہ کا عذاب نازل ہوتا ہے اور اگر تم برے آدمی کے دوست ہو گے تو تم بھی اس عذاب میں پھنس جاؤ گے۔ پیارے

بچو! یہ نصیحت نہیں ہے۔ یہ حقیقت ہے۔ اس لیے کہ اگر کوئی شخص تمہیں یہ کہے کہ آگ میں ہاتھ نہ ڈالو۔ ہاتھ جل جائے گا تو وہ شخص تم کو نصیحت نہیں کر رہا بلکہ حقیقت بتا رہا ہے۔ کیونکہ آگ میں جو کوئی ہاتھ ڈالے گا اس کا ہاتھ جل جائے گا۔

ناگ نے کسی کو کبھی بلاوجہ ہلاک نہیں کیا تھا۔ اس نے یا تو اپنی جان بچانے کے لیے کسی کو ڈسا تھا اور یا پھر ایسے آدمی کو ڈسا تھا جو ظالم تھا۔ جلاد تھا۔ سینکڑوں انسانوں کا قاتل تھا۔ اس لیے ناگ کو یقین تھا کہ کلیانگ کے پاس جو برائی کی طاقت ہے وہ ایک دن ٹوٹ پھوٹ جائے گی اور وہ ماریا کو اس کے قبضے سے آزاد کرا سکے گا۔ اب وہ اس کمزوری کی تلاش میں تھا کہ جس کا راز معلوم کر کے وہ کلیانگ سانپ کی شیطانی اور جادو کی طاقت کو تباہ کر کے رکھ دے۔

ناگ نے بہت غور کیا مگر اسے کوئی ایسی کمزوری یاد نہیں آ رہی تھی۔ کلیانگ سے کبھی اس کا پالا نہیں پڑا تھا۔ اس سے پہلے کلیانگ شیطان سے ناگ کی کبھی ملاقات نہیں ہوئی تھی۔

یہی سوچتے سوچتے رات وہیں دریا کنارے گزر گئی۔

دن چڑھا تو ناگ شہر میں آ کر اِدھر اُدھر پھرنے لگا۔ اسے اب عنبر اور کیٹی کا خیال تو بھول گیا تھا۔ وہ شہزادی مجاہ کو سانپ کو شکست دینے اور ماریا کو آزاد کرانے کے بارے میں ہی سوچ بچار کر رہا تھا۔

اسی طرح شہر کا چکر لگاتے وہ ایک غریب لوگوں کے محلے میں پہنچ گیا۔ یہاں مزدور لوگ رہتے تھے جو سارا دن اہرامِ مصر میں کام کرتے اور رات کو اپنے کچے گھروں میں پڑ کر سو رہتے۔ ناگ نے دیکھا کہ ایک گھر کے باہر کچھ لوگ ایک چارپائی کے گرد اُداس اور سوگ میں بیٹھے ہیں۔ ناگ قریب پہنچا۔ چارپائی پر ایک نوجوان لیٹا تھا جس کی حالت بتا رہی تھی کہ وہ مرنے ہی والا ہے۔ رنگ زرد تھا۔ ہڈیاں نکلی ہوئی تھیں۔ آنکھیں اندر کو دھنس گئی تھیں۔ صرف ہلکا ہلکا سانس چل رہا تھا۔ ناگ نے لوگوں سے پوچھا کہ اس نوجوان کو کیا ہو گیا ہے؟

ایک بوڑھے آدمی نے روتے ہوئے کہا:

"یہ میرا بیٹا ہے۔ اسے ایسی بیماری لگ گئی ہے کہ بہت علاج کرایا بیماری نہیں ٹلی۔ شہر کے سارے حکیموں کی دوائیاں دے کر دیکھ لیا۔ کوئی فرق نہیں پڑا۔ یہ میرا اکلوتا بیٹا ہے۔ میری زندگی کا سہارا

ہے۔ اس نے میری موت کے بعد میرا نام روشن کرنا تھا۔ مگر اب یہ خود موت کی آغوش میں جا رہا ہے۔"

یہ کہہ کر بوڑھا زار و قطار رونے لگ گیا۔

اس کی دُکھ بھری باتیں سن کر ناگ کا دل ہل گیا۔ اس نے کہا کہ وہ اس کے بیٹے کی جان بچانے کی کوشش کرے گا۔ ناگ دیر تک بیمار نوجوان کو ہوش میں لانے کی کوشش کرتا رہا۔ مگر اس کی سمجھ میں کچھ نہ آیا کہ اسے کیا بیماری ہے۔ اس کا سانس ڈوبنے لگا تھا۔ وہ مرنے کے بالکل قریب تھا۔ اس کا سانس اکھڑنا شروع ہو گیا تھا۔ بوڑھا باپ اپنے دم توڑتے بیٹے سے لپٹ گیا اور ہچکیاں بھر کر رونے اور بین کرنے لگا۔ پاس جو اس کے رشتے دار بیٹھے تھے ان کی بھی آنکھیں بھر آئیں۔

ناگ خاموش کھڑا تھا۔ وہ بوڑھے باپ کی زندگی کے آخری سہارے کو بچانے کے لیے کچھ بھی نہیں کر سکتا تھا۔

اتنے میں اِدھر سے ایک دبلے پتلے بوڑھے آدمی کا گزر ہوا جس نے لمبا نیلا کرتہ پہن رکھا تھا اور ہاتھ میں کھونٹی پکڑ رکھی تھی۔ اس کے پاؤں پر گرد جمی تھی لگتا تھا کہ وہ پیدل چلتا دُور سے آ رہا ہے۔ مگر اس کی

آنکھوں میں بڑی تیز چمک تھی۔ اس نے لوگوں کو روتے
دیکھا تو قریب آکر پوچھا کہ بھائیو! کیا معاملہ ہے؟
ناگ نے اس بزرگ کو ساری داستان بیان کی۔ بوڑھا
بزرگ مرتے ہوئے نوجوان کی طرف دیکھنے لگا۔ پھر بولا،
"پانی کا ایک پیالہ لاؤ۔"
اسی وقت پانی سے بھرا ہوا پیالہ لایا گیا۔ بزرگ نے
اس میں پھونک ماری اور کہا:
"یہ پانی اس دم توڑتے ہوئے نوجوان کے حلق
میں ٹپکا دو۔"
بے چارہ باپ ناامید ہو چکا تھا۔ اس نے سوچا کہ شاید
اسی طرح سے اس کے بیٹے کی زندگی بچ جائے۔ اس نے
جلدی سے اپنے رشتے داروں سے مل کر آدھے مرچکے نوجوان
کو سہارا دے کر اٹھایا اور اس کے حلق میں پانی ٹپکانے
لگے۔

پانی حلق میں گیا تو نوجوان نے آہستہ سے آنکھیں
کھول دیں۔ کہاں تو وہ مر رہا تھا اور کہاں یہ کہ آنکھیں
کھولے اپنے باپ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اس کے چہرے
پر آہستہ آہستہ زندگی کی رونق واپس آنے لگی۔ باپ
اپنے بیٹے سے لپٹ گیا۔

"میرے بچے! میرے بچے! تم سلامت رہو۔"
بزرگ چلا گیا۔ نوجوان دیکھتے دیکھتے بھلا چنگا ہو گیا اور
اٹھ کر باتیں کرنے لگا۔ ناگ اس کرامت کو دیکھ کر
بڑا حیران ہوا۔ اس نے یہی سمجھا کہ وہ بزرگ ضرور
کوئی جادوگر تھا اور اس نے پانی میں کوئی جادو پھونکا
تھا۔ ورنہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ مرتا ہوا آدمی دوبارہ
زندہ ہو جائے۔ بہرحال ناگ نے نوجوان اور اس کے
باپ کو مبارک باد دی کہ خدا نے ان کی سن لی اور
دوبارا زندگی مل گئی۔
ناگ دوپہر کے بعد پھرتے پھراتے شہر کے اندر بہنے
والے دریائے نیل کے کنارے ایک جگہ سے گزر رہا
تھا کہ اس نے دیکھا کہ وہی لمبے لمبے کرتے والا بزرگ
زیتون کے درخت کے نیچے بیٹھا دریا کی طرف تک رہا
ہے۔ وہ یوں خاموش اور بے حس و حرکت بیٹھا تھا جیسے
پتھر کا بت ہو۔
ناگ نے سوچا کہ اس بزرگ سے پوچھنا چاہیے کہ اس
کے پاس ایسا کون سا جادو تھا کہ جس کی مدد سے ایک
مرتا ہوا انسان اٹھ کر بیٹھ گیا۔ ایک مرتے ہوئے آدمی کو
دوبارا زندگی مل گئی۔

ناگ بزرگ کے قریب جا کر نرسل کی جھاڑیوں کے
سلسلے میں بیٹھ گیا۔ وہ بزرگ کی خاموشی میں دخل نہیں
دینا چاہتا تھا۔ کیوں کہ ناگ نے اپنے سے بڑے لوگوں
اور بزرگوں کا ہمیشہ ادب کیا تھا اور کبھی بے ادبی سے
بات نہیں کی تھی۔ ناگ خاموش بیٹھا رہا۔ اتنے میں اس
بزرگ نے چہرہ ناگ کی طرف کیا اور مسکرا کر پوچھا:
"بیٹا! تم کو مجھ سے کیا چاہیے؟"
ناگ نے بڑے ادب سے کہا:
"مجھے آپ سے صرف اس طلسم کا راز معلوم کرنا
ہے جس کو پانی میں پھونک کر آپ نے ایک
مرتے ہوئے نوجوان کی جان بچائی ہے۔"
بزرگ مسکرانے لگا۔ اس نے کہا:
"بیٹا! میرے پاس ایسا کوئی طلسم نہیں ہے۔ میں
جادوگر نہیں ہوں۔ میں تو ایک عام انسان ہوں
اور شہروں شہروں پھرتا رہتا ہوں۔ جہاں بھوک
لگتی ہے تھوڑی بہت مزدوری کر کے کچھ کھا
لیتا ہوں۔"
ناگ کو یقین نہیں آ رہا تھا۔ اس نے کہا:
"آپ شاید مجھے اپنے طلسم کا راز بتانا نہیں چاہتے۔"

بزرگ نے کہا: "بیٹا! میں تم سے جھوٹ نہیں بول
رہا۔ میرے پاس طلسم یا خفیہ طاقت نہیں ہے۔"
ناگ نے کہا: "پھر آپ کے اندر اتنی طاقت کیسے
پیدا ہو گئی کہ آپ نے پانی میں پھونک مار کر
نوجوان کو پلایا اور وہ جو مر رہا تھا پھر سے
اٹھ کر بیٹھ گیا اور زندہ ہو گیا۔"
بزرگ مسکرانے لگا۔ پھر بولا:
"یہ بات ہے تو پھر سنو۔ میرے اندر صرف ایک
طلسم ہے اور وہ یہ ہے کہ میں نے آج تک
کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ بس یہی سچائی کی طاقت
میرے اندر ہے جس نے اس مرتے ہوئے نوجوان
کی جان بچائی تھی۔ اس کے سوا میرے پاس کوئی
طلسم کوئی کرامت نہیں ہے۔ تم بھی زندگی میں
کبھی جھوٹ نہ بولو۔ قدرت تمہارے اندر بھی یہی طاقت
پیدا کر دے گی۔"
ناگ خاموش ہو گیا۔ بزرگ جھوٹ نہیں بول رہا تھا۔ اب
ناگ نے غور سے دیکھا تو بزرگ کے چہرے پر سچائی کا
نور چمکتا دکھائی دے رہا تھا۔ ناگ نے آگے بڑھ کر بزرگ
کے پاؤں پکڑ لیے اور کہا:

"بابا! میری بھی مدد کریں۔ میں ناگ دیوتا ہوں۔
میری ایک بہن ماریا ہے۔ اس کو ایک جادوگر
سانپ نے اپنے قبضے میں کر رکھا ہے۔ وہ شیطانی
سانپ ہے میں اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ میں
اپنی مظلوم بہن کو اس کے پنجے سے کیسے چھڑا
سکتا ہوں؟"

بزرگ کچھ دیر سوچتے رہے پھر کہنے لگے:

"بیٹا! اب میں ساری بات سمجھ گیا ہوں
جس سانپ کا تم ذکر کر رہے ہو وہ ایک شیطان
ہے۔ وہ خدا کی مخلوق کو تنگ کرتا ہے۔ اس
نے کئی لوگوں کو ہلاک کیا ہے۔ اس کی آنکھوں میں
اتنی طاقت ہے کہ اگر تم اس کے جسم کے کسی
بھی حصے پر ڈسو گے تو وہ اس جگہ زخم پر اپنی
آنکھ کی روشنی ڈالے گا تو زخم اچھا ہو جائے گا۔
زہر کا اثر زائل ہو جائے گا۔ اس لیے تم ایسا کرو
کہ اس کی گردن کے پیچھے ڈس دو گردن کے
پیچھے وہ اپنی آنکھ کی روشنی نہیں ڈال سکے گا اور
تم اسے ہلاک کرنے میں کامیاب ہو جاؤ گے
بس اس کا یہی ایک توڑ ہے۔"

ناگ بزرگ کی دانشمندی پر بہت خوش ہوا۔ اس نے
ناگ کو ایک راز کی بات بتا دی تھی۔ اس نے بزرگ
سے پوچھا:

"بابا! میں کلیانگ ناگ کو کہاں مل سکوں گا؟"

بزرگ نے کہا: "یہ میں نہیں جانتا۔ شاید وہ
خود تمہیں ملے گا۔"

ناگ بولا: "مگر بابا۔ وہ تو میری بو سونگھ کر خبردار
ہو جائے گا۔ کوئی ایسا طریقہ نہیں ہے کہ وہ میری
بو نہ سونگھ سکے؟"

بزرگ نے اپنے تھیلے میں سے ایک چھوٹی سی شیشے
کی گولی نکال کر کہا:

"جب تم کلیانگ سانپ کے پاس جانے لگو
تو یہ شیشے کی گولی اپنے منہ میں رکھ لینا۔
اس کی وجہ سے وہ تمہاری بو محسوس نہیں کر
سکے گا۔"

ناگ نے بزرگ سے شیشے کی گولی لے کر رکھ لی
اور بزرگ کا شکریہ ادا کیا۔ بزرگ اس کے بعد وہاں
سے چلا گیا۔ اس نے آگے کوئی بات نہ کی۔ ناگ واپس
شہر میں آ گیا۔ اس کا خیال تھا کہ شاید کلیانگ سانپ

اس سے پھر ملاقات کے لیے آئے اور ماریا کا کوئی دوسرا
عذاب والا روپ اسے دکھا کر تکلیف پہنچائے مگر رات گزر
گئی اور وہ نہ آیا۔

دوسرا دن بھی گزر گیا۔ ناگ کو عنبر اور کیٹی کا بھی
وہاں کوئی سراغ نہیں مل رہا تھا۔ مگر ناگ وہ شہر ابھی
نہیں چھوڑنا چاہتا تھا کیوں کہ وہ جانتا تھا کہ کلیانگ
اسی شہر میں ہے اور وہ ماریا کو کسی تکلیف پہنچانے
والی شکل میں لے کر اس کے سامنے ضرور آئے گا۔

تیسرے روز ناگ دوپہر کے وقت ایک اہرام کے
قریب صحرا میں سے گزر رہا تھا۔ گرمی بہت پڑ رہی
تھی۔ ناگ ایک جگہ درختوں کا سایہ دیکھ کر آ گیا۔

اچانک اسے ہوا میں ماریا کی ہلکی سی خوشبو محسوس ہوئی۔
ناگ سمجھ گیا کہ کلیانگ سانپ ماریا کو لے کر وہاں آ
رہا ہے۔ ناگ نے ایک سوچے سمجھے منصوبے کے ساتھ جلدی
سے سانس کھینچ کر چھوڑا اور ایک چھوٹی سی سیاہ رنگ کی
چڑیا بن کر درخت کی شاخوں میں چھپ کر بیٹھ گیا اور
نیچے دیکھنے لگا۔

چند لمحے گزرے تھے کہ اس نے ماریا کو ایک طرف
سے آتے دیکھا۔ وہ اسی طرح سانپ کی شکل میں تھی مگر

اس کا چہرہ انسانی تھا۔ وہ یوں رینگ کر آ رہی تھی کہ
جیسے کوئی اسے زبردستی کھینچ کر لیے آ رہا ہو۔ اس کے
منہ سے تکلیف کی آوازیں نکل رہی تھیں۔ ان آوازوں کے
کوئی الفاظ نہیں تھے۔ درخت سے تھوڑی دور وہ آ کر
کنڈلی مار کر بیٹھ گئی۔

ناگ نے غائب ہو کر چڑیا بننے سے پہلے منہ میں زہر
کی دی ہوئی شیشے کی گولی رکھ لی تھی۔ جس کی وجہ سے اس
کے جسم کی بُو باہر نہیں نکل رہی تھی۔ اچانک کلیانگ سانپ
انسانی شکل میں نمودار ہوا اس کے ساتھ اس کا جاسوس سانپ
بھی انسانی شکل میں ظاہر ہو گیا تھا۔ کلیانگ سانپ منہ ادھر
اُدھر کر کے کچھ سونگھنے کی کوشش کر رہا تھا۔ ماریا کے سر پر
اسی طرح سیاہ بچھو بیٹھا اسے بار بار ڈس رہا تھا اور ماریا
کراہ رہی تھی۔

کلیانگ سانپ نے اپنے ساتھی جاسوس سانپ سے کہا۔
"میں نے تھوڑی دیر پہلے یہاں ناگ دیوتا کی بُو
سونگھی تھی۔ اسی لیے میں ماریا کو لے کر یہاں آیا
تھا۔ مگر اب اس کی بُو نہیں آ رہی۔"

جاسوس سانپ نے کہا۔

"کلیانگ! ہو سکتا ہے ناگ دیوتا پہلے یہاں آیا ہو

ہو مگر اب یہاں سے چلا گیا ہو۔"

کلیانگ سانپ بولا: "ایسا ہو نہیں سکتا۔ میرا
دل کہتا ہے کہ ناگ دیوتا یہیں کہیں موجود ہے۔"

جاسوس سانپ نے کہا: "اگر وہ یہاں کہیں موجود
ہے تو پھر ہمیں اس کی بو کیوں نہیں آ رہی؟ ناگ
دیوتا کی بو تو ہر سانپ کو آ جاتی ہے۔"

کلیانگ سانپ کہنے لگا: "یہی تو میں حیران ہوں۔
جب ناگ دیوتا یہاں پر موجود ہے تو پھر اس
کی بو ہمیں کیوں نہیں آ رہی۔؟"

جاسوس سانپ نے کہا: "ناگ دیوتا یہاں موجود نہیں
ہے۔ چلو اسے کسی اور جگہ چل کر تلاش کرتے ہیں۔"

ناگ کے لیے یہ بڑا سنہری موقع تھا۔ اس وقت ماریا
اس کے سامنے تھی۔ اگر کلیانگ سانپ ماریا کو اپنے ساتھ
ہی غائب کر لیتا ہے تو پھر ناگ کو کسی دوسرے موقع کا
انتظار کرنا پڑ جاتا۔ اس لیے وہ اسی سنہری موقع سے
فائدہ اٹھانا چاہتا تھا۔ اس وقت کلیانگ سانپ انسانی
شکل میں اس کے سامنے تھا۔

پس ناگ نے سانس اوپر کو کھینچ کر چھوڑا اور درخت
کی شاخوں میں سے سب سے زہریلا سانپ بن کر کلیانگ

نکالی اور بجلی کی تیزی کے ساتھ کلیانگ کی گردن پر حملہ
کرتے ہی اس کی گردن پر ڈس دیا۔

یہ سب کچھ اتنی جلدی اور آناً فاناً ہو گیا کہ کلیانگ
سانپ کو اس وقت ناگ دیوتا کی خبر ہوئی جب وہ اس
کی گردن پر ڈس چکا تھا۔ ناگ فوراً انسانی شکل میں کلیانگ
کے سامنے آ کھڑا ہوا اور بولا:

"میں نے تمہیں کہا تھا کہ آخری سچائی کی فتح ہوتی
ہے۔ میں نے تمہیں ایسی جگہ ڈسا ہے جہاں تم اپنی
آنکھوں کی روشنی ڈال کر میرے زہر کو ضائع نہیں
کر سکو گے۔"

کلیانگ سانپ غصے اور گھبراہٹ میں ناگ کو دیکھنے
لگا۔ جاسوس سانپ بھاگنے لگا تو ناگ نے اس کے
قدموں کو وہیں زمین میں گاڑ دیا۔ کلیانگ سانپ کی آنکھوں
سے تیز روشنی نکلنے لگی۔ وہ گھوم گھوم کر اپنی گردن پر اپنی
آنکھوں کی روشنی ڈالنا چاہتا تھا تاکہ اس کا زخم ٹھیک
ہو جائے اور وہ ناگ کے زہر سے بچ سکے مگر بھلا کوئی آدمی
اپنی گردن کے پیچھے اپنی نگاہ ڈال سکتا ہے؟

جاسوس سانپ زمین میں گڑا ہوا کھڑا کانپ رہا تھا۔ اسے
معلوم ہو گیا تھا کہ ناگ دیوتا کی فتح ہو گئی ہے اور اب

کلیانگ سانپ کے ساتھ ہی ساتھ اس کی موت ہو
ہے۔ اس نے وہاں سے بھاگنے اور غائب ہو کر ا
کی بہت کوشش کی مگر ناگ دیوتا کے طلسم کے آگے ا
کوئی پیش نہ گئی۔ کلیانگ سانپ کا برا حال ہو رہا تھا
اپنے ہی گرد گھوم رہا تھا۔

ماریا اپنے طلسمی دائرے میں بیٹھی یہ سب کچھ دیکھ ر
تھی اور بچھو کے ڈنک کے درد کو بھول کر خوش ہو ر
تھی کہ اب وہ اس عذاب سے چھوٹ جائے گی۔ ناگ
اسے بچا لیا تھا۔

دیکھتے دیکھتے کلیانگ سانپ پر ناگ کے زہر نے ا
دیا اور وہ زمین پر گر پڑا۔ اس کا رنگ نیلا اور پھر
پڑ گیا اور سارے بدن کے سوراخوں میں سے سیاہ خون
لگا۔ جونہی اس نے دم توڑا ماریا بھی پھر سے اپنی انسانی
میں ظاہر ہو گئی۔ اس کے سر کا بچھو بھی غائب ہو گیا اور
کا درد اور زخم بھی جاتا رہا۔ مگر ماریا غائب نہیں تھی۔

ناگ نے آگے بڑھ کر ماریا کے سر پر ہاتھ رکھ دیا ا
"ماریا بہن! خدا کا شکر ہے کہ تم کو اس عذاب
سے نجات مل۔"

ماریا نے کہا: "ناگ بھیا! اگر تم میری مدد کو نہ آتے تو

یہ شیطان خدا جانے مجھے کب تک اس عذاب
میں پھنسائے رکھتا۔ اس کے ساتھی جاسوس سانپ نے
بھی مجھے بڑا تنگ کیا تھا۔ اسی نے جاسوسی کر کے
بتایا تھا کہ میں تمہارے ساتھ مصر کی طرف جا رہی
ہوں اور پھر کلیانگ سانپ تمہارا روپ بدل کر
میرے پاس آیا اور مجھے اغوا کر کے زمین کے
اندر لے گیا۔"

ناگ نے کہا: "میں نے اندازہ لگا لیا تھا۔ فکر نہ کرو
میں اس جاسوس سانپ کو بھی ختم کر دوں گا تاکہ
انسان اس شیطان سانپ کی برائی سے بچ جائیں
اور یہ خلق خدا کے لیے عذاب نہ بنے۔"

جاسوس سانپ تھرتھر کانپنے لگا۔ وہ بڑی مکاری سے بولا:
"عظیم ناگ دیوتا! اگر تم میری جان بخشی کر دو تو
میں تمہارے لیے جاسوسی کروں گا۔"

ناگ نے کہا: "مجھے تمہاری فطرت کا علم ہے۔ تم
شیطان ہو اور تمہارا ختم ہو جانا ہی لوگوں کے لیے
بہتر ہے۔"

یہ کہہ کر ناگ نے سانپ کا روپ بدلا اور جاسوس سانپ
کی طرف لپکا۔ جاسوس سانپ فوراً غیبی سانپ بن کر فضا میں

بلند ہو گیا۔ مگر وہ ناگ دیوتا کی نظروں سے نہیں بچ سکتا تھا۔ ناگ نے اسے فضا میں ہی دبوچ لیا اور ڈس کر ہلاک کر ڈالا۔ جاسوس سانپ مر کر ظاہر ہو گیا۔ اپنے ملعون ساتھی کلیانگ سانپ کی لاش پر ہی گر پڑا۔ ناگ نے ان دونوں کو ایک گہرے گڑھے میں ڈال کر اوپر مٹی اور ریت ڈال کر دبا دیا اور ماریا سے کہا:

"ماریا! ایک مصیبت سے تو نجات مل گئی۔ اب ہمیں غیبی حالت میں لانا باقی ہے۔ آؤ اہرام مصر کی طرف چلتے ہیں:"

○

سامری کے اژدھا

ناگ اور ماریا شہر سے باہر اہرام مصر میں پہنچ گئے۔ جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں اگرچہ ناگ کو علم تھا کہ اس اہرام میں دیوی طلالہ کی قبر نہیں ہے بلکہ کسی پرانے فرعون بادشاہ کا تابوت رکھا تھا پھر بھی ناگ نے سوچا کہ شاید یہاں اس کی دیوی طلالہ سے ملاقات ہو جائے۔ اہرام میں داخل ہونے کے بعد ناگ نے کہا:

"ماریا! مجھے تو اس اہرام میں کوئی خاص بات دکھائی نہیں دیتی۔ بس یہاں ایک بادشاہ کی قبر ہے اور کچھ نہیں ہے:"

ماریا کہنے لگی: "ہم مصر کے فرعونوں کی قبروں کی طرف ہی واپس جا رہے ہیں۔ ہو سکتا ہے فرعونوں کی ممیاں اور قبریں ہماری رہنمائی کرنا شروع کر دیں:"

اہرام میں ہلاں ہوں جوں وہ آگے بڑھ رہے تھے اندھیرا گہرا

ہوتا جا رہا تھا۔ اس اندھیرے میں ناگ تو سب کچھ دیکھ سکتا تھا مگر ماریا چونکہ ایک عام عورت کی شکل میں تھی اس لیے اسے اندھیرے میں سوائے اندھیرے کے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس نے ناگ سے کہا:

"ناگ بھیا! مجھے تو اندھیرے میں راستہ دکھائی نہیں دے رہا۔"

ناگ نے اس کا ہاتھ تھام لیا اور بولا:

"تمہارے غائب نہ ہونے سے بہت سی اُلجھنیں پڑ گئی ہیں۔ خدا کرے کہ تم پھر اپنی پہلی والی حالت میں آ جاؤ۔"

"یہی تو میں بھی سوچ سوچ کر پریشان ہو رہی ہوں مجھے تو لگتا ہے کہ اگر میں غائب نہ ہو سکی تو دوسری عام عورتوں کی طرح بوڑھی ہو کر مر جاؤں گی۔"

"ایسا نہ کہو ماریا بہن — تم ہمارے ساتھ ہی رہو گی ہم ایک ساتھ سفر کرتے پانچ ہزار سال پیچھے کے زمانے میں پہنچیں گے۔"

اسی طرح باتیں کرتے ناگ ماریا کا ہاتھ پکڑے اسے اہرام کے اندر لیے جا رہا تھا۔ ایک جگہ وہ رک گیا

اور بولا:

"ہم بے کار آگے جا رہے ہیں۔ اس اہرام میں سوائے ایک قبر اور اس غار کے اور کچھ نہیں ہے۔ یہ غار بھی آگے جا کر ختم ہو جاتی ہے۔"

وہ واپس مڑے اور اندھیرے میں سے گزرتے فرعون کی قبر کے پاس آ کر رک گئے۔ یہاں اہرام کے کوٹھے کمرے میں کسی طرف سے ہلکی ہلکی روشنی آ رہی تھی جس میں تابوت کے اوپر فرعون مصر کی ممی کا بت لیٹا ہوا تھا۔ اس کے سر پر تاج تھا اور ماتھے پر سونے کا سانپ کنڈلی مارے بیٹھا تھا۔

ماریا نے کہا: "تعجب کی بات ہے کہ ابھی تک ڈاکوؤں نے اس اہرام کو نہیں لوٹا اور یہ سونے کا سانپ فرعون کے ماتھے پر اسی طرح لگا ہوا ہے۔"

اس زمانے میں بھی چور ڈاکو راتوں کو چھپ کر اہرام مصر لوٹ لیا کرتے تھے بعض ڈاکو اہرام کی بھول بھلیوں میں پھنس کر ہلاک ہو جاتے تھے اور بعض سونے کے نوادرات اور فرعون کے اہرام کی قیمتی چیزیں لوٹ کر لے جانے میں کامیاب ہو جاتے تھے۔ اسی

ہوئی تھی کہ اس فرعون کے ماتھے کا سونے کا سانپ ویسے ہی تھا۔

ناگ نے جھک کر مدھم روشنی میں فرعون کے ماتھے کا سانپ دیکھا اور کہا:

"مجھے اس سانپ کی سرخ نگینے کی آنکھوں میں ایک خاص بات نظر آ رہی ہے۔"

ماریا بولی: "بھئی! تو ہر سانپ میں کوئی خاص بات مل جاتی ہے ناگ بھائی۔"

ناگ فرعون کی پیشانی کے سانپ کو غور سے تک رہا تھا۔ اسے سونے کے اس چھوٹے سے سانپ کی سرخ آنکھوں کے نگینوں سے سرخ روشنی نکل کر اپنے جسم میں داخل ہوتی محسوس ہو رہی تھی۔ خدا جانے کس جادو کے اثر میں آ کر ناگ نے اس سونے کے سانپ کے ماتھے پہ اپنی انگلی رکھ دی۔

انگلی کا رکھنا تھا کہ سانپ کے سارے جسم سے روشنی کا غبار سا نکلا اور ماریا نے دیکھا کہ ناگ کا سارا جسم اس روشنی میں نہا گیا۔ ماریا خوف سے چیخ مار کر پیچھے ہٹ گئی۔ اس نے ناگ کو بھی بازو سے پکڑ کر پیچھے ہٹانا چاہا تو یہ دیکھ کر ششدر رہ گئی کہ ناگ وہاں نہیں تھا۔

ناگ اس کے دیکھتے دیکھتے پلک جھپکتے میں غائب ہو چکا تھا۔ اس کے غائب ہوتے ہی روشنی کا غبار بھی غائب ہو گیا اور سونے کے سانپ کی آنکھوں کی سرخ روشنی بھی واپس چلی گئی۔

ماریا نے گھبرا کر بے اختیار ناگ کو آوازیں دینی شروع کر دیں۔ اچانک اسے ناگ کی بڑی باریک سی آواز آئی جیسے وہ کسی گہرے کنوئیں کے اندر سے بول رہا ہو۔

"ماریا! میں اس سانپ کے اندر ہوں۔ یہ فرعون مصر کے سب سے بڑے جادوگر سامری کا سانپ تھا جسے مرنے کے بعد سونے کا بنا کر فرعون کی حفاظت کے لیے یہاں رکھ دیا گیا تھا۔"

ماریا پریشان ہو کر بولی:

"ناگ! خدا کے لیے یہ کیا ہو گیا۔ میں تمہیں باہر کیسے نکالوں؟"

ناگ نے کہا: "ماریا! غور سے سنو۔ میں ناگ دیوتا ہونے کی وجہ سے بچ گیا ہوں۔ ورنہ میری جگہ کوئی دوسرا سانپ یا انسان ہوتا جو اس سونے کے سامری کے سانپ کو ہاتھ لگاتا تو یہ سانپ اسے نگل کر ختم کر چکا ہوتا۔ اس سانپ نے

کی لیے انسانوں کو نگلا ہے جو اس کو چوری
کرنے کی نیت سے یہاں آئے اور انہوں نے
سانپ کو چھو لیا۔

ماریا نے کہا: مگر ناگ تم باہر کیسے آؤ گے؟

ماریا! میرے باہر آنے کے سارے راستے بند ہیں
میں اپنے آپ کو ایک لوہے کے صندوق میں بند
پا رہا ہوں۔ میرے سرہانے اور پاؤں کی جانب
چار اژدہا پہرہ دے رہے ہیں۔ میں یہاں انسانی
شکل میں بند ہوں۔ میں باہر نہیں نکل سکتا مگر تم
ایسا کرو کہ اس سانپ کو فرعون کے ماتھے سے اکھاڑ
کر اپنے پاس رکھ لو۔

ماریا بولی: لیکن ... لیکن کہیں یہ سانپ مجھے بھی تو
نہیں نگل لے گا؟

ناگ نے جواب دیا: نہیں۔ میں ناگ دیوتا ہوں۔
میرے چھونے سے سامری کے اس سانپ کی یہ تاثیر
ختم ہو گئی ہے۔ اب اگر کوئی انسان اس کو ہاتھ
لگائے گا تو اس کے اندر سے روشنی نہیں نکلے
گی یہ کسی کو اپنے اندر نگل کر غائب نہیں کر
سکے گا۔

ماریا نے کہا: مجھے ڈر لگتا ہے ناگ بھیا!
ناگ کی کمزور سی آواز آئی:

ماریا ڈرو نہیں۔ یہ تمہیں کچھ نہیں کہہ سکے گا۔ اس کا
تمہارے پاس رہنا بہت ضروری ہے۔ اس طرح
سے میں تمہارے ساتھ ہوں گا۔ شاید بعد میں کوئی
ایسا سبب بن جائے کہ میں سامری کے اس
سانپ کی قید سے آزاد ہو سکوں۔ گھبراؤ مت لے
فرعون کے ماتھے سے اکھاڑ ڈالو۔

ماریا ڈر رہی تھی۔ سانپ سے اسے خوف آ رہا تھا
مگر ناگ کے ہمت دلانے سے اس نے ڈرتے ڈرتے سانپ
کو ہاتھ لگا دیا۔ سانپ کے جسم سے روشنی نہ نکلی۔ ماریا کا
حوصلہ بڑھ گیا۔ اس نے تھوڑا سا زور لگایا تو سانپ فرعون
کے ماتھے سے اکھڑ گیا۔

یہ سانپ سائز میں بالکل چھوٹا سا تھا اور جلیبی کی طرح
کنڈلی مارے بیٹھا تھا۔ اس کا چھوٹا سا پھن اوپر کو اٹھا ہوا
تھا۔ یہ خالص سونے کا سانپ تھا اور بڑا قیمتی تھا۔ ماریا
کے لیے تو اس لیے بھی بہت ہی قیمتی تھا کہ اس کے
اندر ناگ قید تھا۔ ناگ کی آواز ابھری:

شاباش! اب اسے اپنی قمیض کے اندر جیب

ہیں بڑی احتیاط سے رکھ لو۔

ماریا نے سانپ کو اپنی جیب میں چھپا لیا اور کہا،
"ناگ! یہ پل کی پل میں کیا ہو گیا؟ ہم کیوں اس
منحوس اہرام میں داخل ہوئے۔ اب کیا ہو گا؟
تم اس طلسمی سانپ کے اندر قید رہ کر کیا کر
سکو گے؟"

ناگ کی کمزور آواز آئی:
"مجھے غور کرنے اور سوچنے کا موقع دو۔ کوئی نہ کوئی
راستہ ضرور نکل آئے گا۔"

ماریا روہانسی آواز میں کہنے لگی:
"میں تو عجیب مصیبت میں پھنس گئی ہوں۔ ابھی
ایک پریشانی سے بڑی مشکل کے ساتھ چھٹکارا ملا
تھا کہ یہ نئی مشکل آن پڑی ہے اور کچھ نہیں
تو کم از کم میں غیبی حالت ہی میں ہوتی تا کہ
تمہاری حفاظت تو کر سکتی۔ اب تو میں بھی ایک
عام کمزور عورت کی حالت میں ہوں۔"

ناگ کی آواز آئی: "خدا پر بھروسہ رکھو ماریا۔ گھبراؤ
نہیں۔ ہم پر مصیبتیں اور پریشانیاں آتی ہی رہی ہیں
ہم ان میں سے نکل جائیں گے۔"

ماریا نے کہا:
"میں ایک اکیلی کمزور عورت کے روپ میں ہوں
اکیلی کیا کر سکوں گی؟ مجھے بھوک بھی لگتی ہے
پیاس بھی لگتی ہے۔ میں اپنی حفاظت بھی نہیں
کر سکتی۔ اگر ڈاکو مجھ پر حملہ کر دیں تو کچھ نہیں کر سکوں
گی۔ کہاں جاؤں؟"

ناگ کہنے لگا: "تو حوصلہ رکھو۔ اگرچہ میں تمہاری کوئی
مدد نہیں کر سکتا۔ میں اس طلسمی سانپ سے باہر
نہیں آ سکتا۔ مگر میں یہاں رہ کر سامری جادوگر کی
روح سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش کروں گا۔
کیوں کہ میں کوئی معمولی سانپ نہیں ہوں۔ ناگ
دیوتا ہوں۔ ہو سکتا ہے سامری جادوگر کی روح
مجھے آزاد کر دے۔"

ماریا نے کہا: "لیکن اگر کسی نے مجھے قتل کر
کے یہ سانپ مجھ سے چھین لیا تو کیا ہو گا؟
میں تو مر بھی سکتی ہوں۔"

ناگ نے کوئی جواب نہ دیا۔ صرف یہی کہا،
"حوصلہ نہ ہارو ماریا۔ بہادر لڑکیاں حوصلہ نہیں
ہارا کرتیں۔ تم خدا کا نام لے کر شہر کی طرف

چھوڑا۔ اگرچہ میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا مگر
میں تمہارے ساتھ ہوں۔ تمہیں مشورہ ضرور دے
سکوں گا۔ کیونکہ میں اس بند لوہے کے صندوق
میں بھی تمہیں دیکھ رہا ہوں اور باہر کا پورا منظر
میری آنکھوں کے سامنے ہے۔"

ماریا نے ٹھنڈی آہ بھر کر کہا:

"تمہارے پورا منظر دیکھنے سے مجھے کیا فائدہ ہو گا
جب کہ تم مجھ پر حملہ کرنے والے دشمن کا مقابلہ
نہ کر سکو گے۔"

ناگ کی آواز آئی: "ماریا! میں ایک بار پھر
تمہیں کہوں گا کہ ہمت نہ ہارو۔ میں تمہیں مشورہ
تو دے سکوں گا اور پھر خدا تمہاری مدد کرے گا۔
جس کو خدا کی مدد حاصل ہو اسے اور کیا چاہیے۔
تم شہر کی طرف چلو اور کسی شریف آدمی کے
گھر میں ملازمت حاصل کرنے کی کوشش کرو۔ کم از
کم اس طرح سے تمہیں روٹی پانی اور کپڑے کی
تو فکر نہیں ہو گی۔ اس کے بعد ہم سوچ لیں گے
کہ ہمیں آگے کیا کرنا ہے۔"

ماریا نے سر جھکا لیا اور کہا:

"جیسے تمہاری مرضی۔ اب کسی کے گھر نوکرانیوں
کی طرح کام کاج میں کرنا ہو گا۔ قسمت میں یہ
بھی لکھا تھا۔ جادو بھی ہاتھ سے نکل گیا۔ دوسروں
کے گھروں کی صفائی بھی کرنی پڑ گئی۔"

ناگ کی آواز آئی: "انسان پر اگر کوئی سخت وقت
آن پڑے تو اسے گھبرانا نہیں چاہیے اور تم تو
بڑی بہادر لڑکی ہو۔"

ماریا نے کہا: "بہادر لڑکی اس وقت تھی جب
میں غائب تھی اب تو ایک کمزور سی دبلی پتلی
لڑکی ہوں جو دشمن سے اپنا بچاؤ بھی نہیں کر سکتی۔
بہرحال شہر جا کر کسی جگہ نوکر ہونے کی کوشش
کرتی ہوں۔"

ماریا ایک عام لڑکی کی طرح بجھے ہوئے دل کے ساتھ
اہرام سے باہر آ گئی۔

باہر رات کا اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ ماریا کو بڑا دکھ ہو
رہا تھا کہ وہ ناگ کو لے کر اس منحوس اہرام میں کیوں داخل
ہو گئی۔ طالار کی روح سے ملاقات بھی نہ ہو سکی اور ناگ بھی
نگاہوں سے اوجھل ہو گیا۔

اگرچہ ناگ اس کی جیب میں تھا مگر وہ سامری کے ساتھ

کے اندر قید تھا اور باہر نہیں آ سکتا تھا۔ اس نے ناگ
سے کہا:

"ناگ! تم میری آواز سن رہے ہو؟"

"ہاں — کہو، تم باہر آ گئی ہو کیا؟" ناگ نے پوچھا۔

"ہاں — میں اس وقت اہرام کے باہر کھڑی ہوں"

ناگ نے کہا: "میں دیکھ رہا ہوں۔ میں نے صرف
اس لیے پوچھ لیا تھا کہ کہیں مجھے لوہے کے اس
صندوق میں غلط منظر تو نظر نہیں آ رہا۔ اب ثابت
ہو گیا کہ میں تمہارا ٹھیک منظر دیکھ رہا ہوں۔ اب
تم ایسا کرو کہ شہر جانے کی بجائے اسی جگہ رات بسر
کر لو۔ کیوں کہ اکیلی عورت کا رات کے وقت شہر
جانا مناسب نہیں لگتا۔"

"کیا کروں۔ مجبوراً اسی جگہ رات بسر کرنی ہو گی۔ مجھے
خود اکیلی کو اندھیرے سے ڈر لگتا ہے۔"

وہ اہرام کے دروازے کی ایک طرف پتھر کے چبوترے
پر بیٹھ گئی اور ناگ سے باتیں کرنے لگی۔ وہ کیٹی اور عنبر کے
بارے میں بھی باتیں کرتے رہے کہ خدا جانے وہ اس وقت
کہاں ہوں گے۔ ماریا کو نیند آنے لگی۔ اس نے کہا:

"ناگ! مجھے نیند آ رہی ہے۔ میں سونے لگی ہوں۔

کیا تم میری حفاظت کرو گے؟"

ناگ نے کہا: "میں تمہیں سوتے ہوئے دیکھتا رہوں
گا۔ تمہیں کسی خطرے سے خبردار بھی کر دوں گا مگر
افسوس کہ اس سانپ کے اندر سے نکل کر تمہاری
کوئی مدد نہیں کر سکوں گا۔"

ماریا نے کہا: "چلو یہ بھی غنیمت ہے کہ تم مجھے
دیکھ رہے ہو گے اور مجھے وقت پر کسی خطرے سے
خبردار کر دو گے۔ آگے جو ہو گا دیکھا جائے گا۔ کیا کروں
اور کچھ کر نہیں سکتی۔"

"اب تم سو جاؤ۔ تمہیں بہت نیند آ رہی ہے۔ میں
دیکھ رہا ہوں کہ تمہاری آنکھوں کے پپوٹے بند ہو
رہے ہیں۔"

ماریا نے جمائی لی اور کہا: "سو رہی ہوں۔ سو رہی
ہوں۔"

اور ماریا وہیں چبوترے پر لیٹ گئی۔ عام انسانی
کمزوریوں والی لڑکی تھی۔ لیٹتے ہی اسے نیند آ گئی۔ وہ سو گئی۔
ناگ سونے کے سامری کے سانپ کے اندر لوہے کے بند
صندوق میں قید ماریا کو سوتے ہوئے بالکل صاف دیکھ رہا
تھا۔ سرہانے اور پاؤں کے جانب اژدہا اسی طرح پہرہ دے

رہے تھے۔ ناگ ان اژدہوں کو وہاں سے بھگا نہیں سکتا تھا
یہ اس کے اختیار سے باہر تھا۔ یہ اژدہا سامری کے اژدہا تھے
جو اگرچہ ناگ کو کوئی نقصان نہیں پہنچا رہے تھے مگر اس پر
پہرہ بھی دے رہے تھے۔ ناگ نے محسوس کیا کہ وہ بند
صندوق میں ہل جل نہیں سکتا پھر یہ اژدہا اس پر کس لیے
پہرہ دے رہے ہیں۔

سامری کے اژدہا خاموش تھے۔ کسی وقت ناگ کو لگتا کہ
وہ پتھر کے بت ہیں۔ کسی وقت اسے لگتا کہ اژدہا سوئے ہوئے
سانس لے رہے ہیں۔ یہ اژدہا سامری کے طلسم کے اثر میں
تھے اور ان پر ناگ دیوتا کا کوئی اثر نہیں تھا۔ اس نے
لوہے کے بند صندوق کی سامنے والی دیوار کو دیکھا۔ وہاں ٹی
وی کی سکرین کی طرح ماریا اہرام مصر کے باہر چبوترے پر
ستاروں کی روشنی میں سوئی ہوئی نظر آ رہی تھی۔

دن نکل آیا۔ دھوپ کی تیز کرنیں ماریا کے چہرے پر پڑیں
تو اس کی آنکھ کھل گئی۔ اس نے آنکھیں ملتے ہوئے چاروں
طرف دیکھا۔ چاروں طرف صحرا میں اور دریا
پر دھوپ پھیلی ہوئی تھی۔ اس نے ناگ کو آواز دی۔ ناگ
نے کہا:

"میں تمہیں دیکھ رہا ہوں ماریا۔ دن نکل آیا ہے

اب شہر میں جا کر کسی جگہ نوکری تلاش کرو۔ میں
جانتا ہوں کہ تمہیں بھوک لگ رہی ہوگی۔ میں
تمہارے ساتھ ہوتا تو تمہیں خود ناشتہ لا کر دیتا
مگر اب تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ تمہیں خود
ہی کھانے پینے کا بندوبست کرنا پڑے گا۔ مجھے
افسوس ہے۔"

ماریا کہنے لگی: "ناگ بھیا تمہارے افسوس کرنے سے مجھے
ناشتہ نہیں مل سکے گا۔ پیٹ کی آگ تو بجھانی ہی
ہوگی۔ جاتی ہوں شہر کی طرف۔"

اور ماریا چپکے سے اٹھ کر شہر کی طرف روانہ ہو گئی۔

قدیم مصر کا دارالحکومت بیدار ہو چکا تھا۔ دکانیں کھل چکی
تھیں۔ عورتیں کنول کے پھول ہاتھوں میں لیے مندروں کی طرف
پوجا کرنے جا رہی تھیں۔ ماریا کا لباس مصری عورتوں کی طرح
کا نہیں تھا بلکہ عراق کی عرب عورتوں کی طرح کا تھا۔ ماریا
ایک مندر کے باہر ایک طرف ہٹ کر کھڑی ہو گئی اور
لوگوں کو مندر میں جاتے دیکھنے لگی۔ ناگ نے اس کی جیب
کے اندر سے آواز دی:

"ماریا! یہاں کھڑی کیا کر رہی ہو؟ تمہارے دل میں کیا ہے؟"

ماریا نے کہا: "دل میں اور کیا ہو سکتا ہے سوائے اس

سے کر کوئی امیر عورت دیکھوں اور اس کو ملازمت
کے لیے کہوں۔ بھوک سے پیٹ میں چوہے دوڑنے
لگے ہیں۔"

ناگ کی آواز دوبارہ آئی:
"کاش! میں تمہارے لیے کچھ کر سکتا۔"

ماریا نے کوئی جواب نہ دیا۔ کیونکہ اس کی توجہ ایک
خوبصورت عورت کی طرف تھی جس کی کرسی کو غلاموں نے
اپنے کاندھوں پر اٹھا رکھا تھا۔ وہ مندر کے دروازے پر آ کر
ٹھہر گئی۔ اس کے پیچھے پیچھے نوکر مٹھائیوں کا تھال اٹھائے
چلے آ رہے تھے۔ عورت نے بڑے قیمتی زرق برق لباس پہن
رکھا تھا اور کوئی امیر بیگم لگتی تھی۔ اس نے غلاموں کو اشارہ
کیا۔ وہ مٹھائی کا تھال لے کر آگے بڑھے اور مندر کے باہر
کھڑے فقیروں میں مٹھائی بانٹنے لگے۔ ایک غلام نے ماریا کو
بھی مٹھائی دینی چاہی تو اس نے انکار کر دیا اور کہا:
"میں فقیرنی نہیں ہوں۔"

ناگ نے یہ دیکھا تو بڑا خوش ہوا کہ ماریا نے بھوک
سے مجبور ہو کر اپنا وقار فروخت نہیں کیا اور کسی کے
آگے ہاتھ نہیں پھیلائے۔ امیر عورت نے یہ منظر دیکھ
لیا تھا کہ ماریا نے خیرات نہیں لی۔ اس نے غلاموں

سے کہا:
"اس لڑکی کو میرے پاس لاؤ۔"

ناگ نے کہا: "جاؤ ماریا۔ یہ بیگم تمہیں بلا رہی ہے
دیلیے مجھے خوشی ہوئی کہ تم نے خیرات نہیں لی۔"

ماریا اس عورت کے پاس چلی گئی۔ اس امیر عورت
نے پوچھا:
"تم کون ہو؟ کیا باہر کے ملک سے آئی ہو؟"

ماریا نے کہا: "ہاں۔ میں ملک عراق کی رہنے والی
ہوں۔ یہاں سیر و سیاحت کی غرض سے آئی ہے۔"

امیر عورت نے کہا: "تم نے خیرات کیوں نہیں لی؟"

ماریا نے کہا: "میں فقیر نہیں ہوں۔ کسی کی خیرات پر
زندہ نہیں رہوں گی۔ کما کر کھانا چاہتی ہوں۔"

امیر عورت نے کہا:
"کیا میرے ہاں ملازمت کرو گی؟"

ماریا کو اور کیا چاہیے تھا۔ فوراً ہاں کر دی۔ امیر عورت
نے ماریا کو اپنے ساتھ چلنے کو کہا اور غلام اس کی کرسی
اٹھا کر آگے روانہ ہو گئے۔

یہ شہر کی ایک مالدار عورت تھی اور اس کی نام ...
تھا۔ اس کا خاوند مر چکا تھا۔ اس کی صرف ایک بچی تھی

جس کی عمر چودہ برس کی تھی اس لڑکی کا نام کنوتی تھا۔
کنوتی بڑی پیاری اور معصوم لڑکی تھی۔ امیر زادی اسپالا کی
بہت بڑی جائیداد تھی جو ساری کی ساری اس کی موت کے
بعد اس کی بیٹی کنوتی کو ملنے والی تھی۔ ماریا کا کام امیر زادی
سپالا کے کپڑے سنبھالنا، اس کے بالوں میں کنگھی کر کے انہیں
گوندھنا اور اس کا بستر لگانا تھا۔

اسپالا کو بھی ماریا بہت پسند آ گئی تھی۔ اسپالا کی بیٹی
کنوتی بھی ماریا سے بہت پیار کرنے لگی تھی، ماریا کو اس
گھر میں آئے ایک مہینہ گذر چکا تھا، اس امیر زادی اسپالا
کا عالی شان مکان شہر سے باہر دریائے نیل کے کنارے پر
صنوبر کے ایک بہت بڑے باغ کے قریب تھا۔

اب ایک عجیب حادثہ ہو گیا۔ شروع میں تو سامری
کے سونے کے چھوٹے سانپ کے اندر قید ناگ، ماریا سے
باتیں کر لیا کرتا تھا۔ اس کی آواز سانپ کے بُت کے اندر
سے آ جایا کرتی تھی۔ مگر آہستہ آہستہ یہ آواز آنی بند ہو گئی
وہ اسے پکارتی رہ جاتی۔ ناگ کی آواز نہ آتی۔ ناگ بھی
پریشان تھا۔ وہ اپنی طرف سے بہتری آواز نکالتا۔ ماریا کو
پکارتا۔ مگر ماریا تک اس کی کوئی آواز نہ جاتی۔ ناگ کو یقین
تھا کہ ماریا سامری سانپ کے بُت کو اپنے سے کبھی الگ

نہیں کرے گی پھر بھی وہ چاہتا تھا کہ اس سے باتیں کیا
کرے اور اس کو مشورے دیا کرے، کیونکہ وہ ماریا کو
اپنے لوہے کے صندوق میں بند باقاعدہ دیکھتا رہتا تھا، وہ
اسے اسی طرح نظر آتی تھی مگر اس کی آواز ماریا تک نہیں
جاتی تھی۔

ماریا نے سونے کے سانپ کو جس میں ناگ قید تھا۔
اپنے کمرے کے ایک لکڑی کے صندوق میں رکھا ہوا تھا۔

ایک روز وہ صندوق میں سے سامری کے سانپ کو نکال
کر ناگ سے باتیں کرنے کی کوشش کرنے لگی۔ جب تھک
گئی اور ناگ کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا تو وہ مایوس
ہو کر سانپ کو صاف کرنے لگی۔ اتنے میں دوسری نوکرانی
کپالا اچانک اندر آ گئی۔ ماریا سامری سانپ کو چھپا نہ سکی۔
نوکرانی نے پوچھا:

"کتنا چھوٹا سا سانپ ہے۔"

ماریا نے کہا "ہاں ۔۔ یہ میری امی جان نے مجھے
ہندوستان سے لا کر دیا تھا۔ میں نے ان کی نشانی
کے لیے رکھا ہوا ہے۔"

"سونے کا لگتا ہے۔" نوکرانی کپالا نے کہا۔

ماریا نے جان بوجھ کر کہا:

"نہیں۔ سونے کا ہوتا تو میں یہاں نوکری کرتی۔"

"یہ تو پیتل کا ہے۔"

مگر نوکرانی کپالا ایک چالاک اور عیار عورت تھی۔ اس کی تجربہ کار آنکھ نے دیکھ لیا تھا کہ سانپ خالص سونے کا ہے۔ اور اس نے اسی وقت سانپ کو چرانے کا ارادہ پکا کر لیا تھا۔ ماریا نے سانپ کو صندوق میں رکھ کر تالا لگا دیا اور نوکرانی کپال کو باتوں میں لگا کر باہر لے آئی۔

نوکرانی کپالا اس گھر کی بڑی پرانی نوکرانی تھی اور اس نے اپنی خوشامد، عیاری اور چکنی چپڑی باتوں سے امیرزادی اپملا کے دل میں بڑی جگہ بنا رکھی تھی۔ امیرزادی اپملا پر نوکرانی کا اتنا اثر تھا کہ وہ اس کے مشورے کے بغیر کوئی کام نہ کرتی تھی۔ نوکرانی کپال بڑی لالچی عورت تھی اور اس عالی شان گھر کی اکثر چیزیں چوری کر لیا کرتی تھی۔

ماریا اس نوکرانی سے بڑی بنا کر رکھتی تھی۔ کیوں کہ ماریا کو ایک بات کا بڑی شدت سے احساس تھا کہ اب تو ناگ کے مشورے بھی اس کے ساتھ نہیں ہیں اور اگر اسے اس گھر سے چھٹی مل گئی تو اسے دو وقت کی روٹی کے لیے در در کی ٹھوکریں کھانی پڑیں گی۔ ماریا نے اتنی غریبی اور مجبوری کی حالت پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔

وہ اگر غریبی حالت میں ہوتی تو اسے کسی کی پروا نہیں تھی مگر اس وقت وہ ایک عام کمزور لڑکی کے روپ میں تھی اور اسے سب سے زیادہ فکر کھانے پینے اور سر چھپانے کے لیے کسی جگہ کی تھی۔ یہ دونوں چیزیں اسے امیرزادی اپملا کے گھر میں ملی ہوئی تھیں۔ اس لیے وہ نوکرانی کپال سے بگاڑنا نہیں چاہتی تھی۔ کیوں کہ نوکرانی کا امیرزادی اپملا پر بڑا اثر تھا۔

کبھی کبھی امیرزادی اپملا کا ایک رشتے دار ادھیڑ عمر آدمی اس سے ملنے آیا کرتا تھا۔ یہ بڑا پُر اسرار سا آدمی تھا۔ معلوم ہوا کہ صرف یہی ایک رشتے دار باقی ہے۔ چنانچہ اگر اپملا کی بیٹی کنتی مر جاتی ہے تو اپملا کی ساری جائیداد اسی رشتے دار کے قبضے میں آ جاتی تھی۔

چنانچہ ماریا نے محسوس کیا تھا کہ یہ پُراسرار آدمی جب بھی آتا تھا تو اکثر نوکرانی کپال کے ساتھ ادھر اُدھر چھپ کر کھسر پھسر کرتا رہتا تھا۔ جب سے اس پُراسرار رشتے دار نے نوکرانی کپال کے ساتھ دوستی بڑھائی تھی نوکرانی نے معصوم لڑکی کنتی کا بہت خیال رکھنا شروع کر دیا تھا۔ وہ اسے سیر کرانے مندر میں پوجا کرانے اور دریا میں کشتی کی سیر کرانے خود لے کر جاتی تھی۔ کنتی کی ماں یعنی امیرزادی اپملا

دیکھ کر خوش ہوتی کہ نوکرانی کپال اس کی بچی کا کتنا خیال
رکھ رہی ہے۔
ایک دن ماریا نے ناگ والا سامری کا سانپ نکال کر
اس کو دیکھنا اور صاف کرنا چاہا تو دیکھا کہ صندوق میں
سامری کا سونے کا سانپ کہیں نہیں ہے۔ اس نے سارے
کمرے میں ہر جگہ تلاش کیا مگر سونے کا سانپ کہیں نہیں
نہ ملا۔ وہ پریشان ہو کر سوچنے لگی
کہ سانپ کو کون لے جا سکتا ہے۔
ایک دم سے اس کا خیال نوکرانی کپال کی طرف چلا گیا۔
اسے یاد آیا کہ ایک روز نوکرانی کپال نے اسے سانپ کو صاف
کرتے دیکھ لیا تھا۔ ضرور اسی نے سانپ چرایا ہو گا۔ ماریا پریشان
ہو کر نوکرانی کپال کے پاس گئی اور اسے کہا کہ اس کا سانپ
چوری ہو گیا ہے۔ جو اس کی ماں کی آخری یادگار تھا۔ نوکرانی کپال
نے غصے میں کہا:
"تو کیا میں نے چرایا ہے؟ میرے پاس کیوں آئی ہو؟"
ماریا یہ سوچ کر خاموش ہو گئی کہ سانپ تو ہاتھ سے نکل گیا
ہے اگر نوکرانی کپال کو ناراض کر لیا تو یہ نوکری بھی ہے نکل
جائے گی اور پھر اس گھر میں رہتے ہوئے ماریا کو ایک امید
ضرور تھی کہ اگر نوکرانی کپال نے سامری کا سانپ چرایا ہے تو

ایک نہ ایک دن اس کا کچھ تو سراغ مل ہی جائے گا۔ چنانچہ
ماریا نے نوکرانی کو کچھ نہ کہا اور الٹا معافی مانگنی شروع کر دی کہ
اس نے اپنے سانپ کا اس سے ذکر کیا۔
ماریا کا دل اندر سے بجھ گیا تھا۔ اب اسے محسوس ہوا کہ ناگ
اس کے پاس سے چلا گیا ہے۔ ناگ اب اس کے پاس نہیں ہے۔
ماریا کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ وہ اپنے کمرے میں چلی گئی۔ دروازہ
بند کر لیا اور ناگ کو یاد کر کے آنسو بہانے لگی۔ طلسمی سانپ
اس کے پاس تھا تو اسے امید تھی کہ شاید کبھی ناگ سامری کے
سانپ کی قید سے آزاد ہو کر باہر نکل آئے مگر اب تو سانپ بھی
ماریا کے پاس سے چھین گیا تھا۔

○

عنبر اندھیر نگری میں

سونے کا سانپ نوکرانی کپال نے ہی چرایا تھا۔

امیرزادی کے عالی شان گھر میں جتنے صندوق تھے ان سبھوں کی ایک ایک چابی بند کر کے نوکرانی نے اپنے پاس رکھی ہوئی تھی۔ اس نے ایک روز جب ماریا امیرزادی کے کمرے میں بستر لگا رہی تھی ماریا کے صندوق کو دوسری چابی لگا کر کھولا اور سونے کے سانپ کا بت نکال کر لے گئی۔ یہ سونے کا سانپ اس نے اپنے مکان میں جو وہاں سے تھوڑے فاصلے پر تھا ایک کوٹھڑی میں جا کر رکھ دیا تھا کہ موقع ملتے پر لے بازار میں جا کر بیچ ڈالے گی۔ اسے کیا معلوم تھا۔ اس سانپ کے اندر ناگ قید ہے اور وہ سامری کا طلسمی سانپ ہے۔

ماریا بے چاری رو دھو کر چپ کر کے بیٹھ گئی۔ کچھ نہیں کر سکتی تھی۔ اس گھر کی ملازمت چھوڑ کر اکیلی کہاں جا سکتی تھی۔ اسے ناگ کے ساتھ ساتھ اب کیٹی اور عنبر کا بھی خیال آنے لگا تھا کہ وہ لوگ نہ جانے کہاں ہیں۔ ناگ کا تھوڑا بہت آسرا تھا۔ وہ بھی اس کے پاس نہیں رہا تھا۔

ایک رات کا ذکر ہے۔ ماریا امیرزادی کو اس کی خواب گاہ میں سلا کر واپس اپنی کوٹھڑی کی طرف جا رہی تھی۔ جب وہ سیڑھیوں کے ستونوں کے قریب سے گزری تو وہاں اندھیرا تھا۔ اسے اندھیرے میں نوکرانی کی کسی سے آہستہ آہستہ باتیں کرنے کی آواز آئی۔ ماریا رک گئی اور ستون کی آڑ میں ہو کر دیکھا کہ نوکرانی کپال اسی پراسرار آدمی سے باتیں کر رہی تھی جو امیرزادی کا اکیلا اور آخری رشتے دار تھا۔ نوکرانی کہہ رہی تھی:

"مجھ سے جو ہو سکا تمہارے لیے کروں گی حامیز۔ مگر تمہیں بھی میرے انعام کا خیال رکھنا ہو گا۔ جب تم اس محل کے اور ساری جائیداد کے اکیلے وارث بن جاؤ گے تو کیا تمہاری آنکھیں تو نہیں بدل جائیں گی؟"

پراسرار رشتے دار حامیز نے سرگوشی میں کہا۔

"کپال! تم ایک بار میرا کام کر دو اور کنوتی کو میرے راستے سے ہمیشہ کے لیے اس طرح سے ہٹا دو کہ کسی کو مجھ پر شک نہ پڑے۔ پھر دیکھنا میں تمہیں مالا مال کر دوں گا۔"

نوکرانی نے کہا: "میں پوری کوشش کروں گی۔ مگر تم اپنی زبان بند رکھنا اور یہاں بہت کم آیا کرو مجھے

پنی سازش پر کام کرنے دو۔ اب تم جاؤ۔
پُراسرار رشتے دار حامیز دوسری طرف چلا گیا۔ ماریا بھی وہاں
سے کھسک کر اپنے کوٹھڑی میں آ گئی۔ وہ یہ سن کر حیران رہ
گئی کہ یہ ظالم نوکرانی دولت کے لالچ میں آ کر امیرزادی انپالا
کی اکلوتی معصوم بیٹی کنوتی کو قتل کرنے کی سازش کر رہی ہے
محض اس لیے کہ امیرزادی کی بیٹی کے مر جانے سے اس
کی جائیداد کا سوائے اس کے پُراسرار رشتے دار کے اور کوئی
وارث نہیں رہے گا۔

ماریا نے معصوم لڑکی کنوتی کو نوکرانی کپال اور حامیز کی
خونی سازش سے بچانے کا فیصلہ کر لیا۔ مگر وہ بے بس تھی۔ اس
کے پاس طاقت نہیں تھی۔ وہ پہلے سی ماریا نہیں تھی۔ وہ ایک
کمزور لڑکی تھی۔ پھر بھی اس نے فیصلہ کیا کہ وہ بھولی بھالی
لڑکی کنوتی کو ان بے دردوں کے ہاتھوں مرنے نہیں دے گی۔
پہلے اس نے سوچا کہ وہ امیرزادی کو جا کر ساری بات بتا دے۔
پھر اسے خیال آیا کہ ہو سکتا ہے امیرزادی اس کی بات پر اعتبار
نہ کرے۔ کیوں کہ وہ اپنی نوکرانی پر بہت زیادہ بھروسہ کرتی
ہے۔ اس کو کبھی یقین ہی نہیں آئے گا کہ نوکرانی کپال اس
کی بیٹی کو قتل کرنے کا منصوبہ بنا رہی ہے اور ادھیڑ عمر اس
کا رشتے دار حامیز اس کے ساتھ ملا ہوا ہے۔ کیوں کہ وہ

اپنے رشتے دار کو بھی بڑا نیک اور ایمان دار آدمی سمجھتی تھی۔
چنانچہ ماریا نے امیرزادی انپالا کو یہ بات بتانے کا ارادہ
ترک کر دیا اور اپنے طور پر کنوتی کی جان بچانے کے طریقے
پر غور کرنے لگی۔

○

اب ہم ماریا کو اسی عالی شان محل میں چھوڑتے ہیں جو شہر
سے باہر دریا کے کنارے پر ہے اور عنبر کی طرف چلتے ہیں۔
عنبر اپنے قافلے کے ساتھ سفر کرتا۔ شہر سے دور ایک
جگہ صحرا میں پہنچا تو قافلے کو ایک زبردست آندھی نے آ گھیرا۔
یہ آندھی اتنی خوفناک تھی کہ قافلہ تتر بتر ہو گیا۔ اونٹ بھاگ
گئے۔ جس کا جدھر کو منہ اُٹھا جان بچانے کے لیے بھاگ
اٹھا۔ ہوا کے طوفان میں ریت رچی ہوئی تھی اور دن کے وقت
صحرا میں اندھیرا چھا گیا تھا۔

عنبر نے ایک مسافر کو دیکھا کہ آندھی کے طوفان سے
بچنے کے لیے ریت کے ٹیلوں میں زخمی چوہے کی طرح بھاگ
رہا ہے۔ عنبر نے اس کی مدد کرتے ہوئے اسے اپنے پاس
کھینچ لیا اور اس کے اوپر اپنی چادر ڈال دی تا کہ اس کے
ناک میں ریت نہ گھسے اور وہ دم گھٹنے سے مر نہ جائے۔

ایک گھنٹے بعد جب آندھی کا طوفان تھما تو عنبر نے دیکھا
کہ وہاں نہ کوئی قافلہ اور نہ قافلے والے تھے۔ صرف وہ
اور اس کا ساتھی وہاں موجود تھے۔ باقی سب لوگ خدا
جانے کہاں رفوچکر ہو گئے تھے یا آندھی کا طوفان انہیں
اپنے ساتھ اڑا کر لے گیا تھا۔ عنبر نے اپنے ساتھی کی
طرف دیکھا اور پوچھا:
"بھائی تم اور میں ہی باقی بچے ہیں۔ کچھ معلوم نہیں
کہ قافلہ اور قافلے والے طوفان میں کہاں غائب
ہو گئے۔"

وہ آدمی بولا: "خدا کا شکر ہے کہ اس بار میں سامان
ساتھ لے کر سفر نہیں کر رہا تھا۔ اکیلا ہی تھا۔"
"تمہارا نام کیا ہے؟ میرا نام تو عنبر ہے اور میں
ملک مصر کا ایک حکیم ہوں۔"
وہ بولا: "میرا نام قبولا ہے۔ میں عراق میں اناج
کی تجارت کرتا ہوں۔"
عنبر نے کہا: "تم اس راستے پر اکثر سفر کرتے
رہتے ہو۔ کیا تم بتا سکتے ہو کہ ہم مصر سے کتنی
دور ہیں؟"
قبولا نے کہا: "ابھی مصر تک ایک دن کا سفر باقی

ہے۔ مگر ہمارے پاس تو کھانے پینے کو کچھ نہیں
نہ سفر کرنے کے لیے اونٹ اور سواری ہے۔"
قبولا کہنے لگا: "بھائی۔ میں اتنا جانتا ہوں کہ یہاں سے
مشرق کی طرف ایک بستی ہے جہاں ایک بادشاہ
حکومت کرتا ہے۔ اس بادشاہ کی فوج بھی ہے یہ
بادشاہ حکومت مصر کے ماتحت ہے مگر ہر سال
اپنی بستی میں کوئی نیا حکم جاری کر دیتا ہے۔ چلو
بھائی اس بستی میں چلتے ہیں اور وہاں سے سواری
حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔"
عنبر اس آدمی کے ساتھ صحرا میں مشرق کی طرف روانہ
ہو گیا۔ دن ابھی باقی تھا کہ وہ ایک بستی میں پہنچ گئے جو
ایک شہر جتنی بڑی تھی اور اس کے باہر فصیل بھی تھی یعنی
بستی کے اردگرد دیوار بنی ہوئی تھی۔ وہاں پہنچے تو بادشاہ نے
نے ایک نیا حکم جاری کیا ہوا تھا کہ شہر کی ہر شے دو پیسے
سیر ملے گی۔ عنبر کا ساتھی بڑا خوش ہوا کہ چلو اچھا ہے۔
مزے سے دو پیسے سیر حلوہ مٹھائی کھائیں گے۔
عنبر نے کہا: "بھائی میرا کہا مانو اور اس بستی سے
نکل چلو۔ یہاں خیر نہیں لگتی۔"
عنبر کے ساتھی قبولا نے کہا:

"بھائی تم کیسے کہتے ہو کہ یہاں خیر نہیں۔ یہاں تو
ہر شے بڑی سستی ہے۔ جو چاہے ٹکے سیر لے لو۔"
عنبر بولا: "بھائی جس شہر میں بڑے چھوٹے کا خیال
نہ ہو اور گھوڑے اونٹ اور بکری گدھے کو ایک
ہی لاٹھی سے ہانکا جا رہا ہو وہاں گڑبڑ ہو جانے
کا خطرہ ہے اس لیے یہاں سے نکل چلو۔"

قنبر کہنے لگا: "بھائی میں تو نہیں جاؤں گا پہلے
ٹکے سیر حلوہ۔ مٹھائی کھا لوں پھر چلوں گا۔"

پس عنبر کا ساتھی سارا دن کھاتا رہا۔ کسی دکان سے مٹھائی
لے کر اڑاتا۔ کسی دکان سے بھنا ہوا گوشت لے کر ہڑپ کر
جاتا۔ عنبر کسی اونٹ کی تلاش میں تھا کہ اسے مل جائے تو
اپنے سفر پہ روانہ ہو۔ اب ایسا ہوا کہ بادشاہ نے ایک اور
حکم جاری کر دیا کہ شہر کے دروازے بند کر دیے جائیں
اور ایک مہینے تک کوئی آدمی نہ باہر جائے نہ باہر سے
اندر آئے۔

عنبر تو دیوار توڑ کر بھی جا سکتا تھا مگر وہ اپنے ساتھی
کو اکیلا نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔ وہ اس کے ساتھ بستی میں
ٹھہر گیا۔ پندرہ بیس دنوں میں عنبر کا ساتھی ٹکے سیر مٹھائی
حلوہ اور ٹکے سیر بھنا ہوا گوشت کھا کھا کر خوب موٹا

تازہ ہو گیا۔

اب ایسا اتفاق ہوا کہ اس شہر میں کسی شخص نے
ایک آدمی کو مار ڈالا۔ وہ بادشاہ کے سامنے پیش ہوا۔ بادشاہ
نے اسے پھانسی پر چڑھانے کا حکم دے دیا۔ وہ ہاتھ
باندھ کر بولا:

"بادشاہ سلامت! میں تو بڑا دبلا پتلا آدمی ہوں۔
پھانسی کا رسہ میرے گلے میں پورا نہیں آئے گا۔ اس
لیے کسی موٹے تازے صحت مند آدمی کو میری جگہ
پھانسی دی جائے تو بہتر رہے گا۔"

بادشاہ نے اسی وقت حکم دیا کہ اس کو چھوڑ دو۔
شہر میں جو موٹا تازہ آدمی ہو اسے پکڑ کر پھانسی دے دو۔
سپاہی شہر میں ایسے آدمی کو تلاش کرتے کرتے عنبر کے
ساتھی تک پہنچ گئے۔ چونکہ وہ شخص ٹکے سیر حلوہ مٹھائی
کھا کھا کر خوب موٹا تازہ اور چکنا چپڑا ہو رہا تھا اس
لیے سپاہی اسے پکڑ کر بادشاہ کے پاس لے گئے۔ بادشاہ نے
دیکھ کر خوش ہوا اور بولا:

"یہ آدمی موٹا تازہ ہے۔ اس کو پھانسی چڑھا دو۔"

عنبر نے اپنے ساتھی سے کہا:

"میں نہ کہتا تھا کہ جہاں چھوٹے بڑے اور اچھے

بڑے کی تمیز نہ ہو وہاں نہیں رہنا چاہیے۔ اب
مجھے کی سزا بھگت۔"
وہ آدمی گڑگڑا کر عنبر سے بولا:
"خدا کے لیے میری مدد کرو۔ میں توبہ کرتا ہوں۔"
عنبر نے اس کے کان میں ایک بات کہی اور خاموش
ہو گیا۔ پھر عنبر نے بادشاہ سے کہا:
"بادشاہ سلامت! اس کو پھانسی نہ دو۔ اس کی
جگہ مجھے پھانسی دے دو۔"
عنبر کا ساتھی بولا: "نہیں بادشاہ سلامت! مجھے
پھانسی دو۔ خدا آپ کا بھلا کرے۔ مجھے جلدی سے
پھانسی دے دو۔"
بادشاہ بڑا حیران ہوا، بولا:
"لوگ تو پھانسی کے نام سے ڈرتے ہیں اور تم
دونوں کو پھانسی پانے کا شوق اتنا ہے۔ آخر یہ
بات کیا ہے؟"
عنبر نے کہا: "بادشاہ سلامت! ستاروں کے علم
کے حساب سے آج ہزاروں سال کے بعد وہ
مبارک گھڑی آئی ہے کہ اس وقت جو کوئی پھانسی
پانے گا سیدھا بہشت میں چلا جائے گا۔"

احمق بادشاہ نے کہا: "اگر یہ بات ہے تو پھر تم
دونوں کی جگہ ہم خود پھانسی چڑھیں گے تاکہ سیدھے
بہشت میں چلے جائیں۔"
یہ کہہ کر بادشاہ نے جلاد کو حکم دیا کہ مجھے پھانسی پر
چڑھا دو اور اس مجرم کو چھوڑ دو۔ جلاد بادشاہ کو لے کر
چلے تو عنبر نے اپنے ساتھی سے کہا:
"اب اس اندھیر نگری سے بھاگ چلو۔"
اور وہ دونوں اس بستی سے باہر نکل گئے۔
بستی کے باہر انہیں ایک قافلہ مل گیا جو مال لے کر
مصر جا رہا تھا۔ عنبر اور اس کا ساتھی قافلے میں شامل ہو
گئے۔ مصر پہنچ کر عنبر نے رات ایک سرائے میں بسر کی وہ
صبح کو ناگ ماریا کی تلاش میں شہر کے بازاروں میں آ گیا۔
اس وقت چونکہ شہر سے باہر کچھ فاصلے پر دریا کے کنارے
امیرزادی کے عالی شان مکان میں تھی اس لیے عنبر کو اس
کی خوشبو نہ آئی۔ ماریا کو تو عنبر کی خوشبو آ ہی نہیں سکتی تھی
کیونکہ وہ ایک عام عورت کے روپ میں تھی۔
مگر عنبر کی خوشبو ناگ نے محسوس کر لی تھی جو طلسمی سونے
کے سانپ کے اندر قید تھا اور اژدہے اس کی پہرہ داری
کر رہے تھے۔ وہ عنبر کو دیکھ نہیں سکتا تھا، کیونکہ ناگ

صرف جہاں سونے کا سانپ تھا اس کے ارد گرد ہی دیکھ سکتا تھا۔ اس سے باہر نہیں دیکھ سکتا تھا۔ لیکن عنبر کی خوشبو محسوس کر کے اسے بڑی خوشی ہوئی کہ عنبر بھی اس شہر پہنچ گیا ہے۔ ناگ نے سونے کے سامری سانپ کی قید سے نکلنے کے بہت غور فکر کیا مگر اسے کوئی صورت وہاں سے نکلنے کی دکھائی نہیں دیتی تھی۔

سامری کے طلسم نے اسے جکڑ کر رکھ دیا تھا۔

عنبر کو ناگ کی بھی خوشبو نہیں آئی تھی کیوں کہ ناگ بھی شہر سے دُور نوکرانی کپال کے مکان کی کوٹھڑی میں پڑا تھا۔ اگر وہ شہر کے اندر ہوتا تو عنبر کو اس کی خوشبو ضرور آ جاتی۔

اُدھر اسی رات ایسا ہوا کہ ابھی امیر زادی شام کا کھانا کھا کر لیٹی تھی کہ نوکرانی کپال نے اس کی بیٹی کنوتی کو بے ہوش کر کے مکار رشتے دار حامیز کے حوالے کرنے کا فیصلہ کر لیا تاکہ وہ اسے جنگل میں لے جا کر قتل کر ڈالے اور لاش دریا میں بہا دے۔ اس رات آسمان پر بادل چھائے تھے اور لڑکی کنوتی کو قتل کرنے کا بڑا سنہری موقع تھا۔

ماریا بھی اس کی ٹوہ میں تھی۔ چنانچہ جب نوکرانی کپال اپنی چکنی چپڑی باتوں سے معصوم لڑکی کنوتی کو ساتھ لے کر محل سے باہر جانے لگی تو ماریا اس کے پیچھے لگ گئی۔

نوکرانی کپال بڑی ہوشیار عورت تھی۔ وہ سمجھ گئی کہ ماریا اس کا پیچھا کر رہی ہے۔ چنانچہ اس نے پہلے ماریا کو راستے سے ہٹانے کا فیصلہ کیا اور امیر زادی کی بیٹی کو واپس محل میں لے آئی۔

حامیز اندھیرے میں نوکرانی کے پاس آیا کہ کیا ہوا؟ اس نے ارادہ کیوں بدل لیا؟ نوکرانی نے بتایا کہ ماریا نام کی دوسری نوکرانی کو شک پڑ گیا ہے۔ اس لیے پہلے اس کا قتل کیا جانا بہت ضروری ہے۔ رشتے دار حامیز نے کہا:

"یہ کون سی مشکل بات ہے تم اسے کسی طرح بے ہوش کر دو۔ میں اسے اٹھا کر دریا پر لے جا کر ڈبو دوں گا۔"

نوکرانی نے کہا: "میں ماریا کی کوٹھڑی میں جا کر اسے بے ہوش کرتی ہوں تم میرے ساتھ آؤ۔"

حامیز ماریا کی کوٹھڑی کے باہر اندھیرے میں کھڑا ہو گیا۔ نوکرانی نے دروازے پر دستک دی۔ ماریا نے دروازہ کھول کر اندھیرے میں دیکھا اور پوچھا:

"کون ہے؟"

اتنے میں ایک بھاری شے اس کے سر پہ پڑی اور ماریا بے ہوش ہو کر گر پڑی۔ حامیز اندھیرے سے نکل آیا۔ اس

ہوا کے اس جھونکے میں اسے ماریا کی بڑی صاف اور
تیز خوشبو محسوس ہوئی تھی۔ وہ جلدی سے چھت پر سے
نیچے اترا اور دریا کی طرف چلنے لگا۔ خوشبو آنا بند ہو گئی۔
وہ رُک گیا۔ ایک بار پھر ہوا کا جھونکا آیا۔ اس میں وہی
ماریا کی خوشبو تھی۔ اس سے ظاہر تھا کہ ماریا دریا کی طرف
کسی جگہ پر ہے۔ عنبر تیز تیز چلنے لگا۔

دوسری جانب مکار حامیز بے ہوش ماریا کو گھوڑے پر
لادے گھوڑا دوڑائے دریا کے کنارے آگے کی طرف جا رہا
تھا کہ کسی ویران جگہ پر پہنچ کر ماریا کے جسم سے پتھر باندھے
اور اسے دریا میں پھینک دے۔

عنبر بھی خوشبو کے پیچھے پیچھے چلا آ رہا تھا۔ عنبر نے
محسوس کیا کہ ماریا کی خوشبو تیز ہو رہی تھی۔ اندھیرے میں اسے
کچھ فاصلے پر ایک گھوڑ سوار جاتا نظر آیا۔ ماریا کی خوشبو
اسی طرف سے آ رہی تھی۔ عنبر نے بھاگنا شروع کر دیا۔
عنبر کے تھکنے یا سانس چڑھنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا
تھا اس لیے وہ جتنی تیز دوڑ سکتا تھا دوڑ رہا تھا۔

مکار حامیز ایک جگہ دریا کنارے رُک گیا۔ وہ گھوڑے پر
سے اترا۔ بے ہوش ماریا کو نیچے ریت پر لٹا دیا اور پتھر تلاش
کرنے لگا کہ ماریا کے جسم کے ساتھ رسی سے باندھے جائیں۔

اتنی دیر میں عنبر بہت ہی قریب آ چکا تھا۔ اندھیرے میں
اس نے دیکھا کہ گھوڑا کھڑا ہے۔ ایک سوار کسی انسان پر جھکا ہوا
ہے۔ ماریا کی خوشبو اتنی تیز آ رہی تھی کہ عنبر کو یقین ہو گیا کہ
یا تو یہ سوار ماریا ہے اور یا جو آدمی ریت پر پڑا ہے وہ
ماریا ہے۔

عنبر سے نہ رہا گیا۔ اس نے قریب پہنچ کر آواز دی۔

"ماریا!"

مکار حامیز نے چونک کر پیچھے دیکھا۔ اسے چار قدم کے
فاصلے پر ایک نوجوان کھڑا دکھائی دیا جو بالکل نہتا تھا۔ یعنی اس
کے ہاتھ میں نہ تلوار تھی۔ نہ خنجر تھا۔ حامیز بھی یہ گوارا نہیں کر
سکتا تھا کہ اسے کوئی شخص اس وقت دیکھ لے جب کہ وہ
ایک عورت کو قتل کر رہا ہو۔

حامیز نے خنجر نکال لیا۔ عنبر نے دیکھ لیا کہ ماریا زمین
پر بے ہوش پڑی تھی۔ اس کا مطلب تھا کہ یہ آدمی اسے
قتل کرنے والا تھا۔ عنبر نے کہا:

"تم جو کوئی بھی ہو حملہ کرنے سے باز آؤ۔ یہ عورت
میری بہن ہے۔"

حامیز کے لیے اب اس اجنبی یعنی عنبر کو ہلاک کرنا
ضروری ہو گیا تھا۔ اس نے عنبر پر چیتے کی طرح چھلانگ

لگائی اور خنجر اس کے سینے میں مارا۔ خنجر بھلا عنبر کا کیا بگاڑ
سکتا تھا۔ اس کے سینے سے ٹکرا کر رہ گیا۔ عنبر نے حامیز کو
لات ماری۔ وہ لڑھکنیاں کھاتا پرے جا گرا۔ اُٹھ کر عنبر
پر دوبارا حملہ کیا۔ مگر عنبر نے اس کو گردن سے دبوچ لیا حامیز
بار بار عنبر کے پیٹ میں خنجر مار رہا تھا لیکن خنجر اس کے
پیٹ سے یوں ٹکرا رہا تھا جیسے کسی پتھر سے ٹکرا رہا ہو۔

عنبر نے حامیز کو کھڑے قد سے اُوپر اٹھا لیا اور ہوا
میں زور سے اچھالا۔ حامیز نے فضا میں تین قلا بازیاں کھائیں
اور دریا میں جا گرا اور غوطے کھانے لگا۔ دریا کی تیز لہریں لے
بہا کر دُور لے گئیں۔

اب عنبر نے ماریا کو اٹھایا اور منہ پر پانی کے چھینٹے
مارے۔ ماریا کو ہوش آیا تو سامنے اندھیرے میں عنبر سے
دیکھ کر بولی:

"عنبر — تم ؟"

"ہاں ماریا — یہ تمہیں کیا ہو گیا۔ مگر فکر نہ کرو۔
تمہارے دشمن کو میں نے بھگا دیا ہے۔ وہ تمہیں
شاید ہلاک کر کے دریا میں پھینکنے والا تھا۔"

ماریا اٹھ کر بیٹھ گئی اور بولی:

"کسی نے دروازے پر دستک دی اور پھر میرے

سر پر کوئی بھاری شے آ کر لگی اور میں بے ہوش
ہو گئی۔"

عنبر نے کہا "یہ قصہ کیا ہے؟ تم کس جگہ رہتی ہو؟
ناگ اور کیٹی کہاں ہیں؟ تم غائب کیوں نہیں ہو؟"

ماریا بولی: "کیا تمہیں میری خوشبو آئی تھی؟"

"ہاں — تمہاری خوشبو کی وجہ سے تو میں یہاں تک
پہنچا ہوں۔"

ماریا نے حیرانی سے کہا:

"یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ میں عام حالت میں ہوں میری
خوشبو نہیں آ سکتی۔ اگر خوشبو آتی ہے تو اس کا
مطلب ہے کہ مجھ پر سے جادو کا اثر ختم ہو رہا
ہے اور میں پھر سے غائب ہو کر طاقتور بن
جاؤں گی۔"

عنبر بولا: "تم پہیلیوں میں باتیں کر رہی ہو ماریا مجھے
بتاؤ کہ اصل کہانی کیا ہے؟ تمہارے ساتھ یہ کیسا
انقلاب آ گیا کہ تم ظاہر ہو گئیں؟"

ماریا نے کہا: "یہ بڑی لمبی کہانی ہے عنبر بھیا!
میرے ساتھ گھر چلو۔ تمہیں ساری کہانی سناتی ہوں۔"

عنبر نے ماریا کو حامیز کے گھوڑے پر بٹھایا اور اسے

امیرزادی کے محل کی طرف لے کر چلا۔ جب محل قریب
آیا تو ماریا نے عنبر کو شروع سے لے کر آخر تک ساری
کہانی سنا دی اور یہ بھی بتا دیا کہ ناگ ساحری کے سونے
کے سانپ کے اندر قید ہے۔ اور یہ سونے کا سانپ محل
کی نوکرانی کپال نے چرا لیا ہوا ہے اور وہ حامیز سے مل
کر امیرزادی کی اکلوتی بیٹی کنوتی کو قتل کرنا چاہتی ہے تاکہ
حامیز ساری جائیداد کا مالک بن جائے۔

"تو اس کا مطلب ہے کہ وہ مکار حامیز ہی تھا
جس کو میں نے دریا میں پھینکا تھا۔ وہ تو پھر آ
جائے گا۔"

"ہاں ــ وہ آکر نوکرانی کو بتا دے گا کہ منصوبہ ناکام
ہو چکا ہے۔ اب نوکرانی تجھے محل میں ہلاک کروائے
یا زہر دینے کی کوشش کرے گی۔"

"تم اس محل سے باہر آ جاؤ۔ میرے ساتھ چلو۔" عنبر نے
کہا۔

ماریا نے جواب دیا: "میں معصوم لڑکی کنوتی کی جان
بچانا چاہتی ہوں۔ اگر میں نے امیرزادی کو خبردار کرنا
چاہا تو وہ میری بات کا اعتبار نہیں کرے گی۔"

عنبر کہنے لگا: "مگر تم ایک کمزور عورت کے روپ میں

ہو۔ یہ لوگ تمہیں زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

ماریا نے کہا: "میں جانتی ہوں۔ لیکن میں اس بھولی
بھالی لڑکی کو ان ظالموں کے حوالے کر کے محل سے
نہیں جانا چاہتی۔"

عنبر نے کہا: "ہمیں ناگ کو بھی بچانا ہے۔ کیا تمہیں
پتہ ہے کہ نوکرانی کا مکان کہاں ہے؟ اگر اس نے
ناگ کے سونے کے سانپ کو اپنے مکان میں چھپا
رکھا ہے تو میں وہاں سے اسے نکال لاؤں گا۔"

ماریا بولی: "نوکرانی کا مکان یہاں سے تھوڑی دور دریا
کے قریب ایک باغ کے پاس ہے۔ نوکرانی رات
کو اپنے مکان پر چلی جاتی ہے۔ مگر آج نہیں گئی ہوگی
کیونکہ اسے حامیز کا انتظار ہے کہ وہ محل میں واپس
آکر اسے میری موت کی خوشخبری سنائے اور
پھر وہ کنوتی کو اغوا کر کے اس کے حوالے کر دے۔"

عنبر نے کہا: "پھر تم میرے ساتھ چلو۔ ہم نوکرانی
کپال کے گھر میں جا کر سونے کے اس سانپ کو
برآمد کرنے کی کوشش کرتے ہیں جس میں ناگ
قید ہے۔ واپسی پر ہم امیرزادی کی بیٹی کو بھی بچانے
کی کوشش کریں گے۔ اس وقت تمہارا اکیلی کا محل

میں جانا ٹھیک نہیں۔"

عنبر نے ماریا کو گھوڑے پر بٹھایا اور وہ ٹوگرانی کے مکان کی طرف چل پڑے۔ ماریا نے ایک بار ٹوگرانی کا مکان دیکھا ہوا تھا۔ اس مکان پر اندھیرا چھایا تھا۔ یہ ایک منزلہ مکان تھا جس کے دروازے پر تالا پڑا تھا۔ عنبر نے جاتے ہی تالے کو توڑ ڈالا۔

کوٹھڑی کے صندوق میں بند ناگ کو اب عنبر کی بھی تیز خوشبو آنے لگی۔ وہ بے چین ہو گیا۔ مگر سونے کے سانپ کے اندر قید ہونے کی وجہ سے وہ باہر نہیں نکل سکتا تھا اور اب تو کوئی دوسرا اس کی آواز بھی نہیں سُن سکتا تھا۔ عنبر اور ماریا مکان کے اندر آ گئے۔ پھر انہوں نے ایک کوٹھڑی میں صندوق پڑا دیکھا۔ عنبر نے صندوق کا تالا توڑ کر اسے کھولا تو اس کے نیچے کپڑوں میں سونے کا ایک چھوٹا سا سانپ لپٹا پڑا رکھا تھا۔ ماریا نے کہا

"یہی ہے وہ سامری کا سونے کا طلسمی سانپ۔ اسی کے اندر ناگ قید ہے۔"

ناگ نے اندر سے آواز دی۔ "عنبر! ماریا ٹھیک کہتی ہے۔ میں اس سانپ کے اندر قید ہوں۔"

مگر عنبر کو نہ تو ناگ کی خوشبو آئی اور نہ اس کی آواز

ہی سنائی دی۔ ماریا نے محسوس کیا کہ اسے بھی ناگ کی خوشبو نہیں آ رہی تھی۔ یہ ایک اور تبدیلی ہو گئی تھی۔ عنبر نے چھوٹے سے سونے کے سانپ کو دیکھ کر کہا:

"یقین نہیں آتا ماریا کہ ناگ اس کے اندر بند ہے"

ناگ نے اندر سے آواز دی:

"میں اس کے اندر ہوں عنبر۔ میں اس کے اندر ہوں۔"

لیکن عنبر اور ماریا میں سے کسی نے بھی ناگ کی آواز نہیں سُنی۔

ماریا نے عنبر سے کہا:

"عنبر بھائی کیا تمہیں میری بات کا بھی یقین نہیں؟ ناگ اسی سانپ کے اندر بند ہے اور وہ مجھ سے باتیں کیا کرتا تھا۔ کچھ دنوں سے اس کی آواز نہیں آ رہی تھی اور اب اس کی خوشبو آنا بھی بند ہو گئی ہے۔ لگتا ہے ناگ ہم سے دُور ہوتا جا رہا ہے۔ ہمیں اس کے لیے کچھ کرنا ہو گا۔"

عنبر نے سانپ کو جیب میں رکھ لیا اور کہا:

"پہلے یہاں سے باہر نکلو۔ پھر ناگ کے بارے میں بھی سوچ لیں گے۔ میں اب بھی یہی کہتا ہوں کہ تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے۔ ناگ اسی سانپ کے

اندر نہیں ہے۔"
ماریا بولی: "میں کبھی دھوکہ نہیں کھا سکتی۔ میری
آنکھوں کے سامنے ناگ نے فرعون کے ماتھے پر
لگے ہوئے اس سونے کے سانپ کو ہاتھ لگایا تھا
اور روشنی کا ایک غبار سا نکلا اور پھر ناگ غائب
ہو گیا۔ اس کے ساتھ ہی ناگ نے مجھے سانپ
کے اندر سے آواز دے کر بتایا کہ میں سانپ
کے اندر قید ہو چکا ہوں۔"
عنبر نے کہا: "خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔ اگر ایسا ہے
تو ہم ناگ کو سونے کے سانپ سے باہر نکالنے
کی پوری پوری کوشش کریں گے۔ اب یہاں
سے چلو۔"

وہ دونوں نوکرانی کے مکان سے باہر نکل آئے۔
عنبر نے ماریا کو پہلے اپنی وہ سرائے دکھائی جہاں وہ
ٹھہرا ہوا تھا۔ پھر اسے امیرزادی کے محل کے باہر اتارا اور
واپس آ گیا۔ صبح تک حامیز واپس نہ آیا تو مکار نوکرانی
کو پریشانی ہوئی۔ اب جو اس نے ماریا کو محل میں کام
کرتے دیکھا تو اور زیادہ پریشان ہو گئی کہ یہ کیسے زندہ
بچ گئی؟ حامیز کہاں ہو گا؟ اس نے ماریا سے کوئی بات

ہ کی اور یہ سوچ کر خاموش ہو رہی کہ حامیز خود ہی لے
آ کر بتا دے گا کہ قصہ کیا ہوا ہے۔
اسی روز شام کے وقت حامیز آ گیا۔ اس نے چھپ
کر نوکرانی سے ملاقات کی اور اسے بتایا کہ ایک بہت
ہی طاقتور آدمی نے ماریا کو بچا لیا اور مجھے اچھال کر دریا
میں پھینک دیا۔
"بڑی مشکل سے جان بچا کر آیا ہوں۔ وہ آدمی تو
مجھے کوئی جادوگر لگتا ہے۔ اس پر میرے خنجر کے
وار کا بھی کوئی اثر نہیں ہوا۔"
نوکرانی کپال اپنی تیز آنکھوں سے حامیز کو دیکھ رہی تھی
کہنے لگی:

"اس وقت تو وہ جادوگر محل میں ماریا کے پاس
نہیں ہے۔ میں آج خود ہی ماریا کا کام تمام کر
دوں گی۔ اب تو اس کا ساتھی ہمارا گواہ بن گیا
ہے۔ وہ ماریا کو بھی یہ بات بتا دے گا اور
ہم پر مصیبت آ جائے گی۔ تم اس کے ساتھی کو
شہر میں تلاش کر کے موت کے گھاٹ اتارنے کی
کوشش کرو۔ میں ماریا کو ٹھکانے لگاتی ہوں۔"
حامیز بولا: "میں اس آدمی کی شکل پہچان سکتا ہوں۔

مگر اس کو ہلاک کرنے کے لیے مجھے کسی جادوگری
مدد لینی پڑے گی۔ اسے کسی طلسم سے ہلاک کرنا
پڑے گا۔"
نوکرانی نے کہا: "چاہے جو کچھ کرو مگر اسے ہر حالت
میں ٹھکانے لگا دو نہیں تو تم اس محل کے مالک
نہ بن سکو گے۔"
حامیز وہاں سے چلا گیا۔ نوکرانی کپال نے ابھی تک
مکان کا صندوق نہیں دیکھا تھا۔ وہ اپنے گھر نہیں گئی تھی
اسے خبر نہیں ہوئی تھی کہ اس کا سونے کا قیمتی سانپ بھی
چوری ہو گیا ہے۔
ماریا بھی چوکنی ہو گئی تھی۔ اسے معلوم تھا کہ نوکرانی
اب اس پر وار کرے گی۔ ماریا رات کو امیرزادی کے کمرے
میں گئی۔ اس نے اسے نوکرانی کی خونی سازش کے بارے
میں سب کچھ بتانے کا فیصلہ کر لیا تھا۔ جب ماریا نے امیرزادی
کو ساری بات بتائی اور کہا کہ نوکرانی اس کے رشتے دار حامیز
سے مل کر اس کی بیٹی کنوتی کو قتل کرنے کی سازش کر رہی
ہے تو امیرزادی گہری سوچ میں ڈوب گئی۔ کہنے لگی:
"مجھے پہلے ہی اس پر شک ہوا تھا۔ خیر، تم فکر
نہ کرو۔ میں اپنی بیٹی کو آج ہی سمرقند اپنی ایک

گہری سہیلی کے گھر بھیج دیتی ہوں۔"
ماریا نے کہا: "مگر بیگم صاحب۔ نوکرانی کپال کو معلوم
نہ ہو کہ کنوتی سمرقند ہو گئی ہے"
امیرزادی نے کہا: "ماریا! تم فکر نہ کرو۔ اس کے
فرشتوں کو بھی پتہ نہیں چلے گا۔"
اس کے بعد امیرزادی نے ماریا کا شکریہ ادا کیا۔
امیرزادی بڑی سمجھ دار عورت تھی۔ غلام اس کے اشارے پر
چلتے تھے۔ اس نے راتوں رات بڑے خفیہ طریقے سے محل
کے پچھلے دروازے سے اپنی بیٹی کو ایک قابل اعتبار غلام کے
ہاتھ ملک سمرقند کی طرف روانہ کر دیا۔ صبح اٹھ کر جب
نوکرانی نے دیکھا کہ کنوتی محل میں نہیں ہے تو اسے فکر ہوئی۔
اس نے امیرزادی سے باتوں ہی باتوں میں پوچھا تو اس
نے کہا:
"میں نے اسے صحت افزا مقام پر بھیج دیا ہے۔
کچھ دنوں سے اس کی صحت ٹھیک نہیں رہتی تھی۔"
اس سے زیادہ نوکرانی کو پوچھنے کی جرأت نہ ہوئی۔
وہ رات ماریا نے بڑی چوکس ہو کر گزاری تھی اور نوکرانی
اس پر حملہ نہیں کر سکی تھی۔ اب جب اس نے دیکھا کہ کنوتی
کی زندگی محفوظ ہو گئی ہے تو وہ امیرزادی کے محل سے نکل

کر سیدھی عنبر کے پاس سرائے میں آ گئی۔

"اب میں واپس اس محل میں نہیں جاؤں گی۔"

اس نے عنبر کو بتا دیا کہ امیرزادی کی بیٹی کی زندگی بچ گئی ہے اور اس کے راز فاش کر دینے پر امیرزادی نے بچی کو یہاں سے ہزاروں کوس دور ملک سمر قند بھجوا دیا ہے۔

"میرا فرض پورا ہو گیا ہے۔ اب وہ جانے اور اس کا کام جانے۔"

عنبر بولا: "یہ تو ٹھیک ہے مگر وہ حامیز کا بچہ میرے پیچھے پڑ گیا ہے۔"

"کیا وہ بچ کر آ گیا ہے؟"

"ہاں۔ میں نے اسے دیکھا ہے۔ میرا خیال ہے وہ مجھے اپنے اقدام قتل کا عینی گواہ سمجھ کر راستے سے ہٹانے کا منصوبہ بنا رہا ہے۔"

ماریا نے کہا: "کیا اسے معلوم نہیں کہ تم طاقت میں اس سے کہیں زیادہ ہو؟"

"میرا خیال ہے وہ یہ بات اچھی طرح سے جانتا ہے۔ پھر بھی وہ اس کوشش میں لگا ہے۔ شاید وہ کسی جادوگر سے ملنے کی تاک میں ہے۔ کیونکہ میں نے اسے مندر سے نکلتے دیکھا تھا اور جادوگر

مندر میں ہی رہتے ہیں۔"

ماریا کہنے لگی: "وہ جائے جہنم میں۔ میرا خیال ہے ہم ناگ کے سونے کے سانپ کو لے کر یہاں سے آگے روانہ ہوتے ہیں۔"

"اچھا خیال ہے۔" عنبر نے کہا۔

○

ناگ پتھر بن گیا

عنبر اور ماریا مصر سے نکلنے کی تیاریاں کرنے لگے۔
دوسری طرف مکار حامیز نے مصر کے سب سے بڑے
مندر کے جادوگر سے ملاقات کی۔ اسے دولت کا لالچ دے
کر عنبر کو ہلاک کرنے کے سلسلے میں کوئی طلسم طلب کیا۔
جادوگر نے حامیز کو ایک تعویذ دیا اور کہا:
"اس تعویذ کو جلا کر اس کی راکھ کسی طرح اس
آدمی کے جسم پر چھڑک دو جس کے بارے میں
تم کہتے ہو کہ اس میں زبردست طاقت ہے پھر
دیکھنا کہ اس کی ساری طاقت کہاں چلی جاتی ہے۔"
حامیز بڑا خوش ہوا۔ تعویذ گھر لا کر اس نے جلا ڈالا۔
اس کی راکھ کی پڑیا باندھ کر جیب میں رکھی اور عنبر کی
تلاش میں سرائے کی طرف چل دیا۔ اس نے عنبر کو اسی
سرائے میں جاتے دیکھا تھا۔ وہ سرائے کے سامنے ایک دیوار
کے پیچھے چھپ کر بیٹھ گیا۔ اتنے میں کیا دیکھتا ہے کہ عنبر
اور ماریا سرائے میں داخل ہو رہے ہیں۔ حامیز ہوشیار ہو گیا
وہ خود جا کر عنبر کے جسم پر جادو کی راکھ نہیں چھڑک
سکتا تھا۔ سرائے کا ایک لڑکا جو نوکر تھا ایک طرف سرائے
کے دروازے پر کھڑا تھا۔ حامیز نے اسے پاس بلا کر سونے
کا ایک سکہ دیا۔ لڑکا سونے کا سکہ دیکھ کر خوشی سے اچھل
پڑا۔ حامیز نے کہا:
"میں تمہیں اسی قسم کا سونے کا ایک اور سکہ دوں
گا۔ مگر تمہیں میرا ایک کام کرنا ہو گا۔"
لڑکے نے جلدی سے کہا: "کام بتائیں جناب۔ میں
سونے کا دوسرا سکہ حاصل کرنے کے لیے درخت
سے بھی چھلانگ لگا سکتا ہوں۔"
حامیز نے کہا: "ابھی ابھی ایک لڑکی اور ایک نوجوان
اندر گئے ہیں۔ تم نے انہیں دیکھا ہے؟"
حامیز بولا: "یہ لو پڑیا۔ اس کے اندر راکھ ہے۔ اس
راکھ کو اس نوجوان عنبر کے جسم پر چھڑک کر واپس
آ جاؤ اور سونے کا دوسرا سکہ بھی حاصل کرو۔ مگر
یاد رکھو، اگر تم نے یہ راکھ پھینک دی تو مجھے جادو
کے ذریعے پتہ چل جائے گا اور میں تمہیں سونے
کا سکہ نہیں دوں گا۔"

لڑکا بڑا چالاک تھا۔ بولا "فکر نہ کریں جناب۔ یہ
کوئی مشکل کام نہیں ہے میں ابھی یہ کام کر کے
واپس آتا ہوں۔ آپ سونے کا سکہ تیار رکھیں۔"

ماریا اور عنبر کوٹھڑی میں ہی تھے۔ ماریا اپنے کپڑے
درست کر رہی تھی۔

"کم بخت اب مجھے ہر کام عام عورتوں کی طرح
کرنا پڑتا ہے خدا جانے کب غائب ہوں گی اور
کب مجھے اس مصیبت سے نجات ملے گی۔"

عنبر نے مسکرا کر کہا: "چلو کچھ دیر یہ تجربہ بھی حاصل
کر لو۔ آخر تم عورت ہی تو ہو۔"

"مگر عنبر بھائی۔ اتنی دیر سے غائب ہوں کہ اب
ظاہر ہو کر زندگی بسر کرنا بھول گئی ہوں۔ یہ لو
میری چادر نہیں ہے۔"

عنبر نے کہا: "میں نے باہر سوکھنے کے لیے ڈال
دی تھی جا کر لے آؤ۔ میں لا دوں؟"

"نہیں نہیں۔ میں خود لے آتی ہوں۔"

یہ کہہ کر ماریا کوٹھڑی سے باہر نکل گئی۔ چالاک لڑکا
اسی انتظار میں ایک طرف چھپ کر کھڑا تھا۔ جب اس
نے دیکھا کہ عنبر اکیلا رہ گیا ہے تو وہ سرہانے کے برتن لینے

کے بہانے اندر داخل ہو گیا۔ عنبر بستر پر جھکا اپنی چادر ٹھیک
کر رہا تھا۔ چالاک لڑکے نے جلدی سے پڑیا کھول کر اس
کی راکھ عنبر کے جسم پر پھینکی اور باہر کو بھاگ گیا۔

پہلے تو عنبر کی سمجھ میں کچھ نہ آیا کہ یہ لڑکا ایک دم
سے کیوں اُٹھ بھاگا ہے۔ لیکن اچانک اسے اپنا سارا بدن
پتھر کا محسوس ہونے لگا۔ پھر اسے کچھ ہوش نہ رہا اور وہ
دھڑام سے بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ گرتے ہی اس کے دونوں
بازو غائب ہو گئے۔ پھر دونوں ٹانگیں غائب ہو گئیں۔ اس
کے بعد اس کا سینہ، پیٹ اور سر بھی غائب ہو گیا۔ اس
کی جیب میں ناگ کا جو سونے کا سانپ پڑا تھا۔ اس
پر جادو کی اس زبردست راکھ کا یہ اثر ہوا کہ وہ لوہے
کے صندوق میں سے نکل کر سانپ کے جسم میں آ گیا۔
اس پر پہرہ دینے والے اژدہا بھی غائب ہو گئے تھے۔ اب
اسے ماریا کی خوشبو آ رہی تھی۔"

ماریا چادر لیے کوٹھڑی میں آئی تو عنبر کو غائب پایا۔
اس نے ادھر ادھر دیکھا کہ عنبر کہاں چلا گیا۔ پھر اسے ناگ
کی آواز آئی:

"ماریا! میں پلنگ کے پائے کے قریب پڑا ہوں۔"

ماریا نے پلٹ کر دیکھا۔ تو ناگ بھی سونے کے چھوٹے

سانپ میں قید تھا وہ پلنگ کے پائے کے پاس گیا
تھا۔ وہ حیران ہوئی کہ ناگ کی آواز اسے کیسے سنائی دی۔
وہ بولی:

"ناگ! عنبر ابھی یہاں تھا۔ کہاں چلا گیا۔ میں تمہاری
آواز بھی سن رہی ہوں۔ یہ کیا چکر چل گیا ہے؟"

ناگ کی کمزور سی آواز آئی:

"ماریا، عنبر پر کسی جادوگر نے بڑا زبردست وار کیا
ہے جس کے اثر سے وہ پتھر کا بُت بن کر غائب
ہو گیا ہے مگر اس جادو کے اثر سے میں آدھے
سے زیادہ آزاد ہو کر سانپ کے اندر آ گیا ہوں
اب تم ایسا کرو کہ میرے سونے کے پھن کو اپنی
انگلی سے چھوؤ مجھے یقین ہے کہ میں پھر سے
اپنی اصلی حالت میں آ جاؤں گا ڈرو نہیں۔"

ماریا نے سونے کے سانپ کے چھوٹے سے پھن پر انگلی
رکھ دی۔ انگلی کے رکھتے ہی شوں شڑپ کی آواز آئی اور
سونے کے سانپ کی جگہ ایک سیاہ سانپ نظر آنے لگا۔
ناگ نے کہا:

"ماریا! ایک مصیبت سے نکل کر دوسری مصیبت میں
پھنس گیا ہوں۔"

"یہ کیا ہوا ناگ؟ عنبر بھی واپس نہیں آیا۔"

"ماریا، عنبر کے بارے میں ہم کچھ نہیں کہہ سکتے کہ
طلسمی راکھ نے اسے کہاں پہنچا دیا ہے۔ بہرحال میں
نے اسے پتھر بن کر گرتے اور پھر غائب ہوتے
دیکھا تھا۔ مگر میرے ساتھ یہ مشکل بن گئی ہے کہ
میں سوائے سانپ کے اور کسی شکل میں نہیں
آ سکتا۔"

ماریا سر پکڑ کر بیٹھ گئی۔

"میرے خداوند! یہ کیا ہو گیا۔ ناگ! کوشش کرو۔
سانس کھینچ کر چھوڑو۔ شاید تم انسانی صورت میں
آ جاؤ۔"

ناگ نے کہا "میں تمہارے کہنے سے پہلے ہی کئی
بار کوشش کر چکا ہوں مگر بار بار سانپ ہی رہتا
ہوں۔ کسی دوسری شکل میں نہیں آتا۔ جو طلسمی راکھ
عنبر پر پھینکی گئی ہے۔ کسی بڑے ماہر جادوگر نے اس
پر طلسم پھونکا تھا۔"

"مگر راکھ کون پھینک گیا؟" ماریا نے پوچھا۔

"سرائے کا ایک لڑکا اندر آیا تھا۔" ناگ نے کہا۔

ماریا نے غصے میں کہا "میں اس لڑکے سے بدلا لوں گی۔"

"نہیں ماریا۔ بدلہ لینے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہمیں
اس سے یہ معلوم کرنا ہے کہ یہ راکھ اسے کس
جادوگر نے دی تھی۔ تم ایسا کرو۔ باہر جا کر پتہ کرو
کہ وہ لڑکا کہاں ہے۔"

ناگ نے ماریا کو لڑکے کا حلیہ بتا دیا۔ ماریا نے کہا:
"میں اس لڑکے کو جانتی ہوں۔ میں نے اسے یہاں
دیکھا تھا۔"

یہ کہہ کر ماریا کوٹھڑی سے باہر آئی اور دیکھا کہ وہی
لڑکا برتن صاف کر رہا ہے۔ ماریا اسے ایک طرف لے
گئی اور چاندی کا ایک سکہ دے کر اس سے پوچھا کہ
اس نے جو راکھ عنبر پر چھڑکی تھی وہ اسے کس نے دی
تھی؟ لڑکا گھبرا گیا۔ مگر چاندی کا سکہ جلدی سے جیب میں
ڈال کر بولا:

"مجھے ایک آدمی نے دیا تھا۔ وہ اب چلا گیا ہے
میں اس آدمی کو نہیں جانتا۔"

ماریا نے جب لڑکے سے اس آدمی کا حلیہ پوچھا تو وہ
ہو بہو نوکرانی کے سازشی ساتھی حامیز کا تھا۔ ماریا اب لڑکے
کو کیا کہہ سکتی تھی۔ واپس کوٹھڑی میں آ گئی اور ناگ کو
بتایا کہ یہ کام حامیز نے کیا ہے جو عنبر کو ہلاک کرنا چاہتا

تھا۔ ماریا نے ناگ کو ساری خونی سازش کا قصہ سنایا اور کہا:
"اس نے کسی جادوگر سے یہ راکھ لی ہو گی۔ کیوں کہ وہ
جانتا تھا کہ عنبر ویسے ہلاک نہیں ہو سکتا۔"

ناگ نے کہا: "حامیز ضرور ابھی سرائے کے آس پاس
ہی ہو گا۔ وہ عنبر کا انجام معلوم کرنا چاہتا ہو گا۔ اسے
تلاش کرو۔ مجھے اٹھا کر اپنے رومال میں لپیٹ لو میں
تمہارے ساتھ چلوں گا۔"

ماریا نے سانپ ناگ کو ایک رومال میں لپیٹا اور باہر
آ گئی۔

حامیز کچھ فاصلے پر درختوں کے پیچھے چھپا ہوا تھا اور یہ
پتہ کرنا چاہتا تھا کہ اس کی طلسمی راکھ چھڑکنے کے بعد عنبر پر
کیا گزری تھی۔

حامیز نے ماریا کو اکیلے باہر نکلتے دیکھا تو سمجھ گیا کہ عنبر
مر چکا ہے اور کوٹھڑی میں اس کی لاش پڑی ہو گی۔ ماریا بھی
حامیز کی تلاش میں سرائے کے پیچھے درختوں کی طرف چلی۔ اس
کے جاتے ہی حامیز تیزی سے سرائے کے اندر داخل ہو گیا
اور لڑکے کو ساتھ لے کر عنبر کی کوٹھڑی میں پہنچا۔ وہاں عنبر
موجود نہیں تھا۔ اس کی لاش بھی نہیں تھی۔

حامیز نے لڑکے سے پوچھا:

"تم نے جب راکھ چھڑکی تھی تو کیا ہوا تھا؟"

لڑکا بولا: "جناب۔ مجھے کچھ معلوم نہیں، لیکن میں نے عنبر پر راکھ ضرور چھڑک دی تھی۔ پھر میں بھاگ کر باہر چلا گیا تھا۔"

حامیز کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ عنبر کو زمین کھا گئی یا آسمان نے نگل لیا ہے۔ وہ کہاں چلا گیا۔ اگر مر گیا ہے تو اس کی لاش کہاں ہے؟ ماریا اکیلی کس کی تلاش میں باہر نکلی ہے؟ حامیز نے لڑکے کو بھگا دیا اور خود کوٹھڑی کی ایک ایک شے کو غور سے دیکھنے لگا کہ کہیں طلسمی پڑیا نے عنبر کو چھوٹا سا آدمی یا کوئی بت تو نہیں بنا دیا۔

ادھر ناگ نے ماریا سے کہا:

"مجھے لگتا ہے کہ حامیز تمہاری کوٹھڑی میں ہے۔ چلو واپس سرائے میں چلو۔"

ماریا وہیں سے واپس مڑی اور تیز تیز چلتی سرائے میں آ گئی۔ جونہی وہ کوٹھڑی میں داخل ہوئی تو دیکھا کہ وہاں حامیز موجود تھا اور کوٹھڑی کی تلاشی لے رہا تھا۔ اس نے ماریا کو دیکھا تو بولا:

"ماریا! تم لوگ اپنی ہار مان لو۔ میرے طلسم نے تمہارے عنبر کو ختم کر کے رکھ دیا ہے۔ اب تم میرے رحم و

کرم پر ہو۔ تم اس بار اپنی مدد کے لیے عنبر کو نہیں بلا سکتی ہو۔"

ماریا نے کہا: "حامیز! تم اپنے ناپاک ارادوں میں کبھی کامیاب نہیں ہو گے۔ بے گناہ کنول تمہارے چنگل سے نکل کر جا چکی ہے۔ میں بھی جا رہی ہوں مگر تمہیں یہ بتانا ہو گا کہ تم نے جادو کی راکھ کس جادوگر یا ساحر سے حاصل کی تھی۔ اگر تم مجھے یہ بات بتا دو تو میں تم سے وعدہ کرتی ہوں کہ تمہاری جان بخشی کرا دوں گی۔"

حامیز نے قہقہہ لگایا اور بولا:

"اس وقت تم خود میرے رحم و کرم پر ہو۔ تم میری جان بخشی کیا کرو گی؟"

اور حامیز نے کوٹھڑی کا دروازہ اندر سے بند کر کے چٹخنی لگا دی اور جیب سے چمکتا ہوا خنجر نکال لیا۔ ماریا کو ناگ کی آواز آئی:

"مجھے ماریا زمین پر پھینک دو۔"

ماریا نے ہاتھ میں پکڑا ہوا رومال فرش پر پھینک دیا۔ رومال میں سے پھنکار کی آواز نکلی۔ حامیز ڈر کر پیچھے ہٹا۔ رومال میں سے سیاہ رنگ کا ایک سانپ فضا میں اچھلا

اور ایک سیکنڈ میں اس نے حامیز کی گردن کے گرد کنڈلی
مار کر اپنا پھن اس کے منہ کے پاس لے جا کر ہلکی
ہلکی پھنکاریں مارنے لگا۔
حامیز کے جسم کی ساری طاقت جیسے ختم ہو کر رہ گئی
تھی۔ ماریا نے ہاتھ میں پکڑا ہوا خنجر نیچے گرا دیا۔ ناگ
نے ماریا سے کہا:
"اس سے پوچھو کہ اس نے طلسمی سفوف کس
جادوگر سے حاصل کیا تھا؟"
ماریا نے ایک بار پھر حامیز سے وہی سوال کیا اور کہا:
"کیا اب بھی نہیں بتاؤ گے کہ طلسمی سفوف کس
جادوگر نے تمہیں دیا تھا؟"
"اگر میں بتا دوں تو کیا میری جان بخش دی جائیگی؟"
حامیز نے کپکپاتی لرزتی آواز میں پوچھا۔ ناگ نے کہا:
اسے کہو کہ اس کی جان بخش دی جائے گی۔ ماریا نے یہی
بات دہرا دی۔ اس پر حامیز نے کہا:
"مجھے یہ طلسمی سفوف مندر کے بڑے ساحر نے
دیا تھا تاکہ عنبر کو ہلاک کیا جا سکے۔ کیوں کہ
ویسے وہ میرے قابو میں نہیں آتا تھا۔"
ماریا نے کہا: "اگر میں تم سے وعدہ نہ کرتی تو

یہ سانپ اسی وقت تمہیں ہلاک کر دیتا۔ کر
یاد رکھو۔ اگر تم نے امیرزادی کی بیٹی کنولی کے
بارے میں پھر کبھی برا خیال کیا یا اس کے خلاف
کوئی سازش کی تو یہی سانپ تم جہاں کہیں بھی
ہو گے۔ آ کر تمہیں ڈس دے گا۔"
پھر اس نے ناگ سے کہا:
"ناگ بھیا! اسے چھوڑ دو۔"
ناگ اس کی گردن سے نیچے اتر آیا۔ ماریا نے رک
کر کہا:
"دفع ہو جاؤ میری آنکھوں کے سامنے سے۔"
اور حامیز سر پہ پاؤں رکھ کر وہاں سے بھاگ گیا۔
اس کے جاتے ہی ناگ بولا:
"ماریا! مجھے اپنے ساتھ بڑے مندر لے چلو۔ تم
مندر کے بڑے ساحر سے معلوم کرنے کی کوشش
کرو کہ اس کے طلسم کا کیا توڑ ہو سکتا ہے۔"
ماریا نے کہا: "وہ مجھے کبھی نہیں بتائے گا۔ یہ راز
معلوم کرنے کے لیے ہمیں کوئی چال چلنی ہو گی
اور ساحر کا اعتماد حاصل کر کے اس سے طلسمی
سفوف کا توڑ دریافت کرنا ہو گا۔"

ناگ کہنے لگا، "کاش میں اپنی شکل بدل سکتا۔"

ماریا بولی، "مگر ناگ بھیا۔ عنبر ہمارے درمیان نہیں ہے۔ اگر ہم نے اس پر کیے گئے طلسم کا توڑ دریافت بھی کر لیا تو ہمیں کیا فائدہ ہو گا؟"

ناگ نے جواب دیا، "تم ٹھیک کہتی ہو۔ عنبر اس وقت ہمارے درمیان نہیں ہے۔ مگر وہ جہاں کہیں بھی ہے، یہ ہمیں اس جادوگر سے ہی معلوم ہو گا، اس لیے ضروری ہے کہ ہم اس طلسم کے توڑ کو دریافت کریں اور پھر ہم عنبر کی تلاش میں نکلیں گے۔"

ماریا نے پوچھا، "میں مندر کے ساحر کے پاس اگر اس شکل میں گئی تو ظاہر ہے وہاں حامیز بھی پہنچ جائے گا اور وہ مجھے پہچان لے گا۔"

ناگ بولا، "ہم نے مکار حامیز کو ہلاک نہ کر کے سخت غلطی کی ہے عنبر۔ اب کیا ہو سکتا ہے۔ تم ایسا کرو کہ شہر سے باہر اسی اہرام میں جا کر میرا انتظار کرو جہاں فرعون کی لاش پڑی ہے۔ جب تک میں نہ آؤں تم وہاں سے باہر مت آنا۔"

ماریا نے کہا، "ایک تو مجھے اس اہرام سے ڈر لگتا ہے دوسرے میں وہاں کھاؤں گی کیا؟ پانی کہاں سے پیوؤں گی تم شاید بھول گئے ہو کہ میں وہ غیبی ماریا نہیں بلکہ ایک کمزور اور عام عورت ہوں۔"

ناگ نے کچھ سوچ کر کہا، "کھانے کے لیے کچھ چیزیں لے جاؤ۔ باقی میں اس علاقے کے سانپ کو حکم دوں گا وہ تمہارا خیال رکھے گا۔ پانی بھی وہ تمہیں پہنچا دیا کرے گا۔ سانپوں کو پتہ ہوتا ہے کہ زمین کے اندر کہاں پانی چھپا ہوا ہے۔ چلو میں تمہارے ساتھ چلتا ہوں اہرام میں۔"

ماریا نے ناگ کو رومال میں لپیٹ لیا اور اہرام مصر کی طرف روانہ ہو گئی۔

رات کے اندھیرے میں وہ اہرام میں پہنچ گئے۔ ناگ نے اسی وقت اس علاقے کے ایک بڑے سانپ کو طلب کر کے پوچھا کہ یہاں کھانے پینے کو کیا کچھ مل سکتا ہے۔

بڑے سانپ نے کہا،

"عظیم ناگ! میں صحرا کی جھاڑیوں سے ایک سفید پھل منّ لا کر دے سکتا ہوں جو میٹھا ہوتا ہے

اور بڑی طاقت دیتا ہے۔ پینے کے لیے یہاں
اہرام کے پیچھے میں ایک سوراخ بنا دوں گا اس
کے اندر زمین میں ایک چشمہ بہتا ہے۔ اس چشمے
کا پانی باہر اُبلنے لگے گا۔ آپ اس سے پیاس
بجھا سکتے ہیں۔"

ناگ نے کہا: "سنو! ماریا میری بہن ہے۔ میں ایک
ضروری کام کے لیے چند روز کے لیے یہاں سے
کہیں جا رہا ہوں۔ تمہیں ماریا کی حفاظت کرنی
ہو گی۔"

بڑے سانپ نے سر جھکا کر کہا:
"عظیم ناگ آپ کی بہن ماریا کے لیے ہماری
جان بھی حاضر ہے۔ آپ بے فکر ہو کر جایئے۔
ماریا بہن کے کھانے پینے اور حفاظت کی
ذمے داری ہماری ہے۔"

ناگ نے بڑے سانپ کو رخصت کیا۔ اور ماریا سے
پوچھا:
"کیا اب تو تمہیں ڈر نہیں لگے گا؟"
"مگر تم زیادہ دیر نہ لگانا ناگ بھیا۔ میں اکیلی یہاں
گھبرا جاؤں گی۔"

ناگ نے کہا: "میں بہت جلد طلسمی سنوت کا راز
لے کر واپس آ جاؤں گا۔"

یہ کہہ کر ناگ ماریا کے رومال کے اندر سے رینگ
کر نکلا اور اہرام کے تاریک اور پُرانے کھنڈر لیے دروازے
سے باہر چلا گیا اور صحرائی دہشت میں رات کی تاریکی نے اسے
اپنی چادر میں لے لیا۔

ناگ پوری رفتار سے رینگتا ہوا شہر کی دیوار کے
پاس پہنچا اور مندر کی جانب سے اس کے اندر داخل
ہو گیا۔ ناگ کو ایک خطرہ یہ بھی تھا کہ مندر کا بڑا جادوگر
یا ساحر تجربہ کار جادوگر ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اسے اپنے
طلسم کے ذریعے پتہ چل جائے کہ ناگ اصل میں ایک
انسان ہے جو سانپ کی شکل میں اس کے پاس آ گیا
ہے۔ پھر ہو سکتا تھا کہ جادوگر ناگ کو بھی اپنے طلسم میں
قید کر لے۔ اس لیے ناگ سیدھا مندر کے بڑے ساحر
کے پاس جانے کی بجائے وہاں کا جائزہ لینا چاہتا تھا۔
مندر میں کہیں اندھیرا اور کہیں روشنی تھی۔ پوجا نہیں
ہو رہی تھی۔ مندر کے ملازم اور پجاری اپنی اپنی کوٹھڑیوں
میں سو رہے تھے۔ ناگ چونکہ اپنی شکل تبدیل نہیں کر
سکتا تھا اور صرف سانپ کی شکل ہی میں رہنے پر مجبور تھا

اس لیے وہ بڑی احتیاط سے کام لے رہا تھا۔ وہ کسی
کے سامنے نہیں آنا چاہتا تھا کہ اگر کسی نے اسے دیکھ
لیا تو وہ پکڑ لیا جائے گا یا اسے ہلاک کر دیا جائے گا
چنانچہ ناگ چھت کے ساتھ لگا رینگتا ہوا مندر میں برآمدے
کے اوپر چلا جا رہا تھا۔

ایک جگہ اسے دو انسانی سائے دکھائی دیے جو سورج
دیوتا کے بڑے بُت کے پیچھے کھڑے آپس میں باتیں کر
رہے تھے۔ ناگ رینگتا ہوا ان کے اوپر چھت پر ایک
طرف اندھیرے میں ہو کر انہیں دیکھنے لگا۔ ان میں سے
ایک مکار حامیز تھا۔ دوسرا مندر کا کوئی پجاری لگتا تھا۔
ناگ ان کی گفتگو سننے لگا۔

حامیز کہہ رہا تھا: "میں نے عنبر کو غائب ہوتے نہیں
دیکھا۔ مگر مجھے لڑکے نے بتایا تھا کہ جب سفوف
اس پر چھڑکا گیا تو وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا اور
پھر غائب ہو گیا۔ تم نے سفوف دیا تھا۔ تم بتاؤ
کیا وہ زندہ ہے یا غائب ہو کر مر گیا ہے؟"

ناگ سمجھ گیا کہ دوسرا شخص مندر کا جادوگر پجاری ہے
وہ بولا:

"تمہارا دشمن عنبر غائب ہونے کے بعد پتھر کا

بُت بن کر یہاں سے دور سمندر میں ایک
چٹان کے اندر ہمیشہ کے لیے دفن ہو گیا ہے
میرا جادو بھی اسے مار نہیں سکتا تھا لیکن میں
نے اسے پتھر بنا دیا ہے اور اب وہ ہمیشہ
پتھر کا بن کر چٹان کے اندر پڑا رہے گا۔
تمہارے لیے وہ مر چکا ہے۔"

حامیز نے کہا: "مگر جس لڑکی کو میں قتل کرنا چاہتا
تھا اسے اس کی ماں نے کسی خفیہ جگہ پر پہنچا دیا
ہے۔ کیا تم اپنے طلسم کے زور سے بتا سکتے ہو
کہ وہ کس جگہ پر ہے؟"

بڑے ساحر نے کہا: "میں وہ بھی تمہیں حساب
لگا کر بتا دوں گا مگر اس کے بدلے میں الگ
سونے کے ایک ہزار سکے لوں گا۔"

حامیز بولا: "وہ میں تمہیں دے دوں گا۔ کیا تم
کل شام تک مجھے اپنا جادو کا حساب لگا کر
بتا سکو گے؟"

بڑے ساحر نے کہا: "وہ میں تمہیں اس وقت
بھی بتا سکتا ہوں۔"

حامیز نے کچھ پریشان سا ہو کر کہا:

عظیم جادوگر — اگرچہ تم نے عنبر کو پتھر بنا دیا ہے
مگر مجھے پھر بھی اس سے خوف محسوس ہوتا ہے
کہیں ایسا تو نہیں ہو گا کہ وہ چٹان کے غار
سے نکل کر مجھے ہلاک کر دے گا؟ کیا وہ دوبارہ
زندہ نہیں ہو سکتا؟

بڑا ساحر مسکرایا: "اس کا دوبارہ زندہ ہونا بہت
مشکل ہے۔ یہاں سے ایک ہزار کوس دور سمندر
میں ایک جگہ کالی چٹانوں کی کھاڑی ہے۔
وہاں ہر چاند کی چودھویں رات کو تین نوکیلی
چٹانوں کے درمیان سمندر میں ایک حسین عورت
کا خوبصورت ہاتھ باہر نکلتا ہے۔ اس کی ہتھیلی
پر زمرد کے سبز رنگ کا ایک انگور ہوتا ہے۔
یہ ہاتھ ایک پل کے لیے باہر آتا ہے اور غائب
ہو جاتا ہے۔ اگر کوئی انسان وہاں پہنچ کر اس
ہاتھ کی ہتھیلی پر رکھا ہوا انگور اٹھانے میں کامیاب
ہو جائے تو وہ اس انگور کے دانے کو لے کر
اس چٹانی غار میں جائے جس کے اندر عنبر کا
بت پڑا ہے اور وہ انگور اس بت کے حلق
میں ڈالے تو عنبر پھر سے زندہ ہو سکتا ہے۔ مگر

ناممکن بات ہے اول تو ان کالی چٹانوں تک
کوئی انسان نہیں پہنچ سکتا۔ اگر پہنچ بھی جائے
تو جو انسان اس حسین عورت کے ہاتھ پر سے
انگور اٹھاتا ہے وہ ہاتھ اسے کھینچ کر سمندر میں
نیچے لے جا کر ڈبو دیتا ہے۔ اس لیے تم
بے فکر رہو۔"

عامیز بڑا خوش ہوا اور بولا:
"اب مجھے بتاؤ کہ امیرزادی نے اپنی بیٹی کو
کس ملک میں خفیہ طور پر پہنچا دیا ہے؟"
مندر کے ساحر نے کہا:
"تم اسی جگہ ٹھہرو۔ میں اپنی کوٹھڑی سے کانسی
کی تھالی لے کر آتا ہوں۔ میں اس پر طلسم پڑھ
کر پھونکوں گا۔ کنوتی جس ملک میں ہو گی اس
ملک کی تصویر تھالی پر اُبھر آئے گی۔"
یہ کہہ کر مندر کا ساحر ایک طرف چلا گیا۔ اب وہاں
عامیز بے چینی سے ٹہلنے لگا۔ وہ بالکل اکیلا تھا۔ ناگ
کے لیے دشمن پر وار کرنے کا یہ ایک بہترین موقع تھا۔
عامیز ایک ایسا شخص تھا جو ایک بے گناہ معصوم بچی
کو محض دولت کے لیے قتل کرنے والا تھا۔ اس لیے

ناگ اسے ختم کر دینا چاہتا تھا۔

ناگ بڑی تیزی سے چھت پر سے رینگتا ہوا نیچے اتر آیا۔ وہ فرش پر آ گیا اور ایک جگہ گھات لگا کر بیٹھ گیا۔ جونہی جامیز ٹہلتا ہوا اس کے قریب سے گزرا ناگ نے پھنکار مار کر اس کی پنڈلی پر ڈس دیا اور وہاں سے تیزی سے پیچھے کی طرف بھاگا۔ جامیز کو پنڈلی پر ہلکی سی ٹیس محسوس ہوئی اس نے جھک کر پنڈلی کو دیکھا اور گر پڑا۔ ناگ نے بڑا تیز زہر اس کے جسم میں داخل کر دیا تھا۔ جامیز وہیں مر گیا۔

ناگ مندر کی چھت پر آ گیا اور رینگتا ہوا اس کی دیوار سے باہر کی جانب اتر گیا۔ اسے عنبر کے پھر سے زندہ کرنے کا راز معلوم ہو گیا تھا۔ وہ یہی راز معلوم کرنے وہاں آیا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ یہ راز معلوم کرنے کے لیے اسے بڑی محنت کرنا پڑے گی اور بڑا وقت لگے گا مگر ایک اتفاق سے اسے بڑی جلدی اس راز کا پتہ چل گیا تھا اور اب وہ جلدی سے ماریا کے پاس اہرام میں واپس جانا چاہتا تھا۔

مندر سے نکل کر وہ شہر کی دیوار کی طرف رینگنے لگا۔ رات سنسان اور تاریک تھی۔ ہر طرف سناٹا چھایا

ہوا تھا۔ اسے کسی نے نہ دیکھا۔ کوئی اسے دیکھ بھی نہیں سکتا تھا۔ آخر وہ بڑی محنت اور مشکل سے جھاڑیوں، ٹیلوں اور کھائیوں میں سے ہوتا ہوا شہر سے باہر اہرام میں پہنچ گیا۔

چار سانپ اہرام کے اندر دروازے پر پہرہ دے رہے تھے۔ بڑے سانپ نے ناگ کے سامنے سر جھکا کر کہا کہ ماریا خیریت سے ہے اور ہم نے اسے پھل اور پانی لا کر دیا تھا۔ ناگ نے ان کا شکریہ ادا کیا اور انہیں واپس جانے کی اجازت دے دی۔ اس کے بعد وہ اہرام کے دروازے میں سے گزر کر ماریا کے پاس آیا۔ ماریا نے عنبر کے بارے میں پوچھا کہ کیا اس کے طلسم کا راز معلوم ہوا؟

ناگ نے کہا:

"ہاں ___ مگر ہمیں یہاں سے ایک ہزار کوس دور سمندر میں کالی چٹانوں کے درمیان جانا ہو گا جہاں پورے چاند کی رات کو سمندر میں سے ایک خوبصورت عورت کا ہاتھ باہر نکلتا ہے جس کی ہتھیلی پر زمردیں انگور ہوتا ہے۔ وہ انگور ہمیں اٹھا کر ان ہی چٹانوں کے ایک غار کے

اندر جانا ہو گا جہاں عنبر پتھر کے بت کی شکل
میں پڑا ہے۔ وہ انگور عنبر کے حلق میں ڈال دیں
تو وہ زندہ ہو جائے گا۔"
ماریا نے کہا: "پھر ہمیں فوراً یہاں سے کوچ کر
دینا چاہیے۔"
ناگ بولا: "یہی میں بھی سوچ رہا ہوں۔ مگر ہمارے
راستے میں بہت سی مشکلیں ہیں۔ میں اڑ نہیں سکتا۔
تم بھی سمندر کے اوپر نہیں اڑ سکتیں۔ اس لیے
ہمیں کشتی یا بادبانی جہاز میں یہ سفر کرنا
ہو گا۔"
ماریا کہنے لگی: "ہمیں سکندریہ کی بندرگاہ سے کوئی
سمندری جہاز مل جائے گا۔"
ناگ نے کہا: "اب ہم صبح یہاں سے نکلیں گے۔
تم مجھے رومال میں لپیٹ کر اپنی قمیض میں چھپا لینا۔"
وہ رات انہوں نے اہرام میں ہی کاٹی۔ صبح ہونے والی
تھی کہ ماریا نے ناگ کو ایک رومال میں لپیٹ کر اپنی
قمیض میں چھپایا اور اس شاہراہ پر چل پڑی جو شہر
سکندریہ کی طرف جاتی تھی۔ یہاں تھوڑی دور چلنے کے بعد
اسے ایک چھوٹا سا قافلہ مل گیا۔ اس قافلے نے ایک

ایک دن اور ایک رات کے سفر کے بعد ماریا اور ناگ
کو سکندریہ کی بندرگاہ پر پہنچا دیا۔ سکندریہ میں ناگ نے
سانپ کے روپ میں ہی ایک خزانے کے سانپ کو بتا کر
اس سے کچھ قیمتی موتی حاصل کیے جو ماریا نے جہاز کے کرائے
کے طور پر ادا کر دیئے اور کچھ کھانے کی چیزیں ساتھ رکھ لیں۔
بادبانی جہاز سمندر میں ایک ہفتے تک سفر کرتا رہا۔
آٹھویں دن ماریا نے دور کالی نوکیلی چٹانوں کا سلسلہ دیکھا
جو سمندر کے درمیان میں اُبھرا ہوا تھا۔ ناگ بھی ماریا کی
جیب سے سر نکالے دیکھ رہا تھا۔ اس نے ماریا سے کہا کہ
یہی وہ نوکیلی چٹانیں ہیں جہاں ہم جانا چاہتے ہیں۔ ماریا نے
کہا۔ مگر ہم وہاں تک کیسے پہنچیں گے؟ جہاز تو اس کے
قریب سے ہو کر گذر جائے گا۔"
ناگ بولا: "تم سمندر میں چھلانگ لگا دینا میں
تمہیں سنبھال لوں گا۔"

کیٹی قبر سے نکل گئی

ماریا سمندر میں چھلانگ لگاتے ڈر رہی تھی۔
اسے تیرنا نہیں آتا تھا مگر ناگ نے اسے تسلی دی
کہ وہ اسے سنبھال لے گا۔ نوکیلی کالی چٹانوں کا سلسلہ
سامنے تھا۔ جہاز ان سے تھوڑے فاصلے پر گزر رہا تھا۔
ماریا جہاز کے پچھلے حصے میں اکیلی کھڑی تھی۔
ناگ نے کہا: "ماریا! چھلانگ لگا دو۔ اس وقت
ہمیں کوئی نہیں دیکھ رہا۔"
ماریا کو عنبر کا خیال بھی تھا۔ وہ بھی اس کی جان بچانا چاہتی
تھی۔ چنانچہ اس نے خدا کا نام لے کر سمندر میں چھلانگ
لگا دی۔ اس کے چھلانگ لگاتے ہی ناگ اس کی جیب
سے نکل آیا اور سمندر کی لہروں میں سے اُبھر کر اس نے
ماریا کی گردن کو اپنے پھن کی مدد سے نیچے سے اُوپر اٹھا
کر پانی سے باہر نکال لیا اور تیزی سے چٹانوں کی طرف
تیرنا شروع کر دیا۔۔۔

ناگ کی طاقت قائم تھی۔ وہ ختم نہیں ہوئی تھی۔ وہ
سمندری لہروں میں سے نکال کر ماریا کو چٹانوں کے پاس
لے آیا۔ ماریا بھی ہلکے ہلکے ہاتھ پاؤں مار رہی تھی۔ چٹان
کے کنارے پہنچ کر وہ سیدھی لیٹ گئی اور لمبے لمبے سانس
لینے لگی۔ وہ تھک گئی تھی۔ اس کا سانس کچھ ٹھیک ہوا
تو بولی:
"ناگ بھیا! مجھے تو ان کالی کالی چٹانوں سے خوف
آتا ہے۔"
ناگ نے ان چٹانوں کی طرف دیکھتے ہوئے کہا:
"ان چٹانوں میں ایک غار ہے جہاں عنبر پتھر کا
بُت بنا ہوا ہے۔ چلو اس غار کو تلاش کرتے ہیں۔"
ماریا اٹھی اور ناگ کو اپنے گلے میں لپیٹ کر چٹانوں
میں گھومنے لگی۔ آخر انہیں ایک جگہ غار کا منہ دکھائی دیا۔
یہ غار تاریک اور ڈراؤنا تھا۔ اس کے منہ پر ایک چمگادڑ
کی شکل کا پتھر پڑا تھا۔
ماریا نے کہا: "کہیں اس کے اندر خون پینے والی
چمگادڑیں تو نہیں رہتیں؟"
ناگ نے کہا: "تم ڈرو نہیں۔ اگر کسی چمگادڑ نے
حملہ کیا تو میں اسے ڈس کر مار ڈالوں گا۔"

وہ غار میں داخل ہو گئے۔

ماریا نے کہا: "عنبر کی خوشبو نہیں آ رہی ناگ بھیا۔"

ناگ کہنے لگا: "وہ اس وقت پتھر بنا ہوا ہے۔
اس کے جسم سے خوشبو کیسے آ سکتی ہے۔"

غار میں جالے لٹک رہے تھے۔ ماریا قدم قدم پر خوف
کھا رہی تھی مگر ناگ کا اسے بڑا حوصلہ تھا۔ ایک جگہ غار
کی چھت میں سے چھ سات چمگادڑیں شور مچاتی ماریا کے
سر کے اوپر سے غوطہ لگا کر باہر کو اڑ گئیں۔ ماریا چیخ مار
کر ایک طرف بیٹھ گئی۔

ناگ کہنے لگا: "وہ چلی گئی ہیں ماریا۔ کوئی بات
نہیں۔"

ماریا اٹھ کر پھر آگے بڑھی۔ کہنے لگی:

"مجھے تو اندھیرے میں کچھ نظر نہیں آتا۔ غار میں
بہت اندھیرا ہے۔"

ناگ نے کہا: "تم فکر نہ کرو۔ میں اندھیرے میں دیکھ
رہا ہوں۔ جس طرف میں کہتا ہوں اسی طرف
چلتی جاؤ۔"

غار ایک طرف گھوم گیا۔ تو سامنے ایک گڑھا آ گیا۔ ناگ
نے خوشی سے چلا کر کہا:

"ماریا ماریا وہ دیکھو۔ گڑھے کے اندر عنبر پتھر
کے بت کی شکل میں پڑا ہے۔"

ماریا نے گڑھے کے اندھیرے میں آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر
دیکھا۔ اسے عنبر کا ہیولا سا دکھائی دیا۔ ناگ بولا:

"میں نیچے گڑھے میں جاتا ہوں۔"

ناگ نیچے گڑھے میں اتر گیا۔ اس نے دیکھا کہ عنبر ہو
بہو اپنی اصلی شکل میں پتھروں پر بے حس پتھر بنا ہوا پڑا
تھا۔ اس کا سارا جسم پتھر کی طرح سخت ہو چکا تھا۔ ناگ اوپر
آ گیا اور ماریا کو بتایا:

"عنبر پتھر بن چکا ہے۔ مندر کا جادوگر ٹھیک کہتا تھا
اس کی دوسری بات بھی ٹھیک ہو گی۔ ہمیں طلسمی
عورت کی ہتھیلی کا زمردیں انگور لانا ہو گا۔ عنبر خود
اس کی مدد سے پھر زندہ ہو جائے گا۔"

ماریا نے کہا: "ہمیں چاندنی رات کا انتظار کرنا ہو گا۔"

"کوئی بات نہیں۔ ہم انتظار کر لیں گے۔"

"یہاں میرے کھانے پینے کا کیا ہو گا؟" ماریا نے پوچھا۔

ناگ بولا: "اس کا بھی انتظام کر لوں گا۔"

ناگ نے ساری چٹانوں میں گھوم پھر کر دیکھا۔ چٹانیں
کالی سیاہ اور بڑی ڈراؤنی تھیں۔ اس نے اپنی ناگ دیوتا

کی آواز میں ایک سُرخ سمندری سانپ کو بُلایا اور اسے
حکم دیا کہ دونوں وقت ماریا کے لیے کچھ کھانے پینے کو
لے کر آیا کرے۔ سمندری سانپ ماریا کے لیے دونوں وقت
سمندری خوراک لے آتا اور ایک بند سیپی میں سمندر کے نیچے
بہنے والے میٹھے دریا میں سے پانی بھر کر بھی لاتا۔

ایک ہفتہ گذر گیا تو چاند کی چودھویں رات آگئی۔

ماریا اور ناگ اسی رات کا انتظار کر رہے تھے۔ انہوں نے
چٹانوں کے درمیان میں آئی ہوئی ایک چھوٹی سمندری کھاڑی
کو دیکھ لیا تھا اور اسی کھاڑی کے کنارے بیٹھے ہوئے تھے۔
ناگ کنڈلی مارے ماریا کے بالکل قریب ہی بیٹھا تھا۔ اس
نے طے یہ کیا تھا کہ جب آدھی رات کو سمندر میں سے
حسین عورت کا ہاتھ نکلے گا تو وہ اس کی ہتھیلی پر سے زمرّد
انگور اٹھا کر لے آئے گا۔

مشکل یہ ہے کہ یہ ہاتھ تھوڑی دیر کے لیے پانی
سے باہر آتا ہے اور اگر وہ کسی کو پکڑ لے تو اسے
چھوڑتا نہیں اور اپنے ساتھ ہی سمندر کے نیچے
لے جا کر ڈبو دیتا ہے۔

ماریا نے کہا: "ناگ بھیا تمہیں بڑی احتیاط سے
کام لینا ہوگا۔"

ناگ بولا: "میں پوری ہوشیاری سے کام لوں گا۔
تم فکر نہ کرو۔ لیکن فرض کر لیا کہ انگور کا سبز دانہ
اٹھاتے وقت میں بدقسمتی سے طلسمی ہاتھ کے قابو
میں آ گیا تو میں انگور تمہاری طرف اچھال دوں گا
تم میری فکر نہ کرنا اور عنبر کو جا کر زندہ کر دینا۔
میں سمندر میں سے کسی نہ کسی طرح باہر نکل آؤں گا۔"

ماریا کہنے لگی: "یہ مجھ سے برداشت نہیں ہوگا ناگ
بھیا۔ تمہیں ہر حالت میں میرے پاس واپس
آنا ہوگا۔"

ناگ نے کہا: "ماریا کچھ بھی ہو سکتا ہے۔ میری کوشش
تو یہی ہوگی کہ انگور کا خزانہ لے کر خود آؤں اور
میں خود ہی تمہارے پاس آؤں گا۔"

چاند چٹانوں کے بالکل اوپر آ گیا تھا اور اس کی چاندنی
میں سمندری کھاڑی نہا رہی تھی۔ پانی کی لہریں چمک رہی
تھیں اور آہستہ آہستہ چٹانوں کے پتھروں سے ٹکرا کر واپس
چلی جاتی تھیں۔

ناگ نے کہا: "میرا خیال ہے طلسمی ہاتھ پانی سے
نکلنے ہی والا ہے۔ میں پہلے ہی سے سمندر میں اتر
جاتا ہوں۔"

یہ کہہ کر ناگ سمندر میں اتر گیا اور تیرتا ہوا کھاڑی کے
بالکل درمیان میں پہنچ کر گول دائرے کی شکل میں چکر
لگانے لگا۔

ماریا کنارے پر بیٹھی چاندنی میں ناگ کو چکر لگاتے دیکھ
رہی تھی۔ اچانک چاندنی رات کی سنسان اور ویران فضا
ایک آواز سے گونج اٹھی۔ یہ آواز ایسی تھی جیسے کوئی بہت
بڑا گدھ چیختا ہوا ماریا کے سر کے اوپر سے گزر گیا ہو۔
پھر گہری خاموشی چھا گئی۔ ماریا کا دل ہل گیا تھا۔ وہ ناگ
کو دیکھ رہی تھی جو سمندری کھاڑی کے بالکل درمیان میں
تھا اور چکر کاٹ رہا تھا۔ اتنے میں پانی کی لہریں درمیان
میں سے اوپر کو اٹھنے لگیں۔ جیسے نیچے سے کوئی چٹان
ابھر رہی ہو۔ ماریا ٹکٹکی باندھ کر تکنے لگی۔ ناگ بھی ہوشیار
ہو گیا۔ اچانک سمندر میں سے ایک خوبصورت عورت کا
ہاتھ باہر نکل آیا۔ اس کی ہتھیلی پر سبز رنگ کا ایک انگور
کا دانہ رکھا ہوا تھا۔ ناگ خوب جانتا تھا کہ ہاتھ تھوڑی دیر
کے بعد پانی میں غائب ہو جائے گا۔ وہ دیر نہیں لگانا چاہتا
تھا۔ سمندر کی لہروں کا پانی ابھی تک ہاتھوں کی انگلیوں
میں سے نیچے پھسل رہا تھا۔

ناگ نے لپک کر ہتھیلی کے اوپر چھلانگ لگا دی۔

انگور کا دانہ اُچک کر منہ میں لے لیا۔ ہتھیلی پر آتے ہی
ناگ کو محسوس ہوا کہ وہ انسانی ہاتھ کی ہتھیلی کے
ساتھ چپک گیا ہے اور اپنی جگہ سے حرکت نہیں کر سکتا۔
ناگ نے ایک عقل مندی کی کہ ماریا کی طرف منہ کر کے
ایسی پھنکار ماری کہ انگور کا دانہ جو پتھر کی طرح سخت تھا
اس کے منہ سے اچھل کر کنارے پر بیٹھی ماریا کی جھولی میں
جا کر گرا۔

ناگ نے بلند آواز میں کہا:

"ماریا۔ انگور کو لے جا کر عنبر کے منہ میں ڈال دو۔
میں ہتھیلی سے چپک گیا ہوں۔ میں ہل نہیں سکتا۔
جاؤ۔ میری فکر نہ کرو۔"

ماریا نے انگور کے دانے کو اٹھا کر مٹھی میں بند کر لیا
اور ناگ کو آواز دی۔

"ناگ بھیا! بھاگنے کی کوشش کرو۔ کوشش کرو۔"

ناگ کی آواز آئی: "میں ذرا سی بھی حرکت نہیں
کر سکتا ماریا اس ہاتھ نے مجھے اپنے طلسم میں
جکڑ لیا ہے۔"

اور پھر ماریا کی آنکھوں کے سامنے انسانی ہتھیلی ناگ کو
ساتھ ہی لے کر سمندر میں غائب ہو گئی۔ لہریں ایک دوسرے

سے مل گئیں اور پھر وہی سناٹا چھا گیا۔
ماریا تو سخت مایوس ہو کر بیٹھی رہی کہ اب کیا کرے۔
پھر اسے عنبر کا خیال آیا کہ ہو سکتا ہے وہ زندہ ہو جائے۔
اس نے انگور کا زمردیں دانہ لیا اور اسی غار میں آگئی
جس کے اندر گڑھے میں عنبر پتھر کا بت بن کر پڑا تھا۔
وہ اندھیرے میں پھونک پھونک کر قدم رکھ رہی تھی
اسے خوف بھی بڑا محسوس ہو رہا تھا۔ آخر وہ گڑھے کے کنارے
پر آگئی۔ اس نے آنکھیں کھول کھول کر نیچے دیکھا۔ عنبر کا
پتھر کا بت اسی طرح پڑا تھا۔ ماریا پتھروں کو پکڑ پکڑ کر
بڑی مشکل سے نیچے گڑھے میں اتر گئی۔ پھر وہ عنبر کے پتھر کے
بت کے منہ کے قریب آکر بیٹھ گئی۔ عنبر کا منہ تھوڑا سا
کھلا تھا اور اس کا حلق ماریا کو کچھ کچھ دھندلا دھندلا
نظر آ رہا تھا۔

ماریا نے جلدی سے زمردیں انگور کا دانہ عنبر کے ادھ
کھلے منہ کے اندر ڈال دیا۔ انگور کے اندر جاتے ہی غار
میں گویا ایک زلزلہ سا آ گیا۔ ماریا گڑھے کی دیوار کے ساتھ
لگ گئی۔ عنبر کا بت دائیں بائیں ہل رہا تھا۔ پھر وہ
رک گیا۔ ماریا نے قریب جا کر دیکھا۔ عنبر نے آنکھیں
کھول دی تھیں:

"عنبر بھیا! میں ماریا ہوں۔"
عنبر زندہ ہو چکا تھا۔ وہ اٹھ کر بیٹھ گیا اور بولا:
"خدا کا شکر ہے میں پھر زندوں میں واپس آگیا۔
ناگ کہاں ہے؟"
ماریا نے اسے سب کچھ بتا دیا کہ ناگ کے ساتھ کیا
بیتی ہے۔ عنبر کہنے لگا:
"فکر نہ کرو۔ ہم اسے سمندر میں سے نکال لیں گے۔"
ماریا نے پوچھا: "کیا تم سمندر میں چھلانگ لگا کر
نیچے جاؤ گے؟"
عنبر نے کہا: "نہیں۔ بلکہ اگلے پورے چاند کی رات
کو عورت کے طلسمی ہاتھ کا انتظار کریں گے۔ ضرور
اس رات ناگ باہر آ جائے گا۔"
عنبر اور ماریا اسی چٹانی جزیرے میں رہے۔ ایک ماہ
گزرنے کے بعد آخر پورے چاند کی رات آگئی۔ عنبر اور
ماریا کنارے پر بیٹھے تھے۔ جب عنبر کو محسوس ہوا کہ طلسمی
ہاتھ کے سمندر سے نکلنے کا وقت ہو گیا ہے تو اس نے
ماریا سے کہا:
"میں پانی میں اتر رہا ہوں۔ ہو سکتا ہے ناگ ابھی
تک طلسمی ہتھیلی کے ساتھ ہی چپکا ہوا ہو۔ میں

اسے وہاں سے اتارنے کی کوشش کروں گا۔"

ماریا نے کہا، "نہیں نہیں۔ میں تمہیں نہیں جانے دوں گی۔ اگر تم کو بھی طلسمی ہتھیلی پکڑ کر سمندر میں لے گئی تو میں اکیلی یہاں مر جاؤں گی۔"

عنبر نے سمندر میں اترنے کا ارادہ ترک کر دیا۔

اب کیا ہوا کہ اسی طرح سمندر میں پانی کی لہریں اوپر اٹھنے لگیں۔ ماریا بولی:

"طلسمی ہاتھ باہر آ رہا ہے۔"

عنبر اور ماریا ابھرتی ہوئی سمندری لہروں پر نظریں جمائے بیٹھے تھے کہ اچانک سمندر میں سے وہی خوبصورت عورت کی ہتھیلی باہر نکلی۔ مگر ہتھیلی پر ناگ کہیں نہیں تھا۔ ہتھیلی خالی تھی۔ ایک دم سے ہتھیلی کی انگلیوں کے کونوں میں سے تیز شعاعیں باہر نکل کر سمندر پر پڑیں۔ اور سمندر میں ایک غضبناک طوفان آ گیا۔ یہ طوفان اتنا زبردست تھا کہ بڑی بڑی چٹانوں ایسی لہریں اٹھ کر کنارے سے ٹکرانے لگیں ماریا اور عنبر کو بھی سمندری طوفان کی لہروں نے اٹھا کر دور پھینک دیا۔ تھوڑی دیر بعد جب طوفان تھما تو عنبر اور ماریا نے دیکھا کہ وہ زمین پر پڑے ہیں اور سمندری لہروں میں وہ ہاتھ غائب ہو چکا ہے۔

عنبر نے اٹھتے ہوئے کہا،

"ماریا — ان لہروں میں زبردست طاقت تھی۔ ان لہروں کی طاقت نے میرے پاؤں بھی اکھاڑ دیئے۔"

ماریا بولی: "مگر ناگ ظاہر نہیں ہوا۔"

"معلوم ہوتا ہے وہ سمندر کے نیچے کسی طلسمی سلطنت میں جا چکا ہے۔ اب وہ اس جگہ واپس نہیں آئے گا۔"

ماریا کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ عنبر نے اسے حوصلہ دیا اور کہا:

"ہمارے سفر میں اس قسم کی مشکلیں تو آتی ہی رہتی ہیں ماریا۔ ہمیں حوصلہ نہیں ہارنا چاہیے بلکہ امید رکھنی چاہیے کہ ایک نہ ایک دن ناگ سے کہیں نہ کہیں ضرور ملاقات ہو جائے گی۔"

ماریا نے کہا: "مگر ہم یہاں سے کیسے نکلیں گے؟ یہاں تو کوئی جہاز بھی نہیں آتا۔"

عنبر کہنے لگا: "میں تمہیں یہاں سے نکال کر لے جاؤں گا۔"

"کیا ہم کچھ دیر اور یہاں انتظار نہ کر لیں؟ ہو

سکتا ہے۔ ناگ ظاہر ہو جائے۔"
عنبر نے جواب دیا۔ "اگر تمہاری یہی خواہش ہے تو
پھر ہم اگلے چاند کی رات تک یہیں رہتے ہیں۔"
عنبر اور ماریا نے وہیں ٹھہرنے کا فیصلہ کر لیا۔ ناگ
نے جس سرخ سمندری سانپ کی ڈیوٹی لگا دی تھی وہ
برابر ماریا کے لیے سمندری خوراک اور میٹھا پانی لاتا رہا۔
دوسرے مہینے پورے چاند کی رات کو نہ تو سمندر میں
طوفان آیا اور نہ ہی کوئی پراسرار ہاتھ سمندر سے باہر
نکلا۔ اب عنبر اور ماریا نے وہاں سے چلے جانے کا
فیصلہ کر لیا۔ ایک دن جب سرخ سمندری سانپ خوراک
لے کر آیا تو عنبر نے سانپوں کی زبان میں اس سے پوچھا
کہ کیا وہ جانتا ہے کہ ناگ دیوتا سمندر کے اندر کس جگہ
پر ہے؟

سمندری سانپ نے جواب میں کہا:
"اے عظیم ناگ کے بھائی! ہمیں سمندر کے اندر
سے کسی مقام پر سے بھی عظیم ناگ دیوتا کی
خوشبو نہیں آ رہی۔"
عنبر نے کہا: "یہاں سے ایک عورت کا خوبصورت
ہاتھ باہر نکلا تھا جس پر زمردیں انگور تھا۔ ناگ

دیوتا وہ زمردیں انگور لینے گیا اور خوبصورت ہاتھ
اسے اپنے ساتھ لے کر سمندر کی تہہ میں چلا گیا
ہے۔ کیا تم بتا سکتے ہو کہ سمندر کے اندر یہ ہاتھ
کہاں ہے اور یہ کس کا ہاتھ تھا؟"
سمندری سانپ نے کہا: "عظیم ناگ کے بھائی!
ہم نے آج تک سمندر کے اندر کسی خوبصورت
عورت کے ہاتھ کو نہیں دیکھا۔ نہ ہی ہمیں عظیم
ناگ دیوتا کی کسی جانب سے خوشبو آئی ہے۔"
عنبر سمجھ گیا کہ وہ طلسمی ہاتھ ضرور کسی ایسی مخلوق کا
تھا جو سمندری جانوروں سے بھی پوشیدہ ہے اور کسی جانور
کو اس کی خبر نہیں ہے۔ اس نے سمندری سانپ سے کہا:
"میں اور میری بہن ماریا یہاں سے واپس جانا چاہتے
ہیں۔ کیا تم ہمیں کسی بڑے شہر کے ساحل تک
پہنچا سکتے ہو؟ کیوں کہ یہاں سے کسی شہر کی
بندرگاہ تک ایک ہزار کوس کا فاصلہ ہے۔"
سمندری سانپ بولا:
"آپ عظیم ناگ دیوتا کے بہن بھائی ہیں۔ آپ
کے حکم پر عمل کرنا ہمارا فرض ہے۔ ہمارا ایک بوڑھا
بزرگ سانپ ہے۔ وہ آپ کو اپنے اوپر بٹھا کر

لے جائے گا۔ آپ انتظار کریں۔"

یہ کہہ کر سمندری سانپ لہروں میں غوطہ لگا گیا۔

تھوڑی دیر بعد لہروں میں ابھار پیدا ہوا اور پھر ایک بہت بڑا اژدھا نمودار ہوا جس نے اپنے جسم کو کنڈلی مار کر ایک کشتی کی شکل دے رکھی تھی اور اپنا پھن اوپر اٹھایا ہوا تھا۔ اژدہا نے کہا:

"عظیم ناگ دیوتا کے بہن بھائی! مجھ پر سوار ہو جاؤ میں آپ دونوں کو کسی نہ کسی ملک کے کنارے پر پہنچا دوں گا۔"

ماریا چونکہ ایک عام عورت کی شکل میں تھی اس لیے وہ کچھ ڈرنے لگی۔ مگر عنبر کے حوصلہ دلانے پر وہ اس کے ساتھ اژدہا کی کشتی میں بیٹھ گئی۔ اژدہا انہیں لے کر نوکیلی سیاہ چٹانوں کی کھاڑی سے نکل کر کھلے سمندر میں آ گیا اور بڑی تیز رفتاری کے ساتھ مشرق کی جانب تیرنے لگا۔ عنبر نے ماریا کے لیے کچھ سمندری جڑی بوٹیوں کی خوراک اور پانی کا بھرا ہوا بڑا سیپ رکھ لیا تھا۔ اژدہا کی رفتار کافی تیز تھی۔ دن کو دھوپ ہوتی تو اژدہا عنبر اور ماریا پر اپنے بڑے پھن کی چھاؤں کر دیتا۔

اسی طرح سفر کرتے ہوئے جب تین دن گذر گئے تو

ہیں دور زمین کا ساحل نظر آنے لگا۔

عنبر نے اژدھا سے پوچھا:

"کیا تمہیں کچھ خبر ہے کہ یہ کس ملک کا ساحل ہے؟"

اژدہا نے کہا: "عظیم ناگ دیوتا کے بھائی! جہاں تک مجھے یاد ہے یہ سمندر خلیج کا سمندر ہے۔ اس کی ایک جانب ایران اور دوسری جانب عرب ہے اور یہ جو ساحل نظر آ رہا ہے۔ یہ بصرے شہر کی بندرگاہ ہے۔"

پیارے دوستو! یہ وہی بصرہ شہر تھا جس کے باہر ایک ر میں کیٹی نہر کے اندر قید تھی اور اس کے اوپر پتھروں اتنا زیادہ بوجھ پڑا ہوا تھا کہ وہ کئی بار کوشش کے باوجود باہر نہیں نکل سکی تھی۔

شام کے وقت اژدہا نے عنبر اور ماریا کو بصرے کی بندرگاہ سے کچھ فاصلے پر کنارے پر اتار دیا۔ عنبر نے اژدہا شکریہ ادا کیا۔ اژدہا رخصت ہو گیا۔ عنبر نے ماریا کو ساتھ لیا اور شہر کی طرف چلا۔ دور بندرگاہ میں لکڑی کی کشتیوں اور بادبانی جہازوں میں کہیں کہیں چراغ روشن ہو گئے تھے ن کا عکس سمندر میں پڑ رہا تھا۔ شہر کی طرف بھی کہیں کہیں انوں میں روشنی ہو رہی تھی۔

ماریا نے کہا: "اس شہر میں ہم ایک بار پہلے بھی
آئے تھے ہو سکتا ہے کیٹی سے یہاں ملاقات
ہو جائے کیوں کہ وہ بھی اسی جگہ غائب ہوئی
تھی۔"

عنبر نے کہا: "ہو سکتا ہے۔ مگر مجھے تو کیٹی کی
خوشبو نہیں آ رہی۔"

"ابھی ہم شہر میں داخل نہیں ہوئے۔ کیا تمہارے پاس
یہاں کا سکہ ہو گا عنبر؟"

عنبر نے کہا: "یہاں کا سکہ میرے پاس کہاں سے آ
جائے گا ماریا۔ بہرحال کسی سانپ کو بُلا کر اُس
سے کچھ موتی منگواتے ہیں۔ انہیں بیچ کر یہاں گذارہ
کریں گے۔ ایک تو تمہاری طاقت واپس نہیں آتی۔"

ماریا نے کہا: "اس میں میرا کیا قصور ہے عنبر بھائی!
میں خود بھی اس محتاجوں ایسی زندگی سے تنگ آ
گئی ہوں۔ خدا جانے میں کب پھر سے غائب
ہوں گی۔"

اسی طرح باتیں کرتے وہ شہر میں پہنچ گئے۔ عنبر نے
ایک سرائے کے مالک سے یہ کہہ کر کوٹھڑی لے لی کہ
وہ کل کرایہ ادا کر دے گا۔ دوسرے روز عنبر نے ماریا کو

سرائے میں ہی چھوڑا اور بولا:
"میں شہر سے باہر جا کر کسی خزانے کے سانپ کو
بلا کر اس سے کچھ قیمتی موتی حاصل کرنے کی
کوشش کرتا ہوں تاکہ اسے فروخت کر کے سرائے
کا کرایہ ادا کر سکیں اور آگے بھی ہمیں کام آ سکیں
مگر تم یہاں سے ہرگز باہر نہ نکلنا۔"

ماریا نے کہا: "مگر تم دیر نہ لگانا۔ جلدی واپس آ جانا۔"

"میں جلدی آنے کی کوشش کروں گا۔"

یہ کہہ کر عنبر سرائے سے نکل کر صبح کی سنہری دھوپ
میں کھجور کے درختوں کے درمیان بنی ہوئی پکی سڑک پر
سے ہوتا شہر کی آبادی سے باہر نکل گیا۔ وہ کسی ایسے
ویران علاقے میں جانا چاہتا تھا جہاں کوئی کھنڈر بھی ہو۔
کیوں کہ تاریخی کھنڈروں میں ہی اس قسم کے پوشیدہ خزانے
ملا کرتے ہیں۔ عنبر کو دور کوئی دو کوس کے فاصلے پر ایک
ٹیلہ نظر آیا۔ اس نے سوچا کہ ہو سکتا ہے اس ٹیلے کے
اندر کوئی خزانہ دفن ہو۔ وہ اس ٹیلے کی طرف چلا ہی
تھا کہ دور سے ایک آدمی پریشان حال بھاگتا ہوا قریب
آیا تو عنبر کی طرف دیکھ کر بولا:

"اس ٹیلے کی طرف مت جانا وہاں بھوت ہے۔"

سے باہر آؤ۔ میں خزانے کے کسی سانپ کو
بلانا چاہتا ہوں۔"

کیتھی اور عنبر غار سے باہر روشنی میں آ گئے۔ تازہ ہوا میں آتے ہی کیتھی نے گہرے سانس لیے اور ایک جگہ بیٹھ کر تازہ ہوا اور روشنی کا لطف اٹھانے لگی۔ عنبر نے سانپ کی آواز نکال کر خزانے کے سانپ کو بلایا۔ تھوڑی دیر میں ایک سانپ زمین میں سے باہر آ کر عنبر کے سامنے ادب سے بیٹھ گیا۔

عنبر نے اس سے خزانے کے بارے میں پوچھا تو سانپ نے کہا:

"عظیم ناگ کے بھائی! اس علاقے میں کسی جگہ کوئی بھی خزانہ دفن نہیں ہے۔ اگر آپ حکم کریں تو میرے پاس زمرد کا ایک چھوٹا سا پتھر رکھا ہوا ہے۔ وہ میں آپ کو لا کر دیئے دیتا ہوں۔"

عنبر نے کہا کہ ہاں وہی لا کر دے دو۔ کم از کم کچھ اخراجات تو پورے ہو جائیں گے۔ سانپ واپس اپنے بل میں چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد واپس آیا تو اس کے منہ میں سبز رنگ کا ایک چھوٹا سا زمرد پکڑا ہوا تھا۔ عنبر نے زمرد لے کر رکھ لیا اور کیتھی کو ساتھ لیے واپس سرائے میں آ گیا۔ سرائے

جب ماریا نے کیتھی کو دیکھا تو خوشی سے نہال ہو گئی اور اسے گلے سے لگا لیا۔ دونوں دیر تک ایک دوسرے سے باتیں کرتی رہیں۔ ماریا نے کیتھی کے سر میں تلوار سے لگا ہوا زخم دیکھنا چاہا مگر کھوپڑی کا زخم مل چکا تھا۔ کیتھی نے کہا:

"تلوار کا نشان بھر گیا ہے۔ میری قسمت اچھی تھی کہ دشمن تلوار کا وار کر کے مجھے قبر میں چھوڑ کے چلا گیا۔ اگر اسے ذرا سا بھی پتہ چل جاتا کہ میرا زخم بھر جائے گا تو وہ میری گردن اتار کر الگ کر کے دفن کر دیتا۔ پھر میرا زندہ بچ اٹھنا بہت مشکل تھا۔"

عنبر نے کہا: "خدا کا شکر ہے کہ ہم تین بہن بھائی ایک بار پھر مل گئے۔ کاش ناگ بھی اس وقت ہمارے ساتھ ہوتا۔ ایک عرصہ ہو گیا ہے کہ ہم چاروں کبھی اکٹھے مل کر سفر پر نہیں نکلے۔"

ماریا نے کہا: "خدا نے چاہا تو وہ وقت بھی جلدی آ جائے گا۔"

کیتھی کہنے لگی: "سمندر کے اندر کوئی طلسمی مخلوق آباد ہو گی جہاں ناگ قید ہو گیا ہو گا۔ ہمیں وہاں چل کر معلوم کرنا چاہیے۔"

عنبر کہنے لگا، "وہاں جانے سے کوئی فائدہ حاصل نہیں
ہو گا۔ کیوں کہ اگر وہاں کوئی سمندری مخلوق سمندر
میں رہتی بھی ہو گی تو ناگ کو باہر نہیں نکلنے
دے گی۔ ہمیں ناگ کے ملنے کی امید ضرور رکھنی
چاہیے۔ وہ ہمیں ایک نہ ایک دن ضرور مل جائیگا۔"
ماریا نے کہا، "مگر ناگ کے اندر بھی ساحر کے طلسم
کی وجہ سے اپنی شکل بدلنے کی طاقت نہیں رہی
وہ صرف سانپ کی شکل میں ہی رہ سکتا ہے۔"
"ناگ سمجھدار ہے ماریا۔" عنبر نے کہا: "وہ اپنی حفاظت
کرے گا۔ اور یہ کوئی پہلی بار نہیں ہے کہ اس
پر مشکل پڑی ہو۔ یہ تو ہمارے ہزاروں سالوں کے
لمبے سفر کا ایک حصّہ ہے۔ بہرحال تم دونوں یہیں
ٹھہرو۔ میں شہر جا کر اس زمرد کو فروخت کر کے
ماریا کے لیے کچھ کھانے پینے کو لاتا ہوں۔"
کیپٹن نے کہا، "میرے لیے نئے کپڑے بھی لانا
عنبر بھیا۔ یہ کپڑے خراب ہو چکے ہیں۔"
ماریا بولی: "ایک جوڑا میرے لیے بھی لیتے آنا۔"
عنبر مسکراتا ہوا سرائے کی کوٹھڑی سے باہر نکل گیا۔
وہ سیدھا بصرے کے جوہری بازار میں آ گیا۔ یہاں یہودی

جوہریوں کی دکانیں تھیں جو ہیرے جواہرات خریدتے تھے
یہی ان کا کاروبار تھا۔ عنبر نے ایک بوڑھے یہودی کی دکان
پر جا کر زمرد اسے دکھایا تو اس کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ
گئیں۔ اس نے عنبر کو ایک طرف لے جا کر پوچھا:
"یہ زمرد تمہیں کہاں سے ملا ہے؟"
عنبر نے کہا: "یہ میں تمہیں نہیں بتا سکتا۔ اگر تمہیں
خریدنا ہے تو خریدو نہیں تو میں کسی دوسری
دکان پر جاتا ہوں۔"
مکار یہودی جوہری نے فوراً کہا:
"نہیں نہیں۔ میں اسے ضرور خریدوں گا۔ تم بے شک
مجھے مت بتاؤ کہ یہ تمہیں کہاں سے ملا ہے۔
میں تمہیں اس کی ایک ہزار اشرفیاں دے
سکتا ہوں۔"
عنبر کو اتنی ہی رقم کی ضرورت تھی۔ زیادہ پیسے لے
کر اسے کیا کرنے تھے۔ اس نے کہا:
"لاؤ ایک ہزار اشرفیاں ہی دے دو۔"
جوہری نے ایک ہزار اشرفیاں تھیلی میں ڈال کر دے
دیں۔ ساتھ ہی کہا:
"اگر تم مجھے اسی قسم کے اور زمرد لا کر دو تو

میں تمہیں مالا مال کر دوں گا۔ یہ بڑا قیمتی اور نایاب زمرد ہے۔"

عنبر نے کوئی جواب نہ دیا اور دکان سے باہر نکل آیا۔

مکار یہودی نے اپنے ایک خاص غنڈے جاسوس کو اشارہ کیا کہ اس آدمی کا پیچھا کرو۔ وہ غنڈہ بغل میں خنجر چھپائے عنبر کے پیچھے لگ گیا۔ عنبر نے ایک کپڑے کی دکان میں جا کر ماریا اور کیتھی کے لیے دو جوڑے خریدے۔ پھر ماریا کے لیے کھانے پینے کی چیزیں لیں اور سرائے کی طرف چل پڑا۔ غنڈہ اس کے پیچھے پیچھے تھا۔ سرائے میں پہنچ کر عنبر نے کیتھی اور ماریا کو کپڑے دیئے جو انہوں نے غسل کرنے کے بعد پہن لیے۔ پھر ماریا نے کھانا کھایا اور دونوں آرام کرنے کے لیے پلنگ پر اطمینان سے بیٹھ کر باتیں کرنے لگیں۔

"اب ہمیں یہاں سے ملک مصر کی طرف کوچ کرنا ہوگا۔ کیوں کہ مجھے یقین ہے کہ ناگ سے وہیں کہیں ملاقات ہوگی۔"

ماریا کہنے لگی: "یہاں سے قافلہ کب مصر کی طرف جاتا ہے، یہ معلوم کرنا بہت ضروری ہے۔"

عنبر نے کہا: "میں ابھی جا کر پتہ کرتا ہوں۔"

عنبر کوٹھڑی سے نکل کر سرائے کے مالک کی طرف چلا۔ یہودی جوہری کا غنڈہ سرائے کی دیوار کی اوٹ میں کھڑا تھا۔ عنبر باہر نکل گیا تو غنڈہ کوٹھڑی کی طرف بڑھا اور ایک فقیر بن کر دروازے پر جا کر بولا:

"بچو! فقیر کو خیرات مل جائے۔"

ماریا نے ایک اشرفی نکال کر فقیر کو دی تو وہ بولا:

"بچی! تمہارے ماتھے پر لکھا ہے کہ تم کسی ملک کی شہزادی ہو گی۔"

ماریا ہنسنے لگی۔

کیتھی نے فقیر سے کہا:

"بابا! یہ شہزادی بن کر کیا کرے گی۔ ہم جس حال میں ہیں خوش ہیں۔"

غنڈہ بولا: "بیٹی! لگتا ہے تمہارے پاس ہیروں کا خزانہ ہے۔ تم کسی شاہی خاندان کی ملکہ ہو؟"

کیتھی نے بھی مسکرا کر کہا:

"بابا! ہمارے پاس کوئی خزانہ نہیں ہے۔"

غنڈے نے مکر کرتے ہوئے آنکھوں میں آنسو بھر لیے اور روتے ہوئے کہا:

"بیٹی! میری ایک بچی ہے۔ دس برس کی ہے۔ وہ
مر رہی ہے بستر سے اٹھ نہیں سکتی۔ کسی درویش
نے کہا تھا کہ اگر ایک ایسی عورت جو شاہی
خاندان سے ہو اور جس کے پاس سبز زمرد ہو
اگر میری بچی کے سر پر ہاتھ پھیرے تو میری بچی
کو پھر سے نئی زندگی مل سکتی ہے۔ کیا تم میری بچی
کی جان نہیں بچاؤ گی؟"

ماریا نے کہا: "بابا! میں شاہی خاندان کی نہیں ہوں۔
ہاں ہمارے پاس ایک زمرد ضرور تھا۔ مگر وہ تو
ہم نے بیچ دیا ہے۔"

غنڈہ زار و قطار رونے لگا:

"بیٹی! بس تم ہی میری بچی کی جان بچا سکتی ہو۔ کیا
تم میرے ساتھ چل کر اس کے سر پر ہاتھ نہیں
پھیرو گی۔ بس صرف ایک بار ہاتھ پھیر کر واپس
آ جانا۔ میری بیٹی کی جان بچ جائے گی۔ میرا گھر
یہاں سے دور نہیں ہے۔"

ماریا کے دل میں انسانی ہمدردی بیدار ہو گئی۔ اگرچہ کیٹی
نے منع بھی کیا کہ عنبر کو آ جانے دو مگر ماریا بولی:
"یہ ایک بچی کی زندگی کا معاملہ ہے کیٹی۔ میں

ابھی اس کے سر پر ہاتھ پھیر کر واپس آ جاؤں گی
اور پھر عنبر کو شاید دیر لگ جائے۔"

غنڈہ روتے ہوئے بولا: "خدا تمہیں خوش رکھے
بیٹی۔ میرے ساتھ پل بھر کے لیے چلی چلو۔ میں تو
تمہیں یہاں چھوڑ جاؤں گا۔"

ماریا اس غنڈے کے ساتھ چل دی۔ کیٹی نے اسے
بہت منع کیا مگر وہ نہ رکی۔ غنڈہ ماریا کو ساتھ لے کر
شہر کے ایک تنگ و تاریک محلے میں آ گیا۔ یہاں ایک
اندھیری گلی کے کونے میں ایک خالی مکان تھا۔ غنڈے نے
دروازہ کھول کر کہا:

"آ جاؤ میری بچی! نیچے میری بیٹی بستر پر پڑی ہے"

غنڈہ مکاری سے ابھی تک آنسو بہا رہا تھا۔ جونہی ماریا
مکان میں داخل ہوئی غنڈے نے دروازہ بند کر کے زنجیر لگا
دی اور ماریا کو پکڑ لیا۔ ماریا پر اب اس کی دھوکے بازی
کا راز کھلا تو اس نے ہاتھ پاؤں مارے کہ کسی طرح اس
سے پیچھا چھڑا کر بھاگے مگر وہ ایک کمزور لڑکی تھی اور
غنڈہ اس سے کہیں زیادہ طاقتور تھا۔ اس نے ماریا کو
اٹھا لیا اور نیچے تہ خانے میں لے جا کر بند کر دیا۔
یہ تہ خانہ ایسا تھا کہ جہاں ہینگ کی پیٹیاں رکھی تھیں جن

کی تیز بُو چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی۔ اس تیز بُو نے ماریا
کے جسم سے نکلنے والی خوشبو کی لہروں کو اپنے اندر جذب
کر لیا۔ اب اس کے جسم کی خوشبو اصلی حالت میں وہاں
سے باہر نہیں نکل سکتی تھی۔

ماریا سر پیٹ کر رہ گئی۔ اب اسے پچھتاوا ہوا کہ
اس نے کیپٹن کی بات کیوں نہ مانی اور اس غنڈے کے
دھوکے میں آ گئی۔ آخر وہ مجھ سے کیا چاہتا ہے؟ وہ
سوچنے لگی۔ غنڈہ مکان پر تالا لگا کر سیدھا جوہری کے
پاس گیا اور کہا کہ اس نے اس پُراسرار آدمی کی ایک بہن
کو اغوا کر کے مکان کے تہہ خانے میں بند کر لیا ہے۔
مکار جوہری نے اسے دس اشرفیاں انعام میں دیں اور کہا:
"تم مکان کی چابی مجھے دے کر یہاں سے چلے جاؤ۔"

غنڈے نے مکان کی چابی جوہری کو دی اور اشرفیاں
جیب میں ڈال کر نو دو گیارہ ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد جوہری
خود اس مکان پر گیا۔ تہہ خانے میں جانے کی بجائے اس نے
تہہ خانے کی دیوار کے ایک چھوٹے سے روشن دان میں
منہ ڈال کر ماریا سے کہا:

"اگر تم مجھے یہ بتا دو کہ زمرد کا وہ خزانہ کہاں ہے
جہاں سے تمہارا بھائی ایک زمرد نکال کر لایا تھا

تمہیں خزانہ ملنے کے فوراً بعد آزاد کر دوں گا۔ اگر
تم نہیں بتاؤ گی تو یاد رکھو اس تہہ خانے میں
ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جاؤ گی۔"

ماریا نے کہا: "میرے بھائی کے پاس کوئی خزانہ نہیں
ہے۔ وہ زمرد تو اسے راستے میں پڑا ہوا ملا تھا۔"
مکار جوہری نے کہا:

"تم جھوٹ بولتی ہو۔ ایسے قیمتی زمرد راستے میں
پڑے ہوئے نہیں ملا کرتے۔ اگر اپنی جان تمہیں
عزیز ہے تو مجھے بتا دو کہ خزانہ کہاں ہے؟
تمہیں ضرور معلوم ہو گا۔"

ماریا نے مکار جوہری کو لاکھ بار کہا کہ اسے خزانے
کا کچھ علم نہیں ہے مگر اسے یقین نہ آیا۔ وہ دھمکی
دے کر "میں کل پھر آؤں گا" روشندان کی کھڑکی بند کر کے
چلا گیا۔

ماریا نے دیکھا کہ روشندان کی کھڑکی کافی اونچی تھی۔
ہینگ کی بوریاں اتنی بھاری تھیں کہ وہ انہیں اٹھا کر
روشندان کے نیچے نہیں جوڑ سکتی تھی کہ ان پر چڑھ کر
روشن دان میں سے باہر کود جائے۔ ہینگ کی تیز بُو
سے ماریا کا دماغ پھٹنے لگا تھا۔ اپنی حالت پر اسے

رونا آگیا۔ وہ نڈھال سی ہو کر بوریوں کے ساتھ ٹیک لگا
کر بیٹھ گئی اور عنبر اور کیتھی کے بارے میں سوچنے لگی۔
اسے خیال آیا کہ جب عنبر واپس آئے گا تو کیتھی اسے
ساری بات بتا دے گی اور وہ اس کی تلاش میں شہر کی
ان گلیوں میں بھی ضرور آئے گا اور جب اسے اس کے
جسم کی خوشبو آئے گی تو یہاں پہنچ جائے گا۔ بس ماریا
کو یہی ایک اُمید تھی۔ اسے یہ خیال ہی نہیں تھا کہ
ہینگ کی تیز بُو نے اس کے جسم کی خوشبو کو جذب
کر لیا ہوا ہے اور اب عنبر اس کے جسم کی خوشبو
محسوس نہیں کر سکتا۔

جب عنبر قلعے کا پتہ کر کے واپس آیا تو کیتھی پریشان
بیٹھی تھی اور ماریا کا انتظار کر رہی تھی۔

"کیا ہوا؟ ماریا کہاں ہے؟"

کیتھی نے پریشانی کے عالم میں سارا قصہ بیان کر دیا۔
عنبر نے اسی وقت کیتھی کو ساتھ لیا اور شہر کی طرف
نکل گیا۔ دیر تک وہ شہر کے بازاروں اور گلی کوچوں کا
چکر لگاتے رہے مگر انہیں ماریا کی کہیں سے بھی خوشبو
نہ آئی۔ ایک گلی میں سے گزرتے ہوئے عنبر رک گیا اور
بولا: "تیز بُو کسی [illegible]"

کیتھی نے سانس اندر کو کھینچ کر کہا:

"یہ ہینگ کی تیز بُو ہے۔ خدا کے لیے یہاں سے
نکل چلو۔ اس بُو سے میرا ناک میں دم ہوتا ہے۔"

ہینگ کی بڑی تیز بُو ایک مکان سے آ رہی تھی۔
یہ وہی مکان تھا جس کے تہہ خانے میں ماریا قید تھی
مگر عنبر اور کیتھی کو اس کے جسم کی خوشبو نہیں آ رہی تھی
کیوں کہ اس کے جسم کی خوشبو کو ہینگ کی بُو نے اپنے
اندر جذب کر لیا ہوا تھا۔ عنبر نے کیتھی کو ساتھ لیا اور
اس مکان کے آگے سے جلدی جلدی نکل گیا۔

شام کو سارے شہر کی خاک چھان کر کیتھی اور عنبر مایوس
ہو کر واپس سرائے میں آ گئے۔ اسے ماریا کہیں نہیں ملی
تھی۔ کیتھی نے اسے بتایا کہ جو فقیر آیا تھا اس کا حلیہ اس
قسم کا تھا اور اس نے زمرد کے خزانے کا بھی ذکر کیا تھا۔

عنبر اچھل پڑا اور بولا:

"ضرور یہ اس یہودی کی شرارت ہو گی۔ اس نے
خزانے کا سراغ لگانے کے لیے ماریا کو اغوا
کروایا ہے۔ تم ٹھہرو۔ میں ابھی آتا ہوں۔"

عنبر سرائے سے نکل کر جوہری بازار کی طرف چلا۔
جوہری بھی بڑا مکار تھا۔ اسے معلوم تھا کہ عنبر کو اس

پر ہی شک پڑے گا۔ چنانچہ اس نے پہلے ہی اس کا بندوبست
کر لیا ہوا تھا۔

عنبر جب دکان پر پہنچا تو وہاں ایک اور ہی آدمی بیٹھا
تھا۔ عنبر نے اس سے پہلے والے جوہری کے بارے میں پوچھا
تو نیا آدمی بولا:

"وہ تو صبح ہی صبح کسی دوسرے شہر چلا گیا ہے۔
میں اس کا ہمسایہ ہوں۔ وہ اپنی دکان میرے حوالے
کر گیا ہے۔"

عنبر سمجھ گیا کہ مکار یہودی جوہری ماریا کو ساتھ لے کر کسی
دوسری جگہ روپوش ہو گیا ہے۔ اس نے نئے دکاندار کو کچھ نہ
کہا اور واپس آ گیا۔

کیٹی نے پوچھا: "کچھ پتہ چلا ماریا کا؟"

عنبر بولا: "کچھ نہیں پتہ چل سکا۔ کم بخت وہ
جوہری بھی بھاگ گیا ہے۔ خیر کوئی بات نہیں ہم
بھی اسی جگہ ٹھہر کر اس کے واپس آنے کا انتظار
کریں گے۔ آخر وہ کب تک دکان سے غائب
رہے گا۔"

لیکن جوہری بڑا کائیاں تھا۔ بڑا چالاک تھا۔ وہ ایک دوسرے
مکان میں چلا گیا تھا۔ رات کو ماریا کے پاس اسی غنڈے کو

لے کر آتا اور اس کو مار پیٹ کر اس سے خزانے کے
بارے میں پوچھ گچھ کرتا۔ ماریا غریب کو خزانے کا پتہ ہوتا
تو وہ بتا بھی دیتی۔ اس کو تو کچھ خبر ہی نہیں تھی وہ رو رو
کر کہتی کہ میں کسی خزانے کے بارے میں نہیں جانتی۔ مگر
مکار جوہری کو یقین تھا کہ یہ لڑکی جھوٹ بول رہی ہے اور
بہت جلد مار پیٹ سے گھبرا کر اسے خزانے کا راز بتا
دے گی اس لیے اس نے غنڈے کو اسی مکان میں رہنے
کے لیے کہا اور ہدایت کی کہ ماریا کو دن میں صرف ایک
بار روٹی اور پانی دیا جائے اور ہر پانچ گھنٹے کے بعد اس
کی پٹائی کی جائے۔

غنڈہ اسی پروگرام پر عمل کرنے لگا۔ ماریا کو دن میں
ایک بار تھوڑا سا پانی اور ایک روٹی کھانے کو دی جاتی
غنڈہ ہنٹروں سے اسے مارتا اور پوچھتا کہ خزانہ کہاں پر
ہے۔ ماریا ہر بار روتے ہوئے یہی کہتی کہ مجھے خزانے کے
بارے میں کچھ علم نہیں ہے۔

غنڈہ اسے اور زیادہ زور سے مارنے لگتا۔

اسی طرح جب چھ سات روز گزر گئے تو کیٹی نے
عنبر سے کہا:

"عنبر بھیا! ہمارا اس طرح یہاں پڑے رہنا بے کار

ہے۔ ماریا اس شہر میں نہیں ہے۔ اگر وہ یہاں
ہوتی تو ہمیں اس کی خوشبو ضرور آ جاتی۔"
عنبر نے ٹھنڈا سانس بھر کر کہا:
"میرا بھی یہی خیال ہے کہ وہ پُراسرار فقیر ماریا
کو اغوا کر کے کسی دوسرے شہر لے گیا ہے۔ ہمیں
یہاں سے کسی دوسرے شہر کی طرف چل دینا
چاہیے۔"
کیٹی نے کہا: "ہم کون سے شہر جائیں گے؟ کیا
مصر چلے چلیں؟"
عنبر کہنے لگا: "یہاں سے آگے عراق کا ملک ہے
جس کا بڑا شہر بغداد ہے۔ ہو سکتا ہے غنڈہ فقیر
ماریا کو اغوا کر کے بغداد لے گیا ہو۔ وہاں امیر
لوگ رہتے ہیں۔ یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اس نے
ماریا کو وہاں کسی امیر سوداگر کے پاس کنیز بنا کر
فروخت کر دیا ہو۔"
کیٹی نے کہا: "پھر تو ہم بغداد کی طرف چلیں گے
قافلہ ادھر کو کب روانہ ہو گا؟"
عنبر بولا: "اس کا بھی پتہ کر لیا جائے گا۔ کاش!
میں اس وقت سرائے کے مالک کے پاس نہ جاتا۔

کم از کم پھر وہ فقیر کوٹھڑی میں داخل ہونے کی
جرأت نہیں کر سکتا تھا۔"
کیٹی کہنے لگی: "جو ہونا تھا وہ ہو گیا۔ شاید ماریا کی
قسمت میں یہی لکھا تھا۔"
عنبر نے کہا: "کیٹی۔۔۔ انسان اپنی قسمت خود بناتا
ہے اگر ماریا عقل سے کام لیتی اور یونہی ایک
اجنبی کے ساتھ روانہ نہ ہو جاتی تو اس کی قسمت
میں یہ نہیں لکھا جاتا۔ بلکہ اس وقت وہ ہمارے
ساتھ ہوتی۔"
کیٹی نے کہا: "غلطی میری بھی ہے۔ مجھے چاہیے تھا
کہ اسے ہرگز نہ جانے دیتی۔ مگر وہ انسانی ہمدردی
میں آ گئی۔"
عنبر بولا: "بعض اوقات زیادہ ہمدردی بہت نقصان
دے جاتی ہے۔ آدمی کو ہمدردی بھی ایک حد میں
رہ کر کرنی چاہیے۔ بہر حال اب ہم بغداد کی طرف
روانہ ہو جائیں گے۔ قسمت اچھی ہوئی تو [illegible]
ساتھ وہاں ماریا سے بھی ملاقات ہو جائے گی۔"
دو روز بعد کیٹی اور عنبر بغداد جانے والے ایک قافلے
میں شامل ہو گئے اور قافلہ بصرے سے نکل کر بغداد کی

طرف صحرا میں سفر کرنے لگا۔

ادھر ماریا کا ہینگ کی بوریوں والے تہہ خانے میں برا حال ہو رہا تھا۔ مار کھا کھا کر اس کا جسم درد کرنے لگا تھا۔ اس کے جسم پر ہنٹروں کے نشان پڑ گئے تھے۔ دن میں پانی کا ایک پیالہ اور ایک روٹی کھانے کی وجہ سے اس کا جسم سوکھنے لگا تھا۔ اتنی کمزوری ہو گئی تھی کہ ماریا سے کھڑا نہیں ہوا جاتا تھا۔

ایک دن اس نے خدا کے آگے سجدہ کر کے رو رو کر اس سے دعا مانگی کہ وہ اسے اس مصیبت سے نجات دلائے۔ خدا کی رحمت جوش میں آ گئی۔ دعا مانگنے کے بعد ماریا نے ہینگ کی بوری سے ٹیک لگائی کہ ذرا دیر کو سو جائے کہ بوری اپنی جگہ سے کھسک گئی۔ ماریا کو کسی شے کے گرنے کی آواز سنائی دی۔ کوٹھڑی میں اندھیرا تھا مگر ماریا کی آنکھیں اس اندھیرے کی عادی ہو گئی تھیں۔

اس نے جھک کر بوری کے پیچھے دیکھا تو اسے ایک پیتل کا چھوٹا سا چراغ نظر آیا جو اندھیرے میں چمک رہا تھا۔ اس نے چراغ کو باہر نکال کر دیکھا۔ وہ دل میں یہ سوچ کر بے بسی سے مسکرائی کہ کاش یہ چراغ الہ دین کا چراغ ہوتا۔ اس کے اندر کوئی جن ہوتا جو اس کی مدد کر دیتا۔ مگر

یہ بھلا کیسے ہو سکتا تھا

ماریا نے چراغ کو غور سے دیکھا۔ اس کے اندر سے بار بار ایک سنہری شعاع باہر کو نکل رہی تھی۔ ماریا نے اس شعاع پر انگلی رکھی تو وہ یہ دیکھ کر دنگ رہ گئی کہ اس کی انگلی غائب ہو چکی تھی۔ ماریا اٹھ کر کھڑی ہو گئی۔ اس نے دوسری انگلی شعاع پر رکھی۔ دوسری انگلی بھی غائب ہو گئی۔ خوشی سے ماریا کی چیخ نکل گئی۔ اس نے چراغ کے اندر سے نکلنے والی شعاع کو اپنے ہاتھ، پاؤں، گردن اور سر پر ڈالا۔ وہ مسرت سے اچھل پڑی۔ ماریا ساری کی ساری غائب ہو چکی تھی۔ اس کی ساری توانائی اور ساری طاقت واپس آ چکی تھی

ماریا کے لیے یہ ایک بہت بڑا انقلاب تھا۔ اس کی سب سے بڑی خواہش خداوند کریم نے سن لی تھی اور پوری کر دی تھی۔ اس کی دعا قبول ہو گئی تھی۔ ماریا نے جھک کر پیتل کے چراغ کو اٹھانا چاہا کہ اسے چوم لے کہ اس کے ہاتھ لگاتے ہی چراغ غائب ہو گیا۔

ماریا سمجھ گئی کہ قدرت نے اس چراغ کو ایک ذریعہ بنا کر اس کی مدد کی ہے ورنہ چراغ میں کچھ نہیں تھا۔ ماریا نے خدا کا شکر ادا کیا۔ اور ایک بار پھر اپنے غائب جسم

کو دیکھنے کی کوشش کی۔ اس کا جسم بالکل نظر نہیں آ رہا تھا۔
اسے کوئی کمزوری بھی محسوس نہیں ہو رہی تھی۔ وہ اپنے آپ
میں ایک بار پھر پہلے والی طاقت اور توانائی محسوس کر رہی
تھی۔ اس نے اپنی طاقت آزمانے کے لیے ہینگ کی تھی۔
من وزنی بوری کو ایک ہاتھ سے اوپر اٹھا لیا اور پھر
بند دیوار میں سے باہر گذر گئی۔ مگر پھر کوٹھڑی میں واپس آ
گئی۔ وہ ظالم غنڈے اور مکار جوہری کا وہیں انتظار کرنا چاہتی
تھی تاکہ انہیں ان کے ظلم کی سزا دے سکے۔ وہ ہینگ
کی بوریوں کے اوپر سکون سے بیٹھ گئی۔ اب وہ کسی کو
دکھائی نہیں دیتی تھی۔ کافی دیر بعد اسے باہر قدموں کی آہٹ
سنائی دی۔ دو آدمی دروازے کی طرف بڑھ رہے تھے۔ ماریا سمجھ
گئی۔ ان میں سے ایک مکار جوہری اور دوسرا اس کا ظالم
سنگدل غنڈہ تھا۔ جو ماریا کو خنجر مارا کرتا تھا جوہری کہہ رہا تھا۔
اگر آج اس عورت نے کچھ نہ بتایا تو پھر تم اسے
قتل کر سکتے ہو۔
ماریا یہ فقرہ سن کر مسکرائی۔ تہہ خانے کا دروازہ کھلا اور
غنڈہ اور مکار جوہری موم بتی ہاتھ میں لیے کوٹھڑی میں
آ گئے۔ انہوں نے دیکھا کہ کوٹھڑی خالی ہے اور ماریا
وہاں موجود نہیں۔ دونوں نے حیران ہو کر ایک دوسرے

کو دیکھا:
"وہ کہاں جا سکتی ہے۔" جوہری نے چونک کر کہا۔

○

○ ماریا نے سنگدل غنڈے سے کیا انتقام لیا؟
○ کیپٹن اور عنبر جب بغداد پہنچے تو ان کے ساتھ کیا واقعات پیش آئے۔
○ ناگ کو جس طلسمی ہاتھ نے سمندر کی تہہ میں کھینچ لیا تھا وہاں سمندر کے اندر جا کر ناگ نے کیا دیکھا۔
○ ماریا، ناگ، عنبر اور کیپٹن کی آپس میں کن حالات میں ملاقات ہوئی؟

ان سنسنی خیز سوالوں کے حیرت انگیز اور دلچسپ جواب آپ کو رونگٹے کھڑے کر دینے واقعات کی صورت میں قسط نمبر ۹۵ "سمندری جوگن" میں ملیں گے

عمران سیریز

نمبر	نام	قیمت	نمبر	نام	قیمت
۱	لنڈی کوتل کا بھوت	5/-			
۲	مفرور قیدی	5/-			
۳	ہینڈز اپ	5/-	۱۷	میکاؤ کا سپاہ	
۴	ہیروں کا چور	5/-	۱۸	جاپان کی ڈمپل	
۵	شاہی تاج کی چوری	5/-	۱۹	سناٹا، جالانگ اور پادری	
۶	خونی راز	5/-	۲۰	اچھا دوست الوداع	
۷	آدھی رات کو فرار	5/-	۲۱	ثابت، ڈیوڈ اور عمران	
۸	خفیہ ڈائری کی تلاش	5/-	۲۲	ایٹمی جل پری	
۹	جب ہمیں عمر قید ہوئی	5/-	۲۳	مائی وڈی اور موٹا ڈیڈی	
۱۰	بند کمرے کا راز	5/-	۲۴	دوربین میں قتل	
۱۱	پیرس کے جاسوس	5/-	۲۵	بلیک وارنٹ (سلور جوبلی نمبر)	
۱۲	ایلا، سکالا اور حبشی دادا	5/-	۲۶	پستول پھینک دو	
۱۳	کے جی بی کے جاسوس	5/-	۲۷	ٹارچر عمران	
۱۴	موت کی چٹانیں	5/-	۲۸	خاموش ریوالور کی گولی	
۱۵	باردو کی موت	5/-	۲۹	پھر دال میں کالا کالا	
۱۶	سنڈریلا اور مسٹر ڈی کارلو	5/-	۳۰	ایٹم بم کی تلاش	

مکتبہ اقرا ۱۳- ای شاہ عالم مارکیٹ لاہور

سمندری جوگن

اے حمید

٩٥

نیا مکتبہ اقرأ

ناگ، ماریا اور عنبر کی واپسی
کے پانچ ہزار سالہ سفر کی سنسنی خیز داستان

سمندری جوگن

اے حمید

قیمت: ۵۰/۷ روپے

بار اول: ۱۹۸۵
ناشر: نیا مکتبہ اقرا، ۱۴-بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور-۸
طابع: تاجدین پرنٹرز، آبکاری روڈ، لاہور۔

پیارے دوستو!

عنبر ناگ ماریا کی ۹۵ ویں قسط پیش خدمت ہے ہمارے اکثر دوستوں نے اعتراض کیا ہے کہ عنبر ناگ ماریا کی کہانی قسطوں میں کیوں ہے؟ ان کی ہر کتاب کی کہانی مکمل کیوں نہیں ہوتی؟ پیارے ساتھیو! پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ کہانی میں خود نہیں لکھ رہا بلکہ عنبر ناگ ماریا خود مجھ سے لکھوا رہے ہیں جیسے جیسے وہ سفر کرتے ہیں۔ مل مل کر بچھڑ بچھڑ جاتے ہیں ویسے ویسے میں لکھتا چلا جاتا ہوں۔ ویسے اگر انہوں نے آئندہ مل کر اکٹھے سفر کیا تو پھر انشاء اللہ ان کی ایک کہانی ایک کتاب میں ختم ہو جایا کرے گی۔ ویسے میں وعدہ کرتا ہوں کہ عنبر ناگ ماریا کی ۱۰۰ ویں قسط لکھنے کے بعد جب وہ اپنے اصلی مقام پر پہنچ گئے۔ اور اگر وہاں سے ان کا کوئی اور پُراسرار سفر شروع ہوا تو میں انہیں کہوں گا کہ وہ مل کر سفر کریں۔ ہر سفر میں اکٹھے رہیں مل کر مصیبتیں اٹھائیں اور ان کا مقابلہ کریں تاکہ ہر کتاب ایک مکمل کہانی بن جائے اور قسطوں کا سلسلہ ختم کر دیا جائے۔ پھر عنبر ناگ ماریا کی ہر کتاب ایک سنسنی خیز سفر اور مکمل کہانی ہوا کرے گی۔ اے حمید
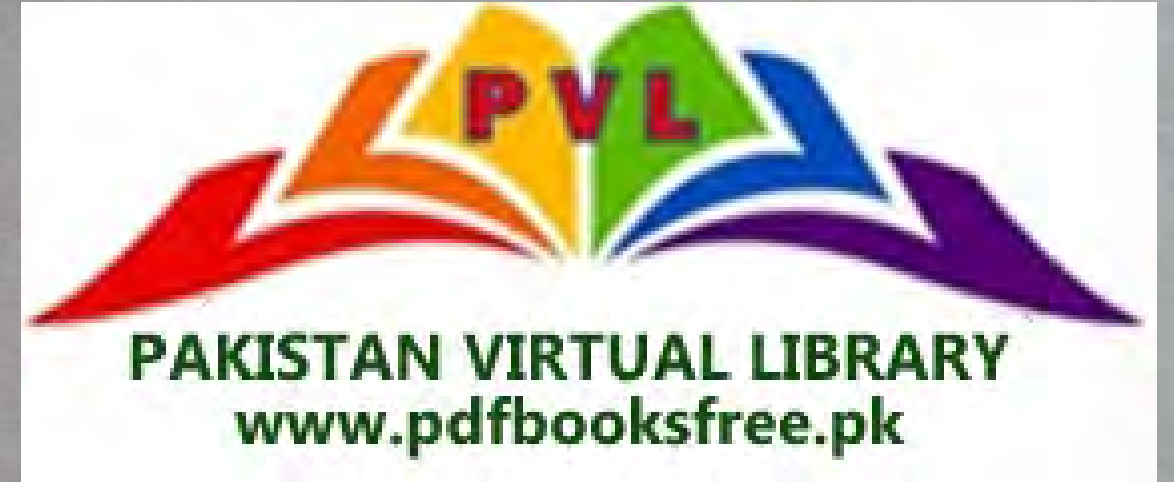
ترتیب

سکندرِ اعظم کا تابوت

غنڈے نے کہا:

"مگر میں تو اسے اسی تہہ خانے میں چھوڑ کر گیا تھا۔"

"تو پھر وہ کہاں جا سکتی ہے؟ اسے تلاش کرو۔"

جوہری نے کڑک کر کہا: اس کا غنڈہ ماریا کو تہہ خانے میں بوریوں کے پیچھے ڈھونڈھنے لگا کہ کہیں وہ وہاں تو جا کر نہیں چھپ گئی۔ ماریا ان کے بالکل سامنے کھڑی دونوں کو دیکھ رہی تھی۔ اب وہ ان دونوں کے ظلم و ستم سے آزاد ہو چکی تھی۔ اب یہ اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے تھے۔

ماریا کی خدا نے سن لی تھی اور وہ پھر سے غائب ہو کر اپنی طاقتور حالت میں واپس آ گئی تھی۔ کونے میں وہ ہنٹر پڑا تھا جس سے غنڈہ ماریا کو پیٹا کرتا تھا۔ ماریا نے آگے بڑھ کر وہ ہنٹر اٹھا لیا۔ ہنٹر اس کے ہاتھ میں آتے ہی غائب ہو گیا۔

غنڈے نے موم بتی کونے میں لے جا کر کہا:
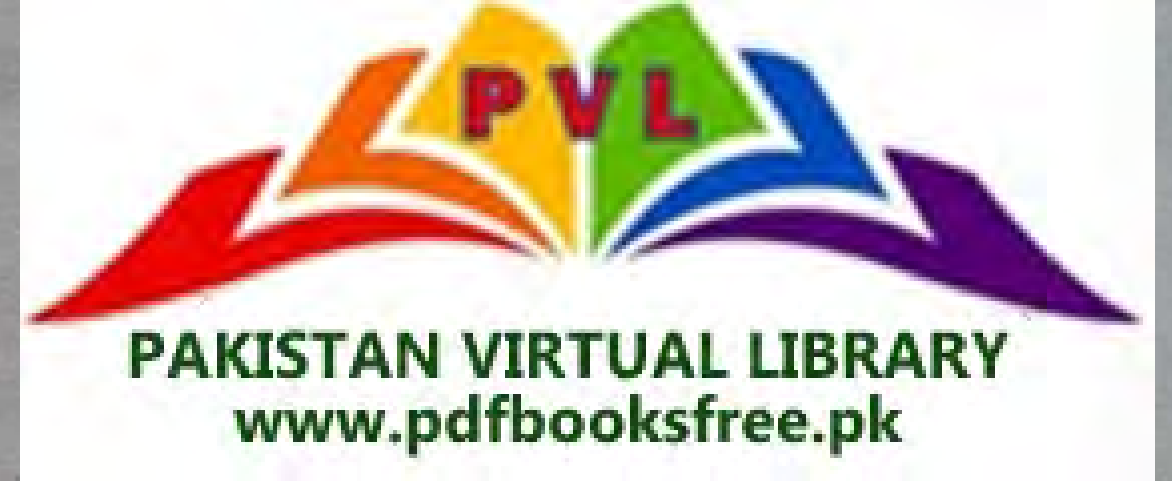
"یہاں میں نے ہنٹر رکھا تھا۔ وہ کہاں چلا گیا؟
وہ ضرور یہاں سے فرار ہو گئی ہے آقا۔"
مکار جوہری نے کہا:
"باہر تالا اسی طرح لگا تھا۔ پھر وہ کوئی جن بھوت
تھی جو فرار ہو گئی؟"
اتنے میں انہیں ہنٹر کی زوردار شڑاپ کی آواز سنائی
دی۔ ماریا نے ہنٹر کو زور سے ہوا میں پٹخا تھا۔ جوہری اور
غنڈے نے چونک کر ایک دوسرے کو دیکھا۔
"یہ ۔ یہ آواز کہاں سے آئی ہے؟" جوہری نے لرزتی
آواز میں کہا۔
ماریا نے دروازہ بند کر کے اندر سے کنڈی لگا دی:
"ہائیں ۔" جوہری کانپنے لگا۔ "یہ دروازہ کس نے
بند کر دیا؟"
غنڈہ دروازے کی طرف لپکا کہ کنڈی کھول کر باہر نکل
جائے۔ مگر اب وہ ماریا کی اجازت کے بغیر وہاں سے بھلا
کیسے باہر نکل سکتا تھا۔ ماریا نے زور سے ہنٹر اس کی
گردن پر مارا۔ غنڈے کی چیخ بلند ہوئی اور وہ نیچے گر
پڑا۔ ساتھ ہی ماریا کی آواز آئی:
"میں کہیں نہیں گئی۔ بلکہ تم دونوں سے ظلم کا

بدلہ لینے کے لیے اسی جگہ کھڑی ہوں۔ مگر تم مجھے
دیکھ نہیں سکتے۔"
اور ماریا نے غنڈے کو ہنٹروں سے پیٹنا شروع کر دیا۔
ماریا کے ہنٹروں میں اس قدر طاقت تھی کہ غنڈہ دیکھتے
دیکھتے لہولہان ہو کر بے ہوش ہو گیا۔ جوہری کونے میں دبکا
کھڑا تھا۔ وہ دروازے کی طرف بھاگا۔ تو ماریا نے اسے گردن
سے دبوچ لیا۔
"اگر تم بوڑھے نہ ہوتے تو میں تمہیں بھی زندہ نہ
چھوڑتی کیوں کہ تمہارے کہنے پر ہی مجھ پر ستم توڑے
گئے تھے۔ مگر تم عمر میں بوڑھے ہو۔ اس لیے میں
تمہیں معاف کرتی ہوں۔ مگر تم اپنے غنڈے کا
انجام اپنی آنکھوں سے دیکھو گے۔"
ماریا نے بڈھے مکار جوہری کو پرے دھکیل دیا۔ بوڑھا جوہری
دیوار کے ساتھ ٹکرا کر گر پڑا۔ وہ سوکھے پتے کی طرح کانپ
رہا تھا۔ ماریا نے غنڈے کو ٹھوکر ماری۔ وہ ہوش میں آ گیا۔
ماریا نے ایک بار پھر ہنٹروں سے مارنا شروع کر دیا جب
اس غنڈے کا سارا جسم زخموں سے چور ہو گیا تو ماریا
نے ہنٹر پھینک دیا اور بوڑھے سے کہا:
"یہاں سے دفع ہو جاؤ۔ اس ظالم شخص کو تین روز

تک اسی تہہ خانے میں بغیر کھائے پیئے پڑے
رہنے دو۔ اگر اس دوران تم نے اسے کچھ کھلانے
پلانے کی کوشش کی تو یاد رکھو۔ میں تمہاری گردن
توڑ ڈالوں گی۔ چوتھے روز اسے یہاں سے نکال
کر لے جانا۔ جاؤ۔"

ماریا کی کڑک سے بوڑھا تھر تھر کانپ رہا تھا۔ وہ یہی
سمجھ رہا تھا کہ اس کے سامنے کوئی بھوت کھڑا ہے جو ماریا
کے جسم میں داخل ہو کر غائب ہو گیا ہے۔ ماریا نے دروازہ
کھول دیا۔ جوہری سہمے ہوئے چوہے کی طرح باہر کو دوڑ
گیا۔ ماریا بھی تہہ خانے سے باہر آ گئی۔ اس نے باہر تالا
لگا دیا اور مکان سے نکلی تو دیکھا کہ ابھی دن چڑھے
زیادہ وقت نہیں ہوا تھا۔ لوگ گھروں سے کام کاج پر
جانے کے لیے نکل رہے تھے۔ ماریا گلیوں میں سے ہوتی
ہوئی سیدھی اپنی سرائے میں آئی تو دیکھا کہ وہاں نہ کیپٹن
تھی اور نہ عنبر — وہ جا چکے تھے۔

ماریا نے انہیں شہر میں گھوم پھر کر جگہ جگہ ڈھونڈا
مگر کسی جگہ سے بھی ان کی خوشبو نہ آئی۔ وہ شہر چھوڑ چکے
تھے۔ کتنے ہی دن گذر چکے تھے۔ آخر وہ کب تک ماریا
کی راہ دیکھتے۔ ماریا کو بڑا افسوس ہوا۔ وہ شہر میں اس

کارواں سرائے میں آ گئی جہاں سے قافلے روانہ ہوتے تھے
وہ کسی سے کچھ پوچھ بھی نہیں سکتی تھی۔ اس نے لوگوں کو
باتیں کرتے سنا کہ ایک قافلہ چند روز ہوئے بغداد کی طرف
گیا ہے۔ ماریا کو یقین ہو گیا کہ عنبر اور کیپٹن اسی قافلے کے
ساتھ گئے ہوں گے۔ مگر ماریا اس صحرائی راستے سے واقف
نہ تھی جو بصرے سے بغداد کی طرف جاتا تھا۔ وہ صحرا میں
اگر اکیلی نکل پڑتی تو بھٹک سکتی تھی۔

اسی کارواں سرائے سے اسے معلوم ہوا کہ دوسرے روز
شام کے وقت ایک اور قافلہ بغداد کی طرف روانہ ہونے
والا ہے۔ ماریا نے اس قافلے کے ساتھ جانے کا فیصلہ
کر لیا۔ سارا دن ماریا بصرہ شہر کی بندرگاہ کے علاقے میں
گھومتی رہی۔ اب اسے کھانے پینے کی کوئی حاجت نہیں
تھی۔ رات ہوئی تو وہ بندرگاہ سے کچھ فاصلے پر سمندر
کے کنارے ایک خالی جہاز کے عرشے پر جا کر بیٹھ گئی
اور سمندر میں جلتے ہوئے چراغوں کا عکس دیکھنے لگی۔
آدھی رات کے بعد ماریا عرشے پر سے اٹھی اور جہاز
کی سیڑھیاں اترنے لگی کہ دیکھے اس جہاز کے اندر کون
سا مال لدا ہوا ہے۔

جہاز کے اندر بالکل اندھیرا تھا۔ کہیں کوئی چراغ نہیں

جل رہا تھا۔ ماریا کو اب اندھیرے میں سب کچھ دکھائی
دے رہا تھا۔ جہاز کی دوسری منزل خالی پڑی تھی۔ اسے
جہاز میں کوئی دلچسپی نظر نہ آئی اور واپس سیڑھیوں کی
طرف پلٹی تو اسے اوپر سے دو ہٹے کٹے آدمی نیچے اترتے
نظر آئے۔ وہ آپس میں باتیں کر رہے تھے۔

"میں تو کہتا ہوں اسے قتل کر ڈالو۔ ہم خوامخواہ
کسی مصیبت میں پھنس جائیں گے۔"

دوسرا بولا: "میں اسے بڑی مشکل کے ساتھ حویلی
کی دیواریں پھاند کر اغوا کر کے یہاں لایا ہوں۔
اب میں اس کے عوض اس کے امیر باپ سے
ایک لاکھ اشرفیاں لیے بغیر اسے آزاد نہیں
کروں گا۔"

پہلا کہنے لگا: "ایک بار پھر سوچ لو۔"

وہ باتیں کرتے ماریا کے قریب سے گذر گئے۔

"تم بکواس بند کرو۔" دوسرے نے کہا: "اگر تم نے
کسی کو بتایا کہ لڑکی اس جہاز کے اندر قید ہے
تو میں تمہیں بھی زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"

ماریا اوپر جانے کی بجائے ان دونوں کے پیچھے
پیچھے چل پڑی۔ دونوں آدمی اندھیری راہ داری میں سے

گذر کر ایک زینہ اُترے اور جہاز کی تیسری منزل میں
نیچے آ گئے۔ یہاں انہوں نے ایک موم بتی روشن کی
اور ایک کوٹھڑی کے دروازے پر لگا ہوا تالا کھول دیا۔
اندر سے کسی لڑکی کے سسکیاں بھرنے کی آواز آ رہی
تھی۔ صاف لگ رہا تھا کہ لڑکی خوف کے مارے سسکیاں
بھر رہی ہے۔ دونوں بدمعاش اندر داخل ہو گئے۔ ماریا بھی
ان کے ساتھ تھی۔ اس نے دیکھا کہ کیبن میں اناج کے
مٹکے بھرے ہوئے ہیں اور ان مٹکوں کے پاس ایک سولہ
سترہ سال کی دُبلی پتلی لڑکی سہمی ہوئی بیٹھی گھٹنوں میں سر
دیئے رو رہی ہے۔ غنڈوں کو دیکھ کر وہ ایک دم چُپ
ہو گئی اور لرزتی پلکوں سے انہیں دیکھنے لگی:

"خدا کے لیے مجھے میرے بابا امی کے پاس
پہنچا دو۔ میں نے تمہارا کیا بگاڑا ہے۔ مجھے
چھوڑ دو۔"

"خاموش بدبخت! اگر اب آواز نکالی تو گردن
اُڑا دوں گا۔"

اس پتھر دل بدمعاش نے جیب سے چاقو نکال کر کہا۔
لڑکی بے چاری ایک دم سے چُپ ہو گئی۔ اس کے خشک
ہونٹ کپکپا رہے تھے۔ بدمعاش نے جیب سے لوہے کی

ایک زنجیر نکالی اور اسے لڑکی کے پاؤں میں باندھ کر اسے اناج کے ایک مٹکے کے ساتھ باندھ دیا۔

"اب یہ یہاں سے نہیں ہل سکے گی۔ چلو اس کے باپ سے جا کر سودا کرتے ہیں۔"

وہ دونوں کیبن میں سے باہر چلے گئے۔ انہوں نے دروازہ باہر سے بند کر کے تالا لگا دیا۔ ماریا ان سے پہلے کیبن سے نکل کر تاریک راہ داری میں جا کر کھڑی ہو گئی تھی۔

جونہی یہ دونوں بردہ فروش بدمعاش اس کے قریب سے گذرے ماریا نے ایک کی گردن پر مکا مارا۔ اس نے پلٹ کر اپنے ساتھی کی طرف غصے سے دیکھا اور کہا:

"تم نے مجھے مکا کیوں مارا؟"

دوسرا بولا: "میں نے مکا کہاں مارا ہے؟"

ماریا نے اب دوسرے کو ایک زوردار تھپڑ مارا۔ وہ لڑکھڑا کر فرش پر گر پڑا۔ پہلا بھاگا۔ ماریا نے اسے آگے بڑھ کر گردن سے پکڑ کر پیچھے کھینچ لیا اور غرا کر کہا:

"تم دونوں اب کسی معصوم لڑکی کو اغوا نہ کر سکو گے۔"

دونوں حیران پریشان دہشت زدہ ہو گئے تھے۔ ماریا نے دونوں کو ٹانگوں سے پکڑ کر اوپر سیڑھیوں میں کھینچ کر

لے گئی۔ خوف کے مارے ان کی زبانیں بند ہو گئی تھیں۔ انہیں یقین تھا کہ کسی جن نے انہیں قابو میں کر لیا ہے۔ ماریا ان دونوں کو جہاز کے عرشے پر لے آئی۔ ایک نے زور سے کسی کو پکارا۔ دوسرے جہاز سے ایک آدمی تلوار لے کر اس کی مدد کو دوڑا۔ ماریا نے دونوں بدمعاشوں کو گردنوں سے پکڑ کر پوری طاقت سے ایک دوسرے کے سر ٹکرا دیئے۔ ایک زبردست آواز کے ساتھ دونوں کی کھوپڑیاں ٹوٹ گئیں۔ ماریا نے انہیں اٹھا کر سمندر میں پھینک دیا۔

اتنے میں اس کا ساتھی تلوار لیے وہاں آن پہنچا تھا مگر حیران ہو رہا تھا کہ ان دونوں کو کیا ہو گیا کہ ایک دوسرے کو ٹکریں مارنے کے بعد خود ہی سمندر میں کود گئے وہ جہاز کے عرشے پر جھک کر انہیں آوازیں دینے لگا مگر وہ دونوں سمندر میں ڈوب چکے تھے۔

یہ آدمی تلوار لیے اندھیرے میں جہاز کے اوپر کھڑا حیران ہو رہا تھا کہ یہ ماجرا کیا ہے۔ پھر وہ اپنے آپ سے کہنے لگا:

"کہیں وہ لڑکی تو نہیں بھاگ گئی جس کی وجہ سے یہ آپس میں لڑ پڑے ہوں۔"

ماریا چونکی۔ گویا یہ آدمی بھی اس لڑکی کے اغوا میں برابر کا
شریک تھا۔ وہ آدمی تلوار لیے پیچھے جہاز کی تیسری منزل کی
طرف دوڑا۔ ماریا اس کے ساتھ ساتھ جا رہی تھی۔ اس نے
چابی نکال کر تالا کھولا اور دیکھا کہ لڑکی اندر بند تھی۔ وہ باہر
کو دوڑا مگر ماریا نے اسے راستے ہی میں پکڑ کر دبوچ لیا
اور کہا:

"تمہارے ساتھ اور کون کون شریک ہے؟"

وہ آدمی تو ایک غیبی آواز سن کر تھر تھر کانپنے لگا:

"تم — تم کو — کو — کون"

اس سے بات پوری نہیں ہو رہی تھی۔ ماریا نے اس کی
گردن پہ ایک مکہ مارتے ہوئے کہا:

"جلدی بتاؤ تمہارے ساتھ اس لڑکی کے اغوا میں اور
کون کون ہے؟"

اس آدمی نے گھگھیاتے ہوئے کہا:

"ک — ک — کوئی نہیں۔ وہ دونوں اور —
اور میں —"

ماریا نے اس آدمی کے ہاتھ سے تلوار چھین لی۔ تلوار
غائب ہو گئی۔ وہ آدمی خوف سے کانپ اٹھا۔

"مجھے نہ مارنا — میں توبہ کرتا ہوں۔ آئندہ ایسا

گناہ کبھی نہیں کروں گا۔"

ماریا کا اوپر کو اٹھا ہوا تلوار والا ہاتھ وہیں اٹھا رہ گیا۔
اس نے کہا:

"اگر تم سچے دل سے توبہ کرتے ہو تو میں تمہیں قتل
نہیں کروں گی۔ مگر یاد رکھو آئندہ اگر کبھی تم نے
کسی لڑکی کو اغوا کرنے کی کوشش کی تو میں وہیں آ
کر اسی تلوار سے تمہاری گردن اڑا دوں گی۔"

وہ آدمی ہاتھ جوڑ کر کہنے لگا:

"میں وعدہ کرتا ہوں اے نیک روح! میں آئندہ کبھی
ایسا گناہ نہیں کروں گا۔ کبھی نہیں کروں گا۔"

"تو پھر جاؤ۔ اور خبردار اس واقعے کا کسی سے ذکر
نہ کرنا۔ اس بات کو بھول جاؤ۔ جاؤ دفع ہو جاؤ۔"

ماریا نے اس کی گردن چھوڑ دی۔ وہ آدمی بوکھلائے ہوئے
جانور کی طرح گرتا پڑتا سیڑھیاں چڑھ کر ایسا بھاگا کہ اس نے
پلٹ کر بھی نہ دیکھا۔ ماریا نے تلوار وہیں پھینک دی اور لڑکی
کے کیبن میں آ گئی۔

لڑکی کو کچھ آوازیں سنائی دے رہی تھیں مگر وہ کچھ نہ سمجھ
سکی تھی کہ یہ باہر کیا ہو رہا ہے۔ موم بتی دیوار کے کھونٹے میں
جل رہی تھی۔ ماریا نے اندر آ کر لڑکی کے چہرے کو دیکھا جس

پر دہشت چھائی ہوئی تھی۔ وہ سوچنے لگی کہ اس لڑکی سے بات کرے یا نہ کرے۔ کہیں وہ ڈر کر بے ہوش نہ ہو جائے۔ مگر اس سے بات کرنا بھی بہت ضروری تھا۔ اس کی زنجیر بھی توڑنی تھی۔ ماریا زنجیر توڑتی تو لڑکی پھر بھی خوف کھا سکتی تھی۔ آخر ماریا نے لڑکی سے بات کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ وہ اس کے قریب آ کر بڑی نرم آواز میں بولی:

"بیٹی! میری آواز سن کر گھبرانا مت"

لڑکی نے ایک غیبی آواز سنی تو اس کے منہ سے چیخ نکل گئی اور پہلے سے زیادہ خوف زدہ ہو گئی۔ ماریا نے جلدی سے کہا:

"میں کوئی جن بھوت یا چڑیل نہیں ہوں۔ میرا نام ماریا ہے۔ میں تمہاری طرح کی ایک لڑکی ہوں مگر جادو کی وجہ سے غائب ہوں۔ میری باتوں پر یقین کرو"

اس قسم کی دو چار باتوں نے لڑکی پر اچھا اثر کیا۔ اس کا خوف کسی حد تک دور ہو گیا۔ ماریا نے اس سے ہنسی مذاق کی باتیں شروع کر دیں اور کہا:

"مجھ پر افریقہ کے ایک جادوگر نے جادو کر کے مجھے غائب کر دیا ہوا ہے۔ میں ایک عرصے سے اس جادوگر کی تلاش میں ہوں کہ میرا جادو توڑ دے مگر

وہ مجھے نہیں مل رہا۔ اتفاق سے آج اس خالی جگہ پر بیٹھی تھی کہ ان دونوں غنڈوں کی باتیں سن لیں اور معلوم ہوا کہ انہوں نے تمہیں قید میں ڈال رکھا ہے"

پھر ماریا نے اس لڑکی کو بتایا کہ میں نے غنڈوں کو ہمیشہ کے لیے ختم کر دیا ہے۔

"اب وہ تمہیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے آؤ میں تمہیں تمہارے گھر چھوڑ آتی ہوں"

لڑکی کے چہرے پر اب کچھ اطمینان سا جھلکنے لگا تھا۔ ماریا نے اس کی زنجیر توڑتے ہوئے پوچھا:

"تمہارا نام کیا ہے؟"

لڑکی نے تھوڑا سا مسکرا کر کہا:

"میرا نام بتالا ہے۔ ایک غیبی لڑکی سے بات کرتے مجھے عجیب سا محسوس ہو رہا ہے۔ کیا میں تمہیں چھو سکتی ہوں ماریا؟"

ماریا نے کہا: "نہیں۔ تم مجھے چھو نہیں سکتیں، لیکن فکر نہ کرو۔ اگر میں ٹھیک ہو گئی تو تمہارے پاس ضرور آؤں گی آؤ اب میں تمہیں گھر چھوڑ آؤں"

لڑکی نے کہا: "باہر اندھیرا ہے۔ مجھے ڈر لگتا ہے"

ماریا بولی: "میں جو تمہارے ساتھ ہوں۔ پھر تم کیوں
ڈرتی ہو؟"
"مگر تم تو غائب ہو ماریا۔ میرا مطلب ہے۔"
اور پھر وہ لڑکی خود ہی ہنسنے لگی:
"ہاں — میں تمہارے ساتھ جا سکتی ہوں مجھے گھر لے
چلو۔ میرا باپ اور ماں بے حد پریشان ہوں گے
میں دو دن سے غائب ہوں۔ یہ لوگ مجھے دو دن
ہوئے گھر سے اغوا کر کے لے آئے تھے۔ میں ایک
سہیلی سے ملنے جا رہی تھی کہ انہوں نے میرے اوپر
کمبل ڈالا اور مجھے گھوڑے پر بٹھا کر اس جہاز میں
لے آئے۔"
ماریا نے کہا: "فکر نہ کرو۔ اب تم پر کوئی ہاتھ نہیں
اٹھا سکے گا۔"
وہ بقالا کو ساتھ لے کر جہاز سے نیچے اُتر آئی۔ ایک
چوکیدار نے اکیلی لڑکی کو جہاز سے اترتے دیکھا تو قریب آ
کر اکھڑپن سے بولا:
"اری لڑکی! کون ہے تو۔ اوپر جہاز میں کیا کر رہی تھی؟"
بقالا بے چاری پریشان ہو کر ادھر ادھر تکنے لگی۔ اسے
کیا معلوم تھا کہ ماریا کس طرف کھڑی ہے۔ چوکیدار نے جب

دوسری بار اسے ڈانٹ کر پوچھا تو اس کے منہ سے نکل
گیا۔ "ماریا! میری مدد کرو۔"
چوکیدار نے حیران ہو کر کہا:
"اری تو کسے بُلا رہی ہے؟"
ماریا نے کہا: "یہ مجھے بلا رہی تھی چاچا جان۔"
چوکیدار کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ وہ ایک غیبی
آواز سن رہا تھا۔ ماریا نے چوکیدار کی گردن پر ہاتھ رکھ کر
ذرا سا دبایا اور کہا:
"خبردار کسی سے کوئی بات نہ کرنا۔ چپکے سے پرے
ہٹ کر بیٹھے رہو۔ سمجھے!"
چوکیدار کا سارا جسم لرز رہا تھا۔ ماریا نے اس کی گردن
پر سے ہاتھ اٹھایا تو وہ بے ہوش ہو کر گر پڑا۔ لڑکی جلدی
سے پرے ہٹ گئی۔ ماریا نے کہا:
"آگے آگے چلو۔ تم فکر مت کرو۔"
بقالا بندرگاہ کے اندھیرے راستوں پر سے گذرتی باہر آ
گئی۔ یہاں ایک دروازے پر پہرہ لگا تھا۔ پہرے دار سامان
کو چیک کر کے باہر لے جانے دیتا تھا۔ بقالا گذرنے لگی تو
اس نے اسے بھی روک کر پوچھا:
"کون ہے تو لڑکی؟ ادھر کیا کر رہی تھی؟"

ماریا نے آگے بڑھ کر پہرے دار کے سر پر زور سے
ہاتھ مارا۔ وہ چکرا کر گر پڑا اور بے ہوش ہو گیا۔ یہاں ایک
طرف گھوڑا کھڑا تھا۔
ماریا نے بقالا سے کہا:
"اس گھوڑے پر بیٹھ کر اپنے گھر کی طرف چلو"
"اور تم؟" بقالا نے ماریا سے پوچھا۔
ماریا نے کہا: "میں تمہارے ساتھ ہوں گی۔ جب تک
تم گھر نہیں پہنچ جاؤ گی تمہارا ساتھ نہیں چھوڑوں گی"
بقالا آگے بڑھ کر گھوڑے پر بیٹھ گئی اور اسے آہستہ
آہستہ چلاتی اپنے گھر کی طرف روانہ ہو گئی۔ اندھیری سنسان سڑک
پر گھوڑے کے ٹاپوں کی آواز دور تک سنائی دے رہی تھی۔
ماریا اس کے ساتھ ساتھ گھوڑے کے پیچھے چلی آ رہی تھی۔
وہ زمین سے دو فٹ بلند ہو کر فضا میں اڑ رہی تھی۔ بقالا
گھوڑا دوڑاتی شہر میں داخل ہو کر اپنی حویلی کے باہر آ کر
رک گئی۔ اس نے کہا:
"ماریا بہن! تم کہاں ہو؟"
"میں تمہارے پاس ہوں۔ کیا یہی تمہاری حویلی ہے؟"
"ہاں ماریا — کیا تم اوپر نہیں چلو گی؟"
"میں اوپر جا کر کیا کروں گی۔ لوگ ڈر جائیں گے"

"نہیں ماریا بہن! میری خواہش ہے کہ تم میرے ساتھ
چلو اور میرے ماں باپ سے ملو۔ آؤ نا"
"اگر تم مجبور کرتی ہو تو چلی چلتی ہوں۔ مگر میں کسی
سے بات نہیں کروں گی۔ تم بھی کسی کو میرے بارے
میں مت بتانا"
"نہیں بتاؤں گی۔ آؤ میرے ساتھ"
بقالا گھوڑے سے اتر کر حویلی کے دروازے پر آئی۔
اس نے دروازے پر دستک دی۔ اندر سے ایک بوڑھے حبشی
غلام نے دروازہ کھولا اور بقالا کو دیکھ کر خوشی سے اس کے
منہ سے چیخ نکل گئی۔
"بیٹی آ گئی۔ بیٹی آ گئی۔ بیٹی آ گئی"
وہ شور مچاتا اوپر کی طرف بھاگا۔ حویلی میں سارے نوکر اور
کنیزیں جاگ اٹھیں۔ بقالا کی والدہ اور باپ بھی نیچے آ گئے۔
اپنی بیٹی کو زندہ سلامت دیکھ کر انہوں نے اسے اپنے سینے
سے لگا لیا۔ ماں بے چاری تو خوشی سے آنسو بہانے لگی۔
باپ بار بار اپنی بیٹی کا ماتھا چوم رہا تھا اور خدا کا شکر
ادا کر رہا تھا۔
"بیٹی تو کہاں تھی؟ اکیلی کیسے آئی ہو؟"
بقالا نے کہا: "بابا جان! بڑی مشکل سے ڈاکوؤں سے

جان بچا کر بھاگی ہوں۔"
"ڈاکو؟" اس کی ماں نے سہم کر کہا: "کیا ڈاکو تمہیں پکڑ کر لے گئے تھے؟ ہم تو یہ سمجھ رہے تھے کہ کسی رشتے دار نے دشمنی کر کے تمہیں اغوا کر لیا ہے۔"
بقالا نے کہا: "نہیں امی جان ۔ وہ تو ڈاکو تھے۔ بڑے خونخوار ڈاکو تھے۔ میری قسمت اچھی تھی کہ وہ تھوڑی دیر کے لیے ادھر اُدھر ہوئے اور میں وہاں سے گھوڑا لے کر بھاگ کھڑی ہوئی۔"

گھر میں خوشیاں امنڈ آئیں۔ ہر کوئی بقالا کو پیار کر رہا تھا۔ ماں تو بیٹی کو ساتھ لگائے پلنگ پر بیٹھی تھی۔ باپ اسے دیکھ کر خوش ہو رہا تھا۔ نوکر کنیزیں طرح طرح کے پھل اور مٹھائیاں لا کر سامنے رکھ رہی تھیں۔ ماریا ایک طرف کھڑی یہ خوشی کا منظر بہت خوش ہو کر دیکھ رہی تھی۔ پھر سب لوگ اپنی اپنی کوٹھڑیوں میں جا کر سو گئے۔ بقالا اپنی ماں کے پلنگ پر اس کے ساتھ لیٹی تھی۔ مگر جاگ رہی تھی۔

اس کی ماں نے آنکھیں بند کر رکھی تھیں۔ بقالا نے آہستہ سے کہا:
"ماریا! کیا تم میرے پاس ہی ہو؟"
"ہاں ۔"

ماریا نے آہستہ سے جواب دیا۔
بقالا کی آواز سن کر اس کی ماں ایک دم جاگ اُٹھی اور بولی:
"تم نے کس کو پکارا تھا بیٹی؟"
بقالا نے جلدی سے کہا:
"کسی کو نہیں امی جان ۔۔۔ میں خواب میں ڈر گئی تھی۔"
ماں نے اپنی بچی کو سینے سے لگا لیا۔
"خدا تمہیں بُرے خوابوں سے محفوظ رکھے بیٹی۔ میرے ساتھ لگ کر سو جاؤ۔"
ماریا پلنگ کے قریب کھڑی مسکرا رہی تھی۔ اس نے بقالا کے کان کے قریب منہ لے جا کر ایسی آواز میں کہ جو صرف بقالا ہی سُن سکتی تھی کہا:
"میں جا رہی ہوں۔ خدا حافظ۔"
بقالا کے منہ سے بے اختیار نکل گیا:
"نہیں نہیں ماریا۔ ابھی نہ جاؤ۔"
بقالا کی ماں نے ہڑبڑا کر پوچھا:
"کس کو کہہ رہی ہو بیٹی۔ کیا پھر کوئی ڈراؤنا خواب دیکھا ہے۔"

"ہاں ماں — بڑا ڈراؤنا خواب تھا:"
بقالا نے کہا اور آنکھیں کھول کر کمرے میں دیکھنے لگی۔
ماریا نے کہا:
"اچھا بہنی میں نہیں جاتی۔ رات اسی گھر میں گزاروں
گی۔ مگر صبح تم سے مل کر چلی جاؤں گی۔ اب مجھے
جواب مت دینا اور سو جاؤ۔"
بقالا کے چہرے پر مسکراہٹ آگئی اور وہ ماں کے
ساتھ لگ کر سو گئی۔
ماریا نے رات بقالا کے گھر میں ہی چھت پر گزار دی۔
صبح ہوئی تو گھر کے سب لوگ جاگ پڑے۔ ماریا نیچے
آگئی۔ اس نے دیکھا کہ بقالا اس کی تلاش میں ہے۔ وہ خود
ہی اس کے پاس چلی آئی اور بولی:
"میں تمہارے پاس ہوں۔ بقالا۔ کیا اب مجھے اجازت
ہے کہ میں جاؤں؟"
"نہیں ماریا — مت جاؤ۔ کیا تم ہمیشہ کے لیے میرے
پاس نہیں رہ سکتیں؟ مجھے تم سے بہنوں ایسا پیار
ہو گیا ہے۔ دیکھو۔ میری کوئی بہن نہیں ہے۔ تم
میری بہن بن جاؤ۔"
ماریا نے کہا: "میں تمہاری بڑی بہن بن جاتی ہوں

بقالا۔ مگر مجھے آج شام قافلے کے ساتھ بغداد کی
طرف روانہ ہونا ہے۔ میں اس جادوگر کی تلاش میں
جا رہی ہوں جس نے جادو کر کے مجھے غائب کر
رکھا ہے۔"
بقالا کہنے لگی: "ماریا بہن! تم مجھے غائب ہی اچھی
لگتی ہو۔ میرے پاس رہ جاؤ نا!"
ماریا ہنس پڑی۔ بڑی بھولی لڑکی تھی۔ بہن کی محبت کی بھوکی
تھی۔ ماریا نے کہا:
"بقالا۔ اگر میں تمہارے پاس ٹھہر سکتی تو ضرور ٹھہرتی
لیکن میرا بغداد جانا بہت ضروری ہے۔ لیکن میں تم
سے وعدہ کرتی ہوں کہ جب واپس آئی تو تمہیں
ضرور ملوں گی۔"
بقالا خاموش ہو گئی۔ پھر کہنے لگی:
"کیا تم وعدہ کرتی ہو کہ بصرے واپس آ کر مجھے ضرور
ملو گی؟"
"ہاں بقالا۔ میں وعدہ کرتی ہوں۔ اب مجھے اجازت
دو۔"
"دل نہیں چاہتا۔ مگر تم مجبور کرتی ہو تو جاؤ خدا حافظ!"
"خدا حافظ!"

بقالا نے فوراً کہا:

"مگر جاتے ہوئے اپنی کوئی نشانی بتاتی جانا۔"

ماریا مسکرائی کہنے لگی: "یہ دروازہ دیکھتی رہو۔ یہ اپنے آپ کھل کر بند ہو جائے گا۔"

بقالا دروازے کو تکنے لگی، دروازہ اپنے آپ کھلا اور پھر خود بخود بند ہو گیا۔ ماریا جا چکی تھی۔ اچانک بقالا کے پیچھے سے اس کی والدہ نے آواز دی:

"یہ دروازہ اپنے آپ کیسے کھل کر بند ہو گیا بقالا؟"

بقالا نے مسکرا کر کہا:

"میں کیا جانوں امی جان۔"

اور مسکراتی ہوئی دوسرے کمرے میں چلی گئی۔

ماریا وہاں سے نکل کر کارواں سرائے میں آ گئی۔ یہاں شام کو چلنے والا قافلہ تیار ہو رہا تھا۔ اونٹوں پر سامان لدوایا جا رہا تھا۔ مسافر اپنا اپنا سامان باندھ رہے تھے۔ یہ قافلہ کافی بڑا تھا۔ پچاس کے قریب اونٹ تھے۔ پندرہ بیس گھوڑے بھی تھے۔ شام سے پہلے پہلے قافلہ تیار ہو چکا تھا۔ چار اونٹوں پر کھانے پینے کا سامان بھی لاد دیا گیا تھا۔ جب سورج غروب ہوا تو قافلہ کارواں سرائے سے نکل کھڑا ہوا۔ ماریا اس قافلے کے ساتھ تھی۔

شہر سے باہر نکل کر قافلہ اس شاہراہ پر آ گیا جو ویرانوں اور صحراؤں سے گذر کر بغداد کی طرف جاتی تھی۔ ساری رات قافلہ سفر کرتا رہا۔ میرِ کارواں آگے آگے تھا۔ اسے راستے کا سارا پتہ تھا۔ وہ اندھیرے میں بھی راستہ دیکھ سکتا تھا۔ صبح کو جب سورج نکلا اور صحرا میں سخت گرمی پڑنے لگی تو قافلہ ایک جگہ سائے میں رک گیا۔ دن بھر قافلہ اسی جگہ رکا رہا۔ جب دھوپ ڈھلی اور شام کے سائے پھیلنے لگے تو قافلہ پھر آگے کی طرف روانہ ہو گیا۔

اسی طرح چار راتوں کے سفر کے بعد ماریا جب بغداد کے شہر میں پہنچی تو اسے شہر میں کسی جگہ پر سے بھی کیپٹن یا عنبر ناگ کی خوشبو نہ آئی۔ اسے بہت جلد محسوس ہو گیا۔ کہ عنبر کیپٹن اس شہر سے بھی جا چکے ہیں۔ بغداد سے آگے اس زمانے کا سب سے بڑا شہر مصر تھا جو مصر کا دارالحکومت تھا۔ ماریا نے بغداد سے ایک قافلہ پکڑا اور مصر کی جانب چل پڑی۔

اس سے پہلے عنبر اور کیپٹن مص[illegible] ناگ اور ماریا کا سراغ لگانے کی کوشش کر رہے تھے۔ وہ سکندریہ آگئے کہ شاید یہاں سمندر ہے اور ناگ کا پتہ کچھ مل جائے۔ سکندریہ اس زمانے کی بہت بڑی بندرگاہ تھی اور وہاں سے

یونان کے شہروں اور ہسپانیہ کی طرف بادبانی جہاز جاتے تھے۔
گیٹی نے عنبر سے کہا:
"ہمیں یہاں سے یونان کے شہر ایتھنز چلنا چاہیے عنبر
ہو سکتا ہے وہاں ناگ سے ملاقات ہو جائے۔"
عنبر نے کہا: "ناگ جس سمندر میں غائب ہوا تھا وہ
مصر کا سمندر تھا۔ اسکندریہ اس جگہ سے زیادہ قریب
تھا۔ اس لیے میرا مشورہ ہے کہ ہمیں کچھ دیر اسی
جگہ رہ کر ناگ کی واپسی کا انتظار کرنا چاہیے۔"
عنبر کے پاس کافی اشرفیاں تھیں۔ انہوں نے اسکندریہ میں
بندرگاہ سے تھوڑی دور سمندر کے کنارے ایک لائٹ ہاؤس
کے پاس سرائے میں کمرہ لے لیا اور وہاں رہنے لگے۔ یہ
پرانی طرز کا لائٹ ہاؤس تھا۔ ایک چٹان پر اوپر بلندی پر
جا کر ایک گول کمرہ بنا دیا گیا تھا جس کے اندر آگ جلتی
رہتی تھی۔ یہ آگ دور سے آنے والے جہازوں کو بندرگاہ کی
طرف [illegible] بغداد سے مصر پہنچ گئی۔ مصر کے
دارالحکومت میں [illegible] کو عنبر اور گیٹی کی خوشبو کہیں محسوس
نہیں ہوئی۔

ماریا صبح سے شام تک شہر میں گھومتی رہی۔ اسے کہیں
سے خوشبو نہ آئی۔ بڑی حیران ہوئی کہ یہ لوگ کہاں گم ہو گئے۔

ہیں۔ دو دن مصر کے دارالحکومت میں جگہ جگہ پھرنے کے بعد
ماریا کو اسکندریہ کا خیال آ گیا کہ کیوں نہ وہاں چل کر عنبر گیٹی
کو دیکھا جائے۔ کیوں کہ اسکندریہ مصر کا دوسرا بڑا شہر اور بہت
مشہور بندرگاہ تھی۔
دارالحکومت سے اسکندریہ کو چھوٹے چھوٹے قافلے جاتے تھے۔
یہ شہر چند سال پہلے سکندر اعظم نے آباد کیا تھا اور دیکھتے
دیکھتے یہ بہت بڑا شہر بن گیا تھا اور اس کی بندرگاہ پر
گجرات، مالا بار اور کورو منڈل تک سے جہاز آ کر لگتے تھے۔
اس شہر میں ہی ایک پہاڑی کے اندر سونے کے ایک تابوت
میں سکندر اعظم کی لاش پڑی تھی۔ یہ پہاڑی شہر سے دور سمندر
کے کنارے پر تھی۔ جب قافلہ یہاں پہنچا تو بہت سے لوگ
سکندر اعظم کا سونے کا تابوت دیکھنے کے لیے رک گئے۔ ماریا
کا بھی دل چاہا کہ سکندر اعظم کے تابوت کو دیکھے۔ وہاں سے
اسکندریہ تھوڑے فاصلے پر تھا اور ماریا خود ہی جا سکتی تھی۔
چنانچہ وہ بھی دوسرے لوگوں کے ساتھ سکندر اعظم کے تابوت
کی پہاڑی کی طرف چل پڑی۔

ماریا طلسمی پنجے میں

سکندرِ اعظم کا تابوت پہاڑی کے غار میں تھا۔

جس کمرے میں تابوت رکھا تھا اس کے باہر دو سپاہی پہرہ دے رہے تھے۔ تابوت ایک چبوترے پر رکھا تھا جو سونے کا تھا۔ اس کے اندر اسکندر اعظم کی لاش پڑی تھی۔ کسی کو اندر جانے کی اجازت نہیں تھی۔ لوگ دروازے ہی سے تابوت کو دیکھ کر واپس چلے گئے۔ ماریا کمرے میں چلی گئی۔ وہ تابوت کو قریب سے دیکھنا چاہتی تھی۔ تابوت خالص سونے کا تھا اور اس کے سرہانے جو شمع جل رہی تھی اس کی روشنی میں چمک رہا تھا۔ اس پر جگہ جگہ قیمتی ہیرے جواہرات جڑے تھے جو ستاروں کی طرح جھلمل جھلمل کر رہے تھے۔

ماریا کو یہ جگہ بہت پسند آئی اور اس نے فیصلہ کیا کہ وہ رات کو اسی جگہ واپس آ کر قیام کرے گی۔ وہ ابھی تابوت کے پاس ہی کھڑی تھی۔ دونوں پہرے دار سپاہی خاموش تھے سب لوگ واپس جا چکے تھے۔ ماریا بھی کمرے سے باہر نکل کر

جانے ہی والی تھی کہ ایک سپاہی پہرے دار نے دوسرے سے کہا:

"میرا خیال ہے سب چلے گئے ہیں۔ ہمیں کام شروع کر دینا چاہیے۔"

دوسرا سپاہی بولا: "کیا ہم اندھیرا چھا جانے کا انتظار نہ کر لیں؟"

پہلا سپاہی کہنے لگا: "کام بڑا لمبا ہے۔ ہمیں اس تابوت کو اٹھا کر پہاڑی کے غار میں چھپانا اور اس کی جگہ دوسرا تابوت وہاں سے لا کر رکھنا ہے۔ اس میں وقت لگے گا۔ اور پھر وہ لوگ شام ہوتے ہی یہاں پہنچ جائیں گے۔"

ماریا جاتے جاتے رک گئی۔ وہ حیران ہوئی کہ یہ سپاہی جو تابوت کی نگرانی پر مقرر کیے گئے ہیں خود ہی اسے چرانا چاہتے ہیں۔ یہ لوگ کس کا انتظار کر رہے تھے اور اس تاریخی تابوت کو کس کے ہاتھ فروخت کرنا چاہتے تھے؟ ماریا یہ معلوم کرنے کے لیے وہیں ٹھہر گئی۔

دونوں سپاہی کمرے میں آ گئے۔ انہوں نے تابوت کے نیچے دیئے ہوئے لکڑی کے ٹکڑوں کو جھک کر دیکھا۔ ایک بولا:

"تابوت چبوترے سے اکھڑ چکا ہے۔ اب ہمیں

چاہیے کہ اسے اٹھا کر پہاڑی کے اندر غار کے
پیچھے کوٹھڑی میں جا کر رکھ دیں اور اس کی جگہ
وہاں سے دوسرا نقلی سونے کا تابوت اُٹھا کر یہاں
رکھ دیں۔ جلدی کرو۔ اس وقت یہاں کوئی نہیں
ہے۔"

دونوں سپاہیوں نے کمرے میں چھپائی ہوئی رسی نکال اور
اسے تابوت کے نیچے ڈال کر اوپر لکڑی کے ایک ڈنڈے
سے باندھ دیا اور پھر ڈنڈے کو اپنے اپنے کاندھوں پر رکھ کر
تابوت کو چبوترے سے اٹھا لیا اور اسے کمرے سے نکال کر
غار کے پیچھے ایک کوٹھڑی میں لے گئے۔ ماریا ان کے ساتھ
تھی۔ یہ ایک تنگ و تاریک کوٹھڑی تھی۔ سپاہیوں نے اس
اصلی تابوت کو وہاں کونے میں رکھا اور اس جگہ سے دوسرا
نقلی سونے کا تابوت اٹھا کر واپس کمرے میں لا کر رکھ
دیا۔ پھر انھوں نے نقلی تابوت کو چاروں طرف سے اچھی
طرح جائزہ لیا۔

"بالکل اصلی لگتا ہے"۔ ایک سپاہی بولا۔

"ہاں۔ کسی کو ذرا سا بھی شک نہیں پڑ سکتا"۔ دوسرے
نے کہا۔

پھر وہ بڑے سکون سے کمرے کے دروازے پر جا کر

پہرہ دینے لگے۔ اگرچہ اس زمانے میں مصر پر یونانیوں کی
حکومت تھی مگر فوج میں مصری سپاہی بھی ہوتے تھے۔ یہ
دونوں مصری سپاہی تھے اور انہیں سکندرِ اعظم سے کوئی
عقیدت نہیں ہو سکتی تھی۔ ماریا نے نقلی تابوت کے پاس
جا کر اسے دیکھا۔ سارے کا سارا تابوت سونے کا تھا اور
اس پر بالکل اصلی ہیروں کی طرح ہیرے جواہرات جڑے ہوئے
تھے۔ مگر یہ سونا نقلی تھا اور ہیرے جواہرات بھی جھوٹے اور
نقلی تھے۔ اس تابوت کے اندر جھانک کر ماریا نے دیکھا
تو اسے معلوم ہوا کہ اس کے اندر سکندرِ اعظم کی لاش کی
جگہ اس کی ایک نقلی ممی رکھی ہوئی تھی۔

ماریا کمرے سے باہر آ کر غار سے نکلی اور پہاڑی کے
ارد گرد ٹہلنے لگی۔ وہ ان لوگوں کو دیکھنا چاہتی تھی کہ جو
پہرے داروں سے مل کر سکندرِ اعظم کے اصلی تابوت کو
وہاں سے اڑانا چاہتے تھے۔ جب شام ہوئی تو دو گھوڑ
سوار ماریا کو پہاڑی کی طرف دکھائی دیئے۔ ان کے ساتھ
ایک خالی گھوڑا بھی تھا۔ شاید وہ اس خالی گھوڑے پر تابوت
لاد کر لے جانا چاہتے تھے۔ گھوڑ سوار پہاڑی کے دامن میں
ایک جگہ اندھیرے میں چلے گئے اور پھر گھوڑوں کو باندھ کر
پہاڑی کے غار میں آئے۔ پہرے دار سپاہیوں نے ان کی

طرف غور سے دیکھا۔ دونوں گھوڑ سواروں نے سروں پر
کالے رومال لپیٹ رکھے تھے۔

وہ سپاہیوں کے سامنے آ کر کھڑے ہو گئے۔ ایک گھوڑ
سوار نے جیب سے ایک تھیلی نکال کر دکھائی۔ جب
اسے کھولا گیا تو اس میں سونے کی ڈلیاں اور بے شمار قیمتی
جواہرات تھے۔ دوسرے گھوڑ سوار نے بھی ایک ایسی ہی تھیلی
نکال کر دوسرے سپاہی کو دی اور بولا:

"یہ اتنی دولت ہے کہ اگر تم ساری زندگی خرچ کرتے
رہو تو ختم نہیں ہو گی۔"

سپاہیوں نے جواہرات کو جانچ کر پرکھ کر دیکھا۔ جب
اسے تسلی ہو گئی کہ جواہرات اصلی ہیں تو اس نے اشارہ کیا کہ
پیچھے غار میں چلے جاؤ۔ دونوں گھوڑ سوار غار میں نیچے کی
جانب چلے گئے۔ کوٹھڑی میں سکندرِ اعظم کا اصلی تابوت
اندھیرے میں جھلمل کر رہا تھا۔ انہوں نے جاتے ہی تابوت
کے سونے اور اس پر جڑے جواہرات کو غور سے دیکھا اور
جب انہیں ان کے اصلی ہونے کا یقین ہو گیا تو انہوں
نے تابوت کے اوپر کالا کپڑا ڈال دیا۔ تابوت کے ساتھ پہلے
ہی سے رسی بندھی تھی۔ انہوں نے اسے ڈنڈے کی مدد سے
کندھوں پہ اٹھایا اور پہاڑی غار سے نکال کر باہر لے آئے۔

اس وقت باہر رات کا اندھیرا چھا چکا تھا۔ وہ تابوت
لے کر پہاڑی سے نیچے اتر گئے۔ یہاں انہوں نے سکندر
کے تابوت کو خالی گھوڑے پر رکھ کر کس کر باندھ دیا۔ خود
گھوڑوں پر سوار ہوئے اور تابوت والے گھوڑے کو ساتھ لگا
کر صحرا میں ایک طرف روانہ ہو گئے۔ وہ بڑی تیز گھوڑے
نہیں دوڑا رہے تھے۔ کیوں کہ ایک گھوڑے پر تابوت
لدا ہوا تھا۔ ماریا ان کے ساتھ ساتھ جا رہی تھی۔ وہ اگر
چاہتی تو اسی جگہ ان سے سکندرِ اعظم کا اصلی تابوت چھین
سکتی تھی مگر وہ محض اپنے شوق کی خاطر یہ معلوم کرنا چاہتی
تھی کہ یہ سکندر کے تابوت کو کہاں لیے جا رہے ہیں۔
اور ان کے ساتھ اور کون کون لوگ ہیں۔؟

اندھیری رات میں صحرا میں دُور تک سفر کرنے کے
بعد یہ گھوڑ سوار درختوں میں ایک جانب گھوم گئے۔ آگے
سمندر کا کنارا آ گیا۔ ماریا نے دیکھا کہ دُور سمندر میں ایک
بادبانی جہاز کھڑا تھا۔ گھوڑ سوار سمندر کے کنارے پر جا کر
رُک گئے۔ پھر انہوں نے موم بتی جلا کر دو تین بار اس
کی روشنی کے کچھ خفیہ اشارے کیے۔ دُور اندھیرے سمندر
میں کھڑے بادبانی جہاز پر سے بھی اسی قسم کے روشنی
کے اشارے ہوئے۔

دونوں گھوڑ سوار ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر مسکرائے۔
تھوڑی ہی دیر میں جہاز کی طرف سے ایک کشتی کنارے پر
آتی نظر آئی۔ گھوڑ سواروں نے سکندر کے تابوت کو نیچے
اتار کر رکھ دیا۔ کشتی کنارے پر آ کر رُک گئی۔ کشتی میں
دو ملاح بیٹھے تھے۔ انہوں نے بھی سروں پر کالے رومال
باندھ رکھے تھے اور کانوں میں تانبے کی بالیاں تھیں۔ شکل
صورت سے وہ بحری ڈاکو لگ رہے تھے۔ انہوں نے مل
کر تابوت کو کشتی میں رکھا۔ گھوڑ سوار بھی کشتی میں بیٹھ گئے
اور کشتی جہاز کی طرف چل پڑی۔ ماریا بھی ان کے ساتھ ہی
کشتی میں سوار چلی جا رہی تھی۔
سکندر کے تابوت کو سمندری جہاز کے اُوپر اُٹھا لیا گیا۔
جہاز کے عرشے پر جہاز کا خونخوار چہرے والا کپتان تلوار لٹکائے
کھڑا تھا۔ ماریا نے اوپر نگاہ کی تو دیکھا کہ جہاز کے مستول پر
بحری قزاقوں کا مشہور کالا جھنڈا لہرا رہا تھا جس پہ کھوپڑی
اور ہڈیوں کا نشان بنا ہوا تھا۔
تو یہ بحری ڈاکو تھے اور سکندر اعظم کے تابوت کو
چرا کر لے جا رہے تھے۔ دونوں گھوڑ سوار کپتان کے ساتھ
اس کے کیبن میں آ گئے۔ کپتان نے کہا:
"تمہیں کوئی مشکل تو پیش نہیں آئی؟"

"نہیں کپتان"۔ ایک گھوڑ سوار بولا:
کپتان بولا: "پہرے داروں کو سونے کی ڈلیوں اور
جواہرات کے نقلی ہونے کا شک تو نہیں ہوا؟"
"بالکل نہیں کپتان۔ انہوں نے انہیں اصلی سمجھ کر
رکھ لیا اور سکندر اعظم کا تابوت ہمارے حوالے
کر دیا"۔
کپتان نے دونوں کو شاباش دی اور کہا:
"تم لوگوں نے بڑی بہادری سے اپنا فرض پورا کیا ہے۔
آؤ میرے ساتھ ہم تابوت کا معائنہ کریں گے کہ
کہیں یہ بھی نقلی نہ ہو"۔
کپتان نے دونوں ڈاکوؤں کو ساتھ لیا اور جہاز کے خفیہ
کیبن میں آ گیا۔ اس جگہ سکندر کا تابوت پڑا تھا جو کالی
چادر میں ڈھکا ہوا تھا۔ کپتان نے کپڑا پرے ہٹا دیا اور پھر
تابوت کو غور سے دیکھا۔ ایک ایک ہیرے کو پرکھا اور بولا
"جواہرات اصلی ہیں"۔
پھر اس نے تابوت کھلوا دیا۔ ماریا وہاں پر موجود تھی۔
اس نے بھی دیکھا کہ تابوت کے اندر سکندر اعظم کی حنوط
کی ہوئی لاش پڑی تھی۔ سکندر اعظم اپنی فوجی وردی میں تھا
اور چہرہ ذرا ذرا مرجھایا ہوا تھا۔ کپتان نے سکندر کی لاش

کے سرہانے رکھے ہوئے سونے کے دو سکوں کو اٹھا کر دیکھا۔
اس پر دیوتا جوپیٹر کی شکل بنی ہوئی تھی۔ کپتان نے انہیں
وہیں رکھ دیا اور تابوت کو بند کرتے ہوئے بولا:
"اس تابوت کے بدلے ہمیں ایک کروڑ سونے کی
اشرفیاں ملنے والی ہیں۔ اس لیے ہمیں اس کی
بہت احتیاط سے رکھوالی کرنی ہو گی۔ یہاں سے
یونان کی بندرگاہ ایتھنز تک بڑا لمبا سفر ہے۔ وہاں
ہمیں یہ تابوت یہودی پادریوں کے حوالے کرنا ہو گا
جو ہمیں ایک کروڑ اشرفیاں اس کے بدلے دیں
گے چلو۔ اب جہاز کو یہاں سے آگے بڑھاتے ہیں۔"
کپتان نے عرشے پر آتے ہی جہاز کے روانہ ہونے کا
حکم دے دیا۔

بادبان کھول دیئے گئے اور ان میں ہوا بھرتے ہی جہاز
نے سمندر میں شمال مغرب کی طرف چلنا شروع کر دیا۔
اب ماریا سوچنے لگی کہ اسے کیا کرنا چاہیے۔ بحری قزاقوں
کی ساری سازش کا اسے علم ہو چکا تھا۔ ایتھنز کے یہودی
پادری بھاری رقم دے کر سکندرِ اعظم کے سونے کے تابوت
کو اغوا کروا رہے تھے۔ سکندرِ اعظم نے مرنے سے پہلے خواہش
ظاہر کی تھی کہ مجھے مرنے کے بعد سکندریہ میں سمندر کے

کنارے پہاڑی پر دفن کیا جائے۔ یہ ورثہ مصر کے لوگوں کا
تھا جس سے اسے محروم کیا جا رہا تھا۔ ماریا سکندر کے تابوت
کو واپس سکندریہ لے جانا چاہتی تھی مگر اب ایسا کرنا اس
کے لیے مشکل ہو گیا تھا کیوں کہ وہ تابوت کو اٹھا کر نہیں
لے جا سکتی تھی وہ صرف وہی شے اٹھا سکتی تھی جس
کو اٹھانے کی اس میں طاقت تھی۔ اگرچہ ماریا کے ہاتھوں میں
زبردست طاقت تھی مگر وہ کسی ہاتھی گھوڑے یا بھاری بھرکم
تابوت کو اٹھا کر اپنے کاندھے پر نہیں رکھ سکتی تھی۔ ماریا
کو احساس ہوا کہ اس نے غلطی کی جو گھوڑ سواروں کو تابوت
لے کر یہاں تک آنے کی اجازت دی۔

اگر ماریا راستے ہی میں گھوڑ سواروں کو روک لیتی تو وہ
سکندر اعظم کے تابوت پر قبضہ کر کے اسے واپس لے جا
سکتی تھی۔ اب وہ کیا کرے؟ ماریا غور کرنے لگی کافی سوچ
بچار کے بعد ایک ہی ترکیب اس کے ذہن میں آئی کہ کسی
طرح جہاز کو واپس سکندریہ کی طرف جانے پر مجبور کیا جائے۔
یہ کام کافی مشکل تھا۔ اس لیے ماریا کو سارے ڈاکوؤں کو
ہلاک کرنا پڑتا تھا جو وہ نہیں چاہتی تھی۔ کیوں کہ ایک مرے
ہوئے انسان کے تابوت کے لیے اتنے زندہ لوگوں کو قتل کرنا
مناسب نہیں تھا۔

آخر ماریا کے ذہن میں ایک ہی ترکیب آئی کہ کسی طریقے
سے تابوت کو کیبن میں سے نکال کر کشتی پر لادا جائے اور
وہ کشتی کو لے کر اسکندریہ کی طرف روانہ ہو جائے مگر یہ کام
اتنا آسان نہیں تھا۔ پھر بھی ماریا نے اس پر عمل کرنے کا فیصلہ
کرلیا۔ وہ چاہتی یہ تھی کہ جو دو ڈاکو رات کو کیبن کے باہر
پہرہ دیتے ہیں ان کو ڈرا کر اپنے قابو میں کرے اور پھر ان
کی مدد سے تابوت کو کشتی میں رکھوا کر اسے سمندر میں ڈالے
اور کشتی کو لے کر سکندریہ کی طرف روانہ ہو جائے۔
یہ سوچ کر ماریا آدھی رات کو جہاز کے اس کیبن کی طرف
گئی جس کے اندر سکندر اعظم کا تابوت رکھا ہوا تھا اور
جس کے باہر ڈاکوؤں کا پہرہ لگا تھا۔ ماریا نے دیکھا کہ ڈاکو
کیبن کے باہر پہرہ نہیں دے رہے بلکہ کیبن کے اندر تابوت
پر جھکے ہوئے ہیں۔ ماریا بھی اندر داخل ہو گئی۔
اس نے دیکھا کہ دونوں پہرے دار ڈاکوؤں نے تابوت کو
کھولا ہوا ہے اور سکندر کی لاش پر جھکے اس کے سرہانے رکھے
سونے کے سکوں کو ہاتھ میں لے کر اسے رگڑ رگڑ کر صاف
کر رہے ہیں۔
"اصلی سونا ہے"
"ارے اس کو لے کر کیا کرو گے۔ تابوت کے باہر جو

ہیرے لگے ہیں ان میں سے ایک آدھ اکھاڑ کر رکھ لیتے
ہیں۔ کسی کو کیا پتہ چلے گا۔"
پہلا ڈاکو کہنے لگا: "کپتان بڑا مکار ہے اور پھر باہر
سے ایک ہیرا نکل گیا تو صاف پتہ چل جائے گا۔
میں کہتا ہوں کہ یہ سکے اپنے پاس رکھ لیتے ہیں
ایک تم لے لو۔ ایک میں رکھ لیتا ہوں۔"
دوسرا ڈاکو کہنے لگا:
"تمہارا کیا خیال ہے کہ کپتان تابوت کھول کر نہیں
دیکھے گا۔ اور پھر جو پادری اسے خرید رہے ہیں
وہ بھی تو دیکھ کر تسلی کریں گے کہ مقدس سکے
تابوت کے اندر ہیں یا نہیں ہیں۔"
پہلا ڈاکو کہنے لگا: "ارے جو ہو گا دیکھا جائے گا۔ تم
ایک سکہ مجھے دے دو۔"
دوسرا ڈاکو کچھ مذہبی قسم کا آدمی تھا۔ وہ کچھ ڈر سا گیا
تھا۔ اس لئے دونوں سکے تابوت کے اندر سکندر کی لاش کے
پاس رکھ دیئے اور بولا:
"بھائی مجھے تو ڈر لگ رہا ہے۔ میں یہ کام نہیں
کروں گا۔ تم چاہو تو خود اٹھا لو ان سکوں کو۔"
پہلا ڈاکو اسے برا بھلا کہنے لگا:

"مگر ایک بات یاد رکھو۔ اگر تم نے کسی کو بتایا کہ
یہ سونے کے سکے میرے پاس ہیں تو میں تمہیں زندہ
نہیں چھوڑوں گا۔"

دوسرا ڈاکو بولا: "نہیں بتاؤں گا کسی کو بھائی۔ تم
کو جو کچھ کرنا ہے کر لو اور یہاں سے باہر آ جاؤ۔
میں تو پہرے پر جا رہا ہوں اگر کہیں کپتان گشت
لگاتا ادھر آ گیا تو ہم دونوں کی خیر نہیں۔"

یہ کہہ کر دوسرا ڈاکو کیبن سے باہر نکل کر پہرے پر کھڑا
ہو گیا۔ پہلا ڈاکو تابوت پر جھکا ہوا تھا۔ اس نے دونوں مقدس
سکوں کو تابوت کے اندر سے نکال کر ہاتھوں میں لے لیا اور
جونہی تابوت کو بند کیا تابوت کے اندر سے نیلے رنگ
کی آگ کا ایک شعلہ سانپ کی طرح لہراتا ہوا نکلا اور اس
نے ڈاکو کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ ایک دھماکہ سا ہوا
اور ڈاکو غائب ہو گیا جو ڈاکو باہر پہرہ دے رہا تھا وہ یہ
ماجرا دیکھ کر باہر کو بھاگا۔

ماریا بڑی حیران ہوئی کہ یہ ایک پل میں کیا ہو گیا؟
اس نے دیکھا کہ فرش پر مقدس سکے بھی نہیں تھے۔ تابوت
کا ڈھکنا اسی طرح پھر سے بند تھا اور ایسے لگ رہا تھا جیسے
کچھ ہوا ہی نہیں ہے۔ ماریا نے یہ دیکھنے کے لیے کہ سکے

کہاں چلے گئے اور تابوت کے اندر کہیں نیلے شعلے نے
سکندر کی لاش کو بھی تو نہیں جلا ڈالا، تابوت کا ڈھکنا اٹھایا۔
جونہی ڈھکنا اٹھا سکندر کی لاش کے دونوں بازو اوپر
کو اٹھے اور اس نے ماریا کو بجلی کی تیزی کے ساتھ اپنی
لپیٹ میں لے لیا۔ ماریا نے اچھل کر ان بازوؤں میں
سے نکلنے کی کوشش کی تو اسے محسوس ہوا کہ اسے ان
بازوؤں نے اپنی گرفت میں جکڑ لیا ہے۔ اب اس نے اپنے
جسم کو سمٹتے ہوئے محسوس کیا۔ اس نے دیکھا کہ وہ سمٹ کر
چھوٹی سی ہو گئی ہے اور سکندر کی لاش کے گلے میں پڑے
ہوئے سونے کے کنٹھے میں سما گئی ہے۔

ماریا نے پریشان ہو کر اس کنٹھے سے باہر نکلنے کی بہت
کوشش کی مگر وہ کامیاب نہ ہو سکی۔ وہ سونے کے کنٹھے کے
بڑے منکے میں سمٹ کر قید ہو چکی تھی۔ یہ اس تابوت کا
طلسم تھا جس نے اسے اپنے قابو میں کر لیا تھا۔ اسے نیلا
شعلہ نکلنے کے بعد تابوت کو نہیں کھولنا چاہیے تھا۔ اس
وقت تابوت میں طلسم کی لہریں گردش کر رہی تھیں جنہوں
نے ماریا کو سکندر کی لاش کے ذریعے اپنے پنجے میں جکڑ
کر بے بس کر دیا۔ تابوت کا ڈھکنا اپنے آپ بند ہو گیا۔

جو ڈاکو بھاگ کر گیا تھا وہ اپنے ساتھ جہاز کے کپتان

کو لے آیا۔ اس نے اسے بتایا کہ ابھی ابھی تابوت میں سے
نیلا شعلہ نکلا تھا جس نے اس کے ساتھی کو جلا کر بھسم کر دیا
ہے۔ کپتان کے ساتھ اس کا ساتھی بھی تھا۔ انہوں نے اِدھر
اُدھر دیکھا۔ ڈاکو کی لاش وہاں کہیں نہیں تھی۔ اس نے
حیران ہو کر پوچھا:

"اس کی جلی ہوئی لاش کہاں چلی گئی؟"

دوسرے ڈاکو نے خوف زدہ آواز میں کہا:

"کپتان! نیلے شعلے نے تابوت سے نکل کر میری
آنکھوں کے سامنے میرے ساتھی کو اپنی لپیٹ میں
لے کر غائب کر دیا۔ میں قسم کھاتا ہوں۔"

کپتان نے تابوت کو کھول کر دیکھا۔ اندر سکندرِ اعظم
کی لاش اور مقدس سونے کے سکے ویسے ہی پڑے تھے۔
کوئی شے اپنی جگہ سے نہیں ہلی تھی۔ کپتان کی سمجھ میں کچھ نہیں
آ رہا تھا۔ اس نے کہا:

"کیبن کے باہر ایک اور آدمی لگا دیا جائے۔"

یہ کہہ کر وہ اپنے ساتھی کے ہمراہ واپس چلا گیا۔

ماریا سکندر کے کنٹھے میں قید بڑی بے بسی کے عالم
میں یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی اور سُن بھی رہی تھی مگر نہ تو
وہ خود بول سکتی تھی اور نہ اس کنٹھے کے منکے سے باہر

نکل سکتی تھی۔ وہ پچھتا رہی تھی کہ خوا مخواہ اس مصیبت
کو اس نے کیوں آواز دی۔ اسے کیا ضرورت تھی اس
تابوت کا پیچھا کرنے کی۔ مگر جو ہونا تھا وہ ہو گیا تھا۔

بادبانی جہاز سمندر میں برابر سفر کر رہا تھا۔ چار روز کے
سمندری سفر کے بعد جہاز ایتھنز کی بندر گاہ سے دُور رات
اندھیرے میں ایک ویران جگہ پر سمندر کے کنارے سے کچھ
فاصلے پر آ کر رُک گیا۔ آدھی رات کو جہاز کا کپتان عرشے
پر آ کر کھڑا ہو گیا۔ وہ دُور کنارے پر ایک اُبھری
ہوئی چٹان کی طرف دیکھ رہا تھا جو اندھیرے میں ایک سیاہ
دھبہ دکھائی دے رہی تھی۔ کپتان کے ساتھ اس کا ساتھی
ڈاکو بھی تھا۔

کپتان نے اسے حکم دیا کہ چراغ جلا کر اشارہ دو۔ ڈاکو
ساتھی نے فرش پر رکھا ہوا چراغ اُٹھا کر جلایا اور اس کی
روشنی چار بار چٹان کی طرف ڈالی اور پھر چراغ پر کپڑا ڈال
دیا۔ دو تین بار اس نے یہ عمل دہرایا۔ تیسری بار ایسا کرنے
کے بعد دُور چٹان کے اوپر بھی کسی چراغ کی روشنی تین بار جل
کر بجھ گئی۔ کپتان مسکرایا۔

"کشتی اتاری جائے۔ تابوت کو اس میں رکھ کر کنارے
کی طرف چلو۔"

تابوت کو کیبن سے نکال کر کشتی میں رکھا گیا۔ کشتی سمندر
ڈال دی گئی۔ کشتی میں خود کپتان اپنے دو ساتھی ڈاکو کے
ساتھ بیٹھ گیا اور کشتی کنارے کی طرف روانہ ہو گئی۔
کنارے پر دو اونچے لمبے آدمی لمبے لمبے کرتے پہنے
ہاتھوں میں چراغ لیے کھڑے تھے۔ کپتان نے تابوت کشتی
سے اٹھوا کر باہر رکھ دیا۔ ان آدمیوں نے جو لباس سے یہودی
پادری لگ رہے تھے روشنی ڈال کر سکندر کے تابوت۔ اس
کی حنوط کی ہوئی لاش اور سونے کے مقدس سکوں کو اچھی طرح
سے پرکھ کر دیکھا۔ پھر کپتان سے کہا:
"تابوت کو پہاڑی پر پہنچا دیا جائے تمہاری رقم وہیں
تمہیں ملے گی۔"
کپتان نے اپنے آدمیوں سے تابوت اٹھوایا اور پہاڑی کی
طرف چلا۔ پہاڑی میں ایک اندھیرا غار تھا۔ اس غار میں دو
اور یہودی پادری بیٹھے تھے۔ یہاں شمع روشن تھی۔ تابوت ان
کے سامنے لے جا کر رکھ دیا گیا۔ انہوں نے بھی تابوت کو
اچھی طرح سے دیکھا۔ اس کی جانچ پڑتال کی۔ جب انہیں یقین
ہو گیا کہ یہ سکندرِ اعظم کا اصلی تابوت ہی ہے تو انہوں
نے سونے کی ڈلیوں کی دس تھیلیاں غار میں سے نکال کر
کپتان کے سامنے ڈھیر کر دیں۔ ایک پادری نے کہا:

"یہ تمہاری رقم ہے۔ پورے ایک کروڑ اشرفیوں کے
برابر سونا ہے۔ اپنی تسلی کر لو۔"
کپتان کے ساتھ جو آدمی آیا تھا وہ بڑا ماہر جوہری اور
سنار تھا۔ اس نے کسوٹی پر رگڑ کر سونے کی ڈلیوں کو پرکھا
اور کپتان سے کہا:
"مال ٹھیک ہے کپتان"
کپتان نے پادریوں سے کہا:
"پھر کبھی میری ضرورت محسوس ہوئی تو ضرور یاد کرنا
فرینڈو۔"
اس پادری کا نام فرینڈو تھا جو سب کا سردار تھا۔
فرینڈو نے کہا:
"اگر کبھی ایسا اتفاق ہوا تو تمہیں ضرور یاد کروں گا۔
اب تم جا سکتے ہو۔"
کپتان تابوت ان پادریوں کے حوالے کر کے اپنے ساتھیوں
کو لے کر وہاں سے چلا گیا۔ فرینڈو پادری نے کہا:
"ہم نے ایک بہت بڑا معرکہ سر کیا ہے۔ سکندرِ اعظم
کا یہ بالکل اصلی تابوت ہے۔ اب ہمیں اسے
یہاں سے لے کر مقدس خانقاہ میں جانا ہو گا۔ وہاں
ہم سکندرِ اعظم کی لاش اور مقدس سکوں کا چلہ کریں

گے۔ اس کے بعد مقدس پیغمبر آسمان سے نیچے
اتر آئیں گے اور دنیا میں ایک بار پھر یہودا کا
ہمارا راج قائم ہو جائے گا۔"

ایک پادری نے کہا: "مقدس یہودا ہماری مدد کر
رہا ہے۔ ہمیں صبح ہونے سے پہلے یہاں سے نکل
جانا چاہیے، کیوں کہ ہم یونان کے ایک شہر میں
ہیں اور اگر کسی کو سکندر اعظم کے تابوت کا علم
ہو گیا تو شاہ ایتھنز ہمیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔
ہمارے سر قلم کر کے شہر کے دروازوں پر لٹکا دیئے
جائیں گے۔"

فریڈو نے کہا: "تم فوراً نیچے جاؤ اور گھوڑا یہاں
تک لے آؤ۔ تابوت اس کے اوپر لادا جائیگا۔"

دو پادری نیچے گئے اور خالی گھوڑا لے آئے۔ اس پر
سکندر کے تابوت کو لاد کر اوپر کالا کپڑا ڈال کر خشک لکڑیوں
کا گٹھا رکھ دیا گیا۔ پھر یہ چاروں پادری لمبے چغوں میں
ملبوس پہاڑی سے نیچے آ گئے۔ وہاں چار گھوڑے کھڑے تھے۔
وہ گھوڑوں پر بیٹھے اور تابوت کو لے کر ویران میدان میں
ایک طرف روانہ ہو گئے۔

○

کیٹی اور عنبر ابھی تک سکندریہ ہی میں تھے۔ اگر ماریا
سکندر اعظم کے تابوت کی پہاڑی کی طرف جانے کی بجائے
سکندریہ شہر میں آ جاتی تو کیٹی اور عنبر کو اس کی خوشبو ضرور
آ جاتی اور وہ اس سے مل جاتے مگر قسمت میں ایسا نہیں
لکھا تھا۔ ماریا سکندر اعظم کی پہاڑی پر سے ہی کہیں کی کہیں
نکل گئی اور کیٹی اور عنبر سکندریہ شہر میں ہی اسے تلاش کرتے
رہ گئے۔

سکندریہ اس زمانے میں جب کہ مصر پر یونان کے بادشاہ
حکومت کرتے تھے۔ بڑی ترقی کر رہا تھا۔ وہاں ستاروں، نباتات،
حیوانات اور سائنس پر بڑا کام ہو رہا تھا۔ ایک بہت بڑا
عجائب گھر بھی تھا جہاں دنیا بھر کی انوکھی اور نادر چیزیں جمع
کر دی گئی تھیں۔ ایک چڑیا گھر بھی تھا۔ عنبر اور کیٹی نے ان
سب جگہوں کی سیر کی اور ماریا کا سراغ لگانے کی بھی کوشش
کی۔ مگر انہیں ماریا کا کہیں نشان نہ ملا۔

عنبر اور کیٹی پھرتے پھراتے سکندریہ کی ایک بہت بڑی
تجربہ گاہ میں پہنچ گئے جہاں مصری ستارہ شناس بڑی بڑی
دور بینیں لگائے آسمان پر ستاروں کی چال کو دیکھ کر لکڑی
کے تختوں پر ستاروں کی پیمائش کے چارٹ بنا رہے تھے۔
کیٹی چونکہ خود ایک خلائی سیارے کی مخلوق تھی اس لیے

وہ ان چارٹوں کو دلچسپی سے دیکھنے لگی۔
عنبر نے کہا، "کیٹی! کیا خیال ہے تمہارا۔ یہ ستاروں کی پیمائش درست ہے؟"
ایک مصری ستارہ شناس نے عنبر کی یہ بات سُن لی تھی۔ اس نے بڑے غرور سے گردن اُٹھا کر عنبر اور کیٹی کی طرف دیکھا اور کہا:
"اس لڑکی کو ستاروں کی پیمائش کا کیا علم ہو سکتا ہے؟ ہم سے پوچھو جنہوں نے کئی برسوں تک محنت کی ہے۔"
کیٹی نے چارٹ پر ایک جگہ انگلی رکھ کر کہا:
"اے ستارہ شناس کاہن! یہ کون سے سیارے کا نشان ہے؟"
ستارہ شناس نے کہا: "یہ برُج کا سیارہ ہے اس کا نام جُونو ہے یہ ہماری دنیا سے ایک ارب کوس کے فاصلے پر ہے۔"
کیٹی مسکرائی اور کہنے لگی:
"میں اس سیارے کے قریب سے گذری ہوں۔"
ستارہ شناس ہنسنے لگا: "تم مجھے کوئی پاگل لڑکی معلوم ہوتی ہو۔ اس سیارے کے قریب کوئی انسان آج

تک نہیں جا سکا اور نہ جا سکے گا۔"
کیٹی نے کہا: "تم ابھی تک اپنی دنیا کے نظام شمسی کو بھی پوری طرح سے نہیں دیکھ سکے اور میں اس نظام شمسی سے نکل کر ایک دوسرے نظام شمسی کی سیر کر چکی ہوں۔"
ایک دوسرا مصری ستارہ شناس بھی وہاں آ گیا۔ وہ دونوں کیٹی کی باتوں پر ہنسنے لگے۔ عنبر نے کیٹی سے کہا:
"بہتر ہے ہم یہاں سے چلے چلیں۔ کیوں کہ تمہارے پاس کوئی ثبوت نہیں ہے جس سے تم ثابت کر سکو کہ تم خلائی مخلوق ہو۔"
کیٹی نے آہ بھر کر کہا:
"یہی سب سے بڑی مصیبت ہے۔ میرے پاس جو خلائی گن تھی وہ بھی ضائع ہو چکی ہے۔ میں خود کسی پر یہ ثابت کرنا نہیں چاہتی کہ میرا تعلق کسی خلائی مخلوق سے ہے۔ بہرحال یہاں سے چلتے ہیں۔"
ایک بوڑھا مصری ستارہ شناس قریب ہی کھڑا کیٹی کی باتیں سُن رہا تھا۔ وہ اس کے قریب آیا اور کیٹی کی طرف غور سے دیکھ کر بولا:

"بیٹی! میرے ساتھ آؤ۔"
کیٹی نے عنبر کی طرف دیکھا۔ عنبر نے مسکرا کر کہا:
"چلنے میں کیا ہرج ہے۔ اس بوڑھے کی بات بھی
سُن لیتے ہیں۔"
کیٹی بوڑھے مصری کے ساتھ تجربہ گاہ کے ایک کمرے
میں آ گئی۔ یہاں ایک بہت بڑی مگر پرانے زمانے کی دُور
بین لگی تھی۔ بوڑھے مصری ستارہ شناس نے عنبر اور کیٹی
کو ایک جگہ بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود اس کے سامنے کُرسی
پر بیٹھ گیا اور بولا:
"بیٹی! تم کیسے کہہ سکتی ہو کہ تم نے نظامِ شمسی سے
نکل کر دوسرے سیاروں کی سیر کی ہے؟"
کیٹی نے مسکرا کر کہا: "بابا! میں اگر کچھ کہوں گی تو
کوئی اس پر یقین نہیں کرے گا۔"
بوڑھا مصری کہنے لگا: "تم مجھے بتاؤ۔ میں تمہاری باتوں
پر یقین کروں گا۔"
کیٹی نے عنبر کی طرف دیکھا۔ عنبر نے کہا:
"بتانے میں کیا بُرائی ہے۔ بتا دو جو اصلیت ہے۔"
کیٹی نے کہا: "بابا! اگر میں آپ سے یہ کہوں کہ
میں ایک خلائی مخلوق ہوں۔ یہاں سے دُور دراز

ایک سیارے کی رہنے والی ہوں تو کیا آپ اعتبار
کرلیں گے؟"
بوڑھا مصری ستارہ شناس ایک پل کے لیے کیٹی کو دیکھتا رہ
گیا۔ پھر گہرا سانس بھر کر بولا:
"بیٹی! میں نے جو مقدس کتابیں پڑھی ہیں ان میں
لکھا ہے کہ اگر کوئی مخلوق خلاء میں سے آئے گی تو
اس کے جسم میں خون کا رنگ سرخ نہیں ہوگا۔ کیا
تمہارے خون کا رنگ سُرخ نہیں ہے؟"
کیٹی مسکرائی اور بولی: "بابا! ایک چاقو لائیں۔ میں
ابھی تجربہ کر کے دکھاتی ہوں۔"
بوڑھا مصری کچھ حیران پریشان سا ہو رہا تھا۔ جلدی سے
اُٹھ کر اس نے ایک چوکی پر سے تیز نوک والا چاقو اُٹھا
کر کیٹی کو دیا۔ کیٹی نے چاقو کی نوک اپنی کلائی میں گھونپ
دی۔ اندر سے کوئی خون نہ نکلا جب چاقو کیٹی نے باہر کھینچا
تو زخم دیکھتے دیکھتے آہستہ آہستہ آپس میں مل گیا۔
"میرے جسم کا خون پہلے نیلا تھا مگر میں ایک عرصے
سے اس دنیا میں رہ رہی ہوں جس کی وجہ سے
میرا خون اب جسم کے گوشت کی شکل اختیار کر گیا
ہے۔ اگر میرے جسم پر زخم لگ جائے تو زخم آہستہ

آہستہ اپنے آپ مل جاتا ہے۔

بوڑھا مصری دنگ ہو کر رہ گیا۔ اس نے کیٹی کی کلائی کو کئی بار غور سے دیکھا۔ بار بار دیکھا پھر اس کا ہاتھ تھام کر بولا:

"بیٹی! میں یقین کرتا ہوں کہ تم کسی خلائی سیارے کی مخلوق ہو، میری خوش قسمتی ہے کہ اس زندگی میں ہی تم سے ملاقات ہو گئی۔ کیوں کہ قدیم مصر کی ایک خفیہ علوم کی کتاب میں ایک جگہ اشارہ دیا گیا ہے کہ ہماری دنیا پر ایک وقت ایسا آیا تھا کہ خلا میں سے ایک مخلوق زمین پر اتری تھی۔ وہ کچھ دیر یہاں رہ کر واپس چلی گئی۔ کیا تم بتاؤ گی کہ تمہارا سیارہ کون سا ہے اور تم یہاں آکر واپس اپنے سیارے پر کیوں نہیں گئیں؟"

کیٹی نے اب راز داری سے کام لیا اور مصری ستارہ شناس بوڑھے کو زیادہ باتیں بتانا مناسب نہ سمجھا۔ عنبر نے بھی اسے اشارے سے منع کر دیا تھا۔ کیٹی نے کہا:

"بابا! مجھے اتنا معلوم ہے کہ ایک خلائی جہاز عرصہ ہوا زمین پر اُترا تھا۔ وہ مصر کی سرزمین تھی پھر وہ جہاز مجھے اسی جگہ اکیلا چھوڑ کر واپس چلا گیا۔

تب سے میں اس دنیا میں اپنے دوست عنبر کے ساتھ پھر رہی ہوں۔ نہ میں بیمار ہوتی ہوں نہ بوڑھی ہوتی ہوں۔"

مصری ستارہ شناس پھٹی پھٹی آنکھوں سے کیٹی کو تک رہا تھا۔

"تم — تم کب سے یہاں پر ہو؟"

کیٹی نے جب کہا کہ وہ کوئی تین ہزار برس سے دنیا پر زندہ ہے تو مصری ستارہ شناس اپنی کرسی پر سے اچھل پڑا: "یہ — یہ ناممکن ہے۔ میں یہ نہیں مان سکتا۔ یہ کبھی نہیں مان سکتا۔"

عنبر اور کیٹی ہنسنے لگے۔ عنبر نے کہا:

"بابا! یہ لڑکی کیٹی اب جھوٹ بول رہی ہے۔ یہ خلائی مخلوق ضرور ہے مگر اسے اس دنیا میں آئے چھ سات برس سے زیادہ نہیں گذرے۔"

اس کے ساتھ ہی عنبر نے کیٹی کو کہنی سے ٹھوکا دیا کہ خبردار اس قسم کی باتیں اسے ظاہر نہیں کرنی چاہئیں۔ کیٹی نے بھی ہنس کر کہا:

"بابا! میرا دوست عنبر ٹھیک کہتا ہے۔ میں تم سے مذاق کر رہی تھی۔ بھلا کوئی انسان دو تین ہزار برس

تک زندہ رہ سکتا ہے ؟

مصری ستارہ شناس گہرا سانس لے کر بولا :

"یہی تو میں بھی کہہ رہا تھا مگر بیٹی تم خلائی مخلوق ضرور ہو۔ کیا تم میرے گھر رہنا پسند کرو گی۔ میں اس دنیا میں اکیلا ہوں۔ میں تم سے تمہارے خلائی سیارے کے بارے میں باتیں سننا چاہتا ہوں۔"

کیٹی نے کہا : "میں ایک شرط پر تمہارے ساتھ رہوں گی بابا کہ تم میرا راز کسی پر ظاہر نہیں کرو گے۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں کہ تمہارا راز میرے سینے میں ہمیشہ کے لیے دفن ہو جائے گا۔ میں اس کا ذکر کسی سے نہیں کروں گا۔ اب تم خوش ہو؟"

"ہاں بابا۔" کیٹی نے مسکرا کر کہا۔

مصری ستارہ شناس نے کہا :

"تو پھر میرے گھر چلو۔ اپنے دوست عنبر کو بھی ساتھ لے چلو۔ لگتا ہے تم یہاں مسافر ہو اور سیاحت کرنے سکندریہ آئے ہو۔"

عنبر بولا : "ہاں بابا۔ ہم مسافر ہیں۔ ہم عراق کے رہنے والے ہیں۔ میرا مطلب ہے میں عراق کا ہوں اور میری بہن کیٹی بھی مجھے عراق ہی میں ملی تھی۔"

بوڑھا ستارہ شناس مسکرانے لگا۔ بولا :

"تم دونوں میرے بچے ہو۔ آؤ میرے ساتھ۔ میرا گھر تمہارے لیے کھلا ہے۔ اسے اپنا ہی گھر سمجھنا اور جب تک جی چاہے رہنا۔ لیکن بیٹی کیٹی ! مجھے اپنے سیارے کی دلچسپ باتیں ضرور بتانا بتاؤ گی نا ؟"

"ہاں بابا ۔ ضرور بتاؤں گی۔"

یہ کہہ کر عنبر اور کیٹی بوڑھے ستارہ شناس کے ساتھ تجربہ گاہ سے باہر نکل آئے۔

○
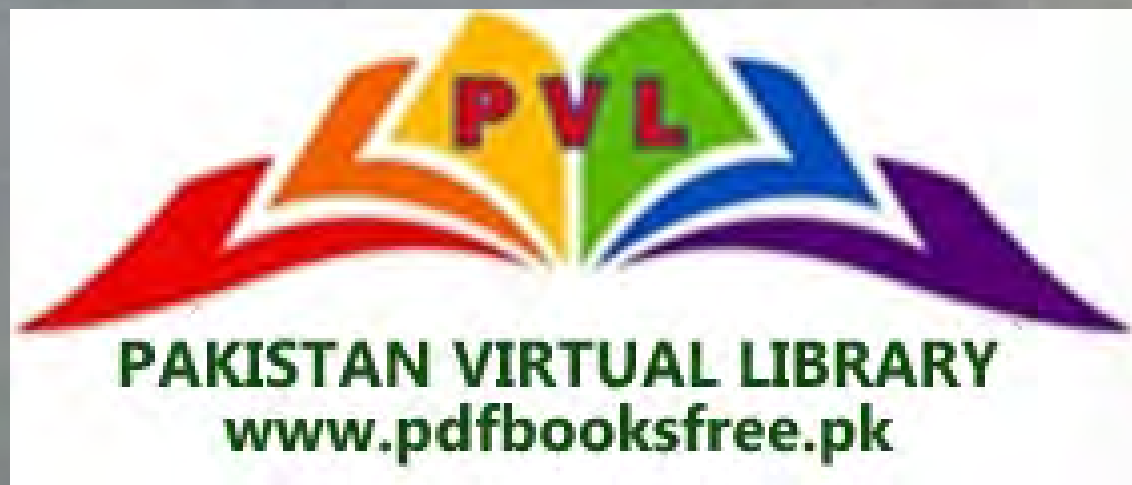
پُراسرار خفیہ مندر

بوڑھا ستارہ شناس عنبر اور کیٹی کو لے کر اپنے مکان پر آگیا۔

بوڑھے ستارہ شناس کا مکان سکندریہ شہر کی گنجان آبادی سے باہر ایک پر فضا جگہ پر زیتون اور انجیر کے درختوں کے درمیان بنا ہوا تھا۔ یہ اِک منزلہ کشادہ گھر تھا جس کے صحن میں سنگترے کے پھل دار درخت لگے ہوئے تھے۔ تین کمروں کا مکان تھا۔ ایک کمرے میں ستارہ شناس نے ستاروں کے چارٹ دیواروں پر لگا رکھے تھے۔ دوسرے کمرے میں اس کا بستر لگا تھا اور پہلے کمرے میں قالین اور تخت بچھے تھے جہاں وہ بیٹھ کر پرانی کتابوں اور دستاویزات کا مطالعہ کرتا تھا۔ اس کمرے میں دیوار کے ساتھ لکڑی کے شیلف لگے تھے جن میں پُرانی تختیاں اور تہہ کیے ہوئے گول کاغذات پڑے تھے۔ ایک میز پر ستاروں کی پیمائش کرنے والے آلات بھی رکھے تھے۔

بوڑھے ستارہ شناس نے کہا:

"میرا نام پٹولمی ہے۔ میں اس شہر کی یونیورسٹی کا سب سے بڑا ستارہ شناس کاہن ہوں۔ میں نے ستاروں کے علم پر بہت کام کیا ہے۔ مگر دل میں حسرت تھی کہ کسی ایسی مخلوق سے ملاقات ہو جو کسی دوسرے سیارے کی رہنے والی ہو۔ دیوتاؤں نے میری دعا قبول کر لی اور آج میری ملاقات کیٹی سے ہو گئی۔"

کیٹی اور عنبر قالین پر بیٹھ گئے۔ حبشی نوکر نے انہیں تازہ دودھ اور پھل لا کر پیش کیا۔ عنبر نے سوچا کہ چلو کچھ دیر اس شریف آدمی کے ہاں ٹھہر جاتے ہیں۔ انہیں ماریا کو کچھ اور روز وہاں تلاش کرنا ہی تھا۔

شام کو عنبر اور کیٹی ایک بار پھر ماریا کی تلاش میں شہر کی طرف نکل گئے۔ رات کو مایوس واپس لوٹے تو بوڑھا ستارہ شناس پٹولمی کھانے پر ان کا انتظار کر رہا تھا۔ کھانے کے بعد اس نے کیٹی سے اپنے سیارے کے بارے میں باتیں سنانے کو کہا۔ کیٹی کو اپنے سیارے کے بارے میں بہت کچھ معلوم تھا۔ اس نے سارا تو نہیں مگر پھر بھی بہت کچھ ستارہ شناس پٹولمی کو بتا دیا۔ مگر اس نے یہ بالکل نہ بتایا کہ خلائی لوگ اس کے دشمن ہو گئے تھے اور اس نے

زمین پر آئے ہوئے اپنے خلائی ساتھیوں کو اپنی جان بچانے
کی خاطر ہلاک کر ڈالا تھا۔

ستارہ شناس پوٹلمی بڑے غور اور دلچسپی سے کیٹی کی باتیں
سن رہا تھا۔ کیٹی خلا، زمین کی کشش، خلا میں مقناطیسی
لہروں اور ستاروں میں دہکتی ہوئی سورج ایسی آگ کے بارے
میں جو باتیں بتا رہی تھی ستارہ شناس پوٹلمی انہیں سُن کر
حیران ہو رہا تھا۔ اب اسے ایتھنز کے ایک مشہور فلسفی
نوفینز کی وہ باتیں حرف بہ حرف سچ معلوم ہو رہی تھیں
جب اس نے اعلان کیا تھا کہ سورج کی پوجا مت کرو۔
کیوں کہ سورج محض آگ کا ایک بگولہ ہے اور سیاروں
میں کچھ پتھر ہیں اور کچھ آگ اور لاوے میں دہک رہے
ہیں اور سورج ہماری زمین کے گرد نہیں بلکہ ہماری زمین
سورج کے گرد گھوم رہی ہے۔ اس نے کیٹی سے پوچھا:
"بیٹی — مجھے بتاؤ کیا تم سورج کے قریب سے گذری
ہو؟ خلا میں آسمان کا رنگ کیسا ہے؟"

کیٹی نے بتایا: "میں سورج سے کافی فاصلے پر
سے اپنے خلائی جہاز میں گذری تھی۔ سورج آگ
اور دہکتی ہوئی گیسوں کا ایک بہت بڑا گولہ ہے
جس میں ہماری ہزاروں لاکھوں دُنیائیں سما سکتی ہیں

اور خلا میں آسمان کا رنگ سیاہ ہوتا ہے کیونکہ
وہاں آسمان کو نیلا رنگ دینے والے ذرّات
نہیں ہوتے۔"

ستارہ شناس پوٹلمی کا منہ حیرت سے کھلا تھا۔ اس
کے چہرے پر تجسّس اور تعجب تھا۔ اس سے بات نہیں
ہو رہی تھی۔ اس نے کیٹی کا ماتھا چوم لیا اور کہا:
"بیٹی! میں کس قدر خوش قسمت ہوں کہ مجھے
ان ساری باتوں کا علم ہو گیا۔ میں اگر کسی کو
بتاؤں گا بھی تو کوئی یقین نہیں کرے گا۔ سب
مذاق اڑائیں گے۔"

عنبر نے کہا: "بابا! یہ باتیں کسی کو بتانے والی
بھی نہیں ہیں۔"

ستارہ شناس پوٹلمی کہنے لگا:
"مگر میں اس سارے علم کو قلم بند کر لوں گا۔
کتاب میں لکھ لوں گا تاکہ آنے والی نسلوں
کو معلوم ہو سکے کہ ہمارے دور میں ایک خلائی
مخلوق زمین پر اُتری تھی۔"

کیٹی بھی بڑے مزے اور دلچسپی کے ساتھ ستارہ شناس
پوٹلمی کو خلائی سیارے کی باتیں سنا رہی تھی۔ اسے بھی آج

تک کوئی ایسا انسان نہیں ملا تھا جو اتنی دلچسپی اور شوق
سے اس سے اس کی باتیں پوچھتا۔

عنبر اور کیمبیٹ دونوں کو اس بات کا احساس نہیں تھا
کہ ستارہ شناس پوٹلمی کا غلام ستون کی اوٹ میں کھڑا ان
کی ساری باتیں سن رہا ہے۔

پوٹلمی نے ایک بار پھر کیبٹی سے فرمائش کی کہ وہ
اسے اپنے جسم کے کسی حصے کو کاٹ کر دکھائے۔ کیبٹی نے
چاقو لے کر ایک بار پھر اپنی ہتھیلی میں چھو دیا اور
گوشت ایک جگہ سے الگ کر دیا۔ وہاں سے ذرا
بھی خون نہ نکلا اور دیکھتے دیکھتے زخم کے دونوں کنارے
آپس میں مل کر دوبارا جڑ گئے۔

ستارہ شناس پوٹلمی کے منہ سے بے اختیار نکل گیا:

"او میرے دیوتاؤ! تم عظیم ہو۔ جو کچھ میں نے
دیکھا ہے اس پر کبھی کوئی یقین نہیں کرے گا:"

ستون کے پیچھے چھپے ہوئے حبشی غلام نے بھی جو کچھ
دیکھا تھا، اسے حیرت زدہ کرنے کے لیے بہت تھا۔ اس نے
بھی ایسا منظر زندگی میں پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔ یہ حبشی غلام اصل
میں سکندریہ میں پرانے مصر کے کاہنوں کی ایک خفیہ جماعت
کا جاسوس تھا جس کو کاہنوں نے اس لیے ستارہ شناس

پوٹلمی کے گھر میں نوکر کروا دیا تھا کہ وہ اس کی جاسوسی کرے
اور یہ معلوم کرتا رہے کہ وہ اپنے دیوتاؤں کو چھوڑ کر ستاروں
کے بارے میں کیا کیا کام کر رہا ہے۔

سکندر نے جب مصر پر قبضہ کیا اور نیا شہر سکندریہ آباد
کرایا تو اس نے یونان سے سینکڑوں پڑھے لکھے لوگوں کو مصر
بلایا کہ وہ مصری بچوں کو اور لوگوں کو سائنس کی تعلیم دیں۔
اس نے مصریوں کو اس زمانے کے مطابق جدید سائنس کی تعلیم
دینے کی بہت کوشش کی۔ کچھ مصریوں نے اس تعلیم کو پسند بھی
کیا مگر مصری لوگ بڑے تنگ دل، متعصب اور لکیر کے فقیر
تھے۔ ان میں سے کاہنوں کی جو جماعت تھی وہ تو یونانی
سائنس دانوں سے نفرت کرتی تھی۔ سکندرِ اعظم نے اگرچہ
عقل مندی سے کام لیتے ہوئے مصریوں کو مذہب کے معاملے
میں کافی چھوٹ دے رکھی تھی لیکن اس نے دیوتاؤں کے آگے
زندہ انسانوں کی قربانی کو قانوناً بند کر دیا ہوا تھا۔

مصری کاہنوں کی ایک متعصب جماعت زیر زمین چلی
گئی تھی۔ انہوں نے چھپ کر خفیہ جگہ پر سورج دیوتا کا
ایک بت بنا رکھا تھا اور وہاں ہر سال کسی نہ کسی عورت
کو پکڑ کر لاتے تھے اور سورج دیوتا کے سامنے اسے قربان
کر دیتے تھے۔ یہی وہ کاہن تھے جن کا سردار اور سرغنہ طاہون

نامی کاہن تھا۔ وہ ستارہ شناس پوٹلمی کا دشمن تھا۔ کیوں کہ
پوٹلمی کہتا تھا کہ سورج کی پوجا مت کرو۔ وہ آگ کا ایک
گولہ ہے۔ پوٹلمی یونان کے سائنس دانوں کے خیالات سے
بہت متاثر تھا۔ لیکن لکیر کے فقیر کاہن اسے پسند نہیں کرتے
تھے۔ وہ اب بھی یہی کہتے تھے کہ سورج ایک دیوتا ہے
اور لوگوں کو مارتا اور زندہ کرتا ہے۔ طاہون ان کا سردار تھا۔
وہ ستارہ شناس پوٹلمی کو اس لیے کچھ نہیں کہہ سکتا تھا کہ
پوٹلمی کو سکندریہ کے یونانی گورنر کی حمایت حاصل تھی۔
لیکن طاہون کاہن نے اپنا ایک خاص حبشی جاسوس ستارہ
پوٹلمی کے ہاں چھوڑ رکھا تھا جو اس کی رتی رتی رپورٹ لا کر
دیتا تھا۔ اسی حبشی جاسوس نے جب کاہن طاہون کو جا کر
بتایا کہ ستارہ شناس پوٹلمی کے ہاں ایک ایسی عورت آئی ہے جو
کہتی ہے کہ وہ خلاء کی رہنے والی ہے۔
"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟" طاہون نے غصے سے کہا۔
حبشی غلام بولا: "میرے آقا میں نے اپنی آنکھوں
سے دیکھا ہے کہ اس عورت کے جسم پر چاقو مارا گیا
تو زخم آپس میں مل گیا اور خون بالکل نہیں نکلا۔"
کاہن طاہون کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں۔ وہ ایک عرصے
سے سوچ رہا تھا کہ سورج دیوتا ان سے ناراض ہو گیا ہے جب

ہی اس نے ان پر یونانیوں کو حاکم کر دیا ہے چنانچہ وہ اس
تلاش میں تھا کہ سورج دیوتا کے حضور کوئی ایسی قربانی پیش
کرے کہ جس کی آج تک مثال ملنی مشکل ہو۔ ایک ایسی
عورت کو سورج دیوتا پر قربان کرے کہ جو دنیا کی سب عورتوں
سے مختلف ہو۔ اسے وہ عورت مل گئی تھی۔ اس نے حبشی
غلام سے پوچھا:
"وہ عورت کہاں رہتی ہے؟"
حبشی غلام بولا: "میرے آقا وہ عورت ستارہ شناس
پوٹلمی کے پاس ہی رہتی ہے۔ اس کا نام کیٹی ہے
ایک بھائی بھی اس کے ساتھ ہے مگر وہ خلائی مخلوق
نہیں ہے۔"
"تم جاؤ اور اس کی نگرانی کرو۔"
طاہون نے حبشی غلام کو بھیج دیا اور اپنے خاص چیلے
سے مشورہ کر کے کیٹی کو اغوا کر کے خفیہ قربان گاہ میں لانے
کا منصوبہ بنایا۔ چیلے نے کہا:
"طاہون! وہ عورت اگر کسی سیارے کی مخلوق ہے تو
ہم اسے ہلاک نہیں کر سکیں گے۔"
طاہون نے کہا: "اس پر چاقو کا زخم نہیں لگتا۔ خنجر سے
وہ قتل نہیں ہو گی تو آگ اسے بھسم کر ڈالے گی ہم

اسے بے ہوش کر کے لائیں گے اور بے ہوشی
کی حالت میں ہی سورج دیوتا کے آگے آگ میں
جلا کر بھسم کر دیں گے۔"

یہ بڑا خطرناک منصوبہ تھا۔ کیوں کہ کیٹی کو آگ جلا سکتی
تھی۔

کاہن طاہون بہت جلد اپنے خطرناک منصوبے پر عمل کرنا
چاہتا تھا۔ اس نے حبشی غلام سے سب کچھ معلوم کر لیا کہ کیٹی
کس کمرے میں سوتی ہے اور دوسرے لوگ کہاں کہاں رات
کو سوتے ہیں۔ پھر اس نے حبشی غلام کو ایک خاص عرق
دیا کہ وہ رات کو کسی طرح کیٹی کو پلا دے اور جب وہ
بے ہوش ہو جائے تو مکان کی چھت پر آ کر چراغ جلا کر
اشارہ کرے۔

حبشی غلام نے عرق کی چھوٹی سی شیشی اپنی جیب میں رکھ لی۔

ستارہ شناس پوٹلمی کے مکان پر رات کو کھانے کے
بعد کیٹی اور عنبر اور بوڑھا ستارہ شناس پوٹلمی باتیں کر
رہے تھے۔ کیٹی اپنے خلائی سیارے کے بارے میں کچھ اور
دلچسپ اور معلومات سے بھرپور باتیں بتا رہی تھی جن کو
ستارہ شناس پوٹلمی بڑے غور سے سن رہا تھا۔ وہ کہنے لگا۔

"یہ علم کی باتیں ہیں۔ ان کو سب لوگوں تک پہنچنا چاہیے

مگر مصر کے کاہن ہمارے خلاف ہیں۔ وہ لوگوں کو
جاہل رکھنا چاہتے ہیں۔ لیکن میں یہ باتیں نوجوانوں کو بتا
کر رہوں گا۔ علم حاصل کرنا ہر نوجوان کا حق ہے۔"

جب انہیں باتیں کرتے کافی دیر ہو گئی تو ستارہ شناس
پوٹلمی نے کہا:

"میرا خیال ہے اب ہمیں آرام کرنا چاہیے۔ صبح کو
پھر باتیں ہوں گی۔"

پوٹلمی اٹھ کر اپنے کمرے میں چلا گیا۔

عنبر نے کیٹی سے کہا:

"اب کیا خیال ہے تمہارا؟"

کیٹی نے کہا: "میں تو چاہتی ہوں کہ اسی بزرگ کے
پاس ساری زندگی گزار دوں۔ مگر ایسا نہیں کر سکتی۔
ہمیں ناگ اور ماریا کو تلاش کرنا ہے۔ ان کے
پاس جانا ہے اور اکٹھے تاریخ کا سفر طے کرنا ہے۔
اس لیے میرا خیال ہے کہ ہمیں کل اس شہر کو
چھوڑ کر کسی دوسرے ملک کی طرف کوچ کر دینا ہوگا۔
کیوں کہ یہاں ہمیں ناگ اور ماریا کا کوئی سراغ
نہیں ملا۔"

عنبر نے جواب دیا: "میں بھی یہی سوچ رہا تھا۔ ٹھیک

ہے ہم کل یہاں سے نکل چلیں گے۔ تم اپنے کمرے میں جا کر آرام کرو۔ میں ذرا شہر کا ایک اور چکر لگانے جاتا ہوں۔"

یہ کہہ کر عنبر مکان سے چلا گیا اور کیٹی اپنے کمرے میں آ گئی۔

حبشی غلام اس کی برابر نگرانی کر رہا تھا۔ اس نے کیٹی کے کمرے میں جو تانبے کا کوزہ تھا اور جس میں دو گلاس پانی بھرا رہتا تھا پہلے ہی سے اس میں بے ہوش کرنے والا عرق گھلا دیا تھا۔ کیٹی پلنگ پر لیٹ گئی۔ اسے پانی کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ دیر تک لیٹی رہی۔ حبشی غلام اِدھر اُدھر کام کاج کے بہانے اسے غور سے تکتا رہا۔

پھر قریب جا کر اس نے تانبے کے کوزے میں سے پانی گلاس میں ڈال کر کہا،

"آج میں اس چشمے سے پانی لایا تھا جس میں کنول کے پھول ڈوبے رہتے ہیں۔ کیا آپ نے پانی نہیں چکھا۔ بڑا خوشبودار پانی ہے۔"

حبشی غلام نے پانی کا گلاس کیٹی کو پیش کیا۔ کیٹی نے پانی پی لیا اور گلاس اسے دیتے ہوئے بولی؛

"اس میں کنول کے پھولوں کی تو خوشبو نہیں تھی۔"

حبشی یہ کہہ کر خاموشی سے باہر نکل گیا۔

"دیر سے رکھا ہوا تھا۔ خوشبو اُڑ گئی ہو گی۔"

اس نے اپنا کام کر دیا تھا۔ اب اس عرق نے اپنا کام کرنا تھا جو حبشی غلام نے پانی میں ملا دیا تھا۔ [illegible]ی غلام نے دروازہ بند کر دیا اور ایک خفیہ جگہ سوراخ کے ساتھ لگ کر کمرے میں کیٹی کو دیکھنے لگا۔

کیٹی بستر پر پہلو بدل رہی تھی۔ دو ایک بار اس نے پہلو بدلا۔ پھر اُٹھ کر بیٹھ گئی۔ حبشی غلام گھبرا گیا کہ کہیں اسے پتہ تو نہیں چل گیا کہ اسے پانی میں کچھ پلا دیا گیا ہے۔ کیٹی نے اپنے گلے پر ہاتھ پھیرا۔ کوزے کے پانی کو دیکھنے کے لیے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ وہ بے ہوش ہو کر بستر پر گر پڑی۔ اس وقت رات آدھی گزر رہی تھی۔

حبشی غلام کو جب تسلی ہو گئی کہ کیٹی پوری طرح بیہوش ہو چکی ہے تو وہ جلدی جلدی مکان کی چھت پر گیا اور پہلے سے چھپا کر رکھے ہوئے چراغ کو روشن کر کے دوبار ہلایا اور پھر اسے بُجھا دیا۔

وہاں سے چند قدم کے فاصلے پر انجیر کے درختوں میں چار ہٹے کٹے کاہن کالے کپڑوں میں ملبوس چار برق رفتار

گھوڑے بیلے روشنی کے اسی اشارے کا انتظار کر رہے تھے۔
جونہی انہوں نے چھت پر چراغ کی روشنی لہراتے دیکھی فوراً
خنجر نکال کر اندھیرے میں سے نکلے اور حبشی غلام کے۔
کھولے ہوئے پچھلے دروازے میں سے مکان میں داخل ہو
گئے۔ وہ سیدھے کیتھی کے کمرے میں آ گئے۔

اگر عنبر وہاں پر موجود ہوتا تو کیتھی کو اغوا کرنا اتنا
آسان نہ تھا۔ مگر وہ تو شہر گیا ہوا تھا۔ کاہنوں نے بیہوش
کیتھی کے منہ پر کپڑا ڈالا اور اسے اٹھا کر مکان سے باہر
لے آئے اور پھر گھوڑے پر ڈال رات کے اندھیرے میں
فرار ہو گئے۔

وہ گھوڑے دوڑاتے راتوں رات دریا پار سکندریہ کے
ایک ایسے دلدلی جنگل میں پہنچ گئے جہاں کوئی انسان نہیں
جاتا تھا۔ یہاں ایک جگہ پر زمین کے اندر جھاڑیوں میں خفیہ
راستہ جاتا تھا۔ اسی جگہ پر زمین کے اندر طاہون کاہن نے
شمع کی روشنی میں کیتھی کے چہرے کو غور سے دیکھا اور کہا:

"اس میں اور عام عورت میں کوئی فرق نہیں ہے
کون کہتا ہے کہ یہ خلائی لڑکی ہے۔"

اس کا ساتھی چیلہ کہنے لگا۔" ہمیں اس کے جسم
پر زخم لگا کر آزمانا ہو گا طاہون!"

طاہون نے جیب سے ایک خنجر نکالا۔ کیتھی کا ہاتھ

اُوپر اٹھایا۔ اس پر خنجر کی نوک سے ایک گہرا زخم ڈال دیا
سب کاہن آنکھیں کھولے دیکھ رہے تھے۔ پہلے تو وہ
یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ کیتھی کے زخم میں سے خون کا
ایک قطرہ بھی نہیں نکلا تھا۔ پھر جب ان کی آنکھوں
کے سامنے زخم آہستہ آہستہ آپس میں ملنے لگا تو طاہون
کاہن کی باچھیں کھل گئیں۔ اس نے اپنے چیلے سے کہا:

"یہ خلائی لڑکی ہے۔ ہم اس کی قربانی پیش کریں گے
ایسی قربانی پہلے کبھی نہیں دی گئی ہو گی۔ سورج دیوتا
ہم پر ہمیشہ کے لیے مہربان ہو جائے گا۔ اس کی ساری
ناراضگی دُور ہو جائے گی۔"

چیلے نے کہا: "ہمیں کل صبح ہی اس لڑکی کو سورج
دیوتا کے سامنے قربان کر دینا چاہیے۔"

طاہون کاہن کہنے لگا۔" اس لڑکی کو اسی جگہ بے ہوش
رہنے دو کل دیوتا جوگاش کا دن ہے۔ پرسوں سورج
دیوتا کے آگے چاند دیوتا کھڑا ہو گا۔ ہم تین دن بعد
یہ قربانی دیں گے۔"

ایک کاہن بولا: " طاہون اگر اس لڑکی کو ہوش آگیا
تو کہیں یہ اپنی طاقت سے یہاں سے بھاگ
نہ جائے۔"

طاہون نے کہا: "اسے ہر چار گھنٹے بعد عرق پلایا
جائے یہ عرق اسے طاقت بھی دے گا۔ زندہ بھی
رکھے گا اور ہوش میں بھی نہیں آنے دے گا۔"

طاہون کاہن زمین کے اندر ہی ایک خفیہ کمرے میں
آگیا جہاں سورج دیوتا کا بُت بنا تھا۔ اس کے آگے ایک
گڑھا کھدا ہوا تھا۔ یہاں ہر سال یہ لوگ باہر سے کسی
غریب لڑکی کو اٹھا کر لے آتے تھے اور اسے گڑھے میں
قتل کر کے پھینک دیتے تھے جب وہ تڑپ تڑپ کر
مر جاتی تو سورج دیوتا کے آگے رقص کرتے۔ بھجن گاتے
اور لڑکی کی لاش کو اسی گڑھے میں ایک طرف دفن کر دیتے۔

طاہون نے سورج دیوتا کے آگے دوزانو ہو کر کہا:
"سورج دیوتا! تمہیں خوش خبری ہو۔ ہم ایک ایسی لڑکی
کو اس بار تم پر قربان کر رہے ہیں جو ستاروں کی
دنیا کی رہنے والی ہے۔ اب تم ہم پر ناراض مت
رہو۔ ہم پر مہربان ہو جاؤ اور یونانیوں کو ہمارے
وطن سے نکال دو۔"

○

کوئی دو ایک گھنٹے بعد جب عنبر واپس مکان پر آیا تو

اپنے کمرے میں چلا گیا۔ اس کے وہم و گمان میں بھی یہ بات
نہیں آ سکتی تھی کہ کیٹی کو اس مکان سے کوئی اغوا بھی کر
سکتا ہے۔ وہ پلنگ پر لیٹ گیا اور ناگ اور ماریا کے بارے
میں سوچنے لگا۔ پھر اس نے سوچا کہ آج تھوڑی نیند بھی کر لینی
چاہیے۔ چنانچہ وہ آنکھیں بند کرتے ہی نیند کی دنیا میں پہنچ گیا۔

صبح ہوئی تو کیٹی کمرے سے باہر نہ آئی۔ حبشی غلام کو سب
کچھ معلوم تھا۔ مگر وہ اَن جان بنا ناشتے کے لیے پھلوں کا رس
نکال رہا تھا۔ باہر باغ میں انگور کی بیل کے سائے میں لکڑی
کے تخت کے سامنے لکڑی کی کرسیاں ڈال دی گئی تھیں۔ ان
کرسیوں پر ستارہ شناس پوٹلمی اور عنبر بیٹھے باتیں کر رہے تھے کہ
پوٹلمی نے کہا:
"ابھی تک ہماری بیٹی نہیں اٹھی؟"
عنبر نے کہا: "بابا۔ رات کو وہ دیر سے سوئی تھی۔"
پھر اچانک عنبر کو خیال آیا کہ کیٹی کو تو سونے کی عادت
ہی نہیں ہے۔ اُس نے حبشی غلام سے کہا:
"دیکھو تو۔ کیٹی سو کر ابھی تک کیوں نہیں اٹھی؟"
پوٹلمی کہنے لگا: "بھئی رات زیادہ دیر تک جاگتی
رہی تھی۔ سو رہی ہو گی۔ اسے آرام کرنے دو۔"
حبشی غلام اداکاری کرتے ہوئے اندر سے بھاگ کر آیا

اور بولا:

"میرے آقا! کیٹی اندر نہیں ہے؟"

پوئلمی نے اطمینان سے کہا:

"پھر کیا ہوا۔ باہر باغ میں چہل قدمی کر رہی ہو گی۔"

حبشی غلام نے صبح منہ اندھیرے ہی کوزے میں سے بیہوشی کے عرق والا پانی باہر گرا کر دوسرا صاف پانی بھر کر رکھ دیا تھا تا کہ کسی کو اس پر شک نہ پڑ جائے۔ عنبر جانتا تھا کہ کیٹی کبھی سیر وغیرہ کرنے نہیں جایا کرتی۔

اس نے کہا: "مجھے دال میں کالا کالا دکھائی دیتا ہے۔"

یہ کہہ کر وہ اٹھا اور کیٹی کے کمرے میں آ گیا۔ ستارہ شناس پوئلمی بھی اس کے پیچھے پیچھے کمرے میں داخل ہو گیا۔ سب سے پہلی بات جو عنبر نے محسوس کی یہ تھی کہ کیٹی کے پلنگ پر سے چادر کھسک کر نیچے گری ہوئی تھی جس کا صاف صاف مطلب یہی تھا کہ اسے کسی نے پلنگ پر سے گھسیٹ کر اُٹھایا ہے۔ اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا تھا کہ وہ اپنے ہوش میں نہیں تھی۔ جب عنبر نے ستارہ شناس کو بتایا کہ کیٹی کو بے ہوش کر کے کسی نے اغوا کیا ہے تو وہ دم بخود ہو کر رہ گیا۔ بولا:

"یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ میرے گھر سے اُسے کون

بے ہوش کر کے اغوا کر سکتا ہے۔"

اسی وقت حبشی غلام کو طلب کیا گیا۔ حبشی غلام نے بتایا کہ اس نے آدھی رات کو کیٹی کو اپنی خواب گاہ میں جاتے دیکھا تھا۔ اس کے بعد وہ خود بھی جا کر سو گیا تھا۔ اسے کچھ معلوم نہیں کہ پھر کیا ہوا۔ عنبر نے دیکھا کہ مکان کے باہر کچھ لوگوں کے قدموں کے نشان تھے جو آگے گھاس میں جا کر غائب ہو گئے تھے۔ اس نے فکر مند ہو کر کہا:

"کیٹی کو کسی ایسے شخص نے اغوا کیا ہے جو آپ کا دشمن ہے۔ کیوں کہ کیٹی سے کسی کی دشمنی نہیں ہو سکتی۔"

پوئلمی کہنے لگا: "میرا دشمن تو کوئی بھی نہیں ہے۔ سب مجھ سے محبت سے ملتے ہیں۔ میرا کون دشمن ہو سکتا ہے۔"

عنبر نے کہا: "سکندریہ کے مذہبی سورج پرست کاہن بھی تو آپ سے ناخوش ہیں۔"

"ہاں وہ تو ہیں مگر انہیں کیٹی کو اغوا کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ اور پھر اس سے پہلے انہوں نے کبھی میرے ساتھ اپنی دشمنی کا اظہار نہیں کیا۔"

عنبر پریشانی کے عالم میں ٹہلنے لگا۔ وہ گہری سوچ میں تھا۔ اتنا

اسے یقین تھا کہ کیٹی کو ستارہ شناس پوٹلمی کے دشمنوں نے اغوا کیا ہے۔ مگر وہ اسے اغوا کر کے کہاں لے گئے ہیں؟ اس سوال کا عنبر کے پاس جواب نہیں تھا۔ وہ پوٹلمی کے مکان سے باہر نکل آیا۔ جب وہ گھاس کے میدان سے آگے گیا تو اسے ایک جگہ ریت اور مٹی پر گھوڑوں کے سموں کے نشان دکھائی دیئے۔ یہ کوئی انوکھی بات نہیں تھی۔ سکندریہ میں سب لوگ گھوڑوں پر ہی سفر کرتے تھے۔ یہ کسی دوسرے آدمیوں کے گھوڑوں کے نشان ہو سکتے تھے۔ پھر بھی عنبر نے ان نشانوں کا پیچھا کرنا شروع کر دیا۔ مکان کی منڈھیر سے لگ کر حبشی غلام بھی عنبر کو برابر دیکھ رہا تھا وہ سراغرسانی کر رہا ہے۔ مگر اس وقت مکان سے نکل کر عنبر کا پیچھا نہیں کر سکتا تھا۔

عنبر کو گھوڑوں کے سموں کے نشان شہر سے باہر دریا کے کنارے لے گئے۔ آگے یہ نشان ایک درختوں اور جھاڑیوں کے ذخیرے کی طرف جا رہے تھے۔ یہاں زمین پر جگہ جگہ سمندر کے پانی نے دلدل بنا رکھی تھی۔ گھوڑوں کے نشان یہاں کیچڑ گھاس اور پانی میں گڈمڈ ہو گئے۔ کچھ پتہ نہیں چل رہا تھا کہ گھوڑے آگے کس طرف کو گئے ہیں۔

عنبر کو آگے سوائے چھوٹے چھوٹے درختوں اور جھاڑیوں کے اور کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ کوئی ایسی جگہ بھی نہیں تھی

کہ جس کے بارے میں عنبر کو شبہ ہوتا کہ کیٹی کو اغوا کرنے کے بعد وہاں رکھا گیا ہے۔ اسے کیٹی کی خوشبو بھی نہیں آ رہی تھی۔ کیوں کہ کیٹی زمین کے اندر کافی گہرائی میں تھی اور جس جگہ سے زمین کے اندر راستہ جاتا تھا وہ بند کر دیا گیا تھا۔ عنبر کا دل کہتا تھا کہ کیٹی کو اغوا کر کے اسی علاقے میں کسی جگہ لا کر رکھا گیا ہے۔ مگر وہ جگہ کونسی ہو سکتی تھی؟ کہاں ہو سکتی تھی؟

عنبر شام تک اس علاقے میں در بدری کرتا رہا۔ وہ دلدلی میدانوں میں بھی گیا مگر اسے کہیں کوئی سراغ نہ ملا۔ آخر تھک ہار کر وہ واپس پوٹلمی کے مکان پر آ گیا۔ پوٹلمی بھی کیٹی کے اغوا سے بہت پریشان تھا۔ اس نے اپنے کتنے ہی شاگردوں کو کیٹی کو تلاش کرنے پر لگا دیا تھا۔ وہ لوگ شہر کا کونہ کونہ چھان رہے تھے، لیکن وہاں ہوتی تو انہیں ملتی۔ رات کو ان سبھوں نے آ کر پوٹلمی کو منہ لٹکائے بتایا کہ کیٹی کا کہیں کچھ پتہ نہیں چل سکا۔

جب آدھی رات گذر گئی تو عنبر کو خیال آیا کہ کیوں نہ کسی سانپ سے مدد لی جائے۔ اس کو بلا کر کیٹی کے بارے میں پوچھا جائے۔ یہ سوچ کر وہ پوٹلمی کے مکان سے دور ایک ویرانے میں آ گیا۔ یہاں سے اس آواز میں جو ناگ نے اس

کو سکھا رکھی تھی ایک سانپ کو بلایا۔

تھوڑی دیر میں ایک کالا سانپ پھنکارتا ہوا اس کے پاس آ کر ادب سے جھک گیا اور بولا:

"عظیم ناگ کے بھائی نے مجھے کس خدمت کے لیے یاد کیا ہے؟"

عنبر نے کہا: "سنو — عظیم ناگ کی بہن گم ہو گئی ہے۔ کیا تم بتا سکتے ہو کہ وہ کہاں ہو گی؟ تمہیں جس طرف سے اس کی خوشبو آتے مجھے واپس آ کر بتاؤ۔"

سانپ اسی وقت چلا گیا۔ تھوڑی دیر بعد واپس آیا اور کہنے لگا:

"عظیم ناگ کے بھائی۔ مجھے عظیم ناگ کی بہن کی کسی جانب سے کوئی خوشبو نہیں آ رہی۔"

عنبر ایک دم مایوس ہو گیا۔ اس سانپ سے اسے بہت توقع تھی کہ وہ ضرور کیٹی کا پتہ لگائے گا۔ لیکن ہوا یہ تھا کہ طاہون کے آدمی کیٹی کو تھوڑی تھوڑی دیر بعد جو بے ہوشی کا عرق پلا رہے تھے اس نے اس کے جسم سے اٹھنے والی خوشبو کو ختم کر دیا تھا جس کی وجہ سے سانپ کو زمین کے اندر بھی کیٹی کی کوئی خوشبو نہ آئی تھی۔

عنبر نے سانپ کو ایک بار پھر تلاش کرنے کی تاکید کی تو سانپ نے کہا:

"عظیم ناگ کے بھائی۔ ہمارا ایک بار دیکھنا ہی کافی ہوتا ہے اگر ناگ دیوتا کی بہن پچاس کوس کے اندر اندر زمین کے اندر یا زمین کے اوپر کسی جگہ بھی ہوتی تو مجھے فوراً اس کی خوشبو آ جاتی اور میں اس کے پاس پہنچ جاتا۔ مگر اس سارے علاقے میں اس کی خوشبو کہیں بھی نہیں ہے۔"

یہ کہہ کر سانپ اجازت لے کر چلا گیا۔ عنبر کچھ دیر سر جھکائے کھڑا رہا۔ پھر بوجھل قدم اٹھاتا پوٹلی کے گھر کی طرف آ گیا۔
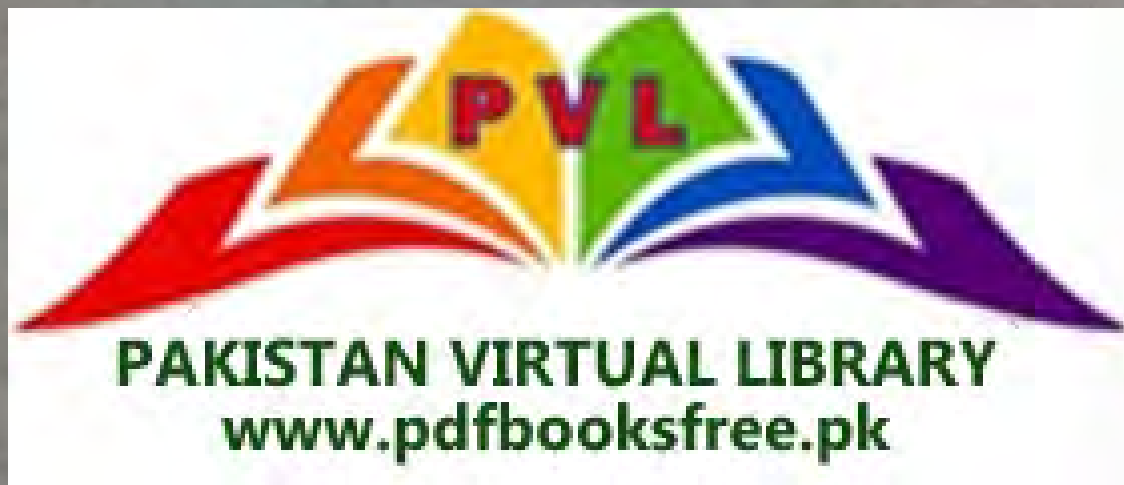
پتھر کے سانپ

اسی طرح دو دن گذر گئے۔

آخر وہ رات آگئی جس کی صبح کو سورج کے نکلتے ہی کیٹی کو سورج دیوتا پر قربان کیا جانے والا تھا۔ عنبر کی بے چینی بڑھ گئی تھی۔ اس کا دل بار بار اسے دلدلی علاقے کی طرف لے جاتا تھا اور کہتا تھا کہ کیٹی ضرور یہیں کسی جگہ قید ہے۔

اس وقت رات کا دوسرا پہر گذر رہا تھا۔ بڑی اندھیری رات تھی۔ عنبر دلدلی علاقے میں ایک جگہ زیتون کی جھاڑیوں کے قریب بیٹھا کیٹی کے بارے میں غور کر رہا تھا کہ اسے گھوڑے کے ٹاپوں کی آواز سنائی دی۔ عنبر نے دیکھا کہ ایک طرف سے دو گھوڑ سوار آئے اور زیتون کی جھاڑیوں کے پاس آکر رک گئے۔ عنبر ان جھاڑیوں کے بالکل پیچھے تھا۔ دونوں گھوڑ سواروں نے زرد رنگ کی چادروں سے اپنے جسم لپیٹ رکھے تھے۔ ایک گھوڑ سوار کے ہاتھ میں ایک لکڑی کی بالٹی تھی جو اوپر سے ڈھکی ہوئی تھی۔ دوسرے گھوڑ سوار نے

پہلے سے کہا:

"تھوچن! اب میں واپس جاتا ہوں۔ تم مقدس بیل کا پانی طاہون کو جا کر دے دینا اور کہنا کہ سارنگ تمہیں مبارک باد کہتا ہے کہ تم آج سورج نکلنے سے پہلے سورج دیوتا کے حضور ایک ایسی لڑکی کی قربانی پیش کر رہے ہو جس کی مثال نہیں ملتی اور اسے کہنا کہ میں بڑے مندر میں سورج دیوتا کے حضور بیٹھ کر تمہاری قربانی کا اثر دیکھوں گا اور قدیم مصری کاہنوں کے مذہب کے لیے دعائیں مانگوں گا۔"

عنبر کے کان کھڑے ہو گئے۔ یہ کہیں کیٹی کو قربان تو کر رہے؟ تھوچن کاہن نے کہا:

"مگر سارنگ! میں کبھی زمین کے اندر طاہون کے خفیہ مندر میں نہیں گیا۔"

سارنگ کاہن نے کہا: "وہاں کوئی نہیں جا سکتا۔ کیوں کہ یہ اکیلا مندر ہے جہاں آج بھی سال بھر میں ایک زندہ عورت کو سورج دیوتا کے حضور قربان کیا جاتا ہے۔ تم یہاں سے سیدھے جاؤ۔ وہ سامنے تمہیں بہت سی جھاڑیاں نظر آ رہی ہیں اس کے اندر سے ایک خفیہ راستہ مندر کو جاتا ہے۔"

نموچن کاہن کہنے لگا۔ "وہ مجھ پر شک تو نہیں کریں گے؟"
سارنگ کاہن بولا: "تم نیل دریا کا مقدس پانی اور کنول کے پھول لے کر جا رہے ہو جو قربانی سے پہلے لڑکی کے گلے میں ڈالے جائیں گے۔ میں نے کاہنوں کو خبر کر دی تھی کہ میں مقدس پھول اور پانی اپنے شاگرد نموچن کے ہاتھ بھیج رہا ہوں۔ وہ تمہارا انتظار ہی کر رہے ہوں گے۔ تم جاؤ اور کہنا کہ تمہیں سارنگ کاہن نے بھیجا ہے جاؤ۔ مجھے بھی واپس مقدس مندر میں پہنچنا ہے۔ قربانی کے وقت تک بڑی مشکل سے پہنچ سکوں گا۔"

یہ کہہ کر سارنگ کاہن نے گھوڑے کو ایڑ لگائی اور وہ اندھیرے میں غائب ہو گیا۔ عنبر اس کے جاتے ہی پیچھے سے لپکا اور اس نے اچھل کر نموچن کاہن کی گردن دبوچ لی اور کچھ اس طرح سے دبایا کہ نموچن کاہن گھوڑے پر بیٹھے بیٹھے ہی بے ہوش ہو گیا اور اس کی گردن لٹک گئی۔
عنبر نے اس کے ہاتھ میں پکڑی ہوئی لکڑی کی چھوٹی بالٹی لے کر نیچے زمین پر رکھی۔ اسے گھوڑے سے اتار کر اس کے منہ میں کپڑا ٹھونسا۔ ہاتھ پاؤں کس کر باندھے اور جھاڑیوں میں پھینک دیا۔ پھر اس کا زرد رنگ کا لبادہ اتارا۔ اپنے

کپڑے اتار کر پھینکے۔ زرد لبادہ جسم کے گرد لپیٹا اور مقدس پانی کی بالٹی لے کر گھوڑے پر بیٹھا اور آگے بڑھا۔
دلدل میں کچھ دُور آگے جا کر بہت سی جھاڑیوں کے ایک ہی جگہ پر جھنڈ تھے۔ یہی وہ جگہ تھی جس کے بارے میں سارنگ کاہن نے بتایا تھا کہ وہاں پر مندر کو ایک خفیہ راستہ جاتا ہے۔ عنبر گھوڑے سے اُتر آیا اور جھاڑیوں میں جھک کر راستہ تلاش کرنے لگا۔ ایک جگہ اسے کچھ جھاڑیاں آپس میں گتھم گتھا ہوتی نظر آئیں۔ عنبر نے انہیں ایک طرف ہٹایا تو آگے ایک دیوار آ گئی۔ عنبر نے دیوار پر ہاتھ مارا۔ اندر سے کسی نے آواز دے کر پوچھا:
"کون ہو؟"
عنبر نے کہا: "نموچن کاہن ہوں۔"
آواز نے پوچھا: "کس نے بھیجا ہے؟"
عنبر نے جواب دیا: "سارنگ کاہن سے مقدس نیل کا پانی اور کنول کے پھول لے کر آیا ہوں۔"
اسی وقت دیوار ایک طرف ہو گئی۔ چار کاہن دیوار کی اس جانب بڑے بڑے خنجر لیے کھڑے تھے اور عنبر کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے اپنے سامنے ایک زرد پوش کاہن کو دیکھا کہ جس

کے ہاتھ میں مقدس پانی کی بالٹی تھی تو وہ پیچھے ہٹ گئے۔
عنبر بھی بڑے اعتماد کے ساتھ اندر داخل ہو گیا۔
اور بولا:
"مجھے عظیم طاہون کاہن کے پاس لے چلو صبح
کی قربانی کے لیے میں مقدس نیل کا پانی اور پھول
لے کر آیا ہوں۔"
"ہمارے ساتھ آؤ۔"
دو کاہن وہیں کھڑے رہے۔ دو کاہن عنبر کو سرنگ کے
مختلف راستوں سے گذارتے ایک بڑی کوٹھڑی میں لے
گئے جہاں بڑا کاہن طاہون ایک کرسی پر بیٹھا تھا۔ اس کے
پیچھے اس کا چیلہ کھڑا تھا۔ طاہون نے ایک گہری نگاہ عنبر
پر ڈالی اور پوچھا:
"میں نے پہلے تمہیں نہیں دیکھا۔"
عنبر نے کہا: "میں پہلی بار یہاں آیا ہوں عظیم طاہون!"
"یہ تم کیا لائے ہو؟"
عنبر نے کہا: "اس بالٹی میں مقدس نیل کا پانی اور
کنول کے پھول ہیں۔ یہ کاہن سارنگ نے قربانی
کے لیے بھیجے ہیں۔"
طاہون نے پوچھا: "وہ خود کہاں ہے؟"

عنبر نے کہا: "وہ مقدس مندر میں سورج دیوتا کے
آگے قربانی کے وقت دعائیں مانگنے کے لیے چلا
گیا ہے۔"
طاہون نے پوچھا: "تمہارا نام کیا ہے؟"
"میرا نام تھوچن کاہن ہے۔"
اب طاہون کاہن کو یقین ہو گیا کہ یہ شخص سارنگ کاہن
کا ہی بھیجا ہوا ہے۔ اُس نے کہا:
"جاؤ مقدس نیل کے پانی کو مقدس دیوتا کے آگے
جا کر رکھ دو۔"
عنبر نے جھک کر سلام کیا اور باہر نکل آیا۔ ایک کاہن اس
کے ساتھ تھا وہ اسے اس کوٹھڑی میں لے گیا جہاں سورج دیوتا
کا بت بنا ہوا تھا۔ وہاں قربانی کی تیاریاں ہو رہی تھیں۔ گڑھے میں
سوکھی لکڑیاں چنی جا رہی تھیں تاکہ کیٹی کو اس میں لٹا کر آگ
میں جلایا جا سکے۔ چار پانچ کاہن وہاں بیٹھے اشلوک پڑھ رہے
تھے۔ عنبر نے ایک طرف مقدس پانی کی بالٹی رکھ دی اور
کونے میں دیوار کے ساتھ لگ کر ادب سے کھڑا ہو گیا۔
اب وہ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ ان لوگوں نے کیٹی کو
کہاں رکھا ہوا ہے۔ مگر وہ کسی سے بات نہیں کر سکتا تھا۔
لکڑیوں کی چتا دیکھ کر وہ کچھ حیران ہوا کہ کیٹی کو جلایا کیوں

جا رہا ہے؟ کیا ان لوگوں کو پتہ چل چکا ہے کہ کیٹی پر
خنجر کا زخم اثر نہیں کرتا؟ اس کا مطلب ہے کہ یہ لوگ
کیٹی کی تمام خصوصیات سے واقف ہیں۔ عنبر نے خدا کا شکر
ادا کیا کہ وہ وقت پر وہاں پہنچ گیا ورنہ اس آگ سے
کیٹی نہیں بچ سکتی تھی۔ اسے یہ بھی خیال آیا کہ ان لوگوں
نے ضرور کیٹی کو اب تک کسی جگہ بے ہوشی کی حالت میں
رکھا ہو گا۔ وگرنہ اس میں اتنی طاقت ہے کہ وہ ان لوگوں کو
تہس نہس کر کے فرار ہو سکتی تھی۔

عنبر کے قریب ہی ایک کاہن کھڑا تھا۔ عنبر نے یونہی
اس سے کہا:

"میں بڑے مقدس مندر سے آیا ہوں وہاں جس
عورت کو قربان کیا جاتا تھا اسے آگ میں نہیں
جلایا جاتا تھا۔"

وہ کاہن بولا: "تم نہیں جانتے۔ جس عورت کو صبح
قربان کیا جا رہا ہے اس پر خنجر تلوار کا اثر نہیں
ہوتا۔ سنا ہے وہ کسی دوسری دنیا سے آئی ہے۔ اسی
لیے اسے آگ میں جلایا جائے گا۔"

اب عنبر کے دل میں ذرا سا بھی شبہ باقی نہیں رہ گیا
تھا کہ یہ لوگ کیٹی کو سورج دیوتا کے بت کے آگے قربان

رنے کی تیاریاں کر رہے ہیں۔ اس نے باتوں ہی باتوں
ں کاہن سے پوچھ لیا کہ کیٹی کس کوٹھڑی میں قید ہے۔
وہ خاموشی سے وہاں سے کھسکا اور اس کوٹھڑی کی
رف چلا۔ اس کو راستے میں کسی نے نہ روکا۔ کیوں کہ اس کا
لیہ بھی کاہنوں کی طرح کا تھا۔

وہ ایک کوٹھڑی میں آ گیا۔ یہاں ایک تخت پر اسے
کیٹی بے ہوش پڑی دکھائی دی۔ اس کے جسم پر پھولوں کے
ار پڑے تھے۔ دو کاہن اس کے سرہانے بیٹھے اشلوک پڑھ
رہے تھے اور تھوڑی تھوڑی دیر بعد اس کے اوپر پھول پھینک
رہے تھے۔

عنبر نے کوٹھڑی کا جائزہ لیا۔ وہاں سوائے دو کاہنوں
کے اور کوئی نہیں تھا۔ کوٹھڑی کے باہر بھی کوئی پہرہ نہیں
لگا تھا۔ عنبر نے ایک دم سے کوٹھڑی کا دروازہ بند کر دیا۔
کاہنوں نے تعجب سے اس کی طرف دیکھا اور کہا کہ اس نے دروازہ کیوں بند کر دیا؟
سورج دیوتا کی روح آنے والی ہے۔

عنبر نے ایک دم سے ان دونوں پر چھلانگ لگائی
اور ان کی گردنوں کو اپنے فولادی پنجوں میں لے کر اتنی زور
سے ایک دوسرے سے ٹکرایا کہ وہ اوندھے ہو کر گر پڑے
اور پھر نہ اٹھ سکے۔ عنبر نے کیٹی کو بلایا آواز دی مگر وہ
بے ہوش تھی۔

عنبر نے جلدی جلدی ایک کاہن کے جسم سے زرد رنگ کی چادر اُتاری۔ اسے کیٹی کے جسم کے گرد لپیٹا۔ پھر اسے اپنے کاندھے پر اٹھا لیا اور کوٹھڑی سے باہر نکل آیا۔ وہ سرنگ کے دروازے کی طرف چلنے لگا۔ سرنگ میں اندھیرا تھا۔ عنبر اندازے سے چل رہا تھا۔ سامنے سے ایک کاہن مشعل ہاتھ میں لیے اس کے قریب آیا اور پوچھا کہ یہ کس کو لیے جا رہے ہو؟"

عنبر نے کہا: "یہ ہمارا ساتھی ہے۔ بے چارہ بیہوش ہو گیا ہے۔ طاہون نے حکم دیا ہے کہ اسے باہر کھلی ہوا میں لے جاؤ۔"

وہ کاہن بولا: "مگر تم تو سورج دیوتا کے مندر کی طرف جا رہے ہو؟"

کاہن بولا: "اچھا۔ تم ممتوچن کاہن ہو۔ نئے آئے ہو۔ کوئی بات نہیں۔ یہاں سے بائیں طرف گھوم جاؤ آگے تھوڑے فاصلے پر سرنگ کا دروازہ آ جائے گا۔"

عنبر نے شکریہ ادا کیا کہ اس بلا سے پیچھا چھوٹا۔ وہ کیٹی کو کاندھے پر ڈالے سرنگ میں آگے بڑھا اور بائیں طرف گھوم گیا۔ وہ بڑا خوش تھا کہ اتنا بڑا مرحلہ آسانی

سے طے ہو گیا کہ اچانک سامنے چراغ کی روشنی میں اسے طاہون کاہن اپنے چیلے کے ساتھ آتا دکھائی دیا۔ چیلے کے ہاتھ میں چراغ جل رہا تھا۔

اب پیچھے بھاگنے کا وقت نہیں تھا۔ طاہون نے بھی عنبر کو دیکھ لیا تھا۔ وہ قریب آ گیا اور عنبر کی طرف دیکھ کر بولا:

"ممتوچن! یہ کس کو اٹھائے لیے جا رہے ہو؟"

عنبر نے مسکرانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا:

"عظیم طاہون — یہ — یہ ہمارا ایک ساتھی ہے بے ہوش ہو گیا تھا۔ اسے باہر کھلی ہوا میں لے جا رہا ہوں۔"

طاہون نے اپنے چیلے کی طرف دیکھا اور حکم دیا۔

"اس بے ہوش کاہن کا چہرہ کھولا جائے۔"

عنبر کے پاؤں تلے کی زمین نکل گئی۔ چیلے نے چہرہ کھولا تو وہ کیٹی تھی۔

چیلے نے چیخ کر کہا: "طاہون! یہ شخص قربان ہونے والی عورت کو لیے جا رہا ہے۔"

طاہون کاہن غصے سے تھرتھر کانپنے لگا۔ اس نے کیٹی کو کھینچ کر عنبر کے کاندھے سے نیچے گرا لیا اور خنجر نکال

کر عنبر کی گردن پر رکھ کر کہا:
"تم کون ہو؟ تمہیں کس نے یہاں بھیجا تھا؟"
عنبر بھی اب اپنے آپ میں آگیا۔ بھانڈا پھوٹ گیا
تھا۔ تو پھر کیا ہوا۔ وہ چاہتا تھا۔ کہ خاموشی سے بغیر خون
خرابے کے کیٹی کو لے کر وہاں سے نکل جائے۔ لیکن ان
لوگوں نے خود اپنی موت کو آواز دی تھی۔ عنبر نے کہا:
"سنو طاہون! یہ میری بہن کیٹی ہے۔ میں اسے تم
لوگوں کے ظلم سے بچانے آیا تھا اور اب لے
لے جا رہا ہوں۔"
طاہون نے کڑک کر کہا: "بدبخت! کیا تمہیں پتہ نہیں
کہ تم موت کے منہ میں آ گئے ہو۔ تم سورج دیوتا
کی امانت کو چرا کر لیے جا رہے ہو۔ تمہاری بوٹی
بوٹی کر دی جائے گی۔"
عنبر نے آہستہ سے طاہون کے خنجر والے ہاتھ کو نیچے کر
دیا۔ طاہون نے غصے میں آ کر خنجر عنبر کی گردن پر پوری
طاقت سے مارا۔ خنجر ٹوٹ گیا اور کاہن طاہون کا ہاتھ
زخمی ہو گیا۔ عنبر نے کہا:
"مصری کاہن! اب تمہیں پتہ چل جانا چاہیے کہ تم
میری طاقت کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ اس لیے مجھے

اپنی بہن کو لے کر یہاں سے نکل جانے دو۔"
مگر طاہون کاہن کی آنکھوں میں خون اترا ہوا تھا۔ اسے
کچھ ہوش نہیں تھا کہ کس سے مقابلہ کر رہا ہے۔ اس نے
اپنے چیلے کو اشارہ کیا۔ چیلے نے اپنے لبادے کے اندر سے
لمبا تیز دھار والا خنجر نکالا اور عنبر کے سینے پر دو تین وار
کر دیئے۔ اب عنبر کو خطرہ پیدا ہو گیا کہ اگر اس نے ان
لوگوں کا مزاج ٹھیک نہ کیا تو کیٹی کو نقصان پہنچنے کا خطرہ
ہے۔ یہ لوگ جمع ہو کر کہیں کیٹی کے جسم پر تیل چھڑک کر اسے
آگ لگانے کی کوشش نہ کریں۔ اس لیے عنبر نے انہیں
راستے سے ہٹانے کا فیصلہ کر لیا۔
سب سے پہلے اس نے کاہن طاہون کے چیلے کو دونوں
ہاتھوں سے اوپر اٹھا لیا اور گھما کر سرنگ میں اتنی دور
اور زور سے پھینکا کہ وہ گرا اور پھر نہ اٹھ سکا۔ اب اس
نے طاہون کی گردن پر ہاتھ مارا۔ وہ لڑکھڑا کر گرا اور پھٹی
پھٹی آنکھوں سے عنبر کو دیکھنے لگا کہ یہ انسان ہے یا کوئی جن
ہے۔ عنبر نے کہا:
"آئندہ اگر تم نے کسی مظلوم عورت کو یہاں قربان
کرنے کی کوشش کی تو یاد رکھو میں ایک پل میں
یہاں آ کر تمہاری گردن مسل ڈالوں گا۔ بولو! کیا

"تم وعدہ کرتے ہو کہ آئندہ ایسی حرکت نہیں کرو گے؟"

"ہاں — میں وعدہ کرتا ہوں۔" کاہن نے لرزتے ہاتھ جوڑ کر کہا۔

عنبر نے کہا: "اب میرے آگے آگے چلو اور سرنگ کے دروازے تک مجھے پہنچاؤ۔"

کاہن طاہون زمین پر سے اُٹھا۔ اس نے زمین پر گرا ہوا چراغ ہاتھ میں تھام لیا۔ عنبر نے کیٹی کو کاندھے پر اٹھایا اور کاہن کے پیچھے پیچھے چل دیا۔ عنبر کو معلوم تھا کہ سرنگ کے منہ پر دو کاہن پہرہ دے رہے تھے۔ وہ انہیں یونہی ہلاک نہیں کرنا چاہتا تھا۔ طاہون جب سرنگ کے بند دروازے پر پہنچا تو پہرے دار کاہن ایک دم اٹھ کر کھڑے ہو گئے۔

کاہن طاہون نے انہیں حکم دیا۔

"دیوار کھول دو۔"

پہرے دار بھلا کیسے انکار کر سکتے تھے۔ انہوں نے اسی وقت دیوار ہٹا دی۔ عنبر بے ہوش کیٹی کو لے کر سُرنگ سے باہر نکل گیا۔ اس کے پیچھے سرنگ کی دیوار بند ہو گئی۔

عنبر نے آسمان کی طرف دیکھا۔ ستارے ڈھلتی رات میں پھیکے پڑ رہے تھے۔ صبح ہونے میں زیادہ دیر نہیں تھی۔

عنبر رات کے اندھیرے ہی میں بے ہوش کیٹی کو لے کر ستارہ شناس پوئمی کے مکان پر پہنچ گیا۔ پوئمی ابھی جاگا نہیں تھا۔ حبشی غلام نے کیٹی کو دیکھا تو اس کے ہاتھ پاؤں پھول گئے اور اِدھر اُدھر ہو گیا۔ پوئمی اُٹھ بیٹھا۔ کیٹی کو دیکھ کر بولا:

"بیٹی کہاں سے ملی؟"

عنبر نے کہا: "اس کو ہوش آ جائے پھر بتاتا ہوں۔"

عنبر نے بے ہوش کیٹی کو پلنگ پر لٹا دیا اور خود باہر میدان میں نکل گیا۔ وہ ایک خاص جڑی بوٹی کی تلاش میں تھا جس میں اتنی تاثیر تھی کہ اس کے سنگھانے سے ایک بار مرتا ہوا آدمی بھی اٹھ کر بیٹھ جاتا تھا۔ عنبر جڑی بوٹیوں کا ماہر تھا۔ تھوڑی سی تلاش کے بعد اسے وہ بوٹی مل گئی۔ واپس آ کر اس نے اس بوٹی کو کچل کر اس کا عرق کیٹی کو سنگھایا تو اسے ہوش آ گیا۔ عنبر کو دیکھ کر وہ خوشی سے بولی:

"عنبر بھیا! میں بے ہوش ہو گئی تھی۔ میں نے اس کوزے میں سے پانی پیا تھا کہ پھر کچھ ہوش نہیں رہا۔"

اب عنبر نے پوئمی اور کیٹی کو ساری کہانی سنائی تو کیٹی سہم گئی۔

"کیا۔ کیا وہ لوگ مجھے آگ میں جلانے لگے تھے؟"
عنبر نے کہا "ہاں لیکن خدا نے تمہیں بچا لیا۔ میں
عین موقع پر پہنچ گیا"۔
ستارہ شناس پوٹمی کہنے لگا:
"کاہن طاہون بڑا کٹر بت پرست ہے۔ میں حکومت
سے اس کی شکایت کر دوں مگر جانتا ہوں کہ حکومت
ان لوگوں کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کرنا چاہتی۔
کیا کروں"۔
عنبر بولا: "اس کے خلاف کسی قسم کی کارروائی کی
ضرورت نہیں ہے۔ میں نے اسے اتنا خوف زدہ
کر دیا ہے کہ آئندہ وہ کسی زندہ انسان کو قربان
کرنے کی جرأت نہیں کرے گا"۔
پوٹمی نے کہا: "مگر کیٹی کو بے ہوش کس نے کیا؟ اس
کوزے میں کس نے بے ہوشی کی دوا ملائی؟"
حبشی غلام ایک دم سجدے میں گر پڑا اور بولا:
"میرے آقا مجھ پر شک نہ کریں۔ میں نے ایسا کام
نہیں کیا۔ میں ایسا گناہ نہیں کر سکتا"۔
عنبر کو معلوم تھا کہ یہ شخص جھوٹ بول رہا ہے اور
اسی نے پانی میں بے ہوشی کی دوا ملائی تھی مگر وہ اسے

اب کچھ نہیں کہنا چاہتا تھا۔ اسے کیٹی واپس مل گئی تھی۔ وہ
کسی کو اب سزا نہیں دینا چاہتا تھا۔ اس نے کہا:
"بابا! اس غلام کو معاف کر دیں۔ اگر اس نے کچھ
کیا بھی ہے تو اس میں اس کا زیادہ قصور نہیں"۔
پوٹمی نے حبشی غلام کو معاف کر دیا اور وہاں سے باہر
بھجوا دیا۔
عنبر نے کہا: "بابا! اب ہمارا یہاں رہنا آپ کے
حق میں بھی اچھا نہیں ہے۔ ہمیں آج ہی یہاں سے
چل دینا چاہیے"۔
ستارہ شناس پوٹمی کہنے لگا:
"بیٹے عنبر! تم میری فکر نہ کرو۔ تم جتنی دیر یہاں رہنا
چاہتے ہو بڑی خوشی سے رہو"۔
کیٹی نے کہا: "نہیں بابا! ہم نے کافی دیر یہاں رہ
لیا ہے ابھی ہمیں اپنے سفر پر آگے بھی جانا ہے"۔
چنانچہ جب دن چڑھا تو کیٹی اور عنبر نے ستارہ شناس
پوٹمی سے اجازت لی اور اس کے گھر سے رخصت ہو گئے۔
کیٹی کا خیال تھا کہ انہیں ہندوستان یا ایران کی طرف سفر
کرنا چاہیے۔ مگر عنبر نے کہا کہ انہیں بحیرہ روم کے علاقے
ہی میں رہنا چاہیے۔ کیوں کہ ناگ اور ماریا کی ان سے

اسی علاقے میں ملنے کی اُمید ہے۔ انہوں نے طے کیا کہ
انہیں ملک یونان کی طرف سفر کرنا چاہیے۔

پس وہ ایک روز بادبانی جہاز میں سوار ہوئے اور اس
زمانے کی مشہور یونانی بندرگاہ ایتھنز کی طرف روانہ ہو گئے۔

○

اب ہم واپس ماریا کی طرف چلتے ہیں۔

آپ پڑھ چکے ہیں کہ ماریا سکندر اعظم کے جس تابوت
میں قید ہو چکی تھی۔ اس تابوت کو شہر ایتھنز کے کچھ یہودی
پادری جو اپنے دین کو پھر سے زندہ کرنا چاہتے تھے اور اس
توقع پر زندہ تھے کہ آسمان سے ان کا پیغمبر یہودا ایک بار
پھر ظہور کرے گا اس تابوت کو خفیہ طریقے سے لے کر
ایتھنز شہر سے دُور ایک ویران خانقاہ کے تہہ خانے میں
لے گئے تھے۔ اس یہودی پادری فرقے کا سردار فرینڈو تھا۔
جو سکندر اعظم کے تابوت میں رکھے ہوئے مقدس سکوں کا
چالیس روز تک چلہ کرنا چاہتا تھا۔ اسے یقین تھا کہ چالیس روز
کی ریاضت کے بعد آسمان سے مقدس یہودا کی روح زمین
پر اُتر آئے گی اور دنیا میں ایک بار پھر یہودیوں کی بادشاہت
قائم ہو جائے گی۔

ان یہودیوں کو کوئی خبر نہیں تھی کہ سکندر اعظم کی لاش
کے گلے میں جو کنٹھا پڑا ہے اس میں ماریا طلسم کے اثر سے
قید ہو چکی ہے۔ انہوں نے سکندرِ اعظم کے تابوت کو خانقاہ
کے تہہ خانے میں لے جا کر رکھ دیا اور فرینڈو پادری نے
اس کے سامنے بیٹھ کر چلہ کرنا شروع کر دیا۔

اس وقت جب کہ عنبر اور کیٹی سمندری جہاز پر سوار یونان
کے شہر ایتھنز کی طرف سفر کر رہے ہیں اور ماریا سکندرِ اعظم
کی لاش کے کنٹھے میں قید ہے۔ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ ہم ناگ
کی خبر لیں کہ جب سمندر میں سے نکل کر عورت کے ہاتھ نے اسے
اپنے ساتھ چپکا لیا اور اسے سمندر میں لے گیا تو پھر اس کے
ساتھ کیا گزری؟

ناگ سمندر سے باہر نکلے ہوئے عورت کے خوبصورت ہاتھ
کے ساتھ چپک گیا تھا۔ جب وہ پراسرار ہاتھ اسے ساتھ لے
کر نیچے سمندر میں ڈوب گیا تو ناگ کی آنکھوں کے سامنے
سنہری اور رنگ دار بلبلے سے رقص کرنے لگے۔ اسے ان
رنگین بلبلوں کے سوا اور کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ عورت کا ہاتھ
نیچے ہی نیچے جا رہا تھا۔ پھر وہ ایک غار میں داخل ہو گیا۔
یہاں روشنی نظر آنے لگی جیسے چاند نکل آیا ہو۔
سمندر کے اندر چاند کیسے نکل سکتا تھا؟ ناگ نے دیکھا کہ

وہ اب عورت کی ہتھیلی پر نہیں بیٹھا ہے بلکہ ایک چھوٹی سی گول چوکی پر بیٹھا ہے۔ اس کے ارد گرد اونچے اونچے سفید اور سبز ستونوں والا ایک ہال کمرہ ہے جس کی دیواروں پر سبز اور سُرخ سانپوں کے پتھر کے بُت بنے ہوئے ہیں۔ سامنے ایک سیاہ پتھر کا تخت بچھا ہے جس پر ایک سُرخ آنکھوں اور کچھوے کی شکل والی ایک ڈراؤنی عورت چوکڑی مار کر بیٹھی ہے۔ اس کے سیاہ بال اس کے سارے جسم پر پھیلے ہوئے ہیں۔ انگلیوں کے ناخن خنجروں کی طرح باہر کو نکلے ہوئے ہیں۔ اس کے آگے بھی ایک سیاہ سانپ پھن اٹھائے بیٹھا ہے مگر یہ سانپ بھی پتھروں کا ہے۔

ناگ نے اپنی جگہ سے رینگنے کی کوشش کی مگر اسے محسوس ہوا کہ وہ گول چوکی کے ساتھ چپکا ہوا ہے۔ صرف اس کی گردن اوپر کو اٹھی ہوئی ہے اور وہ اپنی گردن ہی ہلا سکتا ہے۔ اچانک ناگ کے کانوں میں سانپ کی آواز آئی۔ اس نے چہرہ اٹھا کر ڈراؤنی عورت کی طرف دیکھا۔ اس عورت کے کچھوے ایسے ہونٹ ہل رہے تھے۔ ناگ حیران ہوا یہ عورت اس کے ساتھ سانپ کی زبان میں بات کر رہی تھی۔

"سنو! اے ناگ دیوتا! تم خشکی کے دیوتا ہو۔ میں سمندروں کے اندر کی دیوی ہوں۔ اس سمندر پر میری

حکمرانی ہے۔ میں چاہتی ہوں کہ دوسرے سمندروں کی مخلوق پر بھی میری حکمرانی ہو۔ اس کے لیے ضروری تھا کہ ناگ دیوتا میرے قبضے میں آ جائے۔ یہ بڑا مشکل کام تھا مگر میری قسمت نے اسے آسان کر دیا اور تم خود بخود میری خوبصورت چیلی جوگن کی ہتھیلی پر آ گئے۔ اب تم میرے طلسم کے اثر میں ہو اور اس چوکی سے اس وقت تک نہیں ہل سکتے جب تک کہ میں تم پر اپنا جادو کا عمل پورا نہ کر لوں۔ پھر میرے یہ سارے پتھر کے سانپ آدھے انسان اور آدھے سانپ بن کر میرے غلام ہو جائیں گے اور میں دنیا کے سارے سمندروں کی مہادیوی بن جاؤں گی۔ کیا تم سن رہے ہو؟"

ناگ نے سانپ کی زبان ہی میں اسے جواب دیا۔

"میں سن رہا ہوں۔ تم ایک چڑیل ہو۔ دیوی نہیں ہو۔ کیونکہ جو دیوی ہوتی ہے وہ خشکی اور سمندر کی مخلوق کے ساتھ ہمدردی رکھتی ہے۔ تم راکھشس ہو۔"

راکھشس دیوی نے غصے سے کہا۔

"اگر مجھے تم پر جادو کا عمل نہ کرنا ہوتا تو تمہیں ابھی اس گستاخی کا مزا چکھا دیتی۔ مگر میں تمہیں معاف

کرتی ہوں۔ لیکن یاد رکھو اب تم یہاں سے زندہ
باہر نہیں نکل سکو گے۔ کیوں کہ جب میں اپنے
جادو کا تم پر عمل پورا کر لوں گی تو تمہارے جسم کی
کھال گل سڑ چکی ہو گی۔ تم سانپ نہیں بلکہ سانپ
کی ہڈیوں کے ڈھانچے میں بدل گئے ہو گے۔"
راکھشش دیوی نے ایک بھیانک قہقہہ لگایا۔ اس کا قہقہہ
اس قدر بلند تھا کہ سارا کمرہ لرز اٹھا۔ پھر وہ اپنے تخت
سے اٹھی اور ناگ کی چوکی کے پاس آ کر اس کے گرد سات
چکر لگائے۔ ساتویں چکر پر ناگ کو اپنے بدن میں آگ سی
لگتی محسوس ہوئی۔ وہ اپنی گردن دائیں بائیں ہلانے لگا۔ راکھشش
نے قہقہہ لگا کر کہا:

"تم اس عذاب سے بچ نہیں سکتے۔ ابھی تو میں نے
اپنا عمل شروع ہی کیا ہے۔ جوں جوں عمل آگے
بڑھے گا تمہارا جسم اس طلسم کی تپش میں گلنا شروع
ہو جائے گا۔ ساتویں روز عمل پورا ہو گا اور میں
مہادیوی کے روپ میں ظاہر ہوں گی اور تم ہڈیوں
کا ڈھانچہ بن کر نیچے گر پڑو گے۔"

ناگ نے بولنا چاہا مگر اسے اپنا گلا خشک محسوس ہوا۔
وہ کوئی آواز نہ نکال سکا۔ اس کا بدن گرم ہو رہا تھا۔

راکھشش عورت اس کے گرد ایک بار پھر پھیرے لگانے لگی
تھی۔ ناگ کے جسم کی گرمی اس حد تک بڑھتی کہ وہ تکلیف
برداشت نہ کر سکا اور بے ہوش ہو گیا۔
جب اسے ہوش تو اس نے دیکھا کہ وہ اسی چوکی سے
چپکا بیٹھا ہے۔ سوائے گردن کے وہ اور کچھ نہیں ہلا سکتا۔ راکھشش
دیوی وہاں موجود نہیں تھی۔ اس کے تخت پر ایک سرخ
رنگ کا موتی شعلے کی طرح چمک رہا تھا۔ اس کی چمک سے
سارا ہال کمرہ روشن ہو رہا تھا۔
ناگ کا جسم ابھی تک سلگ رہا تھا۔ جیسے اس کے
بدن میں کسی نے گرم گرم راکھ بھر دی ہو۔ مگر ناگ کا دماغ
پوری طرح کام کر رہا تھا۔ اس کو اپنا انجام سامنے نظر آنے
لگا تھا۔ کیوں کہ وہ طلسم کی وجہ سے مجبور اور بے بس تھا
اور یہ راکھشش اس پر اپنے خوفناک جادو کا عمل شروع کر
چکی تھی۔ دیکھا جائے تو اس کا وہاں سے زندہ بچ کر نکل
جانا واقعی بہت مشکل بلکہ ناممکن دکھائی دیتا تھا۔
اس کے باوجود ناگ نے ہمت نہیں ہاری تھی۔ وہ سوچ
رہا تھا کہ کس طرح سے وہ اس راکھشش چڑیل کے پنجے سے
باہر نکل سکتا ہے۔ ناگ سمندر کے اندر تھا مگر وہاں پانی کی
ایک لہر بھی نہیں تھی۔ ناگ کو وقت کا کوئی احساس نہیں

تھا کہ شام ہے کہ رات۔ دن ہے کہ دوپہر۔ وہ چوکی سے
چپک کر خاموش اپنے انجام پر غور کر رہا تھا کہ پھر وہی
راکھشن دیوی ظاہر ہوئی۔ اس کے ہاتھ میں ایک کانٹے دار
مُردہ مچھلی تھی۔ وہ ناگ کے قریب آکر رُک گئی اور سانپ
کی زبان میں بولی:

"میرا دوسرا طلسمی عمل شروع ہوتا ہے۔"

اور اس کے کچھوے ایسے ہونٹ ہل رہے تھے مگر ناگ
کو کوئی آواز سنائی نہیں دے رہی تھی۔ اس نے پھر پہلے کی
طرح ناگ کی چوکی کے گرد چکر لگانے شروع کر دیئے۔
جوں جوں وہ چکر لگا رہی تھی ناگ کے جسم میں گرمی
بڑھ رہی تھی۔ ناگ نے بہت ہمت سے کام لیا اور تکلیف
برداشت کرتا گیا۔ ساتواں چکر پورا کرنے کے بعد راکھشن نے
مُردہ مچھلی کو ناگ کے آگے چوکی پر رکھ دیا۔ اس مُردہ مچھلی
میں جان پڑ گئی۔ اور اس نے اپنا منہ کھول کر ناگ کی دُم
اپنے دانتوں میں پکڑ لی۔

ناگ اگر انسانی شکل میں ہوتا تو اس کی چیخ نکل جاتی۔
وہ جھنجھلایا۔ تڑپ کر رہ گیا۔ گردن نیچے کر کے مچھلی کے
سر پر ماری۔ مچھلی نے دُم چھوڑ دی اور پرے ہٹ گئی
راکھشن نے کہا:

"یہ خونی کھیل اس وقت تک جاری رہے گا جب
تک کہ تمہاری دُم یہ مچھلی کاٹ کر کھا نہیں جاتی۔ یہ حملہ
کرے گی۔ تم روکو گے۔ آخر مچھلی اپنے حملے میں کامیاب
ہو جائے گی اور تمہاری دم کٹ کر اس کے پیٹ میں
چلی جائے گی۔ اس کے بعد تم بے ہوش ہو جاؤ گے۔
کل پھر تیسرا عمل شروع ہو گا اور ایک بڑی مچھلی
لاؤں گی جو تمہارا آدھا جسم کھا جائے گی۔ اس طرح
جب سات عمل پورے ہوں گے تو تم کو سات مچھلیاں
ہڑپ کر چکی ہوں گی۔ پھر یہ ساتوں مچھلیاں یہاں آئیں
گی اور اپنے پیٹ سے تمہاری ہڈیاں نکال کر چوکی پر رکھ
دیں گی۔ اس وقت میں مہا دیوی بن چکی ہوں گی۔"

یہ کہہ کر راکھشن دیوی نے قہقہہ بلند کیا اور وہاں سے چلی گئی
ناگ کی جان عجیب مصیبت میں پھنس گئی تھی۔ مچھلی بار بار
اس کی دم پکڑتی تھی اور ناگ ہر بار اس کے سر پر اپنا سر مار
کر اسے پرے ہٹا دیتا تھا۔

○

سمندری جوگن

ناگ میں کافی ہمت اور حوصلہ تھا۔
مچھلی بار بار اس کی دم کو دانتوں میں لینے کے لیے حملہ
کرتی اور ناگ اس کے سر پر اپنا سر زور سے مارتا۔ مگر یہ
مچھلی جیسے پتھر کی بنی ہوئی تھی۔ اس پر کوئی اثر نہیں ہوتا
تھا۔ اس کے برخلاف ناگ اپنی گردن مار مار کر تھک گیا تھا۔
ہال کمرے میں عجیب سی سرخ اور پیلی رنگ کی روشنی
پھیلی ہوئی تھی۔ دیواروں پر پتھر کے سانپ بے حس تھے۔
سامنے بڑی چوکی پر تخت کے سامنے پتھر کا سیاہ سانپ اسی
طرح بیٹھا تھا۔ اگر یہ سانپ زندہ ہوتے تو ناگ اُن سے
مدد طلب کر سکتا تھا۔ اس نے ایک بار کوشش بھی کی اور
سمندری سانپوں کو اپنی مدد کے لیے آواز بھی دی مگر کوئی
اس کی مدد کو نہ آیا۔ شاید اس راکھشن دیوی کے طلسمی
دائرے کی وجہ سے ناگ کی آواز اور خوشبو وہاں سے
باہر نہیں جا رہی تھی۔ ناگ کو ماریا کا خیال آ رہا تھا کہ

نہ جانے وہ کہاں چلی گئی ہو گی۔ اس نے تو زمردیں انگور
اس کی طرف اچھال دیا تھا۔ اس نے ناگ کا ضرور وہاں
کچھ دیر رہ کر انتظار کیا ہو گا۔ لیکن مایوس ہو کر واپس چلی
گئی ہو گی۔ ناگ کو یقین تھا کہ ماریا نے زمردیں انگور عنبر کے
بُت کے منہ میں ڈال دیا ہو گا اور عنبر پھر سے زندہ ہو
چکا ہو گا۔ وہ دونوں اس کی تلاش میں ایک بار پھر کالی
چٹانوں کی کھاڑی میں آئے ہوں گے لیکن آخر وہ کب
تک اس کی راہ دیکھ سکتے تھے۔ واپس چلے گئے ہونگے۔
ناگ یہ سوچ بھی رہا تھا اور مچھلی کے خونی دانتوں سے
بچنے کی کوشش بھی کر رہا تھا۔ آخر ایک بار مچھلی نے ناگ
کی دُم اپنے منہ میں پکڑ لی۔ ناگ کے حلق سے ایک ہلکی
سی چیخ نکل گئی۔ وہ سخت تکلیف میں تھا۔ اسے ایسا لگ
رہا تھا کہ اس کی دُم اس کے جسم سے الگ ہو جائے گی
کہ اچانک ایک ستون کے پیچھے سے ایک بے حد حسین
لڑکی نمودار ہوئی۔ اس لڑکی کے بال سنہری تھے۔ آنکھیں کالی
تھیں اور اس نے جوگنوں ایسا لباس پہن رکھا تھا۔ اس کی
گردن میں رنگ برنگ منکوں کی مالائیں تھیں اور ہاتھ میں
ایک بین تھی جس کو بجا کر سپیرے لوگ سانپوں کو نچایا
کرتے ہیں۔

ناگ اس کی طرف دیکھتا رہ گیا۔

جوگن جونہی ناگ کی چوکی کے قریب آئی مچھلی نے ناگ کی دم منہ سے باہر نکال دی۔ ناگ کی تکلیف ختم ہو گئی مگر اس کا سر اور سارا جسم دُکھ رہا تھا۔ ناگ کو جوگن کی سیاہ آنکھوں میں ہمدردی کی جھلک دکھائی دے رہی تھی۔ وہ سوچنے لگا کہ جوگن سے کس زبان میں بات کرے کہ جوگن نے خود ہی سانپوں کی زبان میں ناگ سے کہا:

"ناگ دیوتا! مجھے افسوس ہے کہ میری وجہ سے تمہیں اس عذاب میں سے گزرنا پڑ رہا ہے مگر میں اس دیوی کے ہاتھوں مجبور ہوں۔"

ناگ نے حیرت سے جوگن کی طرف دیکھا اور سانپوں کی زبان میں بولا:

"تمہاری وجہ سے کیوں؟ کیا تم اس راکھشش کی جوگن ہو؟"

"ہاں ناگ دیوتا! میں ہی اس کی چیلی جوگن ہوں اور اس کے حکم پر میں ہی اپنی ہتھیلی چاند کی چودھویں رات کو سمندری کھاڑی سے باہر نکالتی ہوں کہ شاید کبھی ناگ دیوتا ادھر آ نکلے اور میری ہتھیلی کا زمردیں انگور اٹھانے کے لالچ میں ہتھیلی کے ساتھ چپک جائے۔ اور ایسا ہی ہوا۔ تم میری ہتھیلی

سے چپک گئے۔ میں مجبور تھی۔ یہ سارا کام میں نے اپنی مرضی کے خلاف کیا تھا۔"

جوگن کو اپنا ہمدرد پا کر ناگ کا حوصلہ بلند ہو گیا۔ اس نے کہا:

"جوگن! کیا تم مجھے اس مصیبت سے نکال سکتی ہو؟ میں اپنی ایک بہن ماریا کے ساتھ سمندری کھاڑی میں زمردیں انگور کی تلاش میں آیا تھا کہ اس راکھشش کے کے پنجے میں پھنس گیا۔ کیا تم مجھے اس طلسم سے آزاد نہیں کرا سکتیں؟"

جوگن نے سہمی ہوئی آنکھوں سے چاروں طرف دیکھا اور بولی:

"میں خود اس راکھشش دیوی کے طلسم کی قیدی ہوں میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتی۔"

پھر وہ کچھ دیر کے لیے رُک کر بولی:

"ہاں — ایک تدبیر ہو سکتی ہے۔"

"وہ کیا۔ جلدی بتاؤ۔" ناگ نے بے تابی سے پوچھا:

جوگن نے آہستہ سے کہا:

"اگر تم کسی طریقے سے اس دیوی کے سر کا ایک بال توڑ کر اپنے پاس چھپا کر رکھ لو تو میں تمہاری

مدد کر سکتی ہوں۔"

"مگر یہ کیسے ممکن ہو گا؟"

"کل جب وہ تمہارے پاس اپنا جادو کا عمل کرنے آئے تو تم کسی بہانے سے اسے اپنے قریب بلا لینا اور پھر اس کی آنکھ بچا کر اس کے سر کے لمبے بالوں میں سے ایک بال اپنے منہ سے پکڑ کر کھینچ لینا۔ تم فکر نہ کرو۔ راکھشن کے بالوں میں جان نہیں ہے اسے ذرا بھی پتہ نہیں چلے گا۔"

ناگ نے کہا: "میں ایسا ضرور کروں گا۔ مگر مجھے اس مچھلی سے تو بچاؤ۔ یہ تو کل تک میری دم کاٹ کر ہڑپ کر جائے گی۔"

جوگن نے چوکی پر پڑی ہوئی مچھلی کے سر پہ اپنی بین دے ماری۔ مچھلی کا سر کچلا گیا اور وہ مر گئی۔ جوگن نے کہا:

"اب یہ مچھلی تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکے گی۔ کل جب راکھشن دیوی آئے تو یہی کہنا کہ میں نے مچھلی کو اپنا سر مار مار کر ہلاک کر دیا ہے۔ اب میں جاتی ہوں زیادہ دیر یہاں پر نہیں ٹھہر سکتی۔"

اتنا کہہ کر جوگن جدھر سے آئی تھی ادھر کو چلی گئی۔

ناگ خدا جانے کب تک اسی طرح چوکی پر کنڈلی مارے

چپکا ہوا بیٹھا رہا اور مردہ مچھلی اس کے آگے رکھی رہی۔ سمندری وقت کے حساب سے جب ایک دن گذر گیا تو راکھشن دیوی نمودار ہوئی۔ آج اس کے ہاتھ میں ایک پہلے سے بڑے سائز کی مچھلی تھی۔ جونہی اس کی نگاہ مردہ مچھلی پر پڑی تو اس کی چیخ نکل گئی:

"ہائیں۔ تم نے میری مچھلی کو ہلاک کر ڈالا؟"

ناگ بولا: "میں نے اپنا سر مار مار کر اسے ہلاک کر دیا ہے۔ میں اس سے زیادہ طاقتور تھا۔ میں اب بھی تمہیں خبردار کرتا ہوں کہ مجھے آزاد کر دے نہیں تو نقصان اٹھائے گی۔"

راکھشن دیوی نے نفرت کی نگاہ ناگ پر ڈالی۔ اس کی سرخ آنکھوں سے چنگاریاں پھوٹ رہی تھیں، کہنے لگی:

"ناگ، دیوتا! تم دیوتا ہو گے تو خشکی پر ہو گے۔ یہاں میری حکومت ہے۔ آج میں جس مچھلی کو لائی ہوں وہ تمہارے آدھے جسم کو کھا جائے گی۔ یہ مچھلی تم سے ہزار گنا زیادہ طاقتور ہے۔ تم اس کے حملے کو برداشت نہ کر سکو گے۔"

یہ کہہ کر راکھشن دیوی نے مچھلی ناگ کے آگے رکھ دی۔ اس ظالم مچھلی نے لپک کر ناگ کے جسم پر تھوتھنی ماری اگر

ناگ عین وقت پر اس کے سر پر اپنا سر نہ مارتا تو وہ اس
کے جسم کا گوشت اڑا کر لے گئی تھی۔

راکھشن دیوی لمبے دانت نکال کر ہنسنے لگی اور ناگ کے
گرد چکر لگانے لگی۔ مچھلی نے بھی ناگ پر حملے شروع کر
دیئے۔ ناگ مچھلی کے حملے بھی روک رہا تھا اور راکھشن کی
طرف بھی دیکھ رہا تھا جس کے کھلے ہوئے سیاہ بال اس
کے جسم پر لہرا رہے تھے۔ ناگ نے کہا:

"اے دیوی! میں جانتا ہوں کہ تو جیت جائے گی،
میں ہار جاؤں گا۔ لیکن مرنے سے پہلے میری ایک
خواہش پوری کر دو گی؟"

راکھشن پھیرے لگاتے رک گئی بولی:

"کیا ہے تمہاری زندگی کی آخری خواہش؟"

ناگ نے کہا:

"مجھے تمہارے سیاہ بالوں کی طرف سے ٹھنڈی ہوا
آتی ہے۔ کیا تم ایک بار اپنے ٹھنڈے بالوں کو
میرے چہرے پر نہیں ڈال دو گی،؟ اس سے میرے
جسم کو آخری بار سکون مل جائے گا۔ پھر چاہے
تمہاری مچھلی مجھے ہڑپ کر جائے۔"

راکھشن دیوی مسکرائی: "بڑے شاعر لگتے ہو تم مجھے

مگر تم ناگ دیوتا ہو۔ اور ناگ دیوتا کی آخری
خواہش میں ضرور پوری کروں گی تا کہ تمہاری جان
آرام سے نکل سکے۔"

یہ کہہ کر راکھشن دیوی ناگ کے قریب آئی اور اس
نے اپنے بال ناگ کے اوپر ڈال دیئے۔ ناگ نے انتہائی
پھرتی سے کام لیتے ہوئے راکھشن دیوی کا ایک بال منہ
میں لے کر آہستہ سے اکھاڑ کر اپنی کنڈلی میں چھپا دیا
اور بولا:

"بہت بہت شکریہ دیوی۔ اب میری روح تسکین
کے ساتھ اپنے جسم سے نکل سکے گی۔"

راکھشن نے خاموش آواز میں منتر پڑھتے ہوئے ناگ
کی چوکی کے گرد چکر لگانے شروع کر دیئے۔ بڑی مچھلی
بھی اب اس پر حملے کرنے لگی تھی۔ ناگ اس کا برابر
مقابلہ کر رہا تھا۔ چکر پورے کرنے کے بعد راکھشن دیوی
نے ناگ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

"میں جا رہی ہوں۔ کل اس سے بڑی مچھلی لے کر
آؤں گی۔ یہ تمہارا آدھا جسم شام تک کھا جائے
گی۔ کل والی مچھلی تمہارا کچھ اور جسم ہڑپ
کرے گی۔"

اور راکھشن مکروہ قہقہے لگاتی وہاں سے چلی گئی۔
اس کے جانے کے تھوڑی ہی دیر بعد رحم دل جوگن
پھر نمودار ہوئی۔ اس نے سب سے پہلے آتے ہی بڑی مچھلی
کے سر پر بین مار کر اسے ہلاک کر ڈالا۔ اور بولی:
"ناگ دیوتا! میں اسی لیے جلدی آ گئی ہوں کہ
اس مچھلی کو ختم کر دوں۔ کیوں کہ مجھے معلوم تھا
کہ یہ تمھیں زندہ نہیں چھوڑے گی۔ کیا تم نے
راکھشن کا بال حاصل کر لیا ہے؟"
"ہاں" ناگ نے خوش ہو کر کہا: "یہ لو۔"
اور ناگ نے راکھشن دیوی کا بال اپنی کنڈلی کے نیچے
سے نکال کر جوگن کی طرف بڑھایا۔
جوگن نے بال کو دیکھا تو کہا:
"ناگ دیوتا! تم نے جس ہوشیاری سے کام لیا
ہے اس نے ثابت کر دیا ہے کہ تم واقعی ناگ
دیوتا ہو اور تمھیں اس مکروہ عورت پر قابو پانے
کا پورا پورا حق حاصل ہے۔"
جوگن نے راکھشن دیوی کا بال اپنے ہاتھ میں لے
لیا اور بولی:
"یہ بال تمھیں یہاں سے آزاد کرانے میں بڑی مدد

دے گا۔"
ناگ نے پوچھا: "کیا یہ مجھے اس منحوس چوکی
سے نجات دلا سکتا ہے جوگن دیوی؟"
جوگن کہنے لگی: "تم ابھی اس چوکی سے آزاد ہو
جاؤ گے۔"
اور جوگن نے راکھشن دیوی کے لمبے بال کو ناگ کے
جسم کے نیچے سے گذار دیا۔ جونہی بال ناگ کے جسم
کے نیچے سے گذر گیا۔ چوکی نے اسے چھوڑ دیا۔ وہ
آسانی سے چل پھر سکتا تھا۔ ناگ چوکی سے نیچے اترنے
لگا تو جوگن نے کہا:
"نہیں نہیں ناگ دیوتا۔ ابھی نیچے فرش پر مت
اترنا۔ نہیں تو زلزلہ آ جائے گا اور راکھشن
یہاں پہنچ کر مجھے جان سے مار ڈالے گی اور تمھیں
پھر قید کر دے گی۔"
ناگ اتنا سن کر جہاں تھا وہیں رک گیا۔ وہ چوکی پر ہی
گول چکر لگا رہا تھا۔
جوگن نے کہا:
"تم میری اس بین کے اندر چلے جاؤ۔ یہاں تم
محفوظ ہو گے۔"

جوگن نے بین آگے کر دی۔ ناگ اس بین کے منہ
میں سے گذر کر اس کے تونبے کے اندر جا کر بیٹھ گیا۔
جوگن نے کہا:

"اب میں تمہیں جس جگہ لے جا کر رکھوں گی۔
اسی جگہ رہنا اور وہاں سے باہر نکلنے کی ہرگز
کوشش نہ کرنا۔ کیوں کہ اس سارے محل میں زبردست
جادو کیا گیا ہے"۔

جوگن بین اپنے ساتھ لے کر وہاں سے نکلی اور ہال
کمرے کے کونے والی سیڑھیاں اتر کر ایک ایسی کوٹھڑی
میں چلی گئی جو کچھوے کے خول کی طرح بنی ہوئی تھی۔ اس
کوٹھڑی میں بے شمار سفید اور کالے سمندری موتی بکھرے
پڑے تھے۔ کونے میں کئی مردہ کچھوؤں کے خول بھی پڑے
تھے۔ جوگن نے ناگ کو اپنی بین کے اندر سے نکالا اور
کچھوے کے ایک خالی خول میں بند کر کے کہا:

"ناگ دیوتا! اس خول میں اس وقت تک
چھپے رہنا جب تک میں نہ تمہارے پاس آؤں"۔
ناگ نے کہا: "راکھشن میری تلاش میں ہو سکتا
ہے یہاں بھی آئے۔ اسے میری بو آ جائے گی"۔
جوگن کہنے لگی: "اس خول سے تمہارے جسم کی بو

باہر نہیں نکل سکتی۔ تم بے فکر ہو کر یہاں چھپے
رہو۔ باقی میں بندوبست کرتی ہوں"۔
یہ کہہ کر جوگن وہاں سے چلی گئی۔

ٹھیک اپنے وقت پر راکھشن دیوی اپنے تیسرے دن
عمل کرنے ناگ کی چوکی کے پاس آئی تو وہاں ناگ
کو غائب پا کر اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا۔ وہ
ششدر ہو کر رہ گئی کہ ناگ کہاں چلا گیا؟ سامنے بڑی
بیل کی لاش پڑی تھی۔ راکھشن نے ایک ایسی زوردار
چیخ ماری کہ سارے ہال کمرے میں زلزلہ سا آ گیا۔ اس
چیخ کی آواز ناگ نے بھی کچھوے کے خول کے اندر بیٹھے
بیٹھے سنی۔ وہ سمجھ گیا کہ راکھشن کو اس کے آزاد ہونے
کا پتہ چل گیا ہے۔

راکھشن نے اسی وقت جوگن کو بلایا اور پوچھا:
"ناگ دیوتا کہاں چلا گیا؟ میں اسے اسی جگہ
چھوڑ کر گئی تھی۔ وہ یہاں سے اتر نہیں سکتا
تھا۔ وہ میرے جادو میں جکڑا ہوا تھا"۔
جوگن نے سر جھکا کر کہا:
"اے مہا دیوی! میں تو ابھی ابھی کمرے میں آئی
ہوں میں نے ناگ دیوتا کو یہاں سے جاتے

نہیں دیکھا۔
راکھشن دیوانوں کی طرح کمرے میں چکر لگا رہی تھی۔ اس
کے نتھنوں سے چنگاریاں پھوٹ رہی تھیں اور غصے سے
آنکھیں باہر کو اُبل آئی تھیں۔
"وہ کہاں جا سکتا ہے؟ اس کے پاس میرے جادو
کا توڑ کہاں سے آ گیا؟ ضرور کسی نے غداری
کی ہے۔"
جوگن نے کہا: "مہا دیوی! یہاں میرے سوا اور
کون ہے اور میں آپ کی داسی ہوں۔ مجھے آپ
کے طلسم کا توڑ بھی معلوم نہیں ہے۔"
"پھر وہ کہاں فرار ہو گیا؟" راکھشن نے چیخ کر کہا۔
جوگن بولی: "مہا دیوی! وہ ناگ دیوتا ہے، ہو
سکتا ہے دوسرے سمندر سے کسی سانپ نے یہاں
آ کر اس کی مدد کی ہو۔"
"یہ ناممکن ہے۔ کسی سانپ کی ہمت نہیں کہ
میرے سمندر کی حکمرانی میں داخل ہو سکے۔ اسے
تلاش کرو۔ محل کا ایک ایک چپہ چھان مارو۔
اسے تلاش کرو۔ میں مہا دیوی بنوں گی۔ میں مہا دیوی
ضرور بنوں گی۔"

راکھشن نے جوگن کے ساتھ مل کر ناگ کی تلاش شروع
ی۔ سمندر کی ساری مچھلیاں بھی ناگ کی تلاش میں
کھڑی ہوئیں۔ راکھشن دیوی جوگن کو لے کر اس کوٹھڑی
بھی آ گئی جہاں موتیوں اور گھونگوں کے خولوں کے ڈھیر
ل تھے۔ جوگن کا دل دھڑکنے لگا۔ ناگ اس خالی خول
بند خاموش بیٹھا تھا۔ وہ راکھشن دیوی کی آواز سن
تھا۔ وہ سخت غصے میں تھی اور طلسم کے منتر پڑھ
ہ کر پھونک رہی تھی۔ مگر کچھوے کا خول ناگ نے آگے
بند کر دیا تھا اور کچھوے کے خول پر طلسم کا اثر نہیں
ا اور پھر ناگ کی بُو بھی باہر نہیں آ رہی تھی۔
جوگن کسی طرح یہ کہہ کر راکھشن کو اس کوٹھڑی سے باہر
گئی کہ ناگ دیوتا کو سمندری کھاڑی کے اوپر کالی چٹانوں
تلاش کیا جانا چاہیے۔ ہو سکتا ہے کہ وہ سمندر کے
پر نکل گیا ہو۔
ناگ اس کوٹھڑی میں اکیلا رہ گیا۔ وہ کچھوے کے خول
کے اندر خاموش بیٹھا رہا۔ شاید اسے وہاں چھپے چھپے
یک دن اور ایک رات گزر گئی تھی کہ اسے کوٹھڑی
یں قدموں کی آہٹ سنائی دی۔ پھر کسی نے خول کو اُٹھایا
اور ناگ کو جوگن کی آواز آئی:

"ناگ دیوتا! ہمارے یہاں سے فرار ہونے کا وقت
آ گیا ہے۔"
ناگ نے تعجب سے پوچھا:
"کیا تم بھی یہاں سے جا رہی ہو جوگن؟"
"ہاں ناگ دیوتا ــــ میں بھی اس قید سے چھٹکارا
حاصل کرنا چاہتی ہوں۔"
"مگر تم تو سمندر کے اندر رہتی ہو۔ کیا تم خشکی
پر زندگی رہ سکو گی؟" ناگ نے سوال کیا۔
جوگن نے کہا: "اگر تم جو خشکی پر رہنے کے
عادی ہو یہاں سمندر کے اندر زندہ ہو تو میں
بھی خشکی پر زندہ رہ سکوں گی۔"
ناگ نے پوچھا:
"تم کہاں جاؤ گی۔ کیا تمہارا کوئی گھر ہے؟"
جوگن بولی:
"یہ ساری باتیں تمہیں فرار ہونے کے بعد بتاؤں
گی۔ اس وقت ان باتوں کا وقت نہیں ہے۔
تم اس خول میں سے نکل کر میری بین میں
آ جاؤ۔"
ناگ خول میں سے رینگ کر نکلا اور جوگن کی بین

ں داخل ہو گیا۔ جوگن اسے لے کر ہال کمرے میں آئی۔
ں کمرے میں جہاں سامنے والی دیوار تھی۔ اس کے پیچھے
ک چھوٹی سی سرنگ باہر کھلے سمندر میں نکل جاتی تھی۔
جوگن کا منصوبہ یہ تھا کہ وہ اس سرنگ میں سے گذر کر
باہر کھلے سمندر میں نکل جائے گی لیکن جونہی وہ ہال کمرے
میں آئی تو اُس کے ہوش اُڑ گئے۔
اس کے سامنے راکھشش پوری چڑیل کی شکل میں کھڑی تھی
اس کے سیاہ بال کانٹوں کی طرح کھڑے تھے۔ لمبے دانت
باہر نکلے ہوئے تھے اور آنکھوں سے سرخ شعاعیں نکل رہی
تھیں۔ اس وقت ناگ کی بُو بھی آ رہی تھی۔ راکھشش نے ایک
دھاڑ ماری اور گرج کر کہا:
"جوگن! تمہاری بین میں ناگ دیوتا ہے۔ تم نے
غدّاری کی۔ تمہیں سزا ملے گی۔"
اور راکھشش دیوی کے منہ سے ایک ایسی گرم ہوا لہروں
کی شکل میں نکلی کہ جوگن اگر اچھل کر پیچھے نہ بیٹھ جاتی تو
وہ جل کر بھسم ہو گئی تھی۔ بین اس کے ہاتھ سے چھوٹ
کر گر پڑی۔ راکھشش دیوی نے دوسری بار جوگن پر گرم شعاعیں
پھینکیں تو وہ ایک ستون کے پیچھے ہو گئی۔ یہ گرم شعاعیں
جب بین پہ پڑیں تو ناگ نے اپنے اندر ایک حیرت انگیز

تبدیلی محسوس کی۔

اس کو محسوس ہوا کہ اس کی ساری طاقت واپس آ گئی ہے۔

اس نے زور سے پھنکار ماری اور وہ سانپ کی شکل سے غائب ہو کر ایک ننھے سے مکوڑے کی شکل میں بین سے باہر آ گیا۔ راکھشن اسے نہیں دیکھ سکی تھی۔ اس نے بین کو پکڑ کر توڑ ڈالا مگر ناگ وہاں نہیں تھا۔ ناگ مکوڑے کی شکل میں لپک کر ستون کے پاس آ گیا جہاں جوگن سہمی ہوئی کھڑی تھی۔ ناگ نے اپنی طاقت کو پوری طرح سے محسوس کیا تو وہ دوبارا پھنکار مار کر ایک اژدہا کی شکل میں راکھشن کے سامنے آ گیا اور اس نے سانپ کی آواز میں سمندری سانپوں کو آواز دی۔

راکھشن دیوی نے اپنے سامنے اژدہا کو دیکھا تو فوراً پہچان گئی کہ یہی ناگ دیوتا ہے۔ اس نے اژدہا پر طلسم پھینکا مگر ناگ پر کوئی اثر نہ ہوا۔ ناگ نے پتھر کے سانپوں پر اژدہا کی پھنکار ماری تو سارے کے سارے پتھر کے سانپوں میں جان پڑ گئی۔

اب ناگ نے ایک بار پھر پھنکار ماری اور شیش ناگ کے سانپوں کی کرامت پر عمل کرتے ہوئے غیبی سانپ بن

کر ہال کمرے میں اڑنے لگا۔ پتھر کے سانپوں نے حرکت کرنی شروع کر دی تھی۔ غیبی سانپ بن کر ناگ نے ایک ایک پتھر کے سانپ کے پاس جا کر اس کے پتھریلے جسم سے اپنا جسم ٹکرایا۔ ناگ کے جسم سے ٹکراتے ہی پتھر کے سارے سانپ پھر سے زندہ سانپ بن کر پھنکارتے ہوئے دیواروں پرسے اتر پڑے اور کمرے کے درمیان میں آ گئے۔

راکھشن چڑیل نے اپنے جادو کا آخری طلسم پڑھ کر پھونکا مگر ان سانپوں پر اس کے طلسم کا کوئی اثر نہ ہوا۔ ناگ دوبارا اپنی اژدہا کی شکل میں آ گیا۔ جوگن ستون کے پیچھے کھڑی یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ اتنے میں سمندر کے دوسرے سانپ بھی ناگ دیوتا کی آواز پر وہاں آ گئے۔

ناگ نے انہیں حکم دیا:

"اس چڑیل کو اس کے ظلم کا مزا چکھاؤ۔"

سارے کے سارے سمندری اور دیوار والے پتھر کے سانپ لپک کر راکھشن دیوی کے جسم سے چمٹ گئے اور اسے بار بار ڈسنے لگے۔ راکھشن زمین پر گر پڑی۔ وہ چیخیں مارنے اور چلانے لگی۔ ناگ نے جوگن سے کہا:

"جوگن! اب ہمیں یہاں سے بھاگ کر جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ اب ہم بڑے آرام سے

یہاں سے جائیں گے۔"
جوگن نے کہا:
"ناگ دیوتا! تمہاری طاقت اچانک واپس نہ
آجاتی تو ہمارا اس چڑیل سے بچ کر نکل جانا
ناممکن تھا۔ میرے ساتھ آؤ۔ ہم محل کی سیڑھیوں
پر سے اوپر جائیں گے۔"
ناگ اژدہا کی شکل میں جوگن کے ساتھ رینگتا سیڑھیوں
کی طرف بڑھا۔ اس وقت سانپوں نے راکھشش دیوی کا
سارا جسم ڈھانپ رکھا تھا اور وہ مر چکی تھی۔
سیڑھیاں محل کی چھت پر چلی گئی تھیں۔ یہاں پانی
ہی پانی تھا اور سمندری لہریں ٹھاٹھیں مار رہی تھیں۔
جوگن نے ناگ دیوتا کو اپنے ساتھ لپیٹ لیا اور تیرتی
ہوئی سمندر کی سطح سے اوپر نکل آئی۔
ناگ نے باہر کھلی فضا میں آکر ایک گہرا سانس لیا
اور دیکھا کہ صبح کی روشنی چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی۔
سمندری کھاڑی وہی تھی جہاں اسے جوگن کا خوب صورت
ہاتھ کھینچ کر سمندر کے اندر لے گیا تھا۔ جوگن نے ناگ
کو گلے سے اتار دیا تھا اور وہ دونوں تیرتے ہوئے سمندر
سے باہر نکل کر کنارے پر اس جگہ آ گئے جہاں پہلے روز

ماریا اور ناگ آ کر کھڑے ہوئے تھے۔
ناگ نے سانس لے کر باہر کو پھینکا اور اپنی اصلی
انسانی شکل میں آ گیا۔
جوگن اس کی طرف دیکھ کر بولی:
"ناگ دیوتا تم انسان کی شکل میں بہت خوبصورت ہو۔"
ناگ مسکرا کر بولا:
"جوگن میری اس قسم کی تعریف پہلے کسی نے
نہیں کی۔ شکریہ!"
جوگن اور ناگ چلتے چلتے ان کالی چٹانوں سے باہر
نکل آئے۔ اب اُن کے سامنے ایک وسیع سمندر ہی سمندر
تھا۔ ناگ نے کہا:
"یہ بحیرۂ روم ہے جوگن — یہاں سے سکندریہ
بہت دُور ہے اور بصرہ بھی بہت دُور ہے۔"
جوگن نے کہا:
"ناگ دیوتا! تم کس طرف جانا چاہتے ہو؟"
ناگ کہنے لگا:
"میرا ارادہ تو مصر جانے کا ہے۔"
جوگن کہنے لگی:
"اگر تم میرے ساتھ یونان چلو تو میں تمہیں اپنے

ماں باپ سے ملاؤں گی جو وہاں مشہور شہر ایتھنز
میں رہتے ہیں۔"
ناگ نے کہا:
"میں تمہارے ساتھ ایتھنز جانے کو تیار ہوں مگر
تم نے ابھی تک مجھے اپنے بارے میں نہیں بتایا
کہ تم اصل میں کون ہو اور اس سمندری چڑیل کے
جادو میں کیسے پھنس گئی تھی؟"
جوگن کہنے لگی:
"میں یونان کے مشہور شہر ایتھنز کے ایک
شاہی سپیرے کی پوتی ہوں۔ میرا باپ بھی سپیرا
ہے اور ہم لوگ زہریلے سانپ پکڑ کر ان
کے زہر نکال کر حکیموں کے پاس بیچتے تھے جو
انہیں دواؤں میں ڈالتے تھے۔ ایک رات میں
کھلی چھت پر سو رہی تھی کہ ایک چڑیل کا
تخت میرے اوپر سے گذرا اس کے تخت
سے گھنگھروؤں کی آواز آ رہی تھی۔ وہ تخت
میرے اوپر آ کر رُک گیا۔ میں بستر پر ہی جم
کر رہ گئی۔ وہاں سے ذرا نہ ہل سکتی تھی۔ وہ
چڑیل یہی راکشش تھی۔ اس نے مجھے جادو کے

زور سے اغوا کیا اور سمندر کے نیچے لے گئی اور
ہر چاند کی چودھویں کو میری ہتھیلی پر زمرّدیں
انگور رکھ کر اسے پانی سے باہر نکال دیتی جب
کوئی لالچی انسان اسے حاصل کرنے کے لیے آتا
تو میں اسے پانی میں کھینچ کر لے جاتی اور راکشش
اسے اپنی خوراک بنا لیتی۔ بس اتنی میری کہانی ہے
اب مجھ پر جادو کا اثر نہیں ہے۔ اب میں
ایک عام کمزور عورت کی طرح ہوں اس لیے
میں تم سے درخواست کروں گی کہ تم مصر جانے
کی بجائے مجھے میرے ماں باپ کے پاس ایتھنز
چھوڑ آؤ۔"
ناگ نے کہا:
"کوئی بات نہیں۔ میں تمہیں پہلے تمہارے ماں
باپ کے پاس ہی چھوڑ آؤں گا مگر سوال یہ ہے
کہ ہم ان چٹانوں سے نکل کر سمندر میں ایتھنز کے
ساحل تک کیسے سفر کریں گے۔"
جوگن کہنے لگی:
"اس کے لیے ہمیں کسی جہاز کا انتظار کرنا ہوگا
جو یہاں کبھی نہیں آئے گا۔ کیوں کہ ان نوکیلی چٹانوں

کی طرف کوئی جہاز نہیں آتا۔"

ناگ بولا:

"میں اس کا انتظام کرتا ہوں۔"

اس نے اس وقت ایک جگہ بیٹھ کر سانپ کی آواز میں سمندری اژدہا کو بلایا۔ اژدہا سمندر کی لہروں میں سے ایک چٹان کی شکل میں باہر نکل آیا اور آداب بجا لایا۔

"کیا حکم ہے ناگ دیوتا۔ میں خدمت کے لیے حاضر ہوں۔"

ناگ نے اسے کہا کہ وہ ان دونوں کو لے کر ملک یونان کی بندرگاہ ایتھنز کی طرف چلے اور جلدی پہنچا دے۔

اژدہا نے کہا:

"جو حکم عظیم ناگ دیوتا۔"

اور اژدہا نے اسی وقت ایک کشتی کی شکل بنا لی جس میں جوگن اور ناگ سوار ہو گئے اور وہ اژدہا بڑی تیز رفتاری کے ساتھ سمندر میں سفر کرنے لگا۔

ناگ نے جوگن سے پوچھا:

"تمہارا اصلی نام کیا ہے؟"

جوگن نے بتایا کہ اس کا اصل نام اسپاسیا میلوگنی کھاماس ہے۔ ناگ نے کانوں پر ہاتھ رکھ کر کہا:

"اف اتنا لمبا نام میں یاد نہیں رکھ سکتا۔ میں تو تمہیں جوگن ہی کہا کروں گا۔"

جوگن ہنسنے لگی اور بولی:

"ناگ دیوتا تم نے اپنے بارے میں مجھے نہیں بتایا کہ تم انسان کی شکل میں اس دنیا میں کس کی تلاش میں ہو اور ان کالی چٹانوں میں زمردیں انگور کس کے لیے لینے آئے تھے۔"

ناگ نے اسے ساری کہانی سنائی۔ مگر یہ نہ بتایا کہ وہ عنبر اور ماریا اور کیٹی ہزاروں برسوں کے واپسی کے سفر پر چلے جا رہے ہیں۔ بس اتنا ہی کہا کہ اس کی ایک بہن ماریا ہے۔ ایک بہن کیٹی اور ایک دوست عنبر ہے۔ وہ سب مل کر سفر کر رہے تھے کہ عنبر کسی وجہ سے غائب ہو گیا جس کو واپس لانے کے لیے زمردیں انگور کے دانے کی ضرورت تھی۔

جوگن نے کہا:

"کیا تمہیں امید ہے کہ ماریا یا عنبر سے تمہاری ملاقات مصر میں ہو جائے گی؟"

ناگ بولا: "امید ہے بھی اور نہیں بھی۔ لیکن مجھے ان کی تلاش میں کبھی نہ کبھی مصر جانا ہی

ہو گا۔"

جوگن کہنے لگی: "ہو سکتا ہے وہ ہمیں ایتھنز ہی میں مل جائیں۔"

ناگ نے کہا:

"خدا کرے کہ ایسا ہی ہو۔ اگر ان میں سے کوئی بھی ایتھنز یا کسی دوسرے شہر میں ہوا تو مجھے شہر کے اندر اس کی خوشبو آ جائے گی۔"

اسی طرح وہ سمندر میں سفر کرتے گئے۔ اژدہا بڑی تیزی سے سمندری لہروں کو چیرتا ہوا آگے ہی آگے بہا چلا جا رہا تھا۔ دو دن کے سمندری سفر کے بعد انہیں دُور سے ایک شہر کی عمارتیں نظر آنے لگیں۔

ناگ نے پوچھا:

"جوگن! کیا یہ تمہارا شہر ہے یا کوئی دوسرا شہر ہے؟"

جوگن بڑے شوق سے ان عمارتوں کی طرف دیکھ رہی تھی جو سمندر کے کنارے دور پہاڑی کے دامن میں غروب ہوتے سورج کی روشنی میں صاف نظر آ رہی تھیں۔ اس نے کہا،

"یہ میرا وطن ہے۔ ایتھنز — یونان کا سب سے خوبصورت شہر۔"

پیارے دوستو! آپ پڑھ چکے ہیں کہ یہ وہی شہر ہے جس

کی ایک خانقاہ کے تہہ خانے میں پادری فرینڈو سکندر اعظم کے تابوت کے سامنے بیٹھا اس پر چلہ کر رہا ہے جو چالیس دن کا ہے اور جس کے اندر سکندرِ اعظم کی لاش کے گلے کے کنٹھے میں ماریا جادو کے اثر سے قید ہو چکی ہے۔

دوسری طرف عنبر اور کیٹی بھی ستارہ شناس پوٹمی سے رخصت ہو کر ناگ اور ماریا کی تلاش میں اسی شہر کی طرف چلے آ رہے ہیں۔

ہو سکتا ہے کہ اس تاریخی شہر میں ایک مدت کے بعد ان چاروں دوستوں اور صدیوں کے مسافروں کا ملاپ ہو جائے اور اس کے بعد ان کا اکٹھے ہی سفر شروع ہو۔

اژدہا شہر ایتھنز کی بندرگاہ سے کافی فاصلے پر ہی ایک جگہ سمندر کے کنارے آ کر لگ گیا اور بولا:

"عظیم ناگ دیوتا! ایتھنز کا مشہور شہر وہ سامنے نظر آ رہا ہے۔ میرے لیے اگر کوئی اور حکم ہو تو فرمائیں۔"

ناگ نے کہا:

"نہیں۔ اب تم جا سکتے ہو۔"

جوگن اور ناگ اژدہا کے جسم کی بنی ہوئی کشتی میں سے نکل کر کنارے پر اتر آئے۔ اژدہا سمندر میں غوطہ لگا

گیا۔ جوگن نے کہا:

"ناگ دیوتا! میں نے دو دن سمندر میں سمندری گھاس کھا کر گذارہ کیا ہے۔ اب میں اپنے گھر جا کر جلدی سے بھنا ہوا گوشت اور چشمے کا پانی پینا چاہتی ہوں۔"

ناگ مسکرایا۔ "تم کتنی مدت گھر سے باہر سمندر کے اندر رہ کر سمندری خوراک کھاتی رہی ہو؟"

"دو برس ــــ مجھے گھر والوں سے جدا ہوئے دو برس گذر گئے ہیں۔"

ناگ نے کہا:

"تمہارے ماں باپ تمہیں دیکھ کر بہت خوش ہوں گے"

"اسی لیے تو میں جلدی گھر پہنچنا چاہتی ہوں۔"

جوگن نے ناگ کو اپنے ساتھ لیا اور ایک کچی سڑک پر آ گئی جو شہر کی طرف جاتی تھی۔

اس نے ناگ سے کہا:

"میں ان راستوں سے واقف ہوں۔ اگر ہمیں کوئی تیز رفتار رتھ مل گیا تو اس پر بیٹھ جائیں گے۔"

ناگ نے کہا:

"کیا یہاں سواریوں والے رتھ بھی چلتے ہیں؟"

"کیوں نہیں۔ تم جا کر دیکھو گے کہ ہمارا شہر کتنا بڑا ہے۔"

جب جوگن ایتھنز شہر کی ایک گلی میں سے گذر کر اپنے گھر میں داخل ہوئی تو اس کا باپ اور ماں اسے دیکھ کر خوشی سے لپٹ گئے۔ ان کی آنکھوں سے خوشی کے آنسو بہہ رہے تھے۔ وہ بار بار اپنی پیاری بیٹی کا منہ چوم رہے تھے۔

"تم کہاں چلی گئی تھیں بیٹی اسپاسیا؟"

جوگن نے انہیں بتایا کہ رات کو ایک چڑیل اسے چھت پر اٹھا کر لے گئی تھی۔

"اس نوجوان نے مجھے چڑیل کی غار سے آزاد کرایا۔ ماما اگر یہ نوجوان نہ ہوتا تو چڑیل مجھے کبھی نہ چھوڑتی۔"

جوگن کے باپ نے ناگ کا بہت بہت شکریہ ادا کیا۔

اسی وقت ان کے سامنے بھنا ہوا گوشت، پھل اور ٹھنڈا پانی رکھا گیا۔ جسے جوگن نے بڑے شوق سے کھایا۔ ناگ بھی اس کے ساتھ تھوڑا تھوڑا کھاتا رہا۔ اس مکان کی ایک کوٹھڑی میں کچھ سانپ ٹوکروں اور پٹاریوں میں بند تھے۔ کیوں کہ جوگن کا باپ ایک سپیرا تھا اور وہ جنگل سے سانپ پکڑ کر لاتا تھا اور ان کا زہر نکال کر فروخت کرتا تھا۔ ان سانپوں نے ناگ دیوتا کی بو محسوس کر لی تھی اور وہ ٹوکروں اور پٹاریوں میں

بے چین ہو رہے تھے۔ جوگن نے جان بوجھ کر اپنے ماں باپ
کو ناگ دیوتا کے بارے میں نہیں بتایا تھا۔ ناگ نے بھی
اسے منع کر دیا تھا کہ اس کے بارے میں کسی کو کچھ نہ
بتایا جائے۔

سانپوں کی پریشانی کی جوگن کے سپیرے باپ کو
بھی ہو گئی۔ وہ جلدی سے کوٹھڑی میں گیا اور دیکھا کہ سانپ
ٹوکروں اور پٹاریوں سے باہر آنے کی کوشش کر رہے تھے۔ اس
نے جوگن سے آ کر کہا:

"میں ذرا شہر کی سیر کو جاتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ کہیں
ماریا یا عنبر کا کچھ سراغ مل جائے مجھے ابھی تک
ان میں سے کسی کی خوشبو نہیں آئی۔ پھر بھی میں شہر
کا ایک چکر لگانا چاہتا ہوں۔"

جوگن نے کہا:

"واپس یہاں آ جاؤ گے نا؟ گھر کا رستہ تو نہیں
بھول جاؤ گے؟"

ناگ بولا: "مجھے تمہاری خوشبو تمہارے گھر پر
لے آئے گی۔"

اور وہ مسکراتا ہوا گھر سے باہر چلا گیا۔

ناگ نے شہر کے بازاروں اور گلی کوچوں میں پھرنا شروع

کر دیا۔ یہ شہر بڑا خوبصورت تھا۔ اگرچہ گلیاں گنجان تھیں اور
صفائی وہاں زیادہ نہیں تھی مگر شہر کے باہر کا علاقہ بڑا
خوب صورت تھا اور امیر لوگوں کے محل جگہ جگہ بنے ہوئے
تھے۔ جن کے آگے باغ تھے۔ وہ جس جگہ جاتا وہاں کی خوشبو
سونگھتا۔ اسے کہیں ماریا یا عنبر کیٹی کی خوشبو نہیں آ رہی تھی۔
اس نے سوچا کہ کیوں نہ عقاب بن کر وہ شہر کا پورا چکر
لگائے شاید کسی جگہ سے اسے خوشبو آ جائے۔

ناگ شہر سے باہر ایک درخت کے نیچے آ گیا۔ یہاں اس
نے ایک سانس کھینچ کر چھوڑا اور سیاہ عقاب کی شکل میں
فضا میں غوطہ لگا کر بلند ہو گیا۔ اس نے پورے شہر کا ایک
چکر لگایا۔ پھر شہر سے باہر نکل آیا اور دور دور تک اڑنے
لگا۔ اچانک فضا میں اسے ماریا کی خوشبو محسوس ہوئی۔ وہ چونک
اٹھا۔ جدھر سے خوشبو کی لہر آئی تھی ناگ اس طرف کو چلا۔
خوشبو تیز ہو رہی تھی۔

ناگ ایک چھوٹے سے ٹیلے کے اوپر سے گزرا تو اسے
محسوس ہوا کہ خوشبو اسی مقام سے آ رہی ہے۔ اس نے جھک
کر دیکھا۔ نیچے یہودیوں کی ایک پرانی خانقاہ کا بیضوی گنبد
بنا ہوا تھا۔ کیا ماریا اس خانقاہ میں ہے؟ ناگ نے سوچا۔
خوشبو اسی خانقاہ کے اندر سے آ رہی تھی۔ ناگ ٹیلے کے

قریب خانقاہ کے گنبد کے کنگرے پر بیٹھ گیا۔ اور نیچے دیکھنے لگا کہ کون آتا جاتا ہے۔ خانقاہ پر ویرانی چھائی تھی نہ کوئی پادری باہر آیا تھا اور نہ کوئی اندر جاتا نظر آیا تھا۔ ناگ نے سوچا کہ اس خانقاہ کے اندر چل کر دیکھنا چاہیے کہ خوشبو کس جگہ سے آ رہی ہے اور ماریا اندر کس حال میں ہے۔ ناگ گنبد سے نیچے اُتر کر زمین پر آ گیا۔ وہ جھاڑیوں کی اوٹ میں ہو گیا اور اس نے وہاں اپنی شکل بدلی اور ایک چھوٹے سے مٹیالے رنگ کے سانپ کی شکل اختیار کر لی اور خانقاہ کے دروازے کی طرف رینگنے لگا۔ جب وہ خانقاہ کے دروازے میں داخل ہوا تو ماریا کی خوشبو برابر آ رہی تھی۔ دروازے کے اندر ہلکی ہلکی تاریکی چھائی تھی۔ وہاں سامنے دیوار کی کارنس پر کسی بزرگ کا بُت رکھا تھا اور دو موم بتیاں بجھی ہوئی پڑی تھیں۔ وہاں کوئی آدمی نہیں تھا۔ دوسری طرف جانے کا کوئی راستہ بھی نہیں تھا۔

ماریا کی خوشبو ایک جگہ دیوار میں سے آ رہی تھی۔

○

- ناگ خانقاہ کے تہہ خانے میں کس طرح سے گیا اور اس نے اندر جا کر کیا دیکھا؟
- عنبر اور کیٹی کی ناگ اور ماریا سے ملاقات کیونکر ہوئی، کیا آگے ان چاروں کا اکٹھا سفر شروع ہوا؟

یہ آپ عنبر ناگ ماریا کی واپسی کی اگلی قسط نمبر ۹۶ "عنبر ناگ ماریا کراچی میں" میں پڑھیں گے۔

عنبر ناگ ماریا

مصنف: اے۔ حمید

۵ ہزار سالہ سفر کی پُراسرار اور سنسنی خیز داستان

۱۔ لاش سے ملاقات ۵/-
۲۔ جہاز ڈوب گیا ۵/-
۳۔ مندر کی چڑیل ۵/-
۴۔ پُراسرار غار کی مورتی ۵/-
۵۔ ناگ لندن میں ۵/-
۶۔ تابوت میں سانپ ۵/-
۷۔ موت کا دریا ۵/-
۸۔ سانپ کا انتقام ۵/-
۹۔ سانپ کی آواز ۵/-
۱۰۔ ناگ کا قتل ۵/-
۱۱۔ شاہ بلوط کا خزانہ ۵/-
۱۲۔ پتھر کا ہاتھ ۵/-
۱۳۔ طوفانی سمندر کا بھوت ۵/-
۱۴۔ ڈائناسورس کا جزیرہ ۵/-
۱۵۔ سیاہ پوش سایہ ۵/-
۱۶۔ انسانی بلی ۵/-
۱۷۔ سانپوں کا جنگل ۵/-
۱۸۔ ماریا اور بن مانس ۵/-
۱۹۔ قبر نما انسان ۵/-
۲۰۔ لکشمی دیوی کا انتقام ۵/-
۲۱۔ ناگ اور جادو کی ترشول ۵/-
۲۲۔ ناگ عنبر مقابلہ ۵/-
۲۳۔ لاش کی چیخ ۵/-
۲۴۔ آسیب کی رات ۵/-
۲۵۔ ۹۹ پیر صوفی کا راز (سلور جوبلی نمبر) ۱۵/-
۲۶۔ عنبر پھانسی کی کوٹھڑی میں ۵/-
۲۷۔ ماریا اور جادوگر سانپ ۵/-
۲۸۔ نقلی ناگ کی سازش ۵/-
۲۹۔ بابل کی بدروحیں ۵/-
۳۰۔ قبر کی دلہن (خاص نمبر) ۷/۵۰
۳۱۔ آدھا گھوڑا آدھا انسان ۵/-
۳۲۔ ناگ ناگن مقابلہ ۶/-
۳۳۔ ایک آنکھ والی عورت ۶/-
۳۴۔ مُردوں کی شہزادی ۶/-
۳۵۔ سانپوں کا دربار ۶/-
۳۶۔ قبر اور ڈھانچہ ۶/-
۳۷۔ عقرب دیوتا کا پجاری ۶/-
۳۸۔ کٹا ہوا زندہ ہاتھ ۶/-
۳۹۔ عنبر لاہور میں ۶/-
۴۰۔ چڑیلوں کی ملکہ (خاص نمبر) ۱۳/-
۴۱۔ مُردہ ہونٹ اور ماریا ۶/-
۴۲۔ رات کا کالا کفن ۶/-
۴۳۔ کھنڈرات کی بدروحیں ۶/-
۴۴۔ ممبا طوش اور ناگ ۶/-
۴۵۔ ماریا سونے کی مورتی ۶/-
۴۶۔ ناگ غائب ہوگیا ۷/۵۰
۴۷۔ خون کی آبشار ۷/۵۰
۴۸۔ شیشے کی آنکھ پتھر کا دل ۷/۵۰
۴۹۔ خونی لومڑی ۷/۵۰
۵۰۔ کھوپڑیوں کا محل (گولڈن جوبلی نمبر) ۱۵
۵۱۔ ماریا بوتل میں بند ہوگئی ۷/۵۰
۵۲۔ خون کی پیاس ۷/۵۰
۵۳۔ ناگ اور سپیرن ۷/۵۰
۵۴۔ پتھریلی آنکھ والا جاسوس ۷/۵۰
۵۵۔ ناگ اور ناگن رنگا متی ۷/-
۵۶۔ چار پُراسرار سپیرے ۷/-
۵۷۔ اِسبا دیوی کی مورتی ۶/-
۵۸۔ خفیہ منتر کی تلاش ۷/-
۵۹۔ موت کا وعدہ ۷/۵۰
۶۰۔ اور قبر کھل گئی ۷/۵۰
۶۱۔ لاش کا دوسرا جسم ۶/-
۶۲۔ ماریا قتل ہوگئی ۷/-
۶۳۔ خالی تابوت یاقوتی سانپ ۶/-
۶۴۔ ماریا اور ممی کی لاش ۷/۵۰
۶۵۔ نیلی قبر کا خفیہ راستہ ۷/۵۰
۶۶۔ عنبر سانپ بن گیا ۶/-
۶۷۔ عنبر اور ڈیکو مُردے ۷/۵۰
۶۸۔ کیٹی پھانسی کے تختے پر ۷/۵۰
۶۹۔ عنبر انگوٹھی میں اُتر گیا ۶/-
۷۰۔ دیوی روشنک کے اژدہا ۷/۵۰
۷۱۔ عنبر کا سر کٹ گیا ۷/۵۰
۷۲۔ چنگیز خان لاہور میں ۱۰/-
۷۳۔ دیوتا قتلام پر قربان کردو ۷/۵۰
۷۴۔ ماریا سانپ بن گئی ۷/۵۰
۷۵۔ روح اور سانپوں والے بن بھائی (خاص نمبر) ۱۵
۷۶۔ ماریا انارکلی میں ۷/۵۰
۷۷۔ قبر، مرتبان اور ہڈیاں ۷/۵۰
۷۸۔ سیاہ کفن پوش بلا ۷/۵۰
۷۹۔ پُراسرار فرعون کا ڈھانچہ ۷/۵۰
۸۰۔ طلسمی تختی اور سانپوں کا غار ۷/۵۰
۸۱۔ قفل والا پُراسرار چہرہ ۷/۵۰
۸۲۔ ڈاکو سیاما اور جادو کا پتلا ۷/۵۰
۸۳۔ روتی آنکھوں والا چراغ ۷/۵۰
۸۴۔ کھوپڑی پر جلتی موم بتی ۷/۵۰
۸۵۔ زرد آنکھوں والی پُراسرار عورت ۷/۵۰
۸۶۔ رشی بال کی روح اور بن مانس ۷/۵۰
۸۷۔ اژدہا اور عیار پجاری ۷/۵۰
۸۸۔ انسانی سر والا چمگادڑ ۷/۵۰
۸۹۔ شرطوم سپیرا اور بہا ناگ ۷/۵۰
۹۰۔ خوفناک سمندری آنکھ ۷/۵۰
۹۱۔ ناگن مجھے کاٹو ۷/۵۰
۹۲۔ نقلی ماریا ۷/۵۰
۹۳۔ جاسوس سانپ ۷/۵۰
۹۴۔ سامری کے اژدہا ۷/۵۰
۹۵۔ سمندری جوگن ۷/۵۰
۹۶۔ عنبر ناگ ماریا کراچی میں ۷/۵۰
۹۷۔ عنبر ناگ کو قتل کردو ۷/۵۰

نیا مکتبہ اقراء: ۱۴/ بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور

عنبر ناگ ماریا کراچی میں

اے حمید

۹۶

نیا مکتبہ اقرأ

ناگ، ماریا اور عنبر کی واپسی

کے پانچ ہزار سالہ سفر کی سنسنی خیز داستان

عنبر ناگ ماریا کراچی میں

اے۔حمید

قیمت: ۵۰/۷ روپے

بار اول: ۱۹۸۵
ناشر: نیا مکتبہ اقرا، ۱۴-بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور-۸
طابع: تاج دین پرنٹرز، آبکاری روڈ، لاہور

پیارے دوستو!

آپ کے سینکڑوں خط مجھے مل چکے ہیں اور روزانہ مل رہے ہیں جن میں ایک ہی سوال بار بار پوچھا جاتا ہے کہ عنبر ناگ ماریا کا انجام کیا ہو گا؟ جب ان کا صدیوں کا سفر ختم ہو جائے گا تو یہ کہاں جائیں گے؟ کیا یہ مر جائیں گے؟ —— لیجئے اب ان کا سفر ختم ہوتا ہے اور ان کے نئے سفر کا آغاز ہو رہا ہے۔ مگر یہ نیا سفر کس قسم کا ہے؟ کہاں سے شروع ہو گا؟ ابھی یہ نہ تو مجھے ہی معلوم ہے اور نہ عنبر ناگ ماریا کو اس کی کوئی خبر ہے۔ مگر وہ اپنے سفر کے اختتام پر فرعونوں کے مصر میں پہنچ کر ماڈرن دنیا یعنی ۱۹۸۴ء کے کراچی شہر میں آ گئے ہیں۔ اس ماڈرن عہد سے ان کے نئے سفر کا آغاز ہو گا۔ لیکن یہ آغاز کس قسم کا ہو گا؟ کیا وہ اس دنیا کی تباہی کا انتظار کر رہے ہیں؟

یہ آنے والا وقت ہی بتائے گا۔ بہر حال ایک بات کا فیصلہ بزرگ ہیولے نے اہرام کے اندر انہیں سنا دیا ہے کہ وہ ابھی مر نہیں سکتے اور وہ ایک سنسنی خیز حیرت انگیز سفر کا آغاز کرنے والے ہیں۔

آپ خود پڑھ کر دیکھیں کہ عنبر ناگ ماریا کے پہلے سفر کا انجام کہاں اور کیسے ہوتا ہے۔

آپکا انکل
اے حمید۔
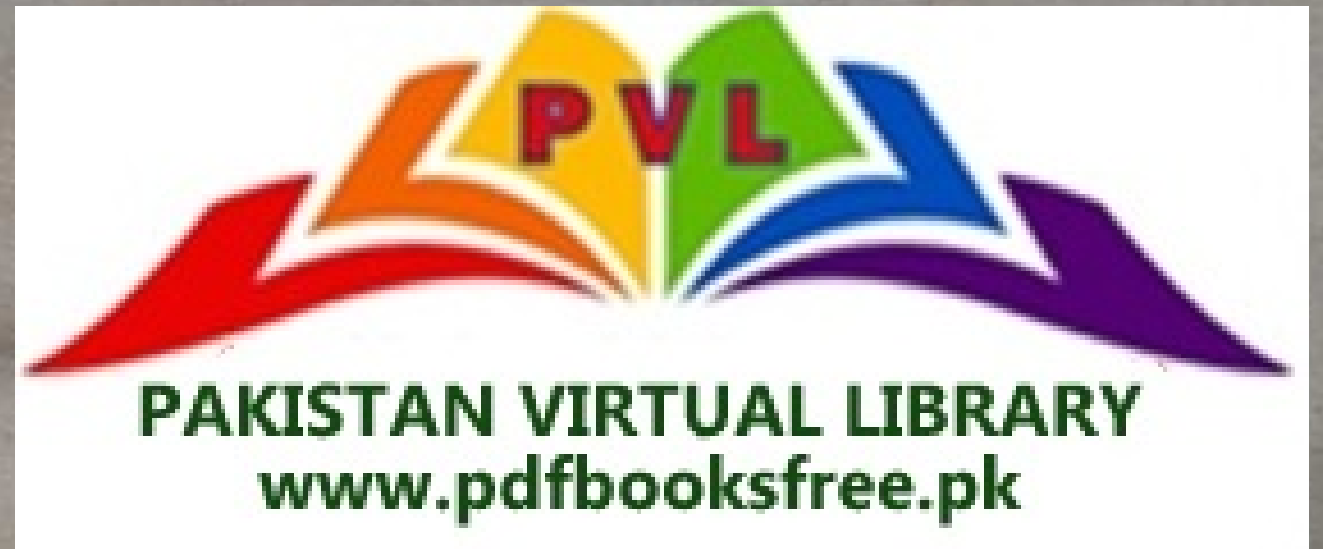
۴۵۴ر این۔ راہ چمن سمن آباد لاہور۔

ترتیب

لاش والی باؤلی

خانقاہ کی دیوار سے ماریا کی خوشبو آ رہی تھی۔

ناگ سانپ کی شکل میں خانقاہ کی دیوار کے قریب آ گیا۔
اس دیوار کے اوپر کارنس پر کسی بزرگ پادری کا مجسمہ اور
دو بجھی ہوئی موم بتیاں رکھی تھیں۔ ماریا کی خوشبو اس کارنس کے
نیچے آتشدان میں سے آ رہی تھی۔ آتش دان بجھا ہوا تھا۔ اس میں
آگ نہیں جل رہی تھی۔ ناگ نے آتشدان میں رینگ کر دیکھا کہ
ایک کونے میں سوراخ تھا۔ اس سوراخ میں سے ماریا کی خوشبو
اوپر آ رہی تھی۔

ناگ سوراخ میں داخل ہو گیا۔

آتش دان کے نیچے وہی تہہ خانہ تھا جہاں سکندر اعظم کا
سونے کا تابوت رکھا ہوا تھا۔ اسی تابوت میں سکندر اعظم کی
لاش کے گلے کے کنٹھے کے منکے میں ماریا قید تھی۔ تہہ خانے
میں تابوت کے سرہانے ایک موم بتی اور لوبان سلگ رہے
تھے۔ فضا میں لوبان کی گہری خوشبو تھی۔ ناگ نے دیکھا کہ
ایک سفید ڈاڑھی والا یہودی پادری تابوت کے پاس دو زانو

بیٹھا ہے۔ تسبیح ہاتھ میں ہے اور آنکھیں بند کیے کچھ پڑھ رہا ہے۔
وہ چالیس روز کا چلّہ کر رہا تھا۔ ناگ دیوار سے اُتر کر تابوت
کے سرہانے کی طرف آگیا یہودی پادری کی آنکھیں بند تھیں۔ وہ
ناگ کو نہ دیکھ سکا۔

ناگ کو تابوت کے اندر سے ماریا کی بُو آرہی تھی جو لوبان
کی خوشبو سے زیادہ تیز تھی۔ تابوت کے اندر جانے کا کوئی
راستہ نہیں تھا۔ کوئی سوراخ بھی نہیں تھا کہ جس سے ناگ
اس کے اندر داخل ہو سکتا۔ طلسم کی وجہ سے ناگ خود بھی سانپ
کے سوائے دوسری کوئی شکل اختیار نہیں کر سکتا تھا۔ وہ تابوت
کے پیچھے چھپ کر بیٹھ گیا اور ذرا سی گردن باہر نکال کر موم
بتی کی دھیمی روشنی میں آنکھیں بند کیے بیٹھے یہودی پادری کو
دیکھنے لگا۔

کچھ دیر یہودی پادری فرنینڈو کچھ پڑھتا رہا۔ پھر اس نے سات
بار تابوت کی طرف منہ کر کے پھونک ماری۔ اُٹھ کر تابوت کو کھولا۔
سکندر کی لاش کے سینے پر رکھی سونے کی قدیم مہروں پر پھونک
مار کر دم کیا اور پھر تابوت کا ڈھکنا بند کر دیا اور تہہ خانے سے
باہر چلا گیا۔

موم بتی تہہ خانے میں اسی طرح جل رہی تھی۔ یہودی پادری
تہہ خانے کا دروازہ باہر سے بند کر گیا تھا۔ اس کے جاتے

ہی ناگ تابوت کے پیچھے سے نکل آیا۔ جب یہودی پادری نے
تابوت کو کھولا تھا تو اُس کے اندر سے ماریا کی بڑی تیز خوشبو
آئی تھی۔ اس کا مطلب تھا کہ ماریا تابوت کے اندر ہی ہے۔ ناگ
سوچنے لگا کہ اگر اسے ماریا کی خوشبو آرہی ہے تو ضرور ماریا
کو بھی اِس کی خوشبو آرہی ہو گی۔ پھر وہ تابوت کے باہر کیوں
نہیں آجاتی؟ اگر وہ باہر نہیں نکل سکتی تو ضرور اِس پر جادو
کیا گیا ہے وہ کسی جادو کے اثر میں ہے۔

اب وہ تابوت کے اندر جانے کے بارے میں سوچنے
لگا۔ تابوت چاروں طرف سے بند تھا۔ کوئی تھوڑا سا بھی سوراخ
ہوتا تو وہ اندر جانے کی کوشش کرتا مگر تابوت پر سونے کا پترا چڑھا
ہوا تھا۔ ناگ کارنس پر چڑھ گیا اور پادری کے مجسمے کے قریب
سے ہو کر گزرا تو اسے یوں محسوس ہوا جیسے کسی نے اس کی دُم
کو پکڑ لیا ہے۔

ناگ نے تیزی سے پلٹ کر دیکھا۔ وہ حیران رہ گیا۔
یہودی پادری کا مجسمہ اس کی طرف گھور کر دیکھ رہا تھا اور
اس نے اُس کی دُم پر اپنا پاؤں رکھا ہوا تھا۔ ناگ کو یقین
نہیں آرہا تھا کہ ایک چھوٹے سے پتھر کے مجسمے میں بھی جان
پڑ سکتی ہے۔ اتنے میں یہودی مجسمے کے ہونٹ ہلے اور
ناگ کو ایک گہری آواز سنائی دی۔

"سکندر اعظم کے تابوت کی طرف جاؤ. وہ تمہیں کھلا ہوا ملے گا"
ناگ نے سانپ کی زبان میں کہا۔

"کیا تم میری زبان سمجھ لیتے ہو؟"
یہودی مجسمے نے سانپ ہی کی آواز میں کہا۔

"ہاں ــــ اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ تم ماریا کی تلاش
میں یہاں آئے ہو"
ناگ نے جلدی سے پوچھا۔

"اے عظیم مجسمے کیا تم جانتے ہو ماریا تابوت میں کہاں
قید ہے؟"
مجسمے نے کہا۔

"ہاں ــــ ماریا سکندر اعظم کی لاش کے کنٹھے کے ایک
منکے میں قید ہے"
ناگ نے پوچھا۔

"میں اسے کس طرح اس قید سے آزاد کرا سکتا ہوں؟"
یہودی مجسمے نے کہا۔

"میری آنکھ سے ایک آنسو ابھی گرے گا. یہ آنسو زمین
پر پڑتے ہی ایک سیاہ موتی بن جائے گا. تم اس
موتی کو سکندر اعظم کی لاش کے ماتھے پر جا کر رکھ
دینا. پھر ماریا آزاد ہو جائے گی"

ناگ مجسمے کی طرف دیکھ رہا تھا. مجسمے نے اپنا پاؤں ناگ
کی دم کے اوپر سے اٹھا لیا تھا. دیکھتے دیکھتے مجسمے کی ایک
آنکھ سے سیاہ رنگ کا ایک آنسو نکل کر ٹپ سے فرش پر گر پڑا
فرش پر گرتے ہی آنسو ایک کالے موتی میں تبدیل ہو گیا. ناگ
نے اسے منہ میں اٹھا لیا اور تابوت کی طرف بڑھا. تابوت
ایک طرف سے ذرا سا کھل چکا تھا۔

ناگ تابوت کے اندر داخل ہو گیا. تابوت میں سکندر اعظم
کی حنوط کی ہوئی لاش بے حس و حرکت سیدھی پڑی تھی. ناگ نے
لاش کی گردن میں پڑے سونے کے کنٹھے کو دیکھا. اس کنٹھے میں
سے ماریا کی خوشبو نکل رہی تھی. ناگ نے مجسمے کی ہدایت کے
مطابق کالا موتی سکندر اعظم کی لاش کے ماتھے پر رکھ دیا۔

سیاہ موتی سکندر اعظم کے ماتھے سے لگتے ہی چپک کر آدھا
کھال کے اندر دھنس گیا اور تابوت اس طرح زور سے ہلا.
جیسے زلزلہ آگیا ہو. پھر اس کے کنٹھے کا ایک منکا تڑاخ سے
ٹوٹ کر الگ جا گرا. اور اس کے ساتھ ہی ماریا کی آواز آئی.

"ناگ! خدا کا شکر ہے تم نے مجھے اس طلسم سے
آزاد کیا"
ناگ نے کہا۔

"خدا کے لیے اس طلسمی تابوت سے باہر نکل آؤ کہیں

ایسا نہ ہو کہ اس کا طلسم اب ہم دونوں کو قید کر لے۔"
ناگ اور ماریا تابوت سے باہر آگئے۔ ناگ نے مجسّمے کی طرف
دیکھا۔ وہ اسی طرح بت بنا کارنس پر موجود تھا۔ ناگ نے ماریا کو
بتایا کہ اس مجسمے نے اس کی مدد کی تھی جس کی وجہ سے وہ آزاد
ہوئی ہے۔ ماریا نے ناگ سے پوچھا کہ وہ اپنی اصلی شکل میں
کیوں نہیں آجاتا؟ ناگ نے کہا۔

"میں خود ایک زبردست طلسم میں گرفتار ہوں۔ میں سانپ
کی شکل کے سوا اور کوئی شکل نہیں بدل سکتا۔"

ماریا نے کہا۔

"تم اس نیک دل مجسّمے سے کیوں نہیں کہتے کہ وہ
تمہیں بھی جادو سے نجات دلائے؟"

ناگ کچھ کہنے ہی والا تھا کہ مجسمے کے ہونٹ ایک بار پھر
ہلے اور اس نے کہا۔

"ماریا اور ناگ! تم دونوں کا آنا یہاں مبارک ہو۔ میں
دو سو برس سے یہاں اس خانقاہ کے تہہ خانے
میں کھڑا تمہارا انتظار کر رہا تھا۔ یہ یہودی جو یہاں
بیٹھا چلّہ کاٹتا ہے اس نے مجھے طلسم کے زور سے
بُت بنا رکھا ہے۔ میرا علاج یہی تھا کہ اگر کبھی یہاں
ناگ اور ماریا اکٹھے آجائیں تو مجھے بھی اس پتھر کی

زندگی سے نجات مل سکتی ہے۔"

ماریا نے کہا۔

"ہم تمہیں کس طرح اس پتھر کی زندگی سے نجات دلا
سکتے ہیں؟"

پادری کے مجسّمے نے کہا۔

"ناگ کو کہو کہ وہ میرے پاؤں پر ڈس دے اور
اس کے بعد تم میرے بازو پر اپنا غیبی ہاتھ پھیر دو۔
میں آزاد ہو جاؤں گا اور واپس اپنی دنیا میں چلا جاؤنگا۔"

ناگ نے کہا۔

"لیکن میرے طلسم کا کیا علاج ہوگا۔ میں خود ایک
طلسم کی وجہ سے سانپ کے سوا کوئی روپ نہیں بدل
سکتا۔ کیا تم میرا علاج کر سکتے ہو؟"

مجسّمے نے کہا۔

"جو میں کہتا ہوں تم وہ کرو۔ نتیجہ اچھا نکلے گا۔
میرے ساتھ تم پر کیا گیا طلسم بھی غائب ہو جائے گا۔"

ناگ خاموش ہو گیا۔ ماریا نے کہا۔

"ناگ بھیا! جیسا مجسّمے نے کہا ہے وہی کرو۔"

ناگ رینگتا ہوا مجسّمے کے پاؤں کے پاس گیا۔ پاؤں پتھر
کا تھا۔ ناگ نے منہ آگے کر کے اس کے پاؤں پر ڈس دیا۔

پتھر میں ناگ کے دانت تو نہ گئے مگر اس کے دانتوں کا زہر اس
کے پاؤں پر پھیل گیا۔ زہر کا پھیلنا تھا کہ مجسمے میں حرکت پیدا
ہوئی۔ وہ ایک دم پورے مردانہ قد کے برابر ہو گیا اور کارنس
سے نیچے اُتر آیا۔ وہ مسکرا رہا تھا۔ اُس نے ناگ کا شکریہ ادا
کیا اور کہا۔

"ناگ! تمہارا طلسم بھی ختم ہو چکا ہے۔ اب تم پہلے
ایسے ناگ بن چکے ہو۔ اپنا سانس کھینچ کر چھوڑ دو"

ناگ نے سانس اوپر کھینچ کر چھوڑا تو وہ سانپ سے اپنی
اصلی انسانی شکل میں آگیا۔ ماریا اسے دیکھ کر بہت خوش ہوئی۔
ناگ نے بھی خوش ہو کر مجسمے کا شکریہ ادا کیا اور کہا۔

"کیا تم ہمیں بتا سکتے ہو کہ عنبر اور ٹیکی ہمیں کہاں مل
سکتے ہیں؟ وہ اس وقت کہاں ہیں؟"

مجسمے پادری نے کہا۔

"وہ تمہیں اسی شہر ایتھنز میں ملیں گے"

ماریا کہنے لگی۔

"عظیم پادری! پہلے کبھی ایسا نہیں ہوا کہ ہم چاروں
دوست اور بہن بھائی کسی جگہ اکٹھے ہوئے ہوں۔
شاید ہمارے ہزاروں سالہ سفر میں ایسا دو ایک
بار ہوا ہو۔ اب ہم کیوں اس طرح مل رہے ہیں؟"

مجسمے پادری نے کہا۔

"اس کی وجہ یہ ہے کہ اب تمہارا پانچ ہزار سالہ
واپسی کا سفر ختم ہونے والا ہے۔ تم چاروں اپنی
اپنی منزل کے بہت قریب آ گئے ہو۔ اسی لیے ہو
سکتا ہے اب تمہارا سفر ساتھ ساتھ ہی ہو"

یہ کہہ کر پادری کا زندہ انسانی مجسمہ غائب ہو گیا۔
ماریا نے ناگ سے کہا کہ اب انہیں اس خانقاہ سے
نکل جانا چاہیئے۔ ناگ کہنے لگا۔

"تہہ خانے کا دروازہ باہر سے بند ہے۔ تم باہر جا
کر اسے کھول دو"

ماریا دروازے کے پٹ میں سے گزر کر دوسری طرف چلی
گئی اور اس نے دروازہ کھول دیا۔ وہ تہہ خانے کی سیڑھیاں
چڑھ کر اور خانقاہ کے کمرے میں آ گئے۔ اس وقت رات
ڈھل رہی تھی۔ کھڑکی میں سے باہر آسمان پر چمکتے ستارے
نظر آ رہے تھے۔

ماریا اور ناگ خانقاہ سے باہر نکل آئے اور انہوں نے
ایتھنز شہر کی طرف چلنا شروع کر دیا۔ شہر کی اونچی نیچی پہاڑیوں
کے مکان خواب میں ڈوبے ہوئے لگتے تھے۔ چاروں طرف
اندھیرا تھا۔ کہیں کہیں مشعلوں کی روشنی ہو رہی تھی۔ ماریا نے

کہا۔

"پادری کے مجسمے نے یہ بڑی اچھی خبر سنائی ہے کہ عنبر اور کیٹی سے ہماری اسی شہر میں ملاقات ہو گی۔"

ناگ بولا۔

"ہمیں اب اسی شہر میں رہنا ہو گا ماریا۔ تاکہ عنبر اور کیٹی سے مل سکیں۔"

ماریا کہنے لگی۔

"ایک بات اب مجھے بہت پریشان کرنے لگی ہے۔"

"وہ کیا؟" ناگ نے پوچھا۔

ماریا نے کہا۔

"یہی کہ اب ہمارا پانچ ہزار برس کا ساتھ چھوٹنے والا ہے۔ ہمارا طویل ترین سفر ختم ہو رہا ہے۔ خدا جانے ہمارا انجام کیا ہو گا؟"

ناگ نے ایک ٹھنڈا سانس بھر کر کہا۔

"یہ بات تو مجھے بھی کبھی کبھی پریشان کرتی ہے۔ ہم ہزاروں سال سے ایک ساتھ سفر کر رہے ہیں۔ ہماری دوستی اتنی پرانی ہو گئی ہے کہ اس دنیا میں کسی کی دوستی اتنی پرانی نہیں ہو سکتی۔ اگر ہم ایک دوسرے سے جدا ہو گئے۔ الگ ہو گئے تو ہمیں بہت دکھ

ہو گا۔"

"کیوں نہیں ناگ بھیا"، ماریا نے کہا۔

"ہم ہزاروں سالوں سے ایک دوسرے کے ساتھ سفر کر رہے ہیں۔ اگرچہ کچھ وقت کے لیے جدا ہو جاتے ہیں مگر پھر مل جلتے رہتے ہیں۔ اب اگر ہم اپنے سفر کی منزل پر پہنچ کر ایک دوسرے سے جُدا ہو گئے تو ہم میں سے کوئی بھی اِسے آسانی سے برداشت نہیں کر سکے گا۔"

ناگ کہنے لگا۔

"ایک اور بات ہے ماریا۔ اگر دیکھا جائے تو ہماری عمریں ہزاروں برسوں کی ہو گئی ہیں۔ اِس حساب سے اگر واقعی سچ مچ ہمارا سفر ختم ہو گیا تو ہم ایک دم بوڑھے ہو جائیں گے۔ اور مر جائیں گے۔"

ماریا کانپ اُٹھی۔

"اُف میرے خداوند! نہیں نہیں ناگ! ایسا نہ کہو۔ میں اس قسم کا خوفناک انجام نہیں دیکھ سکتی۔"

ناگ نے کہا۔

"یہ انجام تو ہمیں دیکھنا ہی پڑے گا۔ ہو سکتا ہے کیٹی اِس ہولناک انجام سے بچ جائے۔"

کیونکہ وہ ہماری دنیا کی نہیں ہے۔ وہ کسی دوسرے
سیارے کی مخلوق ہے۔ وہ زندہ رہ سکے گی اور
ہو سکتا ہے واپس اپنے سیارے میں چلی جائے۔ لیکن
ہم تو کسی دوسرے سیارے پر نہیں جا سکتے۔ ہم
ایک طلسم کے اندر ہیں۔ طلسم ختم ہوا تو ہم بھی ختم
ہو جائیں گے ،،

اس قسم کی باتیں کرتے وہ شہر کے دروازے پر
پہنچ گئے۔ شہر کا دروازہ بند تھا۔ کیونکہ آدھی رات کے بعد
کوئی شخص شہر میں داخل نہیں ہو سکتا تھا۔

ماریا نے کہا۔

،، میں شہر کے اندر جاتی ہوں۔ تم دیوار کے اوپر سے
اندر آجاؤ ،،

ماریا یہ کہہ کر شہر کے بڑے دروازے میں سے اندر
نکل گئی۔ ناگ نے ایک عقاب کی شکل بدلی اور ہوا میں بلند
ہو کر دیوار کے اوپر سے گزر کر دوسری طرف شہر کے اند
آگیا۔ جس طرف سے اُسے ماریا کی خوشبو آرہی تھی وہ اس
طرف آگیا۔ یہ ایک باغ تھا جس میں جگہ جگہ سنگِ مرمر
مجسمے بنے ہوئے تھے۔ ناگ نے اِس جگہ دوبارہ انسانی
اختیار کی اور آہستہ سے کہا۔

،، ماریا! تم میرے پاس ہی ہو کیا؟ ،،
،، ہاں ناگ! ،، ماریا نے جواب دیا۔
ناگ بولا۔

،، میرا خیال ہے ہمیں کسی کارواں سرائے میں ہی
جا کر ٹھہرنا چاہیے۔ کیونکہ اگر عنبر اور کیٹی اِس شہر
میں آئے تو وہ بھی کسی کارواں سرائے کا ہی رُخ
کریں گے ،،

ماریا نے کہا۔

،، انہیں یقیناً ،، ہماری خوشبو آجائے گی ،،
،، تو چلو کوئی سرائے تلاش کرتے ہیں ،،

شہر سنسان اور خاموش تھا۔ کسی وقت کسی بازار میں
سے کوئی چوکیدار آواز لگاتا گزرتا جاتا تھا۔ ناگ خاموشی سے
چلا جا رہا تھا۔ ماریا بھی اس کے ساتھ تھی مگر وہ کسی کو نظر
نہ آرہی تھی۔ ناگ نے ایک یونانی چوکیدار سے۔ جو سپاہی
تھا پوچھا کہ یہاں کوئی کارواں سرائے کہاں ہے؟ چوکیدار
نے ناگ سے سوال کر دیا کہ تم رات کے پچھلے پہر کہاں سے
آئے ہو؟ جبکہ شہر کے سارے دروازے بند ہیں؟ ناگ
نے یونہی ایک بہانہ بنا دیا کہ وہ رات دیر سے شہر میں داخل
ہوا تھا۔ کچھ وقت باغ میں گزارا اب سردی لگ رہی ہے اور

وہ کسی سرائے میں جا کر باقی رات بسر کرنا چاہتا ہے۔
سپاہی چوکیدار نے ناگ کو سرائے کا پتہ بتایا اور اسے شکوک
نظروں سے دیکھتا ہوا ایک طرف گھوم گیا۔
ماریا مسکرانے لگی۔ "وہ شریف آدمی تھا یہ"
"ہاں" ناگ بولا۔
ماریا نے لمبا سانس کھینچ کر کہا۔
"اس شہر سے ابھی تک مجھے عنبر اور کیٹی کی خوشبو نہیں
آئی۔ کیا تمہیں آئی ہے ناگ؟"
"نہیں ماریا"
"اس کا مطلب ہے کہ وہ ابھی یہاں نہیں پہنچے" ناگ بولا
ماریا نے کہا۔
"ہو سکتا ہے پادری کے مجسمے نے یونہی کہہ دیا ہو کہ
یہاں ہمیں عنبر اور کیٹی ملیں گے؟"
ناگ نے کہا۔
"نہیں ماریا۔ پادری کا مجسمہ جھوٹ نہیں بول سکتا
عنبر اور کیٹی سے ہماری ملاقات اسی جگہ ہو گی مجھے
اس کا یقین ہے"
وہ سرائے میں پہنچ گئے۔ ناگ انسانی شکل میں تھا۔ اس
کے پاس وہاں کا کوئی سکہ نہ تھا۔ صرف ایک سفید موتی

وہ موتی اس نے سرائے کے مالک کو دے دیا اور
کہا۔
"ہم کچھ دن تمہاری سرائے میں ٹھہریں گے"
سرائے کے مالک نے نیند میں آنکھیں ملتے ہوئے پوچھا۔
"یہ ہم کون؟ تمہارے ساتھ اور کون ہے؟
مجھے تو تم اکیلے نظر آتے ہو"
اب ناگ کو اپنی حماقت کا احساس ہوا۔ اس نے یہ سوچا
ہی نہیں تھا کہ سرائے کا مالک ماریا کو نہیں دیکھ سکتا۔ جلدی
سے بولا۔
"ہاں ہاں بھئی میں اکیلا ہی ہوں — بالکل اکیلا ہوں"
"تو پھر جاؤ کونے والی کوٹھری خالی ہے وہاں جا
کر سو رہو"
یہ کہہ کر سرائے کا مالک پہلو بدل کر پھر سو گیا۔
ماریا مسکرانے لگی۔
"ناگ اگر تم کہہ دیتے کہ ماریا بھی میرے ساتھ ہے
تو کیا فرق پڑتا۔ وہ تو مجھے دیکھ ہی نہیں سکتا تھا"
ناگ بولا۔
"پھر وہ ضرور مجھے کوئی پاگل سمجھتا اور کوٹھری میں
بھجوانے کی بجائے پاگل خانے بھجوا دیتا"

دونوں ہنستے ہوئے کوٹھڑی میں داخل ہو گئے۔

عنبر اور کیٹی بھی ایک چھوٹے سے قافلے کے ساتھ آ رہے تھے
اُن کی منزل بھی وہی شہر یعنی ایتھنز تھا جہاں ماریا اور ناگ
پہلے سے موجود تھے۔ انہیں کچھ معلوم نہیں تھا کہ ان کی ملاقات
اسی شہر میں ناگ اور ماریا سے ہونے والی ہے۔ یہ چھوٹا سا
قافلہ سفر کرتا ہوا شہر میں داخل ہوا تو عنبر نے پھونک کر ہوا
میں لمبا سانس لیا اور بولا۔

"کیٹی! تم کچھ سونگھ رہی ہو خاص قسم کی خوشبو؟
کیٹی نے بھی ایک سانس بھرا اور بولی۔

"ارے ہاں عنبر بھائی! مجھے تو ناگ، ماریا کی خوشبو
محسوس ہو رہی ہے"

عنبر نے خوش ہو کر کہا۔

"یا خدا تیرا شکر ہے۔ وہ دونوں اسی جگہ ہیں"

قافلہ صبح صبح شہر میں داخل ہوا تھا۔ یہ شہر کے کونے و
دوسری سرائے تھی۔ یہاں پہنچتے ہی عنبر اور کیٹی خوشبو سونگ
ناگ اور ماریا کی تلاش میں نکل کھڑے ہوئے۔ جب خوشبو
آ رہی ہو تو پھر ایک دوسرے تک پہنچنا اِن کے لیے کوئی مشکل
بات نہیں تھی۔ چنانچہ وہ شہر کی مختلف سڑکوں سے ہوتے

ہوتے آخر اس سرائے میں پہنچ گئے جہاں ناگ اور ماریا موجود
تھے۔

دوسری طرف ناگ اور ماریا بھی اپنے ساتھیوں کی خوشبو
محسوس کر کے کوٹھڑی سے باہر آ گئے تھے۔ ناگ نے اپنے...
سامنے عنبر اور کیٹی کو دیکھا تو خوشی سے اُچھل کر اُن کی طرف بڑھا۔

"عنبر! کیٹی!"

ماریا بھی وہاں پہنچ گئی۔ سب ایک دوسرے سے بڑی
گرمجوشی سے ملے۔ کوٹھڑی میں بیٹھ کر سب نے اپنی اپنی کہانیاں
اور آپ بیتیاں بیان کیں اور مزے مزے کی باتیں کرنے
لگے۔ ایک عرصے کے بعد چاروں دوست ایک جگہ اکٹھے ہوئے
تھے۔ وہ باتیں کر رہے تھے کہ سرائے کا مالک اندر آ کر ناگ سے
مخاطب ہو کر بولا۔

"میاں تمہارے مہمان آ گئے ہیں۔ اب تم سے ڈگنا
کرایہ لوں گا"

عنبر نے اس کی طرف دیکھا اور جیب سے سونے کے دو
سکے نکال کر اس کی طرف اُچھال دیئے۔

"یہ لو ہمارا کرایہ"

سونے کے سکے پا کر سرائے کا مالک بے حد خوش ہوا۔
بولا۔

"کوئی بات نہیں ہے جناب۔ آپ اسے اپنی ہی سرائے سمجھیں۔ جب تک جی چاہے رہیں"
ناگ نے سرائے کے مالک سے کہا۔
"اب تمہیں میرا قیمتی موتی واپس کر دینا چاہیئے"
سرائے کے مالک نے کہا۔
"جناب! آپ کا موتی میرے پاس آپ کی امانت ہے۔ جب جب چاہیں مجھ سے لے لیں۔ لیکن اس وقت آپ کے موتی میں میرے بچے کی جان ہے"
"کیا مطلب؟" ناگ نے چونک کر پوچھا۔
عنبر اور کیٹی اور ماریا بھی دلچسپی سے سرائے کے مالک کی طرف دیکھنے لگے۔ سرائے کا مالک قالین پر بیٹھ گیا اور ٹھنڈا سانس بھر کر بولا۔

"جناب! یہ بڑی دکھ بھری کہانی ہے۔ میرا ایک ہی بیٹا ہے۔ جس کی عمر اس وقت پندرہ سال کی ہے۔ میں نے اسے بڑے لاڈ پیار سے پالا ہے۔ لیکن دو سال ہوئے اسے ایک پر اسرار بیماری لگ گئی جس نے اسے اندر ہی اندر گھن کی طرح کھانا شروع کر دیا۔ وہ سوکھ کر کانٹا ہو گیا۔ میں اسے ایک جوتشی کے پاس لے گیا جس نے اس کا زائچہ بنا کر بتایا کہ میرے

لڑکے نے ایک ایسے درخت کا پھل توڑا ہے جس کے نیچے ایک جن رہتا ہے۔ یہ سزا اسے جن نے پھل توڑنے کی دی ہے۔ میں نے جوتشی کے بہت ہاتھ پاؤں جوڑے کہ کسی طرح جن کو راضی کر کے میرے بچے کی زندگی بچاؤ۔ اس نے کہا کہ مجھے سات قیمتی اور نایاب موتی لا کر دو۔ پھر میں تمہارے بچے کا علاج کروں گا۔ میں نے بڑی مشکل سے چھ سفید موتی کسی نہ کسی طرح اسے لا کر دے دیئے۔ اب ساتویں موتی کی تلاش میں تھا کہ آپ نے مجھے اپنا موتی دے دیا۔ میں نے وہ موتی جوتشی کو دے دیا ہے۔ اگر میں نے اس سے واپس مانگا تو وہ بڑا لالچی اور کمینہ شخص ہے وہ میرے بچے پر جادو ٹونا کر کے اسے مار ڈالے گا۔ اِس لیے مجھ سے چاہے اس کی قیمت لے لیں مگر وہ موتی مجھ سے واپس نہ مانگیں"
ناگ نے عنبر کی طرف حیرانی سے دیکھا اور پھر عنبر نے کہا۔
"بابا تم ہمیں اس جوتشی کے پاس لے چلو"
ناگ نے کہا۔
"میں تم سے موتی واپس نہیں مانگتا۔ لیکن ہمیں ایک تو اپنے بیٹے کو دکھاؤ اور پھر وہ جوتشی ملاؤ جو تم

سے سات قیمتی موتی لے کر بھی تمہارے بچے کا علاج
کرنے سے کترا رہا ہے۔"

سرائے والا بولا۔

"جوتشی بڑا لالچی ہے۔ وہ کہتا ہے کہ مجھے اپنی سرائے
اور دوسری جائیداد لکھ کر دے دو۔ پھر میں تمہارے
بچے کا زائچہ بناؤں گا"

اور سرائے والے کی آنکھوں میں آنسو آگئے کہنے لگا۔

"جناب میرا اکلوتا بچہ ہے۔ کیا کروں۔ اب سوچا ہے
کہ اولاد کی خاطر یہ سرائے بھی لالچی جوتشی کو دے
دوں گا۔ اپنی زمین بھی اس کے نام لکھ دوں گا میں
اپنے بچے کی زندگی چاہتا ہوں"

کیٹی نے کہا۔

"بابا! تم ہمیں جوتشی کے پاس تو لے چلو۔ ہم اس سے
بات کر سکتے ہیں"

سرائے کا مالک گھبرا سا گیا۔

"بیٹی ہو سکتا ہے وہ تم لوگوں کی وجہ سے تاؤ میں
آجائے اور میرے بیٹے کو نقصان پہنچا دے"

ناگ بولا۔

"تم اُسے یہ بتانا کہ ہم تمہارے رشتہ دار ہیں اور

جوتشی کی زیارت کرنے آئے ہیں" باقی ہم خود اس سے
بات کریں گے۔

سرائے کا مالک کچھ خاموش سا ہو گیا۔ عنبر نے بھی اسے مجبور
کیا کہ وہ اپنے بیٹے کے پاس تو لے چلے۔

"میں تمہارے بیٹے کو دیکھنا چاہتا ہوں کہ آخر اُسے
بیماری کیا ہے"

سرائے کا مالک راضی ہو گیا۔ اس نے عنبر ناگ کیٹی کو ساتھ
لیا اور سرائے کے پچھواڑے ایک محلے میں اپنے مکان میں
آگیا۔ ماریا بھی ان کے ساتھ ہی تھی مگر سرائے کا مالک اُسے
نہیں دیکھ سکتا تھا۔

ایک دالان میں چارپائی پر ایک پندرہ سولہ برس کا نوجوان
لڑکا لیٹا ہوا تھا جو سوکھ کر کانٹا ہو رہا تھا۔ عنبر نے جاتے
ہی اس کی نبض دیکھی اور اس سے باتیں کرنے لگا۔ کمزوری کی
وجہ سے لڑکے کے منہ سے پوری بات نہیں نکل رہی تھی۔ عنبر اور
ناگ نے فوراً محسوس کر لیا کہ اس لڑکے پر کسی نے آسیب
کر رکھا ہے اور وہ جادو میں جکڑ دیا گیا ہے۔

ناگ نے سرائے کے مالک سے کہا کہ اب وہ انہیں جوتشی
کے پاس لے چلے۔ جوتشی شہر سے باہر ایک باغ کی بارہ دری
میں بیٹھا تھا۔ ایک امیر عورت اپنے غلاموں کے ساتھ وہاں

موجود تھی جوتشی سے اپنا زائچہ بنوا رہی تھی اور اس کو سونے کی اشرفیوں کی تھیلی دے کر اس سے اپنی قسمت کا حال پوچھ رہی تھی۔
سرائے کا مالک ادب سے ایک طرف ہو کر بیٹھ گیا۔ عنبر ناگ کیٹی بھی خاموشی کے ساتھ وہیں بیٹھ گئے۔ جوتشی نے اُن کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھا اور امیر عورت سے باتیں کرتا رہا۔
جب وہ امیر عورت اٹھ کر چلی گئی تو جوتشی نے بڑے غرور سے سرائے کے مالک کی طرف دیکھ کر کہا۔

"کیوں۔ کیا سوچا تم نے؟ اگر اپنے بیٹے کی زندگی عزیز ہے تو اپنی سرائے اور جائیداد میرے نام لکھ دو۔ ایسا زائچہ بنا کر درخت کے نیچے دبواؤں گا کہ تمہارے بیٹے پر سے آسیب کا سایہ ہمیشہ کے لیے ختم ہو جائے گا۔ بولو! منظور ہے کہ نہیں؟"
سرائے کے مالک نے کہا۔
"منظور ہے حضور! منظور ہے"
جوتشی بولا۔ "تو پھر یہاں آ کر دستخط کر دو"
جونہی سرائے کا مالک، بے چارا بے بس باپ دستخط کرنے کے لیے اٹھا، عنبر نے اُسے پکڑ کر وہیں بٹھا لیا۔ جوتشی کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔ عنبر کی طرف گہری نظروں سے گھورتے ہوئے بولا۔

"یہ کون ہے؟ یہ تم کن لوگوں کو اپنے ساتھ لے آئے ہو؟"
عنبر نے کہا۔
"حضور! ہم اس کے رشتے دار ہیں"
"تم کس لیے یہاں آئے ہو؟" جوتشی نے غصے میں پوچھا۔
عنبر بولا۔
"حضور! ہم یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ اس بے چارے سے اس کی سرائے اور جائیداد نہ لیں۔ کیونکہ یہی اس بے چارے کا سارا سرمایہ ہے اور اسی سے اپنا اور اپنے بچے کا پیٹ پالتا ہے"
جوتشی نے بڑی رعونت سے کہا۔
"اس کے پاس مجھے کچھ دینے کو اور ہے ہی کیا"
ناگ نے بڑے ادب سے کہا۔
"حضور آپ کو جو کچھ لینا ہے ہم سے لے لیں"
جوتشی قہقہہ لگا کر ہنس پڑا۔
"تم لوگ تو مجھے اس بڈھے سے بھی زیادہ غریب اور فاقہ کش معلوم ہوتے ہو۔ تم مجھے کیا دو گے بھلا"
عنبر نے ناگ کا بازو دبا دیا اور خود بولا۔
"حضور! آپ حکم کریں آپ کو کیا چاہیے؟"
جوتشی کے چہرے پر طنزیہ مسکراہٹ تھی۔ وہ عنبر ناگ اور

کیٹی کو گردن ٹیڑھی کر کے دیکھ رہا تھا۔ کہنے لگا۔

"یہاں سے دو کوس دور پہاڑیوں میں ایک پانی کی ڈونگی باؤلی ہے۔ اس باؤلی میں آدھی رات کو ایک لاش اُبھر کر تیرتی ہے اس لاش کے منہ میں ایک سرخ قیمتی لعل ہے۔ اس لعل کی حفاظت ایک پانی کا زہریلا سانپ کرتا ہے۔ اگر تم مجھے لاش کے منہ سے قیمتی لعل لا دو تو میں اس بڈھے کی جائیداد اپنے نام نہیں کروں گا۔"

سرائے کے مالک نے سہمی ہوئی آنکھوں سے عنبر ناگ کو دیکھا۔ کیونکہ وہ سمجھتا تھا کہ لاش کے منہ سے لعل نکال کر لانا جس کی حفاظت ایک سانپ کر رہا ہو کوئی آسان کام نہیں ہے۔ عنبر نے کہا۔

"ہم آپ کو لاش کا لعل لا دیں گے۔ لیکن آپ کو وعدہ کرنا ہو گا کہ اس کے بعد آپ اس بوڑھے کے بیٹے کا زائچہ بنا کر اسے اچھا کر دو گے۔"

"میں وعدہ کرتا ہوں۔" جوتشی نے مسکرا کر کہا۔" مگر تم خوفناک باؤلی سے واپس نہیں آسکو گے وہاں جو بھی گیا واپس نہیں آیا۔"

ناگ بھی مسکرا کر بولا۔

"ہم واپس آجائیں گے۔"

اور وہ جوتشی سے رخصت ہو کر سرائے کے مالک کے ساتھ واپس آگئے۔
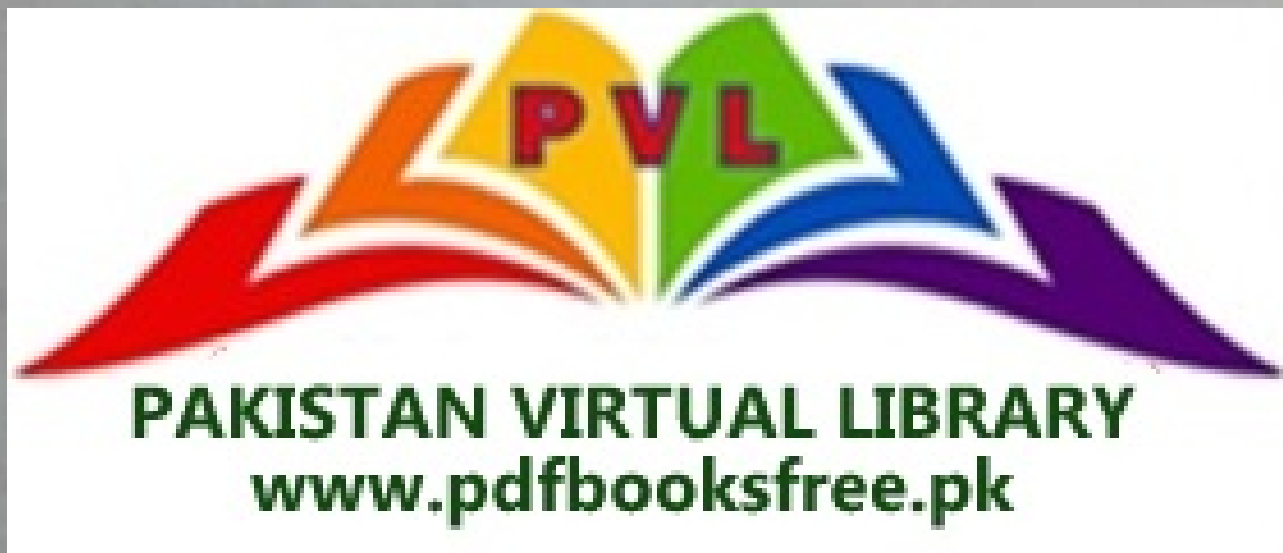
بابل کا خونی مندر

سرائے کا مالک بہت پریشان تھا۔
اسے یقین نہیں تھا کہ عنبر ناگ میں سے کوئی لاش والی
باؤلی میں اُتر کر زہریلے سانپ کا مقابلہ کرتے ہوئے لاش
کے منہ سے سُرخ لعل لے آئے گا۔ عنبر نے اُسے حوصلہ دیا اور
کہا کہ گھبراؤ نہیں۔ خدا پہ بھروسہ رکھو۔ ہم اِس جوتشی سے
تمہاری اور تمہارے بچے کی جان چھڑا دیں گے۔ ناگ اور
گیتی نے بھی اسے تسلی دی۔ ماریا خاموش رہی۔ جب سرائے
کا مالک چلا گیا تو ماریا نے کہا۔
"کیا ہم چاروں کو اس خطرناک باؤلی پہ جانا ہوگا؟"
ناگ نے کہا۔
"تم لوگوں کو جانے کی کیا ضرورت ہے۔ میں اکیلا ہی
کافی ہوں۔ پانی کا سانپ اپنے آپ مجھے لعل نکال کر
لا دے گا۔"
آخر یہی طے ہوا کہ رات کو ناگ ہی جائے گا۔ چنانچہ جب

آدھی رات ہوئی تو ناگ سرائے میں سے نکل کر اندھیرے میں
پہاڑیوں کی طرف روانہ ہو گیا۔ رات گھُپ اندھیری تھی۔ شہر سے
دو کوس دور پہاڑیوں میں جوتشی کے کہنے کے مطابق ایک
غار کے قریب درختوں کے درمیان پتھروں میں ایک باؤلی بنی
ہوئی تھی۔ یہ باؤلی ایک گہرے گول اور تنگ و تاریک کنوئیں
کی طرح تھی۔ ناگ نے جھانک کر نیچے دیکھا۔ دور نیچے اسے
پانی چمکتا دکھائی دیا۔ ابھی لاش پانی کی سطح پر نہیں نکلی تھی۔
نیچے پانی تک جانے کے لیے باؤلی میں پتھر کی سیڑھیاں بنی
ہوئی تھیں۔
ناگ سیڑھیاں اترتا پانی کے پاس چلا گیا۔ اسے وہاں
آئے چند سیکنڈ گزرے تھے کہ آدھی رات کا سمے پورا ہو گیا۔
اور پانی میں ہل چل سی پیدا ہوئی۔ اور پھر ایک انسانی لاش
پانی کے اندر سے نکل کر باہر اُبھری اور تیرنے لگی۔ ناگ
نے دیکھا کہ لاش کا چہرہ نیلا تھا اور آنکھیں بند تھیں۔ اس کا
منہ بھی بند تھا۔ اس کے سینے پر سانپ کی جگہ ایک کچھوا بیٹھا
تھا جس کے اوپر ایک کالے رنگ کا بہت ہی زہریلا اور
کچھوے جتنا بڑا بچھو بیٹھا اپنی زہر بھری دُم کو بار بار آگے
کو ہلا رہا تھا۔
ناگ بڑا حیران ہوا کہ جوتشی کم بخت نے تو کہا کہ لاش

کے سینے پر سانپ ہوگا مگر یہاں تو آگے ایک زہریلا بچھو بیٹھا
تھا۔ بچھو کچھوے کے اوپر چاروں طرف گھوم رہا تھا۔ شاید
اس نے بھی ایک انسان کی بُو پالی تھی، اور وہ غضبناک ہو رہا تھا
ناگ جلدی سے ایک سیڑھی اوپر چڑھ گیا۔ لاش آہستہ
آہستہ گردش کر رہی تھی۔ ناگ ناکام لوٹ کر نہیں جا سکتا
تھا۔ اُسے ہر حالت میں لاش کے منہ میں سے لعل نکال کر
ساتھ لے جانا تھا۔ اس کے لیے ضروری تھا کہ سب سے
پہلے اِس بچھو کو ہلاک کیا جائے۔ سانپ اور بچھو کی دشمنی بڑی
پرانی ہے۔ سانپ عام طور پر بچھو سے گھبراتا ہے کیونکہ بچھو
بڑی تیزی سے اپنا ڈنک چلاتا ہے۔ پھر بھی ناگ کو ہر حالت
میں یہ خطرہ مول لینا تھا۔ اس نے ایک گہرا سانس لیا اور
جب سانس چھوڑا تو وہ ایک کالے اژدھے کا روپ دھار
چکا تھا۔ اس نے زور سے ایک پھنکار ماری۔ بچھو بھی
چوکس ہو گیا۔ وہ لپک کر کچھوے کی گردن کے اندر گھس
گیا اور اژدہا پر حملے کے موقع کی تلاش میں رہا۔
ناگ پانی میں اتر گیا۔ وہ لاش کے چہرے کے قریب
پہنچا تو کچھوے کی گردن کے اندر سے بچھو باہر نکلا
اور اس نے اژدھا کی پر چھلانگ لگائی۔ اگر ناگ تیزی
سے پانی میں ڈبکی نہ لگا جاتا تو بچھو نے اس کی گردن

ڈس چکا ہوتا اور پھر ہو سکتا تھا کہ ناگ کو پریشانی ہوتی مر
تو وہ نہیں سکتا تھا لیکن ایسا ہو سکتا تھا کہ وہ اِس کے
زہر سے بے ہوش ہو جاتا۔
پانی کے اندر ہی اندر سے ناگ لاش کی گردن کے قریب
نکل آیا اور اُس نے بچھو کو دیکھا کہ وہ لاش کی ٹانگ کے
اوپر بیٹھا نیچے پانی میں اژدہا کو دیکھنے کی کوشش میں تھا۔ ناگ
نے پانی میں سے اپنی دُم اُٹھا کر ایک ہنٹر کی طرح پوری
طاقت سے بچھو کے سر پر ماری۔
بچھو دو ٹکڑے ہو کر پانی میں گر گیا۔
بچھو کے مرتے ہی کچھوا بھی لاش کے سینے سے اُتر کر پانی
میں ڈبکی لگا گیا۔ لاش اور ناگ اکیلے رہ گئے۔ ناگ نے اژدہا
ہی کی شکل میں لاش کے منہ پر اپنی تھوتھنی لگا کر اُسے کھول
دیا۔ لاش کے حلق میں سرخ سُرخ روشنی پھیلی ہوئی تھی۔
یہ سُرخ روشنی اِس سُرخ لعل یا عقیق کی تھی جو لاش کے
حلق میں تالو کے ساتھ لگا ہوا تھا۔ ناگ نے لاش کے حلق میں
منہ ڈال کر سُرخ لعل باہر نکال لیا اور پانی پر تیرتا ہوا باؤلی
کی سیڑھیوں پر سے ہو کر باؤلی سے باہر آ گیا۔ اس نے
نیچے جھانک کر دیکھا۔ لاش غائب ہو چکی تھی۔ ناگ نے انسان
کی شکل اختیار کی۔ لعل کو جیب میں رکھا اور پہاڑیوں سے

گزرتا واپس سرائے کی طرف چل پڑا۔
سرائے کی کوٹھڑی میں عنبر، کیٹی اور ماریا اس کے انتظار میں تھے۔ ناگ کو دیکھ کر انہوں نے پوچھا کہ مہم کامیاب رہی؟ ناگ نے کہا۔
"اس مکار جوتشی نے کہا تھا کہ سانپ ہوگا وہاں۔ مگر وہاں تو ایک بہت ہی خطرناک بچھو تھا۔"
"میں ابھی اس جوتشی کا سر کچل دیتی ہوں۔" ماریا نے غصے سے کہا۔
عنبر بولا۔
"یہ کام ہم بڑی آسانی سے کر سکتے ہیں مگر اس جوتشی نے سرائے والے کے بچے کی صحت کے لیے زائچہ تیار کرنا ہے جو ہم نہیں کر سکتے اس لیے غصہ تھوک دو۔"
کیٹی نے کہا۔
"ہمیں یہ لعل ابھی سرائے والے کو دے دینا چاہیئے۔"
ناگ بولا۔
"ابھی کیا ضرورت ہے دینے کی۔ آدھی رات کا وقت ہے۔ صبح دے دیں گے۔"
کیٹی نے اپنے سر پر ہاتھ پھیر کر کچھ گھبراہٹ کے سا

کہا۔
"مجھے — مجھے ایسا لگتا ہے کہ ہم یہاں سے پیچھے کی طرف جانے والے ہیں۔"
"کیا کیا؟" عنبر چونک کر بولا۔
کیٹی نے کہا۔
"میرے دل میں گھبراہٹ سی ہو رہی ہے۔ ایسی گھبراہٹ عام طور پر اس وقت ہوا کرتی ہے جب میں پیچھے کے زمانے کی طرف جانے والی ہوتی ہوں۔"
ماریا بولی۔
"یہ تمہارا وہم ہے۔"
ناگ نے کہا۔
"یہ کیٹی کا وہم نہیں ہے۔ ہم لوگوں کو یہ بات نہیں بھولنی چاہیئے کہ ہم واپسی کے سفر کی آخری منزل پر پہنچنے والے ہیں اور یہاں ایک خانقاہ کے پراسرار پادری کے مجسمے نے مجھے کہا بھی تھا کہ اب ہم چاروں دوست اور بہن بھائی مل کر سفر کریں گے کیونکہ ہمارا سفر ختم ہونے والا ہے۔"
عنبر نے سر جھکا لیا۔ وہ کسی گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ کیٹی نے کہا۔

"اس نے ٹھیک کہا تھا۔ پھر بھی ہمیں چاہئے کہ
ہم رات کو ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال
کر سوئیں یا بیٹھیں۔ کیونکہ اکثر ہم رات کے وقت
ہی پچھلے زمانے کی طرف جایا کرتے ہیں۔"
ماریا کی ہنسی کی آواز سنائی دی۔ ناگ نے کہا۔
"تم کس لیے ہنس رہی ہو؟"
ماریا بولی۔
"مجھے تم لوگوں کی سادگی پر ہنسی آ رہی ہے اتنے
تجربہ کار سیانے انسان ہو کر بھی تم اس قسم کی
باتوں پر یقین کر رہے ہو۔"
ہمبر بولا۔
"تو کیا تمہارا خیال ہے کہ ہم پچھلے زمانے میں نہیں
جائیں گے؟ کیا اس سے پہلے ہم دو دو سو اور
پانچ پانچ سو سال اچانک پیچھے یا آگے کے زمانے
میں نہیں جاتے رہے؟"
ماریا نے کہا۔
"ٹھیک ہے جاتے رہے ہیں۔ مگر ایک ساتھ کبھی
نہیں گئے۔ اب بھی اگر کوئی گیا تو کیٹی اکیلی ہی جائے
گی۔ کیونکہ اس کی طبیعت گھبرا رہی ہے ہماری نہیں۔"

ناگ بولا۔
"پھر بھی اگر ہم ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ
ڈال کر یہ رات گزار دیں تو اس میں کیا حرج ہے؟
ماریا نے کہا۔
"میرے ہاتھ میں تو کوئی بھی ہاتھ نہیں ڈال سکے
گا۔ کیونکہ میرا ہاتھ غائب ہے۔"
کیٹی کہنے لگی۔
"تم ہمارے ساتھ لگ کر بیٹھ جانا۔ اور پھر کبھی
کبھی تم اپنے ہاتھ کو محسوس کرا لیا کرتی ہو۔"
ماریا پھر ہنس دی اور بولی۔
"چلو اگر تم سب مجھے مجبور کرتے ہو تو میں ایسا کر
لوں گی۔ لیکن مجھے یقین ہے کہ اگر آج رات ہم
میں سے کوئی پچھلے زمانے کی طرف گیا تو وہ کیٹی
ہو گی۔" ہم شاید اس کے بعد ایک ایک کر کے واپس
جائیں۔"
ناگ کو پادری کے مجسمے کی بات کا خیال آ گیا۔ اس نے
کہا۔
"ان باتوں کو اب بھول جاؤ ماریا۔ یہ ہمارے
طویل سفر کے آخری سال ہیں۔ اب جہاں تک میرا

خیال ہے ہم ایک دوسرے سے الگ نہیں ہوں گے“
عنبر اور کیٹی مسکرانے لگے۔ عنبر نے کہا۔
”یہ تو بڑی اچھی بات ہے۔ مگر ایک سوال میرے دل
میں اب کھٹکنے لگا ہے کہ جب ہمارا سفر ختم ہو گیا۔
جب ہم فرعونوں کے مصر میں واپس اِس مقام پر
پہنچ گئے جہاں سے ہم نے اپنا سفر شروع کیا تھا
تو اس کے بعد کیا ہوگا“
ناگ بولا۔
”میں اور ماریا اِس سے پہلے یہی باتیں کرتے رہے
ہیں“
ماریا نے کہا۔
”ایک بات ظاہر ہے کہ اس وقت ہم میں سے
سب کی عمریں قریب قریب دس ہزار سال کی ہو
گئی ہیں اور اگر ہمارا سفر ختم ہو گیا تو ظاہر ہے کہ
ہم ایک دم بوڑھے ہو کر مر جائیں گے“
عنبر بولا۔
”مگر کیٹی کے ساتھ ایسا نہیں ہوگا۔ کیونکہ یہ ہماری
دنیا کی مخلوق نہیں ہے“
ناگ نے کہا۔

”ہم کیٹی سے درخواست کریں گے کہ اگر ہم سفر ختم
ہونے کے بعد ایک دم بوڑھے ہو کر مر گئے تو وہ ہماری
ہڈیوں کو دفن کر کے ہماری قبریں بنا دے“
کیٹی نے فوراً کہا۔
”ایسی باتیں نہ کرو ناگ بھیا۔ میرا دل اُداس ہو رہا
ہے۔ تم لوگوں کے بغیر میں بھی زندہ نہیں رہ سکوں گی“
ماریا کہنے لگی۔
”مجھے اپنے انجام کے بارے میں ابھی تک کچھ پتہ نہیں
کہ میں غیبی حالت میں ہی ختم ہو جاؤں گی یا انسانی
شکل میں ظاہر ہو کر مر جاؤں گی۔ اُف خدایا! مجھے
بوڑھی کھوسٹ ہونا بالکل پسند نہیں“
عنبر بولا۔
”خیر ہمارا انجام جو بھی ہوگا دیکھا جائے گا اس وقت
تو کیٹی کے کہنے پر عمل کرتے ہوئے ہمیں ایک دوسرے
کے ہاتھ تھام کر سو جانا چاہیئے؟“
کیٹی نے کہا۔
”عنبر ٹھیک کہتا ہے۔ کیونکہ میرا دل کہہ رہا ہے کہ آج
کی رات ہم یہاں سے، اس زمانے سے نکل کر پیچھے
کی طرف جا رہے ہیں“

ماریا نے کہا۔

"وہ پیچھے جائیں یا نہ جائیں لیکن لاش والا عقیق تو بے چارے سرائے کے مالک کو دے آؤ ناگ بھیا تاکہ اِس کے بچے کی جان چھوٹے"

ناگ نے کہا۔

"ہاں! میں ابھی جا کر اُسے دے آتا ہوں"

یہ کہہ کر ناگ نے عقیق لیا اور سرائے کے مالک کی کوٹھڑی کا دروازہ کھٹکھٹا دیا۔ وہ ہڑبڑا کر اُٹھ بیٹھا اور آنکھیں ملتا باہر آ گیا۔ ناگ نے اُسے چمکتا ہوا لعل دے کر کہا۔

"بابا! یہ رہا باؤلی کی لاش والا عقیق۔ یہ جوتشی کو جا کر دے دینا"

سرائے کا مالک بہت خوش ہوا۔ عقیق لے کر بولا۔

"اتنی رات کو تمہیں تکلیف کرنے کی کیا ضرورت تھی، صبح کو آ جاتے۔ ویسے میں تمہاری بہادری کی داد دیتا ہوں۔ تم لوگوں نے میرے بچے کی جان بچا لی ہے۔ میں تمہارا احسان کبھی نہ بھول سکوں گا"

ناگ نے کہا۔

"میں نے اپنا فرض ادا کیا ہے بابا۔ اسے تم اپنے پاس رکھ لو"

عقیق سرائے کے مالک کے حوالے کر کے ناگ اپنی کوٹھڑی میں واپس آ گیا۔ وہاں عنبر اور کیٹی قالین پر بیٹھے باتیں کر رہے تھے۔ ماریا کی خوشبو بتا رہی تھی کہ وہ بھی وہاں موجود ہے۔ عنبر نے کہا۔

"ناگ بھیا! کیٹی کہہ رہی ہے کہ اس کی طبیعت کچھ زیادہ ہی گھبرا رہی ہے۔ اِس لیے ہمیں ایک دوسرے کے ساتھ میں ہاتھ ڈال کر لیٹ جانا چاہیئے"

ماریا کہنے لگی۔

"مگر ہمیں تو نیند نہیں آئے گی۔ لیٹ کر کیا کریں گے"

عنبر بولا۔

"ویسے ہی لیٹ جائیں گے۔ رات بھی کافی ہو گئی ہے"

انہوں نے ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے اور وہیں قالین پر لیٹ گئے۔ رات آدھی سے زیادہ گزر چکی تھی۔ باہر خاموشی اور سناٹا چھایا ہوا تھا۔ ناگ کو محسوس ہوا کہ اسے اپنی مرضی کے خلاف نیند آنے لگی ہے۔ اس نے کہا۔

"یہ کیا بات ہے مجھ پر نیند چھا رہی ہے"

ماریا نے کہا۔

"مجھے بھی نیند آ رہی ہے"

عنبر اور کیٹی نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ گہری نیند سو چکے تھے۔

ناگ نے ماریا سے کہا۔

"ماریا! یہ لوگ تو پہلے ہی سو چکے ہیں۔ پادری کے مجسّے کی بات ٹھیک تھی۔ ہم واپس پچھلے زمانے میں جا رہے ہیں۔"

ماریا سنجیدہ آواز میں بولی۔

"شاید تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ مجھے ایسی نیند پہلے کبھی نہیں آئی جیسی اب آ رہی ہے۔"

ناگ نے کہا۔

"دیکھنا یہ ہے کہ اگر ہم آج رات تاریخ کے پچھلے دَور میں جا رہے ہیں تو کس دَور میں جا کر نکلیں گے؟"

ماریا نے کوئی جواب نہ دیا۔ ماریا کی خوشبو برابر آ رہی تھی۔ مگر وہ سو چکی تھی۔ ناگ نے ایک دو بار اُسے آواز دی مگر کوئی جواب نہ ملا تو ناگ پر بھی گہری نیند نے حملہ کر دیا اور وہ سو گیا۔

سب سے پہلے عنبر کی آنکھ کھلی۔

اس نے چاروں طرف سر اٹھا کر دیکھا کہ دن کی روشنی چاروں طرف پھیلی ہوئی ہے اور وہ ریت کے ٹیلے کے سامنے میں جنگلی جھاڑیوں میں کیٹی اور ناگ کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے زمین پر بیٹھا ہوا ہے۔ اسے ماریا کی خوشبو بھی آ رہی تھی۔ اس نے کیٹی اور ناگ کو جگایا۔

وہ آنکھیں ملتے ہوئے اٹھ بیٹھے۔ ماریا کی بھی آنکھ کھل گئی۔

ناگ بولا۔

"کیٹی کا اندازہ درست نکلا۔ ہم یونانی دور میں سے نکل کر پیچھے آ چکے ہیں۔"

کیٹی بولی۔

"یہ کون سا علاقہ ہے؟ کس بادشاہ کا زمانہ ہے؟"

ناگ نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔

"یہی ہمیں معلوم کرنا ہوگا۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ ہم چاروں اکٹھے پیچھے کے زمانے میں آئے ہیں۔"

عنبر نے کہا۔

"ماریا کی خوشبو آ رہی ہے۔ میرا خیال ہے وہ بھی ہمارے ساتھ ہی ہوگی۔ کیوں ماریا؟ تم ہمارے قریب ہی ہو نا؟"

"کیوں نہیں۔ میں تمہارے پاس ہی ہوں" ماریا نے کہا۔

ناگ کہنے لگا۔

"پادری کا مجسمہ سچا تھا۔ اُس نے مجھے بتا دیا تھا کہ اب تم لوگ ایک ساتھ ہی سفر کرو گے۔"

ماریا کہنے لگی۔

"وہ تو ٹھیک ہے مگر اب دیکھنا یہ ہے کہ ہم کس زمانے میں پہنچ گئے ہیں اور یہ کون سا ملک کون سا شہر ہے؟"

عنبر نے اُٹھ کر ٹیلے کے آس پاس نگاہ دوڑائی اور بولا۔
"یہ صحرائی علاقہ ہے۔ اس کا مطلب ہے کہ ہم یونان میں
نہیں ہیں۔ یہ مصر کا علاقہ بھی نہیں ہے۔ کیونکہ اگر ہم
مصر میں ہوتے تو کہیں نہ کہیں اہرام مصر ضرور دکھائی
دیتے۔"
ناگ نے کہا۔
"وہ دُور کھجوروں کے جُھنڈ بتا رہے ہیں کہ یہ شام
یا عراق کا علاقہ ہے۔"
کیٹی کہنے لگی۔
"ہمیں یہاں سے نکل کر ٹیلے کی دوسری طرف
جا کر پتہ کرنا چاہیئے کہ ہم کس ملک میں ہیں اور
کیا قریب کوئی شہر ہے کہ نہیں؟"
ماریا بولی۔
"اچھا خیال ہے۔ چلیئے۔ چلتے ہیں یہاں سے ویسے
یہ بڑی اچھی بات ہے کہ ہم چاروں اکٹھے سفر کر رہے
ہیں۔"
عنبر نے کہا۔
"خدا کرے کہ اب ہم اکٹھے ہی رہیں۔"
وہ چاروں اُٹھ کر ریت کے ٹیلے کے پیچھے سے ہو کر

ایک چھوٹے سے صحرائی راستے پر آ گئے۔ جو ایک طرف ریت کے
اونچے ٹیلوں کی قطار کی طرف چلا جاتا تھا۔ ناگ نے کہا۔
"عنبر کے پاس سونے کے کچھ سکے تو ہیں۔"

عنبر بولا۔
"مگر مصیبت یہ ہے کہ میرے پاس آج سے آگے کے
زمانے کے سونے کے سکے ہیں۔ یہاں انہیں کوئی نہیں
لے گا۔ بلکہ ان کی تو سمجھ میں ہی نہیں آئے گا کہ یہ سکے
کس زمانے کے ہیں۔"
ماریا کہنے لگی۔
"آخر سونا تو ہے ناں۔ ہم سونا کے حساب سے اسے
فروخت کر دیں گے۔"
"ہاں یہ ہو سکتا ہے۔" کیٹی نے آہستہ سے کہا۔
وہ ریتیلے راستے پر صحرا میں پھیلتی صبح کی ہلکی ہلکی دھوپ میں
چلے جا رہے تھے کہ پیچھے سے ایک اونٹ سوار آتا دکھائی دیا۔ عنبر
نے کہا۔
"اس مسافر سے پوچھتے ہیں کہ ہم کس زمانے میں آ
گئے ہیں اور یہاں کون سا شہر قریب ہے۔"
وہ ایک طرف کھڑے ہو کر اُونٹ سوار کا انتظار کرنے لگے۔

وہ اِن کے قریب سے گزرا تو وہ بھی کچھ تعجب سے ناگ عنبر اور کیٹی کو تکنے لگا۔ کیونکہ ان لوگوں کے لباس اِس زمانے کے لوگوں کے لباس کے مطابق نہیں تھے۔ اونٹ سوار کے لباس میں زرد رنگ کا لبادہ شامل تھا جو اس بات کی علامت تھی کہ ابھی وہ مِصر کے دور میں داخل نہیں ہوئے کیونکہ مِصر کا رنگ نیلا تھا۔ اور فرعون مِصر کے زمانے میں اکثر لوگ نیلے رنگ کا لباس پہنا کرتے تھے۔ عنبر نے اونٹ سوار کو روک لیا اور اس سے پوچھا۔

"بھائی! آگے کون سا شہر ہے؟"

اونٹ سوار نے کہا۔

"تم لوگ کون ہو اور کہاں سے آ رہے ہو؟"

ناگ نے عنبر اور کیٹی کی طرف دیکھا۔ عنبر نے کہا۔

"بھائی ہم مسافر ہیں۔ قافلے سے بچھڑ گئے تھے۔ صحرا میں راستہ بھولے ہوئے ہیں۔ تم ہمیں صرف اتنا بتا دو کہ آگے کون سا شہر ہے؟"

اونٹ سوار بولا۔

"آگے شہر بابل ہے۔ تم لوگ ملک عراق میں ہو"

عنبر نے اونٹ سوار کا شکریہ ادا کیا اور صرف اتنا مزید پوچھا کہ بابل شہر وہاں سے کتنی دُور ہے۔ اونٹ سوار یہ بتا کر آگے چل دیا کہ بابل وہاں سے دس کوس کے فاصلے پر ہے۔ جب

اونٹ سوار آگے نکل گیا تو عنبر نے کہا۔

"یقیناً بابل کا شہر ان ٹیلوں کے پیچھے ہے اور ضرور یہ بابل کی تہذیب کا شروع شروع کا زمانہ ہے۔ کیونکہ مجھے مینارِ بابل اور معلق باغات والا محل نظر نہیں آ رہا جو دُور سے مسافروں کو دکھائی دیا کرتا تھا"

ناگ نے کہا۔

"اس کا مطلب ہے کہ یہ ھینی بال سے بھی پہلے کا زمانہ ہے۔ کیونکہ معلّق باغات اور مینارِ بابل اس نے تعمیر کروائے تھے"

ماریا بولی۔

"ہاں ــــــ اور اس سے ایک اور بات بھی ظاہر ہوتی ہے کہ ہم فرعون مصر کے زمانے کے بالکل کنارے پر پہنچ چکے ہیں کیونکہ اس کے کچھ ہی سال بعد فرعون مصر کی تاریخ اور اِن کا عہد شروع ہو جاتا ہے"

وہ چلتے بھی جا رہے تھے اور باتیں بھی کرتے جاتے تھے۔ عنبر کہہ رہا تھا۔

"یہ حمورابی سے بھی پہلے کا زمانہ ہے، ضرور بابل پر فنیقیوں کی حکومت ہو گی۔ یہ لوگ تو بیل کی پوجا کرتے تھے۔ اور ان کے دیوتا کا نام بال تھا"

ماریا کہنے لگی۔
"وہی بال دیوتا جس کے بہت بڑے بُت کا منہ کھلا ہوتا
تھا۔ نیچے اس کے پیٹ میں آگ دہک رہی ہوتی تھی
اور جس بچے کو اس پر قربان کرنا ہوتا تھا اس کو بال
دیوتا کے منہ کے پاس بٹھا دیتے تھے۔"
عنبر نے اس کی بات پوری کرتے ہوئے کہا۔
"اور پھر بچے کے آگے رکھا ہوا پتھر رسّی سے کھینچ کر
ہٹا دیتے تھے اور بچہ بال دیوتا کے منہ سے پھسل کر
نیچے اس کے پیٹ میں جلتی ہوئی آگ میں گر کر بھسم ہو
جاتا تھا۔"
کیٹی نے کہا۔
"اُف کس قدر ظالم تھے یہ لوگ۔"
ناگ کہنے لگا۔
"یہ انسانی تہذیب کا ابتدائی زمانہ ہے کیٹی ابھی انسان
کی عقل نے ترقی نہیں کی۔"
چلتے چلتے وہ ٹیلوں کی دیوار کے پاس پہنچ گئے۔ یہاں ٹیلو
کے درمیان سے ایک تنگ سا راستہ دوسری طرف کھلے میدا
میں نکل جاتا تھا۔ جب وہ اس میدان میں آئے تو سامنے بابا
شہر کی دیوار نظر آ رہی تھی۔ شہر کی چار دیواری کے اندر بابل شہ

کے اُونچے اُونچے مکانوں کی چھتیں اور بال دیوتا کے مندر کا اونچا
چمکتا ہوا سونے کا مینار بھی نظر آ رہا تھا۔
عنبر بولا۔
"میرا اندازہ درست نکلا۔ ابھی معلق باغات اور مینار بابل
نہیں بنایا گیا۔ یہ سامنے بال دیوتا کے مندر کا مینار ہے۔"
بابل شہر ایک بار تباہ ہو کر دوبارہ آباد ہوا تھا۔ اس کی سڑکیں
چوڑی چوڑی تھیں، کناروں پر درخت تھے۔ مکان چار منزلہ بھی
تھے۔ بازاروں میں خوب رونق تھی۔ دکانوں پر لوگ سودا وغیرہ
خرید رہے تھے۔ موسم گرم تھا۔ پانی فروخت کرنے والے مشکیں
کاندھوں پر ڈالے کٹورے کھنکھناتے پھر رہے تھے۔ ملک پر
فونیقی بادشاہ کی حکمرانی تھی۔ شہر کی فصیل کافی کشادہ تھی اور اوپر
تھوڑے تھوڑے فاصلے پر بُرج بنے تھے جہاں فونیقی سپاہی
نیزے لیے پہرہ دے رہے تھے۔
عنبر ناگ ماریا اور کیٹی شہر کی سڑکوں کی سیر کرتے پھر رہے
تھے۔
ناگ کہنے لگا۔
"اس شہر کے لوگوں میں سے کسی کو معلوم نہیں ہے
کہ اس شہر کو جینی بال حملہ کر کے تباہ و برباد کر کے رکھ
دے گا۔"

عنبر نے کہا۔

"نہ صرف تباہ و برباد کر دے گا بلکہ اس کے مکانوں اور شاہی محلوں کو بنیادوں سے اکھیڑ کر سارے شہر میں ہل پھروا کر دریائے دجلہ کا پانی چھوڑ کر اس کا نام و نشان تک مٹا دے گا۔"

ماریا نے کہا۔

"اور اس مردہ بابل شہر کی مٹی میں سے ایک نیا بابل تعمیر کیا جائے گا۔ جو اس شہر سے زیادہ خوبصورت ہو گا۔"

کیٹی کہنے لگی۔

"یہی تاریخ کا چکر ہے جس کو ہم اپنے سفر میں دیکھتے چلے آ رہے ہیں۔"

ماریا نے کہا۔

"سوال یہ ہے کہ اب ہم کدھر جا رہے ہیں۔"

عنبر بولا۔

"بس شہر کی سیر کر رہے ہیں۔ ایک بات بڑی تسلی بخش ہے۔ کہ ہم فرعون مصر کے زمانے سے بہت قریب آ گئے ہیں۔ یعنی اِس زمانے سے کوئی تین سو برس پیچھے فرعون مصر کا زمانہ شروع ہو جائے گا۔"

ناگ نے کہا۔

"اور وہ ہمارے سفر کی آخری منزل ہو گی۔"

سفر کی آخری منزل کی بات سُن کر وہ سب اداس ہو گئے۔ کچھ دیر خاموشی سے چلتے رہے۔ ناگ نے کہا۔

"دوستو! اس طرح اداس اور غمگین ہونے سے کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔ جب کوئی سفر شروع ہوتا ہے تو پھر ایک روز وہ ختم بھی ہو جاتا ہے۔ اور پھر ہمیں ابھی تک یہ یقین بھی نہیں دلایا گیا ہے کہ ہم اپنے سفر کی آخری منزل پر پہنچ کر ایک دوسرے سے ہمیشہ کے لیے بچھڑ جائیں گے۔ کیا معلوم ہمارا ایک بار پھر کوئی سفر شروع ہو جائے؟"

ماریا کہنے لگی۔

"اب کہاں سفر کریں گے ہم؟ ساری دنیا، ساری تاریخ میں تو سفر کر چکے ہیں۔"

کیٹی کہنے لگی۔

"کاش میں آپ کو اپنے خلائی سیارے پر لے جا سکتی۔"

عنبر بولا۔

"کیا معلوم آگے ہمارا واقعی خلائی سفر شروع ہو جائے۔"

ناگ کہنے لگا۔

"عنبر بھیّا! تم بھی کبھی کبھی بالکل بچوں کی طرح باتیں کرنے لگتے ہو۔ ہمارا خلا سے کیا تعلق ہے؟ ہمارا خلائی سفر کیسے شروع ہو سکتا ہے؟"

کیٹی نے کہا۔

"سب کچھ ہو سکتا ہے۔ خلائی مخلوق تو ہر زمانے میں تمہاری دنیا کے ساتھ رابطہ قائم کرتی رہی ہے۔ اور اپنے خلائی جہاز اس زمین پر بھیجتی رہی ہے۔"

ماریا نے کہا۔

"اس لیے بھیجتی رہی ہے تاکہ ہماری زمین کے لوگوں کو ختم کر کے زمین پر قبضہ کر لیا جائے۔"

کیٹی بولی۔

"یہ الگ بات ہے۔ مگر اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ مخلوق کے ساتھ اس زمین کا رابطہ رہا ہے۔"

ناگ نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"دوستو! بھائیو اور بہنو! ہمیں جھگڑنے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ اگر خلا میں بھی کبھی جانا پڑ گیا تو دیکھا جائے گا۔ ہم خلا میں بھی سفر کرنے سے نہیں ڈریں گے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اس وقت ہم شہر میں کس طرف

جا رہے ہیں؟"

ماریا نے ہنس کر کہا۔

"اس وقت تو ہم سیدھا بال دیوتا کے مندر کی طرف جا رہے ہیں۔"

کیٹی مسکرا کر بولی۔

"بھائیو اس طرف مت جاؤ۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ ہمیں پجاری پکڑ کر بال دیوتا کے پیٹ کی آگ میں ڈال دیں۔"

عنبر کہنے لگا۔

"آخر ہم تمہارے ساتھ کس لیے ہوں۔ وہ تم لوگوں کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔"

ماریا بولی۔

"پھر بھی ہمیں خواہ مخواہ کوئی مصیبت کھڑی نہیں کرنی چاہیے۔ بہتر یہی ہے کہ ہم شہر میں کوئی ایسی جگہ تلاش کریں۔ جہاں ہم اس وقت تک قیام کر سکیں۔ جب تک کہ ہم پیچھے فرعونِ مصر کے زمانے میں نہیں جاتے۔"

"اپنی اپنی آخری منزل تک نہیں جاتے"، عنبر نے کہا۔

"ہاں! میرا مطلب یہی تھا"، ماریا کہنے لگی۔

ناگ بولا۔

بھئی یہاں اس شہر میں ٹھہرنے کے لیے کوئی سرائے

ہی ہو سکتی ہے"

کیٹی کہنے لگی۔

"ہماری قسمت میں بس سرائے ہی رہ گئی ہے۔ کوئی محل نہیں لکھا"

عنبر بولا۔

"بھئی ہم نے شاہی محل میں بھی دن گزارے ہیں لیکن جو مزا سرائے کی کوٹھڑی میں ملتا ہے وہ محل میں کہیں نظر نہیں آتا"

کیٹی بولی۔

"تو چلیے جناب پھر آپ ہی اپنی کوئی دل پسند سرائے تلاش کر لیں"

"سرائے شہر کے اندر ہو گی۔ چلو اس سڑک پر گھوم جاتے ہیں۔ یہ سڑک شہر کے اندرونی علاقے میں جا رہی ہے"

وہ چاروں دوست اس سڑک پر مڑ گئے۔

اِس سڑک پر گرم مصالحے اور ریشمی کپڑے اور زیتون کا تیل بیچنے والوں کی دکانیں تھیں۔

بازار کے کونے پر ایک کارواں سرائے تھی۔

یہاں دوسرے شہروں کے مسافر آ کر ٹھہرا کرتے تھے۔

عنبر نے کہا۔

"سرائے میں جانے سے پہلے ہمیں سونے کے سکے فروخت کر کے یہاں کے سکے حاصل کر لینے چاہئیں"

ناگ بولا۔

"یہ کام میں کروں گا"

وہ اسی جگہ ٹھہر گئے۔ ناگ نے سونے کے اگلے زمانے کے سکے لیے اور بازار میں ایک سنار کی دکان پر جا کر اُسے سکے دکھائے اور کہا کہ میں اِسے فروخت کرنا چاہتا ہوں۔ سنار نے سکوں کو غور سے دیکھا۔ اِسے کیا معلوم تھا کہ یہ سکے آنے والے زمانے کے ہیں۔ وہ یہی سمجھا اور ناگ نے بھی اسے یہی بتایا کہ یہ پرانے یعنی گزرے ہوئے زمانے کے سکے ہیں۔ دکاندار نے دیکھا کہ سونا خالص

تھا. اس نے وہ سکے خرید کر اس کے عوض اس زمانے کے
کچھ سکے دے دیئے. ان سکوں کی مدد سے انہیں سرائے میں
ایک کوٹھڑی کرائے پر مل گئی. کوٹھڑی میں ڈیرا لگا کر وہ
اطمینان سے بیٹھ گئے. ویسے ہی شوق کی خاطر انہوں نے
وہاں بُھنا ہوا گوشت اور روٹی منگوا کر کھائی. پھر غسل
کر کے دوسرے کپڑے پہنے جو عنبر بازار سے خرید کر لے
آیا تھا. یہ کپڑے وہاں کے زمانے کے فیشن کے مطابق تھے.
اس کے بعد وہ شہر میں گھومنے پھرنے نکل گئے. شام
کو واپس سرائے میں آ گئے. مگر عنبر ابھی تک واپس نہیں آیا
تھا. وہ شہر کے گلی کوچوں میں نکل گیا تھا. وہ ایک گلی میں
سے گزر رہا تھا کہ اُسے اندر سے عورتوں کے رونے کی آواز
سنائی دی. باہر بھی کچھ لوگ پریشان پریشان سے کھڑے تھے.
عنبر رک گیا. اس نے ایک آدمی سے پوچھا.
"کیوں بھائی کیا یہاں کسی کی موت ہو گئی ہے؟"
اس آدمی نے عنبر کو سر سے پاؤں تک دیکھا اور بولا.
"موت ہوئی نہیں، موت ہونے والی ہے"
عنبر نے تعجب سے پوچھا.
"میں کچھ سمجھا نہیں بھائی"
دوسرا آدمی عنبر کے سامنے آ گیا اور بولا.

"کیا تم اس مکان کی دیوار پر بنا ہوا دیوتا بال کا
نشان نہیں دیکھ رہے ہو؟"
عنبر نے دیکھا کہ مکان کی دیوار پر بال دیوتا کا نوکیلا سینگ
کھریا مٹی سے بنا ہوا تھا. وہ کہنے لگا.
"دیکھ رہا ہوں. مگر اس کا کیا مطلب ہے؟"
پہلے والا آدمی بولا.
"تم مجھے اس شہر میں کوئی پردیسی معلوم ہوتے ہو
تم کہاں سے آئے ہو؟"
عنبر نے اسے بتایا کہ وہ ملک مصر سے آ رہا ہے اور
شہر میں پردیسی ہے. مکان سے عورتوں کے رونے
کی آواز سن کر رک گیا تھا.
"اصل معاملہ کیا ہے بھائی؟" عنبر نے پوچھا.
وہ آدمی آہ بھر کر بولا.
"پردیسی نوجوان! یہ بڑی دردناک کہانی ہے.
جس نشان کو تم دیکھ رہے ہو یہ بادشاہ کے
سپاہیوں نے بنایا ہے. جس گھر میں یہ نشان بنا دیا
جاتا ہے اس گھر میں سے ایک نوجوان کو دیوتا بال پر
قربان کرنے کے لیے چُن لیا جاتا ہے. اس مکان میں
ایک بیوہ عورت اپنے اکلوتے نوجوان بیٹے کے

ساتھ رہتی ہے۔ سپاہی اس کے مکان پر نشان لگا گئے
ہیں۔ اب کل اسی وقت بادشاہ کے سپاہی آئیں گے اور
اس کے اکلوتے نوجوان بیٹے کو دیوتا پر قربان کرنے
کے لیے لے جائیں گے۔"

عنبر کا دل ہل گیا۔ اس نے کہا۔

"یہ عورت اپنے لڑکے کو لے کر یہاں سے بھاگ
کیوں نہیں جاتی ہے؟"

اس آدمی نے گھور کر عنبر کی طرف دیکھا اور کہا۔

"کیا تم نہیں جانتے کہ اس گھر کی خفیہ نگرانی ہو
رہی ہے۔ اس گھر سے کوئی بھی نوجوان لڑکا باہر نہیں
نکل سکتا۔"

عنبر نے کچھ سوچ کر کہا۔

"کیا بادشاہ کے سپاہیوں نے اس بیوہ عورت
کے اکلوتے لڑکے کو دیکھا ہے؟"

وہ آدمی کہنے لگا۔

"اس کی ضرورت نہیں ہوتی۔ انہیں جاسوسوں
نے خبر دے دی ہے کہ اس مکان میں ایک نوجوان
لڑکا اپنی ماں کے ساتھ رہتا ہے۔ چونکہ اس
مکان کی باری آگئی تھی اس لیے اب یہاں

ایک لڑکا نکال کر ضرور قربان کر دیا جائے گا۔ اس
کو دیکھنے یا نہ دیکھنے کی خاص ضرورت نہیں ہوتی۔"

عنبر نے آخری سوال کیا۔

"مگر بھائی! میں نے تو سنا تھا کہ بعل دیوتا پر بچوں
کو قربان کیا جاتا ہے۔ پھر اس نوجوان کو کیوں قربان
کیا جا رہا ہے؟"

دوسرے آدمی نے جواب دیا۔

"سال میں ایک بار بعل دیوتا پر ایک نوجوان کو
قربان کیا جاتا ہے اور ایسے نوجوان کو حاصل کرنے
کے لیے شہر کے شمال میں دس بازار چھوڑ کر پہلی
گلی کے بارھویں مکان پر نشان بنا دیا گیا ہے۔
کسی کو معلوم نہیں ہوتا کہ اس سال شہر کے
کون سے علاقے کی دس سڑکیں چھوڑ کر پہلی گلی کے
بارھویں مکان پر خونی نشان لگایا جائے گا۔ اس
بار اس بیوہ بے چاری کے بیٹے کی باری آگئی ہے
وہ اپنی رشتے دار عورتوں کے ساتھ اندر بیٹھی
رو رہی ہے۔"

"اور اس کا بیٹا کہاں ہے؟"

"وہ بھی اندر ہی ہے۔ مگر باہر نہیں نکل سکتا۔

اس مکان سے جو نوجوان بھی نکلے گا اسے ایک
خفیہ تیر کسی بھی مکان کی چھت سے آئے گا"
اور ہلاک کر ڈالے گا"
عنبر وہاں سے خاموشی سے نکل کر باہر سڑک پر آگیا۔
وہ سیدھا سرائے میں پہنچا اور ناگ ماریا اور کیٹی کو سارا
واقعہ سنایا۔ ماریا نے پوچھا۔
"یہ تو یہاں ہوتا ہی رہتا ہے۔ تم خاص طور پر یہ
بات ہمیں کیوں سنا رہے ہو؟"
عنبر نے کہا۔
"اس لیے کہ میں بیوہ عورت کے اکلوتے بیٹے کی
جان بچانا چاہتا ہوں"
ناگ، کیٹی اور ماریا عنبر کے چہرے کو تکنے لگے۔ کیونکہ
ملک کے سب سے بڑے دیوتا کے شکار کو اس سے چھین لینا
ایک ایسا جرم تھا جس کو ہرگز معاف نہیں کیا جا سکتا تھا۔
ناگ نے پوچھا۔
"تم اس نوجوان کو کیسے وہاں سے نکال کر لاؤ
گے؟ جبکہ اس کے مکان کے ارد گرد کڑا خفیہ پہرہ
لگا ہو گا"
عنبر نے کہا۔

"میں اسے لاؤں گا نہیں بلکہ خود اس کی جگہ قربان
ہونے جاؤں گا"
ماریا کیٹی اور ناگ ہکا بکا ہو گئے۔ اگرچہ انہیں معلوم تھا
کہ عنبر مر نہیں سکتا لیکن اتنے بڑے دیوتا بال کے پیٹ میں دہکتی
آگ کے کنوئیں میں ڈالنا بڑی خطرناک بات بھی تھی۔ کیونکہ
آگ کا کنواں اتنا گہرا تھا کہ وہاں سے کوئی زندہ بچ کر
باہر نہیں نکل سکتا تھا۔ پھر اس کے اندر سیکڑوں سالوں
سے آگ جل رہی تھی اور اس بات کا بھی خطرہ تھا کہ ہو
سکتا ہے یہ زبردست آگ عنبر کو کوئی نقصان پہنچا دے۔
ان سارے اندیشوں اور خطروں کا ذکر عنبر سے کیا گیا تو
وہ بولا۔
"میں ایک بیوہ عورت کو اس کے اکلوتے بیٹے سے
زندگی بھر کے لیے محروم ہوتے نہیں دیکھ سکتا"
کیٹی کہنے لگی۔
"لیکن ہم بھی تم سے محروم نہیں ہونا چاہتے"
ناگ بولا۔
"دیوتا بال کے کنوئیں کی آگ اتنی بھیانک ہے اور
اس میں اتنی خوفناک تپش ہے کہ اس میں ڈالے
ہوئے پتھر بھی پگھل کر لاوا بن جاتے ہیں۔ اگر نہیں

کچھ ہو گیا تو پھر؟“

عنبر بڑے اعتماد کے ساتھ بولا۔

”میں نے جو فیصلہ کر لیا ہے اس سے ایک انچ بھی پیچھے نہیں ہٹوں گا۔ ویسے مجھے یقین ہے کہ آگ میرا کچھ نہیں بگاڑ سکے گی۔ ہاں آگ کے کنوئیں سے نکلنا ایک مشکل مسئلہ ہو گا۔ لیکن اس کے لیے بھی میرے ذہن میں ایک منصوبہ ہے“

”وہ منصوبہ کیا ہے ذرا ہمیں بھی بتاؤ“، کیٹی نے کہا۔

عنبر نے اپنے تینوں دوستوں کو اپنا منصوبہ بتایا تو وہ ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔

ماریا کہنے لگی۔

”عنبر بھیا! اس میں پھر بھی بہت خطرہ ہے میرا مطلب ہے تمہاری جان کا خطرہ ہے“

عنبر نے فیصلہ کن انداز میں کہا۔

”تم میری جان کی فکر نہ کرو۔ میری جان کو کچھ نہیں ہو گا۔ میں نے تم لوگوں کو جیسا کہا ہے تم ویسے ہی کرنا۔ ٹھیک ہے؟“

ناگ نے آہستہ سے کہا۔

”اگر تم نے فیصلہ ہی کر لیا ہے تو پھر ٹھیک ہے۔

ہم تمہیں روک نہیں سکتے“

عنبر خوش ہو کر بولا۔

”شاباش! مجھے تم لوگوں سے یہی توقع تھی۔ اچھا اب میں جاتا ہوں۔ کل رات کے پچھلے پہر تم مندر میں پہنچ جانا“

یہ کہکر عنبر تیزی سے کوٹھڑی سے نکل گیا۔

رات کا اندھیرا شہر بابل کے گلی کوچوں میں پھیل چکا تھا۔ کہیں کہیں مکانوں اور کھلی دکانوں میں تیل کے دیئے جل رہے تھے مگر ان کی روشنی رات کی گہری تاریکی کا مقابلہ نہیں کر سکتی تھی۔ عنبر اپنے آپ کو چھپاتا ہوا اس عورت کے مکان پر پہنچ گیا جس کے باہر دیوتا بال کا خونی نشان بنا ہوا تھا۔ اس وقت دروازے پر بادشاہ کے سپاہی ایک خاص قسم کی مہر والا شاہی تالا لگا چکے تھے تاکہ نہ کوئی مکان کے اندر جا سکے اور نہ باہر نکل سکے۔ اندر سے ایک عورت کے آہستہ آہستہ رونے اور بین کرنے کی آواز آرہی تھی۔ ظاہر ہے یہ آواز بدقسمت بیوہ ماں کے اور کس کی ہو سکتی تھی۔

عنبر نے ایک طرف اندھیرے میں کھڑے ہو کر مکان کا جائزہ لیا۔ مکان کی دیوار کے ساتھ دوسرے مکان کی

چھت لگی ہوئی تھی۔ عنبر نے دیکھا کہ دوسرے مکان کا چھج
زمین سے زیادہ اونچا نہیں تھا۔ وہ اندھیرے میں چھپ
کر اس چھجے پر چڑھ گیا۔ پھر ساتھ والے مکان کی چھت
پر آگیا۔ یہ مکان اسی بیوہ عورت کا تھا۔ اس نے اُوپر والے
دروازے کو دیکھا تو وہاں بھی شاہی مُہر والا تالا لگا ہوا تھا

عنبر شاہی تالے کو توڑنا نہیں چاہتا تھا۔ اس نے دروازے
کے ایک پٹ کو اپنی مضبوط گرفت میں لے لیا اور اپنی پوری
طاقت کے ساتھ اسے ایک ہلکا سا جھٹکا دیا تو دروازے
کی چوکھٹ کو تھوڑا سا اندر کو دھکیلا اور دوسری طرف زینے
میں آگیا۔ یہاں آتے ہی اس نے دروازے کی چوکھٹ کو
پھر اپنی جگہ پر گاڑ دیا۔

وہ زینے سے اُترنے لگا۔ زینے میں اندھیرا تھا۔ لیکن
اندھیرے میں عنبر کو راستہ دکھائی دے رہا تھا۔ نیچے والی
منزل کا کمرہ خالی تھا۔ اسے اس سے نیچے والے کمرے
سے عورت کے رونے کی آواز آ رہی تھی۔ کوئی مرد اسے
چُپ کرانے کی کوشش بھی کر رہا تھا۔ یہ کسی نوجوان مرد
کی آواز تھی۔ جو کہہ رہا تھا۔

"ماں! میری قسمت میں یہی لکھا تھا کہ مجھے دیوتا
بال پر قربان کر دیا جائے۔ میں کیا کر سکتا ہوں۔

تم حوصلہ کرو"

ماں سسکیاں بھرتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

"بیٹا! جس ماں کا جوان بیٹا قتل کیا جا رہا ہو وہ کیسے
صبر کرے؟"

عنبر سیڑھیاں اُتر کر نچلی منزل والے کمرے میں آگیا۔
وہاں ایک بوڑھی عورت اپنے نوجوان بیٹے کو سینے سے
لگائے زمین پر بیٹھی رو رہی تھی۔ انہوں نے ایک اجنبی
کو اپنے سامنے دیکھا تو سکتے میں آگئے۔ ماں نے کہا۔

"کیا میرے بیٹے کو لینے آئے ہو؟ نہیں نہیں۔ میرے
بچے کو نہ مارو۔ وہ میری زندگی کا ایک ہی سہارا
ہے۔ اسے بخش دو۔ اس کی جگہ مجھے دیوتا پر قربان
کر دو......"

عنبر نے اپنے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر کہا۔

"خاموش رہو ماں"

نوجوان لڑکا سانولے رنگ کا تھا۔ اس کے بال عنبر کی
طرح گھنگھریالے تھے۔ موت کے خوف نے اس کے چہرے
کو ویران ویران کر دیا ہوا تھا۔

"تم ___ تم کون ہو؟ کیا مجھے لینے آئے ہو؟ مگر
___ مگر مجھے تو کل رات قربان کیا جائے گا"

نوجوان رُک رُک کر بول رہا تھا۔ عنبر نے کہا۔
"میں تمہیں لینے نہیں آیا بلکہ تمہیں آگ کی دردناک موت سے بچانے آیا ہوں۔"
بیوہ ماں اور اس کا نوجوان بیٹا بُت سا بن کر عنبر کا منہ تکنے لگے۔ ایک میز پر تیل کا دیا جل رہا تھا۔ ماں نے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔
"یہ تم کیا کہہ رہے ہو بیٹا؟ تم کون؟ کہاں سے آئے ہو؟ کیا تم ہم سے مذاق تو نہیں کر رہے؟"
عنبر نے کہا۔
"نہیں ماں —— میں مذاق نہیں کہہ رہا۔ میں جو کوئی بھی ہوں یہ بات چھوڑ دو اس وقت —— اصل بات یہ ہے کہ میں تمہارے بیٹے کو موت سے بچانے آیا ہوں۔"
بوڑھی عورت نے کہا۔
"بیٹا تم —— تم میرے بچے کو کیسے بچا سکو گے۔ باہر بادشاہ کے سپاہیوں کا خفیہ پہرہ لگا ہے —— مکان پر شاہی تالے لگ چکے ہیں۔ تم اندر کیسے آگئے؟"
عنبر بولا۔

"بس میں سب کی نظریں بچا کر کسی طرح سے اندر آگیا ہوں۔ میں تمہارے بیٹے کو اس طرح بچاؤں گا کہ اس کی جگہ میں قربان ہونے جاؤں گا۔"
ماں بیٹا اور زیادہ حیران ہو گئے۔
"یہ کیسے ہو سکتا ہے بیٹا؟ ماں نے تعجب سے کہا۔
عنبر نے کہا۔
"ایسا ہی ہو گا ماں۔ تم خاموش رہنا۔ جب شاہی سپاہی کل تمہارے بیٹے کو لینے آئیں گے تو اسے کوٹھڑی میں چھپا دیا جائے گا اور اس کی جگہ میں ان کے ساتھ جاؤں گا۔"
نوجوان خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر بولا۔
"مگر بھائی — تم میری خاطر اپنی جان کیوں دے رہے ہو؟"
عنبر بولا۔
"اس لیے کہ میرے جسم پر ایک ایسا جادو کر دیا گیا ہے کہ آگ مجھ پر اثر نہیں کرے گی۔ میں آگ میں گر کر بھی زندہ رہوں گا۔"
بوڑھی ماں اور اس کا بیٹا ایک دوسرے کا منہ دیکھنے لگے۔ ان کو ایسا لگ رہا تھا جیسے کوئی خواب میں ان کے

سامنے آکر باتیں کر رہا ہے۔ عنبر کہنے لگا۔

"آپ کو یہ بات سمجھ میں نہیں آئے گی۔ بس تم لوگ خاموش رہنا۔ مجھے اتنی اجازت دو کہ میں کل تک اس مکان کی کسی کوٹھڑی میں چھپا رہوں۔ تاکہ اگر کوئی تمہارا رشتے دار آئے تو وہ یہ نہ دیکھ سکے کہ تمہارے بیٹے کی جگہ ایک دوسرا نوجوان قربان ہونے جا رہا ہے۔ میں نے یہ معلوم کر لیا ہے کہ شاہی سپاہیوں نے تمہارے بچے کی شکل نہیں دیکھی۔"

بوڑھی ماں اور اس کے نوجوان بیٹے کو ابھی تک عنبر کی باتوں پر یقین نہیں آ رہا تھا۔ وہ عنبر کی طرف پھٹی پھٹی آنکھوں سے دیکھ رہے تھے۔ خوشی اور حیرت سے دونوں ماں بیٹے کی زبانیں جیسے گنگ ہو گئی تھیں۔

دوسرا دن سارے کا سارا عنبر نے اسی گھر میں گزارا۔ ماں بیٹا اسی کمرے میں بیٹھے رہے۔ وہ اداس بھی تھے اور خاموش بھی۔ ماں کبھی کبھی سسکیاں بھرنے لگتی تھی۔ اُسے یوں محسوس ہونے لگتا تھا کہ اجنبی نوجوان ان کے دل کو خوش کر رہا ہے۔ اصل میں ہو گا یہی کہ جب بادشاہ کے سپاہی اس کے بیٹے کو قربانی کرنے کے لیے لینے آئیں گے تو یہ اجنبی نوجوان بھاگ جائے گا۔

جب کوئی رشتے دار عورت وہاں آتی تو عنبر دوسرے کمرے میں چھپ جاتا۔ اب شاہی سپاہی اور جلادوں نے مکان کے باہر آکر پہرہ دینا شروع کر دیا تھا۔ کیونکہ اس بدقسمت نوجوان کا یہ آخری دن تھا۔

دیکھتے دیکھتے شام پڑ گئی۔ گھروں میں چراغ روشن ہو گئے۔ گلی میں اندھیرا ہو گیا۔ مگر مکان کے باہر بادشاہی سپاہیوں اور جلادوں نے دو مشعلیں روشن کر لیں جن سے وہاں روشنی ہو گئی۔ اب مکان میں ماں بیٹا مایوسی اور امید کے درمیان گھبرائے ہوئے بیٹھے تھے۔ عنبر نے کہا۔

"میں چاہتا ہوں کہ اپنے بیٹے کو تم اوپر والے کمرے میں چھپا دو۔ اس کے کپڑے میں پہن لوں اور یہ میرے کپڑے پہن لے۔"

بیوہ عورت کو کچھ کچھ یقین ہونے لگا کہ اجنبی نوجوان واقعی اس کے بیٹے کی جگہ اپنے آپ کو قربانی کے لیے پیش کرنے والا ہے۔ اس نے عنبر سے کہا۔

"بیٹا! میں اپنے بچے کو مرتا نہیں دیکھ سکتی مگر میں یہ بھی نہیں چاہتی کہ تم بھی اپنی جان کھو دو۔ کیا تمہیں یقین ہے کہ تم پر جو جادو کیا گیا ہے اس کی وجہ سے آگ تم پر اثر نہیں کرے گی؟"

عنبر نے مسکرا کر کہا۔

"ہاں ماں ـــ مجھے یقین ہے تم فکر نہ کرو۔ خدا نے چاہا تو میں قربانی کے بعد کسی روز تمہیں ملنے ضرور آؤں گا۔ مگر تم ایک کام کرنا کہ جب بادشاہ کے سپاہی مجھے لے کر چلے جائیں تو اپنے بیٹے کو یا تو کسی دوسرے ملک میں بھجوا دینا یا خود بھی اِس کے ساتھ یہ شہر چھوڑ کر چلی جانا۔ اگر زندگی رہی تو کبھی پھر بھی ملاقات ہو جائے گی۔"

اتنے میں باہر گلی میں فوجی سپاہیوں کے بھاری قدموں اور اِن کے زرہ بکتر کی جھنجھاہٹ کی آوازیں آئیں۔

"وہ لوگ آگئے ہیں۔ جلدی کرو۔"

بیوہ ماں کے بیٹے نے اپنے کپڑے اتار کر عنبر کو دے دیئے۔ عنبر نے اس کے کپڑے پہن کر سر پر رومال لپیٹ لیا اور نوجوان نے عنبر کے کپڑے پہنے اور اُوپر والے کمرے میں جا کر چھپ گیا۔ ایک دم سے دروازہ دھڑاک سے کھُل گیا اور چار شاہی سپاہی تلواریں لیے اندر آگئے۔ اِن کے آگے آگے ایک افسر سپاہی تھا۔ اس نے تلوار کی نوک عنبر کی گردن پر رکھ کر کہا۔

"چلو ـــ تمہاری قربانی کا وقت آگیا ہے۔"

بیوہ ماں کا چہرہ زرد تھا۔ عنبر نے کہا۔

"مجھے معاف کر دو۔ میں مرنا نہیں چاہتا۔"

افسر سپاہی نے کڑک کر کہا۔

"بکواس بند کرو۔ تمہیں اب موت سے کوئی نہیں بچا سکتا۔"

پھر اس نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ نوجوان کو اُٹھا کر لے چلو۔ چار سپاہی آگے بڑھے۔ انہوں نے عنبر کی مشکیں کسیں اور ڈولی ڈنڈا کر کے اسے مکان سے لے کر باہر آگئے۔ گلی کے موڑ پر گھوڑے کھڑے تھے۔ عنبر کو ایک گھوڑے پر ڈال دیا گیا اور سپاہی اسے لے کر بال دیوتا کے مندر کی طرف روانہ ہو گئے۔

سپاہیوں کے جانے کے آدھے گھنٹے بعد بیوہ ماں کے گھر کا دروازہ اندھیری رات میں آہستہ سے کھُلا۔ بوڑھی عورت نے گلی میں دیکھا۔ گلی سنسان تھی۔ سب لوگ گھروں میں سو رہے تھے۔ بوڑھی عورت نے بغل میں ایک گٹھری دبا رکھی تھی۔ وہ گلی میں نکل آئی۔ اس نے پیچھے اشارہ کیا۔ مکان میں سے وہی نوجوان عنبر کے کپڑوں میں نکل آیا جس کی جگہ قربان ہونے عنبر کو سپاہی لے گئے تھے۔ اس نوجوان نے مکان پر تالا ڈالا اور پھر دونوں ماں بیٹا اندھیری گلی میں سے

گزر کر دوسری گلی کی تاریکی میں گم ہو گئے۔

بال دیوتا کے مندر میں آج سال کی بڑی قربانی تھی۔ پجاری اور منتری زرد لمبے لمبے کرتے پہنے، ماتھوں پر زعفران کے تلک لگائے دیوتا کے بہت بڑے سات منزلہ بُت کے آگے جلتی ہوئی آگ کے کنوئیں سے دور بیٹھے منتر پڑھ رہے تھے سنکھ بج رہے تھے۔ بادشاہ کی سواری بھی آگئی۔ بادشاہ اپنے درباریوں کے ساتھ پوری شان اور شاہی آن بان کے ساتھ تخت پر بیٹھ گیا۔ دیوتا بال کے آگے کنوئیں میں زبردست آگ جل رہی تھی۔ آگ کے اس کنوئیں کے اوپر پتھر کی ایک پھسلنی لگی تھی جو سیدھی اوپر دیوتا بال کے منہ تک چلی گئی تھی اور اس کی زبان لگتی تھی۔ اس زبان پر قربان کرنے والے کو پتھر کی رکاوٹ آگے رکھ کر بٹھا دیا جاتا تھا۔ اس پتھر کے ساتھ رسّی بندھی ہوئی تھی۔ بڑے منتری کے اشارے پر رسّی کھینچ دی جاتی۔ پتھر کی رکاوٹ آگے سے ہٹ جاتی اور قربانی کا شکار اپنے آپ پھسلنی پر سے پھسل کر نیچے آگ کے جہنم میں گر کر بھسم ہو جاتا۔

بادشاہ کے آنے پر سنکھ ڈمرو اور ڈھول زیادہ زور سے پیٹے جانے لگے۔ دیو داسیوں اور پجاریوں نے تیز تیز بھجن گانے شروع کر دیئے۔ جب رات آدھی گزر گئی تو بادشاہ

نے بڑے پجاری کی طرف دیکھا۔ پجاری نے آگے بڑھ کر جُھک کر سلام پیش کیا۔ بادشاہ نے کہا۔

"وقت ہو گیا ہے۔ قربانی دی جائے"

پجاری سر جھکائے ایک طرف ہٹ گیا۔ پھر اس نے ہاتھ اوپر اٹھا کر ہلایا۔ یہ اشارہ تھا کہ دیوتا پر قربان کیے جانے والے نوجوان کو لایا جائے۔ ایک طرف سے پردہ ہٹا اور دس سپاہی رسیوں میں جکڑے ہوئے عنبر کو لے کر بادشاہ کے سامنے لے آئے۔ بادشاہ نے عنبر کی طرف دیکھ کر کہا۔

"تم خوش قسمت ہو کہ دیوتا بال نے تمہاری قربانی قبول کی ہے اور تمہیں اپنے اوپر قربان ہونے کے لیے چُنا ہے۔ کیا تمہاری کوئی آخری خواہش ہے؟ اگر ہے تو بتاؤ تاکہ وہ پوری کی جائے"

عنبر نے بادشاہ کی طرف دیکھ کر کہا۔

"بادشاہ سلامت! میری ایک ہی آخری خواہش ہے کہ مجھے رہا کر دیا جائے"

بادشاہ نے کڑک کر کہا۔

"یہ نہیں ہو سکتا۔ لے جاؤ اس گستاخ کو اور قربان کر دو۔ دیوتا بال پر"

سپاہی گھسیٹتے ہوئے عنبر کو بال دیوتا کے بت کے ساتھ

لگی اونچی سیڑھی کی طرف لے گئے۔ عنبر نے اِس قسم کی خواہش
اِس لیے کی تھی کہ لوگوں کو یقین ہو جائے کہ وہ کوئی غیر معمولی
نوجوان نہیں ہے بلکہ وہی ایک عام نوجوان ہے جو موت سے
خوف کھاتا ہے اور مرنا نہیں چاہتا۔

عنبر کو سیڑھی پر سے چڑھا کر دیوتا بال کے منہ کے آگے
لگی ہوئی پتھر کی پھسلنی پہ پہنچا دیا گیا۔ عنبر کو پھسلنی پہ بٹھا
کر اس کے آگے سے پتھر کی رکاوٹ رکھ دی گئی۔ عنبر نے
نیچے دیکھا تو نیچے آگ کا جہنم اِس کی طرف منہ پھاڑے
دیکھ رہا تھا۔

ایک بار تو عنبر کا دل بھی دہل گیا۔ اتنی خوفناک آگ
عنبر نے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی۔ اسے خوف ہونے لگا
کہ کہیں یہ آگ سچ مچ ہی اسے بھسم کر کے نہ رکھ دے۔
مگر اب وہ اپنا فیصلہ واپس نہیں لے سکتا تھا۔ اب وہ آگ میں گرایا
جا رہا تھا۔ جو ہو سو ہو۔ اب وہ واپس نہیں مڑ سکتا تھا۔
مندر میں پجاریوں کے علاوہ کچھ دوسرے لوگ بھی ایک طرف
کھڑے تھے۔ اِن میں عنبر نے ناگ کی شکل کو دیکھ لیا
تھا۔ ناگ لوگوں کے درمیان ایک طرف ہو کر کھڑا تھا اور
عنبر کی طرف دیکھ رہا تھا۔
ایک دم سے سنکھ اور ڈھول خاموش ہو گئے۔ اب

صرف ایک پجاری اونچی آواز میں اشلوک پڑھ رہا تھا جب
اس نے اشلوک ختم کیے تو بادشاہ کی طرف گردن پھیر کر
دیکھا۔ بادشاہ نے سرخ رومال ہلا دیا۔ یہ اشارہ تھا کہ قربانی
کے شکار کو آگ میں گرا دیا جائے۔

پجاری نے جلاد کی طرف اشارہ کر دیا۔ جلاد کے ہاتھ
میں وہ رسّی تھی جس کا دوسرا سرا پھسلن کے اوپر رکھے اور
عنبر کے آگے پڑے ہوئے بڑے پتھر کے ساتھ بندھا ہوا
تھا۔ اسی پتھر کی وجہ سے عنبر پھسلن پر نیچے گرنے سے رکا
ہوا تھا۔ اشارہ پاتے ہی جلاد نے ایک نعرہ بلند کیا اور
رسّی زور سے پیچھے کو کھینچی۔ پتھر ایک دم سے ایک طرف گر
پڑا۔ پتھر کے ہٹتے ہی عنبر پھسلنی پر سے پھسلتا چلا گیا۔ اس
کو پھسلتا دیکھ کر منتریوں اور پجاریوں نے زور زور
سے سنکھ اور ڈھول تاشے بجانے شروع کر دئیے۔

وہاں اتنا شور پڑ گیا کہ کچھ سنائی نہ دیتا تھا۔ لوگوں نے
نعرے لگائے۔ عنبر دو سیکنڈ میں پھسلنی پر سے پھسل کر
آگ کے کنوئیں میں گرتا ہی گم ہو گیا۔ اتنی بڑی آگ میں
وہ یوں گرا جیسے اس میں کوئی چھوٹا سا گیند گرا دیا گیا ہو۔
عنبر آگ کے شعلوں کے سمندر میں اترتا چلا گیا۔ یہ پہلی
بار ایسا ہوا تھا کہ اسے اپنے جسم پر کچھ تھوڑی تھوڑی

گرمی محسوس ہو رہی تھی۔ آخر پانچ سو برس سے اس کنوئیں
میں آگ جل رہی تھی۔ کنواں چار پانچ منزلہ گہرا تھا۔ عنبر آگ
کے الاؤ میں گرتے گرتے نیچے آگ کے انگاروں پر جا
کر زور سے گرا۔ اس کا جسم آدھے سے زیادہ انگاروں میں
دھنس گیا۔ سب سے پہلے عنبر نے اپنے کپڑوں کی طرف دیکھا۔
اس کے کپڑوں کو اتنی ہولناک آگ میں بھی آگ نہیں لگی
تھی۔ پھر وہ سرخ انگاروں [illegible] باہر نکل آیا۔ اس کے
جسم کے بال تک آگ سے محفوظ تھے۔ صرف اسے ہلکا ہلکا سینک
محسوس ہو رہا تھا جو پہلے آگ میں گرنے سے کبھی محسوس نہیں
ہو رہا تھا۔

عنبر کے چاروں طرف آگ کے شعلے کنوئیں کی دیواروں
کو چاٹ رہے تھے۔ اور ایک بھنور کی طرح چکر لگا رہے
تھے۔ شعلوں کی زبانیں اس کے جسم کو چاٹتی ہوئی گزر رہی
تھی۔ چاروں طرف اتنی شدید اور سرخ روشنی تھی کہ عنبر
کا سارا چہرہ سرخ ہو گیا تھا۔

وہ آگ کے انگاروں پر چلتا کنوئیں کی دیوار کے ساتھ
لگ کر بیٹھ گیا۔ انگاروں [illegible] میں اس کی پنڈلیاں
شعلوں میں گم
گھسی ہوئی تھی۔ اس حالت میں عنبر نے اپنے آپ کو پہلے
کبھی نہیں دیکھا تھا۔ آگ کے کڑکنے اور گرجنے کی آوازیں

اس کے کانوں کو شل کر رہی تھیں۔ آگ کی آواز کے سوا
وہاں کوئی آواز نہیں تھی۔ اور مندر میں اس کی قربانی کے
بعد جو کچھ ہو رہا تھا اور جس طرح زور زور سے ڈھول
تاشے پیٹے جا رہے تھے اس کے بارے میں عنبر کو کچھ
خبر نہ تھی۔

عنبر کو ابھی وہاں تین گھنٹے آگ ہی میں بیٹھنا تھا تاکہ
جب پو پھٹے تو ناگ اس کی مدد کو وہاں آئے۔ اس دوران
میں عنبر نے ایک بار اٹھ کر آگ کے کنوئیں کی دیوار کا جائزہ
لیا۔ اس کا جو اندازہ تھا وہ درست نکلا۔ صدیوں سے
جلتی رہنے والی آگ کی وجہ سے کنوئیں کی دیوار میں جگہ جگہ
اینٹیں پختہ ہو کر ٹوٹ پھوٹ گئی تھیں اور کئی جگہوں پر
ایسے سوراخ بن گئے تھے کہ عنبر بڑی آسانی کے ساتھ
ان میں پاؤں پھنسا کر اوپر چڑھ سکتا تھا۔

کوئی دو گھنٹے آگ کے کنوئیں میں رہنے کے بعد عنبر
نے دیوار پر چڑھنا شروع کیا۔ اور کنوئیں کی سطح پر پہنچ کر
لہراتے شعلوں میں سے جھانک کر باہر دیکھا۔ [illegible]
چکا تھا مگر کنوئیں کے سامنے آگ سے کچھ فاصلے پر بڑا
پجاری اور دوسرے مندر کے پجاری چوکڑیاں مار کر بیٹھے
اشلوک گا رہے تھے اور ڈھول تاشے بج رہے تھے۔

عنبر نیچے ہو گیا۔ ابھی ناگ نے اپنا کام شروع نہیں کیا تھا۔

جب پو پھٹنے لگی۔ رات ڈھلنے لگی اور مندر کے باہر جو شاہی فوج کے سپاہی پہرہ دے رہے تھے وہ چلے گئے تو ناگ جو مندر کے باہر جا کر ایک طرف چھپ گیا تھا کالے سانپ کی شکل میں رینگتا ہوا مندر کی دیوار پر سے ہو کر دوسری طرف دالان میں آگیا۔

بعل دیوتا کے سامنے بھڑکتے ہوئے آگ کے کنوئیں سے کچھ فاصلے پر ہٹ کر قربانی کے بعد پجاری اسی طرح بیٹھے بھجن گاتے ہوئے ڈھول بجا رہے تھے۔ بڑا پجاری، جو اس وقت نہ جانے کتنے نوجوانوں اور معصوم بچوں کو آگ میں پھینکوا کر ہلاک کروا چکا تھا وہ میں آنکھیں بند کیے بیٹھا تھا۔ اس کا پھولا ہوا پیٹ اس کی ٹانگوں پر آرام کر رہا تھا۔ یہی ظالم پجاری منصوبے کے مطابق ناگ کا نشانہ تھا۔

ناگ مندر کے دالان میں دیوار کے ساتھ لگ کر آگے کھسکنے لگا۔ وہاں اندھیرا تھا۔ ناگ کو اس بات پر بڑی حیرانی ہوئی کہ ابھی تک اُسے یہ خیال کیوں نہیں آیا کہ شیش ناگ کو ہلاک کرنے کے بعد اس میں اتنی طاقت

بھی آگئی ہے کہ وہ غیبی سانپ بھی بن سکتا تھا۔

ناگ نے اسی وقت ایک غیبی سانپ کا روپ بدلا اور غائب ہو کر ہوا میں بلند ہو کر اس جگہ آگیا جہاں اس کے عین نیچے ظالم پجاری بیٹھا اشلوک پڑھ رہا تھا۔ یہی ناگ کا نشانہ تھا۔ وہ ہوا میں لہراتا ہوا۔ نیچے آگیا۔ ناگ پھولی ہوئی توند والے پجاری کے موٹے پیٹ کے بالکل سامنے آکر ہوا میں ہی رُک گیا اور پھر آگے بڑھ کر اس نے پجاری کے پھولے ہوئے پیٹ پر اتنی زور سے ڈسا کہ پجاری اُچھل پڑا اور زور زور سے اپنے پیٹ پر ہاتھ مارنے لگا۔

پجاری کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس کے پیٹ پر کس نے کاٹا ہے۔ ناگ نے اتنے زور سے کاٹا تھا کہ پیٹ کی ایک بوٹی الگ ہو گئی تھی اور خون بہنے لگا تھا۔ مگر سانپ کا زہر پجاری کے بدن میں داخل ہو چکا تھا۔ وہاں شور مچ گیا۔ پجاری کے جسم کی طاقت ختم ہو گئی۔ وہ فرش پر گر پڑا۔ دوسرے پجاری اس کے اردگرد اکٹھے ہو کر اس کا علاج کرنے لگے۔

ناگ اس موقع کی تلاش میں تھا۔

ٹھیک اس وقت عنبر نے کنوئیں کے شعلوں کی دیوار سے باہر دیکھا۔ میدان صاف تھا۔ سب لوگ پجاری

کی مصیبت میں پھنسے اِس کے گرد گھیرا ڈالے ہوئے تھے.
عنبر آگ کے کنوئیں میں سے باہر نکل آیا. وہ جلدی سے
دوسری طرف سے ہو کر کنوئیں کے پیچھے آیا اور مندر
کی پچھلی دیوار کے ساتھ کھِسکتا ہوا مندر کے دروازے
سے باہر بھاگ گیا۔

مندر کے باہر ابھی رات کا تھوڑا تھوڑا اندھیرا باقی تھا
صبح ہونے ہی والی تھی. اِس نے درخت کے پیچھے کھڑے
ہو کر اپنے آپ کو غور سے دیکھا. آگ نے اِس کے کپڑوں
تک پر کوئی اثر نہیں کیا تھا. صرف اِس کی آنکھیں اتنی زبردست
آگ کی بھیانک تپش کی وجہ سے تھوڑی گرم ہو
رہی تھیں۔

اتنے میں کوئی شے تیزی سے ہوا میں اِس کے قریب
آ گئی. پھر ناگ انسانی شکل میں اِس کے سامنے کھڑا تھا.

"تم ٹھیک ہو ناں عنبر بھیّا!"

"ہاں ـــــ بالکل ٹھیک ہوں. ویسے آگ اتنی
شدید تھی۔ اتنی بھیانک تھی ناگ کہ میں بتا نہیں
سکتا. مجھے تو خطرہ پیدا ہو گیا تھا کہ شاید اِس دفعہ
میں زندہ نہ بچوں گا"

"خدا کا شکر ہے. آؤ اب واپس چلتے ہیں"

ماریا اور کیٹی بھی تمہارے بارے میں بڑی پریشان
تھیں"

دونوں سرائے میں آ گئے۔

عنبر کو ٹھیک ٹھاک حالت میں دیکھ کر ماریا اور کیٹی بھی
بہت خوش ہوئیں۔

عنبر نے کہا.

"مجھے خوشی ہے کہ میں نے اپنا انسانی فرض پورا
کر دیا ہے۔ مجھے یقین ہے کہ بیوہ عورت اپنے بیٹے
کو لے کر اس شہر سے چلی گئی ہو گی"

ماریا کہنے لگی.

"سوال یہ ہے کہ اب ہم لوگ کہاں جائیں گے؟ میرا
مطلب ہے کہ ہمارا پروگرام کیا ہے؟"

کیٹی بولی.

"پروگرام ہم نے خود کبھی نہیں بنایا۔ ہمارا تو
پروگرام اپنے آپ بنتا چلا جاتا ہے"

ناگ نے کہا.

"مگر میرا خیال ہے کہ اب ہمیں ایک ایک قدم سوچ
سمجھ کر اٹھانا پڑے گا. کیونکہ ہمارا سفر ختم ہونے
والا ہے اور ہم اپنی منزل کے بالکل قریب پہنچ

چکے ہیں۔"
عنبر کہنے لگا۔
"ہم کیا کر سکتے ہیں۔ ہم تو مجبور ہیں۔ سفر کر رہے
ہیں۔ حالات اور واقعات ہمیں آگے لیے چلے جاتے
ہیں۔"
ناگ نے کہا۔
"لیکن عنبر بھیا۔ ہماری اگلی منزل فرعون مصر کا زمانہ
ہے جو ہمارا اپنا زمانہ تھا۔ یعنی جب ہم نے اپنا
ہزاروں برس کا سفر شروع کیا تھا۔ اس جگہ
ہمارے سفر کو ختم ہونا ہے۔ اس لیے ہمیں ہر پہلو
پر اچھی طرح غور کر لینا چاہیے کہ اگر ہم کسی وجہ
سے اچانک جدا ہو گئے۔ تو پھر کہاں ملیں گے؟"
عنبر بولا۔
"اب اگر ہم جدا ہوئے تو ظاہر ہے کہ فرعون مصر
کے زمانے میں ہی ملیں گے۔"
ماریا نے سوال کیا۔
"اور اگر فرعون مصر کے زمانے میں جدا ہو گئے
تو پھر کہاں ملیں گے؟"
عنبر خاموش ہو گیا۔

"مجھے لگتا ہے کہ تم لوگ اپنا سفر ختم کرنے کے بعد
ہوا میں غائب ہو جاؤ گے۔ صرف میں اکیلی رہ جاؤں
گی کیونکہ میں تمہاری زمین کی مخلوق نہیں ہوں۔"
ناگ نے عنبر کی طرف دیکھا۔ ماریا نے ایک گہرا سانس لیا۔
وہ تینوں اپنے سفر کے انجام کے بارے میں پریشان بھی
تھے اور اداس بھی ہو گئے تھے۔ اپنے انجام کے بارے
میں انہیں کچھ علم نہیں تھا کہ ان کے ساتھ سفر کے انجام پر کیا
گزرنے والی ہے۔
اور ان کا انجام قریب — بہت قریب آ گیا تھا۔

بابل میں انہیں ایک ہفتہ گزر گیا۔
عنبر ناگ ماریا اور کیٹی ـــ چاروں اکٹھے تھے اور وہ ابھی تک یہ فیصلہ نہیں کر سکے تھے کہ انہیں وہاں سے کس ملک کی طرف سفر شروع کرنا چاہیے۔ عنبر کا خیال تھا کہ انہیں مصر کے اہراموں کی طرف جانا چاہیئے کیونکہ وہیں سے انہوں نے اپنا سفر شروع کیا تھا اور ان کا سفر ختم بھی اسی جگہ پہ ہو گا۔ ناگ بولا۔
"لیکن عنبر بھیا! ایک بات ہے۔ اہرام مصر سے تو تم نے سفر شروع کیا تھا۔ میں اور ماریا اور کیٹی تو تمہیں بعد میں ملے تھے۔"
عنبر نے کہا۔
"یہ ٹھیک ہے۔ مگر ہمیں اہرام مصر کو ہی جانا چاہیئے مجھے یقین ہے کہ وہیں سے ہمیں اپنے انجام کے بارے میں کوئی اشارہ ملے گا۔"

ماریا کہنے لگی۔
"ابھی ہماری منزل کے درمیان کم از کم تین سو سال کا عرصہ باقی ہے۔ پہلے ہم وہاں جا کر کیا کریں گے؟"
کیٹی نے کہا۔
"تو یہاں بیٹھ کر ہم کیا کر رہے ہیں۔ بہتر ہے ہم اہرام مصر میں ہی چلے جائیں۔"
"یہی تو میں بھی کہہ رہا ہوں"، عنبر بولا۔ "وہاں سے ہمیں کوئی نہ کوئی اشارہ ضرور مل جائے گا۔"
ناگ کہنے لگا۔
"کیوں نہ ہم یروشلم کی طرف کوچ کر جائیں۔ میں نے سنا ہے کہ وہاں ایک خدا کا پیغمبر ان دنوں نیکی اور بھلائی کی تبلیغ کرتا ہے۔ خدا کے پیغمبروں کو بہت سی باتوں کا علم ہوتا ہے۔ ان سے جا کر اپنے انجام کے بارے میں پوچھتے ہیں۔"
عنبر نے کہا۔
"خدا کے برگزیدہ پیغمبر خدا کے رازوں کی حفاظت کرتے ہیں۔ وہ کبھی کوئی راز کسی انسان کو نہیں بتاتے۔ اس لیے میری بات مانیں اور یہاں سے

مصر کی طرف ہی چلیں۔
کافی دیر سوچنے کے بعد آخر انہوں نے یہی فیصلہ کیا کہ انہیں
مصر کی طرف ہی جانا چاہیئے۔ چنانچہ ایک روز شام کے وقت
وہ مصر جانے والے قافلے میں شامل ہو گئے۔
ایک ہفتے کے سفر کے بعد چاروں دوست اور صدیوں
کے مسافر مصر پہنچ گئے۔ مصر پر اس زمانے میں بابل کے
بادشاہ کی ہی حکومت تھی۔ کارواں سرائے سے نکل کر
عنبر ناگ ماریا اور کیٹی سیدھے اہراموں کی طرف ہو گئے۔
اِن دنوں اہراموں کو بنے دو سو سال ہی ہوئے تھے اور
فرعونوں کے خاندان زندہ تھے۔ اگرچہ مصر پہ بابل والوں
کی حکومت تھی مگر فرعونوں کے شاہی خاندان اپنے
آباؤ اجداد کے بنائے ہوئے اہراموں کی سخت حفاظت
کرتے تھے کیونکہ اہراموں کے اندر بادشاہوں اور ملکاؤں
کے تابوت تھے جن میں قیمتی جواہرات زیور اور شاہی خزانے
بھی ساتھ ہی دفن تھے۔
اس زمانے میں آج کی طرح سیاح دوسرے ملکوں
سے اہراموں کو دیکھنے کے لیے نہیں آیا کرتے تھے۔ اِن
اہراموں کو سوائے ڈاکو لیٹروں کے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔
ڈاکو اہراموں میں گھس کر فرعونوں اور شہزادیوں کے

تابوت اور اہرام میں سے سونے کے برتن زیور اور جواہرات
چرانے کے بڑے جتن کرتے مگر اہراموں کے باہر پہرہ
دینے والے سپاہیوں کی وجہ سے وہ اہرام میں نہیں گھس
پاتے تھے۔
ابوالہول کے پیچھے ساتھ ساتھ چار بہت بڑے
اہرام بنے ہوئے تھے۔ اِن میں سے ایک اہرام عالموں
فرعون کا بھی تھا۔ جو ایک بڑا رحم دل اور انصاف پسند
فرعون تھا۔ اسی کے زمانے میں عنبر مصر میں پیدا ہوا
اور جوان ہوا تھا۔ اور پھر اسی فرعون کے زمانے میں عنبر
اپنے ہزاروں برس کے سفر پر روانہ ہوا تھا۔
اسی اہرام کے اندر ایک کوٹھڑی میں اسی بزرگ مصری
کا مزار بھی تھا جہاں سے پہلی بار عنبر کو آواز آئی تھی کہ
وہ ایک ناقابل یقین اور طویل ترین سفر پر روانہ ہونے والا
ہے۔ عنبر کا خیال تھا کہ شاید اِس بزرگ کے مزار پر سے
اسے کوئی ہدایت مل جائے اور اسے علم ہو سکے کہ اب اِن
کا انجام کیا ہونے والا ہے۔ اِس لیے وہ اِس اہرام میں
داخل ہو کر اندر ڈیرا جمانا چاہتا تھا مگر اہرام کے باہر کھڑے
سپاہیوں نے اِن کو اندر جانے کی اجازت دینے سے
انکار کر دیا۔

ناگ کو غصہ آگیا۔ وہ سپاہیوں پر حملہ کرنے والا تھا کہ
عنبر اسے ایک طرف لے گیا اور کہنے لگا۔

"یہ بے مقصد لوگ ہیں۔ یہ تو اپنا فرض ادا کر
رہے ہیں۔ ابوالہول کے نیچے جو چھوٹا سا کھوہ بنا
ہوا ہے۔ ہم وہاں جا کر ڈیرہ جما لیتے ہیں۔ چلو آؤ
میرے ساتھ۔"

عنبر نے ماریا اور کیٹی کو بھی ساتھ لے لیا اور ابوالہول
کے بت کے پاس آگیا۔ یہ بت ابھی پورے کا پورا سلامت
تھا۔ اس کا سر انسان کا باقی دھڑ شیر کا تھا اور وہ ایک اونچی
چٹان پر دونوں پنجے آگے کیے بیٹھا تھا۔ اس چٹان کے
نیچے ایک کھوہ بنا ہوا تھا جہاں رات کو لومڑ وغیرہ آ کر بسیرا
کرتے تھے۔

عنبر ناگ ماریا اور کیٹی نے جگہ صاف کر کے اس جگہ
ٹھکانہ بنا لیا۔

دن کے وقت وہ شہر میں گھومتے پھرتے رہتے اور
رات کو کھوہ میں آ کر لیٹ جاتے اور پھر رات گئے تک
باتیں کرتے رہتے۔ عنبر نے اس دوران عالموں کے اہرام
میں جانے کی کوشش کی مگر نہ جا سکا۔ ماریا غائب تھی۔ وہ
اہرام میں کئی بار گئی اور واپس آئی۔ مگر عنبر خود بزرگ

کے مزار پر جا کر اس بزرگ سے بات کرنے کی کوشش کرنا
چاہتا تھا۔ ایک بار ناگ نے کہا بھی کہ میں ابھی ان سپاہیوں
کو مارے ڈالتا ہوں مگر عنبر نے اسے اس کی اجازت نہ
دی کیونکہ ابھی ان کا سفر ختم نہیں ہوا تھا اور بزرگ سے
بات کرنے کی اتنی زیادہ اور فوری ضرورت بھی نہیں تھی۔

مصر میں آئے انہیں دس گیارہ دن ہو گئے تھے کہ ایک
رات وہ سو کر اٹھے تو دیکھا کہ چار اہراموں میں سے ایک
اہرام غائب تھا۔ عنبر کو پتہ چلا تو وہ دوڑ کر کھوہ سے باہر
آیا۔ دیکھا کہ ابوالہول کے پیچھے صحرا میں جہاں شام کے وقت
چار اہرام موجود تھے وہاں اب صرف تین اہرام تھے۔
اور ایک غائب تھا۔ ناگ بولا۔

"کہیں ہم دو سو سال پیچھے کے زمانے میں تو
نہیں چلے گئے عنبر؟"

عنبر بولا۔

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔ ہم تین سو سال پیچھے آ
گئے ہیں اور اس وقت صرف یہاں تین اہرام تھے۔"

ماریا اور کیٹی بھی باہر آ کر ایک اہرام کے غائب ہو جانے
پر تعجب کرنے لگی تھی جب انہیں عنبر نے بتایا کہ وقت انہیں
ایک دم سے تین سو برس پیچھے لے گیا ہے۔ تو کیٹی نے

کہا۔

"اس کا مطلب ہے کہ آپ لوگ اپنے سفر کے اس
اس نقطے پر پہنچ گئے ہیں جہاں سے آپ نے اپنا
ہزاروں سال کا سفر شروع کیا تھا"
ماریا نے کہا۔

"میرے خدایا۔ ہمارا انجام پھر قریب ہے"
ناگ خاموش تھا۔ اسے ایک ہی خطرہ تھا کہ اس کا
انجام زیادہ سے زیادہ یہی ہو سکتا ہے کہ وہ انسان سے
دوبارہ ہمیشہ کے لیے سانپ بن جائے اور پھر کبھی
انسان کی شکل اختیار نہ کر سکے۔ عنبر کو یہ خطرہ تھا کہ یا تو وہ
ایک دم سے بڈھا ہو کر مر جائے گا اور ہڈیوں کا ڈھانچہ
بن کر بلکہ مٹی بن کر رہ جائے گا اور یا پھر ہوا میں یک لخت
غائب ہو جائے گا۔
ماریا کو یہ غم تھا کہ ہو سکتا ہے وہ بھی بڈھی کھوسٹ
ہو کر ظاہر ہو جائے ____ اور پھر ہڈیوں کے ڈھانچے
میں بدل جائے۔ جب سب نے اپنے فکر کا اظہار کیا
تو عنبر بولا۔

"پریشان ہونے سے کچھ نہیں ہو گا۔ کیونکہ ہمارے
ساتھ جو ہونے والا ہے وہ ہو کر رہے گا۔ سب

سے پہلے مجھے شہر جا کر یہ معلوم کر لینے دو کہ
کس فرعون کی حکومت ہے؟"
ناگ کہنے لگا۔

"میرا خیال ہے کہ کفروتی فرعون کی حکومت ہو
گی جو تمہارا دشمن تھا اور جس نے تمہیں زہر دلوانے
کی کوشش کی تھی"
ماریا نے کہا۔

"وہ دیکھو اہرام کے باہر سپاہی بھی بدل گئے ہیں
اب بابل کے نہیں بلکہ فرعون کا خاص دستہ اہراموں
کے باہر پہرہ دے رہا ہے"
عنبر نے ان لوگوں کو وہیں کھوہ میں ہی رہنے کو
کہا اور خود شہر کی طرف روانہ ہو گیا۔ شہر میں جا کر اسے
معلوم ہوا کہ واقعی وہ تین سو سال پیچھے آگئے ہیں اور
اس وقت ملک مصر پر فرعون کفروتی کی حکومت تھی۔
جو عنبر کا دشمن تھا۔ یہ ٹھیک وہ زمانہ تھا جب عنبر کا والد
بھی فوت ہو چکا تھا اور خود اسے بھی زہر دیا جا چکا تھا۔
اور اسے عالموں کے اہرام سے ایک بزرگ کی یہ بشارت
مل چکی تھی کہ وہ ہمیشہ ہمیشہ کے لیے زندہ رہے گا۔
اس کا مطلب تھا کہ اس کا وقت ختم ہو گیا تھا۔

——— وہ جہاں سے چلا تھا وہیں واپس آگیا تھا۔ وہ
کسی بھی وقت ایک دم سے غائب ہو سکتا تھا یا ایکدم سے
بڈھا ہو کر ہڈیوں کا ڈھانچہ بن کر فنا ہو سکتا تھا۔ عنبر کو پہلی
بار موت سے خوف محسوس ہونے لگا۔ اتنی دیر زندہ رہنے
سے اسے زندگی سے پیار ہو گیا تھا اور موت سے خوف
آنے لگا تھا۔ مگر جو اس کی قسمت میں لکھا تھا وہ اسے ٹال
بھی نہیں سکتا تھا۔ پھر بھی اس نے فیصلہ کر لیا کہ وہ عالمون
کے اہرام میں جا کر بزرگ کے مزار پر ضرور جائے گا۔

ابوالہول کے کھوہ میں واپس آکر عنبر نے ناگ ماریا
اور کیٹی کو ساری بات بتائی۔ وہ بھی سوائے کیٹی کے پریشان
ہو گئے۔ کیونکہ ان سب کو اپنی اپنی موت سامنے کھڑی نظر
آنے لگی تھی۔

ماریا نے پریشان ہو کر کہا۔

"اب ہمارا عالمون کے اہرام میں جانا ضروری ہے
ہم پر کسی وقت بھی موت کا حملہ ہو سکتا ہے۔"

عنبر نے جدھر سے ماریا کی آواز آئی تھی اس طرف
دیکھ کر کہا۔

"اس سلسلے میں تمہیں میری مدد کرنی ہو گی۔ تم
سمجھ گئی ہو گی کہ میرا مطلب کیا ہے۔"

"ہاں — سمجھ گئی ہوں۔ تم کب اہرام میں داخل ہونا
چاہتے ہو؟"

"آج رات۔"

ماریا نے کہا۔

"میں تیار ہوں۔"

ناگ بولا۔

"اہرام کے باہر جو فوجی دستہ پہرہ دے رہا ہے
میں ایک ایک کر کے انہیں موت کی نیند سلا دیتا
ہوں۔"

عنبر نے کہا۔

"نہیں۔ انہیں بے وجہ مارنے کی ضرورت نہیں ہے۔
ماریا یہ کام آسانی سے کر لے گی۔ تم لوگ اسی کھوہ
میں ہمارا انتظار کرنا۔"

رات کو جب تینوں اہراموں کے گرد گہرا اندھیرا چھا گیا تو عنبر
اور ماریا کھوہ سے نکل کر عالمون کے مزار کی طرف بڑھے
اہراموں کے باہر مصری سپاہیوں نے آگ روشن کر رکھی
تھی [illegible] مزے سے کھا پی رہے تھے۔ عنبر ایک جگہ اہرام
کے قریب ریت کے چھوٹے سے ٹیلے کے پیچھے چھپ کر
بیٹھ گیا۔ اور ماریا عالمون کے مزار کی طرف بڑھی۔

عنبر کو اہرام کے باہر آگ کی روشنی کے پاس بیٹھے مصری
سپاہی صاف نظر آرہے تھے۔ ماریا ان کے قریب جا کر کھڑی
ہو گئی۔

عنبر نے دیکھا کہ آگ کے گرد بیٹھا ہوا ایک سپاہی اچانک
اپنے آپ لڑھک کر پیچھے کی جانب گر پڑا۔ وہ اُٹھ ہی رہا
تھا کہ دوسرا سپاہی بھی آگے کو گر پڑا۔ ماریا نے اپنا کام
شروع کر دیا تھا۔ وہ ایک ایک سپاہی کو اٹھا کر زمین
پر مار رہی تھی۔ سپاہی ڈر کر ایک طرف کو بھاگ گئے
کیونکہ یہ بات ان کے دماغ میں پہلے ہی سے تھی کہ اہرام
میں فرعونوں کی بدروحیں رہتی ہیں اور وہ انسانوں پر حملہ
کر دیا کرتی ہیں۔ عنبر نے جب دیکھا کہ سپاہی تیسرے
اہرام کی طرف بھاگ گئے ہیں اور عالمون کے اہرام کا
دروازہ خالی رہ گیا ہے تو وہ ریت کے ٹیلے کے پیچھے سے
نکل کر دوڑتا ہوا اہرام میں داخل ہو گیا۔

اسے ماریا کی خوشبو آئی۔

"ماریا؟" اس نے آواز دی۔

"میں تمہارے [illegible] ہوں عنبر"

"ٹھیک ہے۔ ...رے ساتھ رہنا"

عنبر اہرام کے [illegible] غار میں چلنے لگا۔ اس غار سے وہ اچھی طرح

واقف تھا۔ یہاں پہلے ہی ہزاروں برس پہلے وہ آچکا
تھا۔ ایک جانب اندر فرعون عالمون کی کوٹھڑی تھی جہاں
اس کا سونے کا تابوت پڑا تھا۔ اس سے آگے بائیں جانب
ایک پتھریلی سیڑھی نیچے مصری بزرگ کی قبر کو جاتی تھی۔
یہاں کوئی پہرے دار یا سپاہی نہیں تھا۔ عنبر سیڑھی اتر
کر نیچے تہہ خانے میں آیا۔ ایک اونچے چبوترے والی قبر
تھی جو تابوت کی شکل کی تھی۔

تابوت کے سرہانے کی جانب ایک "بلی" کا بت بنا ہوا
تھا۔

عنبر تابوت کے پاس بیٹھ گیا۔ اس نے آنکھیں بند
کرلیں اور دل میں اس بزرگ کو یاد کر کے دعا پڑھنے
لگا۔ ایک گھنٹے تک اسی طرح خاموش بیٹھے رہنے اور دعا
مانگنے کے باوجود مصری بزرگ نے عنبر کی طرف کوئی توجہ
نہ دی۔

عنبر نے آنکھیں کھول دیں اور آہستہ سے کہا۔

"ماریا بہن!"

"میں تمہارے پاس ہوں عنبر!"

عنبر نے کہا۔

"میں اپنی ریاضت میں کامیاب نہیں ہو رہا۔ بزرگ

میری طرف توجہ نہیں کر رہے۔ میرا خیال ہے تم
واپس ناگ کیٹی کے پاس چلی جاؤ۔ شاید تمہاری
وجہ سے بزرگ یہاں نہیں آ رہے،،
ماریا کہنے لگی۔
"اگر ایسی بات ہے تو میں واپس جاتی ہوں،،
تھوڑی ہی دیر بعد ماریا کی خوشبو آنا بند ہو گئی۔
عنبر نے دوبارہ آنکھیں بند کر لیں اور دل میں قدیم مصری
اشلوک پڑھنے شروع کر دیئے۔ جب اسے بہت دیر
ہو گئی تو عنبر نے آنکھیں کھول کر تابوت کی طرف دیکھا اور
کہا۔

"اے بزرگ! آپ میرے دل کا حال جانتے
ہیں۔ ہمارا سفر ختم ہو رہا ہے۔ ہمارے انجام
کے بارے میں اگر آپ کو کچھ علم ہو تو مجھے بتائیں،،
خاموشی —— گہری خاموشی چھائی رہی۔ عنبر نے
پھر آنکھیں بند کر کے اشلوک پڑھنے شروع کر دیئے۔
پڑھتے پڑھتے جب اسے کچھ اور وقت گزر گیا تو عنبر
کو خاموش فضا میں کسی کے گہرے سانس لینے کی آواز
سنائی دی۔ عنبر نے آنکھیں کھول کر دیکھا۔ تابوت کے پیچھے
جو دیوار تھی اس دیوار پر اندھیرے میں ایک انسانی ہیولا

دکھائی دے رہا تھا۔ پھر عنبر کو آواز آئی۔
"بیٹا عنبر! تم صحیح وقت پر یہاں آئے ہو۔ بلکہ تمہیں
تقدیر ٹھیک وقت پر یہاں لے آئی ہے،،
عنبر نے کہا۔
"اے بزرگ! میں اس لیے آپ کی خدمت میں
حاضر ہوا ہوں کہ میرا ہزاروں سال کا سفر اب ختم
ہو رہا ہے۔ مجھے بتایا جائے کہ میرا، ماریا اور
ناگ کا انجام کیا ہونے والا ہے؟،،
بزرگ کی آواز آئی۔
"تمہارا انجام کیا ہونے والا ہے؟ اس کے
بارے میں میں تمہیں کچھ نہیں بتا سکتا،،
عنبر بولا۔
"مگر اے بزرگ کیا ہم تینوں یہاں ہمیشہ ہمیشہ
کے لیے ختم ہو جائیں گے اور ہماری ہڈیاں گل
سڑ جائیں گی؟،،
بزرگ کی آواز نے کہا۔
"نہیں۔ ابھی ایسا نہیں ہو گا۔ کیونکہ میرے نزدیک
ابھی تمہارا سفر ختم نہیں ہوا،،
"کیا مطلب؟ عنبر نے تعجب سے پوچھا۔

بزرگ نے کہا۔

"ہاں عنبر۔ تمہارا، ماریا ناگ اور کیٹی کا ابھی سفر ختم نہیں ہوا۔"

عنبر بولا۔

"لیکن تاریخ تو ختم ہو گئی ہے۔ ہم دوبارہ تاریخ کے پانچ ہزار سالہ واقعات پر سے گزر چکے ہیں۔ اب ہم کہاں جا سکتے ہیں؟ ہمارے سامنے کوئی میدان نہیں ہے۔"

بزرگ کی آواز آئی۔

"تم لوگ اپنا سفر جاری رکھو گے۔"

عنبر نے پوچھا۔

"لیکن —— لیکن کیا ہم تاریخ سے پہلے کے زمانے —— پتھر اور دھات کے زمانے میں نکل جائیں گے؟"

بزرگ نے کہا۔

"نہیں۔ تم لوگ پتھر کے زمانے میں بھی نہیں جاؤ گے۔"

"پھر —— پھر ہماری نئی منزل کون سی ہے؟" عنبر نے سوال کیا۔

بزرگ کی آواز نے جواب دیا۔

"تمہاری منزل ایک نئی اور حیرت انگیز منزل ہو گی۔ تم ایک ایسے نئے سفر کا آغاز کرو گے کہ خود تم بھی حیران رہ جاؤ گے۔ بس اس سے زیادہ میں تمہیں کچھ نہیں بتا سکتا۔"

عنبر نے کہا۔

"اے بزرگ! آپ نے میرے شوق کو چار گنا بھڑکا دیا ہے کہ ہم ایک نئی اور حیرت انگیز منزل کی طرف اپنا نیا سفر شروع کرنے والے ہیں۔ کاش آپ مجھے تھوڑا سا اشارہ کر دیتے کہ ہمیں پانچ ہزار سال قبل مسیح کے مصر سے کس طرف روانہ ہونا ہے؟"

بزرگ کی روح نے کہا۔

"میں صرف یہی اشارہ دے سکتا ہوں کہ تم لوگ یہاں سے فوراً بحیرہ روم کی طرف روانہ ہو جاؤ۔ وہاں ساحل سمندر پر ایک جگہ چٹانوں کے اوپر فرعون کا بت ہے اس بت کے پاؤں میں ایک دروازہ نیچے چٹان کے اندر جاتا ہے۔ تم لوگ اس دروازے میں سے نیچے اتر جاؤ۔ آگے

ایک سُرنگ آئے گی۔ یہ سُرنگ تمہیں ایک ایسی
جگہ پہنچا دے گی جہاں تمہیں ایک پتھر کا تخت
بچھا ہوا ملے گا۔ تم چاروں اِس تخت پر لیٹ
کر آنکھیں بند کر لینا۔ اِس کے بعد تم اس جگہ
پہنچا دیئے جاؤ گے جہاں سے تم نے اپنے
نئے، انوکھے اور سنسنی خیز سفر کو شروع کرنا
ہوگا"۔

عنبر حیرانی اور تعجب سے بزرگ کی روح کی باتیں
سُن رہا تھا۔ اسے معلوم تھا کہ بزرگ جو کچھ کہہ رہا ہے
انہیں وہی کچھ کرنا ہوگا۔ اِس نے آخری بار پوچھا۔

"اے عظیم بزرگ! کیا آپ اتنا بھی نہیں بتائیں
گے کہ ہم کہاں اور کس زمانے میں پہنچ کر اپنے
نئے سفر کا آغاز کریں گے؟"

بزرگ کی روح خاموش رہی۔ پھر اِس نے آہستہ سے
کہا۔

"تم لوگ جہاں جاکر نکلو گے وہاں تمہیں خود معلوم
ہو جائے گا کہ تم کس زمانے میں ہو اور وہ کون سا
سن ہے۔ جاؤ ـــــ شاید ہمیشہ کے لیے خدا
حافظ!"

اور اس کے ساتھ ہی اس بزرگ کا ہیولا غائب ہوگیا۔
عنبر کچھ دیر تو چُپ چاپ سا وہاں بیٹھا رہا۔ اِس کے
دل میں خوشی بھی تھی کہ وہ موت کے پنجے میں جانے سے
بچ گیا ہے اور اس کا ناگ ماریا کے ساتھ ایک نیا سفر شروع
ہو رہا ہے۔ لیکن اِس کا دل کچھ ڈر سا بھی محسوس کر رہا
تھا کہ خدا جانے یہ نیا سفر کیسا ہوگا؟ کہاں سے شروع
ہو کر کہاں ختم ہوگا؟ اسے کچھ معلوم نہیں تھا۔ اس نے
واپس ابوالہول کی کھوہ میں آکر جب ناگ ماریا اور کیٹی
کو بزرگ کی ساری گفتگو سنائی تو ماریا اور کیٹی بڑے خوش
ہوئے۔ کیٹی نے کہا۔

"بڑی خوشی کی بات ہے کہ ہم جدا نہیں ہوں گے اور
اکٹھے ایک نئے سفر پر روانہ ہونے والے ہیں"۔

ماریا بھی خوش ہو کر بولی۔

"خداوند کا شکر ہے کہ میں بڑھی کھوسٹ ہو کر
مرنے سے بچ گئی۔ میرے خدا! مجھے تو اپنی موت
سے اب خوف آنے لگا تھا"۔

ناگ سنجیدہ تھا۔ بولا۔

"عنبر! کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ ہم تاریخ سے پہلے
کے کسی زمانے میں چلے جائیں گے؟"

عنبر نے کہا۔

"نہیں۔ یہ بات میں نے اس بزرگ کی روح سے خاص طور پر پوچھ لی تھی۔ ہم تاریخ کے پہلے یعنی دھات اور پتھر کے زمانے میں نہیں جا رہے"

ناگ بولا۔

"تو پھر ہم کدھر جا رہے ہیں؟ میرا مطلب ہے کہ یہاں سے کس طرف کو روانہ ہوں گے؟"

عنبر نے کہا۔

"یہاں سے تو ہم وہی بحیرہ روم کے کنارے اِن چٹانوں کی طرف جائیں گے جہاں فرعون کا بُت ہے۔ اس کے بعد یہ بھید کھُلے گا کہ ہم کہاں پہنچ گئے ہیں۔"

ماریا کہنے لگی۔

"عنبر بھیا! یہ کوئی بڑا پُراسرار سفر لگتا ہے جو ہم شروع کرنے والے ہیں"

عنبر نے کہا۔

"یہ بات تو بزرگ نے خود کہی ہے کہ ہمارا یہ سفر پہلے سفر سے زیادہ سنسنی خیز اور حیران کر دینے والا ہوگا۔"

ناگ بولا۔

"خدا ہی بہتر جانتا ہے کہ ہمارے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔ بہرحال اگر قسمت میں یہی لکھا ہے تو پھر بھگتنا ہی پڑے گا۔ لیکن ایک بات کی خوشی ہے کہ ہم چاروں دوست اکٹھے رہیں گے اور مریں گے نہیں۔"

عنبر اُٹھ کر کہنے لگا۔

"میرا خیال ہے کہ ہمیں اب دیر نہیں کرنی چاہیئے ابھی دن نہیں نکلا۔ یہاں سے کوچ کر دینا چاہیئے۔ کیونکہ ہو سکتا ہے کہ صبح کو فرعون کی فوج اس سارے علاقے کو گھیرے میں لے لے کہ رات کو اِن کے سپاہیوں کو کس نے تنگ کیا تھا۔"

عنبر ناگ ماریا اور کیٹی ابوالہول کے کھوہ سے باہر نکل آئے۔

صحرا کی رات تاروں سے بھری ہوئی تھی۔ عنبر نے اس چمکیلی رات کو دیکھ کر گہرا سانس بھرا اور بولا۔

"میری چھٹی حس کہہ رہی ہے کہ شاید آج کے بعد ہمیں اتنی شفاف اور حسین رات دیکھنا نصیب نہیں ہوگی۔"

ماریا نے ناراض ہو کر کہا۔

"عنبر بھیا آپ کیسی ناامیدی کی باتیں کرتے ہیں۔ میں آپ کی چھٹی حس سے اتفاق نہیں کرتی"

عنبر ہنس کر بولا۔

"ماریا بہن! تم اتفاق کرو یا نہ کرو مگر جو بات ہونی ہوتی ہے ہو کر رہتی ہے۔ آؤ اب چلتے ہیں۔ چلو ناگ اور کیٹی —— اس طرف سے نکل چلتے ہیں"

کیٹی نے کہا۔

"ہم شہر کی طرف جائیں گے کیا؟"

ناگ بولا۔

"روم کے سمندر کنارے فرعون کے بت والی چٹانوں تک پہنچنے میں ہمیں دو تین دن لگ جائیں گے۔ میرا خیال ہے کہ ہمیں شہر سے کچھ اونٹ خرید کر ان پر سفر کرنا چاہیئے"

عنبر نے کہا۔

"میرا ارادہ بھی یہی تھا۔ اس لیے میں شہر کی طرف چلا ہوں۔ کیونکہ جس طرف یہ سمندری چٹانیں ہیں ادھر کوئی قافلہ نہیں جاتا"

شہر پہنچتے پہنچتے انہیں دن نکل آیا۔

وہ باتیں کرتے بڑے مزے سے صحرا کی ڈھلی رات کی ٹھنڈی ہوا میں ٹہلتے چلتے رہے۔ یہاں انہوں نے ایک کاروان سرائے سے تین اونٹ خریدے اور روم کے سمندر کی طرف اپنا سفر شروع کر دیا۔ ناگ کا اندازہ صحیح نکلا۔ ان کا یہ صحرائی سفر تین دنوں میں ختم ہوا۔ وہ بحیرہ روم یعنی روم کے سمندر کے ساحل پر پہنچ گیا۔ وہ چٹان انہیں دور سے نظر آ رہی تھی جس کے اوپر فرعون مصر کا ایک بہت بڑا بت بنا ہوا تھا۔ جب وہ چاروں یعنی عنبر ناگ ماریا اور کیٹی اس فرعون کے بت کے پاس چٹان پر پہنچے تو انہوں نے دیکھا کہ بزرگ کے کہنے کے مطابق بت کے پاؤں میں ایک راستہ نیچے جاتا تھا۔ ماریا کہنے لگی۔

"میرا خیال ہے میں نیچے جا کر دیکھ آتی ہوں کہ اندر کیا ہے"

عنبر نے کہا۔

"اس کی کوئی ضرورت نہیں۔ میں آگے آگے چلتا ہوں تم میرے ساتھ آؤ"

عنبر اندھیرے سے گزر کر سیڑھیاں اترنے لگا۔

ناگ کیٹی اور ماریا اس کے پیچھے پیچھے آ رہے تھے۔ سیڑھیاں ختم ہوئیں تو آگے ایک تاریک سرنگ آ گئی۔ انہوں نے اس سرنگ میں چلنا شروع کر دیا۔ سرنگ میں سیلن تھی اور زمین بھی گیلی تھی۔ کافی دور چلنے کے بعد انہیں ایک جگہ دیوار کے ساتھ لگا۔ پتھر کا ایک تختہ بچھا ہوا نظر آیا۔ عنبر نے سنجیدہ آواز میں کہا۔

"یہ وہ تخت ہے جو ہمیں ہمارے نئے سنسنی خیز سفر کی طرف لے جانے والا ہے۔"

عنبر ناگ ماریا اور کیٹی ـــــ

یہ چاروں صدیوں کے دوست اس پُراسرار تخت پر بیٹھ گئے۔ ماریا نے کہا۔

"مصری بزرگ کی ہدایت کے مطابق ہم اس تخت پر بیٹھ تو گئے ہیں مگر کچھ خبر بھی ہے کہ ہم کہاں جا رہے ہیں اور کس جگہ جا کر نکلیں گے؟"

عنبر بولا۔

"اس بارے میں بزرگ کی روح نے پردہ نہیں اٹھایا۔"

"تو پھر کون پردہ اٹھائے گا؟" ناگ نے پوچھا۔

عنبر نے کہا۔

"اب تو یہ تخت ہی راز پر سے پردہ اٹھائے گا کہ ہم کہاں جا رہے ہیں۔"

کیٹی فکر مند سی ہو کر بولی۔
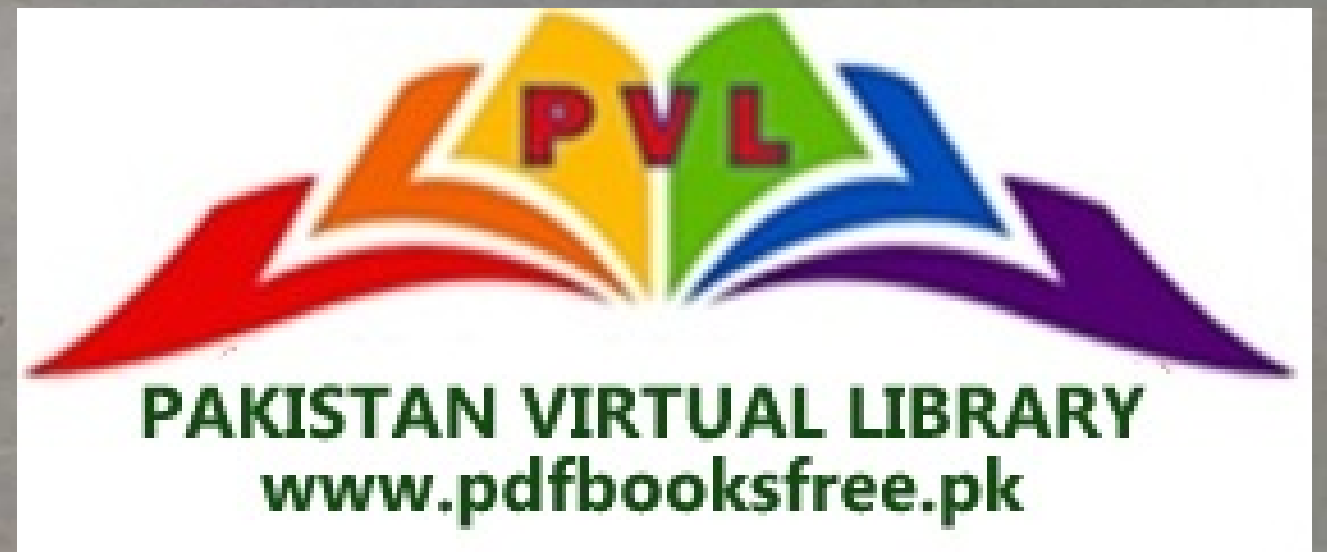
"کہیں پھر ہم پیچھے کی طرف پتھر کے زمانے میں نہ چلے جائیں"

عنبر نے کہا۔

"اس سلسلے میں بزرگ کی روح نے صاف صاف کہہ دیا تھا کہ ہم پتھر کے زمانے میں نہیں جائیں گے"

ناگ بولا۔

"تو کیا ہم کسی دوسرے سیارے پر پہنچ جائیں گے؟"

کیٹی اور عنبر نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ اندھیرے میں ان کی آنکھیں روشن تھیں۔

ماریا نے کہا۔

"عنبر! ایسا ہو سکتا ہے کہ ہم کسی دوسرے سیارے پر پہنچ جائیں۔ کیونکہ اس زمین پر تو ہمارا سفر ختم ہو گیا ہے"

کیٹی بولی۔

"پھر تو بڑا مزہ آئے گا۔ میں دوسرے سیارے میں تمہاری رہنمائی کروں گی۔ آخر میں خلائی مخلوق ہوں"

عنبر کہنے لگا۔

"ابھی ہم کچھ نہیں کہہ سکتے کہ کہاں جائیں گے۔ بس اب ہمیں چاہیئے کہ بزرگ کی روح کی ہدایت کے مطابق اس تخت پر آنکھیں بند کر کے ایک دوسرے کے ہاتھ میں ہاتھ ڈال کر لیٹ جائیں"

کیٹی نے ماریا سے کہا۔

"ماریا بہن تم اپنے ایک ہاتھ کو مادی شکل دے دو تاکہ تمہارے ہاتھ کو پکڑا جا سکے۔

ماریا بولی۔

"فکر نہ کرو میں پہلے ہی سے ایسا کر چکی ہوں۔ اب تم میرے ہاتھ کو تھام سکتی ہو"

ناگ نے تخت پر ایک طرف لیٹتے ہوئے کہا۔

"ماریا اور کیٹی۔ تم ہمارے بیچ میں آ جاؤ"

ماریا اور کیٹی درمیان میں آ کر ایک دوسری کا ہاتھ تھام کر لیٹ گئیں۔ ان کی ایک طرف عنبر اور دوسری طرف ناگ لیٹ گیا۔ ماریا کی آواز آئی۔

"خداوند! تو ہماری حفاظت کرنا۔ کہیں ہم آدم خوروں کے سیارے میں نہ نکل آئیں"

کیٹی ہنس کر بولی۔

"تم کیوں فکر کرتی ہو۔ تمہیں کوئی آدم خور نہیں کھا سکے گا"

عنبر نے کہا۔

"اب خاموش ہو کر آنکھیں بند کر لو"

اِن سبھوں نے آنکھیں بند کر لیں اور چپ ہو گئے۔

ماریا بولی۔

"مجھے نیند آ رہی ہے۔ میں......."

اس کے بعد ماریا بھی گہری نیند میں کھو گئی اس کی بات کا کسی نے جواب نہ دیا کیونکہ عنبر ناگ اور کیٹی بھی نیند کی دنیا میں جا چکے تھے۔

سُرنگ میں ایک سناٹا چھا گیا۔ اندھیرے میں تخت پر تین انسان لاشوں کی طرح سوئے ہوئے تھے۔ اِن میں ماریا بھی تھی مگر وہ کسی کو نظر نہیں آ رہی تھی۔ اچانک تخت کے کنارے روشن ہو گئے۔ اس میں سے روشنی کی کرنیں پھوٹنے لگیں۔ پھر روشنی کا ایک غبار سا اٹھا اور سُرنگ میں روشنی ہی روشنی پھیل گئی۔ جب یہ روشنی بجھی تو وہاں نہ کوئی تخت تھا۔ اور نہ عنبر ناگ ماریا اور کیٹی ہی تھی۔

تخت عنبر ناگ ماریا اور کیٹی کو لے کر کہیں غائب ہو چکا تھا۔

سب سے پہلے عنبر کی آنکھ کھلی۔

اس نے دیکھا کہ اس کے اوپر کھلا روشن آسمان جو بادلوں سے ڈھکا ہوا ہے۔ ٹھنڈی ہوا چل رہی ہے۔ اس کی ایک جانب گہرے نیلے سمندر کی موجیں دُور دُور سے آ کر ساحل کی ریت کا منہ چوم رہی تھیں۔ دوسری جانب ریتلا ساحل دُور تک پھیلا ہوا تھا جہاں کہیں کہیں ریت کے ویران ٹیلے تھے اور اِن کے پیچھے سینکڑوں فلیٹوں والی اونچی عمارتیں کھڑی تھیں۔ یا خدا! یہ ہم کہاں آ گئے ہیں؟ یہ کون سا ملک ہے؟ یہ کون سا زمانہ ہے؟ کون سی صدی عیسوی ہے؟ عنبر اُٹھ بیٹھا۔ اس نے دیکھا کہ اس کے پاس ہی ناگ اور کیٹی بھی ریت پر لیٹے سو رہے تھے۔ اسے ماریا کی خوشبو بھی آ رہی تھی۔ اس کا مطلب تھا کہ ماریا بھی وہاں موجود تھی۔

عنبر نے ناگ اور کیٹی کو اٹھا دیا۔ ماریا بھی جاگ پڑی۔ وہ سب آنکھیں ملتے ہوئے کبھی سمندر کو اور کبھی دُور اونچی ماڈرن عمارتوں کو دیکھنے لگے۔

"یہ ہم کہاں آ گئے ہیں؟" ماریا نے پوچھا۔

ناگ بولا۔

"میرا خیال ہے کہ ہم بیسویں صدی عیسوی میں نکل آئے ہیں کیونکہ اس سے پہلے میں نے لاہور اور

کراچی شہر میں اِس قسم کی بلڈنگیں دیکھی تھیں،،
کیٹی کہنے لگی۔

”ہاں ۔ مجھے یاد آگیا۔ لاہور میں ایسی ہی بلڈنگیں تھیں۔ مگر کیا یہ لاہور ہے ؟،،
عنبر بولا۔

”نہیں لاہور نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ یہاں سمندر ہے اور لاہور میں سمندر نہیں ہے،،
”تو پھر یہ کراچی شہر ہو گا،، ماریا نے کہا
عنبر نے کہا۔

”ابھی پتہ چل جاتا ہے۔ لیکن سب سے پہلے ہمیں اپنے حلیے تبدیل کرنے ہوں گے کیونکہ ہمارا لباس آج سے پانچ ہزار سال پرانے زمانے کا لباس ہے،،

اتنے میں آسمان پہ ایک زبردست گونج کے ساتھ ایک جیٹ طیارہ گزرنے لگا۔ ماریا ناگ کیٹی اور عنبر اس سے پہلے چونکہ لاہور کی سیر کر چکے تھے اس لیے سمجھ گئے کہ یہ طیارہ ہے۔ ماریا نے کہا۔

”ہم یقیناً بیسویں صدی عیسوی میں آگئے ہیں۔ یہ ہوائی جہاز ہے۔ جس میں مسافر ایک شہر سے دوسرے

شہر کو سفر کرتے ہیں،،
ناگ اُٹھ کر کھڑا ہوا۔

”اس کا مطلب ہے کہ ہمارا اپنا سفر بیسویں صدی سے شروع ہونے والا ہے۔ تو کیا ہم ایک بار پھر پیچھے کی طرف جائیں گے ؟،،
عنبر نے کہا۔

”مجھے یقین ہے کہ ایسا نہیں ہو گا۔ کیونکہ مصری بزرگ کی روح نے یہ بات بالکل صاف لفظوں میں کہہ دی تھی۔ کہ ہم واپس تاریخ کے واقعات میں اب سفر نہیں کریں گے،،
ماریا نے پوچھا۔

”تو پھر بیسوی صدی سے ہم آگے کہاں جائیں گے؟،،
عنبر بولا۔

”میں اس سلسلے میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ جو ہو گا۔ دیکھا جائے گا۔ اِس وقت ضرورت اس بات کی ہے۔ کہ تم شہر جا کر ہمارے لیے اِس شہر کے ماحول کے مطابق کپڑے لاؤ،،
ماریا بولی۔

”کیا میں لوگوں کے کپڑے چرا کر لے آؤں ؟،،

عنبر نے کہا۔

"چرانے کی ضرورت نہیں، میرے پاس سونے کے دو سکے رہ گئے ہیں۔ چونکہ تم نظر نہیں آتی ہو اس لیے شہر میں کسی دکان پر جا کر ہمارے لیے کپڑوں کے جوڑے لے کر وہاں سونے کے یہ دو سکے رکھ دو اور یہ بھی معلوم کرو کہ یہ کون سا شہر ہے اور سن عیسوی کون سا ہے۔"

ماریا نے کہا۔

"کیٹی کو میرے ساتھ بھیج دو۔"

عنبر بولا۔

"ہمارے لباس عجیب و غریب ہیں۔ ہم میں سے کوئی تمہارے ساتھ گیا تو لوگوں کا ہجوم اکٹھا ہو جائے گا۔ ہو سکتا ہے لوگ ہمیں پاگل سمجھ کر پتھر مارنا شروع کر دیں۔ تم جلدی سے جاؤ۔ ہم اسی جگہ بیٹھ کر تمہارا انتظار کریں گے۔"

"اچھا بھائی جاتی ہوں۔ سونے کے سکے نکال کر دے دو۔"

عنبر نے اپنے پرانے لبے کرتے کی جیب میں سے تھیلی نکال کر اس میں پڑے ہوئے دونوں آخری سکے نکال کر

ماریا کو دے دیئے اور ماریا شہر کی طرف روانہ ہو گئی۔ عنبر ناگ اور کیٹی وہاں کھلی جگہ سے اٹھ کر ایک سمندری چٹان کی اوٹ میں آ کر بیٹھ گئے جو ساحل پر کھڑی تھی اور جس سے سمندر کی لہریں آہستہ آہستہ ٹکرا کر واپس چلی جاتی تھیں۔

ماریا کو ابھی تک کچھ معلوم نہیں تھا کہ یہ کون سا شہر اور کون سا ملک ہے۔ وہ زمین سے پانچ فٹ بلند ہو کر ہوا میں اڑتی شہر کی طرف چلی جا رہی تھیں۔ اب اسے سڑک پر کہیں کہیں کاریں، سکوٹر اور رکشے چلتے نظر آنے لگے۔ اس نے ایک بس پر "کراچی" لکھا ہوا دیکھا تو سمجھ گئی کہ وہ پاکستان کے شہر کراچی میں آ گئے ہیں اور یہ بیسویں صدی ہی ہے۔

ماریا شہر کے گنجان آبادی والے علاقے میں آ گئی۔ یہاں ٹریفک کا شور تھا۔ ایک جگہ چوک میں گھڑی لگی تھی جو دن کے ساڑھے تین بجا رہی تھی۔ نیچے تاریخ بھی الیکٹرانک بتیوں میں بار بار روشن ہو رہی تھی۔ یہاں سن ۱۹۸۵ء لکھا تھا۔ اب ماریا کو یقین ہو گیا کہ وہ بیسویں صدی کے ماڈرن زمانے میں آ گئے ہوئے ہیں جس میں سائنس اور ٹیکنالوجی بہت ترقی کر چکی تھی۔ ایک اور جیٹ طیارہ ماریا کے سر کے اوپر آسمان پر سے گزر گیا۔ ماریا اگرچہ

دو زنانہ سوٹ اٹھائے۔ اس جگہ سونے کے دونوں بکسے
رکھے اور دکان سے باہر نکل گئے۔

واپس ساحل سمندر پر آکر اس نے کپڑے عنبر ناگ کیٹی
کو دیئے اور انہیں بتایا کہ یہ شہر کراچی ہے۔

"سن ۱۹۸۵ء ہے۔ ملک پاکستان ہے اور شہر کا
نام کراچی ہے"

عنبر ناگ اور کیٹی ذرا سے مسکرائے۔ ناگ بولا۔

"پاکستان کا ملک مجھے بڑا پسند ہے۔ اچھا ہوا کہ
ہم کسی دوسرے ملک میں نمودار ہونے کی بجائے
یہاں آگئے ہیں"

ماریا نے کہا۔

"آخری بار میں نے لاہور شہر کے ایک گرجا گھر
میں عبادت بھی کی تھی۔ اگر موقع ملا تو میں دوبارہ
وہاں کرنے جاؤں گی"

کیٹی نے کہا۔

"اور میں بھی لاہور کے انٹر کونٹی نینٹل ہوٹل کے
اس اندھے کنوئیں پر بھی جاؤں گی جہاں میرا
دوست اور میرا دشمن جن رہتا ہے"

ناگ بولا۔

بسوں، رکشوں، ٹرکوں اور لوگوں کے ہجوم کے درمیان سے
بھی بڑی آسانی سے گزر سکتی تھی مگر وہ سڑک سے دس
پندرہ فٹ بلند ہو کر اُڑنے لگی۔ وہ بازار کی دکانوں پر لکھے
ہوئے بورڈ پڑھ رہی تھی۔

ایک جگہ دکان پر بورڈ لگا تھا "لیڈیز اینڈ جنٹس ریڈی
میڈ کلاتھ" ماریا نیچے اتر آئی اور دکان میں داخل ہو گئی۔
شیشے کی قد آدم الماریوں میں عورتوں اور مردوں کے
بے شمار کپڑے لٹک رہے تھے۔ یہاں شلوار قمیض کے
سوٹ بھی تھے اور پتلونیں جینز اور جیکٹس بھی تھیں۔ ماریا
کو معلوم تھا کہ پہلے وہ جب لاہور آئے تھے تو ناگ
اور عنبر نے پتلون اور جیکٹ پہنی تھی۔ یہاں عورتوں کے
لیے شلوار قمیض بھی موجود تھیں۔

یہ بہت بڑی دکان تھی اور مال سے بھری ہوئی
تھی۔ گاہک سودا وغیرہ خرید رہے تھے۔ ماریا ان کے
بیچ میں سے ہوتی ہوئی دکان کے پیچھے چلی گئی۔ یہاں
پلاسٹک کے لفافوں میں بند زنانہ اور مردانہ سوٹ پڑے
تھے۔ ماریا نے ایک لفافے میں سے جیکٹ نکال کر دیکھی۔
اسی طرح کی ایک دوسری جیکٹ بھی وہاں رکھی تھی۔ ماریا
نے یہاں سے دو پتلونیں دو جیکٹس، چار مردانہ قمیض اور

"خدا بچائے اس جنّ سے۔ بھئی ہم تو لاہور گئے تو وہاں اپنے پرانے ساتھیوں امجد اور غزالہ سے ضرور ملاقات کریں گے۔"
ماریا نے کہا۔
"تمہیں معلوم نہیں۔ غزالہ کی تو شادی ہو چکی ہے وہ لاہور میں نہیں ہوتی آج کل۔"
ناگ نے کہا۔
"چلو امجد سے ملاقات ہو جائے گی۔ وہ تو کالج میں پڑھ رہا ہے۔"
عنبر نے کہا۔
"بھئی تم لوگ کن باتوں میں لگ گئے ہو۔ پہلے تو ہمیں یہاں سے کسی مناسب اور شریفانہ جگہ پر جا کر ٹھہرنا ہوگا۔"
کیٹی بولی۔
"یہ شریفانہ جگہ کوئی ہوٹل ہی ہو سکتا ہے۔ اور ہوٹل یہاں بہت مہنگے ہیں۔ اور اس وقت ہمارے پاس پاکستانی کرنسی کا ایک ٹیڈی پیسہ تک نہیں ہے۔"
عنبر نے ناگ کی طرف دیکھ کر کہا۔

"پاکستانی کرنسی کا بندوبست تو ناگ کے سانپ کر دیں گے۔ کیوں ناگ بھائی؟"
ناگ لفافے میں سے پتلون نکال کر اس کا سائز دیکھ رہا تھا۔ بولا۔
"اگر یہاں زمین کے اندر کوئی خزانہ ہوا تو سانپ ضرور میری مدد کریں گے۔"
کیٹی نے کہا۔
"خزانے تو پرانے شہروں مثلاً لاہور وغیرہ میں ملیں گے یہ ماڈرن شہر کراچی ہے یہاں شاید ہی کوئی خزانہ ہو۔"
"کوشش کروں گا۔ بھئی یہ جیکٹ تو مجھے بالکل فٹ ہے۔"
ناگ نے بھورے رنگ کی جیکٹ پہنتے ہوئے کہا۔ عنبر بولا۔
"اب ایسا کرتے ہیں کہ کیٹی اور ماریا چٹان کی دوسری طرف چلی جائیں تاکہ میں اور ناگ کپڑے بدل لیں۔ اس کے بعد ہم ادھر چلے جائیں گے اور ماریا اور کیٹی کپڑے تبدیل کر لیں گی۔"
کیٹی مسکرا کر بولی۔
"ارے ماریا تو نظر ہی نہیں آتی وہ تو یہاں اسی

وقت کھڑے کھڑے کپڑے بدل سکتی ہے"
ناگ بولا۔
"چلو تم دوسری طرف چلے جانا"
ماریا کی ہنسی کی آواز آئی۔ ناگ اور عنبر چٹان کی دوسری
طرف جا کر لباس تبدیل کرنے لگے۔ انہوں نے پرانے کرتے
اتار دیئے اور اِن کی جگہ جیکٹ اور پتلونیں اور نئی قمیضیں پہن
لیں۔ جب وہ سامنے آئے تو ماریا نے کہا۔
"تم تو پاکستان کے ڈسکو گانے والے آرٹسٹ
لگ رہے ہو"
کیٹی بولی۔
"تمہیں ڈسکو کے بارے میں معلوم ہے؟"
ماریا نے کہا۔
"کیوں نہیں۔ میں لاہور میں کئی بار آ چکی ہوں"
عنبر بولا۔
"اچھا بھئی اب تم لوگ بھی کپڑے تبدیل کر لو"
چٹان کی دوسری طرف جا کر ماریا اور کیٹی نے بھی پاکستانی
لباس پہن لیا۔ جب وہ شلوار قمیض اور دوپٹے میں ناگ اور
عنبر کے سامنے آئیں تو ناگ نے کہا۔
"کیٹی! تم بالکل ماڈرن گرل لگتی ہو اور یقیناً ماریا بھی

ایسی ہی لگتی ہو گی"
ماریا کی آواز آئی۔
"کیوں نہیں۔ اگر میں تم لوگوں کو نظر آ سکتی تو تم میری
شخصیت سے بہت متاثر ہوتے"
عنبر نے کہا۔
"بھئی ہم تو اس وقت بھی تم سے بہت متاثر ہیں"
ناگ جیکٹ کا کالر ٹھیک کرتے ہوئے کہنے لگا۔
"خدا کا شکر ہے کہ کیٹی کی آنکھیں چوکور نہیں ہوئیں
ورنہ بڑی مشکل ہو جاتی"
کیٹی بولی۔
"بھئی اس کے لیے میں اپنے مسخرے جن کی شکرگزار
ہوں اب تو چٹکی بجاتے ڈرتی ہوں کہ کہیں چٹکی
بجاتے ہی میری آنکھیں پھر سے چوکور نہ ہو جائیں"
ماریا نے کہا۔
"نہیں۔ میرا خیال ہے کہ تمہارا دوست جن اب
تمہارے ساتھ کوئی شرارت نہیں کرے گا"
کیٹی سانس بھر کر بولی۔
"اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے"
عنبر نے پرانے کپڑوں کی ایک گٹھڑی بنا کر اسے سمندر

میں پھینک دیا اور بولا۔

"ناگ بھائی! سب سے پہلے تو تم کچھ دولت کا انتظام کرو تاکہ ہم یہاں کسی اچھے سے ہوٹل میں جا کر ٹھہر سکیں، کیونکہ ہمیں کچھ معلوم نہیں ہے کہ ہمیں یہاں کب تک رہنا ہو گا"

ناگ بولا۔

"میرا خیال ہے ریت کے اس ٹیلے کے پاس جا کر کسی سانپ کو بلانے کی کوشش کرتا ہوں۔ یہ ٹیلہ مجھے پرانے زمانے کا لگتا ہے"

"تم اِدھر جا کر کوشش کرو" عنبر نے کہا۔ "ہم اسی جگہ بیٹھتے ہیں"

ناگ جیکٹ اور پتلون میں بڑی شان سے ٹیڈی نوجوان کی طرح چلتا کچھ فاصلے پر کھڑے ریت اور پتھر کے ٹیلے کی اوٹ میں آ گیا۔ اس نے آنکھیں بند کر لیں اور سانپ کو آواز دی۔ مگر وہاں کوئی سانپ نہ آیا۔ تین بار پکارنے پر بھی جب کسی سانپ نے وہاں سر نہ نکالا تو ناگ واپس چلا آیا اور بولا۔

"یہاں کوئی سانپ نہیں ہے۔ ہمیں کسی دوسری جگہ جا کر کوشش کرنی ہو گی"

عنبر نے کہا۔

"ظاہر ہے کسی ویران علاقے میں ہی جانا پڑے گا۔ مگر ہمیں ساتھ ساتھ کیوں خراب کرو گے۔ تم اکیلے ہی کچھ دور کیوں نہیں چلے جاتے"

ماریا بولی۔

"ہاں ناگ بھیا! ہم یہاں آرام سے بیٹھے ہیں۔ تم خود ہی کچھ دور جا کر کسی سانپ کو بلانے کی کوشش کرو"

ناگ مسکرا کر کہنے لگا۔

"کمال ہے بھئی تم لوگ ماڈرن دنیا میں آتے ہی سست ہو گئے ہو۔ چلو۔ میں اکیلا ہی چلا جاتا ہوں۔ لیکن تم لوگ یہاں سے مت جانا"

کیٹی نے کہا۔

"ہم کہاں جا سکتے ہیں۔ یہ ۱۹۸۵ء کا کراچی شہر ہے۔ یہاں پیسے کے بغیر ہم ایک قدم نہیں اٹھا سکتے۔ ہم تمہارا انتظار کریں گے بھیا!"

ماریا نے ناگ کو چھیڑتے ہوئے کہا۔

"بھیا اب چلے بھی جاؤ۔ یہ کیا منہ پھاڑے کھڑے ہو"

اور کیٹی عنبر کھل کھلا کر ہنس دیئے۔ ناگ بھی کچھ مسکراتا، کچھ کھسیانہ سا ہو کر سر کھجاتا ایک طرف چلنے لگا۔ ریت کے چھوٹے چھوٹے ٹیلوں میں وہ دُور دُور تک چلتا چلا گیا۔ آسمان بادلوں سے بھرا ہوا تھا۔ ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔ مگر بارش ابھی شروع نہیں ہوئی تھی۔ دن ڈھلنے لگا تھا۔ چلتے چلتے ناگ جب کوئی ایک فرلانگ دور نکل آیا تو اس نے ایک جگہ گڑھا دیکھا جو کافی بڑا تھا اور اِس قسم کی جگہوں پر عام طور پر سانپ ہوا کرتے ہیں۔

ناگ اِن جھاڑیوں کے پاس آکر رُک گیا۔ اس نے چاروں طرف دیکھا۔ وہاں کوئی دوسرا اِنسان نہیں تھا۔ ناگ نے آنکھیں بند کیں اور سانپ کی آواز دی۔ اس کے منہ سے سانپ کی آواز کی خاص لہریں نکل کر فضا میں پھیل گیئں۔ کیسری رنگ کا سانپ ایک بل میں سے نکل کر ناگ کے سامنے آکر ادب سے کنڈلی مار کر بیٹھ گیا اور سر کو بار بار جھکانے لگا۔

ناگ نے آنکھیں کھول کر اُسے دیکھا اور اس سے کہا کہ اگر یہاں کوئی خزانہ دفن ہو تو اس میں سے کوئی قیمتی ہیرا یا عقیق لاکر دے دو۔ سانپ نے ادب سے کہا۔

"عظیم ناگ دیوتا! جس جگہ میں رہتا ہوں یہاں تو

زمین کے اندر مُردوں کی ہڈیاں ہی دفن ہیں۔ کیونکہ یہاں ایک پرانا قبرستان ہوا کرتا تھا"

ناگ نے پوچھا۔

"کیا یہاں قریب بھی کوئی خزانہ نہیں ہے؟"

سانپ بولا۔

"عظیم ناگ! یہاں تو آپ جس جگہ زمین کھودیں گے وہاں سے سوئی گیس یا پٹرول نکل آئے گا۔ کیونکہ آج کے زمانے میں سوئی گیس اور پٹرول ہی کو خزانہ سمجھا جاتا ہے"

ناگ نے کہا۔

"مجھے سوئی گیس اور پٹرول نہیں چاہیے۔ تم مجھے یہ بتاؤ کہ کوئی قیمتی ہیرا یا پرانے زمانے کا دبایا ہوا کوئی زیور کہاں مل سکتا ہے؟"

سانپ نے کہا۔

"میں ابھی آپ کو ہوا میں سونگھ کر بتاتا ہوں"

سانپ نے چاروں طرف گردن گھما کر اپنی زبان بار بار باہر نکالی۔ پھر بولا۔

"عظیم ناگ دیوتا! مجھے شہر کے اندر کے علاقے سے سونے کے دبے ہوئے پرانے زیورات کی بُو آ

رہی ہے۔"

"مگر شہر کے اندر خزانہ کس نے دفن کیا ہو گا۔ یہ شہر
تو نیا آباد ہوا تھا،، ناگ نے کہا۔

سانپ نے جواب دیا۔

"عظیم ناگ! میں یہاں پچاس برس سے رہ رہا ہوں۔
آج سے تیس، پینتیس برس پہلے جب پاکستان بنا تھا
تو اس شہر کے ہندو سکھ بھاگ کر ہندوستان
چلے گئے تھے اور جاتے جاتے کچھ لوگوں نے
اپنے زیورات زمین میں دبا دیئے تھے کہ جب
کبھی واپس آئیں گے تو نکال لیں گے۔ ان میں سے
کچھ تو واپس آکر نکال کر لے گئے۔ مگر کچھ باقی اسی
طرح زمین کے اندر دفن ہیں۔ اگر آپ مجھے اپنے
ساتھ شہر میں لے چلیں تو میں وہ جگہ بتا سکتا ہوں
جہاں زیورات دفن ہوں گے۔

ناگ بولا۔

"اچھا تم میرے ساتھ چلو۔"

ناگ نے کیسری رنگ کے سانپ کو اٹھا کر اپنی جیکٹ
کی جیب میں ڈال لیا اور واپس عنبر ماریا کیٹی کے پاس
آکر ساری کہانی بیان کر دی۔ عنبر نے دیکھا کہ کیسری رنگ

سانپنا کی سری اس کی جیکٹ کی جیب سے باہر جھانک رہی تھی۔

ماریا نے کہا۔

"پھر تو ہم سب کو ناگ کے ساتھ ہی جانا ہو گا۔"

عنبر بولا۔

"تمہارا کیا خیال ہے ناگ،"

ناگ کہنے لگا۔

میرا خیال ہے کہ آپ لوگ یہاں سے میرے ساتھ ہی
چلیں مگر خزانے کی جگہ پر میں اکیلا ہی سانپ کے ساتھ
جاؤں گا۔ کیونکہ زیادہ لوگوں کے ساتھ ہونے سے
وہاں کے لوگوں کو ہم پر شک پڑ جائے گا اور ہو سکتا
ہے وہاں پولیس بھی آجائے اور ہم خزانے میں سے کچھ
بھی حاصل نہ کر سکیں،"

"مگر ہم کہاں جا کر ٹھہریں گے؟" کیٹی نے کہا۔

ماریا نے کہا۔

"کیوں نہ ہم ریلوے اسٹیشن کے پلیٹ فارم پر جا کر
بیٹھ جائیں۔ وہاں تو مسافر لوگ بیٹھے ہی رہتے ہیں"

یہ تجویز سب کو پسند آئی اور وہ ساحل سمندر سے شہر کی
طرف چل پڑے۔

ریلوے اسٹیشن پر کافی رونق اور بھیڑ بھاڑ تھی۔ ناگ نے

— عنبر ماریا اور کیٹی کو پلیٹ فارم نمبر ایک کے آخری کونے والے بنچ پر بیٹھنے کو کہا اور خود سانپ کو لے کر شہر کی طرف روانہ ہو گیا۔

ناگ اور ماریا بازار کی جس دکان یا بنک سے چاہیں روپیہ اٹھا کر اپنے کام میں لا سکتے تھے مگر انہوں نے عہد کر رکھا تھا کہ وہ چوری نہیں کریں گے اور کسی کا ناجائز طور پر پیسہ نہیں اٹھائیں گے۔ یہی وجہ ہے کہ ناگ یہ ساری تکلیف اٹھا رہا تھا۔ کیونکہ وہ ایک ایسی دولت میں سے تھوڑے سے پیسے حاصل کرنا چاہتا تھا جس کا مالک کوئی نہیں تھا۔

سانپ ناگ کی جیب میں تھا۔ دونوں آپس میں سانپ کی خفیہ زبان میں بات کر رہے تھے۔ سانپ ناگ کی رہنمائی کر رہا تھا اور فضا میں خزانے کی بو سونگھ سونگھ کر ناگ کو بتلاتے جا رہا تھا۔ کہ اب اس طرف چلو۔ اب اس طرف چلو۔ ناگ پیدل ہی چلا جا رہا تھا۔ چلتے چلتے سورج غروب ہو گیا۔ کراچی شہر کی بلند اور خوب صورت بلڈنگوں میں روشنیاں جگمگانے لگیں۔ سانپ بو سونگھتا ناگ کو ایک بہت بڑی عمارت کے پچھواڑے لے آیا جہاں ویران میدان میں جگہ جگہ کوڑے کرکٹ کے ڈھیر لگے تھے اور درمیان میں ایک جھونپڑی بنی ہوئی تھی۔

سانپ نے ناگ سے کہا۔

"عظیم ناگ دیوتا! خزانہ اس جھونپڑی کے اندر زمین میں دبا ہوا ہے"

ناگ نے سانپ سے کہا۔

"تم یہاں ان جھاڑیوں میں ٹھہرو۔ میں اکیلا جھونپڑی میں جاتا ہوں"

ناگ نے سانپ کو جیب سے نکال کر جھاڑیوں میں چھوڑ دیا۔ اور خود جھونپڑی کے پاس جا کر آواز دی۔

"اندر کوئی ہے؟"

جھونپڑی بڑی خستہ حال تھی۔ اندر لالٹین کی روشنی ہو رہی تھی۔ ایک مزدور قسم کا دبلا پتلا آدمی باہر نکل آیا جس کے کپڑے پھٹے پرانے تھے۔ اس نے سلام کر کے پوچھا۔

"بابو جی آپ کس سے ملنا چاہتے ہیں؟"

ناگ بولا۔

"بھائی تم اس جھونپڑی میں رہتے ہو؟"

"ہاں بابو جی۔ میں مزدور ہوں۔ مٹی کھود کر چار چھ روپے کما لیتا ہوں۔ بات کیا ہے بابو جی؟"

ناگ نے کہا۔

"کیا میں تمہاری جھونپڑی میں آ سکتا ہوں۔ میں تمہیں اندر چل کر ایک بات بتانا چاہتا ہوں"

"آجائیے بابو جی۔ مگر خیر تو ہے ناں۔ ہم تو غریب
لوگ ہیں بابو جی۔ میری بیوی بیمار رہتی ہے"
ناگ نے اندر جا کر دیکھا کہ ایک کمزور سی عورت ٹوٹی
ہوئی چارپائی پر پڑی تھی۔ جھونپڑی میں سوائے ٹوٹے پھوٹے
دو چار برتنوں اور گندی مندی رضائی کے اور کچھ نہیں
تھا۔ ناگ کو اِن لوگوں کی غربت دیکھ کر دکھ بھی ہوا اور
اُسے خوشی بھی ہوئی کہ اِن لوگوں کے دن پھرنے والے تھے۔
ناگ نے کہا۔

"بھائی بات یہ ہے کہ کسی زمانے میں میں اس
جگہ جہاں تمہاری جھونپڑی بنی ہوئی ہے اپنے
خاندانی زیورات زمین میں دفن کر کے پردیس
چلا گیا تھا۔ اگر تم مجھے اجازت دو تو میں یہاں
زمین کھود کر اپنے زیور نکال لوں۔ اِس میں سے
تمہیں بھی تمہارا حصہ دے دوں گا"
مزدور اور اس کی بیمار بیوی ایک دوسرے کا منہ تکنے
لگے۔
مزدور نے کہا۔
"بابو جی! ہمیں کیا اعتراض ہو سکتا ہے۔ اگر
آپ کی امانت یہاں دفن ہے تو بے شک نکال لیں۔
بلکہ میں خود زمین کھود کر نکال دیتا ہوں"

مزدور نے اُٹھ کر کونے میں رکھی ہوئی کُدال پکڑ لی۔
ناگ نے زمین پر دو تین جگہوں پر پاؤں مار کر دیکھا کہ
ایک جگہ سے زمین کے اندر سے کھوکھلی سی آواز آ رہی تھی۔ اس
نے اس جگہ اشارہ کر کے کہا۔
"یہاں سے زمین کھودو"
مزدور کا کام ہی زمین کھودنا تھا۔ اس نے کُدال چلانی
شروع کر دی۔ دو تین فٹ زمین کھودنے کے بعد کُدال کسی
برتن سے ٹکرائی۔ مزدور نے لالٹین آگے کر کے دیکھا تو اسے
ایک کانسی کے برتن کا سر نظر آ رہا تھا
"بابو جی! آپ نے ٹھیک کہا تھا۔ آپ کی امانت اس
برتن میں ہو گی"
تھوڑی دیر بعد زمین میں سے کانسی کا ایک مٹکا نکل آیا۔ ناگ
نے اسے کھولا تو وہ سونے کے زیورات سے بھرا ہوا۔ مزدور
اور اس کی بیمار بیوی بت بنے اس خزانے کو دیکھ رہے تھے
ناگ نے اس خزانے کا ہار نکال کر جیب میں رکھ لیا اور مزدور کے کاندھے
ہاتھ رکھ کر کہا۔
"بھائی! باقی زیورات میں خوشی سے تمہیں دیتا ہوں۔
انہیں بڑی احتیاط سے فروخت کر کے اپنی بیوی
کا علاج کراؤ۔ اور شاندار زندگی شروع کرو۔
خدا حافظ!"

مزدور اور اس کی بیوی کے منہ سے خوشی اور حیرت کے مارے کوئی لفظ نہیں نکل سکا۔ اور ناگ انہیں سلام کر کے جھونپڑی سے باہر نکل آیا۔ اسے اس خیال سے بڑی مسرت ہو رہی تھی کہ ایک غربت کے مارے مزدور کی زندگی میں خوشیوں کا سورج نکل آیا ہے اور اب وہ اِس گندی جھونپڑی کی بجائے اپنے مکان میں رہیں گے اور اِن کے بچے بھی اعلیٰ تعلیم حاصل کریں گے۔

باہر آ کر ناگ نے جھاڑیوں میں سے سانپ کو اٹھا کر جیب میں رکھا اور وہاں سے ریلوے سٹیشن کی طرف روانہ ہو گیا۔ راستے میں اس نے سانپ سے پوچھا کہ وہ اکیلا واپس چلا جائے گا۔ سانپ نے کہا۔

"عظیم ناگ دیوتا! مجھے یہاں نہ چھوڑیں۔ شہر کے لوگ تو میرا قیمہ کر دیں گے۔"

ناگ بولا۔

"میں تمہیں اسی جگہ چھوڑوں گا جہاں سے تمہیں اُٹھایا تھا۔ فکر نہ کرو۔"

سانپ نے کہا۔

"نہیں عظیم دیوتا! آپ کو اتنی دور جانے کی ضرورت نہیں۔ آپ ایسا کریں کہ یہاں سے تھوڑی دور ایک گندا نالہ سمندر کی طرف جاتا ہے۔ آپ مجھے اس نالے

میں چھوڑ دیں۔ میں اپنے ٹھکانے پر پہنچ جاؤں گا۔"

"جیسے تمہاری مرضی۔"

ناگ نے سانپ کو گندے نالے پر لے جا کر چھوڑ دیا اور خود ریلوے سٹیشن پر عنبر، کیٹی اور ماریا کے پاس آ گیا۔ انہیں زیور حاصل کرنے کا پورا قصہ سنایا۔ اور پھر سونے کا ہار دکھایا۔ عنبر نے کہا۔

"اب رات تو اسی پلیٹ فارم پر گزارنی ہو گی۔ صبح دکانیں کھلیں گی تو بازار لے جا کر اسے فروخت کرنا۔"

"یعنی یہ کام بھی مجھ ہی کو کرنا پڑے گا۔" ناگ نے بنچ پر بیٹھتے ہوئے کہا۔

کیٹی نے کہا۔

"اس لیے کہ ناگ بھیا یہ تمہارے خزانے کا زیور ہے۔ اسے تم ہی بیچ سکتے ہو۔"

عنبر نے مسکرا کر کہا۔

"ویسے بھی ہمیشہ تم ہی زیور جواہرات فروخت کرتے رہے ہو۔ تم اس کام کے بڑے ماہر ہو۔"

ناگ نے سٹیشن کی روشنیوں کی طرف دیکھ کر کہا۔

"میں ہی بیچ آؤں گا۔ لیکن یہاں کی روشنیوں سے آنکھیں دُکھنے لگی ہیں۔ اب اِن کی عادت نہیں رہی تھی۔ اندھیرے ماضی کے تاریک شہروں سے نکل کر آئے ہیں۔"

ماریا کہنے لگی۔

"صبح ایک کالے شیشوں والی عینک لے لینا ناگ بھیا"

اور وہ سب مسکرانے اور ہنسنے لگے۔ اسی طرح انہوں نے رات کراچی ریلوے سٹیشن کے پلیٹ فارم نمبر ایک پر گزار دی۔ ماریا نے کئی بار شکایت کی کہ اچھا نیا سنسنی خیز سفر شروع ہوا ہے۔ کہ پہلی ہی رات سٹیشن کے پلیٹ فارم پر بسر کرنی پڑ گئی ہے۔ ناگ بولا۔ "آگے آگے دیکھنا کیا ہوتا ہے ماریا بی بی"

جب دن کافی نکل آیا تو ناگ سونے کا ہار لے کر پوچھتا پوچھتا کراچی کے صرافہ بازار میں آ گیا۔ ایک سنیارے کو ہار دکھایا۔ اس نے ہار کو دیکھا۔ پھر ناگ کو سر سے پاؤں تک دیکھا۔ ناگ نے جیکٹ پتلون پہن رکھی تھی۔ سنیارے نے کہا۔

"چوری کا تو نہیں ہے؟"

ناگ نے کہا۔

"میں تمہیں چور لگتا ہوں"

سنیارا بولا۔

"چور کے سر پر سینگ نہیں ہوتے بھائی۔ بعد میں ہمیں تھانوں کے چکر لگانے پڑتے ہیں"

ناگ کو غصہ تو بہت آیا مگر وہ موقع غصہ دکھانے کا نہیں تھا۔ اس نے کہا۔

"بھائی تمہیں خریدنا ہے تو خریدو نہیں تو ہار مجھے واپس کر دو"

سنیارے نے ہار کو تولا۔ پھر کھوٹ نکال کر حساب لگایا اور بولا۔

"میں تمہیں اس کے صرف تین ہزار روپے دے سکتا ہوں"

ناگ نے کہا۔ "لاؤ تین ہزار ہی لاؤ"

اب تو سنیارے کو یقین ہو گیا کہ یہ چوری کا ہار ہے۔ مگر اب وہ اسے خرید چکا تھا۔ سودا گھاٹے کا نہیں تھا کیونکہ مال دس ہزار روپے سے بھی زیادہ کا تھا۔ ناگ نے تین ہزار روپے کے سو سو کے نوٹ رومال میں باندھ کر جیب میں رکھے اور واپس ریلوے سٹیشن کی طرف چلا۔ اسے نوٹ جیب میں رکھتے ایک جیب کترے نے دیکھ لیا تھا۔ وہ بھی اس کے پیچھے لگ گیا۔ راستے میں اس نے ناگ کو ایک دوسرے غنڈے کے ہاتھ دو سو روپے کے عوض فروخت کر دیا۔ دو سو روپے وصول کر کے پہلا جیب کترا تو واپس چلا گیا۔ اور اب دوسرا جیب کترا جو بڑا بدنام اور خونی قسم کا غنڈہ تھا۔ ناگ کے پیچھے لگ گیا۔ اس احمق کو کیا خبر تھی کہ وہ کس کا پیچھا کر رہا ہے۔

بازار میں ایک دو بار غنڈے نے ادھر اُدھر سے ہلّہ بول کر ناگ کی جیب کاٹنے کی کوشش بھی کی مگر کامیاب نہ ہو سکا۔ کیونکہ ناگ نے جیب میں ہاتھ رکھا ہوا تھا۔ تنگ آ کر غنڈے نے ایک ویران سی جگہ پر چاقو نکال کر ناگ کو گھیر لیا۔

"جو کچھ جیب میں ہے نکال کر پکڑا دو نہیں تو اسی جگہ ڈھیر کر دوں گا"

ناگ نے اپنے سامنے ایک خونخوار قسم کی آنکھوں والے غنڈے کو دیکھا تو پہلے تو سخت غصہ آیا مگر پھر اُس کی جوانی پر ترس آنے لگا۔ اس نے کہا۔

"بھائی! اپنی جوانی پر رحم کھاؤ اور میرا راستہ چھوڑ دو۔ کیونکہ میری جیب میں بڑا زہریلا سانپ ہے"

جیب کترے غنڈے نے ناگ کو گالی دے ڈالی۔ گالی ناگ کبھی برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ ساتھ ہی ناگ کی جیب پر ہاتھ مارا۔ ناگ کا پارہ ایک دم چڑھ گیا۔ اس نے ایک گہرا سانس کھینچا اور جب سانس چھوڑا تو غنڈے کی گردن کے ساتھ ایک کالے رنگ کا پھن دار سانپ لپٹا ہوا تھا اور پھنکاریں مار رہا تھا۔

عنبر ناگ ماریا اور کیٹی کے نئے سفر کا آغاز کس طرح سے ہوا؟ کراچی میں ان چاروں صدیوں کے دوستوں کے ساتھ کیا گزری اور اس کے بعد وہ ایشیا نئے سفر پر کس طرف کو روانہ ہوئے؟ اصل میں ان کا سنسنی خیز سفر کہاں سے شروع ہوا؟ ان سوالوں کے جواب آپ عنبر ناگ ماریا کی اگلی قسط نمبر ۹۰ میں پڑھیں گے جس کا نام "عنبر، ناگ، ماریا کو قتل کر دو" ہے۔
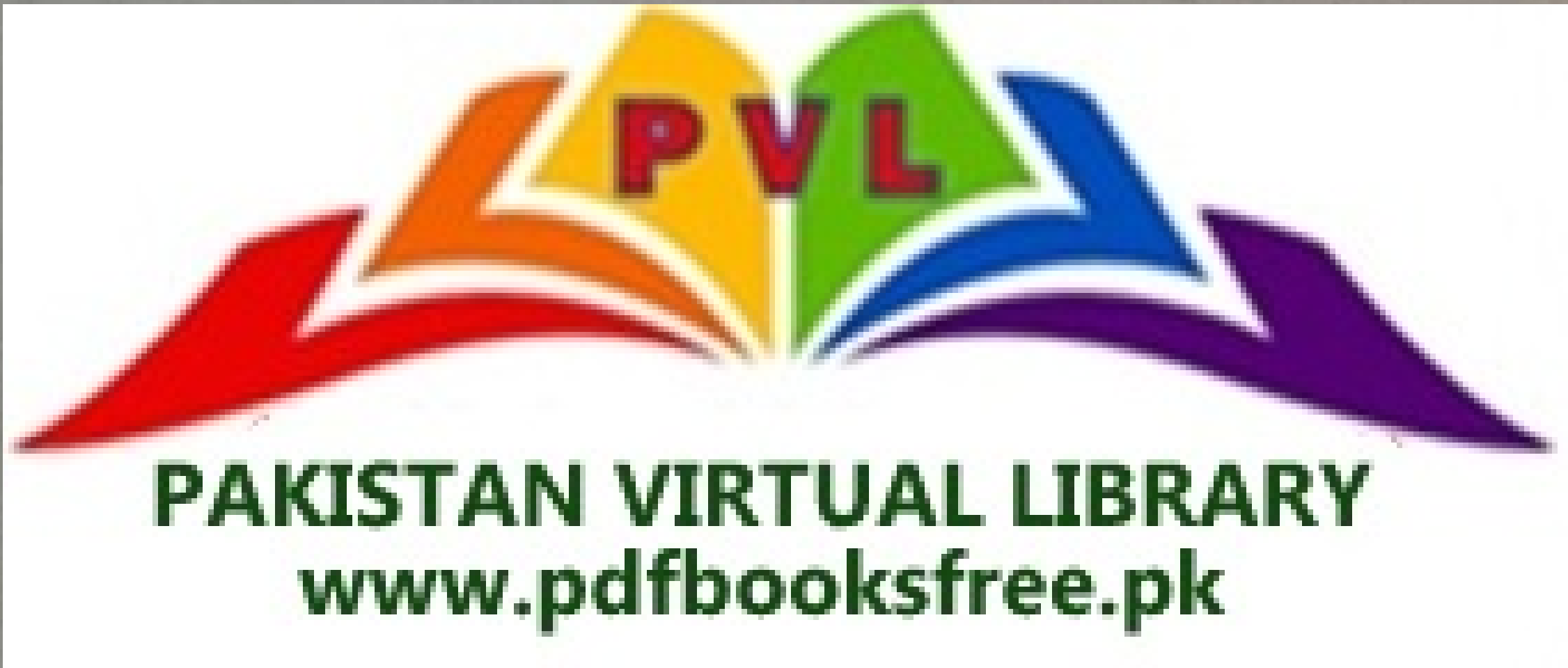
نیا مکتبہ اقرأ

ناگ، ماریا اور عنبر کی واپسی
کے پانچ ہزار سالہ سفر کی سنسنی خیز داستان

عنبر ناگ کو قتل کر دو

اے۔ حمید
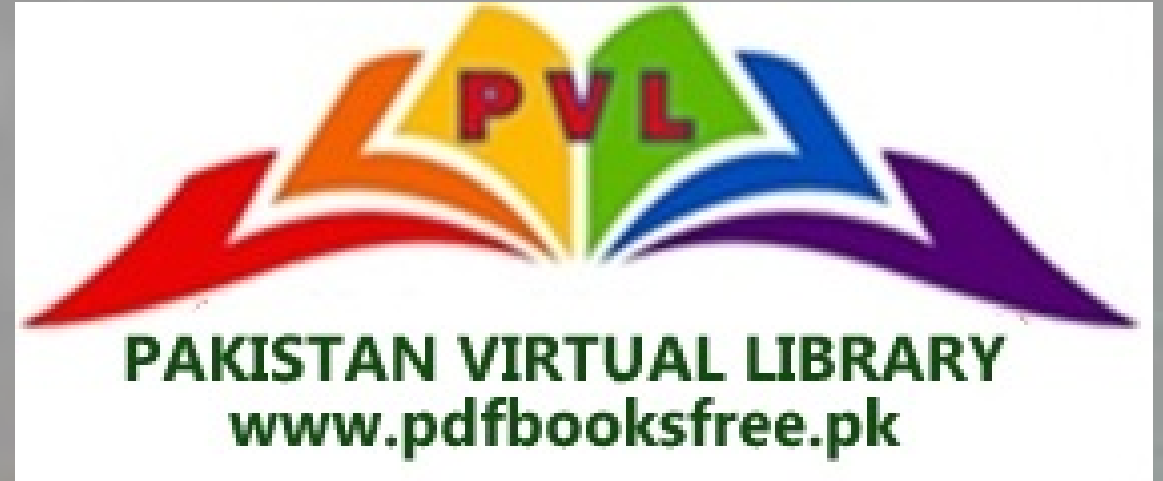
پیارے دوستو!

عنبر ناگ ماریا کا پانچ ہزار سال کا واپسی کا سفر ختم ہو گیا ہے مگر انکا اگلا سفر ابھی شروع نہیں ہوا۔ جبکہ وہ اپنے نئے سفر کی پہلی منزل کی طرف روانہ ہو چکے ہیں۔ وہ کراچی میں ہیں اور یہاں ملک دشمن جاسوسوں کی تباہی سے پاکستان کو بچانے کی سنسنی خیز جدو جہد میں لگے ہوئے ہیں۔ یہاں سے وہ آگے ایک ایسی جدید ترین سائنٹیفک دنیا میں جائیں گے جہاں سے انہیں ان کے اگلے شروع ہونے والے حیرت انگیز مگر سائنسی سفر کے بارے میں بتایا جائے گا۔

عنبر ناگ ماریا کا آئندہ نیا اور سنسنی تیز سائنسی سفر کیا ہو گا؟

کیا وہ کسی انوکھی سائنسی دنیا میں نکل جائیں گے؟ اس کے بارے میں ہمیں خود ابھی کچھ معلوم نہیں ہے لیکن اتنا ضرور معلوم ہے کہ قسط نمبر ۱۰۰ کی صورت میں جب ہم آپ کی خدمت میں ایک شاندار پلاٹینم جوبلی نمبر پیش کریں گے تو عنبر ناگ ماریا کے اس شاندار نمبر میں ان صدیوں کے دوستوں کا اگلا سائنسی سفر شروع ہو چکا ہو گا۔ یہ ایسا سفر ہو گا کہ اسے پڑھ کر آپ ان کا پچھلا سفر بھول جائیں گے۔

آپ کا ازلی
اے حمید

۴۵۴ - این راہ چمن سمن آباد۔ لاہور

قیمت : ۵۰/- روپے

بار اول : ۱۹۸۵
ناشر : نیا مکتبہ اقرا ۱۴۔ بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور ۸
طابع : تاجدین پرنٹرز آبکاری روڈ۔ لاہور
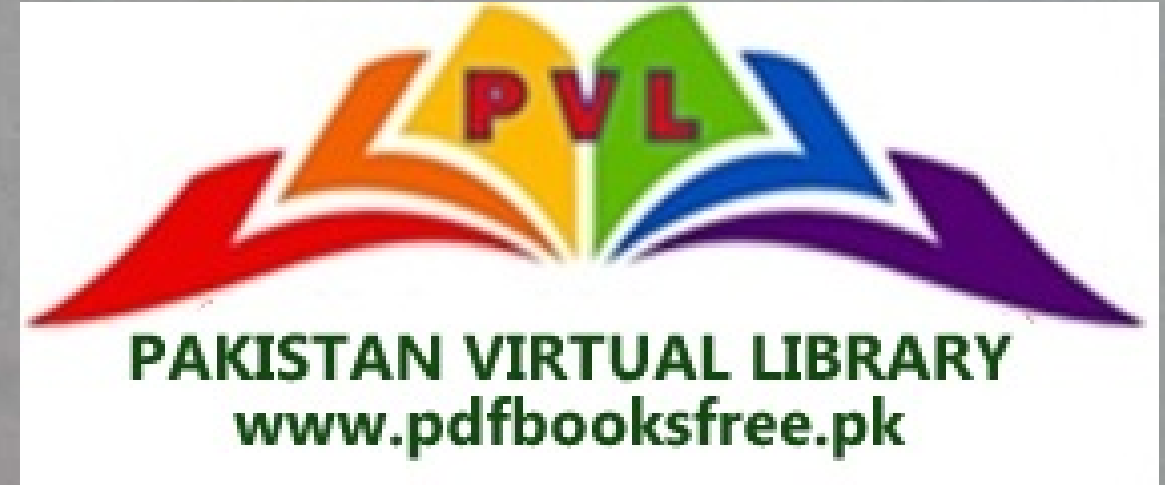
ترتیب

پُراسرار خفیہ جاسوس

جیب کُترا دہشت زدہ ہو کر رہ گیا۔

ایک زندہ آدمی اس کے سامنے غائب ہو گیا تھا اور اس کی گردن میں سانپ پھنکار رہا تھا۔ وہ تھر تھر کانپنے لگا۔ سانپ کا پھن اس کے چہرے کے سامنے تھا اور اس کی سُرخ آنکھیں اسے گھور رہی تھیں اور زبان پھنکار کے ساتھ باہر لہرا رہی تھی۔

پھر اچانک سانپ اس کی گردن سے غائب ہو گیا اور ناگ ایک بار پھر انسانی شکل میں اس کے سامنے کھڑا تھا۔ ناگ نے جیب کترے سے کہا۔

"کیوں میاں۔ جیب سے دُوں روپے نکال کر؟"

جیب کُترا دھڑام سے بے ہوش ہو کر زمین پر گر پڑا۔ کچھ لوگ وہاں آکر جمع ہو گئے۔

"کیوں بھائی صاحب اِسے کیا ہو گیا ہے؟" ایک نے پوچھا۔ ناگ نے کہا۔

"بھائی یہ کوئی غنڈہ ہے۔ مجھے لوٹنا چاہتا تھا پھر

خود ہی بے ہوش ہو کر گر پڑا۔"
لوگ بے ہوش جیب کترے کو دیکھنے لگے۔ ناگ وہاں سے
کھسک گیا۔
کراچی ریلوے سٹیشن پر آ کر اس نے تین ہزار روپے عنبر کو دیئے
اور کہا۔
"بھائی اس سے زیادہ سنار ایک پائی نہیں دیتا تھا،
یہ پورے تین ہزار روپے ہیں"
عنبر نے روپے لے کر رکھ لیے اور کہا۔
"کوئی بات نہیں۔ اِس سے کچھ روز گزارہ ہو جائے
گا لیکن ناگ بھیا! کچھ خبر نہیں کہ ہمیں یہاں کتنی دیر رہنا
ہوگا اس لیے کوئی نہ کوئی کام یا نوکری کرنی ہو گی۔
اس طرح ہم روز روز خزانہ کہاں تلاش کریں گے؟"
ناگ بولا۔
"اور خزانے اس شہر میں ملتے بھی نہیں ہیں"
ماریا نے کہا۔
"کوئی بات نہیں ہم کیٹی کو ائیر ہوسٹس بنوا دیں گے۔ خوبصورت
ہے۔ اسے تو ہوائی جہازوں والے خوشی سے نوکر رکھ
لیں گے"
کیٹی نے تلملا کر کہا۔

"تم مجھے ہوائی جہاز کے حادثے میں مروانا چاہتی ہو"
ماریا نے جھٹ کہا۔
"خدا نہ کرے۔ تم تو ہمیں بہت عزیز ہو۔ اور پھر تم
یہاں کی مخلوق نہیں ہو۔ یہاں ہماری زمین پر نہیں مر سکتی"
ناگ نے کہا۔
"یہ باتیں چھوڑو اور یہاں کے کسی ہوٹل کی طرف چلو تاکہ
شریف آدمیوں کی طرح یہاں رہنا شروع کریں۔ آگے جو
ہو گا دیکھا جائے گا"
یہ چاروں صدیوں کے دوست ریلوے سٹیشن سے باہر نکل آئے۔
اب ناگ نے انہیں جیب کترے کا واقعہ سنایا۔ سب نے یہ قصہ
بڑی دلچسپی سے سنا۔ کیٹی نے کہا۔
"ناگ بھیا! اس غنڈے کو زندہ کیوں چھوڑ دیا"
ناگ بولا۔
"بھئی یونہی کسی کو مارنا اچھا نہیں لگتا۔ وہ میری جان
کا دشمن نہیں تھا۔ وہ تو میرے روپے لوٹنا چاہتا تھا"
اسی طرح باتیں کرتے وہ سٹیشن سے باہر آ گئے۔
یہاں انہیں مسافر سمجھ کر ٹیکسی والے اور ہوٹل والے ان کی
طرف لپکے۔ ناگ اور عنبر نے ایک ہوٹل والے کا کارڈ لے کر دیکھا۔
اور ٹیکسی میں سوار ہو کر اس کے ہوٹل میں آ گئے۔ مگر یہ ہوٹل اس

قدر گندہ اور تنگ و تاریک تھا کہ وہ اسی وقت وہاں سے واپس چلے
آئے۔ ماریا نے کہا۔
"ان ہوٹلوں سے تو آج سے پانچ ہزار سال پہلے کی سرائے
بڑی صاف ستھری ہوتی تھی"
عنبر نے کہا۔
"بس۔ میں نے فیصلہ کر لیا ہے کہ رہیں گے تو شہر کے
سب سے اعلیٰ ہوٹل میں رہیں گے"
ناگ بولا۔
"تو پھر وہ تو یہاں کا ہلٹن ہوٹل ہی ہے۔ مگر وہ مہنگا
بہت ہے"
"مہنگا ہوتا ہے تو ہوا کرے۔ ہم ہلٹن میں ہی ٹھہریں گے"
یہ کہہ کر عنبر نے ایک ٹیکسی کرائی اور اسے ہلٹن ہوٹل چلنے
کے لیے کہا۔
ہلٹن ہوٹل ایک خوب صورت سرسبز جگہ پر واقع تھا۔
انہوں نے دو کمرے لے لیے۔ ایک کمرہ کیٹی اور ماریا کے لیے
اور ایک کمرہ عنبر ناگ کے لیے۔ دونوں کمرے ساتھ ساتھ تھے۔
بڑے صاف ستھرے۔ ماڈرن اور آرام دہ کمرے تھے۔ اگرچہ
مہنگے تھے۔ ناگ نے کہا۔
"اگرچہ ہمارا کھانے پینے کا تو کوئی خرچہ نہیں ہوگا۔

لیکن خالی کمرے کا کرایہ اتنا ہے کہ یہ تین ہزار روپے بہت
جلد ختم ہو جائیں گے"
عنبر بولا۔
"میاں تم خزانوں کے مالک ہو۔ کوئی خزانہ تلاش کر لو"
کیٹی نے کہا۔
"میں ائیر ہوسٹس بن جاتی ہوں۔ کچھ تو کما کر لے آیا کروں
گی"
ماریا بولی۔
"یہاں لوگ بینکوں میں بلیک کی رقم بہت جمع کراتے
ہیں۔ میرا خیال ہے ہم اگر وہ رقم لا کر اپنے خرچ
میں لے آئیں تو کوئی ہرج نہیں ہوگا۔ وہ بلیک کی رقم
ہوتی ہے۔ یعنی کالا دھن ہوتا ہے"
ناگ بولا۔
"کچھ بھی ہو وہ غریبوں کا خون چوس کر جمع کی گئی ہوتی
ہے"
ماریا نے ٹُھنک کر کہا۔
"تو پھر کیوں نہ ہم ان کا خون چوسیں جو غریبوں کا خون
چوستے ہیں"
"ہاں یہ ہو سکتا ہے البتہ" کیٹی بولی۔

عنبر کہنے لگا۔

"اس کا مطلب ہے کہ ہم ڈاکٹر بن جائیں؟ نہیں یہ ہم نہیں کر سکتے۔ ہم نے آج تک ایسا نہیں کیا۔"

ناگ نے چٹکی بجا کر کہا۔

"ایک آئیڈیا آیا ہے۔ یہاں ہوٹل میں ہر ہفتے کی رات کو جادو کا شو ہوتا ہے۔ کیوں نہ ہم بھی یہاں اپنا ایک جادو کا شو کریں؟"

عنبر اور کیٹی نے خوش ہو کر کہا کہ یہ آئیڈیا بہت اچھا ہے۔

"اس طرح ہم لوگوں کا دل بہلا کر ہوٹل والوں سے ٹکٹ سے حاصل ہونے والی آمدنی سے اپنی کمیشن حاصل کر لیا کریں گے اور ہمارے جادو کے شو کا تو جواب نہیں ہو گا۔"

ناگ بولا۔

"ہمارے پاس سب سے بڑی جادوگرنی تو ماریا موجود ہے ایسے ایسے کرتب دکھائے گی کہ لوگ دانتوں میں انگلیاں داب کر رہ جائیں گے۔"

کیٹی نے کہا۔

"اور ناگ بھیا! تم بھی تو بڑے سے بڑا کرتب دکھا سکتے ہو۔"

عنبر بولا۔

"بس یہ طے ہو گیا۔ میں آج ہی ہوٹل کے مینیجر سے بات کرتا ہوں۔ اس سے ہم کو جتنی دیر یہاں رہنا ہے ہم عزت آبرو سے رہ لیں گے۔"

شام کو عنبر نے ہوٹل کے مینیجر سے جا کر بات کی تو وہ عنبر کی طرف دیکھ کر یوں مسکرایا جیسے اس کا مذاق اُڑا رہا ہو۔ اس نے بڑے طنزیہ انداز میں کہا۔

"معاف کرنا آپ مجھے جادوگر نہیں لگتے۔ آپ کیا شو کریں گے؟ تشریف لے جائیے۔ میرا وقت بڑا قیمتی ہے۔"

عنبر کو غصہ تو بہت آیا۔ مگر خاموش رہا۔ جانتا تھا کہ جب اس مینیجر نے ان کی کوئی کرامت دیکھ لی تو خود ہی ان کا گرویدہ ہو جائے گا۔ اس نے مسکراتے ہوئے کہا۔

"مسٹر مینیجر! آپ ہمارے کمرے میں تشریف لائیں ہم آپ کو اپنے میجک کا تھوڑا سا نمونہ دکھائیں گے۔ اگر آپ کو پسند آیا تو شو کی بات بھی طے کر لیں گے۔"

عنبر نے جب مینیجر کو بہت ہی مجبور کیا تو وہ ان کے کمرے میں چلا آیا۔

کمرے میں اس وقت ناگ اور کیٹی صوفے پر بیٹھے تھے۔

ٹیلی ویژن لگا ہوا تھا۔ ماریا بھی وہیں موجود تھی مگر نظر نہیں آ رہی تھی۔
عنبر ہوٹل کے مینجر کو لے کر اندر داخل ہوا۔ مینجر صوفے پر
اطمینان بیٹھ گیا بولا۔

"کیا میجک دکھائیں گے آپ؟ دکھائیے"

اس نے بڑی بے زاری سے یہ جملہ کہا تھا۔ اسے عنبر ناگ
اور کیٹی میں کوئی ایسی جادوگروں والی بات نظر نہیں آ رہی تھی۔ عنبر
نے ناگ سے کہا۔

"ناگ بھیا! مینجر صاحب تمہارے میجک کا نمونہ دیکھنا
چاہتے ہیں۔ انہیں تھوڑا سا نمونہ دکھا دو"

"او کے باس" ناگ نے کہا۔

اور میز کی دراز میں سے تاش نکال کر پھینٹنے لگا۔ پھر اس نے
ایک پتہ نکال کر مینجر کو دیا اور کہا کہ اسے اپنی انگلیوں میں پکڑ لیں۔ یہ
حکم کی اٹھی تھی۔ ناگ نے کہا۔

"یہ پتا آپ کے ہاتھ سے غائب ہونے لگا ہے"

ناگ نے چٹکی بجائی اور ماریا جو کہ اشارے کو سمجھ گئی تھی جلدی
سے مینجر کے صوفے کے پیچھے آئی اور اس نے اس کے ہاتھ سے
تاش کا پتا اڑا لیا۔ پتا ماریا کے ہاتھ میں آتے ہی غائب ہو گیا۔
مگر مینجر اس سے کوئی زیادہ متاثر نہ ہوا۔ اس نے کہا۔

"مسٹر ناگ! اس قسم کے ٹرک شہر کے دوسرے ہوٹلوں
میں اکثر دکھائے جاتے ہیں۔ مگر ہمارا ہوٹل شہر کا سب سے
بڑا ہوٹل ہے۔ یہاں تو کوئی ایسا جادو کا کرشمہ ہونا چاہیئے
کہ واقعی لوگ عش عش کر اٹھیں۔ یہ تاش کا کھیل تو بچوں
کا کھیل ہے۔ شکریہ!"

اور مینجر اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ واپس جا رہا تھا۔ ناگ کو معلوم تھا کہ
انہیں روپوں کی ضرورت رہے گی کیونکہ یہاں خرچ بہت تھا اور وہ
چوری ڈاکہ نہیں مارنا چاہتے تھے۔ اس نے مینجر کو آواز دے کر کہا۔

"مسٹر مینجر! میرے پاس ایک جادو کا کرشمہ ہے۔ اگر آپ
ڈریں گے نہیں تو میں دکھاؤں وہ کرشمہ؟"

مینجر رک گیا اور بولا۔

"اگر واقعی تمہارے پاس جادو کی کوئی شاندار آئیٹم ہے
تو ضرور دکھاؤ۔ اس سے تمہیں بھی آمدنی ہو گی اور ہمارے
ہوٹل کا نام بھی مشہور ہو گا"

"آپ ڈر تو نہیں جائیں گے؟"

مینجر قہقہہ مار کر ہنسا۔

"ارے مسٹر ناگ ڈرنے کی کیا ضرورت ہے۔ آخر وہ
بھی جادو ہی ہو گا۔ ہاتھ کی صفائی۔ شعبدہ بازی کوئی اصل
بات تھوڑے ہو گی"

ناگ نے مسکرا کر کہا۔

"تو پھر تشریف رکھیئے"
ناگ نے عنبر اور کیٹی سے کہا۔
"میں آئیٹم نمبر ایک دکھانے لگا ہوا۔ ذرا یہ میز درمیان
میں سے اٹھا دو"
عنبر اور کیٹی نے جلدی سے درمیان میں سے گول چھوٹی میز
پرے ہٹا دی۔ ناگ قالین پہ سیدھا لیٹ گیا اور اس نے عنبر سے
کہا۔
"مائی لیڈر! میرے اوپر سفید چادر ڈال دو"
اسی وقت بستر پر سے سفید چادر اٹھا کر ناگ کے اوپر ڈال
دی گئی۔ ناگ نے آواز دی۔
"مسٹر مینیجر! ڈرنا نہیں۔ میں جس شکل میں بھی ظاہر ہوا
تمہیں کچھ نہیں کہوں گا۔
عنبر نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔
"دیکھیں مسٹر ناگ سو گیا ہے۔ اب یہ غائب ہو جائے گا
اور اس کی جگہ اس کا ایک دوست آجائے گا"
یہ کہہ کر عنبر نے زور سے ناگ کی چادر پہ پھونک ماری۔
چادر کے اندر ناگ نے آہستہ سے سانس لے کر سانس چھوڑ دیا اور
وہ چادر میں سے غائب ہو گیا۔
عنبر نے ایک دم سے چادر اٹھا کر پرے کر دی۔ مینیجر اپنی جگہ

سے اچھل کر دونوں ٹانگیں صوفے پہ اٹھا کر بیٹھ گیا۔
"ارے باپ رے باپ - یہ کیا؟ یہ کیا؟ او گاڈ! واٹ
اے میجک!"
مینیجر کو ڈر کے مارے پسینہ آگیا تھا اور رنگ زرد ہو گیا تھا۔
کیونکہ اس کے سامنے قالین پہ مسٹر ناگ کی جگہ ایک سانپ پھن اٹھائے
بیٹھا جھوم رہا تھا۔ مینیجر نے ڈرتے ڈرتے کہا۔
"ارے بابا! یہ ہماری طرف کیوں دیکھ رہا ہے" خدا
کے واسطے اس کو کہو واپس آجائے۔ واپس آجائے ہم
نے کرشمہ دیکھ لیا۔ دیکھ لیا او گاڈ!"
عنبر نے جلدی سے سفید چادر اٹھا کر دوبارہ سانپ کے
اوپر ڈال دی۔ ناگ دوبارہ انسانی شکل میں آگیا تھا۔ اس نے
چادر پرے ہٹا دی اور اٹھ کر صوفے پہ بیٹھ گیا۔ عنبر نے کہا۔
"بولو مینیجر صاحب کیسا ہے کرشمہ؟"
"اُف مائی گاڈ۔ ونڈر فل۔ یہ تو بہت کمال کا آئیٹم ہے"
ناگ نے کہا۔
"ابھی ہمارے پاس میجک کی دوسری آئیٹم بھی ہیں۔ ہم
سے بات کرو کہ ایک شو کی ہم کو کتنی کمشن ملے گی"
مینیجر نے دل میں حساب لگا لیا تھا کہ اگر اس نے دو سو روپے
سے پانچ سو روپے تک بھی ٹکٹ رکھا تو یہ جادو کا آئیٹم اتنا زبردست

ہے کہ لوگ دور دور سے ادھر ہر روز دیکھنے آئیں گے۔ اس حساب
سے اس نے کہا۔

"اگر تم لوگ روز شو کرو گے تو میں تمہیں ہر روز ایک ہزار
روپیہ دے سکتا ہوں۔ اس سے زیادہ نہیں۔"
عنبر نے کہا۔

"یہ بہت تھوڑی رقم ہے مگر ہمیں ایک شرط پر منظور ہے
کہ تم ہم سے دونوں کمروں کا آدھا کرایہ وصول
کرو گے۔"

"اوکے۔ مجھے منظور ہے۔"

مینجر جانتا تھا کہ یہ سودا مہنگا نہیں ہے۔ اس نے اسی وقت
کاغذ منگوا کر معاہدہ لکھ کر اپنے اور عنبر کے دستخط کروائے اور
ایک ہزار روپیہ ایڈوانس بھی دے دیا۔ طے یہ ہوا کہ دو دن بعد
پہلا شو ہوگا۔ کیونکہ مینجر چاہتا تھا کہ اخباروں میں اس کی خوب
پبلسٹی کر دی جائے۔

تیسرے دن رات کو جب ہوٹل کے ہال میں شو ہونے لگا تو کافی
لوگ آئے ہوئے تھے۔ عنبر اور ناگ سٹیج پر آئے۔ انہوں نے
جادوگروں والے کالے لباس پہن رکھے تھے۔ پہلے تو عنبر
نے تاش کا کھیل دکھایا۔ پتے غائب کئے۔ ماریا پتا غائب کر
دیتی تھی۔ آخر میں ناگ کالی چادر تان کر لیٹ گیا۔ ہال میں اندھیرا

کر دیا گیا۔ صرف ناگ پر روشنی پڑ رہی تھی۔ عنبر نے اعلان کیا کہ اب
ہمارا دوست مسٹر ناگ آپ کے سامنے غائب ہوگا اور اس کی جگہ
ایک سانپ آ جائے گا۔ یہ کہہ کر عنبر نے ہوا میں ہاتھ بلند کئے اور
کہا۔

"ایک دو تین ——"

اس کے ساتھ ہی ناگ نے سانس اوپر کھینچ لیا اور وہ انسان
سے سانپ بن گیا۔ عنبر نے چادر ہٹا دی۔ نیچے ناگ کی جگہ ایک
سانپ بیٹھا پھنکار رہا تھا۔ لوگ دنگ رہ گئے۔ پھر زور زور سے
تالیاں بجانے لگے۔ یہ آئٹم لوگوں نے بہت پسند کی تھی۔ اُسی روز
ماریا نے ناگ سے کہا۔

"میرا خیال ہے ناگ بھیا تمہیں یہ کرتب نہیں دکھانا چاہئے
اس طرح سے ہمارا بہت بڑا راز افشا ہو جائے گا۔"
عنبر بولا۔

"خیال تو تمہارا ٹھیک ہے۔ ایسا کرتے ہیں کہ ہم اس آئٹم کو
بدل دیتے ہیں۔"
ناگ بولا۔

"اس میں حرج کیا ہے۔ اخبار والوں نے مجھ سے پوچھا تھا
کہ میں سانپ کیسے بن جاتا ہوں تو میں نے کہا تھا کہ یہ ٹرک
ہے۔ اس میں اصلیت کچھ نہیں ہے۔"

کیٹی کہنے لگی۔

"پھر بھی ہمیں یہ کرتب نہیں دکھانا چاہیئے۔ یہ بھی ہمارا ایک راز ہے جس کو ہم ظاہر نہیں کر سکتے"

ناگ نے کہا۔

"اگر آپ لوگوں کا یہی خیال ہے تو میں اس کو بند کر کے کوئی دوسرا کرتب شروع کر دیتا ہوں"

چار دن سانپ بن جانے والا کرتب دکھانے کے بعد ناگ نے اسے روک دیا اور اب انہوں نے دوسرے کرتب دکھانے شروع کر دیئے۔ مینیجر ناراض ہو کر گیا۔ عنبر نے کہا۔

"مسٹر مینیجر تم ہماری فیس کم کر دو۔ ہم تم سے ایک ہزار کی جگہ پانچ سو روپے روزانہ لے لیا کریں گے مگر سانپ کا کرتب نہیں دکھائیں گے۔ کیونکہ اب خطرہ ہے کہ سانپ کہیں مسٹر ناگا کو ڈس نہ لے۔ آخر یہ شعبدہ ہے اور ہمیں روز ایک سانپ کا خطرہ مول لینا پڑتا ہے"

آخر مینیجر راضی ہو گیا۔ کیونکہ لوگ عنبر ناگ ماریا کے دوسرے چھوٹے چھوٹے کرتب بھی بڑے شوق سے دیکھنے آتے تھے۔

ایک روز ناگ ہوٹل کے کمرے سے نکل کر نیچے ہال کمرے میں جا رہا تھا کہ ایک پُر اسرار آدمی اس کے پیچھے لگ گیا۔ ناگ لفٹ میں داخل ہوا تو وہ پُر اسرار آدمی بھی جس نے کالا سوٹ اور

کالا ہیٹ پہن رکھا تھا اس کے ساتھ ہی لفٹ میں آ گیا اور ناگ کی طرف دیکھ کر ہلکا سا مسکرایا اور بولا۔

"کیا تم اتنی دولت حاصل کرنا چاہتے ہو کہ ساری زندگی تمہیں دوبارہ کرتب دکھانے کی ضرورت نہ پڑے؟"

ناگ نے اس آدمی کی طرف غور سے دیکھا اور محض دلچسپی کی خاطر پوچھا۔

"تم کہنا کیا چاہتے ہو؟"

وہ آدمی بولا۔

"اگر تم میرے ساتھ چلو تو میں تمہیں ساری بات سمجھا دوں گا"

ناگ نے دل میں سوچا کہ چلو دیکھنا چاہیئے یہ شخص اس سے کیا چاہتا ہے اور کون ہے۔ وہ اس کے ساتھ جانے پر راضی ہو گیا۔

پُر اسرار آدمی ناگ کو اپنی گاڑی میں بٹھا کر سمندر کے کنارے لے گیا۔ یہ جگہ بالکل سنسان تھی۔ آس پاس کوئی انسان کیا چڑیا تک نظر نہیں آ رہی تھی۔ ناگ نے پوچھا۔

"اب بتاؤ تم کیا کہنا چاہتے ہو؟"

پُر اسرار آدمی نے جیب سے پائپ نکال کر سلگایا اور اس کا کش لے کر بولا۔

"ہم تمہیں پچاس ہزار روپے دیں گے"

"مگر کس لیے دو گے تم مجھے اتنی بھاری رقم ؟" ناگ نے مسکرا کر پوچھا۔

پُراسرار آدمی نے کہا۔

"ہم نے تمہارا شو دیکھا ہے جس میں تم اپنی شعبدہ بازی سے انسان سے سانپ بن جاتے ہو، ہم تمہاری اس شعبدہ بازی کو تھوڑی دیر کے لیے پچاس ہزار روپوں میں خریدنا چاہتے ہیں۔ کیا تم تیار ہو اس کے لیے ؟"

ناگ کی دلچسپی بڑھتی چلی جا رہی تھی۔ وہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ آخر یہ لوگ کون ہیں اور اس سے کس قسم کا کام لینا چاہتے ہیں۔ اس نے پوچھا۔

"تم لوگ مجھ سے کیا کام لینا چاہتے ہو؟"

پُراسرار آدمی بولا۔

"پہلے یہ بتاؤ سانپ بن جانے کے بعد تم ہر شے کو انسانی آنکھ سے دیکھتے ہو یا سانپ کی آنکھ سے"

ناگ نے کہا۔

"فرض کر لو میں انسانی آنکھ سے دیکھتا ہوں"

پُراسرار آدمی کہنے لگا۔

"یہ بڑی اچھی بات ہے۔ اب تم ہمارا کام کر سکو گے"

"آخر وہ کام کیا ہے؟" ناگ نے سوال کیا۔

پُراسرار آدمی نے کہا۔

"میرے ساتھ آؤ"

وہ آدمی گاڑی میں بٹھا کر ایک بار پھر ناگ کو کراچی کی سڑکوں پر لے آیا۔ مختلف سڑکوں پر سے گھماتا ہوا وہ ایک پُل پر سے اُتر کر سڑک کے کنارے کھڑا ہو گیا اور بولا۔

"مجھے تمہاری آنکھوں پر پٹی باندھنی ہوگی۔ کیونکہ یہاں سے ہمارا راز شروع ہو جاتا ہے جو ہم تم پر ظاہر نہیں کر سکتے"

ناگ کے دل میں شوق تیز ہو گیا کہ یہ پُراسرار آدمی کیا چاہتا ہے؟ ناگ نے آنکھوں پر پٹی بندھوالی۔ گاڑی سڑک پر آگے روانہ ہوئی۔ ناگ نے محسوس کیا کہ گاڑی کئی سڑکوں پر سے چکر کاٹتی ہوئی ایک ایسے راستے پر آگئی ہے جو ریتلا ہے ٹائروں کے نیچے سنگریزوں کے کچلے جانے کی آواز آرہی تھی۔ کافی دیر تک گاڑی اس ریتلے میدان میں چلتی رہی۔ پھر ایک جگہ سے گھومی اور ٹائروں کے نیچے سنگ ریزوں کی آواز بند ہو گئی۔ گاڑی ایک صاف اور ہموار جگہ پر آگئی تھی۔ گاڑی رُک گئی۔ پُراسرار آدمی نے ناگ کی آنکھوں کی پٹی کھول دی۔

ناگ نے دیکھا کہ گاڑی ایک گیراج میں کھڑی ہے جس

کا دروازہ بند ہے۔ گیراج میں ہلکا ہلکا اندھیرا چھایا ہوا ہے۔
پُراسرار آدمی ناگ کو گیراج کے ایک خفیہ دروازے میں سے
نیچے تہہ خانے میں لے گیا۔ یہ ایک کھلا کمرہ تھا جس کے فرش پر
قالین بچھا ہوا تھا۔ صوفے لگے تھے۔ میز پر گلدان سج رہا تھا۔
پُراسرار آدمی نے ناگ کو صوفے پر بیٹھنے کا اشارہ کیا اور خود
کونے والی گول میز پر جا کر بیٹھ گیا۔

میز پر ایک ٹیپ ریکارڈ اور مائیکروفون رکھا ہوا تھا۔ اس
نے بٹن دبا کر مائیکروفون اپنے ہونٹوں کے پاس کیا اور آہستہ سے
بولا۔

"کالا چیتا! مسٹر ناگا اس وقت موجود ہے"

کمرے میں ایک بھاری بھاری پُراسرار سی آواز جو کسی سرگوشی
کی طرح تھی گونجی۔ ناگ نے غور سے کمرے میں چاروں طرف
دیکھا۔ یہ آواز کمرے کی دیوار میں کسی خفیہ جگہ پر لگے ہوئے
سپیکر سے آ رہی تھی۔

"مسٹر ناگا! تم سچ مچ سانپ بن جاتے ہو یا یہ تمہارا
کرتب ہے؟"

پُراسرار آدمی نے ایک چھوٹا سا مائیکروفون ناگ کو دے دیا
اور کہا۔

"کالا چیتا کے سوال جواب اس مائیکروفون پر دو"

ناگ نے کہا۔

"کوئی انسان سچ مچ سانپ نہیں بن سکتا۔ یہ میرا کرتب
ہے، شعبدہ ہے"

کالے چیتے کی آواز آئی۔

"تم کتنی دیر تک سانپ بنے رہ سکتے ہو؟"

ناگ نے کہا۔

"آدھ گھنٹے تک اس کے بعد میرا کرتب ختم ہو جاتا ہے
اور میں پھر انسان بن جاتا ہوں"

دراصل ناگ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا کہ یہ لوگ کون ہیں اور
اس سے کس قسم کا کام لینا چاہتے ہیں۔ کالے چیتے کی آواز
گونجی۔

"سانپ بن کر تم چیزوں کو پہچان سکتے ہو؟"

"پہچان سکتا ہوں، ناگ نے جواب دیا"

کالا چیتا بولا۔

"تمہیں چمگادڑ کے ساتھ جا کر ہمارا ایک کام کرنا ہو
گا۔ اس کام کے عوض ہم تمہیں پچاس ہزار روپے دینگے"

"چمگادڑ کون ہے؟"، ناگ نے پوچھا۔

پُراسرار آدمی بولا۔

"چمگادڑ میرا نام ہے۔ تمہیں میرے ساتھ چلنا ہو گا"

ناگ نے کالے چیتے سے سوال کیا۔

"آخر وہ کام کیا ہے؟ مجھے کیا کرنا ہو گا؟"

کالے چیتے کی آواز آئی۔

"یہ تمہیں بتا دیا جائے گا۔ لیکن اس سے پہلے میں تمہیں ایک بات بتا دینا چاہتا ہوں کہ یہ بات تمہیں کسی کو بتانی نہیں ہو گی۔ اگر تم نے اس کا کسی سے ذکر کیا تم اس کا کوئی ثبوت مہیا نہ کر سکو گے۔ تم ہمیں پکڑوا بھی سکو گے۔ کیونکہ ہمارے ٹھکانے کا علم نہیں ہے۔ پھر بھی اگر تم نے ہمارے ساتھ دھوکہ کیا تو ہمارے ہاتھ بڑے لمبے ہیں۔ ہمارے آدمی خونخوار ہیں۔ ان کے لیے ایک آدمی کو قتل کر کے لاش گم کر دینا کوئی مشکل کام نہیں ہے۔ تم سمجھ گئے ہو گے۔"

ناگ چونکا۔ یہ تو کوئی خطرناک گروہ ہے۔ معلوم کرنا چاہیئے کہ یہ پاکستان میں کس قسم کا ناجائز کام کر رہے ہیں۔ ناگ نے مسکرا کر کہا۔

"اگر میں آپ کا کام کرنے کی حامی بھروں گا تو اتنا احمق نہیں ہوں کہ یہ راز کسی کو بتا دوں۔ آخر آپ مجھے پچاس ہزار روپے دیں گے۔ یہ خاصی رقم ہے۔"

کالے چیتے کی آواز سنائی دی۔

"ہم جب بھی تمہیں کسی مشن پر لے کر جائیں گے تمہیں ہر بار پچاس ہزار روپے پاکستانی کرنسی میں ادا کریں گے اور یہ کرنسی اصلی ہو گی۔"

ناگ بولا۔

"اب آپ یہ بتائیں کہ مجھے کام کیا کرنا ہو گا؟"

کالے چیتے نے کہا۔

"اگر تم تیار ہو تو کام تمہیں چمگادڑ بتا دے گا۔"

"میں تیار ہوں۔ اور وعدہ کرتا ہوں کہ آپ کے راز کو اپنے سینے میں دفن کر کے رکھوں گا۔"

"ٹھیک ہے۔ چمگادڑ! مسٹر ناگ کے ساتھ وقت اور جگہ طے کر لو۔ اور ہاں اسے آدمی رقم پہلے ادا کر دی جائے۔"

"او کے کالا چیتا!"

چمگادڑ نے یہ کہہ کر مائیکروفون بند کر دیا۔ ناگ کے قریب آیا اور بولا۔

"میرے ساتھ آؤ۔"

یہ کہہ کر واپس سیڑھیاں چڑھ کر گیراج میں آگیا۔ ناگ اس کے ساتھ ساتھ تھا۔ گاڑی اندھیرے گیراج میں کھڑی تھی۔ چمگادڑ نے ناگ کی آنکھوں پر دوبارہ کالی پٹی کس کر باندھ دی اور گاڑی گیراج سے نکال کر انہی پراسرار راستوں سے ہوتا ہوا کراچی کے

بڑے پُل کے ساتھ والی سڑک پر آگیا۔ یہاں اس نے ناگ کی آنکھوں
پر سے پٹی کھول دی اور کہا۔

"ہم اب شہر سے دور کسی ویران جگہ پر جا کر معاملہ طے
کریں گے۔"

چنگاوڑ گاڑی چلاتا کراچی کی ہائی وے پر آگیا اور یہاں سے
بیس بائیس میل آگے جا کر دائیں طرف ایک ویران جگہ ٹوٹے ہوئے
پل کے قریب پہنچ کر گاڑی روک دی۔ یہاں چنگاوڑ نے ایک بریف کیس
کھولا۔ اس میں کرنسی نوٹ تھے۔ چنگاوڑ نے کہا۔

"یہ کرنسی نوٹ سب تمہارے ہیں۔ تمہیں آج رات میرے
ساتھ ایک خاص جگہ پر چلنا ہوگا۔ وہاں سے تمہارا
مشن شروع ہوگا۔ آدھے کرنسی نوٹ تمہیں مشن آدھا مکمل
ہونے کے بعد اور باقی رقم پورا مشن مکمل کرنے کے بعد
ملے گی۔"

ناگ کو روپوں سے کوئی دلچسپی نہ تھی وہ تو صرف یہ معلوم کرنا چاہتا
تھا کہ یہ لوگ پاکستان کے سب سے خوبصورت شہر کراچی میں
بیٹھے کس قسم کی کاروائیاں کر رہے ہیں۔ کیونکہ ناگ کو پاکستان
سے محبت تھی۔ اس ملک میں ناگ کے دوست امجد اور غزالہ رہتے
تھے۔ اس نے کہا۔

"مجھے منظور ہے۔ مگر میرا مشن کیا ہے؟"

چنگاوڑ بولا۔

"تم آج رات پورے ایک بجے اپنے ہوٹل کے باہر
گیٹ پر تیار رہنا۔ میں آکر تمہیں لے جاؤں گا۔ تمہارا
مشن تمہیں آج رات بتا دیا جائے گا۔"

ناگ نے کہا۔

"او کے باس — تم مجھے رات کے ایک بجے گیٹ پر
تیار پاؤ گے۔"

پُراسرار آدمی یعنی چنگاوڑ نے ناگ کو گاڑی میں بٹھایا اور
اس کے ہوٹل سے کچھ دور سڑک پر چھوڑ کر واپس چلا گیا۔

عنبر کیٹی اور ماریا حیران تھے کہ ناگ کدھر چلا گیا ہے۔
جب ناگ آیا تو سب اس پر برس پڑے کہ وہ بغیر اطلاع دیئے
کہاں چلا گیا تھا۔ ناگ بولا۔

"میں ایک خفیہ مشن پر گیا تھا۔"

"خفیہ مشن؟ کیا مطلب ہے تمہارا؟" عنبر نے پوچھا۔

کیٹی اور ماریا بھی ناگ کی طرف دیکھنے لگیں کہ یہ کس خفیہ مشن کی
بات کر رہا ہے۔ ماریا نے پوچھا۔

"تم نے چپکے چپکے کون سا خفیہ مشن شروع کر دیا ہے
ناگ بھیا؟"

ناگ نے کہا۔

"سنو گی تو تمہارے اگر رونگٹے ہیں تو وہ کھڑے ہو جائیں گے۔"

عنبر بولا۔

"آخر کچھ تو بتاؤ۔"

ناگ نے سارا قصہ بیان کر دیا۔ عنبر گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ ماریا نے کہا۔

"یہ لوگ غیر ملکی ایجنٹ ہوں گے۔ یہ پاکستان کے دشمن ہیں عنبر بھیا۔"

کیٹی بولی۔

"ان کو گرفتار کروا دینا چاہیئے۔"

ناگ نے کہا۔

"وہ کوئی ایک آدمی نہیں ہے۔ مجھے تو ایسا لگتا ہے پاکستان، دشمنوں کا ایک پورا گروہ یہاں کام کر رہا ہے۔"

عنبر نے ناگ کی طرف دیکھ کر کہا۔

"ابھی ہمیں صبر سے کام لینا ہوگا۔ تم ایسا کرو کہ آج رات ایک بجے اس چمگادڑ کے ساتھ جاؤ اور یہ پتہ کرو کہ وہ تمہیں کس خفیہ مشن پر بھیج رہا ہے۔"

ناگ نے کہا۔

"مگر ہمیں ان کے ٹھکانے کا بھی کچھ پتہ نہیں۔ میری آنکھوں پر پٹی باندھ کر وہ مجھے کسی خفیہ ٹھکانے پر لے گئے تھے۔"

عنبر نے کہا۔

"ماریا تمہارے ساتھ جائے گی۔ ظاہر ہے چمگادڑ واپس اپنے خفیہ ٹھکانے پر ہی جائے گا۔ ماریا چونکہ اسے دکھائی نہیں دے گی اس لیے اس خفیہ ٹھکانے کا آسانی سے سراغ لگا سکے گی۔"

ناگ نے کہا۔

"یہ ٹھیک ہے۔ لیکن یہ مجھے بڑے چالاک معلوم ہوتے ہیں میں نے چمگادڑ کی گاڑی میں کئی ایک الیکٹرانکس ڈائل لگے ہوئے دیکھے ہیں۔ کہیں اسے پتہ نہ چل جائے کہ کوئی غیبی طاقت اس کا پیچھا کر رہی ہے۔"

عنبر بولا۔

"یہ بعد میں دیکھا جائے گا۔ بہرحال ماریا تمہارے ساتھ جائے گی۔"

شام کو انہوں نے ہوٹل کے ہال میں اپنا جادو [illegible]

کا شو کیا اور پھر اپنے کمرے میں آ گئے۔ جب گھڑی نے
رات کا پورا ایک بجایا تو ناگ کمرے سے نکلا اور ہوٹل کے
گیٹ کی طرف چل پڑا۔ ماریا اس کے ساتھ ساتھ تھی،
اس کو ماریا کی تیز خوشبو آ رہی تھی۔

عنبر ناگ کو قتل کر دو

رات سنسان تھی۔
سڑک پر سے کبھی کبھی کوئی گاڑی گزر جاتی تھی۔ ماریا نے کہا۔
" تمہارا چمگادڑ ابھی تک نہیں آیا "
ناگ آہستہ سے بولا۔
" آ رہا ہو گا۔ وہ رُک نہیں سکتا "
ابھی یہ بات ناگ کے منہ میں ہی تھی کہ چمگادڑ کی کالی ٹیوٹا
گاڑی اس کے قریب آ کر رُک گئی۔ اس نے اگلی سیٹ کا دروازہ
کھول کر ناگ کو اندر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔ ناگ گاڑی میں بیٹھ
گیا اور گاڑی پوری رفتار سے سڑک پر ایک طرف روانہ ہو گئی۔
ماریا گاڑی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھی تھی۔ ناگ نے محسوس کیا کہ
چمگادڑ بار بار سامنے ڈیش بورڈ پر لگے ایک گول ڈائل کو دیکھ
رہا تھا جس میں ایک سرخ رنگ کی ننھی سی سوئی دائیں بائیں حرکت
کر رہی تھی۔
گاڑی جب شہر سے کافی دور نکل آئی اور سمندر کے ساتھ
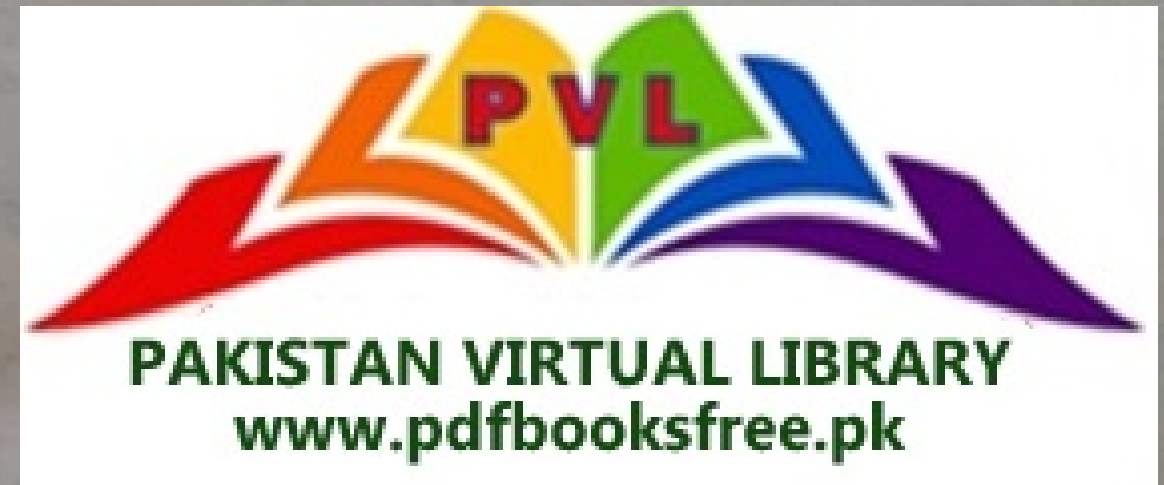
سانو ویران علاقہ شروع ہوگیا تو چمگادڑ نے گاڑی روک لی اور غور
سے ڈائیل میں حرکت کرتی سوئی کو تکنے لگا۔ ناگ نے پوچھا۔
"کیا ہم منزل پر آ گئے ہیں مسٹر چمگادڑ؟"
چمگادڑ نے کوئی جواب نہ دیا۔ بلکہ ڈیش بورڈ کا ڈھکنا
کھول کر قریب منہ لے جا کر کہا۔
"ہیلو کالا چیتا! ہیلو کالا چیتا!"
"کیا بات ہے؟"
"یس نمبر ۱۵ بول رہا ہوں۔ الیکٹرانکس ریڈار کچھ
خفیہ لہریں پکڑ رہا ہے۔"
"تمہارا پیچھا تو نہیں کیا جا رہا؟" کالے چیتے کی آواز
سنائی دی۔
چمگادڑ نے پیچھے اور دائیں بائیں دیکھ کر کہا۔
"کالا چیتا۔ میرے آس پاس کوئی گاڑی، کوئی انسان نہیں
ہے۔ مگر ریڈار کی سوئی نظر نہ آنے والے کسی انسان کی
لہروں کو ریکارڈ کر رہی ہے!"
کالا چیتا بولا۔
"یہ تم کیا کہہ رہے ہو۔ کہیں یہ مسٹر ناگا کا کوئی کرتب
تو نہیں ہے اس سے بات کرو۔"
ناگ سمجھ گیا تھا کہ یہ بے حد حساس الیکٹرانکس ریڈار ماریا

کے جسم کی لہروں کو پکڑ رہا ہے۔ اس نے جھٹ کہا۔
"مجھے سوائے تھوڑی دیر کے لیے سانپ بن جانے
اور کوئی کرتب نہیں آتا۔"
کالا چیتا بولا۔
"چمگادڑ! میں نے مسٹر ناگا کی بات سن لی ہے۔ تم
مشن ملتوی مت کرو۔ ہو سکتا ہے یہ ٹیلی کمیونی کیشنز کے
سگنل کی گڑبڑ ہو۔ جاؤ اپنا کام کرو۔"
"او کے کالا چیتا!"
ناگ نے اطمینان کا سانس لیا۔ چمگادڑ نے گاڑی آگے بڑھا
دی۔ ماریا بھی مطمئن ہو گئی۔ ناگ اور ماریا دونوں ہی سائنس کی
ترقی اور اس الیکٹرانکس ریڈار کی اعلیٰ کارکردگی پر حیران ضرور
ہوئے تھے۔ ۱۹۸۵ء میں سائنس اتنی ترقی کر گئی تھی کہ ایک
چھوٹے سے آلے نے ماریا کی موجودگی ظاہر کر دی تھی۔
گاڑی ویران میدان میں ایک پہاڑی کی طرف بھاگی جا رہی
تھی۔ اس پہاڑی کی چوٹی پر ہلکی سی روشنی ہو رہی تھی۔ اس پہاڑی
کے پیچھے پہنچ کر چمگادڑ نے گاڑی ایک جگہ اندھیرے میں کھڑی
کر دی۔ پہاڑی زیادہ اونچی نہیں تھی۔ ناگ نے دیکھا کہ پہاڑی
کے اوپر لوہے کے خاردار تاروں کا جنگلا لگا ہوا تھا جس کے
چاروں کونوں پر چار بلب روشن تھے اور تھوڑی تھوڑی دیر

بعد ایک فوجی گارڈ مشین گن ہاتھ میں لیے پہرہ دیتا گزر جاتا تھا۔
چمگادڑ نے ناگ کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔

"اب میری بات غور سے سنو۔ اس پہاڑی کے اوپر ایک بہت بڑی توپ لگی ہے جس کا رُخ سمندر کی طرف ہے۔ میں تمہیں ایک چھوٹا سا کیپسول دوں گا۔ یہ کیپسول تم اپنے منہ میں رکھ کر سانپ بن کر پہاڑی پر لگی ہوئی توپ کے مورچے میں جاؤ گے اور اسے توپ کی نالی کے اندر ڈال کر واپس آجاؤ گے اور تمہیں پچیس ہزار روپے ادا کر دیئے جائیں گے۔ پچیس ہزار روپے تمہیں اس وقت ملیں گے جب ایک گھنٹے بعد یہ کیپسول بم پھٹ کر اس ساری پہاڑی کو توپ سمیت تباہ کر دے گا۔"

ماریا اور ناگ چونک پڑے۔ تو یہ لوگ پاکستان کی فوجی تنصیبات کو تباہ کرنا چاہتے ہیں۔ چمگادڑ نے ناگ کی طرف مسکرا کر دیکھا کہا۔

"یاد رکھو۔ تم ہمیں دھوکہ نہیں دے سکو گے۔ تمہیں واپس آتے ہوئے مورچے کی بڑی توپ کے بریچ پر لکھے ہوئے چار انگریزی کے ہندسے یاد کر کے واپس آکر ہمیں بتانے ہوں گے۔ ہمیں معلوم ہے کہ وہ ہندسے کیا ہیں۔ اگر تم نے ہندسے ٹھیک بتائے تو ہم سمجھ جائیں گے کہ تم ــــ

توپ کے مورچے میں داخل ہوئے تھے۔"
ناگ نے کہا۔

"مگر میں سانپ کی شکل میں ہوں گا اور اس شکل میں انگریزی کے ہندسے ...."

چمگادڑ نے اس کی بات کاٹ کر کہا۔

"تم ہمیں پہلے بتا چکے ہو کہ سانپ بن کر بھی تمہاری انسانی یادداشت باقی رہتی ہے۔ بولو۔ کیا تم اس مشن پر جاؤ گے یا ــــ"

اور چمگادڑ نے اپنی جیب میں سے بڑے آرام سے ایک چمکیلا پستول نکال کر اس کا رخ ناگ کی طرف کر دیا۔ ناگ نے مسکرا کر کہا۔

"میں ضرور جاؤں گا باس۔ پچاس ہزار روپے کون چھوڑ سکتا ہے بھلا۔ لاؤ مجھے کیپسول بم دے دو۔ میں تمہیں توپ کی بریچ کے ہندسے بھی آکر بتا دوں گا۔"

چمگادڑ نے بریف کیس کے خفیہ خانے سے ایک سنہرنگ کا کیپسول نکالا۔ اس کے نیچے لگا ہوا ایک باریک پن باہر کھینچ لیا اور ناگ کو دے کر بولا۔

"ٹھیک ایک گھنٹے بعد یہ بم پھٹ کر یہاں تباہی مچا دے گا۔ تمہیں جلدی سے جلدی یہ کام کر کے واپس آنا ہو گا۔

تمہارا اسی جگہ انتظار کر رہا ہوں گا۔ اب جلدی سے نکل جاؤ
ناگ نے کیپسول لیا اور گاڑی میں سے نکل کر پہاڑی کی
اندھیرے میں غائب ہو گیا۔ ماریا اس کے ساتھ ساتھ تھی
نے کہا۔

"ناگ! یہ تو بڑا خطرناک بم ہے۔ اس کو ہم پاکستانی
مورچے میں نہیں پھینک سکتے۔"
ناگ بولا۔

"میں اتنا پاگل نہیں ہوں۔ تم اسے یہاں سے دور سمندر
میں جا کر پھینک آؤ۔"

"لیکن ایک گھنٹے بعد مورچہ تباہ نہ ہوا تو اس چمگادڑ کی
اولاد کو کیا جواب دو گے؟" ماریا نے کہا۔
ناگ بولا۔

"میں واپس آ کر اس سے الگ ہو جاؤں گا۔ تم اس
کا پیچھا کرنا۔"
ماریا نے کہا۔

"مگر اس کی گاڑی میں جو الیکٹرانکس ریڈار لگا ہے وہ
کم بخت میرے جسم کی شعاعوں کو ظاہر کر رہا ہے۔"
ناگ بولا۔

"پھر کیا ہوا۔ تم اس چمگادڑ کا پیچھا کرنا۔ اس کے

ٹھکانے کا سراغ لگانا کہ وہ کہاں پر ہے۔ ہم صبح ہونے
سے پہلے پہلے وہاں چھاپہ مروا کر کالے چیتے کو گرفتار
کروا دیں گے۔"

ناگ نے کیپسول بم ماریا کی طرف بڑھایا۔

"تم یہ بم یہاں سے جتنی دور سمندر میں لے جا کر پھینک
سکتی ہو۔ پھینک آؤ۔ اس کے بعد تم چمگادڑ کی گاڑی میں
چلی جانا۔ میں توپ کی بریچ کے چاروں ہندسے نوٹ کر
کے آتا ہوں۔"
ماریا نے کہا۔

"تمہیں سانپ بن کر وہاں جانے کی کیا ضرورت ہے۔ مجھے
کوئی نہیں دیکھ سکتا۔ میں مورچے میں جا کر وہ چاروں
ہندسے معلوم کر کے آجاتی ہوں۔ تم اسی جگہ ٹھہرو۔"

"یہ بھی ٹھیک ہے۔ تو پھر تم جلدی سے اوپر پہاڑی کے
مورچے میں جا کر بریچ کے ہندسے نوٹ کر کے اس کیپسول
بم کو دور سمندر میں پھینک کر واپس اسی جگہ آجاؤ۔"
ماریا نے ناگ کے ہاتھ سے کیپسول بم لے لیا اور کہا۔

"میں جا رہی ہوں۔"

ناگ کو ایک دم سے ماریا کی خوشبو آنا بند ہو گئی۔ ماریا بڑی تیزی
سے ہوا میں اوپر کو اچھل کر اڑتی ہوئی پہاڑی کے اوپر لگی ہوئی

توپ کے مورچے کی طرف چلی گئی تھی۔
ناگ اسی جگہ جھاڑیوں میں چھپ کر بیٹھ گیا۔ ماریا نے مور
کے پاس پہنچ کر دیکھا کہ مورچہ ایک جگہ پہاڑی کھود کر بنایا گ
تھا اور وہاں سخت پہرہ لگا تھا۔ وہ مورچے میں داخل ہو گ
یہاں ایک بہت بڑی توپ لگی تھی جس کی نالی پہاڑی کی دیوار
سوراخ میں سے باہر نکلی ہوئی تھی۔ اتنی بڑی توپ ماریا نے پہلے
کبھی نہیں دیکھی تھی۔ چار فوجی یہاں بھی پہرہ دے رہے
تھے۔

ماریا نے بریچ کے قریب آکر اس پر لکھے ہوئے انگریز
کے چاروں ہندسے پڑھے۔ یہ ۶۹۶۵ تھے۔ انہیں اچھی طرح
یاد کر کے ماریا مورچے سے نکلی اور پہاڑی کے اوپر سے اڑتی ہو
سمندر پر آگئی۔ وہ سمندر کی سطح سے دس فٹ بلند ہو کر اڑ
جا رہی تھی۔ جب وہ پہاڑی مورچے سے کافی دور کھلے سمن
میں آگئی تو اس نے کیپسول بم کو سمندر میں گرا دیا اور واپس مڑ
یہ سارا کام پندرہ منٹ کے اندر اندر ہو گیا۔ ناگ اندھیری جھ
میں دبکا بیٹھا تھا۔ اسے اچانک ماریا کی خوشبو آئی۔ اس نے آہستہ ہی
سے کہا۔

"ماریا! تم آگئیں؟"
"ہاں ناگ ——— سب کام ہو گیا ہے۔"

"توپ کی بریچ کا نمبر کیا ہے؟"
"اس کا نمبر ۶۹۶۵ ہے تم یاد کر لو۔" ماریا نے کہا۔
ناگ بولا۔
"اب چلو چنگاوڑ ہمارا انتظار کر رہا ہو گا۔ یاد رکھنا میں
راستے میں کوئی بہانہ بنا کر اتر جاؤں گا۔"
ماریا نے کہا۔
"مگر وہ تمہیں باقی کے پچیس ہزار اس وقت تک نہیں
دے گا جب تک کہ مورچے پر بم کا دھماکہ نہیں ہو جاتا۔"
ناگ نے کہا۔
"دیکھا جائے گا۔ تم میرے ساتھ چلو۔ بہرحال تم چنگاوڑ
کا تعاقب کرو گی اور ان لوگوں کا خفیہ ٹھکانہ معلوم کرو گی۔"
"ٹھیک ہے۔" ماریا بولی۔
ناگ جھاڑیوں میں سے نکل کر اونچے نیچے میدان میں سے ہو
کر اس جگہ آ گیا جہاں اندھیرے میں چنگاوڑ کی گاڑی کھڑی تھی۔
وہ بے تابی سے اس کا انتظار کر رہا تھا۔ اس نے ناگ کو دیکھتے
ہی پوچھا۔
"مشن پورا ہو گیا؟"
ناگ نے کہا۔
"یس سر! پورا ہو گیا۔ میں نے کیپسول بم توپ کی نالی میں رکھ

دیا ہے "

"وہ بریچ کا نمبر کیا تھا؟ چمگادڑ نے پوچھا۔
ناگ نے نمبر بتایا تو چمگادڑ نے اپنی نوٹ بک نکال کر اس پر
لکھے ہوئے نمبر سے ملایا۔ نمبر بالکل ٹھیک تھا۔ چمگادڑ خوش ہو کر
"شاباش مسٹر ناگا۔ تم نے ایک بہت بڑا کارنامہ سر
انجام دیا ہے۔ بہت جلد کالا چیتا تمہیں بھی اپنے گروہ
میں شامل کر لے گا۔ پھر تم ساری زندگی عیش کرو گے۔
تمہیں ہوٹلوں میں کرتب دکھانے کی ضرورت نہیں ہو گی"
ناگ نے کہا۔

"میری پچیس ہزار روپے کی رقم اب مجھے دے دو"
چمگادڑ کہنے لگا۔

"ضرور ضرور ـــــ مگر دھماکہ ہونے میں صرف چالیس منٹ
باقی رہ گئے ہیں۔ کیوں نہ دھماکے کے بعد تم پوری رقم
لے لو"
ناگ بولا۔

"تمہیں اپنا وعدہ پورا کرنا چاہیئے چمگادڑ ـــــ کالا چیتا
کا بھی یہی آرڈر ہے"۔

"او کے ـــ او کے مسٹر ناگا ـــــ"
اور چمگادڑ نے بریف کیس کھول کر اس میں سے پچیس

روپے کے نوٹوں کی تین گڈیاں ناگ کے حوالے کر دیں۔ ناگ نے نوٹوں
کو اپنی جیکٹ کی جیبوں میں احتیاط سے رکھ لیا اور کہا۔

"اب مجھے شہر کے قریب کسی جگہ ڈراپ کر دو"
چمگادڑ بولا۔

"میں یہاں سے ایک میل دور ایک مقام پر کھڑے ہو کر
پہاڑی مورچے کے پھٹنے کا انتظار کروں گا۔ اور اس
کی فلم بناؤں گا۔ اگر تم چاہو تو میرے ساتھ وہاں رک کر
اپنے مشن کی کامیابی کا نظارہ کر سکتے ہو اور پھر تم نے
باقی کی رقم بھی تو مجھ سے لینی ہے"
ناگ نے کہا۔

"یہاں سے نکل چلو پہلے"
چمگادڑ نے گاڑی سٹارٹ کی اور کچی سڑک کے اندھیرے میں
آہستہ آہستہ چلاتا اسے بڑی سڑک پر لے آیا اور پھر شہر کی طرف روانہ
ہو گیا۔ وہ اب بھی ڈیش بورڈ پر لگے ہوئے ڈائیل کو بار بار دیکھ
رہا تھا۔ اس نے خفیہ ٹرانسمیٹر آن کر کے کالے چیتے کو سگنل دیا
اور کہا۔

"کیپسول رکھ دیا گیا ہے کالا چیتا!"
"ونڈرفل ـــ کہیں کوئی دھوکہ تو نہیں ہوا؟"
"نو سر۔ ایسا نہیں ہے۔ مسٹر ناگا نے توپ کی بریچ کا نمبر

درست بتایا ہے"۔

"میری طرف سے اسے مبارک باد دو۔ اور دھماکے کے بعد اسے باقی رقم بھی ادا کر دینا"۔

"او کے باس ۔۔۔ مگر ایک بات ہے۔ غیر مرئی انسانی جسم کے سگنل ریڈار پر پھر آنے لگے ہیں"۔

کالا چیتا بولا۔

"کیا کسی وقت بند بھی ہو گئے تھے؟"

چمگادڑ نے کہا۔

"یس باس ۔۔ جب مسٹر ناگا پہاڑی مورچے کی طرف گیا تھا تو یہ سگنل آنا بند ہو گئے تھے"۔

کالے چیتے کی آواز آئی۔

"پھر ہو سکتا ہے یہ اس کے جسم میں سے سگنل نکل رہے ہوں۔ کیونکہ اس کے اندر ایک جادو کا سانپ بھی تو بیٹھا ہوا ہے۔ کوئی بات نہیں۔ تم بم کے دھماکے کا انتظار کرو۔ اور جب توپ تباہ ہو جائے تو مجھے فوراً اطلاع کرو"۔

"او کے باس!"

ماریا اور ناگ نے یہ ساری گفتگو سن لی تھی۔ چمگادڑ نے ٹرانسمیٹر اوف کر دیا اور ناگ سے کہنے لگا۔

"تم روپے میں سے بارہ آنے ہمارے گروہ کے آدمی

بن چکے ہو۔ یہ بات تمہیں پہلے بھی بتا دی گئی ہے کہ تم ہمارا یہ راز کسی پر ظاہر نہیں کرو گے۔ ظاہر کرنے کا کوئی فائدہ بھی نہیں ہو گا۔ کیونکہ تمہارے پاس سوائے میرے کوئی دوسرا ثبوت نہیں ہے۔ اور میرے ایک دانت کے نیچے سائی نائیڈ زہر سے بھری ہوئی ایک ننھی سی کیپسول ہر وقت چھپی رہتی ہے۔ خطرے کے وقت اگر میں نے دیکھا کہ گرفتار ہونے والا ہوں تو بڑی آسانی سے کیپسول چبا کر میں فوراً مر جاؤں گا اور پولیس کچھ بھی سراغ نہ لگا سکے گی اور ہمارے گروہ کے دوسرے آدمی اپنا کام جاری رکھیں گے۔ اس لیے بہتر ہو گا کہ تم اپنی زبان بند رکھو اور ہمارا کام کر کے ہم سے بھاری معاوضہ وصول کر کے عیش کرتے رہو۔ کیا خیال ہے؟"

"بڑا اچھا خیال ہے"۔ ناگ نے کہا۔

"مجھے آتی دولت پر لات مارنے کی کیا ضرورت ہے"۔

چمگادڑ نے ڈائیل کی طرف ایک بار پھر دیکھا اور کہا۔

"مسٹر ناگا! کیا سچ مچ تمہارے اندر کوئی سانپ چھپا ہوا ہے جس کے جسم کی لہریں اس ریڈار پر ظاہر ہو رہی ہیں"؟

ناگ نے کہا۔

"ایک جادو کا سانپ میرے اندر موجود ہے ہو سکتا ہے
یہ اسی کی لہریں ہوں"
چمگادڑ نے مسکرا کر گھڑی دیکھی۔
"بم پھٹنے میں پندرہ منٹ رہ گئے ہیں۔ میرا خیال ہے ہمیں
یہیں کہیں رُک کر پہاڑی توپ کو تباہ ہوتے دیکھنا چاہیئے۔
یہاں سے پہاڑی صاف نظر آ رہی ہے"
اس نے ایک طرف سڑک ۔ ہٹ کر گاڑی کھڑی کر دی۔
ناگ نے کہا۔

"میں یہاں سے جانا چاہتا "
چمگادڑ نے حیران ہو کر کہا۔
"کیا تم اپنی باقی رقم نہیں ۔ اؤ گے؟"

"ناگ نے کہا تم نہیں جانتے ے اندر کا سانپ مجھے
یہاں سے جانے کے لیے ر کر رہا ہے اور میں اس
کا کہا ٹال نہیں سکتا۔ شاید و شہر میں جا کر فوراً دودھ
پینا چاہتا ہے۔ کیونکہ میں جب بی سانپ بنتا ہوں اس
کے بعد دودھ ضرور پیتا ہو ا مجھے تمہیں بتانا یاد نہیں رہا"
چمگادڑ نے کہا۔
"جیسے تمہاری مرضی۔ میں تمہا ، باقی کی رقم تمہیں تمہارے

ہوٹل پہنچا دوں گا۔ لیکن اگر تم میرے پاس رہتے تو پہاڑی
توپ کے دھماکے دیکھ سکتے"
ناگ بولا۔
"سوری مسٹر چمگادڑ۔ میں مجبور ہوں۔ میرا سانپ دودھ
پینا چاہتا ہے"
اور ناگ تیزی سے گاڑی میں سے نکل کر سڑک پر ایک طرف
روانہ ہو گیا۔ ماریا اس کے ساتھ۔ ناگ نے ماریا کی خوشبو سونگھ کر کہا۔
"ماریا تم اس کے ساتھ رہو۔ مگر ذرا فاصلے پر رہنا تاکہ
اس کے ریڈار پر تمہارے جسم کی لہریں نہ آ سکیں۔۔۔"
ماریا نے کہا۔
"رات کے دو بجنے والے ہیں۔ تم اکیلے واپس کس
طرح جاؤ گے؟"
ناگ بولا۔
"میری فکر نہ کرو۔ میں پہنچ جاؤں گا۔ یاد رکھو۔ دھماکہ
پہاڑی کی بجائے سمندر میں ہو گا۔ یہ شخص اس کے بعد بہت
پریشان ہو گا۔ اور اپنے باس کالے چیتے کو رپورٹ کرنے
سیدھا اپنے خفیہ ٹھکانے پر ہی جائے گا۔ تم اس کے
تعاقب میں رہنا"
ماریا نے کہا۔

"تم فکر نہ کرو۔ میں اس کے خفیہ ٹھکانے کا سراغ لگا کر
ہی آؤں گی۔"

یہ کہہ کر ماریا واپس چلی گئی اور ناگ تیز تیز قدموں سے سڑک
پر شہر کی طرف چلنے لگا۔ کچھ دور جانے کے بعد اسے پیچھے سے
ایک ٹرک کی روشنی نظر آئی۔ ناگ کھڑے ہو کر ہاتھ کا اشارہ
کرنے لگا۔ ٹرک ڈرائیور کوئی شریف آدمی تھا۔ اس نے ٹرک
روک کر ناگ کو اپنے ساتھ اگلی سیٹ پر بٹھا لیا اور ٹرک شہر کی
طرف روانہ ہو گیا۔

چمگادڑ اپنی گاڑی میں خاموش بیٹھا بار بار اپنی کلائی پر بندھی
ہوئی گھڑی دیکھ رہا تھا۔ بم کا دھماکہ ہوتے میں صرف پانچ منٹ
باقی رہ گئے تھے۔ اس نے دیکھا کہ ریڈار کی سوئی پھر حرکت کرنے
لگی تھی۔ وہ بڑا حیران ہوا کہ جب مسٹر ناگا جا چکا ہے تو یہ سوئی پھر
کیوں حرکت کر رہی ہے؟

اب یہ کس انسان کے جسم کی لہروں کو ظاہر کر رہی ہے؟

مگر اس وقت اس کی ساری توجہ پہاڑی والے دھماکے کی
جانب لگی ہوئی تھی۔ دھماکے میں صرف دو منٹ رہ گئے
گئے تھے۔ اس کا دل دھڑک رہا تھا۔ اندھیرے میں اس کی
آنکھیں کلائی والی گھڑی کے ڈائیل پر حرکت کرتی چمکتی سیکنڈوں
والی سوئی پر لگی تھیں۔ ایک منٹ گزر گیا۔ پھر آخری منٹ گزرنے

لگا۔ سوئی نے جب ساٹھواں سیکنڈ پورا ہوا تو اسے ایک دھماکے
کی آواز سنائی دی۔ مگر یہ دھماکہ کہیں بہت دور ہوا تھا۔

اس نے پہاڑی کی طرف دیکھا وہاں کوئی دھماکہ نہیں ہوا تھا۔
پہاڑی اسی طرح تھی۔ اس کی بجائے اسے دور سمندر میں روشنی
ہوتی نظر آئی۔ وہ سٹ پٹا کر رہ گیا۔ کیا مسٹر ناگا نے اسے دھوکہ دیا
تھا؟

ماریا اس کے قریب ہی کار کے باہر کھڑی اس کی پریشانی کا
تماشہ کر رہی تھی۔ اسی وقت ڈیش بورڈ میں رکھے ٹرانسمیٹر میں سگنل
کی ٹون سنائی دی۔ چمگادڑ نے فوراً ٹرانسمیٹر کھول کر کہا

"ہیلو کالا چیتا!"

"میں کالا چیتا ہوں۔ میں نے دھماکے کی ہلکی گرج
سنی ہے۔ کیا پہاڑی کی توپ تباہ ہو گئی؟"

چمگادڑ نے اسے بڑے افسوس کے ساتھ ڈرتے ڈرتے
یہ خبر سنائی کہ ہم سے دھوکہ کیا گیا ہے۔ دھماکہ سمندر میں ہوا
ہے۔ پہاڑی کی توپ والا مورچہ اسی طرح قائم ہے۔ کالا چیتے
کی دھاڑ سنائی دی۔

"کیا تم نے مسٹر ناگا کو پوری رقم دے دی تھی؟"

"نہیں باس — صرف پچیس ہزار ادا کئے گئے ہیں۔"

"وہ اب کہاں ہے؟ اسے گولی مار کر ختم کر دو۔"

"باس! وہ جا چکا ہے"

"کیا بکواس کر رہے ہو؟ فوراً میرے پاس پہنچو" اور سگنل بند ہو گیا۔

ماریا باہر کھڑی یہ ساری گفتگو سن رہی تھی۔ وہ مسکرائی۔ چمگادڑ نے ٹرانسمیٹر بند کیا اور کار سٹارٹ کر دی۔ وہ واپس خفیہ ٹھکانے کی طرف روانہ ہو گیا۔ وہ شہر کے جنوب کی طرف نکل آیا۔ اس نے دیکھا کہ ڈائیل کے ریڈار کی سوئی اسی طرح حرکت کر رہی تھی اور ظاہر کر رہی تھی کہ کوئی غیر مرئی جسم اس کا پیچھا کر رہا ہے۔ اس نے ایک جگہ کار روک دی اور کالے چیتے کو سگنل پر بتایا کہ کوئی چیز اس کا پیچھا کر رہی ہے۔ کالے چیتے نے کہا۔

"گدھے کہیں کے اگر مسٹر ناگا تمہارے ساتھ نہیں ہے تو پھر کون تمہارا پیچھا کر رہا ہو گا؟"

چمگادڑ بولا۔

"کالا چیتا! مسٹر ناگا اور اس کے ساتھی جادوگر ہیں۔ شعبدہ باز ہیں۔ ہو سکتا ہے مسٹر ناگا کا غیبی سانپ میرا پیچھا کر رہا ہو اور اسے ہمارے ٹھکانے کا علم ہو جائے۔"

کالے چیتے نے کہا۔

"پھر تم اِدھر مت آؤ۔ کسی طرح اس غیبی سانپ کو جُل دینے کی کوشش کرو۔"

ماریا نے یہ سنا تو سوچا کہ اسے گاڑی سے دور ہو کر پیچھا کرنا چاہیئے۔ ہو سکتا ہے دور ہٹ جانے سے اس کے جسم سے اٹھنے والی لہریں ریڈار پر نہ پڑیں۔ چنانچہ وہ چمگادڑ کی کار سے کافی پیچھے چلی گئی۔ اب اسے چمگادڑ کی گاڑی دور سے ایک سائے کی طرح نظر آ رہی تھی۔

چمگادڑ نے دیکھا کہ ڈائیل کی سوئی کی حرکت بہت کم ہو گئی تھی۔ اس نے کالے چیتے کو بتایا کہ سوئی بہت معمولی حرکت کر رہی ہے۔ لگتا ہے جاسوس سانپ کہیں دور چلا گیا ہے۔ کالے چیتے نے کہا۔

"خبردار۔ کسی حالت میں بھی جب تک سوئی ساکت نہ ہو جائے خفیہ ٹھکانے کا رُخ نہ کرنا۔ کسی طرح غیبی سانپ کی زد سے نکل جانے کی کوشش کرو۔"

"او کے باس!"

یہ کہہ کر چمگادڑ نے گاڑی ایک دم سٹارٹ کی اور اس کی رفتار تیز کر دی۔ ماریا بھی ایک خاص فاصلہ رکھ کر اس کا پیچھا کرنے لگی۔ ریڈار کی سوئی اسی طرح ہلکی حرکت کر رہی تھی۔ چمگادڑ گھبرا بھی رہا تھا کہ اگر یہ کارروائی کسی غیبی سانپ کی ہے تو کہیں وہ اس پر حملہ نہ کر دے اور اسے ہلاک نہ کر ڈالے۔ وہ کوشش کرنے لگا کہ کسی طرح گاڑی کو یوں اِدھر اُدھر سے گھماتا ہوا نکل جائے۔

کہ غیبی سانپ اگر کہیں ہے تو دھوکہ کھا جائے۔

گاڑی کھلی سڑک پر ستر میل فی گھنٹہ کی رفتار سے جا رہی تھی، آگے ریل کا پھاٹک آگیا۔ پھاٹک کھلا تھا۔ کار پھاٹک کراس کر گئی۔ چمگادڑ نے گاڑی کو شہر کے گنجان علاقوں کی طرف ڈال دیا، شہر رات کے تین بجے سنسان اور سڑکیں خالی خالی تھیں۔

چمگادڑ گاڑی کو سڑکوں کے پیچ دار جال میں گھمانے لگا۔ وہ کراچی شہر کی ساری سڑکوں کو جانتا تھا۔ جبکہ ماریا کو اس شہر کی سڑکوں اور مختلف راستوں کا علم نہیں تھا، چمگادڑ کبھی گاڑی کو ایک سڑک میں لے جاتا اور دوسری طرف سے نکال کر تیسری سڑک کے اندر گھس جاتا۔

ماریا اس کا تعاقب کر رہی تھی مگر وہ پیچھے رہ گئی تھی۔ اس کی رفتار گاڑی کی رفتار سے کم تھی۔ گاڑی ایک گلی میں گھس گئی۔ یہ گلی آگے جا کر ایک دوسری گلی میں داخل ہو جاتی تھی اور پھر ایک بہت اونچی عمارت کا چکر کاٹ کر اس عمارت کے اندر بنے ہوئے پارکنگ لاٹ میں گھس جاتی تھی۔ چمگادڑ بڑی مکاری سے کام لیتے ہوئے اس عمارت کے اندر گاڑی کو لے گیا اور اسے پارکنگ لاٹ کے اندھیرے میں ایک طرف لے جا کر رک گیا۔

اس کا دل بڑی طرح دھڑک رہا تھا۔ اس نے جھک کر ڈائیل

کی چمکتی ہوئی سرخ سوئی کو دیکھا۔ سوئی بالکل حرکت نہیں کر رہی تھی۔ وہ خوش ہوا اس کا پیچھا کرنے والی غیبی طاقت اس کا ساتھ چھوڑ چکی تھی، مگر وہ ابھی اس جگہ سے باہر نہیں نکلنا چاہتا تھا۔ وہ زیادہ سے زیادہ وقت اسی جگہ گزارنا چاہتا تھا۔

ماریا کراچی کی اس گنجان آبادی میں پہنچ کر چمگادڑ کی گاڑی سے بچھڑ گئی تھی۔ اس نے بہت تلاش کیا مگر چمگادڑ کی کار خدا جانے ان سنسان اور تنگ سڑکوں میں کہاں کھو گئی تھی۔ وہ ناامید ہو کر واپس اپنے ہوٹل کی طرف چلی۔ اب اسے ہلٹن ہوٹل کا راستہ بھی معلوم نہیں تھا۔ وہ عمارتوں سے کچھ بلند ہو گئی اور اس نے فضا میں عنبر ناگ کی بو لینے کی کوشش کی۔ ایک جانب سے اسے ناگ کی بو آئی۔ وہ اسی طرف کو چل پڑی۔

ناگ پہلے ہی وہاں پہنچ کر عنبر اور کیٹی کو ساری کہانی سنا چکا تھا۔ ان کا خیال تھا کہ ماریا چمگادڑ اور اس کے ساتھی کالا چیتا کے خفیہ ٹھکانے کا پتہ چلا کر ہی واپس آئے گی مگر اس نے بھی واپس آ کر بتایا کہ چمگادڑ اس کے ہاتھ سے نکل گیا ہے۔ عنبر نے حیران ہو کر کہا۔

"ماریا! یہ پہلا موقع ہے کہ کسی نے تمہیں بھی جُل دے دیا اور تمہارے ہاتھ سے نکل گیا۔"

ماریا نے کہا۔

"عنبر! اس کی گاڑی میں ایک ایسا ریڈار لگا ہے جو میرے
جسم کی غیر مرئی لہروں کو ظاہر کر دیتا ہے۔ چنانچہ وہ
ہوشیار ہو گیا۔ اس نے کالے چیتے کو بتایا کہ شاید مسٹر ناگا
کا غیبی سانپ اس کا پیچھا کر رہا ہے۔ میں جان بوجھ کر
اس سے تھوڑی پیچھے ہو گئی کہ اس طرح سے ہو سکتا
ہے میری لہریں ریڈار پر نہ پڑیں مگر وہ گاڑی گھما کر
شہر کی پیچ دار سڑکوں میں کہیں غائب ہو گیا۔ میں کیا
کر سکتی تھی۔"

ناگ نے کہا۔

"جب سمندر میں دھماکہ ہوا تو اس پر کیا گزری تھی؟"

ماریا نے سارا واقعہ بیان کیا۔ عنبر بولا۔

"ناگ کیا تم اندازے سے اس خفیہ ٹھکانے تک پہنچ
سکتے ہو؟"

ناگ بولا۔

"پہنچ تو سکتا ہوں مگر بڑی مشکل سے۔ لیکن میرا
خیال ہے کہ چمگادڑ کالا چیتا کے حکم پر مجھے گرفتار
کرنے یا ہلاک کرنے یہاں ضرور آئے گا۔ پھر ہم اسے
پکڑ سکتے ہیں۔ یا ہم میں سے کوئی اس کا پیچھا کر سکتا
ہے۔"

ماریا نے کہا۔

"تمہیں یاد ہے اس نے کہا تھا کہ اس کے دانت میں
زہر کا کیپسول چھپا ہوا ہے۔ اگر اسے پکڑ لیا گیا تو وہ
زہر کا کیپسول نگل کر خودکشی کر لے گا۔"

کیٹی نے کہا۔

"پھر تو ہمیں چاہیے کہ اسے پکڑنے کی بجائے اس
کا پیچھا کیا جائے۔"

عنبر بولا۔

"اس سے ناگ کی جان کو بھی خطرہ ہو سکتا ہے۔"

ناگ نے کہا۔

"میری فکر نہ کرو عنبر بھیا! اگر چمگادڑ آیا تو میں جان
بوجھ کر اس کے قابو میں آ جاؤں گا تاکہ وہ مجھے
اپنے خفیہ ٹھکانے پر لے جائے اور پھر میں وہاں سے
کسی دوسری شکل میں باہر نکل کر اس سارے
علاقے کا جائزہ لے لوں گا۔"

آخر یہی طے پا گیا کہ ناگ دن کا زیادہ وقت ہوٹل کی لابی
میں یا باہر ٹہل کر گزارے گا۔ تاکہ چمگادڑ اس کی زد میں آئے
تو اسے گرفتار کرنے کی کوشش کرے۔

دوسری طرف چمگادڑ نے جب دیکھا کہ صبح ہو رہی ہے اور

ڈائیل کے ریڈار کی سُرخ سوئی بھی بے حرکت ہے اور میدان
صاف بتا رہی ہے تو اس نے گاڑی پارکنگ لاٹ سے
نکالی اور بڑی تیزی سے اپنے خفیہ اڈے کی طرف روانہ
ہو گیا۔ راستے میں وہ ہر ایک منٹ بعد سرخ سوئی کو دیکھ
لیتا تھا۔ سوئی بتا رہی تھی کہ اس کا پیچھا نہیں کیا جا رہا ہے۔
چمگادڑ خفیہ اڈے پر پہنچ کر سیدھا اسی کمرے میں آگیا جہاں
وہ کالے چیتے سے مائیکروفون پر بات کرتا تھا۔ اس گروہ
کے جتنے جاسوس پاکستان میں پاکستان کے خلاف تخریبی کاروائیاں
کر رہے تھے ان میں سے سوائے چمگادڑ کے اور کسی نے آج
تک کالے چیتے کو نہیں دیکھا تھا۔

چمگادڑ کو بھی خاص خاص موقعوں پر کالا چیتا اپنے کمرہ خاص
میں بلاتا تھا۔ اور اس وقت بھی اس نے منہ پر نقاب ڈالا ہوتا تھا۔
چمگادڑ نے مائیکروفون پر کالے چیتے کو ناکام مشن کی ساری
تفصیل سنائی اور کہا کہ آرڈر کریں تاکہ میں ناگ کو ختم کر دینے پر اپنے
کسی آدمی کو لگا دوں۔

کالے چیتے کی آواز آئی۔

"ہمیں صرف مسٹر ناگا کو ہی نہیں بلکہ اس کے ساتھی کو بھی
جو ہوٹل کے ہال میں تماشہ دکھاتا ہے ختم کرنا ہوگا۔ نمبر اٹھارہ
کو کہو کہ ان دونوں کو قتل کر دے۔"

چمگادڑ نے اِس خدشے کا اظہار کیا کہ یہ دونوں جادوگر قسم کے
شعبدہ باز ہیں۔ اِن کے پاس کوئی غیبی سانپ بھی ہے۔ کالا چیتا بولا۔
"نمبر اٹھارہ کو کہو کہ اِن دونوں کو بے خبری میں ہلاک کرے
اس قتل کے لیے خفیہ بے آواز پستول استعمال کرے اس
سے پہلے کہ ہمارا راز فاش ہو ان دونوں کو ختم کر دیا
جائے ـــ جاؤ۔ جلدی کرو۔"

"او کے باس ـــ آج شام تک دونوں کو ختم کر دیا جائے گا۔"
یہ کہہ کر چمگادڑ دوسرے کمرے میں چلا گیا۔
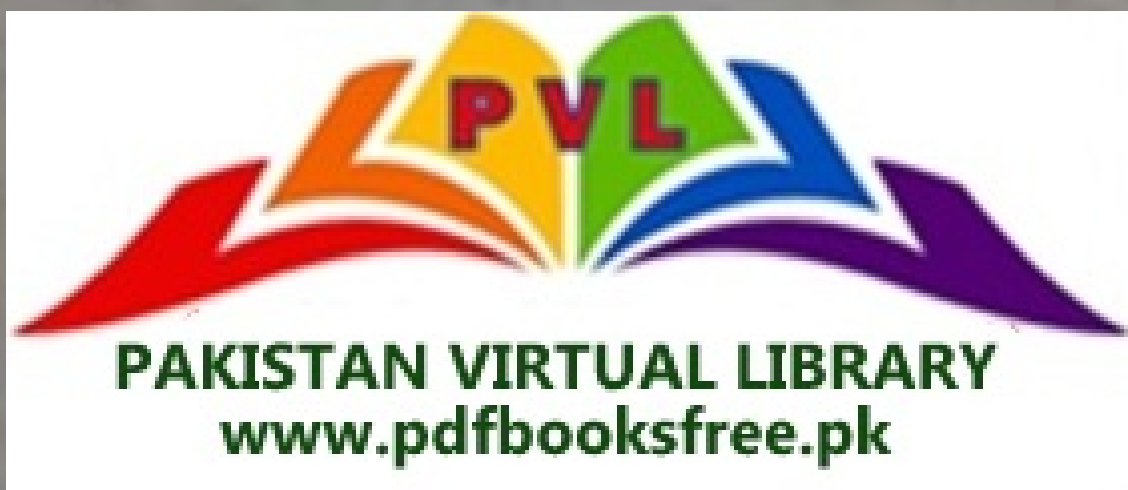
کیپسول ٹائم بم

دوسرے کمرے میں چمگادڑ ایک پلنگ پر جا کر لیٹ گیا۔

سرہانے رکھے ٹائم پیس کا اس نے تین گھنٹے بعد کا الارم لگایا اور سو گیا۔ وہ تین گھنٹے کی نیند لینا چاہتا تھا۔ اس سے پہلے اس نے وائرلیس پر نمبر اٹھارہ سے رابطہ پیدا کر کے اسے خفیہ ٹھکانے پر تین گھنٹے بعد آنے کا کہہ دیا تھا۔ تین گھنٹے تک چمگادڑ سوتا رہا۔

ٹھیک تین گھنٹے بعد الارم بج اٹھا۔ چمگادڑ کی آنکھ کھل گئی۔ اتنے میں نمبر اٹھارہ اس کے کمرے میں داخل ہوا۔ یہ ایک سانولے رنگ کا گھنگھریالے بالوں والا پکی عمر کا آدمی تھا جس کی آنکھوں سے وحشت برس رہی تھی۔ لگتا تھا کہ بڑا خطرناک آدمی ہے اور کئی لوگوں کا خون کر چکا ہو گا۔

چمگادڑ نے اسے ناگ اور عنبر کے بارے میں ساری بات سمجھائی اور کہا کہ کالا چیتا کا حکم ہے کہ ان دونوں کو آج قتل کر دیا جائے۔

"یہ دونوں ہلٹن ہوٹل کے ہال میں شام کو شعبدے دکھاتے ہیں۔"

نمبر اٹھارہ نے کہا۔

"چمگادڑ مجھے ان کی شکلیں دکھا دو۔"

چمگادڑ بولا۔

"ابھی دکھاتا ہوں۔"

چمگادڑ نے اپنے بریف کیس میں سے ایک تصویر نکال کر نمبر اٹھارہ کو دکھائی۔ یہ تصویر اس نے اپنے خفیہ کیمرے سے ہوٹل کے ہال میں اس وقت اتاری تھی جب عنبر اور ناگ وہاں تماشہ دکھا رہے تھے۔

نمبر اٹھارہ نے کہا۔

"کیا ان سے پچیس ہزار روپے واپس نہیں لینے؟"

چمگادڑ نے کہا۔

"اس سلسلہ میں کالا چیتا نے کوئی ہدایت نہیں کی۔ اس نے صرف یہ حکم دیا ہے کہ تم آج رات ان دونوں کو خفیہ گن سے ہلاک کر ڈالو گے۔"

"او کے باس ——"

نمبر اٹھارہ نے اپنی مونچھوں پہ ہاتھ پھیر کر کہا۔ چمگادڑ نے اسے اس بات کی خاص طور پہ تاکید کی کہ ان دونوں کو قتل کرنے کے بعد وہ خفیہ ٹھکانے پر مت آئے۔

"تم وہاں سے اپنے ٹھکانے پر چلے جانا اور مجھے کوڈ

لفظوں میں فون کر کے بتا دینا۔ کہ تم نے دونوں کو ٹھکانے
لگا دیا ہے،،

"ایسا ہی ہو گا چمگادڑ۔ باس سے کہہ دو کوئی فکر نہ کرے۔
نمبر اٹھارہ کے لیے یہ کوئی پہلا قتل نہیں ہے۔ میں دس
آدمیوں کو پاکستان میں موت کے گھاٹ اتار چکا ہوں
اور آج تک پولیس کسی کا سراغ نہیں لگا سکی ہے،،

"شاباش،، چمگادڑ نے کہا۔ "اب جاؤ اور جا کر
تیاری کرو،،

نمبر اٹھارہ خفیہ ٹھکانے سے نکل گیا۔

اپنے فلیٹ میں جاتے ہی اس نے شاندار بلیو سوٹ پہنا۔ خوشبو
لگائی، بے آواز دس گولیوں والا ریوالور بریف کیس سے نکال کر
اپنے سوٹ کی واسکٹ کی جیب میں رکھا اور ٹیکسی میں بیٹھ کر
ہلٹن ہوٹل آ گیا۔ اُسے ناگ کی تصویر دکھا دی گئی تھی۔ اس
نے دیکھا کہ ناگ ہوٹل کی لابی میں کھڑا ہوٹل کے مینجر سے باتیں
کر رہا ہے۔ اس نے ناگ کو پہچان لیا۔ مگر ناگ نے نمبر اٹھارہ
کی شکل نہیں دیکھی تھی اس لیے اسے علم نہ ہو سکا کہ یہ شخص
اُسے اور عنبر کو قتل کرنے وہاں آیا ہے۔

نمبر اٹھارہ نے جائزہ لیا کہ کیا وہ اس جگہ اُسے قتل کر سکتا
ہے؟ مگر ایسا ممکن نہیں تھا۔ ایک تو یہاں ناگ کا ساتھی عنبر موجود

نہیں تھا اور نمبر اٹھارہ نے عنبر کو ساتھ ہی ہلاک کرنا تھا۔ دوسرے
یہاں لوگ چل پھر رہے تھے اس لیے نمبر اٹھارہ کے پکڑے جانے
کا خطرہ تھا۔ وہ اپنے اسی فیصلے پر قائم رہا کہ مسٹر ناگ کو اس
کے ساتھی عنبر کے ساتھ ہوٹل کے ہال میں اس وقت قتل کرے
گا جب ہال کمرے میں اندھیرا ہو گا۔ صرف سٹیج پر ہی روشنی
ہو گی اور عنبر ناگ اپنے جادو کے کرتب دکھا رہے ہوں گے۔
وہ ہوٹل کے کافی روم میں جا کر بیٹھ گیا۔

اس وقت شام کے پانچ بج رہے تھے۔ نمبر اٹھارہ نے کچھ
کباب اور کافی منگوا لی اور اخبار چہرے کے آگے رکھ کر د
لگا۔ اصل میں وہ ترچھی نظروں سے ناگ کو دیکھ رہا تھا۔ اس ر
سے نوجوان میں اسے کوئی خاص بات نظر نہیں آ رہی تھی۔ اسے
گولی مار کر قتل کر دینا بڑی آسان بات تھی۔

ناگ کچھ دیر ہوٹل کے مینجر سے باتیں کرتا رہا۔ اصل میں
ناگ بھی ہر آنے جانے والے کو غور سے دیکھ رہا تھا کہ
کہیں ان میں کوئی پراسرار چمگادڑ تو نہیں ہے۔ ناگ نے مینجر
سے کہا۔

"شو کا ٹائم ہو رہا ہے۔ اب میں چلتا ہوں،،

نمبر اٹھارہ نے دیکھا کہ مسٹر ناگ ہوٹل کی سیڑھیاں چڑھ
کر اوپر چلا گیا۔ نمبر اٹھارہ اٹھ کر کاؤنٹر پر آیا اور اس نے جادو

کے شو کا ایک ٹکٹ لے لیا. اس نے جان بوجھ کر پچھلی کرسیوں
کا ٹکٹ لیا تھا۔ تاکہ وہ عنبر اور ناگ پر گولی چلا کر وہاں سے
آسانی کے ساتھ فرار ہو سکے.

ناگ بھی فلیٹ میں جا کر تیار ہونے لگا۔ عنبر بھی جادو کے
کرتب دکھانے والا کالا سوٹ پہن رہا تھا۔ اتنے میں ماریا اور
کیٹی بھی دوسرے کمرے سے وہاں آگئیں. ماریا نے ناگ سے
پوچھا کہ اسے چمگادڑ نظر آیا؟ ناگ نے کہا۔

"مجھے تو چمگادڑ کیا ایک ننھی سی چڑیا تک نظر نہیں آئی"

کیٹی کہنے لگی۔

"ناگ بھیا تم لوگوں کو ہوشیار رہنا ہوگا۔ وہ لوگ
بڑے خطرناک جاسوس ہیں. ہو سکتا ہے وہ بھیس
بدل کر یہاں پہنچ جائیں اور ——"

عنبر بولا۔

"اور کیا؟ وہ مجھے تو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے"

ماریا نے کہا۔

"عنبر بھیا مگر ناگ تو زخمی ہو سکتا ہے. میرا مطلب
ہے اگر چمگادڑ بھیس بدل کر شو روم میں آگیا اور
اس نے ناگ پر گولی چلا دی تو ناگ زخمی ہو سکتا ہے"

ناگ مسکرایا۔

"فکر نہ کرو۔ مجھے کچھ نہیں ہوگا"

عنبر بولا.

"لیکن پھر بھی ہمیں اپنی طرف سے پورا انتظام کرنا ہوگا"

ماریا نے کہا۔

"میں تو کہتی ہوں کہ آج کا شو ملتوی کر دو"

ناگ ہنس دیا۔

"بس ڈر گئیں؟ اری ماریا بہن تمہیں یاد نہیں کہ ہم کیسے
کیسے خطرناک حالات سے گزرے ہیں؟ یہ تو کوئی بات ہی
نہیں ہے"

ماریا نے جواب دیا۔

"دشمن چھپ کر وار کرے گا ناگ. اور ایسے کمینے دشمن
سے ہمیشہ ہوشیار رہنا چاہیئے."

ناگ نے کہا.

"تم گھبراؤ نہیں۔ ہم چوکس رہیں گے اور پھر تم بھی تو
ہمارے ساتھ ہو گی"

عنبر کہنے لگا۔

"ہاں ماریا — آج ذرا تم خبردار رہنا۔ کیونکہ ہو سکتا
ہے چمگادڑ یا اس خونی گروہ کا کوئی آدمی وہاں موجود
ہو"

ماریا نے کہا۔

"میں سٹیج پر ایک طرف کھڑی ہو کر سارے لوگوں پر کڑی
نظر رکھوں گی"

عنبر اور ناگ کالے سوٹ پہن کر کمرے سے نکلے اور لفٹ
کے ذریعے شو روم کے ساتھ والے کمرے میں پہنچ گئے۔ لوگ
ہال میں کرسیوں پر بیٹھے کرتب دکھانے والے جادوگروں
کا بے تابی سے انتظار کر رہے تھے۔ ان میں سب سے پچھلی قطار
کے کونے میں نمبر اٹھارہ بھی بیٹھا تھا۔ اس نے اپنے ہاتھوں میں
اخبار تہہ کر کے پکڑا ہوا تھا۔ سٹیج پر پردہ گرا ہوا تھا۔ مینجر نے
آ کر شو شروع ہونے کا اعلان کیا تو پردہ ہٹ گیا۔ عنبر اور
ناگ نے جھک کر حاضرین کو سلام کہا۔

لوگ تالیاں بجانے لگے۔

نمبر اٹھارہ ہوشیار ہو گیا۔ اس نے اخبار اپنے آگے کر
کے واسکٹ کی جیب سے خطرناک بے آواز چھوٹا ریوالور خاموشی
سے نکال کر ہاتھ میں پکڑ لیا۔ یہ کام اس نے اتنی ہوشیاری سے
کیا کہ کسی کو خبر نہ ہو سکی۔ یہاں تک کہ ماریا جو سٹیج پر کونے
میں کھڑی برابر لوگوں کو تک رہی تھی اسے بھی معلوم نہ ہو سکا۔

عنبر اور ناگ نے گھوم پھر کر کرتب دکھانے شروع کر دیئے۔
وہ کچھ اس طرح حرکت کر رہے تھے کہ نمبر اٹھارہ کو نشانہ

لگانے میں دقت محسوس ہو رہی تھی۔ وہ کسی اچھے موقع کا
انتظار کرنے لگا۔

ایک خاص کرتب دکھاتے وقت ناگ نے عنبر کو سیدھا
کھڑا کر دیا اور خود اس کے پیچھے آ کر اس کے سر کے گرد
ایک چمکتی ہوئی تھالی گھمانے لگا۔ یہ بڑا اچھا موقع تھا۔ ہال میں
اندھیرا تھا۔ صرف سٹیج پر روشنی تھی۔ نمبر اٹھارہ آہستہ سے
اٹھا اور کونے کے اندھیرے میں جا کر کھڑا ہو گیا۔ پھر اس
نے ریوالور نکال کر پہلے عنبر کا نشانہ کیا اور فائر کر دیا۔ ساتھ
ہی دوسرا فائر ناگ پر کر دیا۔ ٹھک ٹھک کی دو آوازیں آئیں اور
عنبر اور ناگ سٹیج پر گر پڑے۔ لوگوں میں بھگدڑ مچ گئی۔ ماریا کی سمجھ
میں کچھ نہ آیا کہ کس نے گولی چلائی ہے۔ لوگ دروازوں کی
طرف بھاگے۔ نمبر اٹھارہ بھی ان کے ساتھ ہی دروازے
کی طرف بڑھا۔ ماریا اچھل کر لوگوں کے اوپر آ گئی۔ پھر اس
نے ایک نیلے سوٹ والے آدمی کو اخبار بغل میں دبائے ایک
طرف تیزی سے جاتے دیکھا تو اسے شک ہوا کہ اسی نے
گولی چلائی ہے۔ وہ اس کے پیچھے لپکی۔

سٹیج پر گولی عنبر کے سینے میں لگ کر دور جا گری تھی مگر وہ
لوگوں کو دکھانے کے لیے سٹیج پر گر پڑا تھا۔ دوسری گولی ناگ
کو چھوتی ہوئی گزر گئی تھی اور اس کے کندھے کی کھال ایک

طرف سے چھل گئی تھی اور خون نکلنے لگا تھا۔ وہ بھی جلدی سے نیچے ہو کر بیٹھ گیا۔ اسی وقت انہیں اٹھا کر دوسرے کمرے میں لے جایا گیا۔ مینجر نے پولیس اور ڈاکٹر کو فون کر دیا۔ ناگ کے کندھے پر پٹی باندھ دی گئی۔ عنبر نے کہا۔

"خدا کا شکر ہے مجھے گولی نہیں لگی۔"

حالانکہ گولی سیدھی اس کے سینے میں لگی تھی۔ مگر وہ کسی پر اپنی خفیہ طاقت کو ظاہر نہیں کرنا چاہتا تھا۔

ماریا نمبر اٹھارہ کے پیچھے لگی تھی۔ نمبر اٹھارہ باہر نکلتے ہی ایک خالی ٹیکسی کی طرف لپکا۔ ماریا اس کے ساتھ ساتھ تھی۔ ماریا نے دیکھا کہ ٹیکسی میں بیٹھتے وقت نمبر اٹھارہ نے واسکٹ کی جیب میں ہاتھ ڈال کر کسی شے کو ٹٹولا اور پھر ہاتھ باہر نکالا تو اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا ریوالور نظر آیا۔ ماریا کو یقین ہو گیا کہ یہی خوفی جاسوسوں کے گروہ کا آدمی ہے۔ جو عنبر اور ناگ کو ہلاک کرنے آیا تھا۔

ماریا کو اس قدر غصہ آ رہا تھا کہ اس نے اسی وقت نمبر اٹھارہ کی گردن دبا کر مار ڈالنے کا ارادہ کیا مگر یہ سوچ کر غصہ پی گئی۔ کہ اسے اس شخص کا ٹھکانہ معلوم کرنا چاہیے کہ یہ کہاں جاتا ہے اور اس کے گروہ کے باقی لوگ کہاں پر رہتے ہیں۔

ٹیکسی ایک طرف روانہ ہو گئی۔ ماریا ٹیکسی کے اندر ہی بیٹھی تھی۔ نمبر اٹھارہ ٹیکسی کو شہر کے ایک خوبصورت علاقے میں لے آیا اور ایک

شاندار بلڈنگ کے سامنے رکوا کر بل ادا کر کے بلڈنگ کی لابی میں داخل ہو گیا۔ ماریا اس کے ساتھ ہی داخل ہو گئی۔

اب ماریا نے غور سے نمبر اٹھارہ کو دیکھا۔ وہ رومال سے اپنے ماتھے پر آیا ہوا پسینہ پونچھ رہا تھا۔ نمبر اٹھارہ چوتھی منزل کے ایک کمرے کا دروازہ کھول کر اندر چلا گیا۔ اس فلیٹ کا نمبر ۴۰ تھا۔ ماریا بھی اندر چلی گئی۔ نمبر اٹھارہ نے دروازے کی چٹخنی لگا دی اور بیڈ روم میں جا کر الماری میں سے ایک چھوٹا سا ٹرانسمیٹر نکال کر پیغام نشر کرنا شروع کیا۔

"چمگادڑ میں نمبر اٹھارہ بول رہا ہوں۔ میں نے اپنا کام کر دیا ہے۔ مسٹر ناگ اور اس کے ساتھی میری گولیوں کا نشانہ بن چکے ہیں۔"

دوسری طرف سے چمگادڑ کی آواز آئی۔

"آج رات ہی تمہیں اپنے دوسرے مشن پر جانا ہے۔ بس اب تھوڑی دیر بعد اپنے دوسرے مشن پر روانہ ہو جاؤ خبردار۔ کام بڑی احتیاط اور ہوشیاری سے کرنا پہلے ہی ہمیں ایک ناکامی ہوئی ہے۔ کالا چیتا بے حد غصے میں ہے۔"

نمبر اٹھارہ نے کہا۔

"فکر کی بات نہیں چمگادڑ۔ نمبر اٹھارہ اپنے دوسرے

مشن میں بھی کامیاب ہو گا — او کے۔"

نمبر اٹھارہ نے ٹرانسمیٹر بند کر کے الماری میں رکھ دیا اور خود کپڑے تبدیل کرنے لگا۔ ماریا وہیں موجود تھی اور سوچ رہی تھی کہ اس شخص کا دوسرا مشن کیا ہو گا؟ ماریا نے نمبر اٹھارہ کا فلیٹ دیکھ لیا تھا۔ اس کا نام نمبر اٹھارہ بھی اسے معلوم ہو گیا تھا۔ اب وہ نمبر اٹھارہ کا دوسرا مشن معلوم کرنا چاہتی تھی۔ وہ جانتی تھی کہ یہ بھی کراچی شہر میں کوئی خطرناک تخریبی کارروائی ہو گی۔

ماریا بیڈ روم سے نکل کر ڈرائنگ روم میں آ کر بیٹھ گئی۔ نمبر اٹھارہ نے بیڈ روم میں کپڑے تبدیل کئے۔ اپنا نیلا سوٹ اتار کر اس نے بندرگاہ پر چوکیداروں کی وردی پہنی اور فلیٹ کو تالا لگا کر باہر نکل گیا۔ اس نے اپنی جیب میں دو بڑے ہی طاقتور کیپسول بم چھپا کر رکھ لیے تھے۔ ماریا نے یہ ٹائم بم نہیں دیکھے تھے کیونکہ نمبر اٹھارہ نے یہ بم بیڈ روم میں وردی پہنتے ہوئے جیب میں رکھے تھے۔

نیچے آ کر نمبر اٹھارہ نے سڑک پر سے ایک بس پکڑی اور کراچی کی بندرگاہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ اس کا مشن کراچی کی بندرگاہ نمبر گیارہ پر کھڑے ایک ایسے غیر ملکی جہاز کو تباہ کرنا تھا جس پر پاکستان کے لیے ایٹمی ٹیکنالوجی کا بڑا قیمتی سامان لدا ہوا تھا۔ آدھا سامان اتار کر گودام میں رکھا جا چکا تھا جہاں بحری فوج کے دو سپاہی پہرہ دے رہے تھے اور آدھا سامان ابھی جہاز

پر رہی تھا۔ نمبر اٹھارہ کو کالا چیتا کی طرف سے حکم ملا تھا کہ پاکستان کو ملنے والے اس ایٹمی سامان کو گودام اور جہاز سمیت تباہ کر دیا جائے۔

ماریا نمبر اٹھارہ کے مشن سے بے خبر تھی مگر وہ برابر اس کا تعاقب کر رہی تھی اور بس میں اس کے ساتھ ہی بیٹھی تھی۔ اس وقت رات کے نو بج رہے تھے۔ بس بندرگاہ روڈ سے آ کر بندرگاہ میں ایک بہت بڑے گیٹ کے سامنے جا کر کھڑی ہو گئی۔ یہ بندرگاہ نمبر گیارہ کا گیٹ تھا۔ وہاں بھی پہرہ لگا تھا۔ مگر نمبر اٹھارہ اپنا شناختی کارڈ دکھا کر اندر داخل ہو گیا۔ ماریا کو معلوم ہوا کہ اس خطرناک دشمن جاسوس نے بندرگاہ پر ملازمت کر رکھی ہے اور چوکیدار بنا ہوا ہے۔ وہ بھی اس کے پیچھے پیچھے گیٹ میں داخل ہو گئی۔

نمبر اٹھارہ گودی نمبر گیارہ پر آ گیا۔ یہاں سمندر میں ایک بہت بڑا غیر ملکی جہاز بندرگاہ کی گودی کے ساتھ لگا تھا جس کے دو تین کیبنوں میں روشنی ہو رہی تھی۔ نمبر اٹھارہ گودی کے ایک دفتر میں گیا۔ اپنی حاضری لگوائی اور باہر آ کر بید ہاتھ میں لیے ٹہلنے لگا۔ جیسے پہرہ دے رہا ہو۔ ماریا خاموشی سے ایک طرف کھڑی اس کی حرکات کا جائزہ لینے لگی۔ وقت آہستہ آہستہ گزرتا چلا جا رہا تھا۔ نمبر اٹھارہ اسی طرح چل پھر کر اور گودی

کے دوسرے لوگوں سے باتیں کرتا پہرہ دے رہا تھا۔ رات
کے گیارہ بج گئے اب دفتر والے بھی چلے گئے جو رات کی
شفٹ پر تھے۔ گودی خالی ہو گئی۔ غیر ملکی جہاز پر سیڑھی لگی تھی۔
سیڑھی کے پاس ہی ایک دوسرا پاکستانی چوکیدار پہرہ دے
رہا تھا۔

نمبر اٹھارہ اس کے پاس جا کر باتیں کرنے لگا۔ نمبر اٹھارہ
کو وہاں سبھی جانتے تھے کہ وہ چوکیدار ہے۔ کسی کو معلوم
نہیں تھا کہ وہ ملک دشمن جاسوسوں کے ہاتھ بک چکا ہے۔
اور محض پیسے کی خاطر اپنے وطن سے غداری کر رہا ہے۔ چونکہ
وہ ملک دشمن لوگوں یعنی کالا چیتا سے غداری کرنے کے عوض
کافی پیسے وصول کرتا تھا اس لیے وہ ایک فلیٹ میں رہتا
تھا اور کسی کو اس نے یہ نہیں بتایا ہوا تھا۔

نمبر اٹھارہ نے جہاز کی سیڑھی کے آگے پہرہ دیتے
چوکیدار کو کچھ روپے دے کر چائے اور بسکٹ لانے کے
لیے باہر بھیج دیا اور خود وہاں چل پھر کر پہرہ دینے لگا جب
اصلی چوکیدار نظروں سے اوجھل ہو گیا تو نمبر اٹھارہ سیڑھیاں
چڑھ کر جہاز پر آگیا۔ ماریا اس کے پیچھے پیچھے تھی۔ غیر
ملکی جہاز کے عرشے پر پہنچ کر چوکیدار نے یوں ظاہر کیا جیسے وہ
اوپر پہرہ دے رہا تھا۔

غیر ملکی جہاز کے عرشے پر کوئی نہیں تھا۔
نمبر اٹھارہ کو بتا دیا گیا تھا کہ کیپشول ٹائم بم کس جگہ پر رکھنا ہے۔
وہ عرشے پر ٹہلتا ٹہلتا سیڑھیاں اتر کر نیچے جہاز کی اس منزل
میں آگیا جو پانی میں ڈوبی ہوئی تھی۔ اسے یہاں ایک غیر ملکی
ملاح ملا جو کھانے کا ٹرے لیے کیبن کی طرف جا رہا تھا۔ وہ
چوکیدار نمبر اٹھارہ کو پہچانتا تھا اس لیے اس نے اسے کچھ
نہ کہا۔ نمبر اٹھارہ نے بھی اُس کی طرف دیکھ کر مسکرا کر ہیلو ہیلو
کہا اور جہاز کی نچلی منزل کے ایک کونے میں آگیا۔ یہاں وہ گودام
تھا جس کے اندر پاکستان کو دیا جانے والا ایٹمی ٹیکنالوجی
کا باقی سامان بند تھا اور باہر تالا لگا ہوا تھا۔
نمبر اٹھارہ نے اِدھر اُدھر دیکھا۔ وہاں اس کے سوا
کوئی نہیں تھا۔ (لیکن ماریا اس کی ساری حرکتیں دیکھ رہی تھی)۔
نمبر اٹھارہ نے کونے میں جا کر جیب سے کیپشول بم نکال کر
اس کی پن کھینچ کر جیب میں رکھ لی اور کیپشول بم کو گودام
کے دروازے کے نیچے سے اندر لڑھکا دیا۔ ایک گھنٹے بعد
اس بم نے پھٹ کر جہاز کو تباہ و برباد کر دینا ہے۔
ماریا فوراً سمجھ گئی کہ نمبر اٹھارہ نے گودام کے اندر ٹائم
بم لڑھکایا ہے۔ وہ تیزی سے گودام کے اندر داخل ہو گئی۔ اس
نے دیکھا کہ اندر بڑے بڑے لکڑی کے کریٹ پڑے تھے۔

جن پر یہ لکھا تھا.

"سامان ایٹمی ٹیکنالوجی برائے پاکستان"

ماریا نے فرش کی طرف دیکھا. وہاں اسے سبز رنگ کا ایک انگلی کے برابر ایک کیپسول نظر آیا. یہ اسی قسم کا کیپسول بم تھا جو ماریا نے اس سے پہلے پہاڑی والی توپ کو بچانے کے لیے سمندر میں لے جا کر پھینکا تھا. بڑا ہی طاقتور ٹائم بم تھا. اس کا پن نکالا جا چکا تھا. ماریا کو اندازہ تھا کہ یہ بم بھی ایک گھنٹے بعد ہی پھٹے گا. اس نے بم اٹھا لیا اور تیزی سے گودام سے باہر نکل آئی. وہ نمبر اٹھارہ کے سر پر رہنا چاہتی تھی کہ وہ دوسری جگہ پر کوئی بم تو نہیں رکھ رہا؟ ماریا نے دیکھا کہ نمبر اٹھارہ جہاز کے باہر سیڑھی کے پاس پہرہ دے رہا تھا. وہ بڑا خوش تھا کہ اس کے مشن کا ایک حصہ مکمل ہو گیا ہے. اب اسے گودام کے اندر جا کر دوسرا ٹائم بم رکھنا تھا.

اتنے میں اصلی چوکیدار چائے لے کر آ گیا. نمبر اٹھارہ نے کہا.

"تم میرے لیے چائے بناؤ. میں ذرا اندر باتھ روم سے ہو کر آتا ہوں"

اصلی چوکیدار وہیں ٹرے رکھ کر بیٹھ گیا اور چائے بنانے لگا. نمبر اٹھارہ گودی کے ایک بڑے دفتر میں داخل ہو گیا.

دفتر خالی پڑا تھا. آگے گودام کا دروازہ تھا جو بند تھا. نمبر اٹھارہ نے چاروں طرف نگاہ ڈالنے کے بعد جیب سے چابی نکال کر تالا کھولا اور گودام میں داخل ہو گیا. ماریا اس کے ساتھ تھی. ماریا نے دیکھا کہ یہاں بھی اسی قسم کے ایٹمی سامان والے بڑے بڑے کھوکھے ایک دوسرے کے اوپر رکھے ہوئے تھے. یہ بھی وہی ایٹمی بجلی گھر کے لیے دیا جانے والا ایٹمی سامان تھا جس کی پاکستان کو بجلی پیدا کرنے اور ملک کی صنعتی ترقی کے لیے بے حد ضرورت تھی. نمبر اٹھارہ نے جیب سے دوسرا کیپسول ٹائم بم نکالا. اس کے نیچے سے باریک پن بڑی احتیاط سے کھینچ کر جیب میں رکھا اور کیپسول بم کو لکڑی کے بھرے ہوئے کھوکھوں کے درمیان ایک جگہ ڈال دیا اور واپس باہر آ کر گودام کے دروازے کو اسی طرح تالا لگا دیا.

ماریا نے جلدی سے اس بم کو بھی اٹھا لیا.

وہ باہر آئی تو دیکھا کہ نمبر اٹھارہ بڑے مزے سے اصلی چوکیدار کے پاس بیٹھا چائے پی رہا تھا اور فلموں کی باتیں کر رہا تھا. وہ اپنا مشن پورا کر چکا تھا. اب تھوڑی دیر بعد وہ وہاں سے دور چلا جانا چاہتا تھا تاکہ جب بم پھٹیں تو وہ وہاں پر موجود نہ ہو. اس نے گھڑی دیکھ کر کہا.

"بھائی خدا بخش! میں ذرا دوسری گودی کا بھی چکر لگا آؤں۔ آج کل ہر طرف سے چوکس رہنا چاہیئے۔ تمہیں معلوم ہی ہے کہ ہمارے ملک کا بڑا قیمتی سامان اس وقت بندرگاہ پر موجود ہے"۔

"ہاں۔ ہاں ایک چکر لگا آؤ۔ میں یہاں پر موجود ہوں"۔

اور نمبر اٹھارہ دوسری گودی کی طرف روانہ ہوگیا۔ ماریا اس کے پیچھے تھی۔ دوسری گودی وہاں سے کافی دور سمندر کے دوسرے پہلو کی طرف تھی۔ نمبر اٹھارہ اپنے آپ کو بموں کے بھیانک دھماکوں سے دور کرنا چاہتا تھا۔ اس نے چلتے چلتے دو ایک بار کلائی والی گھڑی دیکھی۔ وہ اندازہ کرنا چاہتا تھا کہ ابھی بم پھٹنے میں کتنی دیر باقی ہے۔ ماریا کا خیال تھا کہ یہ دونوں بم آدھ گھنٹے بعد پھٹنے والے تھے۔

جب نمبر اٹھارہ دوسری گودی پر دور ایک جگہ رکھے ہوئے لکڑی کے کھوکھے کے پیچھے جا کر بیٹھ گیا اور مزے سے سگریٹ سلگا کر پینے لگا تو اب ماریا نے سوچا کہ جو دو خطرناک ٹائم بم اس کے پاس ہیں ان کو دور سمندر میں جا کر پھینک آنا چاہیئے۔

چنانچہ ماریا فضا میں بلند ہوئی۔ سامنے سمندر پھیلا ہوا تھا۔

وہ جتنی تیزی سے ہوا میں چل سکتی تھی یا اُڑ سکتی تھی اڑتی ہوئی سمندر میں کافی دور نکل گئی۔ بندرگاہ سے کوئی ایک میل کے فاصلے پر کھلے سمندر میں پہنچ کر ماریا نے دونوں کیپسول بم سمندر میں پھینک دیئے اور خود واپس اس گودی پر آگئی جہاں نمبر اٹھارہ بیٹھا ہوا تھا۔ ماریا ایک طرف کھڑی ہوگئی اور اُسے غور سے تکنے لگی۔ آدھ گھنٹہ گزر گیا مگر بم نہ پھٹے۔ ماریا نے سوچا کہ ہوسکتا ہے بموں کا پھٹنے کا وقت ایک گھنٹے بعد ہو۔

نمبر اٹھارہ بھی اپنی گھڑی کو دیکھ لیتا تھا۔ جب ایک گھنٹہ گزرنے میں پانچ منٹ باقی رہ گئے تو نمبر اٹھارہ کی بے تابی بڑھنے لگی۔ اس کے ماتھے پر پسینہ آگیا۔ اس کی آنکھیں کبھی دور گودی نمبر گیارہ پر کھڑے غیر ملکی جہاز اور گودی کے گودام کی طرف اُٹھ جاتیں اور کبھی وہ اپنی گھڑی کو تکنے لگتا۔

ماریا کی نگاہ دور سمندر کی طرف تھی جہاں اس نے دونوں ٹائم بم پھینکے تھے۔ اور جو تھوڑی دیر بعد پھٹنے والے تھے۔ ماریا کے دیکھتے دیکھتے دور کھلے سمندر میں روشنی سی پھیل گئی۔ پھر اسے ایک کے بعد ایک دو دھماکوں کی آواز سنائی دی۔ زیادہ بُری حالت نمبر اٹھارہ کی ہوئی۔ کیونکہ اس نے اپنی آنکھیں گودی نمبر گیارہ کی طرف لگا رکھی تھیں۔ اور دھماکے گودی نمبر گیارہ کی بجائے دور سمندر میں ہوئے تھے اور روشنی

بھی سمندر کی طرف ہوئی تھی۔ گودی نمبر گیارہ پر خاموشی تھی۔ نہ جہاز میں کوئی دھماکہ ہوا تھا اور نہ ہی گودام کے اندر کوئی بم پھٹا تھا۔

نمبر اٹھارہ تیزی سے اپنی جگہ سے اٹھا اور پریشانی کے عالم میں گودی کی طرف دوڑا۔ سمندر میں دھماکوں کی آواز سے گودی پر خطرے کا الارم بجنے لگا تھا اور ساحلی گارڈ کی کشتیاں دھماکے کی طرف دوڑنے لگیں۔ بندرگاہ کی گارڈ بھی گودیوں پر فوراً پہنچ گئی اور انہوں نے ساری گودی کو گھیرے میں لے لیا۔ نمبر اٹھارہ اپنی ڈیوٹی پر جا کر کھڑا ہو گیا۔ اسے کوئی نہیں پکڑ سکتا تھا کیونکہ ایک تو وہ وہاں کا سرکاری چوکیدار تھا دوسرے اس کے پاس کوئی ایسا ثبوت نہیں تھا کہ جس سے یہ ثابت ہو سکتا کہ وہ غیر ملکی جاسوسوں کا ایجنٹ ہے۔ مگر نمبر اٹھارہ کے دماغ میں ایک طوفان مچا ہوا تھا۔ اس نے خود اپنے ہاتھوں سے تھوڑی دیر پہلے دونوں بم غیر ملکی جہاز اور گودی نمبر گیارہ کے گوداموں میں رکھے تھے۔ پھر وہاں سے کس نے بم اٹھا کر سمندر میں پھینک دیئے؟

نمبر اٹھارہ کے چہرے پر دہشت کے اثرات تھے۔ کیا کوئی جن بھوت اس کے پیچھے لگا ہوا ہے جس نے بم اٹھا کر دور سمندر میں پھینک دیئے؟

اس سے پہلے بھی توپ کی پہاڑی کے مورچے سے کسی نے بم اٹھا کر سمندر میں ڈال دیئے تھے۔ یہ کیا ہو رہا ہے؟ وہ کالے چیتے کو کیا جواب دے گا؟ اب تو اس کی اپنی زندگی خطرے میں تھی۔ ہو سکتا ہے کہ غیر ملکی جاسوس اس پر شک کرنے لگیں کہ یہ بم اسی نے سمندر میں ڈالے تھے اور وہ اسے جان سے مار ڈالیں۔ نمبر اٹھارہ کا رنگ فق تھا۔ ماریا اس کے چہرے کی کیفیت کو دلچسپی سے دیکھ رہی تھی۔

گودی پر پولیس بھی آ گئی تھی۔ ماریا کا اب وہاں کوئی کام نہیں تھا۔ اس نے نمبر اٹھارہ کا فلیٹ بھی دیکھ لیا تھا اور اس کے مشن کو بھی ناکام بنا دیا تھا۔ وہ وہاں سے واپس عنبر ناگ کی طرف چل پڑی۔

عنبر ناگ اور کیٹی ہوٹل کے کمرے میں ہی تھے۔ ناگ کے کاندھے پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ انہوں نے ماریا کی خوشبو محسوس کی تو ناگ نے ماریا کو آواز دی۔ ماریا نے کہا۔

”وہ نمبر اٹھارہ تھا۔ اس نے ہی تم دونوں پر فائرنگ کی تھی۔“

عنبر نے پوچھا۔

”وہ کہاں ہے اس وقت؟“

ماریا نے کہا۔

”میں نے اس کا فلیٹ دیکھ لیا ہے۔ اس نے بندرگاہ

پر دو جگہوں پر کیپشول بم لگائے تھے جنہیں میں نے اٹھا کر سمندر میں پھینک دیا۔"

کیٹی نے جلدی سے کہا۔

"دیکھا۔ میں نہ کہتی تھی کہ میں نے دھماکوں کی آواز سنی ہے۔ عنبر نہیں مانتا تھا۔"

"ہاں۔ یہ ان ہی بموں کے دھماکوں کی آواز تھی۔"

ماریا نے کہا اور پھر سارے واقعات عنبر ناگ اور کیٹی کو سنا دیئے۔ ناگ نے کہا۔

"یہ غیر ملکی جاسوسوں کا بڑا خطرناک گروہ ہے عنبر بھیا! یہ پاکستان میں تخریبی کارروائیاں کر رہے ہیں اب تک تو ہم کو ان کی کارروائیوں کا پہلے سے پتہ چل گیا اور ہم نے ان کے دونوں مشن ناکام بنا دیئے۔ لیکن آگے نہ جانے وہ اس شہر میں کیا تباہی مچائیں۔ اس لیے ان کو تباہ کرنا بہت ضروری ہو گیا ہے۔"

عنبر بولا۔

"اس کے لیے ضروری ہے کہ غیر ملکی جاسوسوں کے سرغنہ کالا چیتا کو پکڑا جائے۔ مگر ہمیں اس کے خفیہ ٹھکانے کا علم نہیں ہے۔"

ماریا نے کہا۔

"ہم نمبر اٹھارہ اور چمگادڑ کو پکڑ سکتے ہیں۔"

ناگ نے کہا۔

"ان کو پکڑنے سے سارا گروہ نہیں پکڑا جا سکتا۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ لوگ پکڑے جانے کے خوف زہریلا کیپشول کھا کر خودکشی کر لیں گے۔ دوسری بات یہ ہے کہ سوائے چمگادڑ کے کسی دوسرے جاسوس کو کالا چیتا کی خفیہ جگہ کا علم نہیں ہے اور چمگادڑ اس وقت ہماری گرفت سے آزاد ہو چکا ہے۔"

کیٹی کہنے لگی۔

"آخر ہم مایوسی کی باتیں کیوں کر رہے ہیں؟ ہمیں جو کچھ بھی کرنا ہے جلدی کرنا ہو گا۔ کیونکہ اب یہ غیر ملکی جاسوسوں کا گروہ زیادہ غضبناک ہو کر کارروائیاں کرے گا۔"

عنبر نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"سب سے پہلے تو ہمیں اس ہوٹل کو چھوڑ دینا چاہیئے اور کسی دوسرے ہوٹل میں جا کر کمرہ لینا ہو گا، تاکہ وہ لوگ ہمیں تلاش نہ کر سکیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہمیں سوچ سمجھ کر کوئی ایسا قدم اٹھانا چاہیئے

کہ سے سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹنے پائے،" ناگ نے کہا۔

"میرا خیال ہے اس پوائنٹ پر ہم صبح تازہ دم ہو کر غور کریں گے۔ اس وقت ہمیں آرام کرنا چاہیئے۔"

کیٹی اور ماریا اپنے کمرے میں چلی گئیں۔ عنبر اور ناگ اپنے کمرے میں بیٹھے دیر تک اس نازک مسئلے پر غور کرتے رہے۔ عنبر کا خیال تھا کہ ہمیں اس دشمن جاسوسوں کے گروہ میں خود داخل ہو کر انہیں بے نقاب کرنا چاہیئے۔ اس کے لیے بڑے سوچ بچار اور کوئی انوکھی سازش تیار کرنے کی ضرورت تھی۔

ناگ اندھا بن گیا

صبح کے اخباروں میں دھماکوں کے بارے میں خبریں چھپی ہوئیں تھیں۔

کراچی میں لوگ سمندر میں ہونے والے دھماکوں کے بارے میں باتیں کر رہے تھے۔ عنبر نے صبح صبح ماریا اور کیٹی کو اپنے کمرے میں بلا لیا۔ اور کہا۔

"ماریا! تم فوراً نمبر اٹھارہ کے فلیٹ پر جاؤ۔ اور اس کی نگرانی کرو۔ کیونکہ کالا چیتا اور چمگادڑ اس سے ضرور رابطہ کریں گے۔ ہو سکتا ہے نمبر اٹھارہ کو کالے چیتے کے سامنے خفیہ ٹھکانے پر پیش کیا جائے۔ اس طرح سے تم خفیہ ٹھکانے کا پتہ چلا سکتی ہو۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہمیں پاکستان کے پولیس افسران کو پاکستان دشمن جاسوسوں کی سرگرمیوں کے بارے میں خبردار کر دینا چاہیئے تاکہ شہر کی اہم جگہوں کی بھرپور حفاظت کی جا سکے اور پولیس ہوشیار ہو جائے۔"

ماریا نے کہا۔

"میری رائے میں نمبر اٹھارہ کے بارے میں بھی ہمیں پولیس کو اطلاع دے کر اسے گرفتار کروا دینا چاہیئے۔"

عنبر نے کہا۔

"یہ دونوں کام میں اپنے ذمے لیتا ہوں۔ ناگ! تم ایسا کرو کہ اس ہوٹل کے مینجر کو جا کر کہہ دو کہ ہم یہاں سے جا رہے ہیں۔"

ناگ بولا۔

"اس احمق مینجر کو کہنے کی کیا ضرورت ہے۔ بس ہم چلے جاتے ہیں۔ ہمارے ذمے اس کا کوئی بل نہیں ہے۔"

کیٹی نے پوچھا۔

"ہم کس ہوٹل میں جائیں گے؟"

عنبر نے کہا۔

"میرا خیال ہے ہمیں شہر سے دور کسی گمنام سے پرانے طرز کے ہوٹل میں جا کر ٹھہرنا چاہیئے۔ تاکہ غیر ملکی دشمن جاسوس ہمیں تلاش نہ کر سکیں۔"

ماریا کہنے لگی۔

"اس قسم کا ایک ہوٹل میں نے پاپوش نگر کے علاقے میں دیکھا ہے۔ اس کا نام سندباد ہوٹل ہے۔"

ناگ بولا۔

"یہ وہی سندباد تو نہیں جو ہمیں ہمارے سفر کے دوران بغداد کی بندرگاہ پر ایک بار ملا تھا؟"

"ہاں — سندباد تو وہی تھا مگر یہاں صرف اس کا نام استعمال کیا گیا ہے۔" عنبر بولا۔

ناگ نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔ ہم اسی وقت یہاں سے پاپوش نگر کے سندباد ہوٹل میں چلے جاتے ہیں۔ ہمارے پاس کافی پیسے ہیں۔"

انہوں نے کمرے کو تالا لگایا۔ چابی ایک بیرے کو دی اور ہوٹل کے پچھلے دروازے سے نکل کر باہر سڑک پر آ کر ایک ٹیکسی پکڑی اور اسے پاپوش نگر چلنے کو کہا۔

یہ علاقہ بڑا غریبانہ اور گنجان علاقہ تھا۔ سندباد ہوٹل چار منزلہ مکان کی طرح کا تھا۔ پرانے کمرے بنے ہوئے تھے۔ عنبر نے اپنے آپ کو سیاح ظاہر کر کے وہاں دو کمرے کرائے پر لے لیے۔ ایک کمرے میں ماریا اور کیٹی آ گئی اور دوسرے کمرے میں عنبر اور ناگ نے اپنا اپنا بریف کیس رکھ دیا۔

پھر انہوں نے ایک میٹنگ کی اور عنبر شہر کے بڑے تھانے کی طرف روانہ ہو گیا۔

صدر کے تھانے میں جاکر عنبر نے ڈی ایس پی سے ملاقات
کرنے کی کوشش کی مگر کسی نے اسے ڈی ایس پی تک جانے
نہ دیا۔ تھانیدار نے اسے باہر ہی بینچ پر بٹھالیا اور پوچھنے لگا
کہ وہ کیوں ڈی ایس پی صاحب سے ملنا چاہتا ہے۔ عنبر نے
کہا کہ مجھے اُن سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔
تھانیدار غصے میں بولا۔
"او نے ہم سے بات کرو اوئے۔ آخر ہم یہاں کس
لیے بیٹھے ہیں؟"
عنبر کچھ کہنے ہی لگا تھا کہ اتفاق سے ڈی ایس پی اپنے کمرے
سے نکل کر جانے لگے تو انہوں نے تھانیدار سے پوچھا۔
"کیا گڑبڑ ہے جہاں داد خان؟"
تھانیدار نے کہا۔
"کچھ نہیں صاحب —— کچھ نہیں۔ ایک کیس کی تفتیش کر
رہا ہوں"
عنبر نے جلدی سے اٹھ کر کہا۔
"سر! کیا آپ ڈی ایس پی صاحب ہیں؟"
ڈی ایس پی رک گیا۔
"ہاں! میں ہی ڈی ایس پی ہوں۔ کیا بات ہے؟"
عنبر نے کہا۔

"جناب آپ سے علیحدگی میں ایک بڑی ضروری بات کرنی
ہے"
"ایسی کون سی بات ہے۔ تم کون ہو؟ کہاں سے آئے
ہو؟"
ڈی ایس پی نے بھی بڑے رعب سے سوال کئے۔ عنبر بولا۔
"جناب! یہ ملکی سالمیت کا مسئلہ ہے۔ میں آپ کو سب کچھ
تنہائی میں بتانا چاہتا ہوں"
ملک کا نام سن کر ڈی ایس پی نے عنبر کو اپنے ساتھ آنے
کا اشارہ کیا اور واپس اپنے کمرے میں آگیا۔ عنبر نے کہا۔
"جناب کسی کو اندر آنے کی اجازت نہ دیں"
ڈی ایس پی بولا۔
"آخر بات کیا ہے۔ تم بات کرو۔ کوئی نہیں آتا یہاں پر۔
بولو۔ کیا بات ہے"
جب عنبر نے شروع سے لے کر آخر تک ساری بات بیان
کی تو ڈی ایس پی حیرت زدہ ہو کر عنبر کا منہ تکنے لگ گیا۔ عنبر
نے ماریا کے بارے میں کچھ نہ بتایا تھا اور نہ اپنی اور ناگ کی خفیہ
طاقتوں کے بارے میں بھی کوئی بات نہیں کی تھی۔ کیپسول بموں
کو سمندر میں پھینکنے کے سلسلے میں عنبر نے ڈی ایس پی کو بس
اتنا ہی بتایا کہ اس کا دوست مٹرناگا ایک شعبدہ باز ہے۔ جادوگر

بالکل نہیں ہے۔ اس نے چلّہ کاٹ کر ایک سانپ اپنے قابو میں کیا ہوا ہے جو اس کا حکم مانتا ہے۔

"جناب! یہ وہی سانپ ہے جس کی مدد سے ہم نے دشمن جاسوسوں کے کیپسول بموں کو دور سمندر میں پھنکوا دیا اور ہماری پہاڑی والی قیمتی توپ اور ایٹمی سامان تباہ ہونے سے بچ گیا۔"

ڈی ایس پی کو دشمن کی تخریبی کارروائیوں کا پہلے سے علم ہو چکا تھا اور کراچی کی سیکریٹ سروس حرکت میں آ چکی تھی۔ ڈی ایس پی نے عنبر سے پوچھا۔

"تم لوگ کون ہو اور پاکستان میں کیا کرتے ہو؟"

عنبر نے بتایا کہ ہم سیاح ہیں اور پاکستانی ہیں۔ اور اپنے پاکستان کے شہروں میں جادوگری اور شعبدہ بازی کے کرتب دکھا کر پیٹ پالتے ہیں۔

ڈی ایس پی نے اسی وقت سیکریٹ سروس کے انسپکٹر سکندر کو فون کر کے بلا لیا۔ انسپکٹر سکندر ایک تجربہ کار دُبلا پتلا آدمی تھا جس کو سیکریٹ سروس میں کام کرتے بیس سال ہو گئے تھے۔ اس نے عنبر کی زبانی ساری کہانی سنی۔ وہ الٹا عنبر پر جرح کرنے لگا۔ کہ وہ لوگ کراچی میں کہاں ٹھہرے ہوئے ہیں؟ مسٹر ناگا کے پاس یہ جادو کیسے آ گیا کہ سانپ کو اس نے اپنے قابو میں کر لیا۔

"ہمیں مسٹر ناگا سے ملاؤ۔ ہم اس کے سانپ کو اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتے ہیں۔ پھر ہم تمہارے بیان پر یقین کریں گے۔"

عنبر نے کہا۔

"ناگا سے میں آپ کو ملا دوں گا لیکن میرے بیان کو سچ مانیں۔ میں جھوٹ نہیں بول رہا۔ اس وقت پاکستان میں دشمن ملک کا ایک بڑا ہی خطرناک گروہ تخریبی کارروائیاں شروع کر چکا ہے اور گودی نمبر گیارہ کا چوکیدار ان کا ایجنٹ ہے جس نے رات غیر ملکی جہاز اور گودی کے گودام میں موجود پاکستان کے لیے آئے ہوئے قیمتی سامان کو تباہ کرنے کے لیے بم رکھے تھے۔"

انسپکٹر سکندر نے کہا۔

"اور وہ بم آپ کے غیبی سانپ نے اٹھا کر سمندر میں پھینک دیئے۔"

انسپکٹر سکندر کے چہرے پر طنزیہ مسکراہٹ تھی جیسے وہ عنبر کو نیم پاگل سمجھ کر اس کا مذاق اڑانے کی کوشش کر رہا ہو۔ عنبر اس کے لہجے کے طنز کو اچھی طرح سے سمجھ رہا تھا مگر اس وقت وہ پاکستان کو دشمن جاسوسوں کی تخریب کاری سے بچانے کی فکر میں تھا اس لیے اس نے کوئی خیال نہ کیا اور کہا۔

"آپ میری باتوں پر اعتبار کیوں نہیں کرتے انسپکٹر۔"
ڈی ایس پی نے کہا۔
"گودی نمبر گیارہ کے چوکیدار کو تو ہم اسی وقت گرفتار کر لیتے ہیں مگر تم ہمیں جب تک اپنے دوست مسٹر ناگا کے غیبی سانپ سے نہیں ملاؤ گے ہمیں تمہارے بیان پر یقین نہیں آئے گا۔"
عنبر بولا۔
"ٹھیک ہے۔ میں مسٹر ناگا کو ساتھ لے کر اسی جگہ آتا ہوں۔ مگر آپ گودی نمبر گیارہ کے چوکیدار کو فوراً گرفتار کر لیں۔"
انسپکٹر سکندر نے مسکراتے ہوئے کہا۔
"اسے ہم ابھی پکڑ لیتے ہیں۔ اور اگر تم نے غیبی سانپ ہمیں نہ دکھایا تو ہم تمہیں بھی گرفتار کر لیں گے۔"
عنبر بولا۔
"میرا خیال ہے بہت جلد آپ نہ صرف میری باتوں پر ایمان لے آئیں گے بلکہ اس کیس میں قدم قدم پر مجھ سے مشورہ لینے پر مجبور ہوں گے۔"
انسپکٹر سکندر نے کچھ تلخ لہجے میں کہا۔
"مسٹر عنبر! یہی نام ہے ناں تمہارا؟"

"جی ہاں" عنبر نے جواب دیا۔
انسپکٹر سکندر بولا۔
"تم یہاں سے باہر نہیں جا سکتے۔ تم اس وقت تخریبی کارروائیوں کے سلسلے میں اپنے آپ کو پولیس کی حراست میں سمجھو۔"
عنبر نے حیران ہو کر کہا۔
"مگر میں ——— میں اپنے دوست مسٹر ناگا کو یہاں کیسے لاؤں گا؟"
انسپکٹر سکندر بولا۔
"تم اپنے ہوٹل کا پتہ بتاؤ۔ ہم پولیس کی گاڑی بھیج کر اسے بلا لیتے ہیں۔"
ڈی ایس پی کو عنبر سے تھوڑی بہت ہمدردی ہو گئی تھی۔ اس کا دل کہہ رہا تھا کہ یہ نوجوان جھوٹ نہیں بول رہا۔ اس نے کہا۔
"مسٹر عنبر! کیا تم فون کر کے اپنے ساتھی کو نہیں بلا سکتے؟"
"ہاں ——— بلا سکتا ہوں۔ فون دیجئے مجھے۔"
عنبر نے اسی وقت سندباد ہوٹل میں فون کر کے ناگ سے بات کی تو اس نے بتایا کہ ماریا ابھی ابھی نمبر اٹھارہ کے فلیٹ سے واپس آئی ہے۔

"اس نے بتایا کہ نمبر اٹھارہ کی لاش اِس کے کمرے میں پڑی
تھی۔ معلوم ہوتا ہے جاسوسوں کے گروہ نے اِس مشن
کی ناکامی کی پاداش میں قتل کر دیا ہے۔"
عنبر نے کہا۔
"مجھے اس کا ڈر تھا۔ بہرحال تم فوراً ٹیکسی لے کر تھانہ
صدر ڈی ایس پی صاحب کے کمرے میں پہنچو۔"
"کیا بات ہے؟" ناگ نے پوچھا۔
عنبر بولا۔
"تم بس پہنچ جاؤ۔ میں تمہارا انتظار کر رہا ہوں۔"

O

آدھ گھنٹے بعد ناگ بھی ڈی ایس پی تھانہ صدر کے آفس
میں پہنچ گیا۔ انسپکٹر سکندر نے بڑی جاسوسوں والی نگاہ سے
ناگ کو دیکھا۔ اور کہا۔ کیا نام ہے تمہارا؟"
انسپکٹر سکندر کے لہجے میں بڑی رعونت اور تکبر تھا۔ ناگ
کو بڑا غصہ آیا۔ مگر عنبر نے اسے اشارہ کیا کہ کوئی خیال نہ کرے۔
ناگ نے کہا۔
"میرا نام ناگ ہے"
انسپکٹر سکندر بولا۔
"یہ تو سپیروں والا نام ہے۔ کیا تم سپیرے ہو؟"

ناگ کی آنکھیں غصے سے سُرخ ہو رہی تھیں۔ اس نے
انسپکٹر سکندر کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔
"میں سپیرا نہیں ہوں۔ سانپ ہوں"
عنبر کے ساتھ ڈی ایس پی نے بھی چونک کر ناگ کی طرف
دیکھا۔ انسپکٹر سکندر نے قہقہہ لگایا اور اپنے ہاتھ میں پکڑی ہوئی
چھڑی کو ناگ کی گردن پر مارتے ہوئے کہا۔
"میں سانپوں کو کچل دیا کرتا ہوں"
انسپکٹر سکندر نے بڑی احمقانہ حرکت کی تھی۔ ناگ غصے
سے شعلہ بن گیا۔ عنبر نے اُٹھ کر ناگ کو پکڑ کر دلاسہ دینا
چاہا مگر ناگ نے اسے ہاتھ سے پرے ہٹا دیا اور کہا۔
"عنبر! اس انسپکٹر نے میری توہین کی ہے۔ میں اس سے
اپنی توہین کا بدلہ لوں گا"
انسپکٹر سکندر نے ایک بار پھر ناگ کی گردن پر چھڑی ماری
اور کہا۔
"اوئے! میں تمہیں دس سال کے لیے بند کر
دوں گا"
اتنا کہنا تھا کہ ناگ کے منہ سے ایک پھنکار نکلی۔ اور وہ ایک
دم انسان سے ایک سیاہ سانپ بن گیا اور اس نے اُچھل کر
انسپکٹر سکندر کی گردن کو اپنی ——— لپیٹ میں لے لیا اور اپنا

پھن اس کے منہ کے آگے کر کے پھنکاریں مارنے لگا۔

ڈی ایس پی اپنی جگہ سے اچھل کر پیچھے ہٹ گیا۔ وہ ہکا بکا ہو کر سانپ کو دیکھ رہا تھا۔ اسنے جو کچھ دیکھا تھا اس پر اس کو اعتبار نہیں آرہا تھا۔ دوسری طرف انسپکٹر سکندر کا یہ حال تھا کہ چھڑی ہاتھ سے گر پڑی تھی۔ سارا جسم تھر تھر کانپ رہا تھا۔ چہرے کا رنگ فق تھا۔ ماتھے سے خوف کے مارے پسینہ ٹپک رہا تھا۔

موت اس کے سامنے دو انچ کے فاصلے پر اس کو اپنی سرخ انگارہ ایسی آنکھوں سے گھور رہی تھی۔ عنبر نے آگے بڑھ کر ناگ کی گردن پر ہاتھ رکھ دیا اور سانپ کی ٹوٹی پھوٹی زبان میں کہا کہ خدا کے لیے غصہ تھوک دو۔ اس شخص کو تمہارے بارے میں کچھ علم نہیں تھا ورنہ یہ ایسی غیر شائستہ حرکت کبھی نہ کرتا۔

مگر ناگ نے اپنی گردن کو جھٹک کر عنبر کا ہاتھ پرے کر دیا اور انسپکٹر سکندر کی گردن کے درمیان ڈسنے ہی والا تھا کہ عنبر نے آگے ہاتھ کر دیا۔ ناگ کے دانت عنبر کے ہاتھ پر لگے۔ عنبر نے جلدی سے ناگ کو اپنے دونوں ہاتھوں میں تھام لیا اور انسپکٹر سکندر کی گردن کو آزاد کر دیا۔ اور ناگ سے کہا۔

"ناگ اسے معاف کر دو۔ یہ تمہیں نہیں جانتا تھا۔"

انسپکٹر سکندر کی بہت بری حالت تھی۔ کاٹو تو بدن میں لہو نہیں تھا۔ زندہ لاش کی طرح کرسی پر سے گر پڑا تھا اور اپنی گردن کو ہاتھ سے بار بار سہلاتے ہوئے اس کالے سیاہ پھنیر سانپ کو دیکھ رہا تھا جو عنبر کے ہاتھ میں تھا اور جو ابھی تھوڑی دیر پہلے انسان کی شکل میں اس کے سامنے کھڑا تھا۔

ڈی ایس پی کے بھی چھکے چھوٹ گئے تھے۔ اس نے زندگی میں کبھی کسی انسان کو سانپ کی شکل بدلتے نہیں دیکھا تھا۔ اسے اپنی آنکھوں پر اعتبار نہیں آرہا تھا۔ ناگ دوبارہ انسانی شکل میں واپس آگیا۔ غصے سے اب بھی اس کی آنکھیں سرخ تھیں۔ عنبر نے اسے سمجھا بجھا کر کرسی پر بٹھا دیا اور ڈی ایس پی سے کہا۔

"جناب! آپ نے ابھی ابھی جو کچھ دیکھا وہ محض جادو اور شعبدہ بازی تھی مگر اس سے کم از کم آپ کو اتنا یقین ضرور ہو گیا ہو گا کہ میں آپ سے غلط بیانی نہیں کر رہا تھا۔ یہی وہ غیبی سانپ تھا جس نے کیپسول ٹائم بموں کو سمندر میں پھینک کر پاکستان کے قیمتی ایٹمی سامان اور انمول توپ کو تباہی سے بچایا۔ اب میں آپ سے درخواست کروں گا کہ انسپکٹر سکندر سے کہیں کہ وہ میرے ساتھی مسٹر ناگ سے اپنی

زیادتی کی معافی مانگے۔"

ڈی ایس پی نے اپنے خشک ہونٹوں پہ زبان پھیرتے ہوئے کہا۔

"ہاں ہاں ـــ میں انسپکٹر سکندر سے درخواست کروں گا کہ ـــ"

انسپکٹر سکندر اٹھ کر کرسی پہ بیٹھ گیا اور بولا۔

"مسٹر ناگ مجھ سے غلطی ہو گئی۔ میں تمہاری طاقت سے ناواقف تھا۔ مجھے معاف کر دو۔"

ناگ نے کہا۔

"چونکہ یہ ہمارے ملک پاکستان کی سلامتی کا معاملہ ہے اس لیے میں تمہیں معاف کرتا ہوں۔ آئندہ کبھی کسی اجنبی کے ساتھ ایسی بدتمیزی مت کرنا۔ کیونکہ کوئی پتہ نہیں فقیر کے لباس میں کوئی بادشاہ چھپا ہوا ہو۔"

کمرے میں گہرا سناٹا چھا گیا۔ ڈی ایس پی ابھی تک سناٹے میں تھا، انسپکٹر سکندر پہ بھی حیرت طاری تھی۔ عنبر نے خاموشی کو توڑتے ہوئے کہا۔

"ایک اور خبر آپ کو سنانی ہے ڈی ایس پی صاحب اور وہ خبر یہ ہے کہ جس چوکیدار نمبر اٹھارہ نے گودی نمبر گیارہ پہ بم رکھے تھے اور جو غیر ملکی جاسوسوں

کا یہاں ایجنٹ تھا وہ قتل کر دیا گیا ہے۔"

"وہ کیسے؟" ڈی ایس پی کا منہ کھلے کا کھلا رہ گیا۔

عنبر نے کہا۔

"مجھے ناگ نے فون پہ ہی بتا دیا تھا۔ مگر میں ناگ کا انتظار کر رہا تھا۔ کہ یہ آ کر خود آپ کو خبر سنائے لیکن یہاں آتے ہی دوسرا ڈرامہ شروع ہو گیا۔"

ناگ بولا۔

"اس چوکیدار ایجنٹ کو جاسوسوں کے گروہ کے آدمیوں نے قتل کیا ہو گا۔ کیونکہ یہ چوکیدار جس کا نمبر اٹھارہ تھا ان کے مشن کو کامیاب نہیں بنا سکا۔"

ڈی ایس پی نے اسی وقت فون کر کے پتہ کیا تو اسے معلوم ہوا کہ گودی نمبر گیارہ کے چوکیدار کی لاش میریٹ روڈ کے ایک ہوٹل میں پائی گئی ہے۔ پولیس تفتیش کر رہی ہے۔ ڈی ایس پی نے فون بند کرتے ہوئے کہا۔

"مسٹر عنبر اور مسٹر ناگ! ہم آپ دونوں کے بہت شکر گزار ہیں کہ آپ نے تخریب کاروں کی کارروائیوں کو ناکام بنا کر پاکستان کو ایک بہت بڑے نقصان سے بچا لیا۔ لیکن یہ لوگ اس شہر میں موجود ہیں اور وہ کراچی شہر سے ریلوے پلوں، ریڈیو سٹیشن اور دوسرے

اہم مقامات کو بموں سے اڑانے کی بھرپور کوشش
کریں گے "۔
انسپکٹر سکندر نے کہا۔
"ہم نے ان جگہوں پر پولیس گارڈ کی بھاری نفری
لگا دی ہے "۔
عنبر بولا۔
"لیکن تخریب کار ________ بھیس بدل کر وہاں
آئیں گے اور اس طریقے سے بم رکھ جائیں گے کہ کسی
کو پتہ بھی نہیں چلے گا "۔
ڈی ایس پی نے کہا۔
"اس سلسلے میں ضروری ہے کہ ملک دشمن جاسوسوں
کے اس گروہ کے خفیہ اڈے پر چھاپہ مارا جائے "۔
عنبر نے کہا۔
"مصیبت یہ ہے کہ ان کے خفیہ ٹھکانے کا ہمیں بھی
علم نہیں ہے اور اس گروہ کے جاسوس سارے
شہر میں پھیلے ہوئے ہیں "۔
انسپکٹر سکندر نے ناگ کی طرف دیکھ کر کہا۔
"بھائی ناگ! تمہاری اس بارے میں کیا رائے
ہے؟ "۔

ناگ نے طنزیہ انداز میں کہا۔
"کیا تم میری رائے کو اہمیت دیتے ہو؟ "
انسپکٹر بولا۔
"ناگ بھیا! لگتا ہے تم نے ابھی تک مجھے معاف نہیں کیا
یقین کرو۔ میں تمہاری شعبدہ باز[illegible] دل سے قائل ہو
گیا ہوں اور ہمیں تمہاری رائے کی اشد ضرورت
ہے "۔
ڈی ایس پی نے بھی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے کہا۔
"ہاں مسٹر ناگ! انسپکٹر سکندر ٹھیک کہہ رہا ہے "۔
ناگ پہلی بار وہاں مسکرایا اور بولا۔
"میری رائے یہ ہے کہ ہمارا کوئی آدمی جاسوسوں کے
اس گروہ میں گھسنا چاہیئے اور پھر اندر رہ کر کوشش
کرنی ہوگی کہ ان کے سارے جال کو مفلوج کر کے انہیں
ایک جگہ اکٹھا کر کے تباہ کر دیا جائے "۔
انسپکٹر سکندر نے ڈی ایس پی کی طرف دیکھا۔ ڈی ایس پی
نے کہا۔
"جب تک ہمیں ان کے ٹھکانے کا علم نہیں ہوگا ہم
اپنے آدمی کیسے وہاں بھیج سکیں گے اور پھر یہ لوگ
کسی نئے آدمی کو اپنے گروہ میں کیسے آنے دیں گے؟ "

ناگ نے جواب دیا۔
"یہی بات سوچنے والی ہے۔ اسی بات پر ہمیں غور کرنا ہوگا۔"

ڈی ایس پی نے اسی وقت گھنٹی بجا کر نوکر کو بلایا اور اسے چائے لانے کے لیے کہا، چائے آگئی تو انسپکٹر سکندر نے خود اٹھ کر سب کے لیے چائے بنائی، اس دوران وہ باتیں بھی کرتے رہے عنبر نے کہا۔

"ہمارے پاس صرف ایک ہی راستہ باقی رہ جاتا ہے کہ نمبر اٹھارہ کے ہوٹل والے فلیٹ کی تلاشی لی جائے۔ ہو سکتا ہے وہاں سے ہمیں کوئی سراغ مل جائے کہ جس کی روشنی میں ہم اس ملک دشمن گروہ تک پہنچ جائیں۔"
ڈی ایس پی نے اچھل کر کہا۔
"یہ پوائنٹ تو میں بھول ہی گیا تھا۔"
اس نے اسی وقت تھانیدار کو حکم دیا کہ گودی نمبر گیارہ کے چوکیدار کی لاش ہوٹل کے جس کمرے سے ملی ہے اسے سر بمہر کر دیا جائے اور کوئی شے اِدھر سے اُدھر نہ کی جائے۔ تھانیدار نے سلوٹ مار کر کہا۔

"جو حکم سر!"
اور تھانیدار عنبر کو گھور کر تکتا ہوا باہر نکل گیا۔ اس کی سمجھ

یں نہیں آ رہا تھا کہ اس آدمی نے ڈی ایس پی کے پاس جا کر
کیا خفیہ بات کی ہے کہ دو گھنٹے سے ڈی ایس پی صاحب کمرے
یں اس کے ساتھ بند ہیں، انسپکٹر سکندر کو بھی بلا لیا گیا ہے۔
اور سارا تھانہ چوکس کر دیا گیا ہے۔
عنبر نے کہا۔
"میرا خیال ہے اسی وقت ہوٹل پہنچ کر کمرے کی تلاشی لینی چاہیئے۔"
"اچھا خیال ہے۔"
انسپکٹر سکندر نے اٹھتے ہوئے کہا۔ ڈی ایس پی بھی فوراً اٹھ کھڑا ہوا۔ وہ کمرے سے باہر نکلے تو تھانیدار اور سپاہیوں نے کھٹاک کھٹاک سیلوٹ مارے۔ ڈی ایس پی نے کہا۔
"جہاں داد خان ——— جیپ کہاں ہے؟"

"باہر کھڑی ہے سر ———"
تھانیدار جلدی سے آگے آگے چلنے لگا۔ جیپ باہر کھڑی تھی۔ اس میں عنبر، ناگ، انسپکٹر سکندر اور ڈی ایس پی سوار ہو گئے اور ڈرائیور کو اس ہوٹل کا پورا ایڈریس بتایا جہاں سے چوکیدار کی لاش صبح ملی تھی۔
جب وہ ہوٹل کے باہر پہنچے تو دیکھا کہ اس علاقے کا تھانیدار موٹا پیٹ نکالے باہر کرسی پر بیٹھا گرم گرم سموسوں کے ساتھ

کوکاکولا پیتے ہوئے قتل کی تفتیش کر رہا تھا اور ہوٹل کے
بیروں کو لائن میں کھڑا کر کے ان سے پوچھ گچھ کر رہا تھا۔
ڈی ایس پی کی جیپ دیکھ کر اس نے جلدی سے سموسہ
جیب میں ڈالا اور کوکاکولا کی بوتل میز کے نیچے رکھ دی اور
اٹھ کر زور سے سیلوٹ مارا۔
ڈی ایس پی جیپ سے نکل کر اس کے قریب آیا اور بید
کی چھڑی تھانیدار کے باہر کو نکلے ہوئے پیٹ کے ساتھ لگا کر
کہا۔

"ملک صاحب اس توند کو ذرا کم کریں اور کچھ کام
بھی کیا کریں۔ سموسوں اور کوکاکولا سے تفتیش آگے
نہیں بڑھتی، پیٹ ضرور آگے بڑھتا ہے۔"
"جو حکم جناب ——!"
تھانیدار نے شرمسار ہو کر ایک بار پھر زور سے سیلوٹ
مارا اور اس کی جیب سے سموسہ نکل کر سڑک پر گر پڑا۔
انسپکٹر سکندر نے اس کے قریب سے گزرتے ہوئے
کہا۔

"ملک صاحب —— یہ سموسہ اٹھا لیں، ٹھنڈا ہو جائے
گا۔"

عنبر ناگ! انسپکٹر سکندر اور ڈی ایس پی ہوٹل کے اس

کمرے میں آ گئے جہاں ایجنٹ نمبر اٹھارہ قتل ہوا تھا۔ ڈی ایس پی
کے حکم سے کمرے کو لاک کر دیا گیا تھا۔ لاش مردہ خانے
بھجوا دی گئی تھی۔ کمرے کا سامان اسی طرح پڑا تھا۔ صرف بستر
کی چادر فرش کے قالین پر بچھی ہوئی تھی۔ خون کا وہاں کہیں نشان
تک نہیں تھا۔ نمبر اٹھارہ کو ڈاکٹروں کی پہلی رپورٹ کے مطابق
گلا دبا کر ہلاک کیا گیا تھا۔ مگر اس کی گردن پر کسی کی انگلیوں
کے نشان نہیں تھے۔ لگتا تھا کہ گردن پر سرہانہ رکھ کر دبا دیا
گیا تھا۔
عنبر اور ناگ انسپکٹر سکندر اور ڈی ایس پی کے ساتھ بیڈ روم
میں داخل ہو گئے یہاں الماریوں میں کچھ نہیں تھا۔ چند ایک کپڑے پڑے
تھے۔ جس جاسوس نے کالا چیتا کے حکم سے نمبر اٹھارہ کو قتل کیا
تھا وہ ٹرانسمیٹر اور کوڈ کی خفیہ زبان والی کتاب اور دوسرے
ثبوت اپنے ساتھ ہی لے گیا تھا۔ انہوں نے کمرے کی ایک ایک
شے کو الٹ پلٹ کر دیکھا مگر انہیں کوئی چیز ایسی نہ ملی جو سراغرسانی
کے سلسلے میں ان کی مدد کرتی۔
ڈی ایس پی نے ناگ کی طرف متوجہ ہو کر کہا۔
"مسٹر ناگ دشمن جاسوس تمہاری آنکھوں پر پٹی
باندھ کر اپنے خفیہ ٹھکانے پر لے گیا تھا۔ کیا تم اندازے
سے بتا سکتے ہو کہ وہ علاقہ کون سا تھا؟"

ناگ سر کھجاتے ہوئے بولا۔
"ہماری گاڑی ریلوے پُل کے مغرب کی جانب رُکی تھی۔ وہاں چمگادڑ نے میری آنکھوں پر پٹی باندھی تھی۔ اس کے بعد گاڑی کئی سڑکوں پر سے گزری۔ دو تین چوک بھی آئے"
انسپکٹر سکندر نے وہیں ٹوک کر کہا۔
"مسٹر ناگ۔ دو چوک آئے تھے یا تین۔ ذہن پر زور دے کر بتاؤ"
ناگ کچھ دیر سوچتا رہا۔ پھر بولا۔
"دو تین گول چکر آئے تھے۔ اس کے بعد گاڑی بائیں طرف گھوم پھر کر ایک ایسے کچے راستے پر آ گئی تھی جہاں زمین پر چھوٹے چھوٹے سنگریزے بچھے ہوئے تھے"
ڈی ایس پی نے کہا۔
"اس قسم کے کچے میدان تو کراچی شہر کے باہر بہت ہی ہیں۔ ناگ دماغ پر زور دے رہا تھا۔ عنبر نے پوچھا۔
"ناگ بھیا! تم نے وہاں کوئی آواز سنی تھی؟"
ناگ نے آہستہ سے انگلی اپنے ماتھے پر رگڑتے ہوئے کہا۔
"جہاں تک مجھے یاد ہے جب ہماری گاڑی کچے راستے پر جا رہی تھی اور میری آنکھوں پر پٹی بندھی تھی تو

مجھے ریل کے انجن کی آواز آئی تھی۔
ڈی ایس پی نے جلدی سے کہا۔
"یہ میدان یقیناً صدر ریلوے سٹیشن کے جنوب والا ویران علاقہ ہے"
پھر ناگ کی طرف دیکھ کر ڈی ایس پی نے کہا۔
"مسٹر ناگ! اگر ہم ریلوے پل کی مغرب کی طرف جا کر تمہاری آنکھوں پر پٹی باندھ دیں تو کیا خیال ہے تم اندازے سے وہاں پہنچ سکو گے؟"
"کوشش کروں گا" ناگ نے کہا۔
آخر میں فیصلہ ہوا کہ ناگ کی آنکھوں پر پٹی باندھ کر اسے ایک مرتبہ پھر سڑک پر سے گزارا جائے۔ وہ جیپ میں سوار ہو کر کراچی کے مشہور اور سب سے بڑے ریلوے پل کے مغرب کی طرف ایک جگہ آ کر رک گئے۔ ناگ کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی گئی۔ جیپ ڈی ایس پی خود چلا رہا تھا۔ اس نے گاڑی کو بائیں طرف موڑ دیا۔ اس کے سامنے ایک سڑک تھی جو پل کے نیچے سے گزر کر صدر کی طرف چلی گئی تھی۔
آگے ایک چوک آ گیا۔ ڈی ایس پی نے ناگ سے کہا۔
"یہ پہلا چوک آ رہا ہے"
اور وہ چوک آہستہ سے گھوما اور گاڑی کو سامنے والی سڑک

پر ڈال دیا۔ اس کے بعد پھر ایک چوک آگیا۔ وہ بھی پار کر لیا گیا۔ جب
تیسرا چوک آیا تو ڈی ایس پی نے ناگ سے کہا۔

"تیسرا چوک آ رہا ہے ناگ۔ یہاں تمہیں سوچ سمجھ کر ہمیں
بتانا ہو گا کہ گاڑی کتنی دیر بعد بائیں طرف گھومی تھی۔"

اور ڈی ایس پی نے جیپ کو آہستہ آہستہ گھما کر چوک کا گول چبوترہ
کراس کرنا شروع کیا۔ یہاں دو سڑکیں سامنے کی طرف جاتی تھیں۔
ایک سڑک پہلے آتی تھی اور دوسری سڑک بیس قدموں کے فاصلے پر
ذرا آگے تھی۔ جب انہوں نے دوسری سڑک کی طرف گاڑی کاٹی تو
ناگ نے چلا کر کہا۔

"نہیں اس سے کم وقت لگا تھا۔ کیا اس سے پہلے بھی
کوئی سڑک ہے؟"

"ہاں ہے" ڈی ایس پی نے خوش ہو کر کہا۔
ناگ بولا۔

"تو پھر گاڑی پیچھے موڑ کر دوبارہ سٹارٹ کر کے پہلے والی
سڑک کی جانب گھومیں ——"

ڈی ایس پی نے ایسا ہی کیا۔ گاڑی پیچھے لے جا کر اس نے
دوبارہ سٹارٹ کی۔ ناگ نے کہا۔

"سپیڈ ذرا نارمل رکھیں۔ اس سے تھوڑی زیادہ۔"

جیپ کی سپیڈ ذرا بڑھا دی گئی۔ اب جو ڈی ایس پی نے پہلی

والی سڑک کی طرف موڑ کاٹا تو ناگ بے اختیار بولا۔

"بالکل ٹھیک ہے۔ اتنا ہی وقت لگا تھا اس وقت اب
آگے چلیں۔"

ڈی ایس پی اور انسپکٹر سکندر دیکھ رہے تھے کہ کوئی ایک
فرلانگ کے بعد ریتلا میدان شروع ہو رہا ہے جہاں ایک طرف
ریلوے کوارٹروں کے پیچھے دور ریلوے لائنیں گزر رہی تھیں۔
اور سامنے کی طرف میدان کے پار کہیں کہیں پرانے زمانے کی
کچھ عمارتیں اور کوٹھیاں بنی ہوئی تھیں۔

جب جیپ کے ٹائروں کے نیچے چھوٹے چھوٹے سنگریزے آنے
لگے تو ناگ نے کہا۔

"یہی وہ میدان تھا۔ بالکل ایسی ہی آواز آتی تھی جب
وہ مجھے آنکھوں پر پٹی باندھ کر لے گیا تھا۔"

اچانک ایک طرف سے ریلوے انجن کی آواز سنائی دی۔ ناگ
اچھل سا گیا۔

"عنبر! خدا گواہ ہے وہ یہی جگہ تھی۔ کیا آگے کوئی کوٹھی
نظر آ رہی ہے؟"

ڈی ایس پی نے ناگ کی آنکھوں سے پٹی اتار دی۔

"اب اس کی ضرورت نہیں رہی۔ اب آگئے ہیں آنکھیں
کھول کر چلنا ہو گا۔"

ناگ نے دیکھا کہ میدان زرد رنگ کی مٹی اور سنگریزوں سے
بھرا ہوا تھا۔ ایک طرف کچھ فاصلے پر ریلوے کوارٹر اور ریلوے
لائن تھی اور میدان کے پار چند ایک پرانی طرز کی رنگ والی کوٹھیاں
نظر آرہی تھیں جہاں کہیں کہیں درختوں کے جھنڈ بھی تھے ناگ
نے کہا۔

"مجھے یقین ہے کہ ان کوٹھیوں میں سے کوئی کوٹھی ہے
جو کالا چیتا کا خفیہ ٹھکانہ ہے۔"

ڈی ایس پی نے جیپ روک لی اور کہا۔

"میں پولیس کی وردی میں ہوں اور جیپ بھی پولیس
کی ہے۔ ہمیں وہاں دیکھا جا سکتا ہے اور دشمن
ایجنٹ ہوشیار ہو جائے گا۔ پھر وہ یہاں سے فرار
بھی ہو سکتا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ ہم کوئی بھیس بدل
کر یہاں آئیں۔"

انسپکٹر سکندر بولا۔

"اچھا خیال ہے۔ واپس دفتر چلیں۔"

واپس صدر تھانے کے آفس میں آکر عنبر نے پہلے کیٹی کو
ہوٹل فون کر کے بتایا کہ پولیس اسٹیشن پر انہیں زیادہ وقت لگ جائے
گا اس لیے کوئی فکر نہ کیا جائے۔ ڈی ایس پی نے کہا۔

"مسٹر عنبر! تم چاہو تو واپس ہوٹل جا سکتے ہو ہمارے

لیے ناگ ہی کافی ہے۔ اسی نے ہماری راہ نمائی
کرنی ہے۔"

"ہاں عنبر۔ تم کیٹی کے پاس چلے جاؤ۔ میں یہاں
سے فارغ ہوتے ہی وہاں پہنچ جاؤں گا۔"

"اوکے ۔۔۔ جیسے تمہاری مرضی!"

عنبر چلا گیا۔ انسپکٹر سکندر ناگ کو دفتر کے اس کمرے میں
لے گیا جہاں پولیس جاسوس مختلف بھیس بدلا کرتے ہیں۔
یہاں فقیروں سے لے کر بادشاہ تک، ہر قسم کا نقلی لباس
اور نقلی داڑھیاں موجود تھیں۔ میک اپ کا بھی زبردست سامان
تھا۔ انسپکٹر سکندر میک اپ کرنے اور بھیس بدلنے میں ماہر تھا۔
انسپکٹر نے فوراً کام شروع کر دیا۔ ایک گھنٹے کی محنت کے
بعد اس نے ناگ کو ایسا اندھا فقیر بنا دیا کہ جس کے سفید
بال شانوں پر بکھرے ہوئے تھے اور چہرے پر جھریاں پڑی
ہوئی تھیں۔ کپڑے بوسیدہ اور پھٹے پرانے تھے اور ہاتھ میں
بھیک مانگنے والا پیالہ تھا۔ انسپکٹر نے خود بھی ایک
اندھے فقیر کا بھیس بدلا اور تھانے کے پچھلے
دروازے سے باہر نکل آیا۔ ناگ اس کے ساتھ
تھا انہوں نے ایک ایک بھرا ہوا پستول اور چھوٹا
سا وائرلیس ٹرانسمیٹر بھی ساتھ رکھ لیا تھا۔ باہر
پولیس کی جیپ میں بیٹھا ڈی ایس پی ان کا انتظار کر رہا تھا۔

کنٹرول ٹاور کو بچاؤ

ڈی ایس پی نے انسپکٹر اور ناگ کو اندھے فقیروں کے بھیس میں دیکھا اور مسکرا کر کہا۔

"ارے بابا تم لوگ کہاں آ گئے ہو؟"

انسپکٹر سکندر نے عجیب سی آواز نکال کر کہا۔

"اندھے فقیر کو کھانا کھلا
اس کا نفع خدا سے پا"

ڈی ایس پی زور سے ہنسنے لگا۔ انسپکٹر سکندر اور ناگ جیپ میں بیٹھ گئے۔ جیپ مختلف راستوں سے ہوتی ہوئی اسی ریتلے میدان میں آ گئی جہاں سے سامنے کچھ فاصلے پر پُراسرار پرانی کوٹھیاں دن کی روشنی میں صاف نظر آ رہی تھیں۔ یہاں انسپکٹر اور ناگ کو اندھے فقیروں کے لباس میں اتار دیا گیا۔ ڈی ایس پی نے کہا۔

"کوئی خطرہ ہو تو فوراً وائرلیس کر دینا۔ میں پولیس کا دستہ لے کر ریلوے لائن کے پار بیٹھا ہوں گا۔"

"او کے"، انسپکٹر سکندر نے کہا۔

اور وہ اندھے فقیروں کی طرح آہستہ آہستہ کوٹھیوں کی طرف چلنے لگے۔ انسپکٹر سکندر ایک ایسے اندھے فقیر کے بھیس میں تھا جسے کچھ نظر آتا تھا۔ ناگ نے اس کے کندھے پہ ہاتھ رکھا تھا اور ایک ایسے اندھے فقیر کی طرح پیچھے پیچھے چل رہا تھا کہ جسے کچھ نظر نہ آتا ہو۔ انسپکٹر کے ہاتھ میں ڈنڈا تھا اور ناگ کے ہاتھ میں بھیک مانگنے والا پیالہ تھا۔ ریتلا میدان عبور کر کے وہ ایک پرانی کوٹھی کے قریب سے گزرنے لگے۔ انسپکٹر سکندر آہستہ آہستہ تھوڑی دیر بعد آواز لگا دیتا تھا۔

"اندھے فقیر کو کھانا کھلا
اس کا نفع خدا سے پا"

ان کے چہرے سامنے کی طرف تھے مگر ناگ کی آنکھیں بڑی چالاکی سے گھوم پھر کر پرانی کوٹھی کا جائزہ لے رہی تھیں۔ ان کے آس پاس کوئی انسان نہیں تھا۔ انسپکٹر نے پوچھا۔

"اس کوٹھی کے بارے میں کیا خیال ہے؟"

ناگ نے کہا۔

"چمگادڑ مجھے جس گیراج میں گاڑی سمیت لے گیا تھا اس کا دروازہ بند تھا۔ اس کوٹھی کا تو کوئی گیراج ہی نہیں ہے۔ آگے چلیں۔"

انسپکٹر آگے بڑھ گیا اور بولا۔

"وہ اندھے فقیر کو کھانا کھلا
اس کا نفع خدا سے پا۔"

اس کوٹھی کے نوکروں کے کوارٹر میں سے ایک عورت ہاتھ میں آٹے سے بھرا ہوا پیالہ لے کر نکلی اور ان کے پاس آ کر بولی۔

"یہ لے بابا۔ آٹا۔"

ناگ نے اندھوں کی طرح پیالہ آگے کرتے ہوئے کہا۔

"خدا تمہارا بھلا کرے بہن۔ اس میں ڈال دو۔"

عورت نے ناگ کے پیالے میں آٹا ڈال دیا۔ انسپکٹر سکندر نے آواز لگائی اور آگے بڑھ گیا۔ کچھ فاصلے پر ایک اور کوٹھی سامنے آ گئی۔ انسپکٹر نے کہا۔

"ناگ۔ اس کوٹھی کے بارے میں کیا خیال ہے؟ غور سے دیکھو اسے۔"

اس پرانی کوٹھی میں ایک درخت اُگا ہوا تھا۔ ناگ نے کوٹھی کی طرف دیکھا اور کہا۔

"اس کوٹھی کا گیراج تو ہے مگر یہ گیراج کھلا ہے۔ اس کا دروازہ نہیں ہے۔"

"آگے چلتے ہیں۔"

اور انسپکٹر سکندر اندھے فقیروں کی آواز لگاتا آگے بڑھ گیا۔

بائیں طرف ایک غریب مزدور کا کچا مکان بنا ہوا تھا۔ اس مکان میں میں سے ایک بچہ دو روٹیاں جن پر دال ڈالی ہوئی تھی لے کر ان کے پاس آ گیا۔

"لو بابا۔ یہ کھا لو۔ میری ماں نے دی ہیں روٹیاں۔"

"خدا تمہارا بھلا کرے بیٹا۔"

انسپکٹر نے یہ کہہ کر دونوں روٹیاں پکڑ لیں اور آگے بڑھا۔ پندرہ بیس قدموں کے فاصلے پر اس علاقے کی آخری کوٹھی تھی۔ انسپکٹر نے قریب پہنچ کر ناگ سے کہا۔

"ناگ اس کوٹھی کے گیراج کا دروازہ بھی ہے۔ غور سے دیکھو۔ کیا یہ وہی کوٹھی تو نہیں؟"

ناگ نے دیکھا کہ کوٹھی کے اندر جانے والی سڑک کچی مگر ہموار تھی۔ گیراج کا دروازہ بند تھا۔ اس نے کہا۔

"خدا جھوٹ نہ بلوائے۔ مجھے تو یہی کوٹھی لگتی ہے اس کا راستہ بھی ہموار ہے۔ ہمیں یہاں ذرا فاصلے پر کسی جگہ چھپ کر اس کوٹھی کی نگرانی کرنی چاہیئے۔"

انسپکٹر نے کہا۔

"وہ سامنے جھاڑیاں ہیں۔ ان کے پیچھے بیٹھ جاتے ہیں۔"

وہ دونوں اندھے فقیر بنے کوٹھی سے کچھ دور جنگلی جھاڑیوں

کے پیچھے زمین پر بیٹھ گئے، اتنے میں ایک کار ان کے قریب
سے گزرتی ہوئی رک گئی۔ ناگ نے چونک کر آہستہ سے کہا۔
"اس میں وہی آدمی بیٹھا ہوا ہے۔"
انسپکٹر نے بلند آواز میں ناگ سے باتیں شروع کر دیں۔
"سائیں بابا۔ آج ہماری قسمت میں دال اور دو
روٹیاں لکھی تھیں۔ یہ لو۔ خدا کا شکر ادا کر کے کھانا
شروع کرو۔"
ناگ نے فقیروں ایسی آواز نکال کر کہا۔
"جس نے دیا اس کا بھی بھلا۔ جس نے نہیں دیا
اس کا بھی بھلا ـــ خدا کا شکر ہے بابا۔"
وہ یہ ظاہر کر رہے تھے کہ جیسے اس نے کسی کار کو
وہاں رکتے نہیں دیکھا۔ کار میں چمگادڑ بیٹھا تھا۔ وہ اپنے
خفیہ ٹھکانے کے سامنے دو فقیروں کو دیکھ کر ادھر آگیا تھا
کہ یہ لوگ یہاں کیوں بیٹھے ہیں۔ اس نے آتے ہی کہا۔
"یہاں کیا کر رہے ہو تم لوگ؟"
انسپکٹر سکندر نے منہ اٹھا کر بڑی عاجزی سے کہا۔
"بابا لوگ۔ ہم اندھے فقیر ہیں۔ مجھے تو پھر بھی کچھ کچھ
نظر آتا ہے۔ میرا بھائی تو بالکل نابینا ہے۔ بھیک مانگتے
پھر رہے تھے۔ بھوک لگی۔ یہاں دال روٹی لے کر بیٹھ

گئے ہیں بابا ـــ خدا تمہارا بھلا کرے۔"
ناگ نے چمگادڑ کو پہچان لیا تھا۔ مگر اپنی آنکھیں اس نے
اندھوں کی طرح اوپر چڑھا رکھی تھیں۔ حلق سے پھٹے ہوئے بانس
ایسی آواز نکال کر بولا۔
"اندھے فقیر کو کھانا کھلا
اس کا نفع خدا سے پا۔"
ناگ اور انسپکٹر نے اتنی مہارت سے بھیس بدل رکھا تھا
اور ایسی غضب کی اداکاری کر رہے تھے کہ چمگادڑ ایسا تجربہ
کار جاسوس بھی دھوکہ کھا گیا۔ اس کے علاوہ یہ بھی تھا
کہ اسے کبھی وہم بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ پولیس اس کے خفیہ
ٹھکانے تک پہنچ سکتی ہے۔ کیونکہ نمبر اٹھارہ کو انہوں نے
ہلاک کر دیا تھا اور ناگ کو وہ آنکھوں پر پٹی باندھ کر وہاں
تک لایا تھا۔ باقی کسی جاسوس کو بھی خفیہ ٹھکانہ نہیں دکھایا
گیا تھا۔ اس نے ڈانٹ کر کہا۔
"یہاں سے اٹھو۔ یہ کوئی پارک نہیں ہے۔ جاؤ
کہیں اور جا کر بیٹھو۔ چلو۔"
انسپکٹر سکندر اور ناگ روٹیاں سنبھالتے اٹھ کھڑے ہوئے۔
ناگ نے کہا۔
"خدا تمہارا بھلا کرے بابا۔ ہم فقیر ہیں۔ کہیں اور چلے

جاتے ہیں۔ خدا خوش رکھے ——"

"اندھے فقیر کو کھانا کھلا

اس کا نفع خدا سے پا ——"

اور انسپکٹر سکندر اور ناگ وہاں سے اٹھے اور لنگڑا کر چلتے ہوئے ریلوے لائن کی طرف روانہ ہو گئے۔ ناگ نے انسپکٹر سے کہا۔

"ذرا اسی گردن گھما کر کسی طریقے سے دیکھیں کہ کار اسی کوٹھی میں جا رہی ہے"

انسپکٹر سکندر آخر تجربہ کار جاسوس تھا۔ اس نے اپنے ہاتھ میں پکڑا ہوا ڈنڈا نیچے پھینک دیا۔ پھر اسے اٹھانے کے لیے جھکا اور اپنے بازوؤں کے نیچے سے اس نے دیکھا کہ کار اسی کوٹھی کے گیراج میں داخل ہو رہی تھی۔

"ہاں ناگ۔ کار اسی کوٹھی میں جا رہی ہے۔ کیا یہ وہی چمگادڑ تھا؟"

"ہاں انسپکٹر۔ یہ وہی آدمی تھا۔ میں اسے کبھی نہیں بھول سکتا۔ اسی نے میری آنکھوں پر پٹی باندھی تھی اور یہی مجھے اس کوٹھی میں لے کر گیا تھا۔ مگر اس کی کار وہ نہیں ہے۔"

"کار اس نے تمہارے فرار کے بعد بدل دی ہو گی"

"اب کیا خیال ہے؟" ناگ نے سوال کیا۔

انسپکٹر بولا۔

"مجھے یقین ہے کہ ان کا سرغنہ کالا چیتا اسی کوٹھی کے تہہ خانے میں ہو گا۔ ہم اسی وقت پولیس ساتھ لے کر چھاپہ مار سکتے ہیں"

ناگ نے کہا۔

"یہ ہماری سب سے بڑی غلطی ہو گی۔ اس طرح سے ہم نہ چمگادڑ کو پکڑ سکیں گے نہ اس خطرناک ملک دشمن گروہ کا سرغنہ ہمارے ہاتھ آئے گا۔ دونوں زہریلا کیپسول چبا کر خودکشی کر لیں گے اور جو تخریب کار جاسوس اس شہر میں پھیلے ہوئے ہیں وہ بھی ہماری گرفت سے نکل جائیں گے اور تخریبی کارروائیاں کرتے رہیں گے۔"

پھر اس نے انسپکٹر کی طرف دیکھ کر کہا۔

"انسپکٹر سکندر۔ تم یہ بھول گئے ہو کہ ہمارا واسطہ معمولی جرائم پیشہ لوگوں یعنی ڈاکوؤں اور قاتلوں سے نہیں ہے بلکہ ایک خطرناک جاسوسوں کے گروہ سے ہے جس کو ہمارے دشمن ملک نے یہاں خوفناک تخریبی کارروائیاں کرنے، پل اڑانے، ایٹمی بجلی گھروں کو تباہ کرنے کے لیے بھیجا ہے فوجی ٹھکانوں کو دھماکے سے اڑانے کے

"یہاں سے جلدی سے نکل چلو خان جی"

انسپکٹر اور ناگ تیزی سے جیپ کے پیچھے جا کر بیٹھ گئے اور انہوں نے اپنے سر نیچے کر لیے۔ انہیں خیال تھا کہ کہیں چمگادڑ انہیں دوربین سے نہ دیکھ رہا ہو۔ ڈی ایس پی نے خاص آواز سے سیٹی بجائی اور جیپ سٹارٹ کر کے تیزی سے اس علاقے سے نکل کر شہر کو جانے والی بڑی شاہراہ پر آ گیا۔ سپاہی بھی ایک ایک کر کے چھپے ہوئے ٹھکانوں سے نکل کر چھپتے چھپاتے سڑک پر آ گئے اور دور درختوں میں کھڑے ٹرکوں میں بیٹھ کر تھانے کی طرف روانہ ہو گئے۔

O

شام ہو گئی تھی۔ ناگ نے دوسرے روز ملنے کا وعدہ کیا اور اپنے کپڑے پہنے، اندھے کا میک اپ اتار کر پاپوش نگر والے سندباد ہوٹل کی طرف چل دیا۔ عنبر کو جا کر اس نے سارا واقعہ سنایا اور بتایا کہ اس نے چمگادڑ کا خفیہ ٹھکانہ تلاش کر لیا ہے۔

ماریا نے کہا۔

"پھر تو میں اس کوٹھی کے اندر گھوم پھر کر سارا حال معلوم کر سکتی ہوں کہ وہاں کون کون رہتا ہے۔ کیا ہوتا ہے اور کالا چیتا اصل میں کون ہے"

ناگ بولا۔

لیے بھیجا ہے۔ ان کے جاسوس اس شہر کے سرکاری محکموں میں گھسے ہوئے ہیں۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ان دونوں کے ساتھ ساتھ ان سب جاسوسوں کو بھی ایک دم سے پکڑ لیا جائے"

انسپکٹر سکندر نے ریلوے لائن کے قریب پہنچ کر کہا۔

"تم ٹھیک کہتے ہو ناگ۔ مگر اس کے لیے ہمیں کوئی بہت زبردست اسکیم بنانی پڑے گی"

"یہی میرا بھی خیال ہے۔ ہم اس اعتبار سے کامیاب ہو گئے ہیں کہ ہم نے اس خطرناک گروہ کا خفیہ اڈہ دیکھ لیا ہے۔ یہی وہ کوٹھی ہے جس کے تہہ خانے میں اس گروہ کا لیڈر کالا چیتا بیٹھتا ہے اور حکم چلاتا ہے۔ اب ہمیں کوئی ایسی اسکیم سوچنی ہو گی کہ جس پر عمل کر کے ہم اس گروہ کے اندر داخل ہو جائیں"

باتیں کرتے وہ ریلوے لائن کے پار درختوں میں پہنچ گئے جہاں ڈی ایس پی پولیس کے بھاری دستے کو اِدھر اُدھر چھپائے خود جیپ میں بیٹھا تھا۔ وہ دونوں "اندھوں" کو اپنی طرف آتا دیکھ کر وہ جلدی سے ان کے قریب آیا اور بولا۔

"مشن کیسا رہا؟"

انسپکٹر سکندر نے کہا۔

"یہ تو درست ہے ۔ مگر تم کو شاید یہ یاد نہیں رہا کہ تم
آج سے تین ہزار سال پہلے کے فرعون مصر کے زمانے
میں نہیں بلکہ ۱۹۸۵ء کے جدید سائنسی دور میں چل پھر
رہی ہو اور یہ زمانہ سائنس کی ترقی اور عروج کا زمانہ
ہے ، اگر چگادڑ اپنی گاڑی میں ایسا ریڈار ڈائیل لگا
سکتا ہے جس پر کسی غیر آدمی کی جسمانی لہریں ظاہر
ہو جاتی ہیں تو اس کے کمانڈر لیڈر کالا چیتا نے بھی اپنے
خفیہ ٹھکانے میں ایسے سائنسی آلات یا کوئی ریڈار ضرور لگا رکھا
ہو گا جو تمہاری موجودگی کو ظاہر کر دے گا"
ماریا نے کہا ۔
"یہ خطرہ تو مول لینا ہی ہو گا"
عنبر کہنے لگا ۔
"مگر اس میں خطرہ بھی ہے ماریا ۔ کیونکہ ہم ابھی ابھی
۱۹۸۵ء کے زمانے میں داخل ہوئے ہیں ۔ ہمیں ابھی تک
کچھ معلوم نہیں کہ اس زمانے کی سائنس نے کس قدر
ترقی کر لی ہے ۔ ہو سکتا ہے کالا چیتا کے پاس کوئی
ایسی الیکٹرانکس ڈسک ہو جو تمہارے نظر نہ آنے
والے جسم کو جکڑ کر رکھ دے کیونکہ اتنا مجھے احساس
ہے کہ یہ زمانہ ایٹمی توانائی اور الیکٹرانکس کا ہے اور

اس زمانے میں ایسی ایسی باتیں ہو رہی ہیں کہ ہمارے
طلسمی اور جادو کے زمانے میں نہیں ہوا کرتی تھیں"
ناگ نے کہا ۔
میں ماریا کو مشورہ دوں گا ۔ کہ وہ ہمارے ساتھ
وہاں نہ جائے ۔"
کیٹی کہنے لگی ۔
"تم اکیلے اتنے خطرناک گروہ کو کیسے گرفتار کرو گے ۔
ان کے سائنسی آلات کی لہریں تمہیں بھی تو جکڑ سکتی ہیں ۔
اس لیے میری رائے یہ ہے کہ ماریا کو تمہاری حفاظت
کے لیے ساتھ جانا چاہیئے"
ماریا جھٹ بولی ۔
"یہی تو میں بھی کہہ رہی ہوں ۔ اگر کوئی خطرہ ہو گا تو میں
وہاں سے نکل آؤں گی"
عنبر نے کہا ۔
"مگر پہلے یہ تو طے ہو جانے کہ ناگ یا میں کالا چیتا کے
خفیہ ٹھکانے پر کس شکل میں ، کس بھیس میں جائیں گے"
سند باد ہوٹل کے کمرے میں چاروں صدیوں کے دوست
دیر تک اس بات پر غور کرتے رہے ۔ ماریا نے کہا ۔
"میرا خیال ہے کہ اس سے پہلے کہ ناگ وہاں جائے

پہلے میں اس پُراسرار کوٹھی میں جاکر ایک جائزہ لے
آؤں کہ وہاں کیا کچھ ہو رہا ہے ۔“
ناگ اور کیٹی نے کوئی جواب نہ دیا۔ عنبر نے آہستہ سے کہا۔
”میں اس تجویز کے حق میں ہوں ۔“
آخر ماریا کی تجویز منظور کر لی گئی اور یہ طے پایا کہ صبح ہونے سے
پہلے پہلے رات کی تاریکی میں ناگ ماریا کو اپنے ساتھ لے کر ملک
دشمن جاسوسوں کے خفیہ ٹھکانے تک جائے۔ ماریا اندر چلی
جائے اور ناگ باہر کسی جگہ چھپ کر اس کی واپسی کا انتظار کرے۔
چنانچہ جب رات کے گیارہ بج گئے اور رات کچھ گہری ہو گئی
تو ناگ نے ماریا کو ساتھ لیا اور ایک ٹیکسی میں بیٹھ کر کالا چیتا کے
خفیہ اڈے کی طرف روانہ ہو گیا۔ راستے میں اس نے ماریا سے
کوئی بات نہ کی۔ کیونکہ ڈرائیور وہاں موجود تھا۔ اگر وہ ماریا سے
کوئی بات کرتا تو ڈرائیور ضرور اُسے کوئی پاگل آدمی سمجھ کر ٹیکسی
سے نیچے اتار دیتا۔ کہ یہ شخص تو ہوا سے باتیں کر رہا ہے۔
ریلوے لائن کے قریب پہنچ کر ناگ نے ٹیکسی چھوڑ دی۔ اب
وہ ماریا کے ساتھ اس ویران اور تاریک ریتلے میدان کی طرف
جا رہا تھا جس کے کنارے پر کالا چیتا کی پرانی کوٹھی تھی۔ ایک
جگہ جھاڑیوں کے قریب پہنچ کر ناگ نے چند قدموں کے فاصلے
پر تاریکی میں ڈوبی ہوئی پراسرار کوٹھی کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

”سامنے والی کوٹھی کالا چیتا کی ہے۔ دھیان سے اندر جانا۔
تہہ خانے کو راستہ گیراج کے اندر سیڑھیوں سے جاتا ہے۔
میں سانپ بن کر تمہارے ساتھ جا سکتا ہوں۔ مگر میں
یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ کسی غیر آدمی یا سانپ کی موجودگی
کا وہاں کیا اثر ہوتا ہے۔ تم جلدی واپس آنے کی کوشش
کرنا۔“
ماریا چلی گئی تو ناگ پستول ہاتھ میں لے کر جھاڑیوں کی اوٹ
میں چھپ کر بیٹھ گیا۔ ماریا اندھیری فضا میں زمین سے تین فٹ بلند ہو
کر تیرتی ہوئی پُراسرار کوٹھی کے گیراج کے پاس پہنچ گئی۔ کوٹھی
کے برآمدے میں ایک دھیما سا بلب روشن تھا جس کی روشنی
بہت ناکافی تھی۔ چاروں طرف ایک ویرانی چھائی تھی۔ سارا ماحول
آسیبی لگتا ہے۔ جیسے کوٹھی پر جن بھوتوں کا قبضہ ہو۔ ماریا گیراج
کے بند دروازے میں سے گزر کر اندر گئی تو دیکھا کہ ایک کار کھڑی
ہے اور سامنے سیڑھیاں نیچے جاتی ہیں۔ ماریا سیڑھیاں اتر کر ایک
دروازے پر آ گئی جو دوسری طرف سے بند تھا۔ ماریا اس دروازے
سے بھی نکل گئی۔“
اس بند دروازے میں سے گزرتے وقت ماریا کے جسم کی
شعاعوں کو ایک زبردست جھٹکا لگا۔ اگر ماریا کا جسم ظاہر اور
نظر آنے والی حالت میں ہوتا تو وہ اسے برداشت نہیں کر سکتی

تھی۔ چونکہ وہ غیبی حالت میں تھی اس لیے وہ بے ہوش
ہونے سے بچ گئی مگر اس کے باوجود اس کے جسم کی لہروں
نے اسے فرش سے پانچ فٹ اوپر اچھال دیا تھا۔ یہ جھٹکا ان الیکٹرو
مقناطیسی شعاعوں کی وجہ سے ہوا تھا جو دروازے کے آگے
آمنے سامنے گزر رہی تھیں اور جو دونوں جانب دیوار میں
لگے ہوئے ایک خفیہ مائیکرو ساکٹ سے نکل رہی تھیں۔

ادھر ماریا کو الیکٹرو مقناطیسی شعاعوں سے ٹکرانے کے
بعد جھٹکا لگا۔ اُدھر اسی کوٹھی کے تہہ خانے میں بیٹھے چمگادڑ
اور کالا چیتا کو فوراً خبر ہو گئی کہ کوئی جاندار شے دروازے
میں سے اندر داخل ہو گئی ہے۔

دونوں ملک دشمن جاسوس تخریب کار تہہ خانے میں کراچی
کے اہم پلوں، سرکاری عمارتوں، ہوائی اڈے اور فوجی ٹھکانوں
کا نقشہ میز پر سامنے پھیلائے بیٹھے تھے اور غور کر رہے تھے
کہ کراچی ایئرپورٹ کے کنٹرول ٹاور کو بم سے اُڑانے کے
لیے کس ایجنٹ کی ڈیوٹی لگائی جائے کہ دیوار میں لگے
ہوئے الیکٹرو ساکٹ میں خطرے کا سرخ بلب روشن ہو گیا۔

کالا چیتا ایک دم چونک کر بولا۔

"کوئی اندر آگیا ہے۔"

انہوں نے جلدی سے نقشہ لپیٹ کر میز کے نیچے خفیہ دراز

میں رکھا اور پستول نکال کر تہہ خانے سے نکل کر اوپر ہال
کمرے میں آ گئے۔ یہاں ماریا ایک کونے میں کھڑی سوچ
رہی تھی کہ اسے کس طرف جانا چاہیئے کہ اس نے دو آدمیوں
کو ایک خفیہ دروازے سے نکلتے دیکھا۔ چمگادڑ کو اس نے
پہچان لیا۔ اس کے ساتھ ایک اونچا لمبا چوڑے شانوں والا
آدمی بھی تھا جس نے اپنے چہرے پر چیتے کا نقاب پہن رکھا
تھا۔ دونوں کے ہاتھوں میں پستول تھے۔

ماریا سمجھ گئی کہ یہی اس خطرناک پاکستان دشمن گروہ کا سرغنہ
کالا چیتا ہے۔

کالا چیتا اور چمگادڑ دروازے کی طرف لپکے۔ انہوں نے
ہال کمرے کی لائٹ روشن کر دی۔ وہ اِدھر اُدھر تلاش کرنے
لگے کہ اندر کون داخل ہوا تھا۔ جب انہیں کمرے میں کوئی انسان
دکھائی نہ دیا تو کالا چیتا نے چمگادڑ سے کہا۔

"یہ کیا معمہ ہے؟ الیکٹرو مقناطیسی شعاعیں جھوٹ
نہیں بول سکتیں۔ اندر ضرور کوئی داخل ہوا ہے۔"

چمگادڑ نے کہا۔

"تو پھر وہ کہاں ہے؟ یہاں تو سوائے ہم دونوں
کے اور کوئی نہیں ہے باس۔"

"یہی تو میں حیران ہوں۔" کالا چیتا نے کہا۔

اچانک چمگادڑ بولا۔

"باس! کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ یہ اس شعبدہ باز مسٹر ناگا کی کارستانی ہو"

"وہ کیا کارستانی کر سکتا ہے؟" کالا چیتا نے پوچھا۔

چمگادڑ بولا۔

"وہ ایک شعبدہ باز ہے اور آپ کو بھی معلوم ہے کہ وہ شعبدہ بازی کے ذریعے سانپ بن جاتا ہے"

کالے چیتے نے کہا۔

"اگر وہ سانپ بن کر بھی داخل ہوا ہو تو مقناطیسی شعاعیں اسے ایک سیکنڈ میں ہلاک کر سکتی تھیں۔ اس وقت تو کوئی ایسا انسان یا اس کا ہیولا اندر داخل ہوا ہے کہ جس پر مقناطیسی شعاعوں کا بھی اثر نہیں ہوا۔ ورنہ یہاں اس کی لاش ضرور موجود ہوتی"

ماریا خاموش کھڑی ان کی باتیں سن رہی تھی۔ چمگادڑ نے کہا۔

"کیا اس وقت بھی مقناطیسی برقی شعاعیں زندہ ہیں؟ یہ دیکھنا چاہیے"

چمگادڑ نے میز پر سے ایک کاغذ اٹھا کر بند دروازے کی طرف پھینکا۔ کاغذ جونہی دروازے سے آگے گزرنے والی الیکٹرو مقناطیسی شعاعوں سے ٹکرایا اس کو آگ لگ گئی۔

"شعاعیں زندہ ہیں" کالے چیتے نے کہا۔ "سوال یہ ہے کہ ایسی کون سی شے اندر داخل ہوئی ہے کہ جس کو آگ بھی نہیں لگی اور اس کی لاش بھی یہاں پر نظر نہیں آرہی"

چمگادڑ کہنے لگا۔

"باس ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ کوئی مکھی یا مچھر اڑتا ہوا ان شعاعوں سے جا ٹکرایا ہو"

کالا چیتا کچھ سوچنے لگا۔ پھر بولا۔

"میرا خیال ہے ایسی ہی ہوا ہوگا ورنہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ کوئی انسان یا سانپ ان شعاعوں سے ٹکرائے اور اس کی جلی ہوئی لاش یہاں پر موجود نہ ہو"

چمگادڑ نے کہا۔

"میرا خیال ہے ہمیں اپنا کام دوبارہ شروع کر دینا چاہیے یہ کسی مچھر یا مکھی کی کارستانی معلوم ہوتی ہے"

"اوکے ـــــ آؤ میرے ساتھ"

کالا چیتا خفیہ دروازے کی طرف بڑھا۔ چمگادڑ بھی اس کے پیچھے پیچھے تھا۔ اس نے ہال کمرے کی بڑی روشنی بجھا دی تھی۔ اب ماریا بھی ان کے ساتھ ہی دوسرے کمرے میں داخل ہو گئی۔ آگے سیڑھیاں تہہ خانے میں اتر گئیں تھیں۔

چمگادڑ اور کالا چیتا میز کے گرد کراچی کا نقشہ کھول کر بیٹھ
گئے۔ کالا چیتا نے ایک جگہ سرخ پنسل سے نشان لگا کر کہا۔
"یہ ہے کراچی ایئر پورٹ کا کنٹرول ٹاور۔ میں چاہتا
ہوں کہ نمبر سات کی ڈیوٹی لگادی جائے کہ وہ کل آدھی
رات کے بعد اسے بم سے اڑادے۔ اگر وہ اس مشن
میں ناکام رہا تو اِسے بھی نمبر اٹھارہ کی طرح قتل کر دیا
جائے۔ او کے؟"
"او کے باس"، چمگادڑ بولا۔ "نمبر سات ہمارا قابلِ اعتبار
ایجنٹ ہے اور وہ کنٹرول ٹاور تک بڑی آسانی سے
پہنچ سکتا ہے کیونکہ وہ ایئر پورٹ کنٹین میں بیرا ہے
اور وہ چائے لے جانے کے بہانے کنٹرول ٹاور میں
داخل ہو سکتا ہے"
کالا چیتا بولا۔
"ٹھیک ہے۔ لیکن میری بات یاد رکھنا۔ اگر وہ ناکام
رہا تو اسے زندہ نہ چھوڑا جائے۔ پہلے ہی ہمارے
دو ٹارگٹ ناکام ہو چکے ہیں۔ کوئی پر اسرار طاقت۔
ہو سکتا ہے وہ مسٹر ناگا کا غیبی سانپ ہی ہو۔ یہ طاقت
ہمارے کیپشول بموں کو اصل ٹھکانے سے اٹھا کر ٹارگٹ
سے دور پھینک دیتی ہے۔ یہ ہماری دشمن طاقت ہے۔

ہمیں اس سے چوکس رہنا ہو گا اور اس کا مقابلہ
بھی کرنا ہو گا"
چمگادڑ نے کہا۔
"باس آپ فکر نہ کریں۔ اِس بار کوئی پر اسرار طاقت ہمارے
راستے میں رکاوٹ نہ بن سکے گی۔ ہم کیپشول بم میں الیکٹرو
مقناطیسی شعاعیں فیڈ کر دیں گے۔ اگر کسی نے اسے لوہے
کی شے سے چمٹنے کے بعد ہاتھ لگا کر اتارنا چاہا تو وہ
جھٹکے سے ہلاک ہو جائے گا"
"یہ اچھی بات ہے۔ اس بار کیپشول بم میں الیکٹرو مقناطیسی
شعاعیں فیڈ کرنا مت بھولنا۔"
"او کے باس"
کالا چیتا بولا۔
"اب تم جا کر آرام کرو۔ اور سنو۔ ابھی تم اسی جگہ
رہو گے۔ تمہیں باہر کسی جگہ فلیٹ لے کر رہنے کی ضرورت
نہیں۔ اس میں خطرہ ہے۔ کیونکہ مسٹر ناگا اور عنبر ران دونوں
شعبدہ بازوں نے تمہاری شکل دیکھی ہوئی ہے۔ وہ
تمہیں نقصان پہنچا سکتے ہیں"
چمگادڑ نے اٹھتے ہوئے نقشہ لپیٹ دیا اور بولا۔
"جب تک ہم کراچی شہر کی تمام اہم جگہوں کو بم سے

نہیں اڑا دیتے۔ میں یہیں رہوں گا،،
کالا چیتا کہنے لگا۔

"ہمارے ملک سے مجھے سخت وارننگ آئی ہے کہ میں ابھی تک پہاڑی والی توپ اور پاکستان کے ایٹمی گودام کو تباہ کیوں نہیں کر سکا۔ اس لیے ہمیں تیزی سے اپنی کارروائیاں شروع کر دینی ہوں گی۔ اگر ہم بار بار ناکام ہوتے رہے تو ہمارے ملک سے دوسرا کوئی خونی جاسوس آ کر ہمیں ہلاک کر دے گا،،
چمگادڑ نے کہا۔

"باس کالا چیتا! اس بار ہم ہرگز ناکام نہیں ہوں گے آپ بالکل بے فکر ہو جائیں۔ اس دفعہ یہ کام میں اپنی نگرانی میں کروں گا،،

"مگر تمہیں موقع واردات پر بھیس بدل کر جانا ہو گا،،

"ایسا ہی کروں گا باس۔ او کے۔ گڈ نائیٹ!،،

یہ کہہ کر چمگادڑ تہہ خانے سے چلا گیا۔ کالا چیتا کچھ دیر وہاں بیٹھا جیب سے ڈائری نکال اس پر سرخ پنسل سے نشان لگاتا رہا۔ پھر وہ بھی تہہ خانے سے نکل کر اپنے بیڈ روم میں جا کر کپڑے بدلنے اور سونے کی تیاریاں کرنے لگا۔

ماریا اوپر ہال کمرے میں آ گئی۔ اب اس نے گیراج کو

جانے والے بند دروازے میں سے گزرنے کا خطرہ مول نہ لیا۔ تاکہ یہ لوگ پھر ہوشیار نہ ہو جائیں۔ وہ ساتھ والی دیواریں سے گزر گئی اور سیڑھیوں میں آ گئی۔ یہاں سے وہ گیراج میں پہنچی اور گیراج کے بند دروازے میں سے نکل کر باہر کھلی فضا میں آ گئی۔

کراچی کے آسمان پر ستارے کھلے ہوئے تھے اور رات خاموش تھی۔ ماریا جھاڑیوں کے پاس آئی جہاں ناگ پستول لیے بیٹھا تھا۔ اس نے ناگ کو ساری کہانی سنائی اور کہا۔

"ناگ! اچھا ہوا تم میرے ساتھ نہیں گئے ورنہ بند دروازے کی الیکٹرو مقناطیسی شعاعیں تمہیں ہلاک کر سکتی تھیں،،

"اس کا مطلب ہے کہ ہم میں سے کوئی کالے چیتے کے تہہ خانے میں داخل نہیں ہو سکتا،،

"ایسا ہی لگتا ہے،، ماریا نے کہا۔
ناگ کہنے لگا۔

"تو کل رات یہ لوگ کراچی ایئرپورٹ کے کنٹرول ٹاور کو تباہ کرنے کا منصوبہ بنا رہے ہیں،،

"منصوبہ بن چکا ہے ناگ بھیا،، ماریا نے کہا۔ "اب ہمیں اس ایجنٹ نمبر سات کی نگرانی کرنی ہو گی جو ائیرپورٹ

پر بیرا ہے اور جس نے کیپشول بم خفیہ طریقے سے کنٹرول
ٹاور میں کسی جگہ لگانا ہے،،
ناگ بولا۔

"اس بم کو تم لوہے سے الگ کر سکو گی؟ اس میں الیکٹرو
مقناطیسی شعاعیں ہوں گی"
ماریا نے کہا۔

"میں ان شعاعوں کا جھٹکا برداشت کر چکی ہوں مجھے کچھ
نہیں ہو گا"

ناگ نے خیال ظاہر کیا کہ کیوں نہ ہم انسپکٹر سکندر اور ڈی
ایس پی کو اطلاع کر کے ایجنٹ نمبر سات کو ہوٹل کی کینٹین سے
گرفتار کر لیں۔ ماریا نے کہا۔

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا۔ اس کا کام کوئی
دوسرا ایجنٹ پورا کر لے گا"

دونوں واپس عنبر اور کیٹی کے پاس آ گئے۔ ان کو بھی
ساری صورت حال سے باخبر کیا گیا تو عنبر نے بھی یہی مشورہ
دیا کہ ائیرپورٹ کی کینٹین کے بیرے کی شناخت کے بعد نگرانی
کی جائے۔ ماریا نے کہا۔

"اس کی شناخت تو اسی وقت ہو سکے گی جب وہ ائیرپورٹ
کے کنٹرول ٹاور میں بم لگائے گا۔ اور جب میں نے

وہاں سے بم کیپشول نکال کر ایک بار پھر کسی ویرانے
میں دور لے جا کر پھینک دیا تو کالا چیتا نمبر سات کو قتل
کروا دے گا"
ناگ نے کہا۔

"ہم نمبر سات ایجنٹ کو بم لگانے کے فوراً بعد گرفتار
کر لیں گے اور پولیس اسے اپنی حراست میں لے جا
کر پوچھ گچھ کرے گی"
عنبر کہنے لگا۔

"وہ گرفتار ہوتے دیکھ کر زہر کا کیپشول نگل کر
فوراً خودکشی کر لے گا۔ اس وقت ہماری سب سے بڑی
دردسری یہ ہے کہ شہر میں جتنے ملک دشمن جاسوس
پھیلے ہوئے ہیں ان کو کسی اسکیم کے تحت کالا چیتا
کے خفیہ اڈے پر جمع کیا جائے اور پھر ان سب
کو چھاپہ مار کر گرفتار کر لیا جائے۔ صرف اسی صورت
میں ان سب کا صفایا ہو سکتا ہے۔ ایک ایک کو پکڑنے
سے کچھ نہیں ہو گا۔ اوّل تو ہمارے ہاتھ آنے سے
پہلے ہی خودکشی کر لیں گے۔ اور اگر کوئی ہاتھ آ بھی گیا
تو وہ کچھ نہیں بتائے گا۔ اور باقی جاسوس اسی
طرح دندناتے پھرتے رہیں گے اور تخریبی کارروائیاں
جاری رکھیں گے"

ناگ نے کیٹی کی طرف دیکھ کر کہا۔

"کاش اس وقت تمہاری چٹکی میرے کام آسکتی۔ پھر تم آسانی سے ان جاسوسوں میں سے کسی کی شکل اختیار کر کے ان میں گھس کر انہیں گرفتار کروا سکتی تھیں"۔

کیٹی نے کانوں پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"خدا مجھے چٹکی جن سے بچائے۔ اوّل تو میری چٹکی میں کوئی اثر ہی نہیں رہا اور اگر اثر آ بھی جائے تو کچھ معلوم نہیں کہ میری شکل کیا سے کیا بن جائے۔ اس لیے اس بات کو تو بھول جائیں اور کوئی دوسری ترکیب سوچیں"۔

عنبر کہنے لگا۔

"صبح اٹھتے ہی پہلا کام تو یہ کرنا ہو گا کہ ڈی ایس پی اور انسپکٹر سکندر کو جا کر خبر دینی ہو گی کہ دشمن نے رات کو ائیر پورٹ کنٹرول ٹاور کو تباہ کرنے کا منصوبہ بنایا ہے"۔

ناگ نے کہا۔

"اس طرح تو ایجنٹ نمبر سات ہوشیار ہو جائے گا۔ کیونکہ پولیس وہاں سیکورٹی کا انتظام سخت کر دے گی اور نمبر سات ہمارے ہاتھ نہ آسکے گا۔ ہمیں کسی کو خبر نہیں دینی چاہیئے اور ماریا کو اور مجھے کنٹرول ٹاور

کے ارد گرد رہ کر نمبر سات کو اس وقت شناخت کرنا چاہیئے جب وہ کنٹرول ٹاور میں کسی جگہ بم لگا رہا ہو۔ یہ کام ماریا بڑی اچھی طرح سے کر سکتی ہے۔ کیونکہ اس کو تو کوئی نہیں دیکھ سکے گا اور وہ کنٹرول ٹاور میں چل پھر کر نگرانی کر سکے گی"۔

ماریا اور کیٹی نے بھی ناگ کی تجویز کو پسند کیا اور یہی رائے دی کہ بم کو کنٹرول ٹاور سے دور لے جا کر پھینکنے کے بعد پولیس کو اطلاع دی جائے"۔

"نمبر سات ایجنٹ کی شناخت تو ہو چکی ہو گی۔ پھر ہم اسے بڑی آسانی سے گرفتار کروا دیں گے"۔

سب نے اس تجویز کو منظور کر لیا اور اپنے کمرے میں جا کر لیٹ گئے۔

دوسرے روز انسپکٹر سکندر نے ناگ کو لانے کے لیے جیپ بھیج دی۔ پولیس ہیڈ کوارٹر میں انسپکٹر سکندر نے ناگ کے ساتھ ملک دشمن عناصر کو پکڑنے کے لیے مشورہ شروع کر دیا۔ ناگ نے جان بوجھ کر انسپکٹر کو نہ بتایا کہ آج رات کو دشمن جاسوس ایئر پورٹ کے کنٹرول روم کو بم سے اڑانے والے ہیں۔ کیونکہ انسپکٹر سکندر یا پولیس ناگ عنبر کی کوئی مدد نہیں کر سکتی تھی۔ بلکہ الٹا وہ ایجنٹ نمبر سات کو خبردار کر دیتی اور ہو سکتا ہے وہ بم لگانے کا پروگرام ملتوی کر دیتا۔

کچھ دیر انسپکٹر سکندر سے باتیں کرنے کے بعد ناگ واپس اپنے ہوٹل میں آگیا۔ اب وہ سب رات ہونے کا انتظار کرنے لگے۔ کیونکہ ٹائم بم کا وقت ایک گھنٹہ ہوتا ہے۔ اور نمبر سات ایجنٹ ایک گھنٹہ پہلے ہی بم لگا سکتا تھا۔ عنبر نے کہا۔

"فرض کر لیں کہ اس دفعہ انہوں نے کوئی ایسا کیپسول ٹائم بم لگاتا ہو جس کا وقت چھ گھنٹے ہو تو پھر تو ہمیں ابھی سے ائیر پورٹ پر جا کر نگرانی شروع کر دینی چاہیئے۔"

ناگ اچھل پڑا۔

"یہ تو میں نے سوچا ہی نہیں تھا۔ ماریا۔ فوراً میرے ساتھ ائیر پورٹ پر چلو"

چند لمحوں بعد ناگ ایک ٹیکسی میں بیٹھا تھا۔ ماریا بھی اس کے ہمراہ تھی اور ٹیکسی کراچی ائیر پورٹ کی طرف دوڑی جا رہی تھی۔

- کیا ناگ اور ماریا ائیر پورٹ کنٹرول ٹاور کو تباہی سے بچانے میں کامیاب ہو سکے؟
- اس کے بعد عنبر ناگ ماریا کہاں گئے؟ اور ان کا سفر جو ختم ہوا تھا کیونکر شروع ہوا؟ ان کے اگلے سفر کا کیا راز تھا جو ان کو بتایا نہیں گیا تھا۔ ان سوالوں کے جواب عنبر ناگ ماریا کی اگلی قسط نمبر ۹۸ میں پڑھیں گے جس کا نام "ناگن رقاصہ" ہے

میرے نام

جناب اے حمید صاحب

السلام علیکم! امید کرتی ہوں خیریت ہو گی۔

میں نے عنبر، ناگ، ماریا کی تقریباً ساری قسطیں پڑھ لی ہیں اور اب جو چھپنے والی ہیں ان کا شدت سے انتظار ہے۔ ارے ہاں میں تو بتانا بھول گئی کہ میں کوئی چھوٹی بچی نہیں ہوں بلکہ دو چھوٹے بچوں کی ماں ہوں اور ستائیس ۲۷ سال میری عمر ہے۔ آپ کی خوب صورت کہانیوں کی بدولت اکثر ڈانٹ پڑتی ہے۔ کہانی شروع کروں تو جب تک ختم نہ کروں کسی کام میں دل نہیں لگتا ہے۔ ان کہانیوں نے مجھ پر بڑا اثر کیا ہے۔ یعنی میں سمجھتی ہوں کہ عنبر ناگ ماریا حقیقت میں زندہ ہیں۔ اگر زندہ ہیں تو وہ نوشہرہ کب تشریف لا رہے ہیں۔ عنبر ناگ ماریا کی کہانیوں میں بہت معلومات کی باتیں ہوتی ہیں۔ میرے پاس الفاظ نہیں ہیں کہ ان خوب صورت کہانیوں کی تعریف کروں۔ ان کی تعریف یہ کم ہے کہ بچوں کے ساتھ ہم بچوں والی بھی ان کہانیوں کی دیوانی ہیں۔ میرے شوہر صاحب غصے ہوتے ہیں کہ اتنی بڑی ہو گئی ہو۔ یہ بچوں والے کام خدا کے لیے چھوڑ دو۔ میں نے کہہ دیا ہے کہ اے حمید صاحب عنبر ناگ ماریا کی کہانی لکھنا چھوڑ دیں گے۔ میں پڑھنا چھوڑ دوں گی۔ ویسے ایک بات چپکے سے بتاتی چلوں کہ میرا پڑھنا۔ چھوڑنا مشکل بات ہے۔ کیونکہ میں جب فارغ ہوتی ہوں شروع کی قسطیں دوبارہ سہ بارہ پڑھتی ہوں۔

اے. حمید صاحب آپ اپنی فرصت سے وقت نکال کر میرے
خط کا جواب ضرور دیں کہ آیا ماریا ناگ اور عنبر کا وجود اس دنیا
ہے یا آج سے کئی ہزار سال پہلے ان کا وجود تھا۔ اور خدا کے
لیے ایک کرم اپنی کہانیوں میں ضرور کریں کہ ان تینوں کو ہمیشہ کے لیے
مت ماریں۔ یعنی اگر آپ اس کہانی کا اختتام کریں تو تب بھی یہ زندہ
ہوں۔ امید ہے میرے ان جذبات کو آپ سمجھ گئے ہوں گے
کہ میرا مطلب کیا ہے۔ اور کیا لکھوں جی۔ عنبر ناگ ماریا کی خدمت میں
سلام قبول ہو۔

مسز جاوید نوشہرہ کینٹ

پیارے انکل اے حمید

السلام علیکم و رحمۃ اللہ

میں یہاں خیریت سے ہوں اور امید ہے آپ بھی خدا
کے فضل سے خیریت سے ہوں گے میں آپ کے خط کے جواب کا انتظار
کرتے کرتے سوکھ گیا تھا پھر بھی میں نے فیصلہ کر لیا تھا کہ جب
تک خط نہیں آئے گا میں جواب نہیں دوں گا اور اللہ تعالیٰ نے میری
دعا سن لی اور مجھے آپ کا خط مل گیا۔
انکل میرے امتحان کا نتیجہ آگیا ہے اور میں سیکنڈ آیا ہوں۔
انکل میں معافی چاہتا ہوں کہ میں آپ کی امیدوں پر پورا نہ اتر سکا۔
میرے نمبر فسٹ آنے والے کے نمبر میں دو نمبروں کی کمی تھی۔ عرفان
کا ابھی نتیجہ نہیں آیا اگر آگیا تو میں آپ کو جلد لکھ دوں گا۔
آپ کے نہیں زرتاش مشن کی کہانیاں پڑھیں تو مزا آگیا۔ خاص
طور پر "خوفناک فرار"، جو بہت دلچسپ اور سنسنی خیز تھی۔ دوسری طرف
عنبر ناگ ماریا سیریز میں "ناگن مجھے کاٹو" اور "نقلی ماریا" میں سے نقلی
ماریا بہت پسند آئی۔ کہانی جیسے جیسے بڑھ رہی ہے وہ اور خطرناک اور
سنسنی خیز ہوتی جا رہی ہے۔ اس دفعہ ناگ اور ماریا شیش ناگ
سے مقابلہ کر رہے ہیں۔ یہ کہانی تو بہت مزیدار ہو گی اور ہاں انکل اگلی
کہانیوں میں عنبر ضرور آنا چاہیئے۔ کیٹی بیچاری کی شامت آگئی ہے
کہ وہ ہر جگہ سانپ ہی سانپ بنتی ہے۔ ذرا اس پر رحم کھائیے۔
آپ نے خط میں لکھا ہے کہ عنبر ناگ ماریا کی ۱۰۰ ویں قسط کے بعد
جاری رہے گی اس بات میں خواجہ عرفان اور میں بہت خوش ہوئے
ہیں ورنہ پہلے تو ہم سوچ رہے تھے کہ یہ قسط وار کہانیاں بس ختم
ہونے والی ہیں تو اس سے ہمارا دل اداس ہو جاتا تھا لیکن آپ
نے ہماری خواہش پوری کر دی۔
انکل خاص نمبر آپ لکھ رہے ہیں جب آپ کا خط نہیں ملا تھا تب
میں نے سوچا تھا کہ عنبر کی موت کے تعاقب کے نمبر ۶ قسط "شہزادی
کا اغوا"، میں دیوی بلقیس کی بہن سائیکہ نے عنبر سے اس کی زندگی
کے دو ہزار سال لے لیے تھے۔ عنبر کی مدد کرنے پر نفرت اس کے بارے
میں ۱۰۰ ویں قسط میں کچھ لکھا جائے کیوں کہ کہانیوں کے شروع میں

لکھا ہوتا ہے کہ "عنبر ناگ ماریا کی موت کے تعاقب کی واپسی کے پانچ ہزار سالہ سفر کی سنسنی خیز داستان" اور دوسرے موت کے تعاقب کی پہلی قسط "مصر کی ملکہ" میں قبرستان میں جادوگر نے عنبر کو ربّ فریوس سے اس پر موت حرام کرادی تھی تو عنبر نے پوچھا تھا کہ تم مجھے کیوں اتنی لمبی زندگی دلوا رہے ہو تو جادوگر نے کہا تھا تاکہ وہ اس عذاب سے نجات پالے۔ میں چاہتا ہوں کہ اس کے بارے میں بھی لکھا جائے کہ جادوگر کون تھا؟ اور وہ کس عذاب سے نجات پانا چاہتا تھا؟ خیر اب کیا فائدہ اب یہ تو واپسی کے بعد جہاں ختم ہو گی وہاں سے ہی لکھا جا سکتا ہے۔

آپ نے ابھی تک عنبر ناگ ماریا کی ۱۰۰ ویں قسط کا نام نہیں سوچا خیر اب میں صبر کروں گا کیونکہ بزرگوں نے کہا ہے کہ صبر کا پھل ہمیشہ میٹھا ہوتا ہے اور میں میٹھا پھل ہی کھانا چاہتا ہوں کھٹا نہیں۔ آپ کی نئی کہانیوں کا شدت سے انتظار کروں گا خواجہ عرفان کو آپ کا سلام پہنچا دوں گا اور ہاں جناب نقش محمد اعوان صاحب کو سلام۔

عمران کریم
R/۹۸۴ بلاک ۱۷ فیڈرل ایریا رحیم آباد
کراچی ۔ ۳۸ پاکستان۔

مصنف: اے حمید

عنبر ناگ ماریا

کے ۵ ہزار سالہ سفر کی پُراسرار اور سنسنی خیز داستان

۱۔ لاش سے ملاقات ۵/-
۲۔ جہاز ڈوب گیا ۵/-
۳۔ مندر کی چڑیل ۵/-
۴۔ پُراسرار غار کی مورتی ۵/-
۵۔ ناگ لندن میں ۵/-
۶۔ تابوت میں سانپ ۵/-
۷۔ موت کا دریا ۵/-
۸۔ سانپ کا انتقام ۵/-
۹۔ سانپ کی آواز ۵/-
۱۰۔ ناگ کا قتل ۵/-
۱۱۔ شاہ بلوط کا خزانہ ۵/-
۱۲۔ پتھر کا ہاتھ ۵/-
۱۳۔ طوفانی سمندر کا بھوت ۵/-
۱۴۔ ڈائناسورس کا جزیرہ ۵/-
۱۵۔ سیاہ پوش سایہ ۵/-
۱۶۔ انسانی بلی ۵/-
۱۷۔ سانپوں کا جنگل ۵/-
۱۸۔ ماریا اور بن مانس ۵/-
۱۹۔ قبر نما انسان ۵/-
۲۰۔ لکشمی دیوی کا انتقام ۵/-
۲۱۔ ناگ اور جادوئی ترشول ۵/-
۲۲۔ ناگ عنبر مقابلہ ۵/-
۲۳۔ لاش کی چیخ ۵/-
۲۴۔ آسیب کی رات ۵/-
۲۵۔ ۹۹ سیڑھیوں کا راز (سلور جوبلی نمبر) ۱۵/-
۲۶۔ عنبر پھانسی کی کوٹھڑی میں ۵/-
۲۷۔ ماریا اور جادوگر سانپ ۵/-
۲۸۔ نقلی ناگ کی سازش ۵/-
۲۹۔ بابل کی بد روحیں ۵/-
۳۰۔ قبر کی دلہن (خاص نمبر) ۷/۵۰
۳۱۔ آدھا گھوڑا آدھا انسان ۵/-
۳۲۔ ناگ ناگن مقابلہ ۶/-
۳۳۔ ایک آنکھ والی عورت ۶/-
۳۴۔ مردوں کی شہزادی ۶/-
۳۵۔ سانپوں کا دربار ۶/-
۳۶۔ قبر اور ڈھانچہ ۶/-
۳۷۔ عقرب دیوتا کا پجاری ۶/-
۳۸۔ کٹا ہوا زندہ ہاتھ ۶/-
۳۹۔ عنبر لاہور میں ۶/-
۴۰۔ چڑیلوں کی ملکہ (خاص نمبر) ۱۳/-
۴۱۔ مردہ ہونٹ اور ماریا ۱۰/-
۴۲۔ رات کا کالا کفن ۶/-
۴۳۔ کھنڈرات کی بدروحیں ۶/-
۴۴۔ ممباطوش اور ناگ ۶/-
۴۵۔ ماریا سونے کی مورتی ۶/-
۴۶۔ ناگ غائب ہو گیا ۷/۵۰
۴۷۔ خون کی آبشار ۷/۵۰
۴۸۔ شیشے کی آنکھ پتھر کا دل ۷/۵۰
۴۹۔ خونی لومڑی ۷/۵۰
۵۰۔ کھوپڑیوں کا محل (گولڈن جوبلی نمبر) ۱۵
۵۱۔ ماریا بوتل میں بند ہو گئی ۷/۵۰
۵۲۔ خون کی پیاس ۷/۵۰
۵۳۔ ناگ اور سپرمین ۷/۵۰
۵۴۔ پتھریلی آنکھ والا جاسوس ۷/۵۰
۵۵۔ ناگ اور ناگن زنگامتی ۷/-
۵۶۔ چار پُراسرار سپیرے ۷/-
۵۷۔ امبا دیوی کی مورتی ۶/-
۵۸۔ خفیہ منتر کی تلاش ۷/-
۵۹۔ موت کا وعدہ ۷/۵۰
۶۰۔ اور قبر کھل گئی ۷/۵۰
۶۱۔ لاش کا دوسرا جنم ۶/-
۶۲۔ ماریا قتل ہو گئی ۷/-
۶۳۔ خالی تابوت یاقوتی سانپ ۶/-
۶۴۔ ماریا اور ممی کی لاش ۷/۵۰
۶۵۔ نیلی قبر کا خفیہ راستہ ۷/۵۰
۶۶۔ عنبر سانپ بن گیا ۶/-
۶۷۔ عنبر اور ڈسکو مردے ۷/۵۰
۶۸۔ کیٹی پھانسی کے تختے پر ۷/۵۰
۶۹۔ عنبر انگوٹھی میں اتر گیا ۶/-
۷۰۔ دیوی روشنک کے اژدہا ۷/۵۰
۷۱۔ عنبر کا سر کٹ گیا ۷/۵۰
۷۲۔ چنگیز خان لاہور میں ۱۰/-
۷۳۔ دیوتا قتلام پر قربان کر دو ۷/۵۰
۷۴۔ ماریا سانپ بن گئی ۷/۵۰
۷۵۔ روح اور سانپوں والے بن بھائی (خاص نمبر) ۱۵
۷۶۔ ماریا انار کلی میں ۷/۵۰
۷۷۔ قبر، مرتبان اور ہڈیاں ۷/۵۰
۷۸۔ سیاہ کفن پوش بلا ۷/۵۰
۷۹۔ پُراسرار فرعون کا ڈھانچہ ۷/۵۰
۸۰۔ طلسمی تختی اور سانپوں کا غار ۷/۵۰
۸۱۔ قفل والا پُراسرار چہرہ ۷/۵۰
۸۲۔ ڈاکو سپاٹا اور عابدہ کا پتلا ۷/۵۰
۸۳۔ روتی آنکھوں والا چراغ ۷/۵۰
۸۴۔ کھوپڑی پر جلتی موم بتی ۷/۵۰
۸۵۔ زرد آنکھوں والی پُراسرار عورت ۷/۵۰
۸۶۔ رشی بال کی روح اور بن مانس ۷/۵۰
۸۷۔ اژدہا اور عیار پجاری ۷/۵۰
۸۸۔ انسانی سر والا چمگادڑ ۷/۵۰
۸۹۔ شرطوم سپیرا اور رہا ناگ ۷/۵۰
۹۰۔ خوفناک سمندری آنکھ ۷/۵۰
۹۱۔ ناگن مجھے کاٹو ۷/۵۰
۹۲۔ نقلی ماریا ۷/۵۰
۹۳۔ جاسوس سانپ ۷/۵۰
۹۴۔ سامری کے اژدہا ۷/۵۰
۹۵۔ سمندری جوگن ۷/۵۰
۹۶۔ عنبر، ناگ، ماریا کراچی میں ۷/۵۰
۹۷۔ عنبر ناگ کو قتل کر دو ۷/۵۰

نیا مکتبہ اقراء: ۱۴/بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور ۸

ناگن رقاصہ

نیا مکتبہ اقرا

ناگ، ماریا اور عنبر کی واپسی،
کے پانچ ہزار سالہ سفر کی سنسنی خیز داستان

ناگن رقاصہ

اے۔ حمید

قیمت : ۵۰/- روپے

بار اوّل : ۱۹۸۵
ناشر : نیا مکتبہ اقراء ۱۲-بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور-۸
طابع : تاجدین پرنٹرز آبکاری روڈ، لاہور

پیارے ساتھیو!

عنبر ناگ ماریا اپنے پانچ ہزار سال کے سفر کے آخری مرحلے میں ہیں۔ ابھی تک یہ بات ان کے ذہن میں واضح نہیں ہو سکی کہ ان کا انجام کیا ہو گا؟ کیا وہ اپنا سفر جاری رکھ سکیں گے؟ اگر سفر جاری رکھیں گے تو کہاں جائیں گے۔ کیا تاریخ سے بھی پہلے کے زمانے میں نکل جائیں گے؟ انہیں کچھ معلوم نہیں۔ دنیا تیسری تباہ کن ایٹمی جنگ کے کنارے پر پہنچ چکی ہے۔ ایٹمی جنگ کسی وقت بھی شروع ہو سکتی ہے۔ عنبر ناگ ماریا کو معلوم ہے کہ اگر ایٹمی جنگ چھڑ گئی تو دنیا کی ساری آبادی، سارے شہر اس کی ہولناک تباہی کی لپیٹ میں آ جائیں گے چنانچہ وہ امریکہ جا کر ایٹمی جنگ کی تباہی سے محفوظ رکھنے کے لیے بنائے گئے لنکن ہال میں جا کر پناہ لینا چاہتے ہیں مگر ایک خوفناک حادثہ ہو جاتا ہے۔ ایک خطرناک ناگن عورت ناگ کے سر کو کاٹ ڈالتی ہے۔ پھر کیا ہوتا ہے؟ یہ آپ اس کتاب میں خود ہی پڑھ لیں گے۔
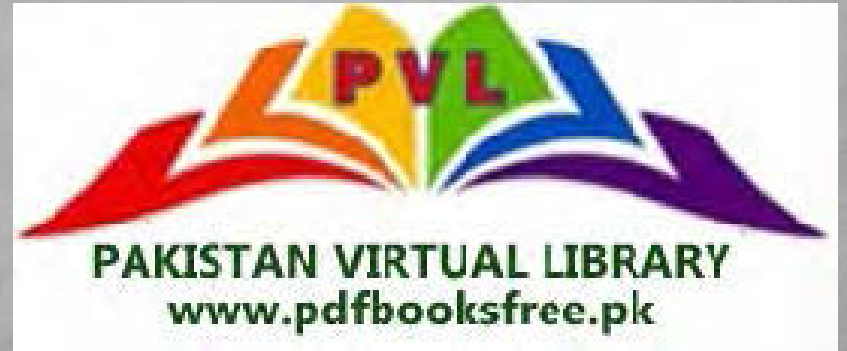
اے حمید

ترتیب

ایجنٹ نمبر سات کی گرفتاری

ٹیکسی کراچی ائر پورٹ کی طرف بھاگی جا رہی تھی۔

ناگ اور ماریا پیچھے بیٹھے تھے۔ انہیں اتنی خبر مل چکی تھی کہ آج رات کراچی ائر پورٹ کے کنٹرول ٹاور کو تخریب کار کسی طاقتور بم سے اڑانے کا پروگرام بنا چکے ہیں۔ انہیں یہ بھی معلوم تھا کہ تخریب کار گروہ کے لیڈر کالے چیتے کا ایجنٹ نمبر سات ہوائی اڈے پر کسی جگہ کسی آفس میں یا کینٹین میں موجود ہے جو کنٹرول ٹاور میں طاقتور کیپسول بم لگائے گا جو آدھی رات کو کسی وقت پھٹ کر سارے علاقے میں تباہی مچا دے گا۔

ناگ اور ماریا اسی ایجنٹ نمبر سات کی سرکوبی کے لیے ائر پورٹ کی طرف جا رہے تھے۔ کراچی پولیس کی جانب سے انہیں یہ سہولت مل گئی تھی کہ وہ یعنی ناگ یا عنبر کراچی ائرپورٹ پر جہاں چاہے جا سکتے ہیں۔ ناگ کو اس کے لیے ایک خاص پاس دے دیا گیا تھا جس پر آئی جی

سیکورٹی پولیس کے دستخط تھے۔ عنبر اور کیپٹن پاپوش نگر کے
ایک ہوٹل کے کمرے میں ہی تھے۔ اس وقت دن کے
گیارہ بج رہے تھے۔ ناگ اور ماریا نے انہیں ہدایت کی
تھی کہ وہ ہوٹل کے کمرے میں رہ کر ان کے ٹیلی فون کا
انتظار کریں۔

ٹیکسی ائرپورٹ کے احاطے میں داخل ہو کر ایک طرف
رک گئی۔ ناگ نے کرایہ ادا کیا اور ائرپورٹ کے اندر داخل
ہو گیا۔ ماریا اس کے ساتھ ساتھ تھی۔ انٹرنیشنل لاؤنج کے
گیٹ پر ناگ نے گارڈ کو خاص سیکورٹی پاس دکھایا اور کنٹرول
ٹاور کی طرف چلا۔ کنٹرول ٹاور میں راڈار سکرین کے سامنے
بیٹھے ائرپورٹ کے ملازم اپنا اپنا کام کر رہے تھے۔ ناگ
نے کنٹرول ٹاور آفیسر کو اپنا پاس دکھایا۔ اس نے مسکرا
کر کہا:

"مسٹر ناگا! ہمیں آپ کے بارے میں پولیس نے پہلے
ہی بتا دیا ہے۔ آپ بے فکر ہو کر جہاں چاہے
آ جا سکتے ہیں۔"

ناگ نے وہاں بیٹھے کام کرتے ایک ایک نوجوان کو
غور سے دیکھا۔ پھر کونے میں جا کر کھڑا ہو گیا۔ ماریا کی خوشبو
اسے برابر آ رہی تھی۔ اس نے ٹاور کے بڑے بڑے شیشوں

میں سے باہر رن وے پر کھڑے جہاز کو دیکھتے ہوئے کہا:
"ماریا! میں چاہتا ہوں۔ یہاں جتنے لوگ بیٹھے ہیں
تم ان کا قریب سے جائزہ لو اور دیکھو کہ
تمہیں کسی کے چہرے یا حرکت سے کوئی خاص
مشکوک بات تو محسوس نہیں ہوتی۔"

ماریا نے کہا: "میں جا کر دیکھتی ہوں۔ تم اسی
جگہ رہنا۔"

ناگ رن وے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ چند منٹ کے
بعد ماریا نے اسے آ کر بتایا کہ میرے خیال میں ان لوگوں
میں کوئی مشکوک بات دکھائی نہیں دے رہی۔

ناگ نے آہستہ سے کہا:

"چلو نیچے لاؤنج میں چلتے ہیں۔"

وہ کنٹرول ٹاور سے اتر کر لاؤنج میں آ گئے۔ بارہ بجے
کی فلائیٹ کے لیے وہاں کافی لوگ جمع تھے۔ ناگ ان
کے درمیان میں سے گذرتا سب کے چہروں کو غور سے دیکھتا
جا رہا تھا۔ ماریا کی خوشبو اسے آ رہی تھی جس کا مطلب تھا
کہ وہ اس کے ساتھ ساتھ ہے۔

اچانک اسے ماریا کی خوشبو آنی بند ہو گئی۔

سیکورٹی پولیس کے دستخط تھے۔ عنبر اور کیٹی پاپوش نگر کے
ایک ہوٹل کے کمرے میں ہی تھے۔ اس وقت دن کے
گیارہ بج رہے تھے۔ ناگ اور ماریا نے انہیں ہدایت کی
تھی کہ وہ ہوٹل کے کمرے میں رہ کر ان کے ٹیلی فون کا
انتظار کریں۔

ٹیکسی ائرپورٹ کے احاطے میں داخل ہو کر ایک طرف
رک گئی۔ ناگ نے کرایہ ادا کیا اور ائرپورٹ کے اندر داخل
ہو گیا۔ ماریا اس کے ساتھ ساتھ تھی۔ انٹرنیشنل لاؤنج کے
گیٹ پر ناگ نے گارڈ کو خاص سیکورٹی پاس دکھایا اور کنٹرول
ٹاور کی طرف چلا۔ کنٹرول ٹاور میں راڈار سکرین کے سامنے
بیٹھے ائرپورٹ کے ملازم اپنا اپنا کام کر رہے تھے۔ ناگ
نے کنٹرول ٹاور آفیسر کو اپنا پاس دکھایا۔ اس نے مسکرا
کر کہا:

"مسٹر ناگا! ہمیں آپ کے بارے میں پولیس نے پہلے
ہی بتا دیا ہے۔ آپ بے فکر ہو کر جہاں چاہے
آ جا سکتے ہیں۔"

ناگ نے وہاں بیٹھے کام کرتے ایک ایک نوجوان کو
غور سے دیکھا۔ پھر کونے میں جا کر کھڑا ہو گیا۔ ماریا کی خوشبو
اسے برابر آ رہی تھی۔ اس نے ٹاور کے بڑے بڑے شیشوں

میں سے باہر رن وے پر کھڑے جہاز کو دیکھتے ہوئے کہا:
"ماریا! میں چاہتا ہوں۔ یہاں جتنے لوگ بیٹھے ہیں
تم ان کا قریب سے جائزہ لو اور دیکھو کہ
تمہیں کسی کے چہرے یا حرکت سے کوئی خاص
مشکوک بات تو محسوس نہیں ہوتی!"

ماریا نے کہا: "میں جا کر دیکھتی ہوں۔ تم اسی
جگہ رہنا۔"

ناگ رن وے کی طرف دیکھ رہا تھا۔ چند منٹ کے
بعد ماریا نے اسے آ کر بتایا کہ میرے خیال میں ان لوگوں
میں کوئی مشکوک بات دکھائی نہیں دے رہی۔

ناگ نے آہستہ سے کہا:

"چلو نیچے لاؤنج میں چلتے ہیں۔"

وہ کنٹرول ٹاور سے اتر کر لاؤنج میں آ گئے۔ بارہ بجے
کی فلائیٹ کے لیے وہاں کافی لوگ جمع تھے۔ ناگ ان
کے درمیان میں سے گزرتا سب کے چہروں کو غور سے دیکھتا
جا رہا تھا۔ ماریا کی خوشبو اسے آ رہی تھی جس کا مطلب تھا
کہ وہ اس کے ساتھ ساتھ ہے۔

اچانک اسے ماریا کی خوشبو آنی بند ہو گئی۔

اس نے آہستہ سے کہا:

"ماریا؟"

ایک کرسچین لڑکی اس کے قریب سے گذر رہی تھی۔ اس
نے ناگ کی طرف مسکرا کر دیکھا اور کہا:

"میرا نام ماریا نہیں جولیانہ ہے۔"

ناگ نے بھی مسکرا کر کہا:

"سوری میڈم"

لڑکی ہنستی ہوئی آگے بڑھ گئی۔ ناگ پریشان ہوا کہ ماریا
کہاں چلی گئی ہے۔ وہ اسی جگہ ایک طرف ہو کر کھڑا ہو
گیا تا کہ ماریا اسے دیکھ سکے۔ چند لمحوں کے بعد ایک طرف
سے شور بلند ہوا۔ ایک آدمی شور مچا رہا تھا۔

"میرا بریف کیس چوری ہو گیا ہے چور کو پکڑو۔ ابھی
یہاں رکھا تھا میں نے۔"

ناگ اس طرف گیا۔ یہاں لوگ جمع تھے۔ اسے ماریا
کی خوشبو آئی۔ ناگ سمجھ گیا کہ ماریا نے بریف کیس اٹھایا
ہے جو اس کے ہاتھوں میں آتے ہی غائب ہو گیا تھا
دو پولیس کے سپاہی بھی وہاں آ گئے۔ جس کا بریف کیس گم
ہوا تھا وہ بار بار کہہ رہا تھا۔

"ابھی میرے پاس اس جگہ رکھا تھا بریف کیس۔

کوئی چور لے کر بھاگ گیا ہے۔ اسے پکڑو۔ اس میں
میرا پاسپورٹ تھا۔"

پولیس والے لوگوں سے پوچھ گچھ کرنے لگے۔ اتنے میں وہ
آدمی خوشی سے چلایا:

"مل گیا۔ مل گیا۔ یہ پڑا ہے میرا بریف کیس۔"

بریف کیس کرسی کے نیچے پڑا تھا۔ سپاہی نے کہا:

"بریف کیس کرسی کے نیچے رکھ کر خوامخواہ لوگوں
پر الزام لگا رہے ہو۔ اٹھاؤ اپنا بریف کیس اور
اپنی چیزیں دیکھو۔"

اس نے بریف کیس کو کھول کر دیکھا اور کہا:

"سب کاغذات اور پاسپورٹ موجود ہیں شکریہ۔"

ناگ کو ماریا کی تیز خوشبو آئی۔ وہ لوگوں کے جمگھٹے سے
نکل کر ایک طرف آ گیا۔ اس نے ماریا سے پوچھا:

"یہ حرکت تم نے کی تھی ماریا؟"

"ہاں" ماریا نے کہا: "مجھے شک ہوا تھا کہ اس
آدمی نے بریف کیس میں ٹائم بم چھپا رکھا ہے۔
میں نے بریف کیس اٹھا لیا۔ اس کی تلاشی لی مگر
ٹائم بم نہیں تھا۔"

ناگ نے آہستہ سے کہا:

"میرا خیال ہے کینٹین میں چل کر ایک پیالی چائے
پی جائے۔"
"اچھا خیال ہے۔" ماریا نے کہا:
ائرپورٹ کی کینٹین دوسری منزل پر تھی۔ گول میزوں کے
گرد مسافر بیٹھے چائے وغیرہ پی رہے تھے۔ ناگ بھی ایک
میز کے سامنے پڑی کرسی پر آ کر بیٹھ گیا۔ اس نے ہاف
سیٹ چائے کا آرڈر دیا اور ماریا سے کہا:
"ہر شخص پر نگاہ رکھو ماریا۔ ہر شخص کا جائزہ لو
کسی پر شک ہو تو مجھے بھی خبر کرو۔"
ماریا نے کہا:
"میں چل پھر کر سراغرسانی کروں گی۔"
"ہاں۔ مگر کینٹین سے باہر مت جانا"
"میں تمہارے پاس ہی رہوں گی۔"
یہ کہہ کر ماریا اٹھی اور کینٹین میں چل پھر کر لوگوں کا
جائزہ لینے لگی۔ اسے کسی شخص میں کوئی شک والی بات
نظر نہیں آ رہی تھی۔ وہ کونے میں ستون کے پاس کھڑی
ہو گئی۔ اس نے ایک بیرے کو دیکھا کہ ایک میز پر
گاہکوں کے آگے چائے کی پیالیاں رکھ رہا تھا کہ اچانک
وہ ٹھٹکا۔ اس نے اپنے سفید وردی والے کوٹ کے اندر

ہاتھ ڈالا اور چند سیکنڈ کے بعد ہاتھ باہر نکال لیا اور
پیالیاں میز پر اسی طرح چھوڑ کر جانے لگا تو گاہک
نے کہا:
"بیرا۔ کیک کہاں ہے؟"
بیرا بولا: "ابھی لاتا ہوں صاحب"
ماریا نے محسوس کیا کہ بیرے کے چہرے پر کچھ گھبراہٹ
سی تھی۔ اس کی نگاہیں بیرے کا پیچھا کر رہی تھیں۔ بیرا ٹرے
بغل میں دبائے تیز تیز قدم اٹھاتا کینٹین کے ایک کمرے
میں داخل ہو گیا۔ ماریا کا ماتھا ٹھنکا۔ وہ بھی بیرے کے
ساتھ ہی اس چھوٹے سے کمرے میں گھس گئی۔ یہ سٹور روم
تھا اور مختلف چیزیں بکھری پڑی تھیں۔ کونے میں چینی کی
بوریاں رکھی ہوئی تھیں۔ بیرے نے اندر جاتے ہی دروازہ
بند کر دیا۔ ٹرے بغل سے نکال کر بوری پر رکھا اور پھر
کوٹ کی اندر والی جیب سے ایک چھوٹا سا ایکسٹرا ہمس
ٹرانسمیٹر نکالا۔ ٹرانسمیٹر میں سے ٹوں کی آواز آ رہی تھی۔
بیرے نے بٹن دبا کر کہا:
"باس! سوری۔ میں سروس کر رہا تھا کہ اچانک
تمہارے سگنل کی آواز آنے لگی۔"
دوسری طرف سے باریک سی آواز آئی۔ "ماریا بالکل قریب

جا کر کھڑی ہو گئی۔

باس کہہ رہا تھا:

"میں کالا چیتا ہوں۔ ایجنٹ سات، خبردار رہنا
پولیس چوکس ہو چکی ہے۔ اگر آج رات کنٹرول
ٹاور تباہ نہ ہوا تو صبح تمہاری لاش بھی غائب کر
دی جائے گی۔"

بیرے یعنی ایجنٹ نمبر سات نے کہا:

"باس! میں اپنی جان کی بازی لگا دوں گا۔ کنٹرول
ٹاور آدھی رات کو دھماکے سے ضرور اُڑا
کر رہوں گا۔"

کالے چیتے کی آواز آئی:

"ٹائم بم تم نے کہاں چھپایا ہوا ہے؟"

ایجنٹ نمبر سات نے کہا:

"باس! بڑی خفیہ جگہ پر چھپا کر رکھا ہے۔"

باس کی آواز آئی:

"ایک بار جا کر چیک کر لو کہ وہاں پر موجود ہے
کہ نہیں اور میں شام چھ بجے پھر تم سے بات
کروں گا۔ اوکے۔"

سگنل بند ہو گئے۔ بیرے نے ٹرانسمیٹر واپس کوٹ کی

جیب میں چھپا کر رکھ لیا اور ٹرے اُٹھا کر سٹور روم سے
باہر نکل گیا۔ ماریا اس کے ساتھ ساتھ تھی۔ ایک عجیب
اتفاق سے اس کو ایجنٹ نمبر سات کا سراغ مل گیا تھا۔
اب وہ یہ معلوم کرنا چاہتی تھی کہ اس نے ٹائم بم کہاں
چھپا کر رکھا ہوا ہے۔ بیرا سٹور روم سے نکل کر کیفے ٹیریا کے
پیچھے کی طرف چلا گیا۔ یہاں ایک طرف باتھ روم بنے ہوئے
تھے۔ ایجنٹ نمبر سات ایک باتھ روم میں داخل ہوا اور
جا کر اس نے دروازے کی چٹخنی لگائی۔ پانی کی چھوٹی سی
ٹینکی کا ڈھکنا اُٹھایا۔ اندر جھانک کر دیکھا۔ چہرے پر ہلکی
سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔ ٹینکی کا ڈھکنا بند کیا اور چٹخنی
کھول کر باتھ روم سے نکل گیا۔

اس کے جاتے ہی ماریا نے آگے بڑھ کر پانی کی چھوٹی
ٹینکی کا ڈھکن اٹھا دیا۔ کیا دیکھتی ہے کہ اندر پانی میں ایک
چھوٹی سی ڈبی ڈوبی ہوئی ہے جس پر پلاسٹک چڑھا ہوا ہے
ماریا نے اسے باہر نکالا۔ ڈبی لوہے کی تھی اور بھاری تھی
اس نے ڈبی کھولی تو اس کے اندر انجکشن لگانے والے
سرنج کے سائز کا ایک انتہائی طاقتور ٹائم بم رکھا ہوا
تھا۔ یہ بم ایک پلاسٹک کی ٹیوب کی شکل کا تھا۔ اس
کے باہر انگوٹھے کے نگینے کے سائز کی ایک گھڑی لگی

ہوئی تھی اور اس ٹائم بم کی ٹیوب میں سے الیکٹرو
مقناطیسی شعاعیں نکل رہی تھیں جو ماریا کے غائب جسم
کی لہروں کو ہلکے ہلکے جھٹکے دے رہی تھیں۔ ماریا نے
لوہے کی خالی ڈبی اسی طرح پلاسٹک کے لفافے میں ڈال کر
پانی کی ٹینکی میں رکھ کر ڈھکن بند کر دیا اور ٹائم بم کی ٹیوب
ہاتھ میں لیے باتھ روم سے نکل کر سیدھی ناگ کے پاس
آ گئی۔

ناگ کو ماریا کی خوشبو آئی تو وہ آہستہ سے بولا:
"تمہاری خوشبو مجھ سے دُور چلی گئی تھی۔ تم کہاں
تھیں۔ کچھ سراغ ملا؟"
ماریا نے کہا:
"سراغ تو نہیں ملا مگر ٹائم بم مل گیا ہے۔"
"کیا کہا؟" ناگ کے ہاتھ سے چائے کی پیالی گرتے
گرتے بچی۔

ساتھ والی میز پر ایک عورت نے گھوم کر ناگ
کو دیکھا کہ یہ اکیلا آدمی کس سے باتیں کر رہا ہے۔ ناگ
خاموش ہو کر چائے پینے لگا۔ ماریا نے کہا:
"تم اتنی اونچی کیوں بولتے ہو ناگ! تمہیں معلوم
نہیں کہ لوگ تمہاری آواز سن کر کیا کہیں گے

کہ یہ سرپھرا نوجوان کس سے بات کر رہا ہے۔"
ناگ نے آہستہ سے کہا:
"خدا کے لیے یہاں سے باہر چلو۔"
ناگ نے بیرے کو بل لانے کے لیے بھی نہ کہا بلکہ
اور اُٹھ کر کاؤنٹر پر جا کر چائے کا بل ادا کیا اور لمبے
لمبے ڈگ بھرتا کینٹین سے نکل کر سیڑھیاں اترنے لگا۔ ماریا
اس کے ساتھ تھی۔ وہ نیچے انٹرنیشنل لاؤنج سے گزرتا
ہوا پاس دکھا کر دروازے میں سے نکل کر ہوائی اڈے
کے رن وے پر ایک طرف آ گیا۔ اس نے ماریا سے
بے تابی سے پوچھا:
"ماریا! کیا سچ مچ تم نے ٹائم بم کا سراغ لگا
لیا ہے؟"
ماریا نے ٹائم بم کی پلاسٹک ٹیوب ناگ کے ہاتھ
میں تھمائی اور سارا واقعہ سنایا۔ ناگ ٹائم بم کو غور سے
دیکھتے ہوئے بولا:
"تم نے کمال کر دکھایا ماریا ـــ اس کا مطلب ہے
کہ یہ بیرا ہی ایجنٹ نمبر سات ہے۔ ہمیں اس
پر نگاہ رکھنی ہوگی۔"
ماریا نے پوچھا: "اور اس ٹائم بم کو کیا کریں؟"

ناگ بولا: "اس کی سکیم میرے دماغ میں آگئی
ہے۔ لیکن ہمیں سب سے پہلے ایجنٹ نمبر
سات کی جیب سے ریڈیو ٹرانسمیٹر اڑا کر اسے
کچھ وقت کے لیے غائب کرنا ہوگا۔"

ماریا نے سوال کیا:

"تم کرنا کیا چاہتے ہو؟"

ناگ نے کہا:

"یہ تمہیں بہت جلد بتا دوں گا۔ اس وقت ضرورت
اس بات کی ہے کہ پانچ بجے سے پہلے پہلے
ایجنٹ نمبر سات کو کہیں غائب کر دیا جائے
اور یہ کام تم ہی کر سکتی ہو۔ ویسے میں تمہارے
ساتھ ہوں گا۔"

ماریا بولی: "میرے خیال میں یہ کام تم زیادہ آسانی
سے کر سکتے ہو۔ تم سانپ بن کر اس کے جسم میں
صرف اتنا زہر داخل کر دو جس سے وہ دو
دن تک بے ہوش رہے۔"

ناگ نے کچھ سوچ کر کہا:

"لیکن ہمیں اس بک بک میں پڑنے کی کیا
ضرورت ہے۔ کیوں نہ ہم اسے پولیس کے

حوالے کر دیں؟"

ماریا نے کہا:

"اس طرح کہیں اس کے لیڈر یا گروہ کے دوسرے
جاسوسوں کو پتہ نہ چل جائے۔ ہمیں کچھ معلوم
نہیں کہ اس کے ساتھی کہاں کہاں پھر رہے ہیں۔"

ناگ خاموش ہو گیا۔ پھر کہنے لگا:

"ٹھیک ہے۔ تم میرے ساتھ رہنا۔ میں اسے
بے ہوش کرتا ہوں۔"

یہ کہہ کر ناگ واپس کینٹین کی طرف چلا۔ اس نے کینٹین
کے دروازے میں ایک طرف کھڑے ہو کر دیکھا کہ وہی
بیرا یعنی ایجنٹ نمبر سات ایک گاہک کے آگے کھانا لگا
رہا تھا۔ جب وہ برتن میز پر رکھ کر واپس کچن کی
طرف جانے لگا تو ناگ نے آہستہ سے چلتا ہوا اس
کے راستے میں آ گیا اور بڑے پُراسرار انداز میں اس کی
طرف جھک کر آہستہ سے بولا:

"ایجنٹ سات! سٹور روم میں آؤ۔ ایک ضروری
پیغام ہے تمہارے لیے۔"

بیرا چونکا۔ اس نے ناگ کو دیکھا۔ ناگ پیچھے سے سٹور
روم کی طرف گھوم گیا۔ ایجنٹ نمبر سات بھی سمجھا کہ یہ

بھی کوئی اس کے گروہ کا جاسوس ہے ورنہ اس کو اس
کے نمبر کا کیسے علم ہوتا۔ اس نے سوچا شاید کوئی ایمرجنسی
ہے اور لیڈر کا کوئی خاص پیغام آیا ہے۔ اس نے اِدھر
اُدھر دیکھا اور پھر سٹور روم کی طرف بڑھا۔

سٹور روم کا دروازہ تھوڑا سا کھلا تھا۔

ایجنٹ نمبر سات اندر داخل ہو گیا اور بولا:

'کیا بات ہے؟ تمہیں کالے چیتے نے بھیجا ہے؟'

اسے سٹور روم میں وہ آدمی نظر نہ آیا۔ جس نے اسے
اندر بُلایا تھا اور جو اس کی آنکھوں کے سامنے سٹور روم
میں داخل ہوا تھا۔ ایجنٹ نمبر سات باہر مڑنے ہی لگا
تھا کہ ایک سیاہ کالا ناگ پھنکار مار کر اس کے سامنے
آ کر لہرانے لگا اور اس سے پہلے کہ وہ چیخ مارے سانپ
نے اس کی گردن پر ڈس کر اس کے بولنے اور ہلنے
جلنے کی طاقت کو ختم کر دیا۔

ایجنٹ نمبر سات بے حس ہو کر دھڑام سے گر پڑا۔

ناگ واپس انسانی جون میں آ گیا۔ اس نے بے ہوش
ایجنٹ کو اُٹھایا اور چینی کی بوریوں کے پیچھے ڈال کر
اوپر لکڑی اور گتے کے پرانے خالی ڈبے ڈال دیئے۔
لیکن اس سے پہلے وہ اس کے کوٹ کی جیب میں

ے چھوٹا ریڈیو ٹرانسمیٹر نکال کر اپنی پتلون کی جیب میں
کھ چکا تھا۔

بے ہوش ایجنٹ نمبر سات کو ناگ نے اس طرح
چھپا دیا کہ اسے کوئی نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اس کے جسم
میں ناگ نے اتنا زہر داخل کر دیا تھا کہ جس کی وجہ سے
وہ دو روز سے پہلے ہوش میں نہیں آ سکتا تھا۔

ماریا نے کہا:

'اب کیا کرنا ہو گا؟'

ناگ بولا: 'جیسا کہ تم نے کہا ہے۔ تخریب کار
گروہ کا لیڈر کالا چیتا ٹھیک پانچ بجے ایجنٹ
نمبر سات سے کوئی خاص بات کرنے والا ہے
بس وہی وقت ہو گا جب میں بھی اس سے
ایک خاص بات کروں گا۔'

ماریا نے کہا:

'تم کیا بات کرو گے ناگ؟'

ناگ نے گھڑی دیکھی:

'اس وقت سوا ایک بج رہا ہے۔ ابھی پانچ
بجنے میں کافی وقت ہے۔ ہمیں تھانہ صدر جانا
ہو گا۔'

انہوں نے ائرپورٹ ہی سے ہوٹل میں عنبر اور کیپٹن
کو فون کر دیا کہ سب کام ٹھیک ہو رہا ہے۔ ہم بہت
مصروف ہیں، ہو سکتا ہے۔ دیر سے ہوٹل پہنچیں۔
"تم لوگ کہیں جانا مت۔ ایک زبردست دھماکے
کو تم بھی اپنی آنکھوں سے دیکھنے والے ہو۔"
عنبر نے فون پر پوچھا:
"خیریت تو ہے۔ یہ دھماکہ ائرپورٹ پر تو نہیں
ہو گا نا؟"
"بالکل نہیں" ناگ بولا: "دھماکہ کسی دوسری جگہ ہوگا
بہرحال تم ہوٹل ہی میں رہنا۔ میں اور ماریا ڈی ایس
پی تھانہ صدر کے آفس جا رہے ہیں۔"

○

صدر تھانے میں ڈی ایس پی اکیلا بیٹھا کام کر رہا تھا
کہ ناگ اندر داخل ہوا۔ ماریا ساتھ تھی مگر ڈی ایس پی
کو ماریا کے بارے میں کچھ نہیں بتایا گیا تھا۔ جیسا کہ آپ
پہلی قسط میں پڑھ چکے ہیں ڈی ایس پی کو صرف اتنا ہی
معلوم تھا کہ عنبر ناگ اور کیپٹن تین مصری سیاح ہیں جو
سیاحت کرنے کراچی آئے ہوئے ہیں اور کراچی میں تخریب کاروں

کا جو گروہ تباہی مچا رہا ہے ان کی سراغ رسانی کر کے
پولیس کی مدد کر رہے ہیں۔ وہ اور انسپکٹر سکندر کو یہ
بھی معلوم تھا کہ ناگ کے پاس کوئی جادو ہے جس کی
مدد سے وہ اپنی شکل بدل کر سانپ بن جاتا ہے۔ انہوں
نے ناگ کو یہ شعبدہ کرتے کراچی کے ایک اعلیٰ ہوٹل
میں دیکھا بھی تھا۔
ڈی ایس پی ناگ کی طرف دیکھ کر مسکرایا۔
"ہیلو مسٹر ناگ! کیا کوئی 'سراغ' ملا؟"
ناگ کرسی پر بیٹھ گیا اور بولا:
"آپ کو دو کام کرنے ہوں گے۔"
ڈی ایس پی نے قلم میز پر رکھ دیا اور بولا:
"کہو۔۔ کیا کام ہیں وہ؟"
ناگ بولا: "پہلا کام تو یہ ہے کہ ایک شخص اس
وقت ائرپورٹ کینٹین کے سٹور روم میں چینی کی
بوریوں کے پیچھے بے ہوش پڑا ہے۔ وہ دو روز
تک بے ہوش رہے گا۔ اس کو اس خفیہ طریقے
سے وہاں سے نکال کر جیل کے تہہ خانے میں
بند کر دیا جائے کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہونے
پائے۔"

ڈی ایس پی نے حیرانی سے ناگ کو دیکھ کر کہا:

"کیا یہ شخص کوئی مجرم ہے؟"

ناگ نے کہا: "وہ تخریب کاروں کے گروہ کا ایجنٹ ہے اور آج رات اسی نے کنٹرول ٹاور میں ٹائم بم لگا کر تباہ کرنا تھا۔"

ڈی ایس پی چونکا:

"کیا تم سچ کہہ رہے ہو مسٹر ناگ؟"

ناگ نے کہا:

"جب آپ اسے سٹور روم میں بے ہوش پڑا پائیں گے تو آپ کو خود بخود یقین آ جائے گا۔"

ڈی ایس پی نے اسے یقین دلایا کہ پولیس عام لباس میں وہاں جائے گی اور ایسے خفیہ طریقے سے بے ہوش ایجنٹ کو وہاں سے نکال کر جیل میں لے آئے گی کہ اس کے فرشتوں کو بھی خبر نہ ہو سکے گی۔

"اب دوسرا کام کیا ہے؟ مگر پہلے یہ بتاؤ کہ کیا کنٹرول ٹاور کو تو کوئی خطرہ نہیں ہے؟"

ٹائم بم کی ٹیوب ناگ کی جیب میں پڑی تھی مگر اس نے ڈی ایس پی کو نکال کر دکھانا مناسب نہ سمجھا اور بولا:

"کنٹرول ٹاور بالکل محفوظ کر دیا گیا ہے۔ اس کے

بارے میں آپ بالکل بے فکر رہیں۔ اب دوسرا کام جو آپ کو کرنا ہے غور سے سنیں:

ڈی ایس پی کے فون کی گھنٹی بجی۔ اس نے فون اٹھا کر کہا:

"میں اس وقت بہت مصروف ہوں۔ کوئی بھی فون آئے مجھے مت ملانا۔"

یہ بات اس نے اپنے پی اے سٹینو گرافر کو کہی تھی۔ ریسیور رکھ کر ناگ سے کہنے لگا:

"کیا ـــ کیا ہم تخریب کاروں کے گروہ کو گرفتار کر سکیں گے؟"

ناگ نے کہا:

"میں یہی آپ کو بتانے والا تھا۔ آپ پولیس کی بھاری تعداد کو لے کر شہر سے باہر سمندر کنارے والی نیلے رنگ کی چھت والی کوٹھی کے پاس پہنچ جائیں اور کوٹھی کے ارد گرد چھپ کر مورچے سنبھال لیں اور میرے وہاں آنے کا انتظار کریں۔ آپ اندھیرا ہوتے ہی وہاں مورچے سنبھال لیں گے۔ مگر یہ کام اس طرح راز داری سے ہونا چاہیے کہ کسی کو ذرا سی بھی خبر نہ ہونے پائے۔"

ڈی ایس پی بولا: ایسا ہی ہو گا۔ لیکن کیا وہاں ہم
تخریب کاروں کے سارے ایجنٹوں کو پکڑنے میں
کامیاب ہو جائیں گے۔ جیسا کہ تم بھی جانتے ہو کہ
ہم اس گروہ کے سارے ارکان کو زندہ یا مردہ پکڑنا
چاہتے ہیں:

ناگ نے کہا: فکر نہ کریں۔ وہاں سارے کے سارے
تخریب کار موجود ہوں گے اور آپ کچھ کو مُردہ
اور کچھ کو زندہ گرفتار کر سکیں گے:

ڈی ایس پی آگے کو جھک کر بولا:

مسٹر ناگ! یقین نہیں آ رہا۔ کیوں کہ یہ لوگ سارے
شہر میں بکھرے ہوئے ہیں:

ناگ نے کہا: وہ سب رات کو وہاں جمع ہوں
گے۔ آپ رات نو بجے کے بعد نیلی چھت والی
کوٹھی کے ارد گرد مورچے سنبھال لیں۔ میں وہاں پہنچ
جاؤں گا اور آپ کو تلاش کر لوں گا۔ اب میں
جاتا ہوں۔ میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے:

ڈی ایس پی اٹھ کر آفس کے دروازے تک ناگ کے
ساتھ آیا۔ ناگ نے کہا:

یہ راز کسی پر ظاہر نہیں ہونا چاہیے۔ پولیس کے

خاص سپاہی مسلح ہو کر آپ کے ساتھ جانے چاہئیں
اور انہیں بھی کچھ نہ بتایا جائے کہ وہ کیا کرنے کیلئے وہاں
جا کر مورچے سنبھال رہے ہیں:

ایسا ہی ہو گا مسٹر ناگ! فکر نہ کرو:

ڈی ایس پی نے ناگ سے ہاتھ ملایا۔ ناگ تیزی سے
باہر نکل گیا۔

ناگ کے جاتے ہی ڈی ایس پی نے انسپکٹر سکندر کو بلا کر
ساری بات سمجھائی۔ انسپکٹر سکندر نے اسی وقت کے چار
آدمیوں کو مزدوروں کا لباس پہنایا۔ خود بھی ایک آڑھتی کا
لباس پہنا۔ پرانے ٹرک میں چینی اور چاول کی چھ بوریاں
لاد کر رکھیں اور سیدھا کراچی ائرپورٹ پر آ گیا۔ بوریوں کو
نقلی مزدوروں کے کاندھوں پر لادا اور خود ہاتھ میں پنسل
اور کاپی لیے ان کے ساتھ اوپر کینٹین میں آ گیا۔ کینٹین کا
مالک اس وقت وہاں نہیں تھا۔ یہ بات انسپکٹر سکندر نے
پہلے ہی فون کر کے معلوم کر لی تھی۔ اس نے ہیڈ بیرے
سے کہا:

ملک صاحب نے تین بوری چاول اور تین بوری
چینی بھجوائی ہے۔ سٹور روم میں رکھوا لی جائیں:

ہیڈ بیرا سمجھا کہ ہو سکتا ہے کسی ملک صاحب نے

ڈی ایس پی بولا: ایسا ہی ہو گا۔ لیکن کیا وہاں ہم
تخریب کاروں کے سارے ایجنٹوں کو پکڑنے میں
کامیاب ہو جائیں گے۔ جیسا کہ تم بھی جانتے ہو کہ
ہم اس گروہ کے سارے ارکان کو زندہ یا مردہ پکڑنا
چاہتے ہیں۔"

ناگ نے کہا: "فکر نہ کریں۔ وہاں سارے کے سارے
تخریب کار موجود ہوں گے اور آپ کچھ کو مردہ
اور کچھ کو زندہ گرفتار کر سکیں گے۔"

ڈی ایس پی آگے کو جھک کر بولا:
"مسٹر ناگ! یقین نہیں آ رہا۔ کیوں کہ یہ لوگ سارے
شہر میں بکھرے ہوئے ہیں۔"

ناگ نے کہا: "وہ سب رات کو وہاں جمع ہوں
گے۔ آپ رات نو بجے کے بعد نیلی چھت والی
کوٹھی کے ارد گرد مورچے سنبھال لیں۔ میں وہاں پہنچ
جاؤں گا اور آپ کو تلاش کر لوں گا۔ اب میں
جاتا ہوں۔ میرے پاس زیادہ وقت نہیں ہے۔"

ڈی ایس پی اٹھ کر آفس کے دروازے تک ناگ کے
ساتھ آیا۔ ناگ نے کہا:
"یہ راز کسی پر ظاہر نہیں ہونا چاہیے۔ پولیس کے

خاص سپاہی مسلح ہو کر آپ کے ساتھ جانے چاہئیں
اور انہیں بھی کچھ نہ بتایا جائے کہ وہ کیا کرنے کیلئے وہاں
جا کر مورچے سنبھال رہے ہیں۔"

"ایسا ہی ہو گا مسٹر ناگ! فکر نہ کرو۔"

ڈی ایس پی نے ناگ سے ہاتھ ملایا۔ ناگ تیزی سے
باہر نکل گیا۔

ناگ کے جاتے ہی ڈی ایس پی نے انسپکٹر سکندر کو بلا کر
ساری بات سمجھائی۔ انسپکٹر سکندر نے اسی وقت کے چار
آدمیوں کو مزدوروں کا لباس پہنایا۔ خود بھی ایک آڑھتی کا
لباس پہنا۔ پہلے نے ٹرک میں چینی اور چاول کی چھ بوریاں
لاد کر رکھیں اور سیدھا کراچی ائر پورٹ پر آ گیا۔ بوریوں کو
نقلی مزدوروں کے کاندھوں پر لادا اور خود ہاتھ میں پنسل
اور کاپی لیے ان کے ساتھ اوپر کینٹین میں آ گیا۔ کینٹین کا
مالک اس وقت وہاں نہیں تھا۔ یہ بات انسپکٹر سکندر نے
پہلے ہی فون کر کے معلوم کر لی تھی۔ اس نے ہیڈ بیرے
سے کہا:

"ملک صاحب نے تین بوری چاول اور تین بوری
چینی بھجوائی ہے۔ سٹور روم میں رکھوا لی جائیں۔"

ہیڈ بیرا سمجھا کہ ہو سکتا ہے کسی ملک صاحب نے

بجوایا ہو اور کینٹین کے مالک نے
یہ سامان کینٹین کے لیے
پہلے سے آڈر دے رکھی ہو۔ اس نے آگے بڑھ کر سٹور روم
کا دروازہ کھول دیا اور بولا:
"یہاں اندر رکھ دیں مال۔"
انسپکٹر سکندر سٹور روم میں داخل ہو گیا اور نقلی مزدوروں
سے بولا:
"چلو اوئے۔ ادھر لگا دو سارا مال۔"
نقلی مزدور بڑے آرام آرام سے بوریاں لا کر سٹور روم
میں رکھنے لگے۔ ہیڈ بیرا ابھی تک وہیں کھڑا تھا۔ انسپکٹر سکندر
چاہتا تھا کہ یہ کم بخت وہاں سے جائے اور وہ بوریوں
کے پیچھے بے ہوش ایجنٹ کو اٹھائے۔ اس نے ہیڈ بیرے
سے کہا:
"بھائی کیا ہمیں چائے نہیں پلاؤ گے؟"
ساتھ ہی انسپکٹر سکندر نے دس روپے کے دو نوٹ نکال
کر ہیڈ بیرے کی طرف بڑھائے۔ ہیڈ بیرا نوٹ لے کر بہت
خوش ہو گیا۔ بولا:
"صاحب جی! ابھی لگاتا ہوں میز پر چائے۔ آپ
بوریاں رکھوا کر کینٹین میں آ جائیں۔"
ہیڈ بیرا واپس گیا تو انسپکٹر سکندر نے بوریوں کے پیچھے

گتے کے ڈبے وغیرہ اٹھا کر دیکھا۔ وہاں ایک آدمی جس
نے بیرے کی وردی پہن رکھی تھی بے ہوش پڑا تھا یہی
ایجنٹ نمبر سات تھا۔ انسپکٹر نے اپنے سپاہیوں کو اشارہ
کیا۔ انہوں نے فوراً ساتھ لائی ہوئی ایک خالی بوری میں
بے ہوش ایجنٹ کو ڈال کر بند کر دیا۔ ایک سپاہی نے
بوری کاندھے پر اٹھائی اور سٹور روم سے نکل کر سیڑھیاں
اترتا نیچے چلا گیا۔
انسپکٹر سکندر کا مشن بڑی خاموشی سے پورا ہو گیا تھا۔
ابھی ایک کام باقی تھا۔ اس نے نقلی مزدوروں کو ساتھ لیا
اور کینٹین میں آ کر بیٹھ گیا۔ ہیڈ بیرا چائے اور کیک لگا
رہا تھا۔
انسپکٹر سکندر نے کہا:
"شکریہ بھائی۔"
وہ چائے پینے لگے۔ انسپکٹر نے ہیڈ بیرے کو ایک طرف
لے جا کر کہا:
"بھائی! تمہارے یہاں ایک بیرا کام کرتا ہے۔ اس
کا نام اس وقت منہ پر نہیں چڑھ رہا۔ لمبا،
دبلا پتلا سانولا سا ہے۔"
"اوہ کبیر کا پوچھ رہے ہیں آپ" ہیڈ بیرے نے کہا

یہ حلیہ ایجنٹ نمبر سات ہی کا تھا۔ انسپکٹر نے کہا:
"ہاں ہاں کبیر ہی۔ اس کا نام ہے۔ اس نے بھی نام
بتایا تھا مجھے۔"
ہیڈ بیرا بولا: "مگر کبیر یہاں نظر نہیں آ رہا۔ تھوڑی دیر
پہلے تو یہیں تھا۔"
انسپکٹر سکندر نے جیب سے دس روپے کا ایک نوٹ
نکال کر ہیڈ بیرے کو دیا اور آنکھ مار کر کہا:
"بھائی! کبیر کی طبیعت خراب ہو گئی تھی۔ اس
نے میرے ہاتھ یہ پیغام بھیجا ہے کہ مالک سے
کہہ دینا میں حکیم جی کے پاس شہر جا رہا ہوں
پیٹ میں درد ہے۔ شام تک واپس آ جاؤں گا۔"
ہیڈ بیرے نے کہا: "کوئی بات نہیں جناب۔ آپ
کوئی فکر نہ کریں۔ کبیر کے گھنٹے بھی نہیں کاٹے
جائیں گے۔"
انسپکٹر نے اٹھتے ہوئے ہیڈ بیرے سے ہاتھ ملایا اور کہا:
"خدا تمہارا بھلا کرے بھائی! کبیر بے چارہ غریب
آدمی ہے اور پھر بیمار بھی ہے۔"
"جی آپ کوئی فکر ہی نہ کریں۔"
انسپکٹر سکندر نے نقلی مزدوروں یعنی اپنے سپاہیوں کو

ساتھ لیا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ایئرپورٹ سے باہر آ کر
ٹرک میں بیٹھ گیا۔ اس نے پیچھے مڑ کر دیکھا اور کہا:
"اوئے میاں داد! بے ہوش مجرم کہاں ہے؟"
سپاہی میاں داد بولا:
"یہ بے ہوش پڑا ہے جناب۔ سیٹ کے
نیچے۔"
اور ٹرک تھانہ صدر کی طرف روانہ ہو گیا۔
بے ہوش ایجنٹ نمبر سات کو اسی وقت خفیہ طریقے سے
بڑی جیل میں لے جا کر اس کے تہہ خانے میں بند کر دیا گیا۔
ناگ اور ماریا تھانے سے چل کر سیدھے پاپوش نگر
والے ہوٹل میں عنبر اور کیٹی کے پاس آ گئے۔ انہیں ٹائم بم
اور ریڈیو ٹرانسمیٹر اور سارے واقعات شروع سے آخر
تک بتائے۔ عنبر اور کیٹی اس کارکردگی پر بے حد خوش
ہوئے۔ عنبر نے پوچھا:
"اب تمہارا کیا پروگرام ہے ناگ! تم ان سب
تخریب کاروں کو ان کے لیڈر کے خفیہ اڈے پر کیسے
اکٹھا کرو گے؟"
ناگ نے ریڈیو ٹرانسمیٹر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا:
"ٹھیک پانچ بجے لیڈر یعنی کالا چیتا ایک مزدور کی

پیغام دینے والا ہے۔ بس۔ اس کے ساتھ میری کچھ باتیں ہوں گی اور سارا کام ٹھیک ہو جائے گا:

کیمپٹی اور ماریا نے پوچھا کہ تم اس سے کیا بات کرو گے

ناگ مسکرا کر بولا:

"تمہارے سامنے بات کروں گا۔ ذرا صبر کرو۔ پانچ بج لینے دو۔"

اور وہ گھڑی کی طرف دیکھنے لگا!!

○

ناگن رقاصہ

ماریا نے کہا "یہ تو اتفاق کی بات ہے کہ لیڈر کالا چیتا نے خود کہہ دیا تھا کہ وہ پانچ بجے کوئی پیغام دے گا۔ اگر وہ بات نہ کرنے والا ہوتا تو تم کیا کرتے؟"

ناگ مسکرایا، کہنے لگا،

"جب آدھی رات کو ٹائم بم نہ پھٹتا تو وہ اگلے روز مجھ سے ضرور رابطہ قائم کرتا میں اپنا جال اس وقت بھی پھینک سکتا تھا۔"

عنبر نے کہا "ناگ آخر تمہارا جال کیا ہے؟ ہمیں بھی تو بتاؤ۔"

ناگ کہنے لگا،

"ابھی نہیں عنبر بھیا۔ تھوڑی دیر انتظار کرنا ہوگا۔"

ساڑھے چار بجے انہوں نے چائے منگوا کر پی۔ پانچ بجنے میں ایک منٹ رہتا تھا کہ عنبر ناگ کیمپٹی اور ماریا سب

دروازہ بند کر کے بیٹھ گئے۔ ریڈیو ٹرانسمیٹر ناگ کے
ہاتھ میں تھا۔ ٹھیک پانچ بجے ٹرانسمیٹر میں سے سگنل
کی آواز آئی۔ ناگ کو ایک ہی خطرہ تھا کہ کہیں کالا چیتا
کوڈ زبان میں بات نہ کرنا شروع کر دے۔ مگر اس کا
بھی اس نے علاج سوچ رکھا تھا۔ جونہی سگنل ہوا، ناگ نے
فوراً ٹرانسمیٹر کا بٹن دبا کر بے حد گھبرائی ہوئی آواز میں کہا:
"لیڈر! پولیس کو سوائے خفیہ اڈے کے ہمارے سارے
ایجنٹوں کے ٹھکانوں کا علم ہو گیا ہے۔ وہ چھاپہ مار
رہی ہے سب کو آرڈر کر دو کہ وہ خفیہ اڈے پر
تمہارے پاس پہنچ جائیں۔ میں بڑی مشکل میں ہوں،
اس سے زیادہ بات نہیں کر سکتا۔ پولیس آ رہی
ہے۔ میں بھاگ رہا ہوں۔"
ناگ کو لیڈر کی اتنی ہی آواز آئی کہ کیا تم سچ کہہ رہے
ہو؟ مگر ناگ نے جلدی سے ٹرانسمیٹر بند کر دیا۔
عنبر، کیپٹن اور ماریا اس کا منہ دیکھنے لگے۔
عنبر نے کہا:
"بھائی تو تم نے بڑا اچھا پھینکا ہے مگر کیا لیڈر تمہاری
بات کا اعتبار کرے گا؟"
ناگ نے کہا: "کیوں نہیں کرے گا۔ وہ جانتا ہے

کہ میں ایجنٹ نمبر سات ہوں اور میں جھوٹ نہیں
بول سکتا۔"
کیپٹن نے کہا: "اب تم کیا کرو گے؟"
ناگ بولا: "ماریا میرے ساتھ جائے گی۔ وہ یہ
ٹائم بم خفیہ اڈے کے اندر اس کے دروازے پر
جا کر رکھ دے گی۔ اس کے پھٹنے سے دروازہ اڑ
جائے گا اور ساتھ ہی وہ الیکٹرو مقناطیسی شعاعیں
بھی غائب ہو جائیں گی جن کو خفیہ سوئچ کے ساتھ
کالا چیتا نے وہاں پھیلا رکھا ہے اور جس کی
وجہ سے ماریا بھی اندر داخل نہیں ہو سکی تھی۔"
عنبر نے کہا: "ہم تمہاری کامیابی کے لیے دعا کریں
گے۔ ویسے مجھے شک ہے کہ کالا چیتا اپنے ساتھی
جاسوسوں اور تخریب کاروں کو خفیہ اڈے پر نہیں
بلائے گا۔"
ناگ نے ہنس کر کہا:
"تم دیکھ لینا۔ آج آدھی رات سے پہلے پہلے تخریب
کاروں کا سارا ٹولہ گرفتار ہو چکا ہو گا۔"
جب رات کے ٹھیک دس بجے تو ناگ نے ٹائم بم
کی ٹیوب کے باہر لگی ہوئی چھوٹی سی گھڑی کی سوئی کو گھما

کے ہندسے پر کر دیا اور ماریا کو ساتھ لے کر سیدھا
صدر پہنچا۔ وہاں اسے پتہ چلا کر ڈی ایس پی اور انسپکٹر
سکندر پولیس کی چار گاڑیاں لے کر کسی جگہ چھاپہ مارنے
گئے ہوئے ہیں۔

ناگ کو تسلی ہو گئی۔ انہوں نے ٹیکسی لی اور شہر سے نکل
کر ٹینی چھت والے تخریب کاروں کے خفیہ اڈے کی طرف
روانہ ہو گئے۔ شہر کی روشنیوں سے باہر نکلے تو سڑک کی دونوں
جانب رات کا اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ پھر انہوں نے ایک
جگہ سمندر کنارے پہنچ کر ٹیکسی چھوڑ دی۔

ناگ نے ٹائم بم ماریا کو دے کر کہا:

"تم یہ ٹائم بم لے کر جاؤ اور خفیہ اڈے کے
گیراج کے اندر جا کر سیڑھیاں اترنے کے بعد
اس دروازے کی ایک طرف دیوار میں لگا دینا۔
پھر واپس وہ سامنے والی چٹان کے پاس آ جانا۔
انسپکٹر سکندر اور ڈی ایس پی وہیں ہوں گے۔ میں
اسی طرف جا رہا ہوں۔"

ماریا نے ٹائم بم لیا اور ہوا میں تیز جھونکے کی طرح
لہراتی تخریب کار جاسوسوں کے خفیہ اڈے کی طرف اڑنے
لگی۔ وہ اس سے پہلے بھی اس جگہ آ چکی تھی مگر الیکٹرو مقناطیسی

لہروں کے چاروں طرف پھیلے ہونے کی وجہ سے وہ خفیہ
اڈے کے اندر داخل نہیں ہو سکی تھی۔ اسے بند دروازے
کے اندر سے گذرنے کی کوشش میں شدید جھٹکا لگا تھا
اور وہ باہر سیڑھیوں پر جا گری تھی۔ ماریا درختوں میں گھری
ہوئی اس پراسرار ویران کوٹھی کے گیراج کے پاس آ کر رک
گئی جس کے تہہ خانے میں کالا پھیتے کا خفیہ اڈا تھا۔ گیراج
بند تھا مگر ماریا اس کے بند دروازے میں سے اندر داخل
ہوئی۔ آگے سیڑھیاں تھیں۔ اس کے آگے اندھیرے میں وہ
بند دروازہ تھا جس میں سے الیکٹرو مقناطیسی شعاعیں
نکل رہی تھیں اور کوئی جاندار یا غیر مرئی غائب شے اس
کے اندر داخل نہیں ہو سکتی تھی۔ یہ بڑی قاتل لہریں تھیں۔
اور انسان کے جسم سے ٹکرا کر اسے ہلاک کر دیتی تھیں۔
جب کسی ایجنٹ کو اندر داخل ہونا ہوتا تھا تو وہ دیوار
کے قریب کھڑے ہو کر اپنے ٹرانسمیٹر سے خفیہ کوڈ الفاظ
دہراتا تھا جس کے اثر سے الیکٹرو مقناطیسی شعاعیں دس
سیکنڈ کے لیے غائب ہو جاتی تھیں اور دروازہ اپنے آپ
کھل جاتا تھا۔ یہ خفیہ کوڈ الفاظ نہ ناگ کو معلوم تھے اور
نہ ماریا ہی انہیں جانتی تھی۔

وہ بند دروازے کے سامنے کھڑی تھی۔ اس نے دروازے

کے کونے میں دیوار میں ایک جگہ چھوٹے سے سوراخ میں
بم کی ٹیوب دبا کر رکھ دی اور باہر آ گئی۔

دوسری طرف ناگ چٹان کے قریب پہنچ کر رک
اور اس نے جیب سے چھوٹی سی ٹارچ نکال کر تین بار روشن
اس کے ساتھ ہی ایک جگہ جھاڑیوں کے پیچھے سے ڈی
پی ہاتھ میں پستول لیے نکل آیا اور ناگ کو پہچان کر

"مسٹر ناگ! سب ٹھیک ہے۔ ہمارے پاس مورچے
میں آ کر بیٹھ جاؤ۔ یہ بتاؤ کہ ہمیں کس وقت
چھاپہ مارنا ہوگا۔"

ناگ نے کہا: "ٹھیک آدھ گھنٹے بعد۔ یعنی پورے
گیارہ بجے رات۔ کیا اس کوٹھی کو چاروں طرف
سے گھیر لیا گیا ہے؟"

ڈی ایس پی نے جواب دیا:

"یہ کوٹھی ہماری پولیس کے جوانوں کی زد میں ہے
اس وقت اس کوٹھی کے اردگرد دو سو پولیس
کے جوان کوٹھی پر چھاپہ مارنے کے لیے مورچوں
میں رائفلیں تانے میرے حکم کے انتظار میں بالکل
تیار بیٹھے ہیں۔"

ناگ بولا: "بہت خوب۔ اب ایسا ہے کہ ٹھیک

گیارہ بجے کوٹھی کے اندر ایک دھماکہ ہوگا۔ اس
کے ساتھ ہی آپ حملہ کر دیں گے۔ میں آپ کی
راہ نمائی کروں گا۔ ہم گیراج کی طرف سے اندر داخل
ہوں گے۔ پچاس سپاہی رائفلیں لیے باہر چھپے رہیں
گے کہ اگر کوئی تخریب کار بھاگنے کی کوشش کرے
تو اسے وہیں ہلاک کر دیا جائے۔"

ڈی ایس پی نے پوچھا:

"کیا سارے تخریب کار یہاں جمع ہیں؟"

ناگ نے کہا: "میں نے ایسا ہی بندوبست کیا ہے کہ
سارے تخریب کار یہاں آ جائیں۔"

ڈی ایس پی بولا: "میں نے تھوڑی دیر بعد
کچھ گاڑیاں دور سڑک پر سے گزر کر ان چٹانوں
کے پیچھے گم ہوتی دیکھی ہیں۔ خیال ہے کہ یہ تخریب
کار ہی ہوں گے جو خفیہ اڈے میں آ رہے تھے۔"

ناگ بڑا خوش ہوا: "کیا گاڑیاں آپ نے دیکھی تھیں؟"

"ہاں ہاں۔ ان کی روشنی ہمارے سامنے والی پہاڑی
کے ساتھ لگ کر گزرتی تھی۔"

"بس ٹھیک ہے۔" ناگ نے کہا: "میری چال کامیاب
رہی ہے"

لتے ہی اسے ماریا کی خوشبو آئی۔ اس نے آہستہ سے کہا: 'ماریا؟'

ڈی ایس پی نے کہا:

'تم نے مجھ سے کچھ کہا؟'

ناگ نے جلدی سے کہا:

'نہیں۔ میں کہہ رہا تھا کہ انسپکٹر سکندر کہاں ہے؟'

'وہ سامنے مشرق کی طرف سے سپاہیوں کو لے کر حملہ کرے گا۔ وہ سامنے جھاڑیوں میں چھپ کر بیٹھا ہے۔'

ماریا نے ناگ کے کان میں کہا:

'میں تمہارے پاس ہوں۔ میں نے ٹائم بم لگا دیا ہے۔ تمہیں جواب دینے کی ضرورت نہیں۔ اگر اس بم کی گھڑی ٹھیک ہے تو پھر پورے گیارہ بجے وہ پھٹ پڑے گا۔'

ناگ نے کوئی جواب نہ دیا۔ اس نے ماریا کی پوری بات سن لی تھی۔ ماریا ایسی آواز میں بات کر رہی تھی جو سوائے ناگ کے دوسرا کوئی نہیں سن سکتا تھا۔

ڈی ایس پی، ماریا اور دوسری طرف انسپکٹر سکندر اندھیری رات میں نیلی چھت والی پراسرار کوٹھی پر نظریں جمائے

بیٹھے تھے۔ ناگ کی آنکھیں کلائی پر بندھی ہوئی گھڑی پر لگی تھیں۔ ایک ایک سیکنڈ بڑی مشکل سے گذر رہا تھا۔ سوئی جب گیارہ بجے پر پہنچی تو سب بے تابی سے تخریب کاروں کے خفیہ اڈے کی طرف دیکھنے لگے جو درختوں کے اندھیرے میں سائے کی طرح نظر آ رہا تھا۔

ڈی ایس پی نے کہا:

'مسٹر ناگ! گیارہ تو بج گئے۔ دھماکہ نہیں ہوا؟'

ماریا بولی: 'ناگ بھیا! لگتا ہے ٹائم بم کی گھڑی خراب...'

ابھی یہ الفاظ اس کے منہ ہی میں تھے کہ ایک زبردست دھماکہ ہوا۔ آگ کا ایک بہت بڑا شعلہ اوپر کو اٹھا جس میں خفیہ اڈے کے گیراج کی چھت ٹکڑے ٹکڑے ہو کر شعلوں کی روشنی میں درختوں سے بھی اوپر کو اچھل گئی۔ ڈی ایس پی نے ہوا میں تین فائر کیے۔ یہ حملے کا سگنل تھا۔ اس کے ساتھ ہی چاروں طرف سے سپاہی مورچوں سے نکل کر خفیہ اڈے کی طرف رائفلیں تانے لپکے۔ گیراج کا تباہ شدہ حصہ ملبے کا ڈھیر بن چکا تھا۔ ناگ اور ڈی ایس پی گیراج کے قریب گئے تو دیکھا کہ وہاں نیچے دیوار میں ایک بہت بڑا گڑھا پڑ چکا تھا۔ وہ اندر داخل ہو گئے۔ کمرے میں آٹھ تخریب کاروں کی لاشیں پڑی تھیں۔

سپاہی باہر فائرنگ کر رہے تھے۔ چار تخریب کاروں نے
دوسری طرف سے فرار ہونے کی کوشش کی تھی۔ جن کو وہیں
گولی مار کر ہلاک کر دیا گیا۔

ناگ، ماریا، ڈپٹی ایس پی اور انسپکٹر سکندر نے ساری
کوٹھی اور اس کے تہہ خانے کو چھان مارا۔ تین تخریب
کاروں کو گرفتار کر لیا گیا جو سخت زخمی حالت میں تھے مگر
انہیں کالا چیتا کہیں نہ ملا۔

ناگ نے کہا "گروہ کا لیڈر غائب ہے۔ انسپکٹر سکندر
تم سپاہیوں کو لے کر ان کمروں کو گھیرے میں
لیے رکھو۔ میں ایک بار پھر تہہ خانے میں جا کر
کالے چیتے کو تلاش کرتا ہوں۔"

ناگ اور ماریا نیچے تہہ خانے میں آ گئے۔ یہاں بھی دھماکے
کی وجہ سے تباہی پھیلی تھی اور چیزیں الماریوں سے گر کر
فرش پر ٹوٹی پھوٹی پڑی تھیں۔ لیڈر یہاں بھی نہیں تھا۔

ماریا نے کہا،

"میں اس دیوار سے گذر کر دوسری طرف دیکھتی ہوں۔"

ماریا دیوار میں سے گذر کر دوسری طرف گئی تو وہاں
ایک تنگ و تاریک کوٹھڑی تھی جو بالکل خالی پڑی تھی۔
تخریب کار جاسوسوں کے گروہ کا لیڈر کالا چیتا وہاں بھی

نہیں تھا۔ ماریا نے ایک بار اس کی شکل دیکھی تھی جب
اس نے اپنے چہرے پر نقاب نہیں پہنا ہوا تھا۔ اس
شکل کا کوئی آدمی ابھی تک گرفتار نہیں ہوا تھا۔ وہ کوٹھڑی
سے نکل کر ناگ کے پاس آ گئی۔ ناگ کو بتایا کہ گروہ کا
لیڈر وہاں بھی نہیں ہے۔

ناگ بولا "اگرچہ اپنے ساتھیوں کے بغیر وہ بالکل
بے کار ہے مگر پھر بھی اس کی گرفتاری بہت
ضروری ہے۔"

ماریا نے کہا "میں اس کی شکل پہچانتی ہوں۔ مجھے
یقین ہے کہ وہ ان تہہ خانوں میں ہی کسی جگہ
چھپا ہوا ہے۔"

ناگ کہنے لگا "میں پولیس کو واپس بھجوائے دیتا ہوں
ہم یہاں رہ کر ایک بار پھر ساری کوٹھی کی تلاشی
لیں گے۔"

"ٹھیک ہے۔ ان لوگوں نے سارے تخریب کاروں
کو گرفتار کر لیا ہے۔ انہیں واپس چلے جانا چاہیے۔"

O

ادھر ناگ اور ماریا میں یہ باتیں ہو رہی تھیں ادھر

دوسری طرف تہہ خانے کے مغربی کونے میں ایک خفیہ کوٹھڑی میں تجربہ کار گروہ کا لیڈر کالا چیتا سخت زخمی حالت میں فرش پر پڑا کراہ رہا تھا اور اس کے پاس اس کا قریبی ساتھی اور دوست جس کا نام بلیک کوبرا تھا بیٹھا اس کی کٹی ہوئی ٹانگوں سے بہتے خون کو روکنے کی کوشش کر رہا تھا۔

کالا چیتا بولا:

بلیک کوبرا! میری دونوں ٹانگیں کٹ چکی ہیں۔ ہمارے سارے ساتھی یا تو مر گئے ہیں یا پولیس نے انہیں پکڑ لیا ہے۔ میں بھی مرنے والا ہوں۔ تم اپنی جان بچا کر خفیہ راستے سے نکل کر بھاگ جاؤ۔ ہو سکتا ہے پولیس یہاں بھی پہنچ جائے۔"

بلیک کوبرا نے کہا:

"باس! میں تمہیں بھی اپنے ساتھ لے جاؤں گا میں تمہیں ٹھیک کر دوں گا۔"

کالے چیتے نے کہا:

"نہیں بلیک کوبرا — میں نہیں بچ سکتا۔ یہ میرے آخری سانس ہیں۔ تم — تم میری ایک بات یاد رکھنا۔ میرا خیال ہے کہ ایک بچہ جس کا نام ناگ

ہے اس نے یہ ساری تباہی مچائی ہے۔ اس سے ہم سب کے خون کا بدلہ ضرور لینا۔ وہ ہی پولیس کو لے کر یہاں آیا تھا اور اسی نے ہمارے اڈے کو ٹائم بم سے تباہ کیا ہے۔ اسی نے ——— اسی نے واٹر کیس پر مجھے دھوکے میں پھنسایا۔۔۔"

اس کے ساتھ ہی کالے چیتے نے آخری ہچکی لی اور مر گیا۔

بلیک کوبرا ٹارچ کی روشنی ڈال کر اس کے مردہ چہرے کو غور سے دیکھنے لگا۔ اچانک اسے کسی مرد کی آواز سنائی دی۔

"ادھر بھی شاید کوئی خفیہ تہہ خانہ ہے۔"

یہ ناگ کی آواز تھی جو ماریا کے ساتھ باتیں کرتا اسی تہہ خانے کی دیوار کی طرف چلا آ رہا تھا۔ بلیک کوبرا نے لیڈر کی لاش کو وہیں چھوڑا اور خفیہ راستے میں چھلانگ لگا کر سوراخ کا دروازہ اوپر سے گرا دیا اور سرنگ میں سے ہوتا ہوا اس علاقے سے دور سمندر کے کنارے نکل کر رات کی تاریکی میں شہر کی طرف چل پڑا۔

ناگ اور ماریا خفیہ تہہ خانے میں داخل ہوئے تو ٹارچ کی روشنی میں انہیں وہاں تجربہ کاروں کے لیڈر

کالے چیتے کی لاش ملی۔ ماریا نے اسے پہچان لیا۔ وہ بہت
خوش ہوئے کہ آخر گروہ کا لیڈر بھی مارا گیا۔ اسی وقت
انہوں نے باہر آکر انسپکٹر سکندر کو وائرلیس پر لیڈر کی
موت کا پیغام دیا اور واپس بلایا۔ انسپکٹر سکندر اپنی پولیس
پارٹی کے ساتھ ابھی تھانے سے دور ہی تھا کہ وائرلیس کا
پیغام سن کر وہیں سے واپس مڑ گیا۔ کالے چیتے کی لاش
ہسپتال میں لا کر دوسرے تخریب کاروں کی لاشوں کے
ساتھ ڈال دی گئی۔

ناگ کی یہ بہت بڑی کامیابی تھی۔ عنبر اور کیٹی نے بھی
ناگ اور ماریا کی بہادری اور ذہانت کی داد دی۔ آئی جی
پولیس نے سرکاری طور پر ناگ اور عنبر کی ضیافت کی اور
انہیں تعریفی سرٹیفکیٹ دیئے گئے۔ اب ناگ، عنبر، ماریا اور
کیٹی کراچی شہر سے جانے کی تیاریاں کرنے لگے۔ ان کا ارادہ
ملک امریکہ کی طرف جانے کا تھا۔ کیوں کہ یورپ اور مشرق
وسطیٰ میں تیسری ایٹمی جنگ کے بادل منڈلا رہے تھے۔
یہ افواہ عام تھی کہ روس اور امریکہ میں کسی وقت بھی
جنگ چھڑ سکتی ہے۔ ناگ کا خیال تھا کہ اگر ایٹمی جنگ
چھڑ گئی تو دنیا کا کوئی ملک سلامت نہیں رہے گا۔

"پھر امریکہ بھی تباہ ہو جائے گا" کیٹی نے کہا۔

ناگ نے کہا: "اس کے باوجود صرف امریکہ ہی
ایک ایسا ترقی یافتہ ملک ہے کہ وہاں زمین دوز
ایک ایسا ہال بنا ہوا ہے جو بہت وسیع اور
کشادہ ہے۔ میں نے سنا ہے کہ اس تہہ خانے
کو ایٹمی جنگ کی صورت میں چاروں طرف سے
تابکاری سے بچایا گیا ہے۔ اس تہہ خانے کا
کوڈ نام نکسن ہال ہے۔ یہاں دنیا کی ہر شے
محفوظ کر کے رکھ دی گئی ہے۔ تاکہ اگر ایٹمی
جنگ میں ساری دنیا تباہ ہو جائے۔ کوئی زندہ
نہ بچے تو اس خفیہ کمین گاہ نکسن ہال کی ساری
چیزیں اور وہاں پناہ لیے ہوئے انسان باقی
بچ جائیں اور جب باہر زمین پر ایٹمی تابکاری کا
اثر ختم ہو جائے تو وہ باہر نکل کر ایک بار پھر
نئی زندگی شروع کر سکیں۔ ہم امریکہ جا کر اس
نکسن ہی میں ایٹمی جنگ کی بربادی سے بچ سکتے
ہیں۔ عنبر اور ماریا تو ایٹمی تابکاری میں زندہ رہ
سکیں گے مگر میں اور کیٹی شاید مر جائیں۔ ہم اس
دنیا کے کرے سے باہر کہیں نہیں نکل سکتے اور
یہ دنیا ایٹمی جنگ کی لپیٹ میں آنے ہی والی

ہے۔ چنانچہ اپنی جان بچانے کے لیے ضروری
ہے کہ ہم یہاں سے سیدھے امریکہ جائیں اور
لنکن ہال کا سراغ لگا کر جنگ کی صورت
میں اس کے اندر جا کر دوسرے سائنس دانوں
کے ساتھ چھپ کر بیٹھ جائیں۔ کیا خیال ہے؟“
عنبر ماریا اور کیٹی نے ناگ کی اس تجویز کو پسند کیا۔
کیوں کہ اگر دنیا تیسری ایٹمی جنگ کی لپیٹ میں آ
گئی تو وہ صرف لنکن ہال میں پناہ لے کر ہی محفوظ رہ
سکتے تھے۔ یہ ان سب کو اچھی طرح معلوم تھا کہ تیسری
ایٹمی جنگ بڑی ہولناک ہو گی۔ اور ہائیڈروجن بم اور ایسے
ایسے نیوٹرون میزائل ایک دوسرے پر پھینکے جائیں گے
کہ جن کی ہلاک کر دینے والی شعاعوں سے انسانوں کے
جسم بھاپ بن کر اڑ جائیں گے۔ امریکہ چلے جانے کا فیصلہ
کرنے کے بعد انہوں نے اپنے اپنے پاسپورٹوں پر امریکہ
کا ویزا لگوانے کی کوشش شروع کر دی۔

دوسری طرف تخریب کاروں کے گروہ کے مردہ لیڈر
کا ساتھی بلیک کوبرا شہر میں پہنچ چکا تھا اور اس نے
ناگ کی تلاش شروع کر دی تھی۔ بلیک کوبرا شہر میں
ایک ماڈرن کلب چلاتا تھا جس کا نام بلیو سٹار کلب تھا۔

اس کلب میں رات کو ڈسکو ڈانس ہوتے تھے اور صرف
کلب کے ممبر ہی اس میں شریک ہو سکتے تھے جس
روز ناگ عنبر کو پولیس کی طرف سے ضمانت دی گئی
اس کے دوسرے دن اخباروں میں ناگ عنبر کی تصویریں
بھی چھپیں۔ بلیک کوبرا نے ناگ عنبر کی تصویریں کاٹ کر رکھ
لیں۔ اس نے ان دونوں کی شکلوں کو بھی اچھی طرح اپنے
ذہن میں بٹھا لیا اور یہ بھی معلوم کر لیا کہ یہ دونوں ایک
سیاح لڑکی کیٹی کے ساتھ پاپوش نگر کے ایک درمیانے درجے
کے ہوٹل میں رہ رہے تھے۔

بلیک کوبرا نے ایک نسیم ناگ اور اپنے خاص آدمی
کو پستول دے کر ہوٹل پاپوش نگر بھیجا کہ وہ فقیر کے بھیس
میں وہاں جائے اور عنبر اور ناگ کو ہلاک کر دے لیکن
ایسا ہوا کہ جب یہ کرائے کا قاتل پاپوش نگر والے ہوٹل
میں ایک فقیر کے لباس میں پہنچا تو اسے بیروں کی زبانی
معلوم ہوا کہ ناگ اور اس کے ساتھی سیاح ہوٹل سے
جا چکے ہیں۔

ناگ عنبر ماریا اور کیٹی نے وہ ہوٹل چھوڑ دیا تھا
اور وہ ایئرپورٹ کے پاس ہوٹل کنگز میں آ گئے تھے
اس ہوٹل میں رہ کر وہ اپنے پاسپورٹوں پر امریکہ کا

ویزا لگوانے کی کوشش کر رہے تھے۔ وہ قانونی طور پر
امریکہ میں داخل ہونا چاہتے تھے۔ اس سلسلے میں آئی جی
پولیس بھی ان کی مدد کر رہا تھا۔

بلیک کوبرا کو جب پتہ چلا کہ ناگ عنبر اس کے
ہاتھ سے نکل گئے ہیں تو اسے بڑی ناکامی کا احساس ہوا
مگر اس نے ہمت نہ ہاری اور اپنے آدمی ناگ عنبر
کے پیچھے لگا دیئے کہ وہ شہر میں اس کو تلاش کریں۔

ڈسکو کلب کے مالک بلیک کوبرا کو کچھ پریشان پریشان
دیکھ کر اس کے کلب کی خاص ڈانسر کنڈنی اس کے پاس
آئی اور پوچھا کہ وہ آج کل پریشان پریشان سا کیوں
رہتا ہے؟

ڈانسر کنڈنی ڈسکو کلب میں ناگن ڈانس کرتی تھی اور
لوگ اس کے ناگن ڈانس پر دنگ رہ جاتے تھے۔ سارے
شہر میں ڈانسر کنڈنی کے ناگن ڈانس کی دھوم تھی۔ وہ بلیک کوبرا
کی پرانی دوست تھی۔ کراچی آنے سے پہلے وہ بھارت کے
شہر مدراس کی ایک کلب میں ناگن ڈانس کیا کرتی تھی
جہاں سے بلیک کوبرا نے اسے کراچی میں بلا لیا۔ اس
کی وجہ سے ڈسکو کلب کی آمدنی بڑھ گئی تھی۔ بلیک
کوبرا کو خود بھی معلوم نہیں تھا کہ اصل میں ڈانسر کنڈنی

کون ہے۔ کنڈنی سے اس کی پہلی ملاقات مدراس شہر کے
ایک ہوٹل میں ہوئی تھی جہاں وہ ڈانس کیا کرتی تھی۔
بلیک کوبرا اسے وہاں سے زیادہ تنخواہ پر اپنے ساتھ
مدراس کے کلب میں لے آیا۔ یہاں سے وہ کراچی
آ گیا تو کنڈنی نے کہا کہ وہ ابھی کراچی اس کے ساتھ
نہیں جا سکتی۔ لیکن چھ ماہ بعد بلیک کوبرا نے اسے بلایا
تو وہ کراچی آ کر اس کے ڈسکو کلب میں ناگن ڈانس
کرنے لگی۔

بلیک کوبرا نے کنڈنی کے سوال کو سن کر کہا:
"کنڈنی! تم میری دوست ہو۔ میں تم سے کوئی
بات چھپانا نہیں چاہتا۔"

پھر اس نے ڈانسر کنڈنی کو سب کچھ بتا دیا کہ وہ
ناگ نام کے ایک آدمی کی تلاش میں ہے جس نے
اس کے کتنے ہی دوستوں کو پولیس کے ہاتھوں مروا
دیا ہے۔

"میں اس سے اپنے خاص دوست کی موت کا
بدلہ لینا چاہتا ہوں تاکہ میرے دوست کی روح
کو سکون مل جائے مگر اتنے بڑے شہر میں ناگ کو
تلاش کرنے میں بڑی دقت ہو رہی ہے۔"

ڈانسر کندنی نے ناگ کے نام پر کچھ حیران سا ہو کر پوچھا
"یہ کس قسم کا نام ہے؟ یہ تو سانپ کا نام ہے"
بلیک کوبرا نے شانے اُچکا کر کہا:
"بس یہی نام ہے اس کا۔ اخباروں میں بھی اس کا
نام ناگ ہی لکھا ہے۔ سنا ہے وہ یہاں ہوٹل
ہلٹن میں شعبدہ بازی کرتا تھا اور اس کے پاس
افریقہ کا کوئی جادوئی لوکٹ یا منتر ہے جس کو پڑھ
کر وہ انسان سے سانپ بن جاتا تھا"
ڈانسر کندنی نے چونک کر بلیک کوبرا کو دیکھا پھر بولی
"تمہارے پاس اس کی کوئی تصویر ہے؟"
بلیک کوبرا نے میز کے دراز میں اخبار میں چھپی ہوئی
ناگ اور عنبر کی تصویر اسے دکھائی اور ناگ کے چہرے
کی طرف اشارہ کر کے کہا:
"یہ ناگ ہے۔ میرا دشمن۔ میرا شکار۔ جو ابھی
مجھ سے دور دور ہے۔ مگر میں اسے زندہ
نہیں چھوڑوں گا"
ڈانسر کندنی ٹکٹکی باندھے ناگ کی آنکھوں کو تک رہی
تھی۔ اسے ناگ کی شکل میں ایک ایسا قیمتی انمول ہیرا
مل گیا تھا جس کی تلاش میں ڈانسر کندنی دس برس سے

ہندوستان کے شہروں میں بھٹکتی پھر رہی تھی۔ کندنی کو
ناگن کا ڈانس کرتے دس برس گزر گئے تھے۔ وہ ہاتھ
میں ایک ایسا سانپ پکڑ کر ڈانس کرتی تھی جس کا زہر
نکال دیا جاتا تھا۔ کندنی اصل میں مدراس کے ایک سپیرے
کی بیٹی تھی اور اپنے باپ کے مرنے کے بعد اس نے
شیش ناگ کے مندر میں سانپ ڈانس ناچنا شروع کر دیا۔
جب اسے ڈانس کرتے دو برس گزر گئے تو ایک رات دیوتا
نے اس کے خواب میں آکر کہا:
"اے کندنی! تم نے ہمارے مندر میں دو برس ڈانس
کر کے ہمیں بہت متاثر کیا ہے۔ ہم تمہیں ایک
راز بتاتے ہیں۔ اگر تم کسی ایسے انسان کو پانے
میں کامیاب ہو گئیں جو اصل میں سانپ ہو اور
انسان کی شکل میں چل پھر رہا ہو۔ اور اگر تم نے
اس وقت اس ناگ انسان کی گردن کاٹ ڈالی
جب وہ سانپ کی حالت میں ہو تو تمہارے اندر
اتنی طاقت پیدا ہو جائے گی کہ تم جب چاہو
پھنکار کی آواز نکال کر عورت سے ناگن بن سکو گی۔
پھر زمین کے سارے چھپے ہوئے خزانے تمہیں
دکھائی دینے لگیں گے۔ تم سارے خزانے حاصل

کر کے دنیا کی مہارانی بن کر زندہ رہ سکے گی
مگر شرط یہ ہے کہ کوئی ایسا انسان تلاش کرو
جو اصل میں انسان نہ ہو بلکہ ایک سانپ ہو
پھر اسے سانپ کی شکل میں لا کر اس کی گردن
کاٹ کر پھینک دو۔ یہ کام تم ہی کو کرنا ہوگا۔"
دیوتا یہ بات کہہ کر غائب ہو گیا۔ ڈانسر کندنی کی
آنکھ کھل گئی اور وہ غور کرنے لگی کہ دیوتا نے اسے
جو کچھ کہا ہے بالکل درست ہے۔ مگر سوال یہ ہے کہ وہ
ایسا انسان کہاں سے تلاش کرے جو اصل میں سانپ ہو
تب سے لے کر آج تک ڈانسر کندنی دنیا کی امیر ترین
عورت اور مہارانی بننے کے خواب کو اپنے دل میں
چھپائے پھر رہی تھی اور کسی سانپ انسان کی تلاش
میں تھی۔ دس برس تک ناگن ڈانس کرتے رہنے کی وجہ
سے اس میں اتنی قابلیت ضرور پیدا ہو گئی تھی کہ وہ
سانپ انسان کی آنکھوں کو دیکھ کر پتہ کر سکتی تھی کہ یہ
سانپ کی آنکھیں ہیں۔
چنانچہ جب اس نے اخبار میں ناگ کی تصویر دیکھی
اور اس کی آنکھوں پر نظریں جمائیں تو اس کا دل خوشی
سے اچھل پڑا۔ ناگ کی آنکھوں سے ڈانسر کندنی

فوراً اندازہ کر لیا کہ یہی وہ سانپ انسان ہے جس کی
گردن کاٹ کر وہ مہارانی بننے کا خواب پورا کر سکتی ہے
اس نے اپنے دل کا راز ڈسکو کلب کے مالک بلیک کوبرا
پر بالکل ظاہر نہ کیا۔ بلکہ فیصلہ کیا کہ وہ ناگ کو انسانی
شکل میں قتل ہونے سے بچائے گی۔ اسے کسی سازش سے
تلاش کر کے اپنے قابو میں کرے گی پھر اس کے گرد ایسا
جال پھیلائے گی کہ وہ مجبور ہو کر اپنی جون بدل کر سانپ
کے روپ میں ظاہر ہو اور وہ اس کی گردن اڑا کر خود
ناگن بن کر کروڑ پتی عورت بن جائے۔
بلیک کوبرا نے پوچھا:
"تم بڑے غور سے تصویر دیکھ رہی ہو۔ کیا تم
نے اسے پہلے بھی دیکھا ہے؟"
ڈانسر کندنی نے فوراً کہا: "نہیں۔ بالکل نہیں۔
یہ تو بڑا عام سا آدمی معلوم ہوتا ہے"
بلیک کوبرا نے دانت پیس کر کہا:
"یہ میرے دوست کا قاتل ہے۔ میں اسے زندہ نہیں
چھوڑ سکتا۔"
ڈانسر کندنی نے اخبار کا تراشا واپس بلیک کوبرا کے
حوالے کرتے ہوئے کہا:

"اپنے آدمی اس کے پیچھے لگاتے رکھو۔ ہو سکتا ہے ہمارے ہاتھ آ جائے۔"

پھر باتوں ہی باتوں میں ڈانسر کنڈنی نے بیک کو ذرائے معلوم کر لیا کہ ناگ کو آخری بار پاپوش نگر کے ہوٹل میں دیکھا گیا تھا جہاں سے وہ اپنے بیتاج دوستوں کے ساتھ کسی دوسرے ہوٹل میں چلا گیا ہے۔ اب یہ نہیں معلوم تھا کہ وہ ہوٹل کون سا ہے؟

ڈانسر کنڈنی نے اس ہوٹل کا سراغ لگانے کا پکا فیصلہ کر لیا۔

ناگ پھنس گیا

ڈانسر کنڈنی سیدھا پاپوش نگر پہنچی۔

یہاں وہ اس معمولی سے ہوٹل میں گئی جہاں پہلے ناگ عنبر ماریا رہا کرتے تھے۔ اس نے ایک بیرے کو باہر بلا کر اسے دس روپے دیئے اور ناگ عنبر کے بارے میں پوچھا۔ بیرے نے کہا کہ میرے ساتھی کو معلوم ہے کہ وہ کس ہوٹل میں گئے ہیں۔ اس سے پوچھ کر بتاتا ہوں۔ کنڈنی نے اسے دس روپے اور دے دیئے۔ بیرا بڑا خوش ہوا۔ بھاگا بھاگا اپنے ساتھی کے پاس گیا اور پھر واپس آ کر کنڈنی کو بتایا۔

"ائر پورٹ کے قریب ایک ہوٹل ہے کنگز ہوٹل وہ لوگ وہاں چلے گئے ہیں۔ میرا ساتھی کہتا ہے کہ وہ لوگ امریکہ جانے کے بارے میں باتیں کر رہے تھے۔"

کنڈنی وہاں سے ٹیکسی میں بیٹھی اور سیدھی کنگز ہوٹل آ

گئی۔ یہاں اسے ناگ عنبر کے کمرے کا فوراً پتہ چل گیا
اس نے کمرے کی گھنٹی بجائی۔ اس وقت کمرے میں صرف
کیٹی تھی۔ ماریا عنبر اور ناگ ویڑا آفس گئے ہوئے تھے
کیٹی نے دروازہ کھولا تو اس کے سامنے ایک سانولے رنگ
کی سیاہ آنکھوں والی خوبصورت عورت کھڑی تھی۔ کندنی
نے مسکراتے ہوئے ہاتھ جوڑ کر نمستے کہا، کیوں کہ کندنی ایک
ہندو عورت تھی۔ کیٹی کو یہ عورت بڑی اچھی لگی۔ اس
نے پوچھا کہ وہ کس سے ملنا چاہتی ہے۔

کندنی نے کہا "میں مسٹر ناگ سے ملنا چاہتی ہوں۔"

"کس لیے؟" کیٹی نے اسے شک کی نظروں سے دیکھتے
ہوئے پوچھا۔

ڈانسر کندنی نے چہرے پر پریشانی کے آثار پیدا کر لیے
تھے۔ کہنے لگی:

"کیا آپ مجھے کمرے میں آ کر اپنی دکھ بھری
بپتا سنانے کا موقع نہ دیں گی بہن؟"

کیٹی نے کندنی کو ڈرائنگ روم میں بٹھایا اور پوچھا:
"اب بتاؤ کہ تم مسٹر ناگ سے کیوں ملنا چاہتی
ہو اور تم کہاں سے آئی ہو؟"

کندنی نے آنکھوں میں آنسو بھرے اور بولی:

"بہن! میں ایک عجیب مصیبت میں پھنس گئی
ہوں۔ میرا نام کندنی ہے۔ میں ایک کلب میں
ڈانس کرتی ہوں میری ایک ہی چھوٹی بچی ہے جو
میری زندگی کا سہارا ہے۔ مگر وہ موت کے منہ
میں جا رہی ہے اور صرف مسٹر ناگ ہی اپنے
منتروں سے اسے بچا سکتا ہے۔

کیٹی غور سے کندنی کی باتیں سن رہی تھی۔

کندنی نے کہا:

"ہفتے میں ایک بار آدھی رات کو ایک کالا سانپ
کہیں سے آتا ہے اور میری پھول ایسی بچی کی
گردن پر منہ رکھ کر اسے سونگھ کر چلا جاتا ہے
میں اپنی بچی کو جہاں بھی چھپا کر رکھوں وہ سانپ
وہاں بھی آ جاتا ہے۔ میری بچی دن بدن سوکھتی جا
رہی ہے۔ ہم جب اس سانپ کو مارنے کی کوشش
کرتے ہیں تو وہ غائب ہو جاتا ہے۔"

کیٹی نے کہا "تمہیں یہ کیسے خیال آیا کہ ناگ
تمہاری بچی کی مدد کر سکتا ہے؟"

کندنی بولی "میں نے سنا ہے کہ اس کے پاس
کوئی ایسا افریقہ کا جادوئی منتر ہے جس سے

وہ تھوڑی دیر کے لیے خود بھی سانپ بن جاتا
ہے۔ وہ جس ہوٹل میں یہ شعبدہ دکھایا کرتا تھا
وہاں کے لوگوں نے مجھے بتایا ہے۔ مجھے یقین
ہے کہ وہ اپنے جادوئی منتر سے سانپ کو ہلاک
کر کے میری بچی کو موت کے منہ میں جانے سے
بچا سکتا ہے۔ بس اس لیے میں مسٹر ناگ کی منت
کرنے آئی ہوں۔"

کیٹی کو بھی اس خوبصورت عورت پر ترس آگیا تھا
اس نے کہا:

"مسٹر ناگ باہر گیا ہوا ہے۔ تم تھوڑی دیر بعد آ
جانا ہو سکتا ہے وہ تمہاری کچھ مدد کر سکے۔"

اتنے میں دروازے کی گھنٹی بجی اور ناگ اندر آگیا۔
ڈانسر کندنی نے ناگ کو فوراً پہچان لیا۔ اس کی آنکھیں
سانپ کی آنکھیں تھیں اور ان میں سانپ کی آنکھوں
کی منقا جیسی چمک تھی۔ کیٹی نے ناگ سے اس کا تعارف
کروایا۔ ڈانسر کندنی نے بڑی عاجزی سے ہاتھ جوڑ کر ناگ
کو پرنام کیا اور آنکھوں میں جھوٹے آنسو لا کر بولی:

"مسٹر ناگ! خدا کے لیے۔ بھگوان کے لیے میری
بچی کی جان بچا لیں۔ وہ مر رہی ہے۔ وہ میری

زندگی کا آخری سہارا ہے۔ اگر میری بچی کو کچھ
ہو گیا تو میں بھی زندہ نہ رہوں گی۔"

"آخر — آخر بات کیا ہے؟ آپ کون ہیں محترمہ؟"
ناگ نے کندنی سے سوال کیا اور صوفے پر بیٹھ کر
کیٹی کی طرف دیکھا۔

کیٹی نے کہا "ناگ! تم واپس آ گئے۔ کیا ویزا
لگ گیا؟"

ناگ نے کہا:

"وہ لوگ ویزا آفس ہی میں ہیں۔ میں ایک ضروری
کاغذ لینے آیا تھا۔"

وہ دوبارہ کندنی کی طرف متوجہ ہوا اور پوچھا:

"محترمہ آپ کون ہیں۔ لگتا ہے میں نے اخبار میں
آپ کی تصویر کہیں دیکھی ہے۔"

کندنی نے رومال سے آنسو پونچھ کر کہا:

"آپ نے ٹھیک کہا۔ میں ایک کلب کی ڈانسر
ہوں۔ میرا نام کندنی ہے۔"

اس کے بعد اس نے روتے ہوئے وہ ساری جھوٹی
کہانی ایک بار پھر دہرا دی جو اس سے پہلے اس نے
کیٹی کو سنائی تھی۔ ناگ بڑے غور سے اس کی دردناک

کہانی سنتا رہا۔ پھر اس نے پوچھا:
"یہ سانپ آپ کی بچی کو کب سے سونگھ رہا ہے؟"
کنڈلی نے کہا: "آج چار ماہ ہو چکے ہیں۔ ہم
نے سانپ کو کئی بار مارنے کی کوشش کی مگر
وہ اچانک غائب ہو جاتا ہے۔ میں اپنی بچی
کو لے کر یورپ بھی چلی گئی تھی۔ مگر سانپ رات
کو اسے سونگھنے وہاں بھی پہنچ گیا۔ خدا کے لیے
مسٹر ناگ میری بچی کی جان بچا لیجئے۔ میں آپ
کی اس لیے منت کرنے آئی ہوں کہ سنا ہے
آپ کے پاس کوئی سانپ کا منتر ہے۔"
ناگ نے سر کھجاتے ہوئے کہا:
"میرے پاس کوئی جادو کا منتر تو نہیں ہے میں
جو ہوٹل میں تھوڑی دیر کے لیے سانپ بن جاتا تھا
تو یہ نظروں کا دھوکا ہوتا تھا۔ اصل میں میں
سانپ نہیں بنتا تھا بلکہ لوگوں کی آنکھوں پر
میں ایسا اثر ڈال دیتا تھا کہ انہیں یوں نظر
آتا جیسے میں سانپ بن گیا ہوں۔"
کنڈلی نے روتے ہوئے کہا:
"مسٹر ناگ! مجھے ناامید نہ کریں۔ میرا دل کہتا

ہے کہ آپ میری بچی کو بچا سکتے ہیں۔ بھگوان
کے لیے، خدا کے لیے میری بچی کی جان بچا لیجئے
میں ساری زندگی آپ کو دعائیں دوں گی۔"
کنڈلی کو خوب معلوم تھا کہ نظروں کے دھوکے کی
بات کر کے ناگ نے جھوٹ بولا ہے وہ اصل میں سانپ
ہے اور ہوٹل میں لوگوں کے سامنے سانپ کا روپ بھی
بدلا کرتا تھا۔ مگر وہ غضب کی اداکاری کر رہی تھی۔ یہاں
تک کہ ناگ کا دل بھی نرم ہو گیا۔ اس نے کنڈلی کو
تسلی دیتے ہوئے کہا:
"محترمہ آپ آنسو پونچھ ڈالیں۔ اگرچہ میرے پاس
کوئی جادو کا منتر نہیں ہے لیکن میں کوشش کروں
گا کہ آپ کی بچی کی جان بچا سکوں۔ وہ سانپ
کس وقت آتا ہے؟ اور آپ کی بچی کہاں ہے؟"
ڈاکٹر کنڈلی دل میں بڑی خوش ہوئی۔ کہنے لگی:
"میں سمندر کنارے فلیٹ میں رہتی ہوں۔ میری
بچی بھی وہیں ہوتی ہے۔ سانپ آدھی رات کو
آتا ہے۔ کیا میں شام کو آ کر آپ کو لے جاؤں
اپنے فلیٹ پر؟"
ناگ نے کہا: "شام کو نہیں۔ آپ ایسا کریں کہ

مجھے اپنے فلیٹ کا نمبر بتا دیں۔ میں وہاں رات
کے نو بجے پہنچ جاؤں گا۔"
کندنی نے ناگ کو اپنے فلیٹ کا ایڈریس لکھ کر دیا
اس کا ہاتھ جوڑ کر سر جھکا کر شکریہ ادا کیا اور کہا:
"مسٹر ناگ! آپ میری بچی کی جان بچا کر مجھ
پر بہت بڑا احسان کریں گے۔ اچھا۔ میں جاتی
ہوں۔ رات کو آپ کا انتظار کروں گی۔"
اور کندنی خاموشی سے آنسو پونچھتی کمرے سے چلی گئی۔
اس کے جانے کے بعد کیپٹن نے کہا:
"بے چاری بڑی دکھی عورت ہے۔ ناگ بھیا! اس کی
ضرور مدد کرنا۔ تمہارے لیے سانپ کو مارنا کوئی
مشکل کام نہیں ہے۔"
ناگ نے مسکرا کر کہا:
"سانپ کو مارنے کی کیا ضرورت ہے۔ میں اسے
حکم دوں گا اور وہ پھر کبھی اس عورت کی بچی
کے پاس نہیں پھٹکے گا۔"
کندنی کی دردناک اداکاری نے ناگ پر بھی اثر ڈال
دیا تھا اور وہ کندنی کی جھوٹی کہانی کو سچ سمجھ بیٹھا تھا۔
دوپہر کے بعد عنبر اور ماریا بھی آ گئے۔ انہوں نے پاسپورٹوں

پر ویزے لگوا لیے تھے۔
ماریا نے کہا: "اب ہمیں جہاز کے کرائے کا بندوبست
کرنا ہو گا اور یہ کام ناگ ہی کر سکتا ہے۔"
عنبر نے مسکرا کر کہا:
"بھئی ناگ ہی کسی سانپ کو کہہ کر یہاں کی
زمین میں دبا ہوا کوئی خزانہ حاصل کر سکتا ہے۔"
کیپٹن بولی: "ناگ بھیا! کیا اس ماڈرن شہر میں
بھی کوئی خزانہ دفن ہو سکتا ہے؟"
ناگ نے کہا: "اس کے لیے مجھے شہر سے باہر
کسی ویرانے میں جانا پڑے گا۔ کیوں کہ پرانے خزانے
عام طور پر ویرانوں ہی میں ملا کرتے ہیں۔"
پھر بولا: "مجھے رات کو کندنی کے فلیٹ پر بھی
تو جانا ہے۔ اس کا فلیٹ سمندر کے کنارے ہے
ہو سکتا ہے وہاں کوئی خزانہ بھی مل جائے۔"
عنبر ماریا نے پوچھا کہ یہ کندنی کون ہے؟ ناگ نے
بتایا کہ بے چاری ایک دکھی عورت ہے اس کی اکلوتی بچی
کو کوئی شرارتی سانپ آ کر سونگھ جاتا ہے اور وہ روز
بروز سوکھتی جا رہی ہے۔
عنبر نے کہا: "تم اس سانپ سے کسی خزانے کا

پتہ معلوم کر سکتے ہو۔"

"ہاں اس سے بھی پوچھوں گا۔"

ماریا نے کہا: "کیا میں بھی تمہارے ساتھ چلوں رات کو؟"

ناگ بولا: "تمہیں ساتھ جانے کی کیا ضرورت ہے ماریا۔ تم عنبر کیٹی کے ساتھ ہی رہنا۔ ہو سکتا ہے یہاں تمہاری ضرورت پڑ جائے۔"

ماریا نے کہا: "ہمارے ساتھ بھی عجیب بات ہو رہی ہے۔ کہاں تو ہم ہزاروں سال پرانے زمانے میں پہنچ جایا کرتے تھے اور کہاں اب ہم ماڈرن امریکہ جا رہے ہیں۔"

عنبر کہنے لگا: "ہم مجبور ہیں ماریا۔ ہم وقت کے ہاتھوں میں بے بس ہیں۔ ہمارا پانچ ہزار سال کا واپسی کا سفر ختم ہو چکا ہے۔ ہمیں کچھ معلوم نہیں کہ آگے ہمارے ساتھ کیا ہونے والا ہے۔ کیسے واقعات پیش آنے والے ہیں اور ہمیں آگے کہاں جانا ہے۔"

ناگ بولا: "میرا تو خیال ہے کہ ہم اس کے بعد ایک لاکھ سال پہلے کے زمانے کی دنیا میں

پہنچیں گے۔ جب اس دنیا میں انسان غاروں میں رہا کرتا تھا۔"

کیٹی نے کانوں پر ہاتھ رکھ کر کہا:

"ایسا نہ کہو ناگ بھیا! اس زمانے میں جا کر ہماری جان مصیبت میں پھنس جائے گی۔ کہاں گوریلا ایسے آدمیوں کے ساتھ رہیں گے؟"

ماریا بولی: "ایک لاکھ سال پہلے انسان وحشی ضرور تھا مگر وہ گوریلا نہیں تھا۔"

عنبر نے کہا: "بھئی ہو سکتا ہے ہم بیس ہزار سال پیچھے کی دنیا میں پہنچ جائیں جب انسان دریاؤں کے کنارے گاؤں بنا کر رہا کرتا تھا۔"

ناگ اٹھا۔ کوٹ اتار کر صوفے پر ڈالا اور بولا: "بھئی ہم ابھی اپنے آگے کے سفر کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتے۔ اگر تیسری ایٹمی جنگ شروع ہو گئی تو یہ دنیا باقی نہیں رہے گی۔ خدا جانے ہم کہاں سے کہاں پہنچ جائیں۔ ابھی سوچنا بیکار ہے۔"

وہ اسی طرح باتیں کرتے رہے۔ کیٹی نے یونہی دلچسپی کے لیے فون پر ہوٹل کی بیروں کو فون کیا اور چائے منگوا

لی ۔ ماریا نے ہنس کر کہا :
" بیبی اگرچہ خلائی لڑکی ہے مگر اسے چائے کی عادت
پڑ گئی ہے "
بیبی نے کہا : " مجھے اس دنیا کی صرف ایک
ہی چیز پسند ہے اور وہ ہے چائے "
عنبر بولا : " بھئی چائے تو مجھے بھی بہت اچھی
لگتی ہے "

○

ڈانسر کندنی اپنے فلیٹ میں بیٹھی ناگ کا انتظار کر
رہی تھی ۔ اس نے ناگ کو اپنے قابو میں کرنے کا پورا بندوبست
کر رکھا تھا ۔ گھڑی رات کے سوا نو بجا رہی تھی ۔ ناگ نے
نو بجے آنے کا کہا تھا ۔ ڈانسر کندنی اٹھ کر ٹہلنے لگی ۔ ایک
ٹیکسی اس کے فلیٹ کے باہر آ کر رکی ۔ کندنی نے کھڑکی
میں سے جھانک کر نیچے دیکھا ۔ ناگ ٹیکسی میں سے باہر
نکل رہا تھا ۔
کندنی نے جلدی سے اپنی آنکھوں میں پانی لگا کر آنکھوں
کو زور سے پونچھا ۔ وہ یہ ظاہر کرنا چاہتی تھی کہ وہ رو [illegible]
رہی ہے ۔ ناگ کمرے میں داخل ہوا تو اس نے ہاتھ جوڑ [illegible]

[illegible] اور بڑی اداسی آواز میں بولی :
[illegible] نے کہا اور بڑی اداسی آواز میں بولی :
" مسٹر ناگ ! میں کس طرح آپ کا شکریہ ادا کروں
کہ آپ میری بچی کی خاطر یہاں تشریف لائے "
ناگ نے سجے ہوئے کمرے میں چاروں طرف نگاہ دوڑائی
اور پوچھا کہ لڑکی کہاں ہے ؟
کندنی نے کہا : " میری نوکرانی اسے یہاں قریب
ہی ایک ڈاکٹر کے پاس انجکشن لگانے لے گئی ہے ۔
ابھی آتی ہو گی ۔ آپ تشریف رکھیں ۔ میں آپ کے
لیے چائے بناتی ہوں "
ناگ نے صوفے پر آرام سے بیٹھتے ہوئے کہا :
" چائے کی ضرورت نہیں ۔ میں پی کر آ رہا ہوں "
کندنی نے ہاتھ باندھ کر کہا :
" کیا آپ میری خوشی کی خاطر ایک کپ چائے نہیں
پئیں گے ۔ مجھے خوشی ہو گی "
ناگ نے مسکرا کر کہا :
" اچھا پی لیتا ہوں "
کندنی جلدی سے کچن میں چلی گئی ۔ کیتلی میں چائے تیار
تھی ۔ ٹرے میں پیالیاں اور بسکٹ رکھے تھے ۔ کندنی نے
الماری کے نیچے رکھی ہوئی ایک چھوٹی سی شیشی نکالی ۔ [illegible]

بے ہوش کرنے والی بڑی تیزی قسم کی دوائی تھی جس کی کوئی بو نہیں تھی اور سفید رنگ کی تھی۔ اس نے شیشی میں سے دو قطرے ناگ کی پیالی میں ڈالے اور پھر اس میں چائے ڈالنے لگی!

ناگ اخبار پڑھ رہا تھا کہ کندنی نے اس کے سامنے چائے لا کر رکھ دی!

"بھگوان آپ کا بھلا کرے۔ آپ کتنے اچھے ہیں کہ آپ صرف میری بچی کی خاطر اپنا قیمتی وقت نکال کر میرے ہاں آئے۔"

اس نے وہ پیالی ناگ کے آگے کر کے رکھ دی جس میں بے ہوشی کی دوائی ملی ہوئی تھی۔ ناگ کے وہم وگمان میں بھی یہ بات نہیں آئی تھی کہ یہ عورت اسے ایک خطرناک جال میں پھنسا رہی ہے۔ ڈانسر کندنی نے اسے چکنی چپڑی باتوں میں لگا رکھا تھا۔ وہ خود بھی پیالی اٹھا کر چائے پینے لگی۔ وہ غور سے ناگ کی طرف تک رہی تھی کیونکہ ناگ نے اپنی پیالی میں سے دو گھونٹ پی لیے تھے۔ بے ہوشی کی دوائی نے اس پر اثر کرنا شروع کر دیا تھا۔

کندنی کیک لانے کا بہانہ بنا کر کچن کی طرف چلی گئی

وہاں پردے کے پیچھے کھڑی ہو کر وہ ناگ کا جائزہ لینے لگی۔ کمرے میں بتی جل رہی تھی۔ ناگ آہستہ آہستہ چائے پی رہا تھا اور ساتھ ہی گھٹنوں پر رکھا ہوا اخبار بھی پڑھ رہا تھا۔ اچانک اسے محسوس ہوا کہ اخبار پر چھپے ہوئے الفاظ دھندلے ہو رہے ہیں۔ اس نے پیالی میز پر رکھ کر اپنی آنکھیں ملیں۔ ساتھ ہی اس کا ذہن چکرانے لگا۔

ناگ کا ماتھا ٹھنکا کہ اس کے ساتھ کوئی چال چلی جا رہی ہے۔ اس نے اپنی شکل بدلنے کے لیے سانس اوپر کو کھینچا ہی تھا کہ تیز دوا نے اپنا کام کر دکھایا اور اس سے پہلے کہ وہ اپنا سانس اپنے ارادے سے باہر کو چھوڑے وہ صوفے پر بے ہوش ہو کر ایک طرف کو جھک گیا۔ ڈانسر کندنی اسے دیکھ رہی تھی۔

ناگ بے ہوش ہوا تو وہ کچن سے باہر اس کے پاس آ گئی۔ ناگ بالکل بے سدھ پڑا تھا۔ اسے کوئی ہوش نہیں تھا۔ ڈانسر کندنی نے الماری میں سے انجکشن کا سرنج نکالا اس میں مزید بے ہوشی کی دوائی بھری اور ناگ کے بازو پر بے ہوشی کا ایک اور ٹیکہ لگا دیا۔ وہ اسے کم از کم چوبیس گھنٹے کے لیے بے ہوش رکھنا چاہتی تھی۔ انجکشن لگا کر اس نے ناگ کے بے ہوش جسم کو ایک چادر میں

پلیٹ دیا۔ پھر اسے صوفے پر سے گھسیٹتی ہوئی بیڈ روم
میں لے گئی۔ یہاں پہلے ہی سے اس نے لکڑی کا ایک
صندوق خالی کر کے رکھا ہوا تھا۔ اس نے ناگ کو اس
صندوق میں بند کر کے صندوق کو تالا لگایا۔ اس کے ڈھکن
پر ایک چٹ سکاچ ٹیپ سے چپکا دی۔ چٹ پر لکھا تھا:
"احتیاط سے اٹھائیں۔ شیشے کے برتن ہیں۔"
پھر اس نے ڈرائینگ روم میں آ کر ٹیکسی سٹینڈ والوں
کو فون کیا اور اطمینان سے کرسی پر بیٹھ کر ٹیکسی کا انتظار
کرنے لگی۔ تھوڑی دیر بعد باہر ٹیکسی آ کر رکی۔ کندنی نے
ڈرائیور کو اندر بلا لیا۔ اسے دس روپے انعام دے کر کہا:
"اس صندوق میں شیشے اور چینی کے برتن ہیں
اسے بڑی احتیاط سے اٹھا کر ٹیکسی میں رکھ دو۔"
ڈرائیور نے صندوق اٹھایا اور بولا:
"بہت بھاری ہے۔"
کندنی بولی: "ہاں۔ شیشے کے برتن بھاری ہیں۔"
صندوق ٹیکسی میں رکھوا کر کندنی سمندر کے کنارے والی
سڑک پر شہر سے باہر کی طرف روانہ ہو گئی۔ رات کا اندھیرا
ارد گرد پھیلا تھا۔ دور کراچی شہر کی روشنیاں جھلملا رہی
تھیں۔ سمندر میں ایک جہاز کی روشنیاں بھی کافی فاصلے

پر نظر آ رہی تھیں۔ ٹیکسی ویران علاقے کی طرف بھاگی جا
رہی تھی۔
شہر سے چالیس میل دور ٹیکسی ایک چھوٹی سی کوٹھی
کے احاطے میں آ کر رک گئی۔ یہ کوٹھی ڈانسر کندنی نے
خفیہ طور پر بنائی ہوئی تھی اور اس نے کلب کے مالک
کو بھی اس کے بارے میں کبھی نہیں بتایا تھا۔ صندوق اندر
رکھوا کر کندنی نے ٹیکسی ڈرائیور کو سو روپے دیئے۔ وہ
خوشی خوشی واپس چلا گیا۔
اب کمرے میں کندنی اکیلی تھی۔ اس کے چہرے پر
فتح کی خاص چمک تھی۔ اس نے صندوق کو کھولا۔ ناگ
چادر میں لپٹا اسی طرح بے ہوش پڑا تھا۔ وہ اسے صندوق
میں سے نکال کر نیچے سیڑھیوں پر سے گھسیٹتی تہہ خانے
میں لے گئی۔ یہ ایک چھوٹا سا تہہ خانہ تھا جس میں کوئی
روشن دان وغیرہ نہ تھا۔ صرف کونے میں ایک نالی تھی
جو دیوار کے اندر سے ہوتی ہوئی اوپر کمرے کی کھڑکی کے
پاس اندر کو نکلی ہوئی تھی۔ یہ نالی اس لیے لگائی گئی
تھی تاکہ تہہ خانے میں تازہ ہوا آتی جاتی رہے۔ کندنی
نے خاص طور پر اس تہہ خانے کو چنا تھا تاکہ وہاں
ناگ کے بے ہوش جسم کو رکھا جائے۔ ناگ کو زنجیر

بجھی ہوئی دری پر ڈالا اور لوہے کا دروازہ بند کر کے
باہر تالا لگا کر وہ اوپر آگئی۔ اب اسے چوبیس گھنٹے
انتظار کرنا تھا۔

ڈانسر کندنی نے خوب سوچ سمجھ کر سازش تیار کی تھی۔
ناگ کو بے ہوش کر کے وہ اس تنگ و تاریک کنکریٹ
کے بنے ہوئے تہہ خانے میں اس لیے لائی تھی کہ چوبیس
گھنٹے کے بعد جب ناگ کو ہوش آئے گا تو وہ وہاں سے
باہر نکلنے کی کوشش کرے گا۔ ظاہر ہے وہ سانپ بن کر
تہہ خانے کی نالی سے فرار ہونے کے لیے اوپر آئے گا۔

اوپر کندنی چھری ہاتھ میں لیے بیٹھی ہو گی۔ جونہی
ناگ سانپ بن کر نالی میں سے گزرتا اوپر آ کر باہر
گردن نکالے گا۔ وہ چھری اس کی گردن کاٹ کر رکھ دے
گی اور اس پر زمین کے اندر دفن سارے خزانے ظاہر ہو
جائیں گے۔ وہ جس خزانے کو چاہے حاصل کر کے دنیا
کی امیر ترین عورت بن کر اپنی زندگی شان و شوکت
سے بسر کرے گی۔ کندنی نے سوچ رکھا تھا کہ ناگن بننے
کے بعد وہ سوئٹزرلینڈ میں جا کر ایک شاندار محل
خریدے گی اور باقی زندگی عیش و آرام سے گذارے گی۔
بڑا شاندار پروگرام تھا کندنی کا۔ مگر آگے کیا ہونے

والا تھا؟ یہ اسے معلوم نہیں تھا۔ وہ یہ بھی نہیں جانتی
تھی کہ ناگ کو جب ہوش آئے گا تو وہ سانپ بن
کر وہاں سے نکلنے کی بجائے ہاتھی یا شیر کا روپ بدل کر
دروازے کو توڑ کر بھی وہاں سے فرار ہو سکتا ہے اور اوپر
آ کر اسے ہلاک بھی کر سکتا ہے۔

کندنی نے ڈسکو کلب کے مالک کو صبح ہی کہہ دیا
تھا کہ وہ ایک ضروری کام سے لاہور جا رہی ہے اور
ایک ہفتے بعد کراچی واپس آئے گی۔ اس وقت رات کے
گیارہ بجنے والے تھے۔ کندنی نے فریج میں سے بھنا ہوا
گوشت نکال کر گرم کیا اور بڑے مزے سے کرسی پر بیٹھ کر
کھانے لگی۔ ناگ کو دوسری رات کے ٹھیک دس بجے
ہوش آنی تھی۔ کندنی کو اگلا سارا دن اور رات اسی کوٹھی میں
ہی رہنا تھا۔ کھانا کھانے کے بعد اسے نیند آنے لگی۔ وہ
نیچے تہہ خانے میں اتر گئی۔ اس نے لوہے کے دروازے کے
خفیہ سوراخ میں سے اندر جھانک کر دیکھا۔ ناگ کا جسم اسی
طرح بے ہوش پڑا تھا۔

کندنی اوپر آ گئی۔ بیڈ روم میں جا کر سو گئی۔

ادھر جب رات کے بارہ بج گئے۔ عنبر نے اسی وقت
ڈسکو کلب میں فون کر کے ڈانسر کندنی کے بارے میں پوچھا

تو کلب کے مالک نے بتایا کہ کندنی تو لاہور گئی ہوئی ہے ایک ہفتے بعد آئے گی۔ عنبر نے فون رکھ دیا اور ماریا سے کہا:

"ناگ کسی جال میں پھنس گیا ہے۔ کندنی کوئی خطرناک عورت تھی۔"

کیٹی اور ماریا بھی یہ سن کر گھبرا گئیں کہ کندنی ڈانسر ڈسکو کلب والوں کو لاہور جانے کا کہہ گئی ہے جب کہ وہ ان کے ہوٹل میں آئی تھی اور ناگ رات کو اس کے پاس اس کے فلیٹ پر گیا تھا۔ عنبر ماریا اور کیٹی کے پاس کندنی کے فلیٹ کا ایڈریس موجود تھا۔ اسی وقت ٹیکسی لے کر کندنی کے فلیٹ پر گئے۔ فلیٹ میں اندھیرا تھا۔ دروازے پر تالا پڑا تھا۔ انہوں نے ہمسایوں سے پوچھا تو کسی کو کندنی کے بارے میں کچھ پتہ نہ تھا۔

عنبر ماریا اور کیٹی کو بہت فکر لگا کہ کہیں ناگ پر کوئی مصیبت نہ آ جائے۔ آخر کندنی اسے کس لیے اغوا کر کے لے گئی تھی۔ کلب کے مالک سے انہیں یہ بھی پتہ چل گیا کہ کندنی کی کوئی بیٹی نہیں ہے۔

کیٹی نے کہا:

"ناگ کو کندنی نے کسی خطرناک مقصد کے لیے اغوا کیا ہے۔ ماریا کو چاہیے کہ شہر کا ایک چکر

لگا کر ناگ کی خوشبو لینے کی کوشش کرے۔"

ماریا نے کہا: "اتنے بڑے شہر کا چکر لگانا کوئی آسان کام نہیں ہے اور اگر ناگ کسی تہہ خانے میں کنکریٹ کی دیواروں کے اندر بند ہوا تو اس کی خوشبو نہ ہونے کے برابر باہر آئے گی۔"

عنبر کہنے لگا: "کچھ بھی ہو۔ ہمیں ناگ کو تلاش کرنا ہو گا۔ ہم اسے مشکل میں اکیلا نہیں چھوڑ سکتے۔"

کیٹی بولی: "میرا خیال ہے ماریا کو سراغ لگانے کے لیے نکل جانا چاہیے۔"

ماریا نے کہا: "میں ابھی روانہ ہو جاتی ہوں۔ تم لوگ کیا کرو گے؟"

عنبر بولا: "کیٹی ہوٹل ہی میں رہے گی۔ میں کراچی ریلوے سٹیشن پر جاتا ہوں۔"

یہ کہہ کر عنبر ریلوے سٹیشن کی طرف نکل گیا اور ماریا شہر کے شمالی علاقے میں آ کر زمین سے کچھ بلندی پر اڑتے ہوئے فضا میں ناگ کی خوشبو سونگھنے کی کوشش کرنے لگی۔

دوسری طرف ناگ ابھی تک کنکریٹ کے تہہ خانے

میں بے ہوش پڑا تھا۔

ڈاکٹر کندنی اپنی ویران کوٹھی کے بیڈ روم میں سو رہی تھی کہ خواب میں دیوتا شیش ناگ ظاہر ہو گیا۔ اس نے کندنی سے کہا:

"تو کتنی بھولی ہے۔ ناگ کو تہہ خانے میں ڈال کر سمجھ بیٹھی ہے کہ وہ سانپ بن کر تیرے قبضے میں آ جائے گا اور تو اس کی گردن مروڑ کر دنیا کی امیر ترین عورت بن جائے گی۔"

کندنی نے خواب ہی میں کہا:

"اے شیش ناگ دیوتا! کیا مجھ سے کوئی غلطی ہو گئی ہے؟"

دیوتا نے کہا: "تجھ سے یہ غلطی ہوئی ہے کہ تو نے اس شخص ناگ کی چھپی ہوئی طاقت کا غلط اندازہ لگایا ہے۔ تم یہ بھول گئی ہو کہ وہ سانپ کے علاوہ شیر اور ہاتھی کا روپ بھی بدل سکتا ہے اور اگر اس نے سانپ کی بجائے ہاتھی کا روپ بدل لیا تو وہ ایک ہی دھکے سے نہ صرف تمہارے تہہ خانے کے لوہے کے دروازے کو توڑ ڈالے گا بلکہ اوپر آ کر تمہیں بھی ہلاک کر دے گا۔"

کندنی کا رنگ اڑ گیا۔ اس نے ہاتھ باندھ کر کہا:

"مہاراج! میری مدد کریں۔ اب میں کیا کروں؟"

دیوتا شیش ناگ نے کہا:

"میں ناگ کو جانتا ہوں۔ یہ کوئی معمولی سانپ نہیں ہے۔ یہ زمین پر سانپوں کا دیوتا ناگ دیوتا ہے۔ میں ناگ سے اپنے شیش ناگ کا بدلہ لینا چاہتا ہوں۔ اس نے زمین پر میرے شیش ناگ کو ہلاک کیا تھا۔ میں اس سے انتقام لینا چاہتا تھا مگر اکیلا ناگ کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ کیونکہ زمین پر میری طاقت نہیں ہے۔ زمین پر ناگ دیوتا کی حکومت ہے۔ لیکن میں تمہیں ترکیب بتا سکتا ہوں جس پر عمل کر کے تم ناگن بن کر دنیا کے خزانے بھی حاصل کر سکتی ہو اور ناگ کو بھی ہلاک کر سکتی ہو۔"

ڈاکٹر کندنی بڑے غور سے دیوتا شیش ناگ کی باتیں سن رہی تھی۔

کہنے لگی: "مہاراج وہ ترکیب بتائیں جس کی مدد سے میں ناگ کو قتل کر کے دنیا کے خفیہ خزانوں کی مالک بن سکتی ہوں۔"

دیوتا شیش ناگ نے کہا:

سنو۔ ناگ اکیلا نہیں ہے۔ اس کے ساتھ ماریا
عنبر اور کیٹی بھی ہیں۔ ماریا دکھائی نہیں دیتی۔
عنبر مر نہیں سکتا۔ کیٹی کو بھی آسانی سے نہیں
مارا جا سکتا۔ یہ لوگ ناگ کے گم ہو جانے سے
اس کی تلاش میں ہیں۔ تم جب خواب دیکھ کر
اٹھو گی تو تمہیں بستر پر سرہانے کے نیچے ایک
سفید رنگ کا چھوٹا سا سانپ کنڈلی مارے
بیٹھا ملے گا۔ تم اس سانپ کو اٹھا لینا۔ وہ
تمہیں کچھ نہیں کہے گا۔ اس سانپ کو نیچے
تہہ خانے میں لے جا کر بے ہوش ناگ
کی پیشانی پر بٹھا دینا۔ سانپ ناگ کے ماتھے
پر ڈس دے گا۔ اور پھر غائب ہو جائے گا
اس کے بعد تم ناگ کے بالوں کی ایک
لٹ کاٹ کر لے آنا اور اسے چھوٹی سی
ڈبیا میں بند کر کے اپنے پاس رکھ لینا۔ اس
طرح سے ناگ کی آدھی طاقت ختم ہو جائے
گی اور وہ سوائے سانپ کے اور کوئی شکل
نہیں بدل سکے گا۔ پھر مجبور ہو کر اسے نالی
کے ذریعے باہر آنا پڑے گا۔ جونہی وہ باہر

آئے گا۔ تم اس کی گردن کاٹ ڈالنا۔ دو باتوں
کا خیال رکھنا۔ جب ناگ تہہ خانے میں
سانپ کی شکل بدل لے تو تہہ خانے میں
اس کے سامنے مت جانا۔ کیوں کہ اس کی پھنکار
سے تمہارے جسم میں آگ لگ سکتی ہے۔
دوسری بات یہ کہ اس کے بالوں کی لٹ
والی ڈبیا اگر آگ میں گر پڑی تو ناگ کی
طاقت واپس آ جائے گی۔ اب باقی کام تمہیں
کرنا ہو گا۔ اگر تم نے ان دونوں شرطوں کو
پورا کر دیا تو تم کامیاب ہو جاؤ گی اور
دنیا کے سارے پوشیدہ خزانے تمہارے پاس
آ جائیں گے۔"

اس کے ساتھ ہی ڈانسر کندنی کی آنکھ کھل گئی۔ اسے
یوں محسوس ہوا جیسے وہ خواب میں نہیں بلکہ جاگتے میں
دیوتا شیش ناگ سے باتیں کر رہی تھی۔ اس نے جلدی سے
اپنا سرہانہ اٹھایا۔ سرہانے کے نیچے سے ایک ہلکی سی پھنکار کی
آواز آئی۔ سرہانے کے نیچے ایک چھوٹا سا سانپ کنڈلی
مارے بیٹھا تھا۔ کندنی نے دیوتا کی ہدایت کے مطابق سانپ کو
اٹھا لیا۔ سانپ نے اسے کچھ نہ کہا۔ وہ سانپ کو اٹھائے تہہ خانے

کی طرف چلی۔ اس وقت صبح ہونے والی تھی۔ ناگ تہہ خانے
میں ابھی تک بے ہوش پڑا تھا۔ کندنی نے سانپ کو اس
کے ماتھے پر بٹھا دیا۔ سانپ نے بیٹھتے ہی پھنکار ماری اور
ناگ کے ماتھے پر ڈس دیا۔ اس کے ساتھ ہی سانپ غائب
ہو گیا۔ اب کندنی نے ناگ کے سر کے بالوں کی ایک چھوٹی
سی لٹ کاٹی اور تہہ خانے کا دروازہ بند کر کے اوپر اپنے
بیڈ روم میں آ گئی۔

○

ناگ کٹ گیا

ناگ کے بالوں کی لٹ سانپ کی طرح حرکت کر
رہی تھی۔

ڈانسر کندنی بالوں کی لٹ کو سانپ کی طرح آہستہ
آہستہ لہراتے، بل کھاتے دیکھ کر پہلے تو ڈر گئی پھر
اسے دیوتا شیش ناگ کی بات یاد آ گئی کہ اسے ڈبیا
میں بند کر کے اپنے پاس رکھ لینا اور اسے آگ سے
بچانا نہیں تو ناگ کی ساری طاقت واپس آ جائے گی۔

کندنی نے فوراً الماری میں تلاش کر کے ایک چھوٹی
سی ٹین کی ڈبیا نکالی۔ اس میں ناگ کے بالوں کی لٹ
رکھی اور اسے اپنی قمیض کے اندر چھپا کر رکھ لیا۔ اب
اسے اطمینان ہو گیا تھا کہ آدھی رات کو جب بے ہوشی
کے چوبیس گھنٹے پورے ہو جائیں گے اور ناگ کو ہوش آئے
گا تو وہ صرف سانپ کی شکل ہی بدل سکے گا۔ وہ دال
کے ذریعے باہر نکلنے کی کوشش کرے گا اور جونہی وہ اوپر

والے کمرے میں لگی نالی میں سے سر باہر نکالے گا وہ اس کا سر کاٹ ڈالے گی۔ کنڈنی اس خیال سے مسکرانے لگی کہ کل وہ دنیا کی امیر ترین عورت ہو گی۔ وہ ناگن بن سکے گی اور زمین کے نیچے دبے ہوئے سارے قیمتی خزانے اس کی ملکیت ہوں گے۔ اس نے کھڑکی میں سے باہر دیکھا۔ آسمان پر صبح کی روشنی پھیل رہی تھی۔ وہ ناشتہ تیار کرنے لگی۔

ادھر جب رات کو بھی ناگ واپس نہ آیا اور عنبر اور ماریا بھی شہر بھر میں ناگ کو تلاش نہ کر سکی اور واپس کنگز ہوٹل کیتھی کے پاس آئی تو انہیں بہت فکر لگی کہ خدا نہ کرے کہیں ناگ کسی بھیانک مصیبت میں نہ پھنس گیا ہو۔ عنبر نے ماریا سے پوچھا کہ اس نے شہر میں کہاں کہاں ناگ کی خوشبو لینے کی کوشش کی تھی۔

ماریا نے کہا:

میں تقریباً سارے شہر کے گلی کوچوں اور سڑکوں پر رات بھر گھومتی رہی ہوں۔ مجھے کہیں کسی جگہ سے بھی ناگ کی خوشبو نہیں آئی:

کیتھی کہنے لگی: عنبر بھیا تمہیں ایک بار پھر ڈاکٹر کنڈنی کے مکان پر جا کر پتہ کرنا چاہیے کہیں وہ

آ نہ گئی ہو اور اگر نہیں آئی ہو گی تو وہاں کسی سے معلوم کرو کہ کنڈنی رات کس طرف گئی تھی کسی نہ کسی نے اسے ناگ کے ساتھ جاتے ضرور دیکھا ہو گا:

ماریا نے کہا: کیتھی کا خیال معقول ہے ہم دونوں ایک بار پھر کنڈنی کے فلیٹ پر چلتے ہیں۔ میں اس کے فلیٹ کے اندر جا کر تلاشی بھی لوں گی ہو سکتا ہے ہمیں وہاں سے ناگ کا کچھ سراغ مل جائے:

عنبر کو تجویز پسند آئی۔ اس نے کیتھی کو ہوٹل کے کمرے ہی میں رہنے کی ہدایت کی اور ماریا کو ساتھ لے کر ڈاکٹر کنڈنی کے فلیٹ کی طرف روانہ ہو گیا۔ فلیٹ پر اسی طرح تالا لگا تھا۔ عنبر فلیٹ سے تھوڑی دور ایک درخت کے نیچے بیٹھ گیا اور ماریا سے کہا کہ وہ کنڈنی کے فلیٹ میں جا کر اس کی تلاشی لے۔

ماریا کنڈنی کے فلیٹ میں آ گئی۔ اس نے سارے کمرے دیکھے۔ ایک ایک الماری کو کھول کر دیکھا۔ اسے ایک الماری میں شیشی ملی جس پر کلوروفارم لکھا تھا۔ ماریا جانتی تھی کہ یہ بے ہوش کرنے والی دوائی ہے۔ وہ سمجھ گئی کہ ناگ کو بیہوش

کر کے لے جایا گیا ہے۔ ظاہر ہے پھر اسے کسی گاڑی یا ٹیکسی میں ڈال کر لے جایا گیا ہو گا۔ وہ فلیٹ سے نکل کر عنبر کے پاس آئی اور اسے ساری بات بتائی۔

عنبر نے کہا: "میں آس پاس ہمسایوں سے پوچھ گچھ کرتا ہوں۔"

عنبر نے فلیٹ کے باہر آ کر زمین دیکھی۔ وہاں کار کے ٹائروں کے نشان موجود تھے مگر آگے جا کر یہ نشان سڑک پر دوسری گاڑیوں کے ٹائروں کے نشانوں میں گھل مل گئے تھے۔ اس نے واپس آ کر ارد گرد ہمسایوں سے کندنی کے بارے میں پوچھ گچھ کی تو ایک بوڑھے آدمی نے کہا:

"میں نے رات کو ڈانسر کندنی کے فلیٹ کے آگے ایک ٹیکسی کھڑی ہوتے دیکھی تھی۔"

"کیا ڈانسر عورت کسی کے ساتھ ٹیکسی میں گئی تھی؟" عنبر نے پوچھا۔

بوڑھے آدمی نے کہا: "یہ میں نے نہیں دیکھا۔ میں پھر سو گیا تھا۔"

عنبر نے ماریا کو ساتھ لیا اور ایک طرف لے جا کر کہا:

"ڈانسر کندنی نے ناگ کو بے ہوش کر کے ٹیکسی میں ڈالا ہو گا۔ ظاہر ہے اسے کسی صندوق یا بوری وغیرہ میں بند کیا ہو گا تاکہ ٹیکسی والے کو شک نہ پڑے۔"

ماریا کہنے لگی:

"اتنے بڑے شہر میں ہزاروں ٹیکسیاں چل رہی ہیں۔ ہم اس ٹیکسی کا کیسے پتہ چلا سکتے ہیں؟"

عنبر نے کہا: "یہ بات صاف ظاہر ہے کہ کندنی خود ٹیکسی لینے نہیں گئی ہو گی۔ اس نے ٹیلی فون پر ٹیکسی کو بلایا ہو گا اور یہ بھی ظاہر ہے کہ اس نے اس علاقے کے ٹیکسی سٹینڈ والوں کو ہی فون کیا ہو گا۔ پس ہمیں اس علاقے کے ٹیکسی سٹینڈ پر جا کر سراغ لگانا چاہیے کہ وہ ڈرائیور کون تھا جو کل رات کندنی ڈانسر کے فلیٹ پر آیا تھا۔"

ماریا بولی: "تم بڑے اچھے جاسوس بھی ہو عنبر۔ میرا خیال ہے ہمیں دیر نہیں کرنی چاہیے۔ چلو اس علاقے کے ٹیکسی سٹینڈ پر چلتے ہیں۔"

ماریا اور عنبر اس علاقے کے ٹیکسی سٹینڈ پر آ گئے۔

عنبر نے کئی ڈرائیوروں سے پوچھ گچھ کی۔ کسی سے کچھ پتہ نہ
چل سکا۔ وہ اور ماریا ناامید ہو کر جانے ہی لگے تھے کہ
ایک خالی ٹیکسی احاطے میں داخل ہوئی۔ عنبر ٹھٹک گیا۔ اس
نے ماریا سے کہا اس ڈرائیور سے پوچھتے ہیں۔ یہی ایک
باقی رہ گیا ہے۔ وہ ڈرائیور ٹیکسی کھڑی کر کے ٹوپی ہلاتا
ہوا باہر نکلا تو عنبر اس کے پاس جا کر باتیں کرنے لگا۔

ڈرائیور نے کہا:

"آپ کیا پوچھنا چاہتے ہیں۔ کیا آپ پولیس کے
آدمی ہیں؟"

عنبر نے کہا: "میں پولیس کا آدمی نہیں ہوں۔ مجھے
صرف اتنا پتہ کرنا ہے کہ فلیٹ نمبر ۱۰-د علاقہ
گل نشاں کالونی میں کل رات تم ٹیکسی لے کر تو
نہیں گئے تھے؟"

ڈرائیور بولا: "مگر یہ آپ کیوں پوچھ رہے ہیں؟"

عنبر نے جیب سے دس روپے کا نوٹ نکال کر ڈرائیور
کو دیا اور کہا:

"بھائی تمہاری مہربانی ہوگی۔ مجھے اس عورت کا
پتہ کرنا ہے جس کو کل رات تم اس کے فلیٹ
سے لے کر گئے تھے۔ بات یہ ہے کہ اس عورت

نے میرے ایک ہزار روپے قرض دینے ہیں۔
وہ کہیں غائب ہو گئی ہے۔ میں اس سے اپنا
قرض واپس لینا چاہتا ہوں۔"

ڈرائیور نے دس روپے کا نوٹ واپس کرتے ہوئے کہا:
"میں رشوت نہیں لیا کرتا ہوں۔ رزق حلال کماتا
ہوں۔ ویسے میں آپ کو بتائے دیتا ہوں۔"

ڈرائیور نے عنبر کو بتایا کہ کل رات وہ ٹیکسی لے کر
ڈانسر کنڈلی کے فلیٹ پر گیا تھا۔

"اس عورت نے میری ٹیکسی میں ایک بھاری صندوق
رکھوایا تھا اور کہا تھا کہ اس میں شیشے کے برتن
ہیں۔ مگر وہ بڑا بھاری تھا۔"

عنبر نے بے صبری سے پوچھا:

"وہ صندوق لے کر کہاں گئی تھی؟"

ڈرائیور بولا: "اس کے فلیٹ سے بیس تیس میل
دور جنوب کی طرف پرانی خشک چٹانوں کے
قریب ایک ویران جگہ پر ایک پرانی کوٹھی
ہے۔ وہ عورت اس کوٹھی میں گئی تھی۔"

عنبر نے کہا: "کیا تم مجھے وہاں لے جا سکتے
ہو۔ میں تمہیں سو روپیہ دوں گا۔"

ڈرائیور بولا: "میں آپ سے اتنے ہی پیسے لوں گا جتنے پیسے میرا میٹر بنائے گا۔ مگر میں پہلے کھانا کھاؤں گا۔ آپ میرا انتظار کریں۔"

یہ کہہ کر ٹیکسی ڈرائیور ہوٹل میں گھس گیا۔

ماریا نے کہا: "خدا کا شکر ہے۔ ناگ کا سراغ مل گیا۔ اس عورت نے یقیناً ناگ کو اسی کوٹھی میں رکھا ہو گا۔"

عنبر نے کہا: "لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ عورت ناگ کو بے ہوش کر کے وہاں کیوں لے گئی ہے؟"

"یہ تو وہاں جا کر ہی معلوم ہو گا۔" ماریا نے کہا۔ "مگر کہیں ہمارے پہنچنے سے پہلے ناگ کسی مشکل میں نہ پھنس جائے۔"

عنبر کی اس بات پر ماریا بولی:

"بہرحال ہمیں ٹیکسی ڈرائیور کا انتظار کرنا ہی ہو گا۔"

[illegible] ٹیکسی ڈرائیور کھانا کھا کر باہر نکلا اور بولا:

"[illegible] چلتا ہوں آپ کو ہی [illegible] رات ہو گئی تھی۔ پھر ہم ڈرائیور [illegible]

[illegible]

عنبر اور ماریا ٹیکسی میں سوار ہو گئے۔ ڈرائیور نے ٹیکسی اسٹارٹ کی اور اس سڑک پر چل پڑا جو سمندر کے ساحل کو جاتی تھی۔

اس وقت شام ہو چکی تھی۔ سورج مغرب میں غروب ہو رہا تھا اور شام کے ہلکے ہلکے سائے اترنے لگے تھے۔

دوسری طرف ڈاکٹر کنڈلی بڑی بے تابی سے رات کے بارہ بجنے کا ابھی سے انتظار کرنے لگی تھی۔ کیوں کہ رات بارہ بجے ناگ نے ہوش میں آ کر تہ خانے سے سانپ کی شکل میں فرار ہونے کی کوشش کرنی تھی اور کنڈلی نے اسے موت کے گھاٹ اتارنا تھا۔ وہ ابھی سے اس کمرے میں آ کر بیٹھ گئی تھی جہاں نیچے تہ خانے سے آنے والے تازہ ہوا کا پائپ آ کر نکلتا تھا۔ وہ پائپ کے منہ کے ایک طرف کرسی پر بیٹھی سگار پی رہی تھی۔ ایک تیز چھری اس کے پاس ہی پڑی تھی۔

عنبر اور ماریا ابھی آدھے راستے ہی میں تھے کہ ٹیکسی خراب ہو گئی۔ ڈرائیور باہر نکل کر انجن ٹھیک کرنے لگا۔ جب کافی دیر ہو گئی اور انجن ٹھیک نہ ہوا تو [illegible] پریشان ہونے لگے۔ [illegible]

[illegible]

کیوں کہ میری ٹیکسی خراب ہو گئی ہے۔ میں اسے
ٹھیک نہیں کر سکتا۔"

عنبر نے کہا: "کیا تم ہمارے ساتھ پیدل نہیں
چل سکتے؟"

ڈرائیور بولا: "میں ٹیکسی کو اکیلا چھوڑ کر نہیں جا سکتا۔"

عنبر نے ڈرائیور سے گفتگو کی۔ ویران کوٹھی کا اتا پتہ
پوچھا اور ہادیا کو ساتھ لے کر اندھیرے ویرانے میں پیدل چلنے
پر روانہ ہو گیا۔ ہادیا بولی:

"عنبر! میں ہوا میں تیز چل سکتی ہوں۔ میں تم
سے پہلے آگے جا کر کوٹھی کا سراغ لگاتی ہوں۔"

عنبر بولا: "اندھیرا بہت ہے۔ ہم دونوں اس علاقے
کے راستوں سے ناواقف ہیں۔ کہیں بھٹک نہ جائیں
اس لیے تم میرے ساتھ ہی رہو۔ ویسے جب ہم کوٹھی
کے قریب ہوں گے تو ناگ کی خوشبو آ جائے گی۔"

ہادیا کہنے لگی: "آج سے ہزار سال پہلے کے زمانے میں
ہمیں شہر میں داخل ہوتے ہی ایک دوسرے کی خوشبو
آ جایا کرتی تھی لیکن اس ماڈرن زمانے میں جب
تک ہم زیادہ سے زیادہ قریب نہ پہنچ جائیں ہمیں
ایک دوسرے کی خوشبو نہیں آتی۔"

عنبر نے کہا: "اس کی وجہ یہ ہے کہ اس ماڈرن
زمانے کی فضا میں آلودگی بہت بڑھ گئی ہے۔
بڑے بڑے کارخانے لگے ہیں جن کی چمنیوں میں سے دن
رات کیمیکل ملا دھواں نکلتا رہتا ہے۔ جس کی وجہ
سے ہم ایک دوسرے کی خوشبو دور سے محسوس
نہیں کر سکتے۔"

وہ باتیں کرتے تیز تیز چلے جا رہے تھے۔ رات کا
اندھیرا کافی بڑھ گیا تھا۔ وہاں کوئی سڑک بھی نہیں تھی
جس پر بجلی کے بلب لگے ہوتے۔ ایک کچا راستہ تھا جو
اندھیرے میں ڈوبا ہوا تھا۔ آسمان تاروں سے بھرا ہوا تھا
مگر میدان میں تاریکی تھی۔ پھر بھی وہ اپنی غیر معمولی آنکھوں
سے کام لیتے ہوئے آگے بڑھتے جا رہے تھے۔ لیکن اصل
میں وہ راستے سے بھٹک گئے تھے اور غلط سمت کو چلتے
چلتے وہاں سے بیس میل دور سمندر کے ساحل کی طرف
آ گئے۔ سامنے سمندر کی سیاہ چادر پھیلی نظر آئی تو عنبر
نے کہا:

"ہادیہ! ہم راستہ بھول گئے ہیں۔ ڈرائیور نے جو
علاقہ بتایا تھا وہاں سمندر نہیں تھا۔"

ہادیا آگے کچھ کہنے لگی

"پھر کیا کریں۔ میرا خیال ہے کہ واپس ٹیکسی ڈرائیور
کے پاس چلتے ہیں"

عنبر نے کہا: "ہمیں واپسی کا راستہ بھی اب یاد نہیں
ہے۔ ایسا کرو کہ میں اسی جگہ بیٹھتا ہے تم جتنی
تیزی سے ہوا میں چل سکتی ہو چل کر اس سارے
علاقے کا ایک چکر لگاؤ اور دیکھو کہ کہیں کسی
جگہ تمہیں ناگ کی خوشبو آتی ہے، یا کسی جگہ کسی
مکان کی روشنی نظر آتی ہے"

"بہت اچھا۔ میں جا رہی ہوں"

اور ماریا زمین سے پانچ فٹ بلند ہو گئی۔ اس نے
دس پندرہ میل فی گھنٹہ کی رفتار سے رات کی تاریک
فضا میں اڑنا شروع کر دیا۔ پہلے وہ شمال کی طرف گئی
پھر جنوب، اور پھر مشرق کی طرف دس پندرہ میل تک
نکل گئی۔ بائیں طرف سمندر ہی سمندر تھا۔ باقی کسی جگہ
بھی اسے نہ تو ناگ کی خوشبو آئی اور نہ کسی کوٹھی کی
روشنیاں ہی دکھائی دیں۔ وہ ناامید ہو کر عنبر کے پاس
واپس آ گئی۔ عنبر کو بھی ماریا سے اس کی خوشبو سے
ڈھونڈا تھا۔

وقت گذرتا جا رہا تھا۔ آخر انہوں نے یہی فیصلہ

کیا کہ واپس ٹیکسی ڈرائیور کے پاس چلا جائے۔ وہ جس
طرف سے آئے تھے ادھر کو الٹے پاؤں چلنے لگے۔ وہاں
جا کر دیکھا کہ ٹیکسی غائب تھی۔

ماریا نے کہا:
"ٹیکسی کا انجن ٹھیک ہو گیا ہو گا۔ ڈرائیور ٹیکسی
لے جا چکا ہے۔ اب کیا کریں؟"

عنبر کہنے لگا: "ماریا! ہمیں ایک بار پھر یہاں سے
آگے چلنا چاہیے میرا خیال ہے یہاں سے دو میل
آگے جا کر ایک کچا راستہ دائیں طرف کو نکلتا تھا
ہمیں اس راستے پر جانا چاہیے تھا۔"

ماریا نے کہا: "چلو۔ اس راستے پر بھی چل کر دیکھ
لیتے ہیں"

دونوں ایک بار پھر آگے کو روانہ ہوئے۔
اس وقت رات کے ساڑھے گیارہ بج چکے تھے۔
ڈانسر کندلی تہہ خانے سے اوپر کمرے میں آنے والی
لوہے کی نالی کے منہ کے پاس ایک طرف ہو کر کرسی پر
بیٹھی تھی۔ اس نے گھڑی دیکھی۔ پھر وہ ناگ کا جائزہ لینے
نیچے آ گئی۔ تہہ خانے کے لوہے کے دروازے کے سوراخ
میں سے اس نے جھانک کر دیکھا تو دیکھتی ہی رہ گئی۔

ناگ کو ہوش آ رہا تھا۔ اس نے سر کو دائیں بائیں ہلایا اور اٹھ کر بیٹھ گیا۔ وہ تہہ خانے کی دیواروں اور چھت کو تکنے لگا۔ یہ میں کہاں آ گیا ہوں۔ اس نے سوچا۔ ضرور ڈانسر کنڈنی مجھے بے ہوش کرنے کے بعد اغوا کر کے یہاں لے آئی ہے۔ مگر وہ مجھ سے کیا چاہتی ہے۔ اس نے مجھے یہاں کیوں ڈال دیا ہے۔ کیا وہ میری طاقت سے واقف نہیں تھی؟

ناگ یہ سوچ کر مسکرایا کہ اس احمق عورت کو یہ معلوم ہی نہیں تھا کہ میں ہاتھی بن کر اس دروازے کو آسانی سے توڑ سکتا ہوں۔ ناگ کے دل میں سب سے پہلا خیال سانپ بن کر وہاں سے نکلنے کا آیا تھا مگر اس نے دیکھا کہ دیواریں کنکریٹ کی تھیں اور کوئی روشن دان بھی نہیں تھا۔ کونے والے پائپ کی طرف اس کا دھیان نہیں گیا تھا۔ ویسے بھی تہہ خانے میں صرف ایک کمزور سا بلب جل رہا تھا جس کی روشنی کونوں تک بہت کم پہنچ رہی تھی۔

ناگ نے سانس اندر کی طرف کھینچا۔ ایک طاقتور مگر چھوٹے ہاتھی کا تصور ذہن میں جمایا اور سانس چھوڑ دیا۔ اسے ہاتھی بن جانا چاہیے تھا۔ مگر وہ ہاتھی نہ بن

سکا۔ وہ بڑا حیران ہوا۔ دوسری بار اس نے شیر کا تصور کیا مگر اس بار بھی وہ کامیاب نہ ہو سکا۔ ناگ کچھ گھبرایا۔ اس کی طاقت کیسے ختم ہو گئی تھی؟

اب اس نے سانپ کا تصور کیا تو وہ سانپ بن گیا۔ ناگ کو خوشی ہوئی کہ اگر کسی وجہ سے وہ کوئی دوسری شکل اختیار نہیں کر سکتا تو کم از کم سانپ تو بن سکتا ہے۔ ڈانسر کنڈنی دروازے کے خفیہ سوراخ میں سے یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ وہ سمجھ گئی کہ ناگ نے پہلے کسی ہاتھی وغیرہ کی شکل اختیار کرنے کی کوشش کی تھی جس میں وہ کامیاب نہیں ہو سکا۔ ناگ کے بالوں کی لٹ ایک ڈبیا میں بند کنڈنی کی قمیض کے اندر چھپی تھی۔ دیوتا شیش ناگ نے ٹھیک کہا تھا۔ ناگ کی آدھی طاقت ختم ہو چکی تھی۔

ناگ تہہ خانے میں رینگ کر باہر نکلنے کا کوئی راستہ تلاش کر رہا تھا۔ کنڈنی نے اسے کونے میں نالی کے سوراخ میں داخل ہوتے دیکھا تو وہ بھاگ کر اوپر والے کمرے میں آ گئی۔ اور جہاں فرش میں سے پائپ کا سرا باہر نکلا ہوا تھا وہاں ایک طرف ہٹ کر چھری ہاتھ میں لے کر بیٹھ گئی۔ اس کا دل دھڑک رہا تھا۔ کامیابی چند قدم کے فاصلے پر تھی۔

ناگ، سانپ کی شکل میں لوہے کے پائپ کے اندر سے رینگتا ہوا جب اوپر والے کمرے کی طرف چلا تو اس نے ابھی پائپ کے کھلے سوراخ میں سے باہر سر نکالا ہی تھا کہ اس کی گردن پر چھری کا وار پڑا اور اس کا سانپ کا سر کٹ کر باہر فرش پر گر پڑا اور باقی کا جسم پائپ میں سے کھسک کر نیچے تہ خانے کے فرش پر آن پڑا۔

ڈانسر کندنی نے ناگ سانپ کا کٹا ہوا سر دیکھا تو خوشی سے چلا اٹھی۔ میں نے ناگ کی گردن کاٹ دی۔ دیوتا شیش ناگ! میں نے ناگ کی گردن کاٹ دی۔ اب میں ناگن ہوں۔ میں زمین کے اندر کے سارے خزانوں کی مالک ہوں۔

اس کے ساتھ ہی وہ عورت سے ایکدم ناگن بن گئی۔ جس کے سیاہ جسم پر سفید چاندی ایسے گول گول نشان کمرے کی جلتی روشنی میں چمک رہے تھے۔ اس کا پھن اٹھا ہوا تھا اور وہ پھنکارتی ہوئی ناگ کی کٹی ہوئی گردن کے گرد گھومنے لگی۔ ناگ کی کٹی ہوئی گردن کمرے میں بچھے ہوئے قالین پر پڑی تھی۔ اس کی نسواری آنکھیں پتھر کی طرح ساکت تھیں۔ اس کو کچھ احساس نہیں تھا کہ اس کے ساتھ کیا ہو گیا تھا۔ اس کا دھڑ نیچے تہ خانے

میں تھا اور سر اوپر کمرے کے قالین پر پڑا تھا۔ کندنی ناگن کے روپ میں پھنکارتی ہوئی چکر لگا رہی تھی۔ ایک بار اس نے اپنا پھن سکیڑا تو وہ دوبارہ عورت کی شکل میں واپس آ گئی۔ اس نے اپنا جائزہ لیا۔ اس کو ناگن کی طاقت مل چکی تھی۔ اب وہ زمین کے اندر چھپے ہوئے خزانے دیکھنا چاہتی تھی۔ اس نے ناگ کی کٹی ہوئی گردن وہیں چھوڑی اور اپنے بیڈ روم کی طرف دوڑی۔ اس نے اپنی قمیض میں جو ناگن کے بالوں کی لٹ رکھی تھی۔ اسے نکال کر الماری کے سب سے نچلے خانے میں چھپا کر رکھ دیا پھر وہ کوٹھی سے باہر نکل آئی۔

رات اندھیری تھی۔ آسمان پر ستارے چمک رہے تھے وہ کوٹھی سے دور ایک ویران جگہ پر نکل گئی۔ اس نے ناگن بن جانے کا خیال کر کے منہ سے پھنکار کی آواز نکالی اور دوسرے لمحے وہ ناگن بن چکی تھی۔ اس نے زمین کی طرف دیکھا تو اسے زمین کی گہرائیاں پاتال تک نظر آنے لگیں اس نے زمین کے اندر گہرائی میں پہلے پانی دیکھا پھر اس کے نیچے اسے پتھروں میں لاوا ابلتا نظر آیا۔ وہاں کوئی خزانہ نہیں تھا۔ وہ رینگتی ہوئی کافی آگے پتھریلے میدان میں آ گئی۔ یہاں اسے زمین کے اندر سونے نہیں اور پتھروں لگے

بہت بڑے ڈھیر سے کھولتے سسکارتے دکھائی دیئے۔
خزانہ یہاں بھی نہیں تھا۔ ناگن کندنی اور آگے دوڑنے لگی۔
وہ اپنی کوٹھی سے کئی میل آگے ایک ایسی جگہ آگئی
جہاں اونچی پہاڑی تھی۔ وہ پہاڑی کی طرف اتر گئی۔
آگے ایک جنگل تھا۔ اس نے اس جنگل کی زمین میں
دیکھا تو یہاں بھی اسے سرخ گیس اور پٹرول کے ذخیرے
نظر آئے۔ خزانہ یہاں بھی کہیں نہیں تھا۔ وہ آگے ہی آگے
چلتی چلی گئی۔ وہ بڑی تیزی سے رینگتی چلی جارہی تھی۔
وہ اپنی کوٹھی سے ساٹھ میل آگے نکل گئی۔
یہاں اس نے ایک ویران کھنڈر دیکھا۔
ناگن کندنی بجلی کی تیزی کے ساتھ اس کھنڈر کی طرف
چلی۔ اسے یقین تھا کہ اس کھنڈر میں ضرور کوئی خزانہ
ہوگا۔ اور اس کا اندازہ غلط نہیں تھا جونہی اس نے
کھنڈر میں پہنچ کر زمین کے اندر نظر ڈالی۔ وہ دنگ رہ
گئی۔ زمین کے اندر کوئی پچاس فٹ کی گہرائی میں ایک
غار تھا جس میں خزانے کے ہیرے جواہرات چمک رہے
تھے۔

ناگن کندنی ایک سوراخ میں سے گذرتی ہوئی نیچے
زمین کے اندر خزانے کے غار میں آگئی۔ یہاں ایک

سانپ خزانے پر پہرہ دے رہا تھا اس نے ناگن کو دیکھا
تو اس پر جھپٹا۔ مگر کندنی ناگن نے پھنکارتے ہوئے اس کی
گردن کو اپنے منہ میں دبا کر کچل ڈالا۔ وہ اتنے انمول
اور قیمتی خزانے کو دیکھ کر مست ہو کر اس کے گرد چکر
لگانے لگی۔ یہ کسی راجہ کا خزانہ تھا جو کئی صدیوں سے
وہاں دفن تھا۔ بڑے بڑے سفید ہیرے ستاروں کی طرح
چمک رہے تھے۔ سرخ یاقوت سرخ شعاعیں خارج کر رہے
تھے۔ سونے کے کتنے ہی ہار اور شاہی تاج بھی موجود تھے۔
کندنی ناگن خزانے کے غار سے باہر نکل آئی۔
وہ دوبارہ عورت کی شکل میں آگئی۔ وہ بے حد خوش
تھی۔ اسے ایک بہت قیمتی خزانہ مل گیا تھا۔ سوائے اس
کے اور کوئی نہیں جانتا تھا۔ کہ وہاں زمین کے اندر پچاس
فٹ کی گہرائی میں ایک بہت بڑا خزانہ دفن ہے۔ کندنی
اب یہ چاہتی تھی کہ وہاں کوئی ایسا نشان بنا دے کہ
جس کی مدد سے وہ اس جگہ کو صحیح طرح پہچان
سکے۔ اور پھر جس طرح بھی ہو سکے وہاں زمین کھود کر
خزانہ نکال کر لے جائے۔ اس نے ادھر ادھر پڑے ہوئے
پتھروں کو اکٹھا کرنا شروع کر دیا تاکہ وہاں ایک چھوٹا
سا ڈھیر مینار کی شکل کا بنا دے۔

ادھر ڈانسر اور اب ناگن کندنی یہ کام کر رہی تھی اور دوسری جانب عنبر اور ماریا اندھیری رات میں بھٹکتے بھٹکتے آخر ایک ایسے مقام پر پہنچ گئے جہاں انہیں دور میدان کے اندھیرے میں ایک مکان کے اندر سے آتی روشنی دکھائی دی۔

عنبر نے خوش ہو کر کہا:

"ماریا! یہی وہ ویران کوٹھی ہے۔"

وہ کوٹھی کی طرف تیزی سے بڑھے۔ ان کا اندازہ درست تھا۔ یہ ڈانسر کندنی کی خفیہ کوٹھی ہی تھی۔ جب وہ قریب پہنچے تو ماریا نے کہا:

"عنبر! مجھے ناگ کی خوشبو آ رہی ہے۔"

عنبر نے کہا: "ہاں مجھے بھی آ رہی ہے۔ ناگ ضرور اسی کوٹھی میں ہے۔ مگر پہلے تمہیں اندر جانا ہو گا۔ کیوں کہ تم کسی کو نظر نہیں آتی ہو"

عنبر کوٹھی کے احاطے میں ایک طرف دیوار کے پیچھے چھپ گیا اور ماریا اندر داخل ہو گئی۔ کوٹھی کے تینوں کمرے خالی تھے۔ ناگن کندنی وہاں پر نہیں تھی۔ وہ تو وہاں سے ساٹھ میل دور غزلانے کی جگہ کے اوپر پتھروں کا نشان بنا رہی تھی۔

ناگ کی خوشبو ماریا کی راہ نمائی کر رہی تھی۔ اس خوشبو کو سونگھتی جب وہ دوسری منزل کے کمرے میں آئی تو اس کی چیخ نکل گئی۔ چھت کے ساتھ لٹکا بلب جل رہا تھا اور اس کی روشنی میں اسے قالین پر ناگ کی کٹی ہوئی گردن نظر آ رہی تھی۔ یہ ناگ ہی کا سر تھا۔ اس میں سے ناگ کی بڑی تیز خوشبو نکل رہی تھی۔

ماریا کی چیخ کی آواز سن کر عنبر کوٹھی کی طرف بھاگا جب وہ کمرے میں آیا تو ماریا نے کہا:

"عنبر! ناگ کو کسی نے ہلاک کر دیا ہے۔ یہ دیکھو۔ اس کا سر پڑا ہے۔"

عنبر نے ناگ کا سر دیکھا تو اس کے ہاتھ پاؤں پھول گئے۔ اس نے ناگ کا سانپ کی شکل کا سر اٹھا لیا۔ وہ ناگ کی نسواری آنکھیں تھیں۔ جو پتھرائی ہوئی تھیں۔

عنبر نے کہا: "ماریا! ہمیں اس کا باقی کا دھڑ تلاش کرنا ہو گا۔ جلدی کرو۔ دیکھو۔ ناگ کا دھڑ کہاں ہے؟"

ماریا ناگ کے باقی کے دھڑ کی خوشبو لیتی نیچے سیڑھیوں کی طرف دوڑی۔ عنبر نے جیب سے رومال نکال کر ناگ کا سر اس میں لپیٹ دیا۔ یہ ایک نئی مشکل انہیں

پڑ گئی تھی۔ اگر ناگ کا دھڑ نہ ملا تو وہ ہمیشہ ہمیشہ کے
لیے اس سے جدا ہو جائے گا۔

اتنے میں ماریا تیزی سے کمرے میں داخل ہوئی
اور بولی:

"ناگ کا دھڑ نیچے تہہ خانے میں پڑا تھا۔ یہ لو۔"
ماریا نے ناگ کا باقی کا دھڑ عنبر کے سامنے قالین
پر رکھ دیا۔ عنبر نے جلدی سے ناگ کی کٹی ہوئی گردن
اس کے دھڑ کے ساتھ لگائی اور بولا:

"ماریا! تم خوب جانتی ہو کہ اب ہمیں کیا کرنا
ہوگا۔ ہمیں ناگ کے کٹے ہوئے جسم کو کیلاش
پربت کے ناگ مندر کے تالاب میں لے جا کر
پانی کی تہہ میں رکھنا ہوگا۔ اس کا مردہ جسم چھ
ماہ تک تالاب کے پانی میں پڑا رہے گا۔
چھ ماہ کے بعد ناگ کی کٹی ہوئی گردن اس کے
جسم کے ساتھ جڑ جائے گی اور وہ دوبارہ زندہ
ہو جائے گا۔"

ماریا نے کہا: "مگر وہ عورت کہاں ہے جس
نے ناگ کی گردن کاٹی ہے۔ میں اسے زندہ
نہیں چھوڑوں گی۔"

عنبر بولا: "ہمارے پاس اتنا وقت نہیں ہے
وقت گزرتا چلا جا رہا ہے۔ ہمیں جتنی جلدی
ہو سکے۔ یہاں سے کیلاش پربت کے پہاڑی منڈی
کی طرف اپنا سفر شروع کر دینا ہوگا۔ یہ کام
اسی ڈاکٹر نے کیا ہے۔ ناگ کا بدلہ اس سے بعد
میں آ کر لیں گے۔ اس وقت یہاں سے
جتنی جلدی ہو سکے نکل چلو۔"

ماریا کو بے حد غصہ آ رہا تھا۔ اس نے کہا:
"میں اس چڑیل کے مکان کو آگ لگا دوں گی۔"
اور ماریا نے کچن میں جا کر گیس کا چولہا جلا
کر اس کے اوپر پرانے کپڑے رکھ دیئے۔ کپڑوں کو
دیکھتے ہی دیکھتے آگ لگ گئی۔

عنبر نے کہا: "ماریا دیر نہ کرو۔ میں باہر جا
رہا ہوں۔ تم بھی آ جاؤ۔"

"آ رہی ہوں۔ ذرا اپنے بھائی کا بدلہ لے لوں۔"
یہ کہہ کر ماریا نے جلتے ہوئے کپڑے اٹھائے اور
بیڈ روم کے بستر پر جا کر چادروں اور دیواروں کو بھی
آگ لگا دی اور کمرے سے باہر آ گئی۔

عنبر احاطے میں ایک طرف کھڑا تھا۔ اس نے

ناگ کے سانپ کی شکل میں کٹے ہوئے جسم کو رومال میں اس طرح لپیٹ کر ہاتھ میں اٹھا رکھا تھا کہ اس کی گردن اس کے جسم سے ملی ہوئی تھی۔ ماریا قریب پہنچی تو عنبر نے کہا:

"تم نے تو کوٹھی کو آگ لگا دی"؟

ماریا نے نفرت سے کہا:

"میں اس عورت کو بھی زندہ نہ چھوڑوں گی۔ میں اس سے اپنے بھائی کے ظلم کا بدلہ لوں گی"

اور وہ جتنی تیزی سے ہو سکتا تھا واپس شہر کی طرف چل پڑے۔

اُدھر ناگن کنڈلی جب خزانے کی زمین کے اوپر پتھروں کا ایک چھوٹا سا مینار نشانی کے طور پر بنا چکی تو ایک بار پھر اس نے ناگن کی شکل اختیار کی اور واپس اپنی کوٹھی کی طرف دوڑنے لگی۔ ناگن وہ اس لیے بنی تھی تا کہ تیزی سے واپس پہنچ سکے۔ پھر بھی اسے آدھا گھنٹہ لگ گیا۔ وہ بجلی کی طرح لہراتی، رینگتی، گڑھوں کو پھلانگتی میدان میں آئی تو اسے دور سے اپنی کوٹھی میں سے شعلے بلند ہوتے نظر آئے۔ وہ حیران ہو کر شعلوں کو تکنے لگی پھر وہ کوٹھی کی طرف دوڑی۔ قریب آ کر اس نے دوبارہ عورت کی شکل اختیار کر لی اور آگ کے شعلوں میں دھڑا دھڑ جلتی کوٹھی کو حیرت سے دیکھ رہی تھی۔ اس نے سوچا کہ ہو سکتا ہے کہ وہ سوئی گیس کا چولہا کھلا چھوڑ گئی ہو اور اس کی وجہ سے آگ لگ گئی ہو۔

اس آگ میں وہ ڈبیا بھی جل کر راکھ ہو گئی تھی جس میں ناگ کے بالوں کی لٹ رکھی ہوئی تھی۔ اس کا مطلب تھا کہ اگر ناگ زندہ ہو گیا تو اس کی آدھی طاقت بھی اپنے آپ واپس آ جائے گی۔

○

برفانی بلا

ناگ کا کٹا ہوا جسم دیکھ کر کیٹی سکتے میں آ گئی۔
"یہ — یہ کیا ہو گیا عنبر بھائی؟ ناگ — ناگ ہمیں چھوڑ کر چلا گیا!"

عنبر نے کہا: "ابھی ایسا نہیں ہوا۔ ابھی ناگ زندہ ہو سکتا ہے۔"

چونکہ کیٹی کو معلوم نہیں تھا اس لیے عنبر اور ماریا نے اسے ساری بات بیان کی کہ ناگ کو دوبارا زندہ کرنے کے لیے انہیں کیا کرنا ہو گا۔ عنبر نے ناگ کے جسم کو ایک پلاسٹک کے چھوٹے ڈبے میں گردن کے ساتھ جوڑ کر رکھ کر اوپر روئی کی تہہ جما دی اور ڈبہ بند کر کے اس کے گرد بھی پلاسٹک چڑھا دیا تا کہ اس کے اندر کیلاش پربت کے تالاب کا پانی نہ جا سکے۔ پھر اس نے کہا:

"اب ہمیں امریکہ کی بجائے یہاں سے سیدھا

کیلاش پربت جانا ہو گا۔"

کیٹی نے پوچھا: "وہ تو بہت دور ہے۔ ہمیں جلدی پہنچنا چاہیے۔"

عنبر کہنے لگا: "آج سے ہزار برس پہلے بھی ایک بار ہم ناگ کی کٹی ہوئی لاش کو لے کر کیلاش پربت پر گئے تھے۔ ان دنوں ہمیں خچروں اور گھوڑوں پر اور پیدل سفر کرنا پڑا تھا مگر یہ جیٹ ہوائی جہاز کا زمانہ ہے۔ ہم کراچی سے نیپال کے دارالحکومت کھٹمنڈو پرواز کر جائیں گے۔ وہاں سے کیلاش پربت زیادہ دور نہیں ہے۔"

اسی روز عنبر نے اپنے اور کیٹی کے پاسپورٹ پر نیپال کا ویزا لگوایا۔ اور نیپال ایئر ویز کمپنی کے دفتر میں پہنچ کر رات دس بجے والی فلائیٹ میں دو سیٹیں بک کروا کر ٹکٹ خرید لیے۔ ماریا کا ٹکٹ لینے کی انہیں ضرورت نہیں تھی۔ چنانچہ اسی رات وہ ناگ کی لاش لے کر کراچی سے نیپال کے دارالحکومت کی طرف پرواز کر گئے۔

اب ہم ناگن کنڈلی کی طرف آتے ہیں۔ وہ اپنی جلتی ہوئی کوٹھی کو جلتا ہوا چھوڑ کر واپس کراچی شہر کی طرف روانہ ہو گئی۔ اسے اس کوٹھی کی کوئی پروا نہیں تھی۔ وہ اب اس

حتم ی کتنی ہی کوٹھیاں خرید سکتی تھی۔ وہ ایک بہت
بڑے خزانے کی مالک تھی اور ابھی نہ جانے زمین کے
اندر کتنے خزانے دفن تھے جنہیں وہ آسانی سے نکال سکتی
تھی۔ وہ سیدھی شہر کے ایک ہوٹل میں پہنچی۔ رات کا باقی
حصہ اس نے ہوٹل میں سو کر گذارا۔ صبح اٹھ کر اس نے
ناشتہ کیا۔ اس کے پاس چار سو روپے موجود تھے۔ تازہ دم
ہو کر وہ ہوٹل سے نکل کر ٹیکسی لے کر اپنے ڈسکو کلب
میں آ گئی۔ کلب کے مالک بلیک کوبرا نے اسے دیکھ
کر کہا:

"تم لاہور سے کب آئیں کندنی! تم نے فون
کیوں نہ کر دیا۔ میں تمہیں ائر پورٹ پر لینے
آ جاتا۔"

ناگن کندنی اپنے دماغ میں ایک بڑی خطرناک سکیم
بنا کر وہاں آئی تھی۔ اس نے مسکرا کر کہا:

"بلیک کوبرا! میں کروڑ پتی بننے کا نسخہ لے کر
تمہارے پاس آئی ہوں۔"

بلیک کوبرا ہنس دیا:

ناگن کندنی نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا
"میں جھوٹ نہیں بول رہی۔ مجھے ایک بہت

بڑے خزانے کا پتہ چلا ہے۔ اگر تم میرے ساتھ
مل جاؤ اور وعدہ کرو کہ تم کسی سے اس کا
ذکر نہیں کرو گے تو میں تمہیں خزانے تک لے
جاؤں گی۔ ہم دونوں زمین میں دفن خزانہ نکال
کر آدھا آدھا بانٹ لیں گے اور ساری زندگی
عیش کریں گے۔"

بلیک کوبرا سنجیدہ ہو گیا:

"کیا تم ٹھیک کہہ رہی ہو کندنی؟"

ناگن کندنی بولی: "اس سے پہلے میں نے کبھی تم
سے اس قسم کی بات نہیں کی۔ مجھے ایک خزانے
کا نقشہ کہیں سے مل گیا ہے۔ اس کی مدد سے
میں اس جگہ پہنچ گئی ہوں جہاں زمین کے اندر
ایک بہت بڑا خزانہ دبا ہوا ہے۔ میں نے وہاں
نشان لگا دیا ہے۔"

بلیک کوبرا نے پوچھا: "یہ جگہ کہاں ہے؟"

ناگن کندنی نے کہا: "یہاں سے ایک سو میل
کے فاصلے پر ہے۔"

بلیک کوبرا خوشی سے اچھل پڑا۔

"تو پھر ابھی چلو۔ ہم زمین کھود کر خزانہ نکال

لیں گے۔"

ناگن کندنی بولی "ہمیں رات کے وقت وہاں
جانا ہوگا تاکہ اندھیرے میں ہمیں خزانہ نکالتے
کوئی دیکھ نہ سکے۔"

بلیک کوبرا کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ لیکن پھر
بھی وہ اپنی طرف سے بڑا محتاط تھا۔ جب رات کا اندھیرا
چھا گیا تو بلیک کوبرا نے ایک چھوٹا پستول گولیاں ڈال کر
اپنی جیب میں چھپا کر رکھ لیا اور اپنی کیڈلک کار میں
کندنی کو بٹھا کر خزانے کی جگہ کی طرف روانہ ہو گیا۔

ناگن کندنی نے بھی اپنی خطرناک سکیم پر عمل کرتے
ہوئے ایک آٹومیٹک پستول اپنے پرس میں رکھ لیا تھا
جس میں چھ گولیاں بھری ہوئی تھیں۔ ناگن کندنی سارے
راستوں سے واقف تھی۔ وہ اندھیری رات میں بھی خزانے
کی طرف جانے والے راستے کو پہچان سکتی تھی۔ چنانچہ کار
بڑی تیزی سے اپنی منزل کی طرف چلی جا رہی تھی اور
بلیک کوبرا خزانے کے بارے میں کندنی سے باتیں کر رہا
تھا۔ دل ہی دل میں اس نے فیصلہ کر لیا تھا کہ خزانہ اگر سچ
مچ وہاں موجود ہوا تو وہ کندنی کو گولی مار کر وہیں دفن
کر دے گا۔ اور سارے خزانے کا اکیلا مالک بن جائے گا۔

وہ ڈسکو کلب بند کر کے خزانے کی ساری دولت
لے کر امریکہ چلا جائے گا اور ساری زندگی عیش کرے
گا۔ انہوں نے کار کی ڈگی میں ایک بیلچہ بھی رکھ لیا تھا
تاکہ زمین کھودی جا سکے۔

جس وقت عنبر ماریا اور کیپٹن کا جیٹ طیارہ کراچی
شہر کے اوپر سے پرواز کرتا ہوا نیپال کی طرف جا رہا تھا
اس وقت ناگن کندنی اور بلیک کوبرا کار میں بیٹھے اس
مقام پر پہنچ گئے جہاں پتھروں کا ایک چھوٹا سا مینار
بنا ہوا تھا۔ ٹارچ کی روشنی میں بلیک کوبرا نے اس پتھروں
کے مینار کو دیکھا تو بولا:

"کندنی! کیا یہاں خزانہ دفن ہے؟"

"ہاں" کندنی نے کہا: "یہ پتھروں کی نشانی میں نے
بنائی تھی۔ آؤ۔ اب اس جگہ کو کھودیں۔"

بلیک کوبرا نے پوچھا:

"کیا تمہیں یقین ہے کہ خزانہ اسی جگہ دفن ہے؟"

کندنی نے مسکرا کر کہا:

"تم کھودنا تو شروع کرو۔"

بلیک کوبرا نے کار کی ڈگی میں سے بیلچہ نکالا اور
پتھروں کو ہٹا کر زمین کھودنی شروع کر دی۔ وہاں زمین

بہت نرم تھی۔ پانچ فٹ گڑھا کھودنے کے بعد وہاں ایک غار بنا ہوا مل گیا۔ یہ ایک قدرتی غار تھا۔ اسی غار کے آخر میں خزانہ پڑا تھا۔ کندنی اور بلیک کوبرا ٹارچ کی روشنی میں غار کے اندر آگے بڑھنے لگے۔ غار ڈھلانی تھی۔ اور وہ نیچے زمین کے اندر ہی اندر اترتے جا رہے تھے۔ انہوں نے پلاسٹک کا ایک بڑا تھیلا ساتھ لے لیا تھا۔ جس میں وہ خزانے کے جواہرات ڈال کر لانا چاہتے تھے۔

بلیک کوبرا اور ناگن کندنی ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ نہ بلیک کوبرا آگے آگے چلنے کا خطرہ مول لیتا تھا اور نہ ہی ناگن کندنی اس کے آگے آتی تھی۔ اوپر سے وہ بڑی دوستی کے ساتھ آگے بڑھ رہے تھے مگر اندر سے وہ دونوں ایک دوسرے کو ہلاک کرنے کا پروگرام بنا چکے تھے۔ بس خزانے کی ایک جھلک دیکھنے کی دیر تھی کہ اس اندھیرے غار میں گولیاں چلنے والی تھیں۔

ناگن کندنی کی چھٹی حس نے اسے خبردار کر دیا تھا کہ بلیک کوبرا کی نیت نیک نہیں ہے۔ چنانچہ اس نے فوراً اپنی اسکیم میں تھوڑی سی تبدیلی کر لی تھی۔ غار کی چھت سے پانی ٹپک رہا تھا۔ وہ اندھیرے میں ٹارچ کی روشنی ڈالتے چلے جا رہے تھے کہ اچانک سامنے انہیں ہیرے

جواہرات کا ایک ڈھیر دکھائی دیا جس میں سے ستاروں کی کرنیں نکل رہی تھیں۔ خزانے کو دیکھ کر بلیک کوبرا دنگ رہ گیا۔ اسے یقین نہیں آ رہا تھا کہ اتنے قیمتی ہیرے جواہرات کا ڈھیر اس کی آنکھوں کے سامنے پڑا ہے۔ اس نے خوشی سے چیختی ہوئی آواز میں کہا:

"کندنی! تم نے کمال کر دکھایا۔ خزانہ۔ اتنا بڑا خزانہ۔"

اس کے ساتھ ہی بڑی تیزی سے بلیک کوبرا نے جیب میں سے پستول نکال کر ناگن کندنی پر فائر کر دیا۔ دھماکے کی آواز غار میں گونج گئی۔ گولی کندنی کے کان کو چھوتی ہوئی گزر گئی۔ وہ چھلانگ لگا کر خزانے کی دوسری طرف گری اور زمین پر گرتے ہی اس نے ناگن کا خیال کیا۔ اور ہلکی سی پھنکار کی آواز منہ سے نکالی اور ناگن کا روپ بدل لیا۔

بلیک کوبرا ٹارچ کی روشنی ڈالتا پستول ہاتھ میں لیے خزانے کی دوسری طرف آ گیا اور چلایا:

"کندنی تم مجھ سے بچ کر نہیں جا سکتیں۔ یہ خزانہ سارے کا سارا میرا ہے۔ میں اس خزانے کا مالک ہوں۔ میں تمہاری لاش اس غار میں دفن کر کے

جاؤں گا۔

اسے کندنی وہاں نظر نہ آئی جہاں اس نے چھلانگ لگائی تھی۔ وہ پستول ہاتھ میں اٹھائے واپس گھوما تو اچانک اسے سانپ کی پھنکار سنائی دی اور ساتھ ہی اس کی گردن پر ناگن نے ڈس دیا۔ بلیک کوبرا کے منہ سے ایک بھیانک چیخ نکل گئی۔ اس نے سانپ کو پتھروں کی طرف دوڑتے دیکھا۔ اس نے فائر کرنا چاہا مگر ناگن کے زہر نے اس کے سارے جسم کو پتھر بنا دیا تھا۔ اس کی انگلیاں حرکت نہ کر سکیں۔ پستول اس کے ہاتھ سے گر پڑا۔ اس کے بعد وہ بھی خزانے کے ڈھیر مردہ لاش کی طرح گر گیا۔

ناگن کندنی دوبارا انسانی شکل میں آ گئی۔ اس نے پرس میں سے آٹومیٹک پستول نکال کر ہاتھ میں لے لیا اور جھک کر بلیک کوبرا کی لاش کو دیکھا۔ اب اسے گولی مارنے کی ضرورت نہیں تھی۔ بلیک کوبرا مر چکا تھا۔ ناگن کندنی نے پستول پرس میں رکھ لیا۔ بلیک کوبرا کی لاش کو گھسیٹ کر ایک طرف ہٹایا اور پلاسٹک کے تھیلے میں خزانے کے ہیرے جواہرات بھرنے شروع کر دیئے۔ جب وہ سارا خزانہ تھیلے میں بھر چکی تو اسے

اپنے کاندھے پر ڈالا اور غار سے واپس ہوئی۔ خزانہ اگرچہ بھاری تھا مگر یہ دولت کا بوجھ تھا اور کندنی کو دولت کا بوجھ زیادہ تکلیف نہیں دے رہا تھا۔ پھر بھی غار کی چڑھائی چڑھتے اور غار کے منہ تک پہنچتے پہنچتے وہ پسینے میں شرابور ہو گئی اور اس کا سانس پھول گیا۔ آخر وہ خزانے کا تھیلا لے کر زمین سے باہر نکل آئی۔ اس نے بیلچے کی مدد سے مٹی گڑھے میں ڈال کر زمین ہموار کر دی۔ اور اوپر پہلے کی طرح پتھر بکھیر دیئے۔ کسی کے خیال میں بھی یہ بات نہیں آ سکتی تھی کہ اس جگہ غار کے اندر بلیک کوبرا کی لاش دفن ہے۔

باہر اندھیرے میں چند قدم کے فاصلے پر بلیک کوبرا کی کیڈلک گاڑی اسی طرح کھڑی تھی۔ ناگن کندنی نے خزانے کا تھیلا ڈگی میں بند کر کے تالا لگا دیا اور گاڑی میدان سے نکال کر کچے راستے پر ڈال دی اس کا دل خوشی اور بے پناہ مسرت سے بھرا ہوا تھا۔ وہ دنیا کی امیر ترین عورت بن چکی تھی اور ابھی زمین کے نیچے دفن نہ جانے کتنے خزانے اس کا انتظار کر رہے تھے۔ لیکن اس کی قسمت میں کیا لکھا تھا؟ یہ اسے بھی معلوم نہیں تھا۔

○

ناگ کی لاش لے کر عنبر، کیپٹن اور ماریا نیپال کے
دارالحکومت کھٹمنڈو پہنچ گئے۔ یہاں سے انہوں نے
ایک بس پکڑی اور پہاڑ کی چڑھائی چڑھنی شروع کر
دی۔ آدھی چڑھائی بس میں چڑھی۔ آگے راستہ خراب
تھا۔ یہاں سے انہوں نے خچروں پر سوار ہو کر اپنا سفر
شروع کیا۔ شام کو یہ راستہ بھی ختم ہو گیا۔ آگے
پیدل راستہ تھا۔ رات ہو گئی مگر انہوں نے آرام نہ کیا
اور اندھیری رات ہی میں کیلاش پربت کی برف پوش
چوٹی کی طرف چڑھتے چلے گئے۔

یہ راستہ بڑا خراب تھا۔ نیچے گہری گھاٹی تھی۔
صبح ہوتے ہوتے وہ کیلاش پربت کی چوٹی پر پہنچ گئے
یہاں وہی ناگ مندر بنا ہوا تھا۔ جہاں ایک ہزار برس
پہلے بھی عنبر اور ماریا آ چکے تھے۔ مندر کی عمارت
بدل دی گئی تھی۔ چاروں طرف برف سے ڈھکی ہوئی
پہاڑیاں تھیں۔ مندر کے احاطے میں پانی کا ایک حوض
یعنی تالاب بنا ہوا تھا جس کا پانی سردیوں میں جم جاتا
تھا۔ مگر یہ موسم سخت سردی کا نہیں تھا۔ مندر میں پجاری

اور یاتری ناگ کی پوجا کرنے آئے ہوئے تھے۔
عنبر نے کہا: "ہمیں ناگ کی لاش کو رات
کے اندھیرے میں تالاب میں چھپانا ہو گا تاکہ
کوئی دیکھ نہ سکے۔"

دن بھر وہ مندر کی ایک خالی کوٹھڑی میں بیٹھے رہے۔
لوگوں نے سمجھا کہ یہ بھی ہندو یاتری ہیں اور مندر میں
ناگ کی پوجا کرنے آئے ہیں۔ جب رات ہو گئی، پہاڑیوں
پر تاریکی پھیل گئی۔ سردی کی وجہ سے ناگ مندر کا صحن
بالکل ویران تھا۔ یاتری لوگ کوٹھڑیوں میں گرم ہو کر
دبکے پڑے تھے۔ اس وقت عنبر اور ماریا کوٹھڑی سے
چپکے سے باہر نکلے۔ عنبر نے ناگ کے کٹے ہوئے جسم
کا چھوٹا سا ڈبہ اٹھا رکھا تھا۔ حوض کے کنارے بیٹھ
کر عنبر نے ڈبے کے ساتھ ایک بھاری پتھر باندھا اور
ماریا سے کہا:

"چونکہ تم پانی میں بھیگو گی نہیں اس لیے اس
ڈبے کو تم ہی تالاب کی تہہ میں جا کر رکھ دو
مگر اسی کونے میں نیچے جا کر رکھنا۔"

ماریا نے ڈبہ اٹھایا اور حوض کے بیچ پانی میں
اتر گئی۔ نیچے حوض کی تہہ میں وہ کونے میں آ گئی

اور ناگ کے کٹے ہوئے جسم کا ڈبہ وہاں پتھر کے ساتھ رکھ دیا اور باہر نکل آئی۔ پانی میں چلے جانے کے بعد ماریا کی خوشبو بہت ہلکی ہو گئی تھی۔ جب خوشبو دوبارہ تیز ہوئی تو عنبر نے کہا:

"ماریا! ڈبہ احتیاط سے رکھا ہے نا؟"

"ہاں۔ اسی کونے میں رکھ دیا ہے نیچے۔ اب ہمیں چھ ماہ انتظار کرنا ہو گا؟"

"تمہیں تو معلوم ہی ہے کہ چھ ماہ تک ناگ کی لاش کو لے کر ڈبہ پانی کے اندر پڑا رہے گا۔ اس مقدس پانی کے اثر سے چھ ماہ بعد ناگ کا کٹا ہوا جسم خود بخود جڑ جائے گا۔"

عنبر نے کہا اور ماریا کو ساتھ لیے اپنی کوٹھڑی میں آ گیا جہاں کیتی ان کی راہ دیکھ رہی تھی۔

"عنبر بھیا! سب کام ٹھیک طرح سے ہو گیا؟"

"ہاں کیتی۔ سب ٹھیک ہو گیا۔"

کیتی بولی: "اب ہمارا کیا پروگرام ہے؟ کیا چھ ماہ اسی مندر میں رہنا ہو گا؟"

ماریا نے کہا: "چھ ماہ تک یہاں کے پجاری ہمیں اس کوٹھڑی میں نہیں رہنے دیں گے۔ یاتری زیادہ

سے زیادہ یہاں سات آٹھ دن رہتے ہیں اور پھر واپس چلے جاتے ہیں۔"

عنبر بولا: "میں پجاری سے مل کر اس کوٹھڑی میں چھ ماہ تک رہنے کی اجازت لے لوں گا۔ ویسے تو ہم پہاڑوں کے کسی غار میں بھی جا کر رہ سکتے ہیں مگر ہمیں ناگ کے ڈبے کی حفاظت کے لیے اسی جگہ رہنا ہو گا۔"

کیتی نے کہا: "اگر پجاری نہ مانا تو ہم پہاڑ کے کسی غار میں چلے جائیں گے۔ ماریا دن میں دو تین مرتبہ آ کر حوض میں پڑا ناگ کا ڈبہ دیکھ جایا کرے گی۔"

عنبر کہنے لگا: "میرا خیال ہے پجاری مان جائے گا۔ میں اسے ایک ہزار روپیہ رشوت دوں گا۔"

صبح عنبر کوٹھڑی سے نکل کر مندر کے بڑے پجاری کے پاس گیا جو اپنی کوٹھڑی میں پلنگ پر ریشمی لحاف میں دبکا مرغ کی یخنی پی رہا تھا۔ یہ بڑا موٹا پجاری جس کا رنگ زرد تھا اور سر کے عین درمیان میں بالوں کی ایک لٹ نکل کر گردن پر لٹک رہی تھی۔ عنبر نے جاتے ہی سو روپے کا نذرانہ پجاری کو پیش کیا۔ پجاری نے تو

اس کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھ رہا تھا کہ یہ
صبح کے وقت کون آگیا ہے۔ جب سو روپے کا نوٹ
دیکھا تو اسے لے کر سرہانے کے نیچے رکھتے ہوئے مسکرا
کر بولا:

"آؤ مہاراج۔ آؤ۔۔۔ تم ناگ دیوتا کے بت
کے قریب سے درشن کرنا چاہتے ہو؟"

عنبر قریب ہی بچھی ہوئی چوکی پر بیٹھ گیا اور بولا:

"مہاراج! میں اپنی ایک بہن کو لے کر یہاں
آیا ہوں۔ میری بہن کے پیٹ میں رسولی ہے
نجومیوں نے کہا ہے کہ اگر وہ کیلاش پربت کے
ناگ مندر میں چھ ماہ تک رہے گی تو اس کی
بیماری جاتی رہے گی۔"

پجاری کے ماتھے پر بل پڑ گئے۔ یخنی کی پیالی میز پر
رکھی۔ صاف ستھرے رومال سے ہونٹ پونچھے اور بولا:

"مگر مندر کی کوٹھڑی میں کوئی یاتری سات دن
سے زیادہ نہیں ٹھہر سکتا۔ یہ تو ہمارے مندر کا
بہت بڑا اصول ہے۔"

عنبر نے جیب سے سو سو کے دس نوٹ نکال کر
پجاری کے سامنے رکھ دیئے:

"میرے پاس بس یہی کچھ ہے آپ کی خدمت کیلئے۔"

سو سو کے نوٹ دیکھ کر پجاری کی آنکھیں چکا چوند
ہو گئیں۔ جلدی سے سارے نوٹ اٹھائے۔ انہیں سرہانے
کے نیچے رکھا اور عنبر کی طرف دیکھ کر بولا:

"بیٹا! تم جب تک چاہو کوٹھڑی میں رہ سکتے
ہو۔ میری طرف سے تمہیں اجازت ہے۔ لیکن
شرط ہے میری۔"

"کون سی شرط ہے مہاراج۔ مجھے بتا دیجئے۔"
عنبر نے پوچھا:

پجاری بولا: "شرط یہ ہے کہ تم مندر میں یونہی
ادھر ادھر نہیں گھومتے پھرو گے۔ بس اپنی
کوٹھڑی کے آس پاس ہی رہا کرو گے۔ خاص
طور پر مندر کے پچھواڑے دوسری منزل کی
چھت پر نہیں جاؤ گے۔ وہ ایک مقدس استھان
ہے۔ وہاں بڑے زہریلے سانپ رہتے ہیں۔"

عنبر بولا: "مہاراج میں مندر کی چھت پر نہیں
جاؤں گا۔ مجھے زہریلے سانپوں کی کوٹھڑی میں
جانے کی کیا ضرورت ہے بھلا۔ میں مرنا نہیں
چاہتا۔"

"شاباش! اب تم جاؤ اور اطمینان سے اپنی بہن کے ساتھ کوٹھڑی میں رہو۔"

پجاری کو نمسکار کر کے عنبر باہر آ گیا۔ اس نے ملیا اور کیپٹی کو خوش خبری سنائی کہ پجاری نے ایک ہزار روپیہ لے کر انہیں کوٹھڑی میں چھ ماہ تک رہنے کی اجازت مل گئی ہے۔

"مگر پجاری نے شرط لگائی ہے کہ ہم میں سے کوئی بھی مندر کی چھت پر نہیں جائے گا۔"

کیپٹی نے پوچھا:

"چھت پر کیا ہے؟"

عنبر بولا: "پجاری کہتا ہے چھت پر زہریلے سانپ پھرتے رہتے ہیں۔ کوئی کوٹھڑی ہے وہاں۔ مگر ہمیں اس سے کیا۔ ہم تو یہاں آرام سے چھ ماہ گزاریں گے اور اس کے بعد ناگ دوبارہ زندہ ہو جائے گا اور ہم اسے لے کر واپس چلے جائیں گے۔"

ملیا نے بھی کوئی دلچسپی کا اظہار نہ کیا۔ وہ کوٹھڑی میں بیٹھی ناگ کے بکسے میں [illegible]

ملیا نے کہا:

"بس ہمیں چھ ماہ بعد امریکہ جانا ہو گا۔"

کیپٹی بولی: "اگر اس سے پہلے تیسری عالمی جنگ چھڑ گئی تو کیا ہو گا؟"

عنبر نے کہا: "ہم دنیا کے سب سے بڑے پہاڑ کی چوٹی پر ہیں۔ میرا خیال ہے کہ یہاں تک ایٹم بم کی تابکاری نہیں پہنچے گی۔"

کیپٹی ہنس پڑی۔ وہ خلائی لڑکی تھی۔ اس نے کہا:

"یہ تمہاری بھول ہے عنبر بھائی — ایٹمی تابکاری زمین سے کم از کم دس میل تک اوپر فضا میں جاتی ہے اور ہر شے کو تباہ کر ڈالتی ہے۔ اگر نیپال پر ایٹم بم گرایا گیا تو کیلاش پربت کے پہاڑوں کی ساری برف بھاپ بن کر اڑ جائے گی اور اس تالاب کا پانی بھی کھولتا ہوا بھاپ بن جائے گا اور ناگ کا جسم بھی بھاپ بن جائے گا۔"

عنبر نے ڈر کر کہا:

"ارے بھئی ایسی باتیں نہ کرو۔ خدا ابھی تیسری عالمی جنگ شروع نہیں ہو گی۔"

کیلاش پربت کے ناگ مندر میں رہتے ہوئے انہیں [illegible] گزر گئے تھے کہ ایک روز [illegible]

کے احاطے میں گھوم رہی تھی۔ عنبر اور کیپٹن کوٹھڑی میں تھے۔ سرد ہوا چل رہی تھی۔ لوگ کہہ رہے تھے کہ اس بار برف جلدی گرنا شروع ہو جائے گی۔ کیوں کہ سردی بہت پڑنے لگی تھی۔ مندر کی ڈیوڑھی میں بلب روشن تھا مندر کی چھت پر اندھیرا چھایا تھا۔ ایک پتھر کی سیڑھی دیوار کے ساتھ اوپر مندر کی چھت پر جاتی تھی۔

ماریا نے ایک سائے کو سیڑھیاں چڑھ کر اوپر جاتے دیکھا۔ یہ سایہ بڑا پُر اسرار تھا۔ ماریا اس کے قریب گئی تو دیکھا کہ مندر کا ہٹا کٹا پجاری کالے کمبل میں منہ سر لپیٹے سیڑھیاں چڑھ رہا تھا۔ ماریا کو شک ہوا کہ یہ اوپر کوئی غلط کام کرنے جا رہا ہے۔ ورنہ اسے منہ سر لپیٹ کر اوپر جانے کی کیا ضرورت تھی۔ وہ بھی اس کے پیچھے پیچھے چل پڑی۔

دوسری چھت کے کونے میں ایک کوٹھڑی تھی جس کا دروازہ بند تھا۔ پجاری نے کوٹھڑی کا تالا کھولا اور اندر داخل ہو کر جلدی سے دروازہ بند کر دیا۔ ماریا کو اندر سے دروازے کی چٹخنی لگانے کی آواز آئی۔ معاملہ اور زیادہ پُراسرار ہو گیا تھا۔ ماریا کو دروازہ کھلوانے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔ وہ بند دروازے میں سے اندر چلی گئی۔ وہ پتہ

کرنا چاہتی تھی کہ کوٹھڑی کے اندر یہ پجاری کیا کرنے گیا ہے۔ کوٹھڑی میں چھت سے ایک بہت مدھم روشنی والا بلب جل رہا تھا۔ ماریا نے دیکھا کہ ایک بڑی ہی خوبصورت نوجوان عورت جس نے زرد ساڑھی باندھی ہوئی تھی۔ پاؤں کے ساتھ زنجیر باندھی ہوئی تھی۔ پجاری ہاتھ میں ایک کالا سانپ پکڑے اس کے سامنے کھڑا تھا اور کہہ رہا تھا۔

"میں تمہیں آخری بار موقع دے رہا ہوں۔ اگر تم نے مجھے نہ بتایا کہ مہاتما بدھ کی مقدس مورتی تم نے کہاں رکھی ہے تو میں تمہارے خاوند کی گردن کاٹ کر تمہارے پاس لے آؤں گا اور اس کے بعد اس زہریلے سانپ سے ڈسوا کر تمہیں بھی موت کے گھاٹ اتار دوں گا۔ اب بتاؤ تم نے مقدس مورتی کہاں رکھی ہے؟"

اور پجاری نے اس بدنصیب عورت کے منہ پر بندھا کپڑا کھول دیا۔ عورت نے ہاتھ باندھ کر کہا۔

"پجاری مہاراج! مقدس مورتی ہمارے پاس نہیں ہے کسی نے مورتی ہمارے گھر سے چوری کر لی تھی۔ میں اور میرا خاوند بے قصور ہیں۔ ہماری

جان بخش دیں۔"

پجاری غرّا کر بولا۔

"تم دونوں جھوٹ بول رہے ہو۔ میں تمہیں آج
رات کی مہلت دیتا ہوں۔ میں کل صبح آؤں گا۔
اگر تم نے مجھے مقدس مورتی کے بارے میں نہ
بتایا تو سب سے پہلے میں پیچھے تہہ خانے میں
جا کر تمہارے خاوند کا سر اتار کر تمہارے پاس
لاؤں گا۔ اور اس کے بعد اس زہریلے سانپ سے
تمہیں ڈسوا کر ہلاک کر دوں گا۔"

یہ کہہ کر پجاری نے عورت کے منہ پر دوبارہ کپڑا
باندھا اور کوٹھڑی کا دروازہ کھولا۔ باہر جا کر دروازے پر
لوہے کا قفل لگایا اور منہ سر لپیٹے نیچے سیڑھیاں اتر
گیا۔ ماریا کو سارے حالات معلوم ہو گئے تھے کہ پجاری
نے اس عورت کو یہاں اور اس کے خاوند کو مندر کے
تہہ خانے میں کس لیے قید کر رکھا ہے۔ ان دونوں
میاں بیوی کی زندگیاں خطرے میں تھیں۔ ماریا خود اس
پر اپنا آپ ظاہر نہیں کرنا چاہتی تھی۔ اسے خیال تھا کہ
کہیں وہ خوف سے مر نہ جائے۔ وہ نیچے کوٹھڑی میں عنبر
اور کیپٹی کے پاس آ گئی اور انہیں بتایا کہ اوپر کوٹھڑی

میں ایک بدقسمت مصیبت کی ماری عورت کو پجاری نے
قید کر رکھا ہے اور اس کی اور اس کے خاوند کی زندگیوں
کی یہ آخری رات ہے۔

"یہ تم کیا کہہ رہی ہو؟" عنبر نے پوچھا۔

ماریا نے اوپر کوٹھڑی میں جو باتیں سنی تھیں وہ
ساری عنبر اور کیپٹی کو سنا دیں۔

عنبر نے تعجب کیا۔ بولا۔

"یہ پجاری تو بڑا ظالم آدمی ہے۔"

کیپٹی بولی۔ "آخر اس مقدس مورتی میں ایسی
کون سی بات ہے جس کی خاطر یہ پجاری دو
انسانوں کا خون کرنے پر بھی تیار ہے۔"

ماریا نے کہا۔ "یہ تو بعد میں دیکھا جائے گا۔
پہلے تو اس عورت اور اس کے خاوند کی جان
بچانی چاہیے۔"

عنبر نے کہا۔ "یہ کام تم کر سکتی ہو۔"

ماریا بولی۔ "اگر تم میرے ساتھ نہ ہوتے تو یہ
کام میں ہی کرتی۔ لیکن اب تم یہاں موجود ہو۔
سوچتی ہوں میں نے اس عورت سے کوئی بات
کی تو اس کا خوف دور کرنے کے لیے مجھے بڑی

توڑ ڈالا اور دروازہ کھول دیا۔ عنبر جلدی سے اندر داخل ہو گیا۔ بدنصیب عورت کا منہ بندھا تھا۔ وہ عنبر کو دیکھ کر سہم گئی۔ عنبر نے فوراً اس کے منہ پر بندھا کپڑا کھول کر پرے پھینکا اور بولا:

"بہن! ڈرو نہیں۔ میں تمہیں اور تمہارے خاوند کو یہاں سے نکالنے آیا ہوں۔"

عورت نے سہمی ہوئی آواز میں کہا:

"تم ۔۔۔ تم جھوٹ بولتے ہو۔ تم مجھے قتل کرنے لے جا رہے ہو۔ تمہیں پجاری نے بھیجا ہے۔"

عنبر نے اس کے منہ پر ہاتھ رکھ دیا اور آہستہ سے کہا:

"میری بہن! یقین کرو۔ میں پجاری کا آدمی نہیں ہوں۔ میں تمہارا ہمدرد ہوں۔ مجھے اپنا بھائی سمجھو اور میرے ساتھ چلو۔"

عورت نے کہا: "میں اپنے خاوند کے بغیر یہاں سے نہیں جاؤں گی۔ اس کے بغیر میں زندہ نہیں رہ سکتی۔"

عنبر نے پوچھا: "تمہارا نام کیا ہے بہن؟"

"سندھیا" عورت نے کہا۔

عنبر بولا: "بہن سندھیا! تمہیں کسی محفوظ مقام

باتیں کرنی پڑیں گی اور ہو سکتا ہے وہ میری آواز سن کر بے ہوش ہو جائے۔ ویسے میں تمہارے ساتھ ہوں گی۔"

عنبر نے کہا: "چلو میں ہی اسے یہاں سے نکال لاتا ہوں لیکن ہم اس کو اس کے خاوند کو یہاں سے نکال کر کہاں لے جائیں گے؟"

یکشی نے کہا: "ظاہر ہے اگر یہ عورت اپنے گھر جائے گی تو پجاری اسے دوبارہ ہلاک کر ڈالے گا۔ دونوں میاں بیوی کو یہاں سے کہیں دور لے جانا چاہیے۔"

"یہ تو وہ خود ہی بتائیں گے کہ انہیں کہاں جانا ہے۔ ہمارا کام تو ان کی جان بچانا ہے۔" عنبر نے کہا۔

ماریا بولی: "صرف آج کی رات باقی ہے۔ تم میرے ساتھ چلو پہلے اس عورت کو یہاں سے نکالتے ہیں۔"

عنبر نے یکشی کو تاکید کی کہ وہ کوٹھڑی ہی میں رہے اور خود ماریا کو ساتھ لے کر مندر کے صحن میں آ گیا جہاں اندھیرا پھیلا ہوا تھا۔ ستونوں کے پیچھے سے ہوتا ہوا عنبر دیوار کے ساتھ بنی ہوئی سیڑھی چڑھنے لگا۔ ماریا ساتھ تھی۔ چھت پر آ کر ماریا نے کوٹھڑی کے تالے کو مروڑ کر

پر چھوڑ کر میں تمہارے خاوند کو بھی یہاں سے
نکال کر تمہارے پاس لے آؤں گا۔ بھگوان
کے لیے مجھ پر اعتبار کرو وقت تھوڑا ہے۔ دیر
نہ کرو۔ میرے ساتھ چلو۔"

بدقسمت سندھیا کو عنبر کی باتوں پر یقین آ گیا۔ عنبر نے
اس کے پاؤں سے زنجیر کھولنے لگا۔ ماریا قریب کھڑی یہ
سب کچھ دیکھ رہی تھی۔

سندھیا کہنے لگی: "تم مجھے یہاں سے نکال کر کہاں
لے جاؤ گے؟"

عنبر بولا: "کیا تم اپنے گھر جانا پسند کرو گی؟"

"نہیں نہیں۔ یہ ظالم پجاری وہاں بھی آ جائے گا۔"
سندھیا بولی:

عنبر نے کہا: "پھر ہم تمہیں پہاڑوں میں کسی محفوظ
جگہ لے جا کر رکھیں گے۔ جب تمہارے خاوند کو
بھی وہاں لے آئیں گے تو پھر تم دونوں جہاں
جانے کا فیصلہ کرو گے وہاں تمہیں پہنچا دیا
جائے گا۔"

سندھیا نے ڈرتے ڈرتے کہا:

"پجاری کے بھیڑیئے یہاں پھیلے ہوئے ہیں۔ اگر ہم

پکڑے گئے تو وہ ہم پر سانپ پھینک کر ہمیں
ہلاک کر ڈالیں گے۔"

عنبر کہنے لگا: "تم فکر نہ کرو سندھیا۔ جیسے میں کہوں
بس ویسے ہی کرتی جاؤ۔ آؤ میرے ساتھ۔"

وہ سندھیا کو لے کر مندر کی چھت پر پچھلی دیوار کی
طرف گیا جہاں ماریا نے پہلے ہی سے ایک رسی لٹکا
رکھی تھی۔ سندھیا رسی کی مدد سے نیچے اترنے لگی تو
اچانک اندھیرے میں سے ایک سانپ نکل کر پھنکارتا
ہوا عنبر کے سامنے آ گیا اور اس نے بڑے غصے سے
عنبر کی کلائی پر ڈس دیا۔ یہ سانپ شاید وہاں پہرے پر
لگایا گیا تھا۔ یہ اس قدر اچانک آ گیا تھا کہ ماریا بھی
اسے نہ دیکھ سکی۔ سندھیا ڈر کر پیچھے ہٹ گئی۔ اس نے
سانپ کو عنبر کی کلائی پر ڈستے دیکھ لیا تھا۔ عنبر نے سانپ
کو پکڑ کر اس کی گردن مروڑ کر مار ڈالا۔ سندھیا نے
سہمی ہوئی آواز میں کہا:

"نہیں ۔۔۔ تمہیں سانپ نے ڈس لیا ہے۔ ہے
بھگوان ۔ ہے بھگوان۔"

عنبر بولا: "تم میری فکر نہ کرو۔ مجھ پر سانپ
کے زہر کا اثر نہیں ہوتا۔"

عنبر نے سندھیا کو نیچے اتار دیا۔ پھر خود بھی رسی کی
مدد سے نیچے مندر کے پچھواڑے اُتر گیا۔ ماریا نے
اندھیرے میں رسی اوپر کھینچ لی تھی۔ وہ پتھریلی ڈھلان
پر سے گزر رہے تھے کہ اچانک ایک چٹان کے پیچھے
سے ایک موٹا تازہ آدمی ہاتھ میں تلوار لیے ان کی
طرف جھپٹا۔

"ٹھہرو۔"

اور ساتھ ہی اس نے عنبر پر تلوار کا وار کر دیا۔ تلوار
اس کے کاندھے سے ٹکرائی اور ٹوٹ کر دو ٹکڑے ہو گئی۔
عنبر کو اس موٹے تازے آدمی نے دیکھ لیا تھا۔ وہ
نہیں چاہتا تھا کہ یہ آدمی گواہ بن جائے اور پجاری کو
جا کر ساری بات بتا دے کہ سندھیا کو عنبر نے اغوا کیا
ہے۔ چنانچہ عنبر نے اسے گردن سے پکڑ کر نیچے گہری
گھاٹی میں دھکیل دیا۔ اس کی بھیانک چیخ کی آواز نیچے
گھاٹی میں دیر تک گونجتی رہی۔ مندر سے دور ایک برف
پوش پہاڑی کے اندر غار بنا ہوا تھا جہاں پرانے زمانے
میں جوگی لوگ بیٹھ کر ریاضت کیا کرتے تھے۔ سندھیا کو
اس غار میں لے جا کر عنبر نے اسے کونے میں بٹھا دیا اور
کہا:

"یہاں چھپ کر بیٹھی رہو۔ یہاں کوئی نہیں آئے گا۔
اب میں جا کر تمہارے خاوند کو لاتا ہوں۔"

سندھیا نے ڈرتے ہوئے کہا:

"وہ لوگ یہاں آ جائیں گے۔"

عنبر نے کہا: "کوئی نہیں آئے گا۔ مجھ پر
بھروسہ کرو۔"

یہ کہہ کر عنبر نے ماریا کو ساتھ لیا اور غار سے کچھ
فاصلے پر آ کر بولا:

"ماریا — میں چاہتا ہوں کہ تم اس غار کے
باہر سندھیا کی رکھوالی کرو۔"

ماریا کہنے لگی: "لیکن تم اکیلے سندھیا کے خاوند
کو مندر کے تہ خانے سے نہ نکال سکو گے۔
تمہیں میری مدد کی ضرورت پڑے گی۔"

ماریا نے ٹھیک کہا تھا۔ عنبر نے سوچا اور پھر وہ
دونوں ان پہاڑیوں سے نکل کر واپس مندر کی طرف روانہ
ہو گئے۔ ابھی رات کا کچھ حصہ باقی تھا اور عنبر چاہتا تھا
کہ دن کی روشنی پھیلنے سے پہلے پہلے وہ سندھیا کے خاوند
کو بھی تہ خانے سے اغوا کر کے غار میں اس کی بیوی
کے پاس پہنچا دے۔

جب وہ مندر میں پہنچے تو وہاں دو ایک کوٹھڑیوں کے بلب جل رہے تھے۔ کچھ لوگ اِدھر اُدھر گھبرائے ہوئے پھرتے نظر آئے۔

عنبر نے ماریا سے کہا:

"معلوم ہوتا ہے سندھیا کے فرار کا پتہ چل گیا ہے۔"

ماریا نے کہا: "تم چھپ کر کوٹھڑی کی طرف جاؤ۔ پجاری کو کہیں تم پر شک نہ پڑ جائے۔"

عنبر مندر کے ستونوں کے پیچھے سے ہوتا ہوا اپنی کوٹھڑی میں پہنچا تو وہاں ہٹا کٹا پجاری اپنے غنڈوں کے ساتھ کھڑا تھا اور کیٹی سے غصیلی آواز میں پوچھ رہا تھا کہ عنبر کہاں ہے! عنبر داخل ہوا تو پجاری نے زہریلی نگاہوں سے اسے دیکھا اور گرجا:

"تم کہاں سے آئے ہو؟"

عنبر نے بڑی چالاکی سے کام لیتے ہوئے ہاتھ باندھ کر کہا:

"مہاراج! میں رات کو عبادت کرنے کے لیے مقدس تالاب پر منہ ہاتھ دھونے کے لیے گیا تھا۔"

پجاری نے عنبر کا بازو غصے سے پکڑ کر جھنجھوڑا:

"تم جھوٹ بولتے ہو!"

اس کے ساتھ ہی پجاری کو محسوس ہوا کہ اسے جیسے ایک جھٹکا سا لگا ہے۔ اصل میں قریب ہی ماریا کھڑی اس نے پجاری کے سینے پر آہستہ سے ہاتھ مارا تھا۔ ماریا کا اتنا ہاتھ مارنا ہی کافی تھا۔ وہ پیچھے کو گرتے گرتے بچا۔ فوراً سمجھ گیا کہ یہ یاتری جو اپنا نام عنبر بتاتا ہے کوئی کرنی والا جوگی سادھو ہے۔ اس کو منہ نہیں لگانا چاہیے۔ پجاری نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا اور بولا:

"چلو واپس۔ اسے تلاش کرو۔ وہ زیادہ دور نہیں گئی ہوگی۔"

اور وہ عنبر کی کوٹھڑی سے باہر نکل گئے۔ ان کے جاتے ہی کیٹی بولی:

"تم لوگوں نے اس مظلوم عورت کو کہاں چھپایا ہے؟"

عنبر کہنے لگا: "پہاڑی غار میں۔ یہ لوگ وہاں تک نہیں پہنچ سکتے۔"

ماریا نے کہا: "اب اس کے خاوند کو یہاں سے نکالنے کے بارے میں کیا خیال ہے تمہارا عنبر؟"

"اس کا خاوند بھی یہاں قید ہے؟" کیٹی نے تعجب سے پوچھا:

"ہاں" عنبر بولا "وہ مندر کے تہہ خانے میں قید ہے۔"

ماریا بولی: "میں مندر کے نیچے جا کر سارے تہہ خانے دیکھتی ہوں اور سندھیا کے خاوند کا سراغ لگاتی ہوں۔"

عنبر نے پوچھا: "پجاری کو دھکا تم نے دیا تھا ماریا؟"

ماریا نے کہا: "ہاں — وہ جو تمہیں پکڑ کر جھنجھوڑنے لگا تھا۔"

عنبر مسکرایا: "ویسے پجاری پر میرا رعب بیٹھ گیا ہے۔ وہ سمجھ گیا ہے کہ میرے اندر کوئی خفیہ طاقت ہے۔ کیسا منہ لپیٹ کر واپس چلا گیا۔"

ماریا نے کہا: "اچھا۔ اب میں نیچے تہہ خانے میں دیکھتی ہوں۔ تم لوگ اسی جگہ رہنا۔"

کیٹی کہنے لگی: "کہیں پجاری کے غنڈے سندھیا کو تلاش کرتے کرتے پہاڑی غار میں نہ پہنچ جائیں۔"

عنبر نے کہا: "ماریا! تم جلدی سے تہہ خانوں میں سندھیا کے خاوند کا سراغ لگا کر آؤ۔ پھر ہم پہاڑی غار میں جا کر سندھیا کو وہاں سے کسی دوسری جگہ لے جائیں گے۔"

"میں ابھی واپس آتی ہوں۔"

ماریا چلی گئی۔ اس نے مندر کے نیچے سیڑھیاں اتر کر جتنے تہہ خانے تھے سارے کے سارے دیکھ لیے۔ اسے وہاں کوئی قیدی دکھائی نہ دیا۔ پجاری کے ملازم غنڈے جگہ جگہ سندھیا کو تلاش کرتے پھر رہے تھے کہ کہیں وہ مندر کے کسی کونے کھدرے میں نہ چھپی ہوئی ہو۔

ماریا نے واپس آ کر عنبر کو بتایا کہ تہہ خانوں میں کوئی قیدی نہیں ہے۔

عنبر بولا: "سندھیا کے فرار کے بعد ضرور پجاری نے اس کے خاوند کو کسی دوسری جگہ پہنچا دیا ہوگا۔ اچھا۔ اس کی بعد میں خبر لیں گے۔ اس وقت ہمیں سندھیا کی خیریت معلوم کرنی چاہیے۔ آؤ میرے ساتھ ماریا۔"

کیٹی کو کوٹھڑی میں چھوڑ کر عنبر نے ماریا کو ساتھ لیا اور اس بار وہ مندر کی دوسری طرف سے ہو کر پچھلی رات کے اندھیرے میں چٹانوں اور ٹیلوں کے پیچھے سے ہوتے ہوئے پہاڑی غار کی طرف روانہ ہو گئے۔ وہاں تک پہنچتے پہنچتے صبح کی پہلی دھندلی روشنی پھیل گئی۔ یہاں زمین پر برف کی ہلکی تہہ بچھی ہوئی تھی۔

اچانک ماریا نے کہا:

"عنبر! یہ برف پر کس کے پاؤں کے نشان ہیں؟"

عنبر نے گردن جھکا کر نیچے دیکھا۔ برف کی چادر پر بہت بڑے انسانی پاؤں کے نشان پڑے تھے۔ یہ نشان غار کے اندر بھی جا رہے تھے اور غار سے باہر بھی آ رہے تھے۔ عنبر بھاگ کر غار میں گیا۔ وہ یہ دیکھ کر سکتے میں آ گیا۔ غار میں سندھیا موجود نہیں تھی۔

"ماریا! سندھیا غائب ہے۔"

"میں دیکھ رہی ہوں۔ مگر ـــــ مگر اسے کون اغوا کر کے لے گیا؟"

عنبر نے باہر آ کر اسے برف پر پڑے دیو نما انسان کے پاؤں کے نشان دکھائے اور کہا:

"یہ کسی انسان کے نہیں بلکہ کسی انسانی بلا کے پاؤں کے نشان ہیں۔"

ماریا بولی: "اور یہی انسانی بلا سندھیا کو اغوا کر کے لے گئی ہے۔"

عنبر خاموش کھڑا برف پر پڑے انسانی بلا کے پاؤں کے بڑے بڑے نشانوں کو اور کبھی دور اونچی نیچی برف پوش پہاڑوں کو دیکھ رہا تھا۔

"یہ انسانی بلا کون ہو سکتی ہے؟ یہ برفانی دیو یٹی تو نہیں ماریا جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ ہمالیہ کی برف پوش پہاڑیوں میں رہتا ہے اور عورتوں کو اٹھا کر لے جاتا ہے۔"

ماریا بولی: "ہو سکتا ہے یہ انسانی بلا یاٹی ہی ہو۔ اس کے پاؤں انسانوں جیسے ہیں مگر کس قدر بڑے بڑے ہیں۔ ہمیں سندھیا کو ان پہاڑیوں میں تلاش کرنا ہو گا۔"

عنبر نے ماریا سے کہا کہ وہ یاٹی کے پاؤں کے نشانوں کے ساتھ ساتھ سامنے پہاڑیوں کی طرف جائے۔ خود واپس مندر کی طرف چل پڑا۔

○

○ برفانی بلا نے سندھیا کو کس لیے اغوا کیا تھا؟
○ سندھیا کے خاوند کو پجاری نے کہاں غائب کر دیا؟
○ مقدس مورتی کا راز کیا تھا؟
○ کیا چھ ماہ بعد ناگ دوبارا زندہ ہو سکا؟

ان تمام سنسنی خیز سوالوں کے حیرت انگیز جواب آپ عنبر ناگ ماریا کی اگلی قسط نمبر ۹۹ "دسیز خلائی انسان" میں پڑھیں گے۔

میرے نام

پیارے انکل اے حمید

السلام و علیکم! میرے خطوں کا آپ جس طرح سے جواب دے رہے ہیں، اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ اپنی اتنی بے انتہا مصروفیات میں سے بچوں کے لیے وقت نکال لیتے ہیں۔ عنبر ناگ کی کہانی کے علاوہ بھی آپکے بہت سے سلسلے پڑھ کر آپ کی ذہانت کا پتہ چلتا ہے۔ یقین جانیں آپ کی کہانیوں کے علاوہ میں صرف اور صرف (طلسم ہوش ربا) یا "داستان امیر حمزہؒ" پڑھتا ہوں، جنہیں منشی نولکشور نے آج سے ۵۰ یا ۶۰ سال پہلے شائع کیا تھا۔ آج کل لائبریریوں میں جاسوسی کہانیوں کی ہی زیادہ مانگ ہے کیونکہ اس میں نہ تو کوئی معلومات ہوتی ہے اور نہ کوئی تاریخی واقعہ لیکن پھر بھی بچے تو کیا بڑے بھی پڑھتے ہیں یہ ایک میرا طنز تھا۔ اس کے علاوہ عمران سیریز بچے پڑھ کر اپنی ذہانت بگاڑ رہے ہیں۔ یہ کہانیاں تہذیب کے دائرے میں سے نکلی ہوئی ہوتی ہیں یہ سب باتیں میں صرف اس لیے بتا رہا ہوں کہ آپ یہ جان سکیں کہ آج کل لوگوں کی کیا حالت ہے یہ کوئی تمنی بات نہیں اس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ کی یہ بھی تاریخی داستان جو اگر ہیبی بھی رہا ہو تو اس سے ہمیں کچھ فرق نہیں پڑتا کیونکہ بہرحال اس میں تاریخی سچے واقعات تو ہوتے ہیں جن سے ہمیں پرانے اور نئے حالات کا پتہ چلتا رہتا ہے۔

اپنی کتاب کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے آپ لگا سکتے ہیں عمران سیریز کی گندی ترین کہانیوں کے درمیان اس نے ۲۰۰ حصے پورے کیے اور اب جب کہ آپ نے کہا کہ ۳۰۰ حصے ہوں گے تو یہ ایک بہترین بات ہے۔ آپ نے کہا کہ ۲۰۰ حصوں کے بعد ان کی داستان ایک ساتھ چلے گی اور ہر کہانی ایک مکمل کہانی ہوگی اس طرح تو یہ مکمل داستان کا روپ نہیں دھار سکے گی۔ میری آپ سے یہ گزارش ہے کہ الگ حصوں میں تقسیم نہ کریں۔ شکریہ۔ آپ کا چاہنے والا

سید سلمان سلیم

۲۰۹/۸ عزیز آباد، فیڈرل بی ایریا کراچی نمبر ۳۸

میرے پیارے انکل اے حمید

السلام و علیکم! میں آپ کے ناول عنبر ماریا اور ناگ کے قسط وار ناول بڑی خوشی سے پڑھتا ہوں اور آپ کے لیے اللہ سے دعا کرتا ہوں آپ ہمارے لیے اچھے اچھے ناول لکھتے رہیں اور ہم لطف لے لے کر پڑھتے رہیں۔ آپ کا ناول "کھوپڑی پہ جلتی ہوئی موم بتی" بڑا پسند آیا کیونکہ اس میں بڑے اچھے کارنامے درج کیے ہیں۔ اچھا انکل اب اجازت دیں۔ خدا حافظ

کامران سلیم

نیو انارکلی ۸ کیمبرج روڈ لاہور

پیارے انکل اے حمید

السلام علیکم! میں آپ کے ہاتھ کے لکھے ہوئے پیارے

پیارے اور بے حد دلچسپ ناول بڑے شوق سے پڑھتا ہوں۔ عنبر ناگ اور ماریا کی واپسی کی قسط نمبر [illegible] پڑھ رہا ہوں۔

میری دعا ہے کہ آپ ہمیشہ ہمارے لیے اسی طرح کہانیاں لکھتے رہیں۔ اگر وقت ملے تو خط کا جواب ضرور دیں تو میری خوش قسمتی ہو گی۔ خدا حافظ

آپ کا پرستار داؤد خان شاہی محلہ گلی نمبر ۸ تحصیل و ضلع جہلم۔

○

پیارے انکل اے حمید صاحب

السلام علیکم! آپ کا خط ملا۔ انکل آپ نے اپنا قیمتی وقت نکال کر مجھے خط لکھا بہت بہت شکریہ مجھے یہ پڑھ کر بہت خوشی ہوئی کہ آپ نے عنبر ناگ کی قسطیں بڑھا دی ہیں۔ یہ کہانیاں مجھے اور میرے بہن بھائیوں کو بہت پسند ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہمیشہ کامیاب فرمائے (آمین)

فقط آپ کا سعید احمد

10/88 نزد قبرستان زکریہ مسجد ناظم آباد نمبر ۵۔ کراچی نمبر ۱۸۔

○

پیارے انکل اے حمید

آپ کی کتابیں بڑے شوق سے پڑھتا ہوں۔ عنبر ماریا اور ناگ والی میرے پاس پوری کتابیں موجود ہیں۔ آپ اب یہ سلسلہ بند کرنے کی سوچ رہے ہیں۔ پلیز انکل آپ یہ سلسلہ بند مت کیجئے۔ بلکہ یہ سلسلہ جاری رکھیں۔ آپ کی بہت مہربانی ہو گی۔

محمد ایوب

۲۷۸۔ بیگم روڈ کوٹ مکھیت [illegible]

عمران ریان ایڈونچر

مشہور ناول نگار کے مشہور مصنف

اے حمید کے قلم سے

مکتبہ اقراء - ۱۲ - بی شاہ عالم مارکیٹ، لاہور

۱۲

سنجلائی اِنسان

اے حمید

نیا مکتبہ اقرأ

ناگ، ماریا اور عنبر کی واپسی
کے پانچ ہزار سالہ سفر کی سنسنی خیز داستان

سبز خلائی انسان

اے حمید

قیمت ۵۰/۔ روپے

بار اوّل: ۱۹۸۵
ناشر: نیا مکتبہ اقرا ۱۴- بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور - ۸
طابع: تاجدین پرنٹرز آبکاری روڈ، لاہور

پیارے ساتھیو!

عنبر ناگ ماریا اپنے پانچ ہزار سالہ تاریخی سفر کی آخری منزل پر پہنچ گئے ہیں۔ اس منزل پر فیصلہ ہو گا کہ عنبر ناگ ماریا اور کیٹی ہمیشہ کے لیے ہم سے جُدا ہو جاتے ہیں یا اس منزل پر سے اُن کا کوئی نیا سفر شروع ہوتا ہے۔ یہ ایک بڑا خطرناک مرحلہ ہے۔ بڑی خطرناک منزل ہے۔ ماریا بھی عنبر ناگ کیٹی سے جُدا ہو گئی ہے۔ ایک تو انہیں ماریا کی پریشانی ہے دوسرے انہیں کچھ ایسے اشارے مل رہے ہیں کہ ان کا ہزاروں سالہ پرانا سفر ختم ہو رہا ہے۔ آگے کیا ہو گا؟ اس کی ان میں سے کسی کو خبر نہیں ہے۔ کیٹی عنبر ناگ اپنے اپنے طور پر اندر سے پریشان ہیں۔ انہیں فکر لگی ہے کہ کہیں سفر کے ختم ہونے پر وہ مر تو نہیں جائیں گے؟ ایک دوسرے سے ہمیشہ کے لیے جدا تو نہیں ہو جائیں گے۔ یہ بڑا نازک مرحلہ ہے۔ آپ بھی عنبر ناگ ماریا کے ساتھ گذرنے والے واقعات میں شامل ہوں اور دیکھیں کہ وہ کس حال میں ہیں اور ان پر کیا گذر رہی ہے۔
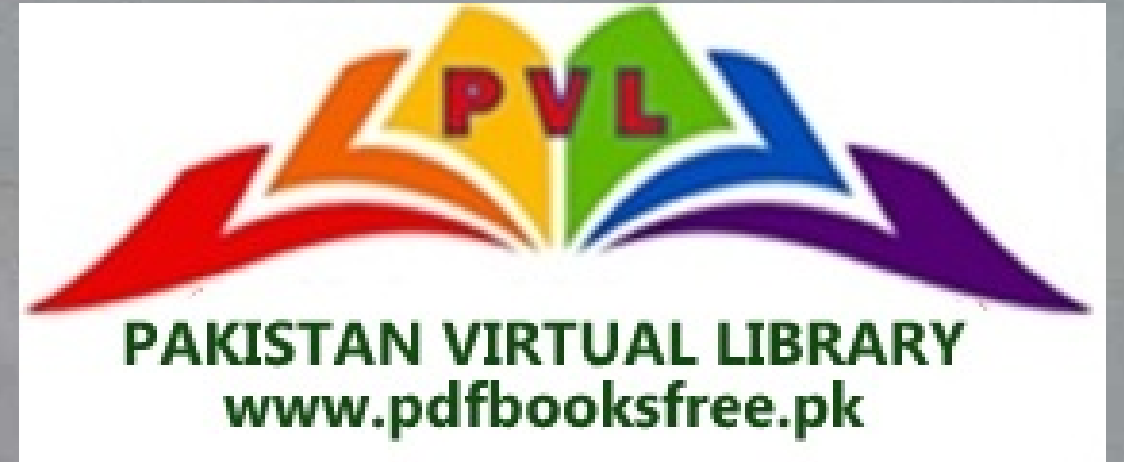
تمہارا انکل
اے۔ حمید

ترتیب

مقدس دانت

برفانی بلا کے پاؤں کے نشان برف پوش پہاڑ کی طرف جا رہے تھے۔

ماریا ان نشانوں کو دیکھتی پہاڑ کی طرف چلی جا رہی تھی۔ جوں جوں وہ آگے بڑھ رہی تھی برف کی تہہ سخت ہوتی جا رہی تھی۔ جہاں تک برف کی تہہ نرم تھی وہاں تک برفانی بلا کے پاؤں کے نشان صاف نظر آتے رہے۔ جب برف سخت ہوئی تو برفانی بلا کے پاؤں کے نشان بھی غائب ہو گئے۔

ماریا اندازے سے برفانی پہاڑ کی وادی میں آ گئی کہ برفانی بلا ادھر ہی گئی ہو گی۔ مگر آگے کوئی گھاٹی کوئی غار نہیں تھا۔ سیدھی برف پوش چڑھائی اوپر پہاڑ کی چوٹی کی طرف جا رہی تھی۔ ماریا پہاڑ کی چوٹی تک چلی گئی۔ وہاں کچھ بھی نہیں تھا۔ برفیلی فضا میں برفانی ہوائیں چیخ رہی تھیں۔
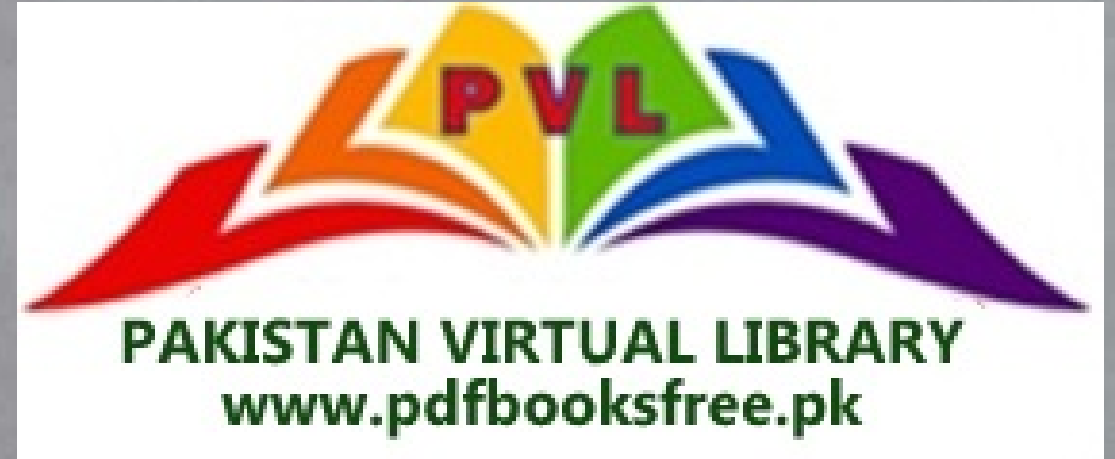
ماریا نیچے اُتر آئی۔ اس نے ادھر اُدھر فضا میں بلندی پر اڑتے ہوئے کافی تلاش کیا مگر اسے برفانی بلا اور سندھیا کا کوئی سراغ نہ ملا۔ وہ نااُمید ہو کر واپس عنبر اور کیٹی کے پاس آ گئی۔

عنبر نے کہا: "یہ تو بہت بُرا ہوا۔ ہم سِندھیا کے خاوند کو یہاں سے نکالنا چاہتے تھے اور خود سندھیا ہی غائب ہو گئی۔"

کیٹی بولی: "اگر اسے برفانی انسان ہی اُٹھا کر لے گیا ہے تو کہیں وہ اسے ہلاک نہ کر ڈالے۔"

عنبر نے کہا: "برفانی بلا کے بارے میں یہی کہا جاتا ہے کہ وہ ایک برفانی وحشی دیو ہے جس کو یاٹی کہتے ہیں اور وہ عورت کو جب اغوا کر کے لے جاتا ہے تو اسے ہلاک نہیں کرتا۔ اسے اپنے خفیہ غار میں قید کر لیتا ہے اور پھر رہا نہیں کرتا۔"

ماریا نے کہا: "یہ تو موت سے بھی بدتر بات ہے۔ عنبر بھیا! ہمیں سندھیا کو اس برفانی بلا کے چنگل سے ضرور چھڑانا ہو گا۔"

عنبر کہنے لگا: "میں بھی یہی چاہتا ہوں، لیکن ہم خود

ناگ کی مصیبت میں پھنسے ہوئے ہیں۔ پجاری کو ہم پر بھی شک پڑ چکا ہے۔ جب تک ناگ کو ہم تالاب سے نہیں نکال لیتے یہاں سے ہل نہیں سکتے اور ابھی چھ ماہ ہمیں یہاں رہنا ہو گا۔ ہم ناگ کو اکیلا بھی نہیں چھوڑ سکتے۔ اگر پجاری کو ذرا سا بھی شبہ ہو گیا کہ ہم نے کسی شے کو تالاب کی تہہ میں چھپا رکھا ہے تو وہ ناگ کے ڈبے کو باہر نکال کر اسے ٹکڑے ٹکڑے کر دے گا۔ اس لیے مجھے زیادہ سے زیادہ یہاں کیٹی کے ساتھ رہنا ہو گا۔"

ماریا بولی: "تو پھر میں اکیلی ہی سندھیا کی تلاش میں ایک بار پھر نکلتی ہوں۔ تم دونوں یہاں رہو۔"

سارا دن ماریا پہاڑوں وادیوں گھاٹیوں میں گھومتی پھری مگر اسے سندھیا کا کوئی نشان نہ ملا۔ شام کو اپنی کوٹھڑی میں عنبر ماریا اور کیٹی ایک بار پھر سر جوڑ کر بیٹھ گئے کہ اب انہیں کیا کرنا چاہیے۔

سورج کیلاش پربت کے پیچھے غروب ہو رہا تھا۔ مندر کے قریب ہی ایک اونچی چٹان کے پیچھے بارہ دری کی چھتری والی ایک سمادھی تھی۔ اس سمادھی میں

کسی پجاری کی ہڈیاں دفن تھیں۔ اس کے اندر ایک خفیہ
راستہ جاتا تھا۔ جہاں پجاری نے ایک خفیہ تہہ خانہ بنایا
ہوا تھا۔ سندھیا کے گم ہو جانے کے بعد پجاری سندھیا کے
خاوند کو یہاں لے آیا تھا۔ اس وقت سندھیا کا خاوند زنجیروں
میں جکڑا زمین پر پڑا تھا۔ وہ ایک کمزور سا آدمی تھا
جس کا چہرہ قید میں رہ کر مرجھا گیا تھا۔ پجاری اس کے
پاس سانپ کی پٹاری لیے بیٹھا اسے کھا جانے والی نظروں
سے گھور رہا تھا۔

"گنگو! میں تمہیں آخری بار کہہ رہا ہوں۔ اگر تم
نے اب بھی یہ نہ بتایا کہ مہاتما بدھ کی مقدس
مورتی تم نے کہاں چھپا رکھی ہے تو اس پٹاری
میں جو زہریلا سانپ ہے وہ تمہاری بیوی سندھیا
کو ہلاک کر دے گا۔"

گنگو سندھیا کے خاوند کا نام تھا۔ گنگو نے کپکپاتی
ہوئی زبان میں کہا:

"مہاراج! وہ ایک مقدس مورتی ہے۔ اگر میں
نے آپ کو اس کے بارے میں بتا دیا تو دیوتا
مجھے زندہ نہیں چھوڑیں گے۔"

پجاری نے فوراً بڑی مکاری سے کہا:

"دیوتا تمہیں کچھ نہیں کہیں گے۔ میں اس سب
سے بڑے مندر کا پجاری ہوں۔ دیوتاؤں نے
مجھے خواب میں آ کر کہہ دیا ہے کہ گنگو کو مقدس
مورتی میرے حوالے کر دینی چاہیے ہم اسے کچھ
نہیں کہیں گے۔"

گنگو کو راضی دیکھ کر پجاری نے کچھ ایسی چکنی چپڑی
باتیں کیں کہ سندھیا کے خاوند گنگو نے پجاری کو بتا دیا کہ
مہاتما بدھ کی مقدس مورتی مندر کے دالان کے مشرقی
کونے میں دو ستونوں کے درمیان دفن ہے۔ پجاری خوشی
سے چہک اٹھا۔ مگر وہ اب گنگو کو بھی زندہ نہیں چھوڑنا
چاہتا تھا۔ اسے ڈر تھا کہ وہ اگر زندہ رہا تو کسی نہ کسی
کو ضرور بتا دے گا کہ مقدس مورتی اس نے پجاری
کو دی تھی۔ پس اس نے پٹاری میں سے سانپ کو نکال
کر گنگو کے اوپر پھینک دیا اور خود باہر نکل آیا۔ اسے
گنگو کی چیخ کی آواز سنائی دی اور پھر سمادھی کے نیچے
تہہ خانے میں گہری خاموشی چھا گئی۔ زہریلا سانپ اپنا
کام کر چکا تھا۔

پجاری نے سمادھی کے چبوترے کے سوراخ میں سے
نکل کر اس کے منہ پر پتھر رکھا اور تیز تیز قدم اٹھاتا

مندر کی طرف آیا۔ عین اس وقت ماریا اُدھر سے گذر رہی تھی۔ اس نے پجاری کو بڑی تیزی سے جاتے دیکھا تو وہ اس کے پیچھے ہو لی۔

مندر کے تیسرے دالان میں اندھیرا تھا۔ پجاری نے دونوں ستونوں کے بیچ میں جا کر فرش کو غور سے دیکھا۔ پھر اپنے ایک راز دار ساتھی کو بلا کر لے آیا اور خاموشی سے پتھر کی سِل اکھاڑ کر زمین کھودنی شروع کر دی۔ نیچے ایک سونے کی مورتی نکلی۔ یہ ایک ڈیڑھ ہاتھ کے سائز کی مہاتما بُدھ کی مورتی تھی۔ مہاتما بُدھ آلتی پالتی مارے نظریں جھکائے مراقبے میں بیٹھے بنائے گئے تھے۔ مورتی کو دیکھ کر پجاری کی آنکھیں چمک اُٹھیں۔ مورتی کو ہاتھ میں لے کر اسے صاف کرتے ہوئے بولا:

"یہ سونے کی مورتی دو کروڑ روپے کی ہے۔ فرانس کا ایک نوادرات کا سوداگر اس وقت نیپال کے ہوٹل میں بیٹھا میرا انتظار کر رہا ہے وہ مجھے نیپالی کرنسی میں اس کے دو کروڑ روپے ادا کرنے کو تیار ہے۔"

اور پجاری کھِل کھلا کر ہنس پڑا۔ اس نے ساتھی سے کہا:

"مہاراج! کہیں سندھیا کا خاوند یہ راز فاش نہ کر دے۔"

پجاری نے آنکھیں ترچھی کرتے ہوئے کہا:

"سندھیا کا خاوند اس وقت چٹان والی سمادھی کے نیچے تہہ خانے میں ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر رہا ہو گا۔"

ماریا چونک پڑی۔ اس کا مطلب تھا کہ یہ سفاک پجاری سندھیا کے خاوند کو شدید زخمی کر آیا ہے۔ ماریا مورتی بھی اس کے پاس نہیں رکھنا چاہتی تھی۔ اس نے ہاتھ آگے بڑھایا۔ پجاری اس وقت مورتی کو ہاتھ میں پکڑے بڑے فخر سے دیکھ رہا تھا۔ اچانک کسی نے جھپٹا مار کر مورتی اس کے ہاتھ سے چھین لی۔ پجاری دنگ ہو کر رہ گیا۔ اس کے ساتھی پر خوف طاری ہو گیا۔ وہ سمجھا کہ مہاتما بدھ کی روح وہاں آ گئی ہے اور مورتی اسی نے چھینی ہے۔ کیونکہ وہ ایک مقدس مورتی تھی۔ وہ چیخ مار کر بھاگا۔ پجاری نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے اپنے ارد گرد دیکھا۔ مگر وہاں اسے کوئی ایسا آدمی دکھائی نہ دیا جس نے جھپٹ کر اس کے ہاتھ سے مورتی چھین لی ہو۔ اب وہ بھی کچھ گھبرایا اور

تیز تیز قدم اٹھاتا اپنی کوٹھڑی کی طرف چلا گیا۔

مقدس مورتی ماریا کے ہاتھ میں تھی اور اس کے ہاتھ میں آتے ہی غائب ہو گئی تھی۔ اس نے سوچا کہ سب سے پہلے سندھیا کے خاوند کی جان بچانی چاہیے۔ ہو سکتا ہے۔ وہ ابھی تک زندہ ہو۔ ماریا نے مندر کے پیچھے چٹان کی اوٹ میں ایک پرانی بارہ دری والی سمادھی کو کئی بار دیکھا تھا مگر اسے پہلے کبھی خیال تک نہیں آیا تھا کہ اس کے نیچے کوئی تہہ خانہ بھی ہے۔

ماریا جلدی سے بارہ دری والی سمادھی کے پاس آ گئی۔ اسے ایک پتھر چبوترے کے ساتھ لگا ہوا نظر آیا۔ اس نے پتھر کو ہٹایا تو اندر ایک تنگ سرنگ کا راستہ تہہ خانے کو جا رہا تھا۔ ماریا مورتی ہاتھ میں لیے سرنگ کے اندر داخل ہو گئی۔ وہ اڑتی ہوئی جا رہی تھی۔ آگے اسے اندھیرے میں ایک دبلا پتلا آدمی رسیوں میں جکڑا زمین پر پڑا دکھائی دیا۔ ماریا نے جھک کر دیکھا۔ اس میں ابھی جان باقی تھی۔ اس کے چہرے کا رنگ ہلکا ہلکا سبز پڑ رہا تھا۔ وہ سمجھ گئی کہ اسے سانپ سے ڈسوایا گیا ہے۔ یہ سندھیا کا خاوند تھا۔

اس کی آنکھیں بند تھیں اور وہ آہستہ آہستہ کراہ رہا تھا۔

ماریا خود اس سے بات نہیں کرنا چاہتی تھی۔ وہ وہاں سے واپس دوڑی اور چند سیکنڈوں میں عنبر اور کیٹی کے پاس پہنچ گئی۔ چند لفظوں میں جلدی جلدی ماریا نے ساری کہانی بیان کی اور عنبر کو ساتھ لے کر واپس سمادھی کے تہہ خانے میں آ گئی۔ عنبر نے گنگو کو دیکھا تو وہ مر رہا تھا۔ اس نے اس کا سر اپنے زانو پر رکھ لیا اور اس کے کان کے پاس منہ لے جا کر کہا:

"کیا تم سندھیا کے خاوند ہو؟"

گنگو نے آہستہ سے کمزور آواز میں کہا:

"ہاں۔ میری پتنی کو میرا آخری سلام۔"

عنبر نے کہا:

"تمہیں کس نے مارا ہے؟"

گنگو نے آہستہ آہستہ عنبر کو بتایا کہ اس نے پجاری کو مقدس مورتی کا راز بھی بتا دیا تھا مگر پھر بھی اس ظالم نے میرے اوپر سانپ پھینک دیا۔ مجھے سانپ نے ڈسا ہے۔ عنبر کو وہاں سانپ کی بو نہیں آ رہی تھی۔ لگتا تھا۔ سانپ وہاں سے جا چکا تھا۔

عنبر نے کہا:
"مورتی ہم نے پجاری سے واپس لے لی ہے۔
یہ بتاؤ کہ ہم اس امانت کو کس کے حوالے
کریں۔"
مورتی کا نام سُن کر گنگو نے مرتے مرتے آنکھیں
کھول دیں اور کہا:
"مقدس مورتی — مقدس مورتی کہاں —
کہاں ہے؟"
عنبر نے مہاتما بدھ کی مورتی اس کے سامنے کر دی۔
"یہ دیکھو۔ یہی مورتی ہے نا؟"
گنگو کے مرتے ہوئے چہرے پر ایک چمک سی آ گئی
اس کا سارا جسم لرزنے لگا۔ لگتا تھا کہ وہ موت کے منہ
میں جاتے ہوئے اپنے سارے بدن کا زور لگا کر کچھ کہنا
چاہتا ہے۔ اس کے ہونٹ ہلے اور وہ بولا:
مقدس مورتی کے پاؤں کا داہنا انگوٹھا دباؤ۔"
عنبر نے مورتی کے پاؤں کا داہنا انگوٹھا دبا دیا۔
انگوٹھے کے دبتے ہی مورتی کے سینے میں ایک چھوٹی
سی طاقچی کھل گئی۔
گنگو نے کہا:

"اس کے اندر مہاتما بدھ کا مقدس دانت ہے
اسے — اسے باہر نکال کر — میرے جسم
— جسم پر اس جگہ لگاؤ — جہاں —
جہاں —"
اور گنگو کی آنکھیں اور ہونٹ بند ہو گئے۔
عنبر نے کہا:
"بے چارہ مر گیا ہے ماریا۔ خدا جانے وہ
کیا کہنا چاہتا تھا۔
ماریا نے کہا: "مقدس دانت تو باہر نکال کر دیکھو۔"
عنبر نے مقدس مورتی کے اندر ہاتھ ڈال کر ایک
سفید رنگ کا چمکتا ہوا انسانی دانت باہر نکالا جس
میں موتی سے بھی زیادہ چمک تھی۔
"یہ کیا کہنا چاہتا تھا۔ یہ دانت اس کے جسم
پر کہاں لگایا جائے؟" عنبر نے جیسے اپنے آپ
سے پوچھا:
عین اس وقت گنگو کے لب ہلے۔ اور بے حد
کمزور آواز آئی:
"جہاں سانپ — سانپ نے — ڈسا ہے۔"
عنبر نے جلدی جلدی مرنے والے کے جسم کو ٹٹولا۔

اس کی گردن کے قریب سانپ کے دانتوں کے نشان
پڑے ہوئے تھے۔ عنبر نے مقدس دانت اس نشان کے
ساتھ لگا دیا۔ دانت کے لگتے ہی مرنے والے کے جسم میں
جیسے دوبارا زندگی کی لہر دوڑ گئی۔ ماریا اور عنبر اس
کے چہرے کو غور سے تک رہے تھے۔ دیکھتے دیکھتے چہرے
کا رنگ بدل گیا۔ زہر کا اثر ختم ہو گیا اور گنگو نے
آنکھیں کھول دیں۔ وہ مسکرا رہا تھا۔ اس نے کہا،
"مقدس دانت کو مورتی میں بند کر دو۔ تم
کون ہو جو رحمت کا فرشتہ بن کر آئے؟"
عنبر نے اسے تمام واقعات بیان کیے۔
گنگو نے کہا: "بھگوان نے کرم کیا جو تم کو
مقدس مورتی کے ساتھ یہاں بھیج دیا۔ مگر میری
بیوی کہاں ہو گی۔ بھگوان اس کی حفاظت کرے۔"
عنبر نے کہا: "تم فکر نہ کرو۔ تمہاری جان بچ
گئی ہے۔ اب ہم سندھیا کو بھی تلاش کر
لیں گے۔"
گنگو کی رسیاں عنبر نے کھول دیں۔ وہ اٹھ کر بیٹھ
گیا اور بولا:
"مہاتما بدھ کی مقدس مورتی دیوتاؤں کی امانت

ہے۔ مجھے اب اسے کیلاش پربت کی سب
سے اونچی چوٹی کی برف میں دفن کرنا ہو گا۔
مہاتما بدھ کے مقدس دانت میں یہ تاثیر ہے کہ
اگر اسے مرے ہوئے آدمی کے جسم سے بھی
چھو دیا جائے تو وہ دوبارا زندہ ہو جاتا ہے۔"
ایک دم سے عنبر کو ناگ کی کٹی ہوئی لاش کا خیال
آ گیا۔ کیا ایسا ہو سکتا تھا کہ مقدس دانت کے چھونے
سے ناگ بھی دوبارا زندہ ہو جائے۔ مگر اس خیال کو
اس نے اپنے دل میں ہی رکھا اور سندھیا کے خاوند
سے کہا:
"گنگو! تمہیں میرے ساتھ یہاں سے باہر نکل کر
کسی خفیہ جگہ اس وقت تک چھپے رہنا ہو گا
جب تک کہ ہم تمہاری بیوی سندھیا کو تلاش
نہیں کر لیتے۔ پھر تم دونوں مقدس مورتی کو
لے کر کیلاش پربت کی طرف نکل جانا۔ مگر تم
کہاں چھپو گے؟"
گنگو بولا: "یہاں سے پچاس قدم نیچے ڈھلان کی
ایک طرف چشمہ کی باؤلی ہے جو سردیوں میں خشک
ہو جاتی ہے۔ اس کے اندر ایک کھوہ ہے جہاں

سے پانی نکلا کرتا ہے۔ یہ باؤلی آج کل سوکھی
ہوئی ہے۔ میں وہاں جاکر چھپ جاؤں گا۔"
عنبر نے اسے سمادھی سے باہر نکالا اور رات کے
اندھیرے میں وہ چشمے کی خشک باؤلی پر آ گئے۔ ماریا
بھی ان کے ساتھ تھی۔
گنگو نے باؤلی میں اترتے ہوئے کہا:
"کیا تم مجھے یہاں پانی اور کچھ کھانے کو پہنچا دیا
کرو گے؟"
عنبر بولا: "کیوں نہیں۔ تم اطمینان سے یہاں چھپے
رہو۔ تمہارے لیے روٹی اور پانی میں خود دے
جایا کروں گا۔"
گنگو نے مقدس مورتی اپنے پاس رکھنی چاہی۔
عنبر نے کہا: "مقدس مورتی تم اپنے پاس رکھ
لو۔ مگر مجھے آج کی رات کے لیے مہاتما بدھ کے
مقدس دانت کی ضرورت ہے۔ کیا میں اسے
اپنے ساتھ لے جا سکتا ہوں؟"
گنگو نے کہا: "اگر تم اس کی حفاظت کر سکتے
ہو تو ضرور لے جاؤ۔ مگر تمہیں کیا ضرورت ہے؟"
عنبر بولا: "میرا ایک دوست گاؤں میں بیمار ہے۔

میں اس مقدس دانت کے ذریعے اسے تندرست
کرنا چاہتا ہوں۔"
گنگو بولا: "مگر صبح اسے اپنے ساتھ لانا مت
بھولنا۔ کیوں کہ یہ مقدس دانت اس مقدس مورتی
کی امانت ہے۔"
عنبر نے کہا: "فکر نہ کرو۔ میں صبح اسے اپنے
ساتھ لیتا آؤں گا۔"
گنگو باؤلی کے کھوہ میں گھس گیا۔ عنبر وہاں سے
ہٹ آیا۔ ماریا نے پوچھا:
"کیا تم یہ مقدس دانت ناگ کے کٹے ہوئے
جسم سے چھونا چاہتے ہو؟"
"تم بہت عقلمند ہو ماریا۔ میں یہی آزمانا چاہتا
ہوں۔ ہو سکتا ہے کہ ناگ چھ ماہ سے پہلے ہی
دوبارا زندہ ہو جائے۔ کیوں کہ ہم نے اپنی
آنکھوں کے سامنے ایک مرتے ہوئے انسان کو
زندہ ہوتے دیکھا ہے۔"
ماریا کہنے لگی: "مگر سندھیا کا خاوند ابھی مرا نہیں
تھا اور ناگ ـــ ناگ تو مر چکا ہے۔"
عنبر نے فوراً کہا: "نہیں۔ وہ مرا نہیں۔ وہ

زندہ ہے۔ صرف اس کی زندگی چھ ماہ کے لیے
اس سے الگ کر دی گئی ہے۔ اگر ایسی بات
نہ ہوتی تو ہم اسے کبھی یہاں لا کر مقدس تالاب
میں نہ رکھتے۔"

ماریا قائل ہو گئی۔ بولی:

"تو پھر جلدی چلو مقدس دانت لے کر۔ میں
ابھی تالاب کے نیچے جا کر یہ دانت ناگ کے
جسم سے لگا کر دیکھتی ہوں۔"

مقدس دانت رومال میں لپٹا عنبر کے ہاتھ میں تھا۔ وہ
لپک کر مندر میں آ گئے۔

عنبر نے کہا: "ماریا! میں ایک طرف چھپ جاتا
ہوں۔ کیوں کہ کوئی مجھے دیکھ سکتا ہے۔ تم مقدس
دانت لے کر تالاب کے اندر اُتر جاؤ۔"

ماریا نے مقدس دانت عنبر سے لیا اور تالاب کی
طرف آ گئی۔ رات کے اندھیرے میں تالاب پر تاریکی
چھائی ہوئی تھی۔ مندر کے بڑے دالان کے دروازے پر
ایک بلب جل رہا تھا جس کی روشنی صرف دالان تک
ہی پھیلی ہوئی تھی۔ عنبر تالاب سے کچھ فاصلے پر ایک
ستون کے پیچھے چھپ کر بیٹھا تھا۔ وہ ماریا کو دیکھ تو

نہیں سکتا تھا مگر اسے اس کی خوشبو برابر آ رہی تھی۔

جب ماریا تالاب کے پانی میں اُتر گئی تو یہ خوشبو
آدھی سے بھی زیادہ کم ہو گئی۔ عنبر سمجھ گیا کہ ماریا تالاب
میں داخل ہو گئی ہے۔

ماریا تالاب کی تہہ میں پہنچ گئی۔ کونے میں وہ چھوٹا
ڈبہ پتھر سے بندھا پانی میں پڑا تھا جس کے اندر ناگ
کا کٹا ہوا سانپ جسم رکھا تھا۔ ماریا کو ڈبہ کھولنے کی
ضرورت نہیں تھی۔ اس نے مقدس دانت اپنے سیدھے
ہاتھ کی دو انگلیوں میں پکڑ لیا اور ہاتھ کو بند ڈبے کے
اندر داخل کر دیا۔ اندر اس کا ہاتھ ناگ کے کٹے ہوئے
سانپ جسم سے چھوا۔ اس نے مقدس دانت ناگ کی کٹی
ہوئی گردن پر رکھ دیا۔ جب دس پندرہ سیکنڈ گزر گئے
تو ماریا نے ہاتھ باہر نکال لیا۔ اب وہ پانی کے اندر
ہی بند ڈبے کے پاس بیٹھی اسے غور سے دیکھ رہی تھی۔
مگر ڈبہ پلاسٹک کے لفافے میں لپٹا تالاب کی تہہ کے
ساتھ اسی طرح لگا ہوا تھا۔

ڈبے میں سے ناگ زندہ ہو کر باہر نہیں آیا تھا۔
ماریا نے کچھ دیر تالاب میں کھڑے رہ کر انتظار کیا۔
جب اسے یقین ہو گیا کہ مقدس دانت کا ناگ کے

کٹے ہوئے جسم پر کوئی اثر نہیں ہوا تو وہ پانی سے
باہر آ گئی۔

عنبر کو ایک دم سے ماریا کی خوشبو تیز ہوتی محسوس
ہوئی۔ ماریا اس کے قریب آ چکی تھی۔

عنبر نے آہستہ سے کہا:

"ماریا؟"

"ہاں عنبر۔ میں تمہارے پاس ہوں۔"

"کیا۔ کیا تم نے مقدس دانت ناگ کے جسم
سے لگایا؟"

عنبر نے بے تابی سے پوچھا:

ماریا نے کہا:

"اپنی کوٹھڑی میں آ جاؤ۔"

کوٹھڑی میں کیٹی بھی بیٹھی تھی۔ ماریا نے بتایا کہ اس
نے کافی دیر تک مقدس دانت کو ناگ کی کٹی ہوئی
گردن پر لگائے رکھا اور پھر پانی کے اندر رُک کر
اس کے دوبارا زندہ ہو اُٹھنے کا انتظار بھی کیا۔ مگر کوئی نتیجہ
نہیں نکلا۔

کیٹی کہنے لگی: "میرا خیال ہے ناگ پر مقدس
دانت کا اثر نہیں ہو گا۔ کیوں کہ ناگ ایک

غیر انسانی مخلوق ہے۔"

عنبر نے کہا: "خیر کوئی بات نہیں۔ میں نے سوچا
تھا کہ شاید ناگ مقدس دانت کی وجہ سے چھ
ماہ سے پہلے ہی زندہ ہو جائے۔ اب ہمیں صبح
یہ مقدس دانت سندھیا کے خاوند کو واپس کر
دینا ہو گا۔"

انہوں نے کوٹھڑی کا دروازہ اندر سے بند کر لیا اور
اپنے اپنے بستروں پر لیٹ گئے۔ وہ آہستہ آہستہ باتیں
بھی کر رہے تھے۔

دوسری طرف مندر کے پجاری کی بڑی حالت تھی۔
اس کے ہاتھ میں آئی ہوئی انمول مقدس مورتی غائب
ہو گئی تھی۔ سندھیا فرار ہو چکی تھی اور اس کے خیال
میں اس کا خاوند بھی مر چکا تھا۔ اس کے دل میں خیال
آیا کہ گنگو مقدس مورتی کا محافظ تھا۔ کہیں ایسا نہ ہوا
ہو کہ مقدس مورتی غائب ہو کر واپس اس کی لاش کے
پاس پہنچ گئی ہو۔ اس خیال کے آتے ہی وہ کالی چادر
اوڑھ کر کوٹھڑی سے نکلا اور سیدھا بارہ دری والی پرانی
سمادھی کے خفیہ تہہ خانے میں آ گیا۔ یہ دیکھ کر وہ سکتے
میں آ گیا کہ وہاں گنگو کی لاش موجود نہیں تھی۔ گنگو کی

لاش کون لے گیا؟ مقدس مورتی کے وہاں ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا تھا۔

پجاری نے سارے تہہ خانے کو اچھی طرح سے دیکھا نہ وہاں لاش تھی اور نہ مقدس مورتی تھی۔ وہ پریشان ہو کر واپس مندر میں آگیا اور اس نے اپنے رازدار محافظ کو یہ حیرت انگیز واقعہ سنایا:

"گنگو کی لاش کہاں ہے؟ اسے وہاں سے کون لے جا سکتا ہے؟"

محافظ نے کہا:

"مہاراج! ہو سکتا ہے وہ مرا نہ ہو۔ سانپ کے زہر نے زیادہ اثر نہ کیا ہو اور گنگو وہاں سے نکل کر فرار ہو گیا ہو۔"

"ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔" پجاری بولا: "وہ سانپ بڑا زہریلا تھا۔ وہ جس کو ڈستا ہے اسے ہلاک کر کے ہی چھوڑتا ہے۔"

"پھر لاش کہاں غائب ہو گئی مہاراج"؟ محافظ نے سوال کیا۔

پجاری ماتھے پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولا:

"یہی سوال تو مجھے پریشان کر رہا ہے۔"

وہ کچھ دیر تک غور کرتا رہا۔ پھر بولا:

"عنبر نام کا جو یاتری اپنی بہن کے علاج کے سلسلے میں یہاں آیا ہوا ہے مجھے اس پر شک ہے کہ یہ ساری کارستانی اسی کی نہ ہو۔"

"وہ کیا کر سکتا ہے مہاراج؟"

پجاری کہنے لگا:

"لگتا ہے اس کے پاس کوئی خفیہ طاقت ہے۔ میں نے جب اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے جھنجھوڑا تھا تو مجھے ایک جھٹکا لگا تھا۔ جیسے کسی غیبی ہاتھ نے مجھے پیچھے دھکیل دیا ہو۔ اب میں اس پر ہاتھ بھی نہیں ڈال سکتا۔ ڈرتا ہوں کہیں وہ اپنی غیبی طاقت سے مجھے نقصان نہ پہنچائے تم ایسا کرو کہ صبح سے اس کی نگرانی کرو۔ جب وہ اور اس کی بہن کوٹھڑی میں نہ ہو تو کوٹھڑی کی جا کر تلاشی ہو۔ ہو سکتا ہے مورتی انہوں نے ہی وہاں چھپا رکھی ہو؟"

محافظ بولا: "مہاراج! مقدس مورتی بھلا اس یاتری کے پاس کہاں غائب ہو کر جا سکتی ہے۔ خیر آپ کا حکم ہے تو میں کوٹھڑی کی تلاشی لینے

کی کوشش کروں گا اور کل سے دونوں بہن
بھائیوں کی نگرانی بھی شروع کر دوں گا۔"
پجاری کہنے لگا، "اگر گنگو مرا نہیں تو سمادھی
کے تہہ خانے سے فرار ہو کر وہ کہیں آس
پاس ہی چھپا ہوا ہو گا۔ میں صبح ارد گرد کے
علاقے میں اسے ڈھونڈوں گا۔ اب تم جا کر
آرام کرو۔"

محافظ چلا گیا۔ پجاری بستر پر لیٹ کر سوچنے لگا کہ
مقدس مورتی اور گنگو کہاں غائب ہو گئے؟ نیند اس کی
آنکھوں سے کوسوں دُور تھی۔

گنگو خشک چشمے کی باؤلی کے کھوہ کے اندر چھپا
ہوا تھا۔ اسے کھانا پہنچانے کا کام عنبر کے سپرد تھا۔
ماریا نے مندر کے بھنڈار سے روٹی لا کر عنبر کو دی۔
عنبر نے لوٹے میں پانی بھرا اور باؤلی کی طرف چلا۔ گنگو
کو روٹی اور پانی کا لوٹا دے دیا۔ گنگو نے عنبر کا شکریہ
ادا کیا اور کہا کہ پانی لانے کی ضرورت نہیں۔ کیوں کہ
باؤلی کے کھوہ کے اندر ہی قطرہ قطرہ پانی ٹپک رہا تھا۔
اور نیچے ایک چھوٹا سا تالاب بن گیا تھا۔ عنبر اس کو
بتانے لگا کہ وہ آج پھر سندھیا کی تلاش میں پہاڑوں

میں جا رہے ہیں۔ گنگو نے کہا کہ وہ بھی اپنی بیوی کو
ڈھونڈنے ان کے ساتھ جائے گا۔ عنبر نے اسے کہا کہ
وہ دوپہر کے بعد وہاں سے نکل کر نیلا پربت کی
پہاڑی کی وادی میں جو مقدس درخت کا چھوٹا مندر ہے
وہاں ملے۔ اس کے بعد عنبر کھوہ سے نکل کر واپس ہوا۔

مقدس دانت مہاتما بدھ کی مورتی کے اندر رکھ کر
طاقچی بند کر دی گئی تھی اور مورتی عنبر کی کوٹھڑی میں
پلنگ کے نیچے پڑی تھی۔ کیٹی کسی کام سے باہر گئی ہوئی
تھی۔ ماریا کوٹھڑی میں موجود تھی کہ پجاری کا محافظ ساتھی
کوٹھڑی کو اپنی طرف سے خالی پا کر مقدس مورتی کی
تلاش میں وہاں آ گیا۔ اسے کیا معلوم تھا کہ ماریا کوٹھڑی
میں بیٹھی ہے۔

وہ کوٹھڑی کی تلاشی لینے لگا۔ ماریا ایک طرف چپ
چاپ کھڑی اسے دیکھتی رہی۔ محافظ نے پلنگ کے
نیچے جھک کر دیکھا تو اسے کونے میں مقدس مورتی
پڑی نظر آئی۔ خوشی سے اس کی باچھیں کھل گئیں۔ وہ
پلنگ کے نیچے گھس کر مقدس مورتی نکال لایا۔ وہ
دروازے کی طرف لپکا کہ مورتی پجاری کو لے جا کر دکھائے
کہ اچانک دروازہ اپنے آپ بند ہو گیا۔ اس کی کنڈی

بھی اپنے آپ لگ گئی۔
محافظ ہکا بکا ہو کر دروازے کو تکنے لگا۔ ماریا نے آہستہ سے اس کے سر پر ہاتھ رکھ دیا۔ محافظ خوف سے تھر تھر کانپنے لگا۔ ماریا نے اپنا ہاتھ نیچے کو دبایا تو وہ دھڑام سے نیچے گر پڑا۔ ماریا نے اس کے کان میں مردانہ آواز بنا کر کہا:

"اگر پھر مقدس مورتی لینے آئے تو تمہیں کچا چبا جاؤں گا۔ میں یم دُوت ہوں۔"

محافظ کا سارا جسم پسینے میں بھیگ کر لرز رہا تھا۔ ماریا نے مورتی اس کے ہاتھ سے چھین لی۔ مورتی غائب ہو گئی۔ ماریا نے دروازہ کھول دیا۔

"اٹھو اور بھاگ جاؤ۔"

محافظ ہڑبڑا کر اٹھا اور دُم دبا کر کوٹھڑی سے بھاگ گیا۔ پجاری اس وقت گنگو کی تلاش میں باہر جانے والا تھا کہ اس کا محافظ بھاگتا ہانپتا کانپتا ہوا اندر داخل ہوا اور بولا:

"مہاراج! یم دُوت مندر میں آ گیا ہے۔ اس نے مورتی مجھ سے چھین لی اور کہا۔ پھر آئے تو کچا چبا جاؤں گا۔ میں جاتا ہوں۔ جاتا ہوں۔"

"مورتی کہاں ہے؟" پجاری نے چلا کر پوچھا۔

"عنبر یاتری کی کوٹھڑی میں۔ مگر وہاں نہ جانا۔ وہاں یم دُوت بیٹھا ہے۔ وہ زندہ نہیں چھوڑے گا۔"

یہ کہہ کر سہما ہوا محافظ باہر کو بھاگ گیا۔ پجاری سوچ میں پڑ گیا۔ ایک بار اس کے اپنے ہاتھ سے مورتی غائب ہو چکی تھی۔ اس کا مطلب تھا کہ کوئی زبردست طاقت یا روح مندر میں آ کر مقدس مورتی کی حفاظت کر رہی تھی۔ اب اس کے محافظ ساتھی نے بھی اس خفیہ روح کی گواہی دی تھی۔ مورتی اگرچہ عنبر یاتری اور اس کی بہن کی کوٹھڑی میں تھی۔ مگر پجاری اسے حاصل نہیں کر سکتا تھا۔ تو کیا یہ دونوں بہن بھائی کوئی بدروحیں ہیں؟ یا کیا یہ یم دُوت کے کارندے ہیں؟ یا پھر کہیں یہ جادو طلسم کے ماہر تو نہیں ہیں کہ یہاں مورتی چرانے آئے ہوں۔ لیکن اگر وہ مورتی چرانے آئے ہوتے تو مورتی چرا کر یہاں سے بھاگ جاتے۔ تو پھر یہ معمہ کیا ہے؟ پجاری کا ذہن اُلجھ گیا تھا۔ اس کی سمجھ میں کچھ نہیں آ رہا تھا۔ مگر وہ مقدس مورتی بھی عنبر یاتری اور اس کی بہن کے حوالے نہیں کر سکتا تھا۔ آخر اس نے کسی مکارانہ سازش سے اصل راز معلوم کرنے کا فیصلہ کر لیا کہ یہ لوگ کون ہیں اور مقدس مورتی اُن کے

قبضے سے کیسے واپس لی جا سکتی ہے۔ اب پجاری نے سندھیا
اور اس کے خاوند کی تلاش کا ارادہ چھوڑ دیا تھا۔ اب
اس کی ساری توجہ اس طرف تھی کہ عنبر یا نزی اور اس
کی بہن کی کوٹھڑی میں جو دو کروڑ روپے کی مالیت کی مقدس
مورتی پڑی ہے اسے کس طریقے سے اڑایا جائے۔ وہ خوب
سمجھ گیا تھا کہ کوئی بدروح یا کوئی بہت بڑی خفیہ طاقت
مورتی کی حفاظت کر رہی ہے۔

○

برفانی دیو کا حملہ

عنبر اور کیٹی مندر کی کوٹھڑی میں آ گئے۔
ماریا نے انہیں بتایا کہ پجاری نے اپنے ساتھی محافظ کو
مورتی چرانے کے لیے بھیجا تھا مگر اس نے بھگا دیا۔ وہ
اتنا خوف زدہ ہوا ہے کہ اب کبھی ادھر کا رُخ نہیں کرے
گا۔ عنبر نے کہا:

"پھر بھی ہمیں مورتی یہاں نہیں رکھنی چاہیے۔ یہ
کسی وقت بھی گم ہو سکتی ہے۔"

ماریا نے تجویز پیش کی کہ کیوں نہ مقدس مورتی کو
بھی تالاب کے اندر ناگ کے ڈبے کے پاس ہی رکھ
دیا جائے۔ یہ تجویز عنبر کو پسند آئی۔ اس نے ماریا کو
ہدایت کی کہ وہ ابھی تالاب میں جا کر مورتی رکھ آئے۔
اور یہ بھی دیکھے کہ مقدس دانت کے چھونے سے ناگ
دوبارہ زندہ نہیں ہوا۔

ماریا بولی: "اگر وہ زندہ ہو گیا ہوتا تو ضرور باہر
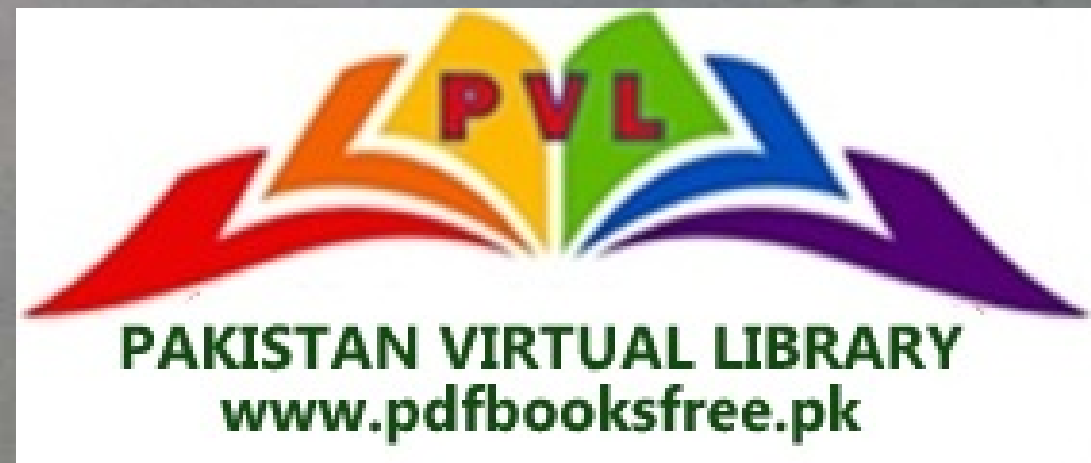
نکل آتا"۔

ماریا مقدس مورتی لے کر تالاب کی طرف چلی گئی۔ تالاب کے نیچے تہہ میں جا کر اُس نے مورتی کو ناگ کی لاش والے ڈبے کے پاس ہی رکھ دیا اور ڈبے کو غور سے دیکھا وہ اسی طرح پلاسٹک کے تھیلے میں بند تھا۔ اس کا مطلب تھا کہ ناگ دوبارا زندہ نہیں ہوا تھا۔ ماریا تالاب سے نکل آئی۔

یہ ماریا کا وہم تھا۔ مہاتما بدھ کے مقدس دانت نے اپنا اثر دکھا دیا تھا اور ناگ کی گردن کا زخم جڑ گیا تھا۔ اب اس میں آہستہ آہستہ زندگی کا خون گردش کر رہا تھا اور وہ دوبارا زندہ ہونے ہی والا تھا۔

ماریا نے کوٹھڑی میں آ کر عنبر کو بتایا کہ مقدس مورتی تالاب کی تہہ میں چھپا دی گئی ہے اور ناگ دوبارا زندہ نہیں ہوا۔

کیٹی کہنے لگی:

"پجاری اب ہمارے خلاف ہو گیا ہے۔ وہ ہمیں اس کوٹھڑی سے نکال دے گا۔"

عنبر بولا: "وہ ہم سے اس قدر ڈرا ہوا ہے کہ ہمیں یہاں سے نکالنے کی جرأت نہیں کرے گا۔

ہمیں اب خاموشی سے یہاں رہنا ہو گا۔ میں نے سندھیا کے خاوند گنگو کو کہہ دیا ہے کہ وہ کھوہ میں سے فرار ہو کر نیلا پربت کی وادی میں مقدس درخت والے مندر کے پاس پہنچ جائے۔"

ماریا نے کہا: "ہاں اس کا یہاں رہنا خطرناک ہو گا۔ مگر پجاری مقدس درخت والے مندر میں بھی نہ پہنچ جائے۔"

عنبر بولا: "وہ تیسرے پہر وہاں پہنچ رہا ہے۔ ہم اسے وہاں سے نکال کر دور کسی پہاڑی غار میں چھپا دیں گے اور پھر سندھیا کی تلاش شروع کریں گے۔"

تیسرے پہر سے کچھ پہلے ماریا اور عنبر نے کیٹی کو بھی ساتھ لیا اور نیلا پربت کے مقدس درخت والے مندر کی طرف روانہ ہو گئے۔ یہ چھوٹا سا مندر درخت کے سائے میں بنا ہوا تھا اور وہاں ایک دیا جل رہا تھا۔ نندی بیل کا بت رکھا تھا جس پر چڑھاوے چڑھے ہوئے تھے۔ دن کا تیسرا پہر ہو گیا تھا۔ انہیں ایک طرف سے گنگو آتا دکھائی دیا۔ جب وہ قریب آیا تو عنبر نے کہا: "گنگو ہمارے ساتھ پہاڑوں کی طرف چلو۔ ہم

وہاں تمہاری بیوی کی تلاش میں جا رہے ہیں۔"

گنگو ان کے ساتھ ہو لیا۔ وہ برف پوش پہاڑیوں کے دامن میں دیر تک گھوم پھر کر سندھیا کا کھوج لگانے کی کوشش کرتے رہے مگر انہیں سندھیا کا کہیں سراغ نہ ملا۔ نیلا پربت کی پہاڑی بہت اونچی تھی اور اس کی چوٹی برف سے ڈھکی ہوئی تھی۔ یہاں ایک ویران غار تھا۔ عنبر نے گنگو سے کہا کہ وہ غار میں اس وقت تک چھپا رہے جب تک کہ وہ اس کی بیوی کو نہیں ڈھونڈ لیتے۔

"تمہیں یہاں جنگلی پھل کھا کر اور برف کا پانی پی کر گذارہ کرنا ہوگا۔"

گنگو بولا: "میں گذارہ کر لوں گا مگر مقدس مورتی کہاں ہے؟"

عنبر نے اسے بتایا کہ مقدس مورتی ایک خفیہ مقام پر بڑی احتیاط کے ساتھ رکھ دی گئی ہے اور جب سندھیا کا سراغ مل گیا تو یہ مقدس مورتی ان کے حوالے کر دی جائے گی تاکہ وہ اسے کیلاش پربت کی چوٹی پر جا کر دفن کر دیں۔ اصل میں عنبر سندھیا کے مشورے کے بغیر مقدس مورتی اس کے خاوند کے بھی حوالے نہیں کرنا

چاہتا تھا۔ کیوں کہ ہو سکتا تھا کہ اس کا خاوند گنگو اسے بھی دھوکا دینے کی کوشش کر رہا ہو اور مورتی خود لے کر فرار ہو جائے۔ اگرچہ ایسی بات نہیں تھی مگر عنبر مقدس مورتی سندھیا کے حوالے کرنا چاہتا تھا۔

گنگو غار کے اندر جا کر ایک جگہ بیٹھ گیا۔ غار کے اندر زیادہ سردی نہیں تھی۔ غار کے باہر جنگلی ناخوں اور بیروں کے درخت تھے اور ایک جگہ برف میں سے پانی ٹپک رہا تھا۔ گنگو یہاں کچھ دن گزارہ کر سکتا تھا۔

اب ماریا عنبر اور کیٹی آگے بڑھے۔

وہ سندھیا کی تلاش میں تھے۔ شام کے سائے وادی میں پھیل رہے تھے۔ پہاڑوں کی برف پوش سفید چوٹیوں پر ڈوبتے ہوئے سورج کی کچھ لالی ابھی تک باقی تھی۔ پہاڑوں میں پھرتے پھرتے وہ کیلاش پربت کی دوسری طرف نکل آئے۔ یہاں ڈھلانوں پر گھنی جھاڑیاں اُگی ہوئی تھیں اور کچھ اوپر برف کی چادر بچھی تھی جو پہاڑ کی چوٹی تک چلی گئی تھی۔ رات نے ان جنگلی جھاڑیوں میں بسر کی۔ صبح ہوئی تو وہ پہاڑ کی چڑھائی چڑھنے لگے۔ اس وقت کالے بادلوں نے پہاڑ کی چوٹیوں کو گھیر لیا اور بادل گرجنے لگے۔ ماریا کچھ آگے آگے تھی۔ اس نے دور سے آواز دی:

"عنبر کیٹی! اس طرف آؤ۔ یہ دیکھو۔"
عنبر اور کیٹی لپک کر اس جانب گئے۔ جدھر سے ماریا
کی آواز آئی تھی۔
عنبر نے پوچھا:
"کیا بات ہے ماریا؟"
ماریا نے کہا: "ادھر برف پر دیکھو۔"
برف پر اسی برفانی انسان کے بڑے بڑے پاؤں کے
نشان بنے ہوئے تھے۔
عنبر نے خوش ہو کر کہا:
"ماریا یہ تو اسی برفانی انسان کے پاؤں کے
نشان ہیں۔"
کیٹی بھی حیرت سے ان بڑے بڑے انسانی پاؤں کے
نشانوں کو دیکھ رہی تھی۔
"یہ تو کسی دیو کے پاؤں کے نشان ہیں تمہاری دنیا
میں ایسے دیو جن ہوا کرتے ہیں۔"
عنبر بولا: "کیٹی! جیسا کہ ہم نے تمہیں بتایا تھا۔
ہمارے خیال میں یہ برفانی انسان یاٹی کے پاؤں
کے نشان ہیں اور وہی سندھیا کو اٹھا کر لے
گیا ہے۔"

عنبر نے ماریا سے کہا:
"ماریا! تم ان پاؤں کے نشانوں کو دیکھتی آگے
جاؤ اور پتہ کرو کہ یہ نشان کہاں تک جاتے ہیں۔"
عنبر اور کیٹی وہیں ایک درخت کے پاس بیٹھ گئے اور
ماریا برفانی انسان کے پاؤں کا سراغ پکڑتی آگے بڑھی۔
نشان پہاڑ کی چوٹی کی طرف جا رہے تھے۔ یہاں برف
نرم تھی۔ آگے جا کر برف سخت شیشے کی طرح ہو گئی تو
پاؤں کے نشان بھی غائب ہو گئے۔
اس کے باوجود ماریا نے تلاش جاری رکھی۔ وہ پاؤں
کے نشانوں کے رُخ کا اندازہ لگا کر آگے بڑھتی چلی گئی۔
پہاڑ کی چوٹی قریب آ رہی تھی کہ ماریا نے بائیں جانب
پہاڑی کی برف پوش ڈھلان پر ایک جگہ سے دھواں
نکلتا نظر آیا۔ پہلے تو وہ سمجھی کہ یہ بادل ہے مگر پھر اسے
اس دھوئیں میں سرخ رنگ کا ایک پتلا سا شعلہ اوپر کو
اٹھ کر غائب ہوتا دکھائی دیا۔ وہ سمجھ گئی کہ وہاں کسی نے
آگ جلا رکھی ہے۔ آگ صرف انسان ہی جلا سکتا تھا۔
ماریا لپک کر اس طرف گئی۔
یہاں برف کی دیوار میں ایک گول بڑا سوراخ تھا۔
یہ دھواں اس کے اندر سے نکل رہا تھا۔ ماریا اندر داخل

ہو گئی۔ یہاں غار میں دروازے کے قریب ہی پتھروں کے درمیان آگ جل رہی تھی۔ مگر وہاں کوئی انسان نہیں تھا۔ ماریا غار کے اندر تک گئی۔ یہ زیادہ گہرا غار نہیں تھا۔ آگے جا کر غار بند ہو گیا تھا۔ ماریا نے دیکھا کہ ایک طرف غار کی دیوار کے ساتھ لومڑی کی گرم کھالوں کا ڈھیر پڑا تھا۔ ماریا نے اسے اٹھایا تو وہ گرم کھال کی ایک چادر سی بنی ہوئی تھی۔ لگتا تھا کہ کوئی اسے اوڑھ کر وہاں سوتا ہے۔ قریب ہی لکڑی کی ایک تھالی اور لکڑی کا پیالہ بھی رکھا تھا۔ یہاں ضرور کوئی انسان رہتا تھا۔ ہو سکتا ہے یہ برفانی انسان ہی ہو۔

ماریا غار سے باہر آ گئی۔ اس نے نیچے جا کر غار کی ساری تفصیل عنبر اور کیٹی کو بتائی۔

عنبر نے کہا:

"ضرور یہ برفانی انسان کا غار ہے اور یہیں کسی جگہ اس نے سندھیا کو چھپا رکھا ہے۔ ہمیں اس غار کی نگرانی کرنی ہو گی ماریا۔"

کیٹی بولی: "میرا خیال ہے کہ برفانی انسان سندھیا کو لے کر یہاں سے چلا نہ گیا ہو۔"

ماریا نے کہا: "وہ یہاں سے کہاں جائے گا۔

بہرحال ہمیں غار کی نگرانی کرنی ہو گی۔"

اتنے میں بادلوں میں بڑی دھماکہ خیز گرج سنائی دی اور اس کے ساتھ ہی بارش شروع ہو گئی۔

عنبر بولا: "یہاں تو میں اور کیٹی بھیگ جائیں گے میرا خیال ہے کہ ہم اسی غار میں چل کر پناہ لیتے ہیں۔"

کیٹی نے کہا: "اگر برفانی انسان وہاں آ گیا تو جنگ شروع ہو جائے گی۔ ظاہر ہے تم اسے ہلاک کر دو گے اور پھر ہمیں کبھی معلوم نہ ہو گا کہ سندھیا کو برفانی انسان نے کہاں چھپا رکھا ہے۔"

ماریا نے کہا: "کیٹی ٹھیک کہتی ہے۔ ہمیں برفانی انسان کو ابھی زندہ رکھنا ہو گا۔ ہم یہیں بارش سے بچنے کے لیے کوئی جگہ بنا لیتے ہیں۔"

ایک جگہ پہاڑی آگے کو جھکی ہوئی تھی جس کے سائے میں پتھر کی سلیں دیوار کے اندر کو چلی گئی تھیں۔ عنبر اور کیٹی وہاں بارش سے بچنے کے لیے بیٹھ گئے۔ ماریا ان کے قریب ہی سل پر بیٹھ گئی تھی۔ ماریا کہنے لگی:

"میرا خیال ہے کہ غار میں آگ برفانی انسان نے

جلائی ہو گی۔

عنبر نے کہا: "اور لومڑی کی کھال کی جو گرم پوستین رکھی تھی۔ ظاہر ہے کہ وہ کسی انسان کے لیے ہی ہو سکتی ہے کیوں کہ برفانی انسان کے تو سارے جسم پر سفید بال ہوتے ہیں جو اسے سردی سے محفوظ رکھتے ہیں۔ اسے گرم کھال اوڑھنے کی ضرورت نہیں ہوتی"۔

ماریا بولی: "یہ گرم پوستین برفانی انسان نے ضرور سندھیا کے لیے بنائی ہو گی۔ مگر سوال یہ ہے کہ وہ سندھیا کو لے کر کہاں چلا گیا ہے؟"

کیٹی نے اپنے خیال کا اظہار کرتے ہوئے کہا:

"ہو سکتا ہے برفانی انسان یہ غار چھوڑ گیا ہو"۔

ماریا بولی: "اگر ایسی بات ہوتی تو غار کے اندر لومڑی کی کھال کا کمبل نہ پڑا ہوتا"۔

تینوں پہاڑی کی دیوار کے ساتھ لگے بیٹھے باتیں کرتے رہے۔ بارش ہوتی رہی۔ بادل گرجتے رہے۔ اندھیرا اگرچہ گہرا تھا مگر سفید برف کی چادر دھندلی دھندلی نظر آ رہی تھی۔ آدھی رات کے وقت بارش اور بادلوں کی گرج رُک گئی۔ چاروں طرف گہرا سناٹا چھا گیا۔ سردی اس قدر شدید

تھی کہ اگر کیٹی عنبر اور ماریا میں غیر معمولی طاقت نہ ہوتی تو وہ ٹھٹھر کر مر جاتے۔

تینوں کی نظریں دُور پہاڑ کی برف پوش غار کی طرف لگی تھیں جہاں سے اب دھواں نہیں نکل رہا تھا۔ غار کا سوراخ تاریکی میں ایک دھبّے کی طرح نظر آ رہا تھا۔ کیٹی کہنے لگی:

"میرا خیال غلط نہیں تھا عنبر بھیا! برفانی انسان اس غار کو چھوڑ کر جا چکا ہے"۔

اتنے میں انہیں تاریک رات کے سناٹے میں ایک ایسی آواز سنائی دی جیسے کوئی شیر آہستہ سے گرجا ہو۔ سب غار کی طرف دیکھنے لگے۔ وہاں کچھ بھی نہیں تھا۔ ماریا بولی:

"یہ کسی برفانی شیر کی آواز تھی۔ اس علاقے میں سفید شیر ہوا کرتے ہیں"۔

وہی گرج کی ڈراؤنی آواز ایک بار پھر سنائی دی۔ پھر انہوں نے ایک سفید ہیولے کو پہاڑ کی بائیں جانب سے نکل کر غار کی طرف جاتے دیکھا۔

"برفانی انسان" کیٹی کے منہ سے نکل گیا۔

یہ ہیولا بیس پچیس فٹ اونچے لمبے چوڑے چکلے انسان

کا تھا جس کے سارے جسم پر سفید بال تھے۔ وہ آگے
کو جھکا چل رہا تھا۔ وہ غار میں داخل ہو گیا۔
عنبر بولا: یہ برفانی انسان تھا۔ مگر وہ اکیلا تھا۔
سندھیا کو اس نے کسی دوسری جگہ تو نہیں
چھپا رکھا ہے؟"
ماریا نے کہا: "میں جا کر معلوم کرتی ہوں۔ تم
دونوں یہیں بیٹھے رہو۔"
ماریا تیزی سے بلند ہو کر فضا میں تیرتی ہوئی غار میں
پہنچ گئی۔ اس نے دیکھا کہ برفانی انسان آگے کو جھکا
اپنے بڑے بڑے پاؤں سے آگ کو مسل کر بجھا رہا تھا
اس کا اونچا لمبا سارے کا سارا جسم سفید اون کی طرح
کے بالوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ ماریا ابھی اس کے پیچھے
تھی۔ برفانی انسان زمین پر پڑا لومڑی کی کھال کا کمبل
اٹھانے لگا تو ماریا تیر کر برفانی انسان کے سامنے
آ گئی۔

برفانی انسان کا ہاتھ کمبل اٹھاتے اٹھاتے وہیں رک
گیا۔ اس نے اپنا گوریلے ایسا بھاری بھر کم چہرہ اوپر اٹھا
کر ماریا کی طرف دیکھا۔ ماریا کے جسم میں ایک سنسناہٹ
سی دوڑ گئی۔ اسے یوں محسوس ہوا جیسے برفانی انسان اپنی

لال لال آنکھوں سے اسے گھور رہا ہے۔ کیا اس نے
ماریا کو دیکھ لیا تھا؟ وہ سوچنے لگی۔ مگر یہ ناممکن تھا۔ اسے
برفانی انسان بھلا کیسے دیکھ سکتا تھا۔ یہ محض اتفاق تھا کہ
اس کی نگاہیں ٹھیک اس جگہ گھور رہی تھیں جہاں ماریا
کھڑی تھی، لیکن ایسا نہیں تھا۔
برفانی انسان نے ماریا کو دیکھ لیا تھا۔
برفانی انسان خود ایک حیرت انگیز مخلوق تھی۔ اس
کی آنکھوں میں قدرت نے اتنی طاقت دی تھی کہ وہ
کسی بھی غیبی مخلوق کو دیکھ سکتی تھیں۔ برفانی انسان کا دماغ
فوراً سمجھ گیا کہ یہ غیبی عورت کوئی چڑیل ہے جو اس کو
ہلاک کرنے وہاں آئی ہے۔ لیکن برفانی انسان نے ماریا
پر یہ ظاہر ہی نہ ہونے دیا کہ وہ اسے دیکھ رہا ہے۔
برفانی انسان نے اپنی آنکھیں نیچے کر لیں اور
لومڑی کی کھال اٹھا کر کاندھے پر ڈالی۔ اس کے منہ
سے شیر کی طرح کی ہلکی ہلکی گرج کی آواز نکل رہی تھی۔
برفانی انسان غار کے دروازے کی طرف بڑھا۔ پھر رک
گیا اور یہ ظاہر کیا جیسے اسے کوئی بات یاد آ گئی ہے۔
ماریا اس کے ایک جانب کھڑی اس کی ایک ایک
حرکت کو دیکھ رہی تھی۔ برفانی انسان غار کے پیچھے وہاں

آگیا جہاں آگے دیوار تھی اور غار بند ہو جاتی تھی۔
اب برفانی انسان نے اس قدر چالاکی سے ایک جال
بچھایا کہ بعد میں ماریا بھی سر پکڑ کر رہ گئی۔ غار کی دیوار
کے ساتھ کونے میں ایک بہت بڑی چٹان تھی۔ برفانی
انسان نے دونوں ہاتھوں سے چٹان کو نیچے سے پکڑا اور
اپنے طاقتور جسم کا سارا زور لگا کر اتنی بڑی چٹان کو
ایک طرف ٹیڑھا کر دیا۔ ماریا حیرانی سے یہ سب کچھ
دیکھ رہی تھی۔ اس نے دیکھا کہ چٹان کے نیچے ایک
گہرا کنواں تھا جس کی تہہ تک پتھریلی سیڑھی جاتی تھی۔
برفانی انسان کنوئیں میں اتر گیا۔ کنوئیں میں گہرا اندھیرا
تھا۔ ماریا نے جھک کر دیکھا۔ تنگ و تاریک کنوئیں
میں اسے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ اس نے سوچا کہ کہیں
کنوئیں کے اندر کسی خفیہ مقام پر سندھیا کو نہ چھپا کر
رکھا گیا ہو۔ یہ سوچ کر ماریا بھی کنوئیں میں اُتر گئی۔
برفانی انسان نے بڑی مکاری سے کام لیا تھا اور
وہ کنوئیں میں اترتے ہی دیوار کے اندر بنے ہوئے
قدرتی کھوہ میں چھپ گیا تھا۔ جونہی ماریا کو اس نے
نیچے کنوئیں کی تہہ میں جاتے دیکھا تو تیزی سے کھوہ
میں سے نکل کر کنوئیں کے باہر آگیا اور منہ نیچے کر کے

بھیانک انداز میں اپنے پیٹ سے زہریلی قسم کی گیس کا
ایک بادل نکال کر نیچے پھینکا اور چٹان کو کنوئیں کے
اوپر گرا کر اس کا منہ بند کر دیا۔
دھڑام کی آواز کے ساتھ کنوئیں کا منہ بند ہوتے
دیکھ کر ماریا کنوئیں کی اندھیری تہہ سے پورا زور لگا کر
اوپر کو اچھلی کہ باہر نکل سکے مگر برفانی انسان کے
پیٹ سے نکلے ہوئے گیس کے بادل میں آتے ہی
اس کا سانس رُکنے لگا اور وہ بے ہوش ہو کر روئی کے
گالے کی طرح نیچے گری اور کنوئیں کی تہہ کے ساتھ
لگ گئی۔
ماریا بے ہوش ہو چکی تھی۔
برفانی انسان کنوئیں کے باہر زور زور سے گرج کر
اپنی خوشی کا اظہار کر رہا تھا۔ اس کے گرجنے کی آوازیں
عنبر اور کیپٹن بھی سن رہے تھے۔
کیپٹن نے کہا: "ماریا نے بہت دیر لگا دی ہے۔"
عنبر نے کہا: "میرا خیال ہے شاید وہ برفانی انسان
کو ہلاک کر رہی ہے۔ ہمیں چل کر دیکھنا چاہیے۔"
وہ پہاڑی دیوار کے سائے میں سے نکل کر غار کی
طرف بڑھے تو انہوں نے اندھیرے میں برفانی انسان

کے ہیولے کو غار سے نکل کر برف پوش ڈھلان پر
ایک طرف جاتے دیکھا۔ وہ تیز تیز قدموں سے جا رہا
تھا۔ کیٹی نے کہا:
"ماریا کی خوشبو نہیں آ رہی عنبر!"
عنبر بھی کچھ پریشان ہو گیا۔ وہ غار کی طرف بھاگے۔
برفانی انسان پہاڑ کی بائیں جانب گھوم گیا تھا۔ عنبر
برفانی انسان کے پیچھے دوڑا ہی تھا کہ غار کی طرف سے
کیٹی کی آواز آئی۔
"عنبر! ماریا غار میں نہیں ہے۔"
عنبر وہیں سے پلٹ کر غار میں آ گیا۔ غار میں ماریا
کی خوشبو نہیں تھی۔ کیوں کہ وہ گہرے کنوئیں کی تہہ
میں تھی اور کنوئیں کے اوپر ایک بہت بڑی چٹان
پڑی تھی جس نے ماریا کی خوشبو کو دبا لیا تھا۔ عنبر اور
کیٹی نے ماریا کو بار بار آوازیں دیں۔ ماریا کی طرف سے
کوئی جواب نہ آیا۔
"ماریا کہاں چلی گئی؟" کیٹی نے پریشان ہو کر پوچھا۔
عنبر خود پریشان ہو رہا تھا۔ انہوں نے غار کو سارا
کھنگال ڈالا۔ ماریا کہیں بھی نہیں تھی۔ اس کی خوشبو بھی
غائب تھی۔ چٹان کی طرف دونوں میں سے کسی کا خیال

نہ گیا۔ کسی کو یقین ہی نہیں آ سکتا تھا کہ اتنی بڑی پہاڑ
ایسی چٹان کے نیچے کوئی کنواں بھی ہے جس میں ماریا
بے ہوش پڑی ہے۔ اب وہ غار سے نکل کر برفانی
انسان کے پیچھے دوڑے مگر برفانی انسان رات کے برف
پوش سناٹے اور تاریکی میں کہیں غائب ہو چکا تھا۔
عنبر اور کیٹی سر پکڑ کر رہ گئے۔ کہاں وہ سندھیا کو
لینے چلے تھے اور یہاں ماریا بھی ان کے ہاتھ سے نکل
گئی تھی۔ وہ غار میں بیٹھ کر سوچنے لگے کہ ماریا کہاں
غائب ہو سکتی ہے۔
کیٹی نے کہا: "کہیں برفانی انسان نے تو ماریا
کو قابو میں نہیں کر لیا؟"
عنبر بولا: "ماریا تو غائب تھی۔ برفانی انسان تو
اسے دیکھ ہی نہیں سکتا تھا۔ وہ اسے کیسے قابو
کر سکتا ہے۔"
کیٹی نے کہا: "ہو سکتا ہے برفانی انسان میں اتنی
طاقت ہو کہ وہ غیبی مخلوق کو دیکھ سکتا ہو۔"
عنبر نے جواب دیا:
"اگر اس نے ماریا کو دیکھ بھی لیا ہو گا تو وہ
ماریا کو کس طرح اپنے قبضے میں کر سکتا ہے

وہ ماریا کی طاقت کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ ماریا
میں بہت طاقت ہے"۔

"پھر وہ کہاں چلی گئی عنبر؟"

"یہی سوال مجھے پریشان کر رہا ہے" عنبر آہ
بھر کر بولا۔

کیٹی نے تنک کر کہا:

"ہمیں کیا ضرورت تھی سندھیا کو تلاش کرنے کی۔
خوامخواہ ہم نے ماریا کو بھی مصیبت میں پھنسا دیا"

عنبر خاموش رہا۔ پھر اٹھا اور بولا:

"اب یہاں بیٹھے رہنا بے کار ہے۔ چلو واپس
چلتے ہیں"۔

وہ غار میں سے نکلے اور ڈھلتی رات کے نیلگوں
اندھیرے میں واپس مندر کی طرف روانہ ہو گئے۔

کنوئیں میں برفانی انسان کے سانس کا زہریلا پن ختم
ہوا تو ماریا کو ہوش آ گیا۔ اس نے اپنے آپ کو کنوئیں
میں بند پایا۔ وہ اچھل کر اوپر کو آئی مگر اس کے اوپر
پہاڑ ایسی چٹان رکھی تھی۔ وہ پتھر کی دیوار میں سے
تو گذر سکتی تھی مگر ایک پہاڑ یا چٹان کے اندر سے نہیں
گذر سکتی تھی۔ اس نے کنوئیں میں جا کر پہلو کی کھوہ

میں سے باہر نکلنا چاہا مگر اس کے آگے بھی پہاڑ تھا۔
وہ سارے کا سارا پہاڑ تھا۔

ماریا کو اب یقین ہو گیا تھا کہ برفانی انسان نے
اسے دیکھ لیا تھا اور اسے بڑی مکاری سے اپنے جال
میں پھنسایا تھا۔ وہ مجبور و بے بس ہو کر کنوئیں کی تہہ
میں بیٹھ گئی۔ اس کی سمجھ میں کوئی ایسی ترکیب نہیں آ
رہی تھی کہ جس پر عمل کرتے ہوئے وہ اس موت کے
کنوئیں سے باہر نکل سکتی۔ وہ عنبر اور کیٹی کے بارے میں
سوچنے لگی کہ وہ بہت پریشان ہوں گے۔

باقی رات عنبر اور کیٹی نے اپنی کوٹھڑی میں گذار
دی۔ وہ ماریا کے گم ہونے کے بارے ہی میں سوچتے
اور باتیں کرتے رہے۔ صبح ہوئی تو وہ ماریا اور سندھیا
کی تلاش میں ایک بار پھر پہاڑوں کی طرف نکل گئے۔
ان کے جانے کے بعد پجاری نے دوبارہ ان کی کوٹھڑی
کی خوب تلاشی لی کہ شاید اسے مقدس مورتی کا کوئی سراغ
مل جائے مگر مورتی وہاں نہیں تھی۔

بادل ابھی تک آسمان پر چھائے ہوئے تھے۔ سرد
ہوا چل رہی تھی۔ بارش رکی ہوئی تھی۔ دن کی روشنی
میں ایک بار پھر عنبر اور کیٹی نے برفانی انسان کے

غار میں جا کر ماریا کو ڈھونڈا۔ غار کی ایک ایک چیز کو
غور سے دیکھا۔ آگ بجھی ہوئی تھی۔ غار خالی پڑا تھا۔
اس کے بعد وہ نیچے مقدس درخت کے مندر کے قریب
اس کھوہ میں آ گئے۔ جہاں گنگو چھپا بیٹھا تھا۔ عنبر نے
کیپٹن کو اس کے پاس چھوڑا اور خود برفانی انسان، سندھیا
اور ماریا کی تلاش میں نکل پڑا۔ اسے یقین تھا کہ برفانی
انسان ان ہی پہاڑیوں میں کسی جگہ چھپا ہوا ہے اور
سندھیا کو بھی اس نے وہیں کہیں چھپا رکھا ہے۔ عنبر
دیر تک برفانی پہاڑیوں میں گھومتا رہا۔ آخر ایک جگہ
اسے برف پر برفانی انسان کے پاؤں کے نشان
نظر آ گئے۔ بارش کی وجہ سے یہاں برف ایک جگہ
نرم ہو گئی تھی جہاں برفانی انسان کے پاؤں کے نشان
صاف دکھائی دے رہے تھے۔ عنبر ان نشانوں کے
ساتھ ساتھ چلنے لگا۔ یہ پاؤں کے نشان ایک گھاٹی
میں اتر کر جنگلی خشک گھاس پر جا کر غائب ہو گئے۔
یہاں جنگلی جھاڑیاں دور نیچے گھاٹی کی تہہ تک چلی گئی
تھیں۔ نیچے گہرائی میں برف کہیں نہیں تھی۔ عنبر نیچے
گھاٹی میں تک رہا تھا کہ اچانک اسے کسی عورت کی چیخ
کی آواز سنائی دی۔ یہ آواز نیچے گھاٹی کی جانب سے

آئی تھی۔ ضرور یہ آواز سندھیا کی تھی۔ کیوں کہ اس کی
چیخ کی آواز کے ساتھ ہی برفانی انسان کی گرج
سنائی دی۔

عنبر تیزی سے ڈھلان اترنے لگا۔ برفانی انسان کی
گرج کی دھیمی دھیمی غراہٹ اب صاف سنائی دینے
لگی تھی۔ عنبر گھاٹی کی آدھی اترائی اتر چکا تھا۔ یہاں ایک
ہموار چھوٹا سا پہاڑی میدان آ گیا جس کے کنارے پر
پہاڑ کی بلند اور اونچی دیوار میں چھوٹے چھوٹے غار بنے
ہوئے تھے۔

برفانی انسان کی غراہٹ کی آواز ان غاروں میں
کسی غار میں سے آ رہی تھی۔ عنبر دیوار کے ساتھ لگ
کر آگے بڑھنے لگا۔

ایک دم سے ایک غار میں سے سندھیا نکل کر
باہر کو دوڑی۔ اس کے پیچھے پیچھے برفانی انسان بھی
نکل آیا۔ سندھیا چیخیں مار رہی تھی۔ برفانی انسان غصے
سے گرجتا اس کی طرف بڑھا ہی تھا کہ اچانک اس
کی نظر عنبر پر پڑ گئی۔ عنبر دیوار سے ہٹ کر اس
کے سامنے آ کر کھڑا ہو گیا تھا۔ برفانی انسان کی سرخ
آنکھوں سے چنگاریاں نکلنے لگی تھیں۔ سندھیا ایک جگہ جا کر

رک گئی۔ کیوں کہ اس کے آگے گہری گھاٹی تھی۔ وہ آگے نہیں بڑھ سکتی تھی۔ اس نے عنبر کو دیکھا تو سہم گئی کہ برفانی انسان اسے ضرور ہلاک کر دے گا۔ وہ عنبر کی خفیہ طاقت سے واقف نہیں تھی۔ برفانی انسان بھی عنبر کو ایک عام کمزور انسان سمجھ رہا تھا۔ اس نے ایک قدم آگے بڑھایا اور عنبر کے سر پر پہنچ گیا۔ اس نے عنبر کے سر پر اپنا بھرپور ہاتھ مارا۔ اس کا خیال تھا کہ عنبر کی کھوپڑی پاش پاش ہو جائے گی مگر اس کی بجائے برفانی انسان کے ہاتھ کی دو انگلیاں ٹوٹ گئیں برفانی انسان کے منہ سے ایک چیخ نکل گئی۔ اس نے عنبر کو دوسرے ہاتھ سے اوپر اٹھا لیا اور زور سے زمین پر پٹخ دیا۔

عنبر فوراً ہی اٹھ کھڑا ہوا۔ برفانی انسان اسے حیرت سے تک رہا تھا۔ اس نے اپنے منہ سے زہریلے سانس کا غبار نکال کر زور سے عنبر کی طرف پھینکا۔ عنبر اسی طرح کھڑا رہا اور اس پر زہریلے سانس کا کچھ اثر نہ ہوا۔ سندھیا بھی یہ سب کچھ تعجب سے دیکھ رہی تھی۔ عنبر اب برفانی انسان پر حملہ کے لیے آگے بڑھا۔ اس نے برفانی انسان کو ایک ٹانگ سے پکڑ

کر گھما کر پہاڑ کی دیوار کے ساتھ دے مارا۔ ایک دھماکہ ہوا۔ برفانی انسان دیوار سے ٹکرا کر نیچے گرا۔ اس کے حلق سے بھیانک چیخ کی آواز نکلی اور وہ اٹھ کر عنبر کے اوپر جا گرا۔ وہ عنبر کو اپنے بوجھ تلے کچلنے کی کوشش کرنے لگا۔ مگر اسے یوں محسوس ہونے لگا جیسے وہ کسی چٹان کے سخت ٹکڑے کو کچلنے کی ناکام کوشش کر رہا ہے۔ عنبر نے نیچے سے ہی دونوں ہاتھوں سے برفانی انسان کو اٹھا لیا۔ اور اسے میدان کے کنارے پر لے آیا۔ نیچے گہری گھاٹی میں نوکیلی چٹانیں اوپر کو ابھری ہوئی تھیں۔ برفانی انسان نے اچھل کر دوسری طرف گرنے کی کوشش کی مگر عنبر کی گرفت سے نہ نکل سکا۔

عنبر نے پوری طاقت سے برفانی انسان کو نیچے گھاٹی میں پھینک دیا۔ ایک ہولناک چیخ کی آواز دور نیچے گہری گھاٹی میں گونجتی چلی گئی اور دیو قامت برفانی انسان کے جسم کے نوکیلی چٹانوں سے ٹکرا کر ٹکڑے اڑ گئے۔

اب عنبر سندھیا کی طرف بڑھا۔ وہ خوف زدہ نظروں سے عنبر کو دیکھ رہی تھی۔

"کیا تم۔ تم کوئی دیوتا ہو؟"
عنبر نے مسکرا کر کہا:
"میں بھی تمہاری طرح انسان ہوں۔ بہر حال ان باتوں کو چھوڑو۔ ہم نے تمہارے خاوند کی بھی جان بچا لی ہے۔ چلو میرے ساتھ۔"
"کیا میرا خاوند زندہ ہے؟" سندھیا نے چونک کر کہا۔
"ہاں۔ وہ تمہارا انتظار کر رہا ہے۔"
عنبر نے سندھیا کو ساتھ لیا۔ غار میں سے لومڑی کی کھال کا کمبل نکال کر اسے اوڑھایا اور ساتھ لے کر مقدس درخت والے مندر کی طرف چل پڑا۔ سندھیا نے برفانی انسان کے قابو میں آنے کی ساری دردناک کہانی عنبر کو سنائی اور کہا کہ اگر تم یہاں پہنچ کر برفانی انسان کو ہلاک نہ کرتے تو میں اس بلا کے پنجے سے کبھی نجات حاصل نہ کر سکتی تھی۔
مقدس درخت والے مندر کے خفیہ غار میں انہیں گنگو اور کیٹی بھی مل گئے۔ سندھیا نے اپنے خاوند کو دیکھا تو اس کی جان میں جان آئی۔ اسی وقت خدا کے حضور سجدہ کر کے شکر ادا کیا اور عنبر کی بلائیں لینے لگی

کہ اس کی وجہ سے ان دونوں کا پھر سے ملاپ ہوا۔ اب اس نے مقدس مورتی کے بارے میں پوچھا تو عنبر نے کہا:
"مقدس مورتی ہم نے مندر ہی میں تالاب کی تہہ میں چھپا کر رکھی ہوئی ہے۔ پجاری تمہاری اور مقدس مورتی کی تلاش میں ہے۔ اس لیے تم لوگ ہمارے ساتھ جانے کی بجائے اسی جگہ چھپے رہو۔ میں اور میری بہن کیٹی، ہم مندر جاتے ہیں اور مقدس مورتی لا کر تمہارے حوالے کرتے ہیں۔"
انہوں نے سندھیا اور اس کے خاوند کو اسی جگہ چھوڑا اور خود مندر کی طرف چل پڑے۔ وہ ماریا کے بارے میں سخت پریشان تھے مگر انہوں نے اپنی پریشانی سندھیا اور اس کے خاوند پر ظاہر نہیں ہونے دی تھی۔

○

پجاری کی آخری چیخ

جب رات کا اندھیرا پھیل گیا تو عنبر تالاب میں اُترا۔ چونکہ ماریا نہیں تھی اس لیے عنبر کو تالاب میں اُترنا پڑا۔ مقدس مورتی پانی کی تہہ میں ناگ کے ڈبے کے پاس اسی طرح پڑی تھی۔ عنبر کو معلوم نہ ہو سکا کہ ڈبے کے اندر بند ناگ کی بسانپ کی لاش میں آہستہ آہستہ زندگی واپس آ رہی ہے۔ اگرچہ وہ ابھی تک بے ہوش تھا مگر اس کی آنکھوں کی روشنی واپس آ چکی تھی۔

عنبر مقدس مورتی کو لے کر تالاب سے باہر آگیا۔ کیٹی باہر پہرہ دے رہی تھی۔ اس وقت رات کے دس بج رہے تھے۔ عنبر خود مقدس مورتی کو لے کر گنگو کے پاس گیا۔ مقدس مورتی کو دیکھ کر گنگو اور سندھیا بہت خوش ہوئے۔ وہ اسی وقت مورتی کو کیلاش پربت کی چوٹی پر برف میں دفن کرنے روانہ ہو گئے۔

عنبر واپس مندر کی کوٹھڑی میں کیٹی کے پاس آگیا۔

دوسری طرف پجاری بے حد پریشان تھا۔ اس کے ہاتھ سے سب کچھ نکل گیا تھا۔ اس نے تاریکی کے دیوتا "مارا" کا منتر پڑھ کر فال نکالی تو اسے پتہ چلا کہ گنگو اور اس کی بیوی سندھیا مقدس مورتی لے کر کیلاش پربت کی طرف جا چکے ہیں اور وہ انہیں اب پکڑ نہیں سکتا۔ کیوں کہ مہاتما بدھ کی مقدس مورتی ان کی حفاظت کر رہی ہے۔ ان کے پیچھے جانا بیکار ہے۔ پجاری نے ایک اور منتر پڑھ کر یہ فال نکالی کہ گنگو اور سندھیا کو مندر سے مورتی سمیت فرار کرانے میں کس نے مدد دی۔ اس فال کا اسے جواب ملا کہ ان کی مدد یاتری عنبر اور اس کی بہن کیٹی نے کی تھی جو اصل میں یاتری نہیں ہیں بلکہ ایک خاص مقصد لے کر اس مندر میں آئے ہیں۔

پجاری نے سوال کیا:

"ان دونوں بہن بھائی کا اصل مقصد کیا ہے؟"

کتاب کی فال میں سے دیوتا مارا نے جواب دیا کہ مندر کے مقدس تالاب میں ایک خفیہ بکس چھپا ہوا ہے۔ وہ اس بکس کے لیے یہاں آئے ہیں۔

پجاری نے پوچھا:

"اس بکس میں کیا ہے؟"

اس کے جواب میں دیوتا مارا نے کوئی جواب نہ دیا۔ جلتی موم بتی بجھ گئی۔ پجاری چپ ہو گیا۔ سمجھ گیا کہ یہ کوئی ایسا راز ہے جس کو تاریکی کا دیوتا بھی ظاہر نہیں کر سکتا۔

پجاری نے ایک بار پھر سوال کیا۔

"کیا یہ دونوں کوئی بدروح ہیں؟"

دیوتا "مارا" کی طرف سے اس کی بھی کوئی جواب نہ آیا۔ اس کا مطلب تھا کہ دیوتا "مارا" جا چکا تھا۔ پجاری کو اس کے سوال کا جواب نہ مل سکا۔ مگر اس کی نگاہ اب تالاب میں چھپے ہوئے خفیہ بکس پر تھی۔ اسے یقین تھا کہ جس بکس کو مقدس تالاب کی تہہ میں چھپایا گیا ہے ضرور اس میں قیمتی ہیرے جواہرات ہوں گے۔ پجاری ایک لالچی انسان تھا اور اسے دنیا میں صرف دولت سے پیار تھا۔ اس نے ہر قیمت پر تالاب کے نیچے چھپائے گئے بکس کو حاصل کرنے کا فیصلہ کر لیا۔ یہ راز وہ کسی کو نہیں بتانا چاہتا تھا تاکہ اس کی دولت میں کوئی دوسرا آدمی شامل نہ ہو سکے۔ اس نے فیصلہ کیا کہ وہ خود ہی آدھی رات کو تالاب میں اُتر کر خفیہ بکس نکال لائے گا۔

رات آدھی گذر چکی تھی۔

عنبر اور کیپٹ اپنی کوٹھڑی میں بستروں پر لیٹے ماریا کے بارے میں باتیں کر رہے تھے کہ وہ کہاں گم ہو سکتی ہے۔ کوٹھڑی کا بلب بجھا دیا گیا تھا۔ دونوں اپنی اپنی چارپائیوں پر لیٹے تھے۔ عنبر کو ماریا کا بہت فکر تھا کہ خدا جانے کہاں اور کس جگہ چلی گئی ہے۔ کس حالت میں ہو گی۔

ٹھیک اس وقت مندر کا لالچی پجاری اپنے جسم کے گرد پلاسٹک لپیٹ کر تالاب کے ٹھنڈے پانی میں اُتر رہا تھا۔ وہ سیدھا تالاب کی تہہ میں آ گیا۔ دیکھا کہ کونے میں پتھر کے ساتھ بندھا پلاسٹک کے لفافے میں لپٹا ایک چھوٹا سا بکس پڑا تھا۔ پجاری نے جلدی سے بکس کی رسی کو چاقو سے کاٹا۔ اور اسے لے کر تالاب سے باہر نکل آیا۔ وہ اندھیرے میں تیز تیز قدم اٹھاتا اپنی کوٹھڑی میں آ گیا جہاں بجلی کا ہیٹر گرم تھا۔ اس نے بکس ایک طرف رکھ کر کپڑے تبدیل کیے اور جسم کو گرم کیا۔ پھر بکس کے گرد لپٹا پلاسٹک اتار کر پرے پھینکا اور دھڑکتے دل کے ساتھ بکس کا ڈھکنا کھول دیا۔

ایک دم سے اس نے بکس چوکی پر رکھ دیا اور خود
پیچھے ہٹ گیا۔
کیوں کہ بکس میں سبز رنگ کا ڈیڑھ فٹ لمبا سانپ
لپٹا ہوا تھا جس میں کسی قسم کی کوئی حرکت نہیں تھی۔
پجاری نے آگے آ کر سانپ کو غور سے دیکھا۔ اسے
انگلی سے ہلایا۔ سانپ بے حرکت رہا۔ یہ ناگ تھا
جو ابھی پوری طرح ہوش میں نہیں آیا تھا۔ صرف اس
کی آنکھیں زندہ اور روشن ہو گئی تھیں۔ وہ دیکھ سکتا
تھا۔ مگر نہ تو ابھی اپنی گردن ہلا جلا سکتا تھا اور نہ کسی
قسم کی خوشبو سونگھ سکتا تھا۔ اس کا باقی کا سارا جسم ابھی
برف کی طرح ٹھنڈا تھا۔
پجاری سوچنے لگا کہ دیوتا "مارا" نے اگر یہ کہا تھا
کہ اس بکس میں ایک بے حد قیمتی شے رکھی ہوئی ہے
تو ضرور یہ سانپ بہت ہی نایاب قسم کا سانپ ہوگا۔
مگر یہ تو مر چکا ہے۔ پجاری نے یہ سوچ کر سانپ
کی گردن کو چھڑی سے ہلایا۔ اس نے دیکھا کہ سانپ
کی آنکھیں چمک رہی تھیں۔ سانپ اسے اپنی مقناطیسی
چمکیلی آنکھوں سے تک رہا تھا۔
"یہ تو زندہ سانپ ہے۔ مگر یہ سانپ خفیہ طور

پر ڈبے میں بند کر کے تالاب کی تہہ میں کیوں
چھپایا گیا تھا؟"
پجاری سوچ رہا تھا۔ ابھی تک وہ یہ نہیں سمجھ سکا
تھا کہ سانپ کی اہمیت کیا ہے اور دیوتا نے اسے
ایک قیمتی شے کیوں کہا تھا۔ لیکن اس نے فیصلہ
کر لیا کہ وہ سانپ کو اپنے پاس چھپا کر رکھے گا۔ ساتھ
ہی اس نے یاتری عنبر اور اس کی بہن کیٹی کی نئے
سرے سے نگرانی کروانے کا بھی فیصلہ کیا۔ وہ یہ دیکھنا
چاہتا تھا کہ جب ان بہن بھائی کو معلوم ہو گا کہ تالاب
میں سانپ والا بکس نہیں ہے تو وہ کیا کریں گے؟ یہ
بات بھی پجاری کے لیے ایک معمہ تھا کہ عنبر اور کیٹی
یہ سانپ بکس لے کر وہاں کس لیے آئے تھے اور انہوں
نے اسے مندر کے تالاب میں کس لیے چھپایا ہوا تھا۔
مقدس مورتی تو پجاری کے ہاتھ سے نکل گئی تھی اب
وہ اس کا انتقام عنبر اور اس کی بہن کیٹی سے لینا
چاہتا تھا کیوں کہ ان دونوں کی وجہ سے اسے اتنا بڑا
صدمہ پہنچا تھا۔ اور وہ کروڑوں روپے کی مقدس مورتی
سے محروم ہو گیا تھا۔
ادھر راتوں رات گنگو اور اس کی بیوی نے مقدس

مورتی کو کیلاش پربت کی سب سے اونچی چوٹی کی برف
میں جا کر دفن کر دیا اور پہاڑ کی دوسری طرف اُتر کر
تبت کے ملک کی طرف نکل گئے۔

ماریا ابھی تک برفانی غار کے کنوئیں میں بند تھی
اس نے محسوس کیا کہ کنوئیں کے اندر کی جو ہوا ہے اس
میں کنوئیں کے پتھروں سے نکل نکل کر کوئی گیس شامل
ہو رہی ہے جس کی بُو بڑی ناگوار تھی اور ماریا کے
جسم کی نظر نہ آنے والی لہروں پر بھی اس کا اثر ہو
رہا تھا۔ اس نے کتنی بار اس کنوئیں میں سے باہر نکلنے
کی کوشش کی تھی مگر ہر بار ناکام رہی تھی۔ عنبر اور کیٹی
کی طرف سے اسے اطمینان تھا کہ وہ کہیں نہیں جائیں
گے اور کم از کم چھ ماہ تک ابھی مندر ہی میں رہیں
گے۔ کیوں کہ ناگ کے بکس کو چھ ماہ کے بعد تالاب
میں سے نکالنا تھا۔ پھر بھی وہ ہر وقت یہی سوچتی رہتی
کہ کنوئیں میں سے کس طریقے سے باہر نکل سکتی ہے
اس کی کوئی ترکیب کامیاب نہیں ہو رہی تھی۔ وہ تو ب
کے اندر بند ہو گئی تھی۔

ایک ہفتہ گذر گیا۔

اس عرصے میں عنبر اور کیٹی نے کئی بار برفانی غار
کے اندر اور اس کے آس پاس جا کر ماریا کو تلاش
کرنے کی کوشش کی۔ ان کا خیال تھا کہ شاید کسی طرف
سے اس کی خوشبو آ جائے یا وہ انہیں دیکھ کر ان کے
پاس آ جائے مگر ماریا تو بالکل ہی غائب ہو گئی تھی۔
انہیں یقین ہو گیا کہ ماریا اس علاقے میں نہیں ہے۔
کسی جادو یا طلسم کی وجہ سے اسے وہاں سے اغوا کر
لیا گیا ہے۔

کیٹی نے کہا: "عنبر بھیا! اگر ماریا اس علاقے
میں ہوتی تو وہ ہمارے پاس مندر میں ضرور
پہنچ جاتی۔"

عنبر اداس آواز میں بولا:
"میرا بھی یہی خیال ہے۔ مگر آخر وہ کون تھا
جس نے اپنے طلسم میں جکڑ کر اسے ہم سے
جدا کر دیا۔"

کیٹی نے کہا: "اس کے بارے میں ہم کچھ
نہیں کہہ سکتے۔ ہماری ساری زندگی طلسم اور جادو
میں لپٹی ہوئی ہے۔ کئی بار ہم ایک دوسرے

سے جدا ہوئے اور پھر آپس میں مل گئے۔ اس
لیے ہمیں یہی امید رکھنی چاہیے کہ ماریا بھی ایک
نہ ایک روز اپنے آپ ہمارے پاس واپس آ
جائے گی۔"

عنبر نے کہا: "ابھی ہمیں پانچ ماہ تک یہاں
رہنا ہے۔ کیوں کہ ناگ کے پوری طرح زندہ
ہونے کے لیے اس کا چھ ماہ تک تالاب میں
رہنا ضروری ہے۔"

پھر وہ کچھ سوچ کر بولا:

"کہیں یہ پجاری کی شرارت تو نہیں ہے؟ کہیں
اس نے کوئی طلسمی چکّر کر کے ماریا کو غائب تو
نہیں کر دیا؟"

کیٹی بولی: "اگر وہ ماریا کو غائب کر سکتا ہے تو
پھر اسے ناگ کے بارے میں بھی معلوم ہو گیا
ہو گا اور ہو سکتا ہے کہ اس نے ناگ
کو بھی تالاب سے گم کر دیا ہو۔"

اس خیال کے ساتھ ہی عنبر فکر مند ہو گیا۔ بولا:
"ہمیں آج رات تالاب میں اُتر کر دیکھنا ہوگا
کہ ناگ کا ڈبہ پانی کی تہہ میں ہے یا نہیں؟"

کیٹی نے کہا: "اس کے لیے ہمیں رات کے اندھیرے
کا انتظار کرنا ہو گا۔"

"ہاں" عنبر بولا، "آج رات میں پانی میں اُتر کر
تالاب میں دیکھوں گا۔"

جب رات ہوئی اور تاریکی نے چاروں طرف پہاڑیوں
میں اپنی سیاہ چادر ڈال دی تو عنبر دبے پاؤں کوٹھڑی
سے نکل کر تالاب کے کنارے آ گیا۔ اس نے چاروں طرف
دیکھا۔ مندر کے صحن میں سنّاٹا اور اندھیرا چھایا ہوا تھا۔
وہ آہستہ سے تالاب کے یخ پانی میں اتر گیا جو اسے
بالکل ٹھنڈا نہیں لگ رہا تھا۔ جونہی وہ تالاب کی تہہ
میں پہنچا تو اس کا دل دھک سے رہ گیا۔

ناگ کا ڈبہ غائب تھا۔

اس نے سارے تالاب کو کھنگال ڈالا۔ ناگ کا ڈبہ
کہیں نہیں تھا۔ پتھر کے ساتھ جو رسّی بندھی تھی وہ کٹی
ہوئی تھی۔ صاف لگتا تھا کہ کوئی رسّی کاٹ کر ڈبہ نکال
کر لے گیا ہے۔ وہ تالاب سے نکل کر جلدی جلدی کوٹھڑی
میں آ گیا اور کیٹی کو یہ بڑی خبر سنائی کہ ناگ بھی
غائب ہے۔

کیٹی دھک سے رہ گئی:

"مگر— مگر تالاب میں سے ڈبہ کس نے نکال لیا؟"

"یہ کارستانی بھی پجاری کی لگتی ہے۔ ضرور اس نے کوئی منتر پڑھ کر معلوم کر لیا ہو گا کہ تالاب میں ناگ کا ڈبہ پڑا ہے۔"

"مگر عنبر بھیا! ناگ کو نکالنے کی اسے کیا ضرورت تھی۔؟"

عنبر بولا: "ایک بات صاف ظاہر ہے کہ پجاری ہمیں اپنا دشمن سمجھ رہا ہے۔ اسے یہ بھی پتہ چل چکا ہو گا کہ سندھیا اور اس کے خاوند کو ہم نے بھگایا ہے اور ہم نے ہی مقدس مورتی سے اسے محروم کیا ہے۔ بس وہ ہم سے بدلا لینا چاہتا ہے۔ اسی لیے اس نے کوئی خفیہ چلہ کیا ہو گا اور پہلے ماریا کو غائب کیا اور اب ناگ کو نکال کر لے گیا ہے۔"

کیٹی پریشان ہو کر بولی:

"پھر تو وہ ناگ کے جسم کے ٹکڑے اڑا دے گا اب ہم کیا کریں؟ ناگ دوبارا کبھی زندہ نہیں ہو سکے گا۔"

عنبر فکر مند ہو کر چارپائی پر بیٹھ گیا پھر کہنے لگا:

"ہمیں اس پجاری کو اب اغوا کر کے اس سے ماریا اور ناگ کے بارے میں پوچھ گچھ کرنی ہو گی۔"

"مگر ہم اسے کیسے اغوا کریں گے؟" کیٹی نے پوچھا۔

عنبر نے کہا: "یہ کوئی مشکل بات نہیں ہے۔ میں کل اسے کسی بہانے مندر سے باہر دور پہاڑیوں میں لے جاؤں گا۔ پھر اسے قابو کر کے کسی غار میں بند کر کے اس سے پوچھ گچھ کروں گا۔"

"اگر اس نے ماریا اور ناگ کے بارے میں کچھ نہ بتایا تو؟"

"تو پھر میں اسے زندہ نہیں چھوڑوں گا۔" عنبر نے کہا۔

کیٹی کہنے لگی: "یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ پجاری کو کچھ بھی علم نہ ہو یہ کام کسی دوسرے شخص کا ہو۔"

"نہیں۔ مجھے یقین ہے یہ کام پجاری کا ہے۔"

عنبر بڑبڑایا۔

ادھر یہ باتیں ہو رہی تھیں اور ادھر پجاری ایک اور

چلہ کر رہا تھا۔ وہ مندر کی سب سے بڑی مورتی دکھشنی
کے آگے ہرمل اور لوبان سلگائے بیٹھا منتر پڑھ رہا
تھا۔ جب وہ منتر پڑھ چکا تو اس نے مورتی کی
طرف دیکھا اور کہا:

"اے انتقام کی دیوی دکھشنی! میں اپنے دشمنوں
عنبر اور اس کی بہن سے کیسے بدلہ لے سکتا
ہوں۔ کیا یہ دونوں بدروحیں ہیں؟"

"تم مورکھ ہو۔ تم ان کو نہیں جانتے۔ کوئی
ان کے بارے میں نہیں جانتا۔ جاؤ اپنے سامنے
رکھی طشتری میں سے تھوڑا سا لوبان لے کر ان
کی کوٹھڑی میں سلگا کر پھینک دو۔ وہ فوراً
بے ہوش ہو جائیں گے۔ مگر تم انہیں مار
نہیں سکو گے۔ اس لیے اس ارادے کو چھوڑ
دو۔"

پجاری بولا: "انتقام کی دیوی! میں انہیں اگر مار
نہیں سکتا تو کم از کم انہیں ہمیشہ کے لیے قید میں
تو ڈال سکتا ہوں۔"

دیوی دکھشنی کی آواز آئی:

"ایسا تم صرف اسی صورت میں کر سکتے ہو کہ

عنبر اور اس کی بہن ہر وقت بے ہوش رہیں
کیوں کہ جب انہیں ہوش آ گیا تو وہ تمہاری
قید سے آزاد ہو جائیں گے اور تمہیں زندہ
نہیں چھوڑیں گے۔"

پجاری نے کہا: "میں انہیں ہمیشہ بے ہوش رکھوں
گا دیوی!"

دیوی دکھشنی کی آواز آئی:

"تو پھر ان کے تہہ خانے میں لوبان ہمیشہ سلگتا
رہنا چاہیے۔ صرف میری طشتری سے اٹھا کر سلگایا
گیا لوبان ہی ان دونوں کو ہمیشہ کے لیے بے ہوش
رکھ سکتا ہے۔"

پجاری نے کہا: "دیوی! میں ایسا ہی کروں گا۔
میں انہیں بے ہوش کر کے ساری زندگی اپنی
قید میں رکھوں گا۔ میں انہیں نہ ماروں گا نہ
زندہ چھوڑوں گا۔ لیکن دیوی! تالاب میں جو سانپ
ڈبے میں رکھا گیا تھا۔ اس میں کیا راز ہے؟"

دیوی دکھشنی کی آواز آئی:

"اس راز کو میں بھی نہیں جانتی۔ یہ راز میری
عقل اور میری پہنچ سے باہر ہے۔ اب میں

جاتی ہوں اور ہاں۔ مجھے بار بار چلّا کر کے
مت بلانا۔ میں یہاں سے بہت دُور آکاش
کے ایک سیارے میں رہتی ہوں۔ مجھے بہت
دور سے آنا پڑتا ہے۔"

اور اس کے ساتھ ہی دیوی دکھشنی کی مورتی کے
چہرے پر جو ہلکی سی سرخ روشنی آ گئی تھی وہ بجھ گئی۔
دکھشنی دیوی جا چکی تھی۔

پجاری نے اسی وقت طشتری میں سے سلگتا ہوا
لوبان اٹھایا اور عنبر کی کوٹھڑی کی طرف چلا۔ اس وقت
رات کا پچھلا پہر تھا۔ کوئی چار بج رہے ہوں گے۔ عنبر
اور کیٹی باتیں کرتے کرتے یونہی تھوڑی دیر کے لیے سو
گئے تھے۔ پجاری نے کوٹھڑی کے اندر اندھیرا دیکھا تو
سلگتا ہوا لوبان دروازے کے نیچے سے اندر پھینک دیا۔
لوبان اندھیرے میں سلگ کر دھواں پھیلانے لگا۔ عنبر اور
کیٹی کی آنکھیں بند تھیں۔ انہیں سونے کی ضرورت نہیں
ہوتی تھی مگر کبھی کبھی محض وقت گذارنے کے لیے وہ
آنکھیں بند کر کے سو جاتے تھے۔ اس وقت بھی وہ
بے سدھ ہو کر سو رہے تھے۔

لوبان کے دھوئیں میں دیوی دکھشنی کے منتروں کا

اثر بھی شامل تھا۔ جونہی یہ دھواں عنبر اور کیٹی کے
نتھنوں میں گھسا وہ بے ہوش ہو گئے۔ انہیں کچھ ہوش
نہ رہا کہ وہ کہاں پر ہیں اور کس حالت میں ہیں۔

پجاری نے ایک سلاخ کی مدد سے اندر لگی کنڈی
اکھاڑ کر دروازہ کھول دیا۔ لوبان کو بجھایا اور عنبر اور کیٹی
کو اپنے اپنے بچھونوں پر بے ہوش پایا۔ اس کام میں وہ
کسی کو شریک نہیں کرنا چاہتا تھا۔ چنانچہ اندھیرے ہی
میں باری باری عنبر اور کیٹی کو اٹھا کر پجاری مندر کے
ایک سب سے نچلے اور خفیہ تہہ خانے میں لے گیا۔
دونوں کو وہاں ایک طرف ڈال کر اس نے لوبان سلگا
دیا اور خود باہر نکل آیا۔ باہر سے اس نے لوہے کے
دروازے کو تالا لگا دیا۔ وہ بہت خوش تھا۔ اس نے
آخر اپنے دشمنوں سے بدلہ لے لیا تھا۔ اب اس کے
دشمن تہہ خانے سے کبھی باہر نہیں نکل سکیں گے۔ وہ
نہ زندوں میں ہوں گے نہ مُردوں میں۔

پجاری نے ایک مکروہ قہقہہ لگایا اور تہہ خانے کی
سیڑھیاں چڑھنے لگا۔ اس نے عنبر کی کوٹھڑی میں جا کر
ایک بار پھر تلاشی لی۔ وہاں کچھ بھی نہیں تھا۔ عنبر اور
کیٹی نے نیپال کے شہر کھٹمنڈو سے کیلاش پربت کے

اس مندر کی طرف آتے ہوئے جس ہوٹل میں قیام کیا
تھا اسی ہوٹل کے مینجر کے پاس اپنا بریف کیس امانت
کے طور پر رکھوا دیا تھا۔ اس بریف کیس میں ان کے کاغذات
اور ویزا لگے پاسپورٹ بھی تھے۔ چنانچہ جب پجاری کو
وہاں سے کچھ نہ ملا تو وہ کوٹھڑی کو تالا لگا کر فتح مندی
سے مسکراتا ہوا واپس اپنی کوٹھڑی کی طرف چلا گیا۔

دو روز گزر گئے۔ اس دوران میں پجاری نے تہہ
خانے میں جا کر دیوی کی طشتری سے لیا ہوا لوبان دوسری
بار جا کر سلگا دیا تھا۔ اس نے دیکھا کہ عنبر اور کیٹی
اسی طرح بے ہوش پڑے تھے۔

ناگ جس ڈبے میں بند تھا وہ پجاری کی کوٹھڑی
میں رکھا ہوا تھا۔ ایک دن اسے خیال آیا کہ اس نے
اس مُردہ سانپ کو خواہ مخواہ اپنے پاس کس لیے رکھا ہوا
ہے۔ چنانچہ اس نے ڈبہ اٹھایا اور اسے مندر کی دیوار
کے پاس آ کر نیچے گھاٹی میں پھینک دیا۔ ڈبہ دور
نیچے پتھروں میں گرتے ہی ٹوٹ گیا اور اس کے اندر
سے سانپ ناگ کا نیم بے ہوش جسم نکل کر جھاڑیوں
میں اُلجھ گیا۔ شام تک ناگ کا بے ہوش جسم اسی
جگہ پڑا رہا۔

اب اس کے دوبارا زندہ ہونے کا وقت آ گیا تھا۔
اس کے جسم میں گرم خون تیزی سے گردش کرنے لگا
تھا۔ اس کی آنکھوں کی بینائی واپس آ گئی تھی۔ اس کی
سونگھنے کی طاقت بھی واپس آ گئی تھی۔ اس نے گردن
اٹھا کر چاروں طرف دیکھا۔ وہ یہ دیکھ کر حیران سا ہو
کر رہ ہو گیا کہ وہ ایک گہری پہاڑی گھاٹی میں جھاڑیوں
میں پڑا ہے۔ اسے خواب کی طرح یاد آنے لگا کہ وہ
پائپ میں رینگتا ہوا اوپر چڑھا تھا۔ پھر اس نے
پائپ کے سرے میں سے اپنا سر باہر نکالا ہی تھا کہ
اس کی گردن پر کسی نے حملہ کر دیا تھا اور پھر وہ بے ہوش
ہو گیا تھا۔ اب اسے خیال آنے لگا کہ کہیں ایسا تو
نہیں ہے کہ اس کے کٹے ہوئے جسم کو لے کر عنبر
کیٹی۔ اور ماریا کیلاش پربت آ گئے ہوں۔ مگر وہ تالاب
سے باہر کیوں ہے؟ ہو سکتا ہے چھ ماہ پورے ہونے
کے بعد عنبر ماریا نے اسے باہر نکال لیا ہو۔ ورنہ اگر
چھ ماہ پورے نہ ہوتے تو اس کی گردن کیسے جڑ سکتی تھی؟
وہ دوبارا زندہ کیسے ہو سکتا تھا؟ اگر یہ بات ہے تو
عنبر کیٹی ماریا کہاں ہیں؟ انہیں وہاں موجود ہونا چاہیے
تھا۔

پھر ناگ نے پتھروں میں ایک ٹوٹا ہوا ڈبہ پڑا
دیکھا۔ اس کا مطلب ہے کہ کسی نے مجھے ڈبے میں بند
اوپر سے نیچے گرایا ہے۔ یہ کام کسی دشمن کا ہو سکتا
تھا۔ عنبر ماریا ایسا نہیں کر سکتے تھے۔ ہر شے معمہ بن
رہی تھی۔ ناگ کی سمجھ میں سوائے اس کے کچھ نہیں آ
رہا تھا کہ وہ مر چکا تھا مگر کسی وجہ سے دوبارا زندہ
ہو گیا ہے۔

اس نے اوپر کی طرف رینگنا شروع کر دیا۔ آسمان
پر گہرے سیاہ بادلوں کی وجہ سے دن کی روشنی پھیکی
پھیکی تھی۔ سب سے پہلے وہ یہ معلوم کرنا چاہتا تھا
کہ وہ کس مقام پر ہے؟ آیا یہ کیلاش پربت کے
مقدس تالاب والا مندر ہے یا کوئی دوسری جگہ ہے
اس نے گہرے سانس لے کر عنبر ماریا اور کیٹی کی خوشبو
سونگھنے کی بھی کوشش کی۔ اسے کسی کی خوشبو نہیں آ
رہی تھی۔ وہ بڑا حیران ہوا کہ یہ لوگ کہاں ہیں؟

ناگ رینگتا ہوا گھاٹی کے اوپر آ گیا۔ اس نے
دیکھا کہ یہ وہی کیلاش پربت والے مندر کا صحن تھا۔
ایک طرف کوٹھڑیاں بنی ہوئی تھیں۔ یہاں ایک بار پہلے
بھی جب اس کا جسم کٹ گیا تھا تو عنبر ماریا لے کر

آئے تھے اور اسے چھ ماہ تک تالاب کے مقدس پانی کے
اندر رکھا گیا تھا۔ ایک طرف تالاب بھی موجود تھا۔ معمہ
اور زیادہ الجھ رہا تھا۔ اگر عنبر ماریا اسے لے کر
یہاں آئے تھے تو پھر اسے گھاٹی میں کس لئے بے دردی
سے پھینک دیا؟ عنبر ماریا کیٹی کہاں تھے؟ کیا یہاں
کوئی دشمن چھپا بیٹھا ہے؟

ناگ نے مندر کے بڑے دروازے کی طرف منہ کر کے
گہرا سانس لیا تو اسے فضا میں عنبر اور کیٹی کی ہلکی ہلکی
خوشبو محسوس ہوئی۔ پہلی بات تو یہ تھی کہ اس خوشبو
میں ماریا کی خوشبو شامل نہیں تھی۔ دوسری بات یہ تھی
کہ عنبر اور کیٹی کی خوشبو اتنی ہلکی اور بے معلوم تھی
کہ لگتا تھا وہ زمین کی گہرائی میں کسی جگہ پر موجود ہیں۔

کیا انہیں کسی نے قید میں ڈال رکھا ہے؟

یہ خیال بجلی کی طرح ناگ کے دماغ میں چمکا اور
اس نے خوشبو کی طرف بڑھنا شروع کر دیا۔ اسے یہ
بھی خطرہ تھا کہ کوئی اسے دیکھ کر اس پر حملہ نہ کر
دے۔ وہ برآمدے کی دیوار پر سے ہوتا ہوا چھت پر آ
گیا اور اس کے ساتھ چمٹ کر آگے رینگنے لگا۔ جوں جوں
وہ آگے بڑھ رہا تھا عنبر اور کیٹی کی خوشبو صاف صاف

ہوتی جا رہی تھی۔

یہ خوشبو ناگ کو ایک زینے کی طرف لے گئی جو ایک جگہ دیوار کے ساتھ نیچے زمین میں اتر گیا تھا۔ زینے میں گھپ اندھیرا تھا۔ ناگ زینے کی سیڑھیوں پر رینگتا ایک لوہے کے دروازے کے سامنے آگیا۔ عنبر اور کیپٹن کی خوشبو اس دروازے میں سے نکل رہی تھی۔ اس کے ساتھ ہی ایک عجیب قسم کی ناگوار بُو بھی باہر آ رہی تھی۔ یہ بُو اتنی تیز تھی کہ ناگ کا سر چکرانے لگا۔ وہ پلٹ کر سیڑھیوں میں آگیا۔

یہاں آکر اس نے گہرا سانس چھوڑا اور اپنی انسانی شکل اختیار کر لی۔ ناگ جب کبھی سانپ کی شکل سے واپس انسانی شکل میں آتا تھا تو اس نے وہی کپڑے پہنے ہوتے تھے جو سانپ بنتے وقت اس نے پہنے ہوتے تھے۔ چنانچہ اس وقت بھی وہ اس لباس یعنی پتلون قمیض اور گرم جیکٹ میں تھا جو اس نے کراچی میں پہنی ہوئی تھی۔

ناگ نے جلدی سے رومال نکال کر ناک منہ کے آگے باندھا تاکہ بند تہہ خانے کے دروازے کے نیچے سے جو تیز بُو والا ہلکا ہلکا دھواں آ رہا ہے اس

سے بچاؤ کیا جا سکے۔ پھر اس نے دروازے پر لگے تالے کو ہاتھ سے مروڑ کر توڑ ڈالا اور دروازہ کھول دیا۔

وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ تہہ خانے کے فرش پر عنبر اور کیپٹن بے ہوش پڑے تھے اور ان کے قریب ہی زمین پر لوبان سلگ رہا تھا جس کا دھواں سارے کمرے میں پھیلا ہوا تھا۔ اس نے جلدی سے لوبان پر پاؤں رکھ کر اسے بجھا دیا۔

اچانک اوپر کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ کوئی زینے کی طرف آ رہا تھا۔ ناگ نے بڑی تیزی سے اپنی شکل تبدیل کر لی۔ وہ ایک بار پھر سانپ بن کر زینے کی چھت سے چمٹ گیا۔ سیڑھیوں پر سے اسے ایک ہٹا کٹا آدمی اترتا دکھائی دیا۔ اس کے ساتھ ایک دوسرا آدمی بھی تھا جس نے اپنے ہاتھ میں کلہاڑی تھام رکھی تھی۔ انہوں نے تہہ خانے کے دروازے کو کھلا دیکھا تو بھاگ کر تہہ خانے میں آ گئے۔ انہوں نے بھی اپنے منہ اور ناک پر رومال باندھ رکھے تھے۔

ان میں سے ایک پجاری کا اور دوسرا اس کا ایک قاتل ساتھی تھا جس کی مدد سے پجاری کئی دشمنوں کو قتل کرا کے اپنے راستے سے ہٹا چکا تھا۔ وہ قاتل ساتھی کو اسی

لیے اپنے ساتھ لایا تھا کہ اگرچہ دیوی دکشنی نے کہا ہے
کہ وہ ان دونوں کو مار نہیں سکتا مگر وہ انہیں کلہاڑی
سے ٹکڑے ٹکڑے کرنے کی کوشش ضرور کرنا چاہتا تھا۔
دونوں دشمنوں کو تہہ خانے میں بے ہوش دیکھ کر
اس کی جان میں جان آئی مگر وہ پریشان تھا کہ تہہ خانے
کا دروازہ کس نے توڑا۔ لوبان کو کس نے بجھا دیا۔
وہ بولا:
"ضرور یہاں کوئی آیا تھا اور ہمیں دیکھ کر بھاگ
گیا ہے۔"
قاتل ساتھی نے کہا:
"کچھ بھی ہو مہاراج! ہمیں اپنا کام شروع کر دینا
چاہیے۔"
پجاری نے کہا:
"ہاں — نہ رہے گا بانس، نہ بجے گی بانسری — تم
اپنا کام شروع کرو اور میرے بیہوش دشمنوں کے
جسم کلہاڑی سے ٹکڑے ٹکڑے کر ڈالو۔"
کسی انسان کو مارنا خدا کو پسند نہیں ہے۔ کیونکہ زندگی
خدا کی نعمت ہے۔ جب کوئی شخص کسی کی جان لیتا
ہے تو خدا اس کو اس ظلم کی ضرور سزا دیتا ہے۔ پجاری

اور اس کا قاتل ساتھی کئی لوگوں کی جان لے چکے تھے
اور خدا کی طرف سے ان کو سزا دینے کا وقت آن
پہنچا تھا۔
ناگ ان کی گفتگو سن رہا تھا۔ وہ اندھیرے میں چھت
سے چمٹا ہوا تھا۔ اسے خوب معلوم تھا کہ اگرچہ عنبر
کا جسم نہیں کٹ سکے گا مگر کیٹی کے جسم پر کلہاڑی کا
وار اثر کرے گا اور اس کے جسم کے ٹکڑے ہو جائیں
گے۔ یہ وہ کبھی برداشت نہیں کر سکتا تھا۔ ناگ کو
کسی انسان کی جان لینا ہرگز پسند نہیں تھا اور عنبر کیٹی
تو اس کے بھائی بہن تھے۔ اس کو ایک خطرہ بھ
تھا کہ کسی نے اسے دیکھ لیا تو اس پر بھ
وار پڑ سکتا ہے۔
چنانچہ یہ سب کچھ سوچ سمجھ کر
کر تہہ خانے کے اندر آ گیا۔ لوبان
زینے کے ذریعے باہر نکل گیا تھا۔ وہ
آسانی سے سانس لے سکتا تھا۔ پجاری کے ا
ساتھی کلہاڑی لیے آگے بڑھا۔ وہ کم بخت سیدھا
کے پاس آ گیا۔ اس کا مطلب تھا کہ پہلے کیٹی کی
باری تھی اور کیٹی کلہاڑی کے وار سے نہیں بچ سکتی

تھی۔ ناگ عنبر کے بے ہوش جسم کے پیچھے چھپا ہوا تھا۔
پجاری نے کہا:
"منگو جلدی سے ان دونوں کا کام تمام کرو۔
لوبان کا دھواں ختم ہو گیا ہے۔ یہ لوگ ہوش
میں آ کر کوئی نئی مصیبت نہ کھڑی کر دیں۔"
قاتل منگو نے جلدی سے وار کرنے کے لیے کلہاڑی
اوپر اٹھائی۔ اس کا نشانہ کیٹی کی گردن تھی۔ مگر اس کا
ہاتھ اوپر اٹھے کا اٹھا رہ گیا۔ وہ اپنی جگہ سے ایک
انچ آگے نہ حرکت کر سکا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ ناگ
کام کر چکا تھا۔ اس نے قاتل ساتھی کے پاؤں پر
"پچھ ... بجاری کے دیکھتے دیکھتے اس کا ساتھی کلہاڑی
چاہیے۔" فرش پر گر پڑا۔ وہ ڈر گیا۔ اسے
پجاری نے کہا گئی کہ تم عنبر اور اس کی بہن کو
"ہاں — نہ گے۔ وہ باہر کو بھاگا مگر ناگ نے سیڑھیوں
اپنا کام پکڑ لیا اور پھن اٹھا کر اس کے سامنے
جسم کا
کر
پجاری کا سانس خشک ہو گیا۔ اس نے سبز رنگ
کے سانپ کو پہچان لیا۔ یہ وہی سانپ تھا جس کو وہ
تالاب سے نکال کر لایا تھا۔ اس نے بڑی مکاری سے

ناگ کی گردن کو دونوں ہاتھوں سے دبوچنے کے لیے جھپٹا
مارا مگر ناگ اتنا نادان نہیں تھا۔ اس نے اچھل کر پجاری
کی گردن پر ڈس لیا۔ پجاری کی چیخ نکل گئی۔ اس نے
کئی لوگوں کی جان لی تھی۔ اسے خدا نے سزا دے دی
تھی۔ وہ سیڑھیوں پر گرا اور اس کا جسم مُردہ ہو کر
اکڑ گیا۔ ناگ کو اب یہ خطرہ تھا کہ پجاری کی آخری
چیخ کی آواز سن کر اوپر سے لوگ نیچے نہ آ جائیں۔ اس
لیے وہ سانپ ہی کی شکل میں اندھیرے میں ایک طرف
ہو کر چُھپ گیا۔

○

خزانے کے سانپ

اوپر سے کسی کے قدموں کی آواز نہ آئی۔

پجاری کی آخری چیخ کسی نے نہیں سُنی تھی۔ ناگ نے ایک بار پھر انسان کی شکل بدلی اور پجاری کی لاش کو بھی گھسیٹ کر اندر تہہ خانے میں اس کے قاتل ساتھی کی لاش کے ساتھ ڈال دیا اور خود عنبر اور کیٹی کو ہوش میں لانے کی کوشش کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد ہی عنبر اور کیٹی کو ہوش آ گیا۔ اپنے پاس ناگ کو انسانی شکل میں دیکھ کر عنبر اور کیٹی کے چہرے خوشی سے چمک اُٹھے۔

"ناگ! خدا کا شکر ہے تم کو دوبارا زندگی مل گئی"۔

عنبر نے اٹھتے ہوئے کہا: پھر اپنے قریب دو لاشیں دیکھ کر بولا:

"یہ تو پجاری کی لاش ہے"۔

"یہ اپنے ساتھی کے ہمراہ تم دونوں کو قتل کرنے یہاں آیا تھا۔ ناگ نے کہا۔

کیٹی بولی: "اس بدبخت نے ہمیں کسی شے کی دھونی دے کر بے ہوش کر کے یہاں ڈال دیا تھا"۔

ناگ نے کہا: "یہ اصل قصہ کیا ہے؟ میں یہاں کیسے آ گیا؟ مجھے گھاٹ میں کس نے پھینکا تھا؟ کیا میری گردن کٹ گئی تھی؟"

عنبر نے اسے ساری کہانی بیان کر دی۔

کیٹی نے کہا:

"اس پجاری نے ہی ناگ کے ڈبے کو تالاب سے نکال کر گھاٹ میں پھینک دیا تھا"۔

ناگ بولا:

"کیا میں چھ ماہ تک تالاب کے اندر نہیں رہا؟"

"نہیں ناگ" عنبر بولا: "اس بار تم چند روز ہی تالاب میں رہے ہو"۔

پھر اس نے ناگ کو مہاتما بدھ کے مقدس دانت کی کرامت کا واقعہ سنایا جو مقدس مورتی میں بند تھا۔

ناگ نے کہا:

"مہاتما بدھ بڑے عظیم انسان تھے۔ وہ دنیا کی
ساری مخلوق سے محبت کرتے تھے۔ خدا نے ان
کے دانت میں ایسی تاثیر پیدا کر دی ہو گی کہ
وہ مردہ جسم میں زندگی کی روح پھونک دے۔ مگر
ماریا کہاں ہے؟"

عنبر نے کہا:

"ہمیں اب اسی کی پریشانی ہے۔ برفانی انسان کی
تلاش میں وہ اس کے غار میں گئی اور بس
پھر وہیں سے غائب ہو گئی۔ کئی روز سے ہم
نے اس سارے علاقے کا کونہ کونہ چھان رہے
ہیں مگر ماریا کا کہیں پتہ نہیں چلا۔"

ناگ بولا: "سب سے پہلے ہمیں یہاں سے نکل
جانا چاہیے۔ باہر جا کر سوچتے ہیں کہ ماریا کہاں
ہو گی۔"

عنبر ناگ اور کیٹی اس مندر کے تہہ خانے سے
نکل کر چھپتے ہوئے مندر کے احاطے میں اپنی کوٹھڑی
میں آ گئے جس پر تالا لگا تھا مگر عنبر نے اسے توڑ
دیا۔ یہاں بیٹھ کر انہوں نے تمام باتوں، تمام واقعات
پر غور کیا۔

ناگ نے کہا:

"کراچی شہر میں میری گردن اس ڈانسر کندنی نے
کاٹی تھی۔ لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا کہ اس نے
میرے ساتھ ایسا ظلم کیوں کیا؟"

کیٹی نے کہا:

"میرا خیال ہے ضرور اس نے کوئی چلّہ کیا ہو گا
وہ کلب میں ناگن ڈانس کرتی تھی۔ ہو سکتا ہے
اس نے ناگن کا چلّہ کیا ہو اور ناگن نے
اسے کہا ہو کہ اگر وہ کسی ایسے انسان کی گردن
کاٹ دے جو اصل میں سانپ ہو تو وہ ناگن
بن سکتی ہے۔"

ناگ کیٹی کی عقل پر دنگ رہ گیا۔ کہنے لگا۔
"کیٹی! اگرچہ تم خلائی لڑکی ہو مگر اس وقت
تم نے ہم انسانوں کی عقل کو مات کر دیا ہے۔
حقیقت یہ ہے کہ ناگن کا ایک چلّہ ہے اور
یقین کی بات ہے کہ کندنی ناگن ڈانسر نے خود
ناگن بننے کے لیے مجھے ہلاک کیا تھا۔ خیر کوئی
بات نہیں کراچی پہنچ کر اس کی بھی خبر لیں گے
اس وقت تو ہمیں ماریا کا کھوج لگانا ہے۔"

عنبر سے ناگ نے پوچھا کہ ان کے پاسپورٹ اور دوسرے
کاغذات کہاں ہیں؟ عنبر نے اسے بتایا کہ یہ سارے کاغذات
ایک بریف کیس میں بند کھٹمنڈو کے ہوٹل کے مینجر کے پاس
امانت کے طور پر رکھے ہوئے ہیں۔ ناگ بولا:
"میرا خیال ہے ماریا کسی طلسم میں پھنس گئی ہے
ہم اسے ایک بار پھر برفانی غار میں جا کر تلاش
کریں گے۔"
"ایک بار پھر چل کر دیکھ لیتے ہیں۔" عنبر نے کہا۔
بادلوں میں گھرے ہوئے آسمان کے نیچے عنبر ناگ اور کیٹی
ایک بار پھر کیلاش پربت کی اس بلند پہاڑی کی طرف روانہ
ہو گئے جہاں برفانی انسان کا غار تھا۔ وہ کافی دیر تک
چڑھائی چڑھتے رہے۔ آخر برفانی غار میں آ گئے۔ غار اسی طرح
ویران اور خالی تھا۔ بجھی ہوئی آگ کی راکھ ابھی تک ویسے
ہی پڑی تھی۔ ناگ نے ایک ایک پتھر کو غور سے دیکھا
اس نے سانپ بن کر فضا میں گہرا سانس لے کر سونگھا۔
کیوں کہ سانپ بن کر اس کی سونگھنے کی حس زیادہ تیز
ہو جاتی تھی۔ مگر پھر بھی اسے وہاں ماریا کی خوشبو محسوس نہ
ہوئی۔ وہ غار میں رینگنے لگا۔ غار کی دیوار پر شروع سے
آخر تک رینگ کر گیا۔ دیوار پر رینگ کر پتھروں کی درزوں

میں بھی جھانک کر دیکھا۔ ماریا کا کہیں نشان نہ ملا۔
عنبر اور کیٹی اسی چٹان کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھے
ہوئے تھے جس کے نیچے گہرے کنوئیں میں ماریا قید تھی۔
اس کی طرف کسی کا دھیان ہی نہیں جا رہا تھا۔ دھیان
جاتا بھی کیسے بھلا؟ وہ کوئی پتھر تو تھا نہیں کہ جس کو اٹھا
کر پرے ہٹا کر دیکھ لیا جاتا۔ وہ تو ایک پہاڑی جتنی
بڑی چٹان تھی اور کسی کو شبہ بھی نہیں ہو سکتا تھا کہ
ماریا اس چٹان کے نیچے گہرے کنوئیں میں بند ہے۔ ناگ
واپس انسانی شکل میں آ گیا تھا۔ وہ بھی اسی چٹان کے ساتھ
ٹیک لگا کر بیٹھ گیا اور عنبر کیٹی سے باتیں لگا۔
"میرا خیال ہے ماریا کسی طلسم میں پھنس کر
یہاں سے جا چکی ہے۔ اگر وہ ان پہاڑیوں میں
ہوتی تو یہاں کی فضا اتنی صاف شفاف ہے کہ
میلوں دور سے اس کی خوشبو آ جاتی۔"
عنبر کہنے لگا: "میرا اپنا بھی یہی خیال ہے۔ لیکن
یہاں کس نے اس پر طلسم کیا؟ مجھے تو یہاں
ابھی تک کوئی جادوگر دکھائی نہیں دیا۔"
کیٹی بولی: "ہو سکتا ہے کوئی ایسا طلسم یہاں پھیلا
ہوا ہو جس کا اثر صرف ماریا کے جسم کی

آنے والی لہروں پر ہی ہوتا ہو۔"
ناگ نے کہا: "یہ خیال بھی درست لگتا ہے تو پھر
اب ہمیں کیا کرنا چاہیے؟"
عنبر کہنے لگا:
"وہی جو ہم اپنے پانچ ہزار سالہ سفر میں ہمیشہ
کرتے آئے ہیں۔ یعنی ہم ماریا کی تلاش کو چھوڑ
کر واپس چلے جاتے ہیں۔ کسی نہ کسی مقام پر ماریا
سے اپنے آپ ملاقات ہو جائے گی۔ ظاہر ہے
وہ بھی ہماری فکر میں ہو گی۔ جونہی اس پر سے طلسم
کا اثر ختم ہوا وہ ہماری طرف دوڑے گی۔"
کیٹی نے کہا:
"لیکن ہم تو اس وقت تک امریکہ میں ہوں گے
اور اگر اس وقت تک ایٹمی جنگ نے ساری دنیا
کو ختم کر دیا تو کیا ہو گا؟"
عنبر بولا: "کچھ بھی ہو جائے ماریا زندہ رہے گی۔
ہم جہاں بھی ہوں گے وہ ہمارے پاس پہنچ
جائے گی۔"
کیٹی نے کہا: "کہیں وہ کسی مشکل میں نہ پھنسی
ہوئی ہو۔"

ناگ اور عنبر خاموش ہو گئے۔ پھر عنبر نے سر اٹھا
کر اُٹھا۔
"کاش ہم اس کی مدد کر سکتے۔ لیکن ہمیں تو
معلوم ہی نہیں کہ وہ کہاں پر ہے کس حال
میں ہے ہم اس کی کسطرح مدد کر سکتے ہیں۔"
ناگ کہنے لگا:
"میرا مشورہ تو یہی ہے کہ ہمیں اب یہاں سے
کوچ کر جانا چاہیے۔ یہاں رُکنے اور ٹھہرے رہنے
کی اب کوئی وجہ دکھائی نہیں دیتی۔ ہو سکتا ہے
کراچی میں ماریا سے ہماری ملاقات ہو جائے۔"
یہ تجویز عنبر اور کیٹی کو بھی پسند آئی۔ آخر انہوں نے
کیلاش پربت سے واپسی کا پروگرام بنا لیا۔ وہ مندر میں
آئے تو وہاں ایک شور مچا ہوا تھا۔ پجاری اور اس کے
قاتل ساتھی کی لاشیں تہہ خانے سے مل گئی تھیں اور
مندر میں ماتمی بھجن گائے جا رہے تھے۔ عنبر ناگ اور کیٹی
نے ان کی طرف کوئی توجہ نہ دی اور وہاں سے نکل کر
نیپال کی طرف جانے والے پہاڑی راستے پر اترنے لگے۔
دوپہر کو وہ اس مقام پر پہنچ گئے جہاں سے خچروں
پر سفر ہوتا تھا۔ انہوں نے تین خچر کرائے پر لے لیے اور

واپسی کا سفر جاری رکھا۔ شام کو وہ گاؤں آ گیا جہاں سے
پکی سڑک پہاڑیوں میں سے گذرتی شہر کی طرف جاتی تھی۔
رات انہوں نے اس گاؤں میں آرام کیا کیوں کہ یہاں
سے رات کو جیپیں نہیں چلتی تھیں۔ صبح پہلی جیپ میں
سوار ہو کر وہ نیپال کے شہر کھٹمنڈو کی طرف روانہ
ہو گئے۔

جب وہ کھٹمنڈو پہنچے تو رات ہو گئی تھی۔
وہ بس اسٹینڈ سے سیدھے اپنے ہوٹل آ گئے۔ منیجر نے
ان کی امانت بریف کیس اسی طرح سنبھال کر رکھا ہوا تھا۔
پیارے بچو! ہم یہاں تمہیں ایک بات بتا دیں کہ
نیپال کے لوگ جن کو گورکھے کہتے ہیں بڑے دیانت دار
ہوتے ہیں۔ بڑے بہادر ہوتے ہیں۔ چنانچہ بریف کیس
میں ہر شے اسی طرح موجود تھے۔ عنبر ناگ اور کیٹی کے
تینوں پاسپورٹ اور دس ہزار روپے بھی اسی طرح رکھے
ہوئے تھے۔

عنبر نے ان روپوں کے ڈالر لیے اور واپسی کا
ٹکٹ خرید کر پی آئی اے کے ایک جہاز کے ذریعے یہ
تینوں صدیوں کے دوست ماریا کے بغیر کراچی کی
طرف پرواز کر گئے۔

○

کراچی پہنچ کر عنبر ناگ کیٹی نے اس بار نارتھ ناظم آباد
کے ایک ہوٹل میں دو کمرے کرائے پر لے لیے۔ ایک
کمرہ عنبر اور ناگ کے لیے اور ایک کمرہ کیٹی کے لیے
تھا۔ ان کا پروگرام یہ تھا۔ سب سے پہلے ناگ اس عورت
یعنی ناگن کندنی سے اپنے قتل کا بدلہ لینا چاہتا تھا۔ اس
کے بعد ان کا پروگرام تھا کہ کراچی میں کم از کم تین مہینے
تک ٹھہر کر ماریا کا انتظار کیا جائے۔ کیوں کہ ہو سکتا ہے
اس عرصے میں ماریا اپنے طلسم سے آزاد ہو کر ان کے
پاس کراچی پہنچ جائے۔

عنبر نے کہا:

"ہمیں اب تھانہ صدر کے ڈی ایس پی اور انسپکٹر
سکندر سے ملنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم اپنے
طور پر شہر میں چل پھر کر ماریا کا سراغ
لگائیں گے۔"

ناگ کہنے لگا:

"اور میں ناگن کندنی کا سراغ لگاؤں گا کہ وہ
کس حال میں ہے اور مجھے قتل کرنے کے

بعد وہ کیا کر رہی ہے۔ کیا سچ مچ وہ ناگن بن
گئی ہے کہ نہیں؟"
"کیٹی بولی: "تمہیں کیسے پتہ چلے گا کہ وہ
ناگن بن چکی ہے۔ وہ تو انسانی شکل میں
ہو گی۔"
ناگ مسکرایا: "اگر وہ ناگن بننے کی صلاحیت حاصل
کر چکی ہو گی تو مجھے اس کے جسم سے ناگن کی
بُو آ جائے گی اور وہ میرے جسم کی بُو بھی محسوس
کر لے گی۔"
کیٹی نے کہا:
"ناگ بھیا! کیا تم ناگن کندنی کو مار ڈالو گے؟"
"تمہارا کیا مشورہ ہے؟" ناگ نے ہنستے ہوئے پوچھا۔
عنبر بولا: "میرا خیال ہے یہ بھی عورت ہے، یہ
عورت کی حمایت کرے گی۔"
کیٹی کہنے لگی:
"تم نے ٹھیک اندازہ لگایا عنبر بھیا! میں تو ناگ
بھائی سے یہی کہوں گی کہ ناگن کندنی کو معاف
کر دے۔"
ناگ نے کیٹی کے چہرے کی طرف دیکھا اور کہا:

"اگر میری بہن کی یہ خواہش ہے تو میں ناگن
کندنی کو معاف کیے دیتا ہوں مگر اس سے مل کر
ایک بار یہ ضرور پوچھوں گا کہ اس نے مجھے
قتل کیوں کیا؟ اور اسے نصیحت کروں گا کہ
آئندہ زندگی میں کبھی کسی انسان کی جان مت لے
یہ بہت بڑا گناہ ہے اور قدرت اس کی بڑی
ہولناک سزا دیتی ہے۔"
کیٹی بولی: "اس کی تمہیں اجازت ہے۔ مجھے خوشی
ہے کہ میرے بھائی نے اپنی بہن کی خواہش
پوری کر دی۔"
ناگ نے کہا:
"کیٹی تم شاید اس رشتے کو نہ سمجھ سکو۔ کیوں کہ
تم خلائی لڑکی ہو۔ مگر ہماری دنیا میں بہن بھائی
کا رشتہ سب سے زیادہ مقدس رشتہ سمجھا جاتا
ہے۔ ہم اپنی بہن کی کسی بات کو نہیں ٹال سکتے۔"
کیٹی بولی: "تمہاری دنیا میں رہتے مجھے بھی سینکڑوں
سال ہو گئے ہیں۔ میں بہن بھائی کے مقدس
رشتے کو اب خوب سمجھنے لگی ہوں۔ اسی لیے میں
نے تمہیں کندنی ڈانسر کی جان بخشی کے لیے کہا

تھا۔ کیوں کہ میں جانتی تھی کہ تم ایک بہن کی
بات کبھی نہیں ٹالو گے۔"
عنبر نے کہا:
"میرا خیال ہے تمہیں کیٹی کو اپنے ساتھ لے جانا
چاہیے کیوں کہ کندنی ڈانسر نے ہم میں سے صرف
کیٹی کو ہی نہیں دیکھا۔ ہم دونوں کو وہ پہچانتی
ہے۔ ہو سکتا ہے وہ ہمیں دیکھ کر فرار ہو جائے
اور تم اس سے اپنے مطلب کی باتیں نہ پوچھ
سکو۔"

ناگ نے کہا:
"بڑا اچھا خیال ہے۔ کیوں کیٹی! تم میرے
ساتھ چلو گی ڈانسر کندنی کے پاس۔"
"ضرور چلوں گی۔ مگر وہ کہاں مل سکتی ہے؟"
کیٹی نے پوچھا۔
ناگ بولا: "ہم اس کے پرانے کلب سے
معلوم کریں گے۔ جہاں وہ ناگن ڈانس کیا کرتی
تھی۔ ہو سکتا ہے وہ وہیں پر ہو۔ اگر نہیں
ہو گی تو وہاں سے اس کا کچھ نہ کچھ پتہ
مل جائے گا۔"

دوپہر کے بعد ناگ نے کیٹی کو ساتھ لیا اور وہ
کندنی ڈانسر کے ڈسکو کلب کی طرف چل پڑے۔ عنبر
ہوٹل ہی میں رہا۔
ڈسکو کلب بند ہو گیا تھا۔
اس کی جگہ ایک مارکیٹ بن گئی تھی۔ ناگ کو وہاں
کلب کا ایک پرانا ملازم مل گیا۔ اس کی زبانی معلوم
ہوا کہ ڈسکو کلب کا مالک اچانک غائب ہو گیا تھا۔
نہ اس کی لاش ملی اور نہ وہ خود واپس آیا۔ ڈانسر کندنی
بھی کلب کو چھوڑ کر چلی گئی۔ چنانچہ کلب بند ہو گیا۔ اب
اس کی جگہ ایک مارکیٹ بن گئی ہے۔ ناگ نے کندنی ڈانسر
کے بارے میں پوچھا کہ وہ کہاں چلی گئی؟
کلب کے پرانے ملازم نے کہا:
"کہتے ہیں اسے کہیں سے کوئی دفن شدہ خزانہ
مل گیا تھا۔ کلب چھوڑنے کے بعد وہ یورپ
چلی گئی۔ واپس کراچی آ کر اس نے سمندر کے
کنارے ایک شاندار بنگلہ بنوایا جس کے باغ
میں سنگِ مرمر کی روشوں کے درمیان فوارے
چلتے ہیں۔ وہ وہاں ٹھاٹھ باٹھ سے رہتی ہے
میں اس سے ملاقات کرنے ایک بار گیا تھا کہ

شاید وہ مجھے اپنے پاس نوکر رکھ لے مگر اس
نے مجھے اندر نہیں گھسنے دیا۔ کہتے ہیں کہ وہ
کلب کے کسی شخص سے ملنا پسند نہیں کرتی۔"
ناگ اور کیٹی اس آدمی کی باتیں بڑے غور سے سنتے
رہے۔ پھر ایک ریستوران میں آکر چائے منگوا کر بیٹھ گئے
اور باتیں کرنے لگے۔
کیٹی نے کہا: "تمہارا خیال غلط نہیں تھا ناگ
بھائی — کندنی ڈانسر تمہیں اپنی طرف سے قتل کرنے
کے بعد ناگن بن گئی ہے اور ناگن بن کر اس
نے زمین میں دبا ہوا کوئی خزانہ حاصل کر لیا ہے
ایسا ہو سکتا ہے نا؟"
ناگ بولا: "ہاں — اگر کسی انسان میں سانپ بننے
کی طاقت آ جائے تو وہ زمین میں دبے ہوئے
خزانے دیکھ سکتا ہے۔ ناگن کندنی نے بھی ضرور
زمین میں سے کوئی خزانہ نکالا ہے۔ میں ایک
بار اسے ملنا چاہتا ہوں۔ اسے دیکھنا چاہتا ہوں کہ
کہ کیا واقعی وہ ناگن بن چکی ہے۔"
کیٹی نے کہا: "تم اگر اس شکل میں گئے تو وہ
تمہیں فوراً پہچان لے گی اور شاید دہشت سے

بے ہوش ہو جائے کہ تم ابھی تک زندہ ہو
یہ بھی ہو سکتا ہے کہ تمہیں نقصان پہنچانے کی
کوشش کرے۔"
ناگ کہنے لگا:
"کیٹی! کیا تم بھول گئی ہو کہ میں ناگ دیوتا ہوں
اس دنیا کے سارے سانپ میرا حکم مانتے ہیں
میں اگر چاہوں تو ناگن کندنی پر دنیا کے سارے
سانپ چھوڑ کر اسے ہلاک کروا سکتا ہوں۔ مگر میں
نے تم سے وعدہ کر رکھا ہے کہ میں کندنی کو
ہلاک نہیں کروں گا۔ لیکن میں قائم مقام شیش
ناگ کو طلب کر کے اتنا حکم ضرور دے دوں گا
کہ وہ دنیا کے سارے سانپوں کو میری طرف
سے ہدایت کر دے کہ اگر آئندہ کندنی ناگن کوئی
خزانہ نکالنے کی کوشش کرے تو اسے ایسا نہ
کرنے دیں اور خزانے کی حفاظت کریں۔"
کیٹی نے کہا:
"یہ تو ٹھیک ہے مگر تم ناگن کندنی سے ملنا
کیوں چاہتے ہو؟"
ناگ بولا: "اب میں تمہیں سچ سچ بتاتا ہوں۔ میں

اس پر ظاہر کرنا چاہتا ہوں کہ میں مرا نہیں بلکہ
زندہ ہوں۔ اس لیے میں بھیس بدل کر بھی اس
کے سامنے نہیں جاؤں گا۔ ہم اسی طرح اس کے
بنگلے پر جائیں گے۔ آؤ میرے ساتھ۔"
ناگ نے ٹیکسی پکڑی اور سمندر کے کنارے ناگن کندنی
کے عالی شان بنگلے کے خوب صورت گیٹ پر آ گیا۔ وہاں
ایک وردی پوش چوکیدار بندوق ہاتھ میں لیے پہرہ دے
رہا تھا۔ ناگ نے اسے کہا کہ کندنی سے کہو کہ اس کا
ایک پرانا دوست اس سے ملنے آیا ہے۔ چوکیدار نے
وہیں کیبن میں سے ٹیلی فون پر ناگن کندنی کے سیکرٹری
سے بات کی۔ سیکرٹری نے ناگن کندنی سے بات کی۔ اس
نے کہلوا دیا کہ میں کسی سے نہیں ملنا چاہتی۔ میرا کوئی
پرانا دوست نہیں ہے۔ جب چوکیدار نے ناگ کو کندنی
کا جواب بتا دیا اور اسے بنگلے میں داخل نہ ہونے دیا
تو وہ کیٹی کی طرف دیکھ کر بولا:
"اب مجھے اصلی ناگ بن کر اندر جانا ہوگا۔
تم اسی ٹیکسی میں واپس عنبر کے پاس چلی جاؤ۔
میں کچھ دیر بعد آ جاؤں گا۔"
کیٹی فکر مند ہو کر بولی:

"پہلے ماریا غائب ہو گئی ہے۔ اب کہیں تم
پر بھی کوئی آفت نہ آ جائے۔"
ناگ ہنس دیا۔ بولا: "میں ناگ دیوتا ہوں۔ اب
میں اس کے فریب کو جان گیا ہوں۔ اس کے
جال میں نہیں پھنسوں گا۔ تم جاؤ۔"
کیٹی اس ٹیکسی میں بیٹھ کر واپس ہوٹل چلی گئی۔
اس کے جانے کے بعد ناگ کندنی کے عالی شان
بنگلے کے کشادہ باغ کے عقب میں آ گیا۔ یہاں دیوار
کے اندر کی جانب درخت لگے ہوئے تھے۔ ناگ نے سانپ
کی شکل بدلی اور دیوار پر سے رینگتا ہوا بنگلے کے
خوبصورت باغ میں داخل ہو گیا۔ باغ کیا تھا جنت کا
نمونہ تھا۔ جگہ جگہ فوارے چل رہے تھے۔ سنگِ مرمر
کی روشوں کی دونوں جانب رنگ برنگ پھول کھل
رہے تھے۔ درمیان میں ایک تین منزلہ کوٹھی محل کی
طرح کھڑی تھی۔ پارک میں لمبی لمبی قیمتی کاروں کی قطار
لگی تھی۔ نوکر چاکر وردیاں پہنے ادھر اُدھر پھر رہے تھے۔
ناگ رینگتا ہوا باغ میں سے گذر کر ایک ادھ کھلی
کھڑکی میں سے کوٹھی کے اندر داخل ہو گیا۔ فرش پر
ایرانی قالین بچھے تھے۔ دیوار پر وی سی آر کی بڑی

سکرین لگی تھی۔ ساتھ ہی ڈیک پڑا تھا جس کے اوپر
گانوں کی بے شمار ٹیپیں رکھی تھیں۔ سنہری شیلف وڈیو
فلمز کی ٹیپ سے بھرا ہوا تھا۔ دو کلر ٹی وی دونوں
کونوں میں پڑے تھے۔ دیواریں اور دروازے کمخواب کے
سبز پردوں سے ڈھکے ہوئے تھے۔ کمرہ ایرکنڈیشنڈ تھا۔
اور فضا میں ہلکی ہلکی خوشبو پھیلی تھی۔

ناگ یہاں سے رینگتا دوسرے کمرے میں آ گیا۔ یہ
ایک بڑا کمرہ تھا جس میں سے ایک خوبصورت گول
سیڑھی اوپر کی منزل کو جاتی تھی۔ اس کمرے کا فرش
بھی قیمتی ایرانی قالینوں سے ڈھکا ہوا تھا۔ چھت سے چار
شاندار فانوس لٹک رہے تھے۔ دیواروں پر فرانس اور جرمنی
کے آرٹسٹوں کی تصویریں لگی تھیں۔ ایک پوری کی پوری دیوار
پر فرش سے لے کر چھت تک سوئٹزر لینڈ کا ایک
جنگل رنگین ٹائیلیں جوڑ کر بنایا گیا تھا۔ ناگ نے ایسی
عالی شان کوٹھی پہلے نہیں دیکھی تھی۔ اسے دو ہزار سال
پرانے بادشاہوں کے محل یاد آنے لگے۔

ناگ اوپر جانے ہی والا تھا کہ اسے ایک وردی
پوش ملازم ہاتھ میں چاندی کا طشت پکڑے نیچے سیڑھیاں
اترتا دکھائی دیا۔ ناگ جلدی سے دیوار کے پردے کے

پیچھے ہو گیا۔ نوکر سیڑھی کے نیچے آ کر کھڑا ہو گیا۔
سامنے ہی ناگن کندنی نظر آئی۔ اس نے بے حد قیمتی
لباس پہن رکھا تھا۔ سر کے بالوں، گلے اور کلائیوں میں
ایسے ایسے ہیرے لعل یاقوت دمک رہے تھے کہ جو دفن
شدہ خزانوں ہی میں مل سکتے تھے اور جن کی قیمت لاکھوں
روپے تھی۔ ناگن کندنی کو ناگ پردے کے پیچھے سے غور
سے دیکھ رہا تھا۔ اچانک کندنی سیڑھیاں اترتے ہوئے
رک گئی۔ اس نے ناک ذرا سی سکیڑی۔ اسے فضا میں
ایک عجیب سی بو محسوس ہوئی تھی۔ یہ بو کسی سانپ
کی تھی۔ مگر ہال کمرے کی فضا میں قسم قسم کے ایئر فریشنرز
کی خوشبوئیں ملی ہوئی تھیں، جس کی وجہ سے کندنی پوری
طرح ناگ کی خوشبو کو محسوس نہ کر سکی۔ اس نے نوکر کے
طشت میں سے رکھی چیک بک اٹھائی۔ میز پر رکھ کر
ایک چیک لکھا اور اسے پھاڑ کر نوکر کو دیا۔

"یہ ایک لاکھ روپے کا چیک ہے۔ اسے
سیکرٹری کو دے دو اور کہو کہ فرانس سے میرے
سنگار کا جو سامان آیا ہے وہ کسٹم سے جا کر
چھڑا لائے۔"

ناگ حیران رہ گیا کہ یہ عورت اپنے سنگار پر

لاکھوں روپے خرچ کرتی ہے۔ اس کا مطلب تھا کہ
وہ پرانے دفن شدہ خزانے کو بے دریغ استعمال کر
رہی تھی۔ ناگن کندنی نے ایک بار پھر کمرے کی
فضا میں وہی غیر مانوس سی بُو محسوس کی۔ یہ کسی سانپ
کی بُو تھی۔ مگر اس کے ساتھ ہی ایئرکنڈیشنڈ کی ہوا کا
ایک جھونکا آیا اور ملی جلی خوشبوئیں بکھیر کر گذر گیا۔ یہ
ناگ کی بُو تھی جس کو کندنی نے ناگن ہونے کی وجہ
سے محسوس کر لیا تھا مگر اس کی کوٹھی میں کچھ اس قسم
کی قیمتی خوشبوئیں پھیلی ہوئی تھیں کہ ناگ کی خوشبو بار بار
ان میں گم ہو جاتی تھی۔

ناگن کندنی ایک دروازے کا پردہ ہٹا کر دوسرے
کمرے میں داخل ہو گئی۔

ناگ بھی رینگتا ہوا اس کے پیچھے چلا۔ اس نے
دیکھا کہ پردے کے پیچھے ایک سیڑھی بنی ہے جو زمین
کے اندر جا رہی ہے۔ ناگن کندنی ضرور اسی سیڑھی پر
سے اتر کر نیچے گئی تھی کیوں کہ وہاں اور کوئی راستہ
باہر جانے کا نہیں تھا۔

ناگ سیڑھیاں اترنے لگا۔ آگے ایک تنگ راستہ آ
گیا۔ اگرچہ یہ ایک سرنگ تھی مگر فرش دیواریں اور

چھت سنگِ مرمر کے بنے ہوئے تھے۔ چھت پر تھوڑے
تھوڑے فاصلے پر ٹیوب لائیٹس لگی ہوئی تھیں۔ ناگ نے
کندنی کو دور ایک طرف گھومتے دیکھا۔ وہ تیزی سے
رینگتا آگے بڑھا۔ سرنگ ایک اور سیڑھی پر جا کر ختم
ہو گئی۔ کندنی چڑھ کر باہر نکل چکی تھی۔ ناگ بھی سرنگ
کے دوسرے دروازے کے ایک سوراخ میں سے باہر نکل
آیا۔ یہ خفیہ سرنگ کوٹھی کے پیچھے ایک ویران چٹان
کی اوٹ میں نکل آئی تھی۔ شاید یہ خفیہ راستہ ناگن کندنی
نے ہنگامی حالات کے لیے بنوا رکھا تھا۔ کہ اگر کبھی اس
کی جان خطرے میں پڑ جائے تو وہ یہاں سے فرار
ہو کر اپنی جان بچا سکے۔

ناگ نے دیکھا کہ ناگن کندنی ایک بند گاڑی میں
بیٹھ گئی جس کے شیشوں پر سیاہ پردے گرے ہوئے
تھے۔ یہ مرسیڈیز کی نئے ماڈل کی گاڑی تھی جو چٹان کے
کچے راستے سے نکل کر ایک سڑک پر آتے ہی ہوا
سے باتیں کرنے لگی۔

ناگ نے ادرگرد دیکھا۔ وہاں کوئی دوسری گاڑی
نہیں تھی۔ کوئی ٹیکسی بھی سڑک پر نہیں مل سکتی تھی۔
ناگ نے اپنے ذہن میں سیاہ عقاب کا نقشہ جمایا اور

سانس بھر کر چھوڑی۔ وہ سانپ سے سیاہ عقاب بن
گیا۔ اس نے اچھل کر ہوا میں چھلانگ لگائی اور
تیر کی طرح فضا میں بلند ہوتا چلا گیا۔ پھر ایک خاص
فاصلہ رکھ کر ناگن کندنی کی مرسیڈیز کا تعاقب شروع
کر دیا۔

کراچی کے آسمان پر بادل چھائے ہوئے تھے۔ دن
کی روشنی دھندلی سی تھی۔ سڑک سمندر کے
ساتھ ساتھ جا رہی تھی۔ آگے جا کر وہ بائیں جانب گھوم
گئی۔ یہاں سرکنڈوں اور کچے پہاڑی ٹیلوں اور بھربھرے
زرد پتھروں کا ایک ویران میدان شروع ہو گیا۔ مرسیڈیز
گاڑی دھول اڑاتی اس ویران علاقے میں آگے بڑھتی
چلی جا رہی تھی۔ ناگ عقاب کی شکل میں اس کے
پیچھے پیچھے ایک خاص بلندی پر اڑ رہا تھا۔ ناگن کندنی
نے گاڑی ایک کھنڈر کے پاس جا کر کھڑی کر دی۔ باہر
نکل کر وہ کھنڈر میں آ کر ایک تنگ و تاریک سرنگ
میں داخل ہو گئی۔ تھوڑا سا وقت دے کر ناگ بھی
سانپ کی شکل بدلی اور غار میں داخل ہو گیا۔ دو
چمگادڑ چیختے چلاتے غار میں سے پھڑپھڑاتے ہوئے باہر
کو غوطہ لگا گئے۔ ناگن کندنی آگے آگے جا رہی تھی۔

غار میں مختلف گیسوں کی بو پھیلی ہوئی تھی۔ ناگن کندنی
نے اپنی ناک پر سفید رومال لپیٹ لیا تھا۔ آخر وہ
ایک جگہ پہنچ کر رک گئی۔ یہاں ایک پرانے زمانے کا
لکڑی کا صندوق کونے میں پڑا تھا جس پر نقش و نگار
بنے ہوئے تھے مگر ان کے رنگ دھندلے پڑ گئے تھے۔

ناگن کندنی نے صندوق کا ڈھکنا کھول دیا۔

صندوق قیمتی ہیرے جواہرات، لعل یاقوت اور زمرد
اور انمول موتیوں سے بھرا ہوا تھا۔ ناگن کندنی کا چہرہ مسرت
سے کھل اٹھا۔ اس * نے ایک قہقہہ بلند کیا اور بولا:

"یہ سارا خزانہ میرا ہے۔ ساری دولت میری ہے
اس دنیا میں زمین میں جتنے خزانے دفن ہیں
سب میرے ہیں۔ میں ان کی مالک ہوں۔"

وہ قہقہے لگا رہی تھی اور ناگ ایک طرف پتھروں
کے پیچھے یہ سارا تماشہ دیکھ رہا تھا۔ صندوق والا خزانہ
کسی بادشاہ کا خزانہ تھا۔ یہ دولت بادشاہ نے غریبوں
کسانوں اور مزدوروں کی گاڑھے پسینے کی کمائی پر ڈاکہ
ڈال کر جمع کی تھی اور کسی کو یہ حق نہیں پہنچتا تھا کہ
کوئی شخص اس خزانے کو اپنے سنگار اور فضول خرچیوں
میں ضائع کرے۔ چنانچہ ناگ نے فیصلہ کر لیا کہ وہ یہ

خزانہ ناگن کندنی کو حاصل نہیں کرنے دے گا۔

یہ سوچ کر ناگ غار میں کچھ پیچھے چلا گیا۔ وہاں جاتے ہی اس نے اس سانپ کو بلایا جو اس خزانے کی حفاظت کرتا تھا۔ مگر وہ سانپ نہ آیا۔ ناگ نے کسی دوسرے سانپ کو آواز دی۔ ایک سرخ رنگ کا سانپ غار میں آ گیا۔ ناگ نے اس سے پوچھا کہ جو سانپ اس خزانے کی حفاظت کرتا تھا وہ کہاں ہے؟ سرخ سانپ نے بتایا کہ اس عورت نے جو ناگن ہے خزانے کے سانپ کو ہلاک کر ڈالا تھا۔ اب وہ خزانہ لینے آئی ہے چونکہ وہ ناگن ہے اس لیے ہم اسے خزانہ لے جانے سے نہیں روک سکتے۔

ناگ نے کہا:

"میں ناگ دیوتا ہوں۔ اس علاقے میں جتنے سانپ زمین کے اندر رہ رہے ہیں۔ انہیں حاضر کرو۔"

سرخ سانپ سر جھکا کر چلا گیا۔ چند سیکنڈ کے بعد غار میں دس بارہ سانپ پھن اٹھائے داخل ہوئے اور ناگ کے آگے سر جھکا کر کھڑے ہو گئے۔

ناگ نے انہیں حکم دیا:

"میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ یہ ناگن عورت جو قیمتی خزانہ چرا کر لے جانا چاہتی ہے اس کو یہاں سے بھگا دو اور خزانے کو زمین کے اندر اتنی گہرائی میں لے جاؤ کہ دوبارہ کوئی شخص اس خزانے تک نہ پہنچ سکے۔"

سانپوں نے ادب سے سر جھکائے اور وہ ناگن کندنی کی طرف بڑھے۔

ناگ آگے جا کر ایک طرف چھپ گیا۔

ناگن کندنی خزانے کے قیمتی موتیوں اور جواہرات کو اپنے تھیلے میں ڈال رہی تھی کہ اچانک گیارہ سانپ پھن اٹھائے اس کے سامنے آ گئے۔ وہ پھنکار رہے تھے اور ناگن کندنی کو خزانہ لے جانے سے روک رہے تھے۔ کندنی نے سخت غصے کی حالت میں ان سانپوں کو دیکھا اور ایک دم سے ناگن بن گئی۔ ناگن بنتے ہی اس نے ایک ایسی پھنکار ماری کہ اس کے منہ سے آگ کے شعلے نکل کر سانپوں پر گرے اور چار سانپ ان کی لپیٹ میں آ کر جل گئے۔ باقی ڈر کر بھاگ گئے۔

اب ناگ سامنے آ گیا۔ اس نے اپنا پھن اٹھایا ہوا تھا اور کندنی ناگن کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے اسے گھور

رہا تھا۔ ناگن نے ایک دم سے وہی بُو محسوس کی جو
اس سے پہلے اس نے اپنی کوٹھڑی میں محسوس کی تھی
اس نے پھنکار ماری۔ آگ نکل کر ناگ کی طرف لپکی۔
ناگ نے پہلی بار ایک خفیہ منتر پڑھ کر ناگن پر پھونکا
ناگن تڑپ کر گری اور عورت کی شکل میں واپس آگئی۔
ناگ نے بھی انسانی شکل اختیار کر لی۔
ناگن کندنی نے پھٹی پھٹی آنکھوں سے ناگ کو دیکھا
اور بولی:

"تم۔ تم ابھی زندہ ہو؟"

ناگ نے کہا: "ہاں۔ میں زندہ ہوں اور اگر میں
نے اپنی بہن کو زبان نہ دے رکھی ہوتی تو
اس وقت تم یہاں زندہ نہ ہوتیں۔ اب میں
تمہیں حکم دیتا ہوں کہ اس خزانے کو اسی جگہ
چھوڑ کر واپس اپنی کوٹھڑی میں چلی جاؤ اور آئندہ
ہرگز کسی دفن شدہ خزانے کو تلاش کرنے کی کوشش
نہ کرنا۔ میں نے تم پر جو منتر پڑھا ہے اس کی
وجہ سے تم پر زمین کے سارے خزانے پوشیدہ ہو
گئے ہیں۔ تم نے اس علاقے کے چار سانپ ہلاک
کر ڈالے ہیں۔ ان کے مادہ سانپ اب تمہیں زندہ نہیں

چھوڑیں گے۔ وہ تم سے بہت جلد بدلہ لینے آئینگے۔"
ناگن کندنی خوف کے مارے کانپنے لگی۔ اس نے دوبارہ ناگن
بننے کی کوشش کی مگر وہ اپنی کوشش میں کامیاب نہ ہو سکی۔
اس کا طلسم ختم ہو چکا تھا۔ اگر کندنی سانپوں کو ہلاک نہ
کرتی تو ناگ کبھی اپنا خفیہ منتر استعمال نہ کرتا۔ کندنی خزانے
کو للچائی ہوئی نظروں سے دیکھ رہی تھی کہ اچانک ایک
جانب سے بہت سے سانپوں کی پھنکاریں سنائی دیں۔
ناگ نے کہا: "یہاں سے جتنی جلدی بھاگ سکتی ہو
بھاگ جاؤ کیوں کہ جن سانپوں کو تم نے ہلاک کیا ہے
ان کی ناگنیں تم سے انتقام لینے آ رہی ہیں۔"

سبز خلائی انسان

چار سانپوں کی پھنکاریں قریب آ رہی تھیں۔

کندنی کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔ وہ اب ناگن بھی نہیں بن سکتی تھی اس نے ناگ سے کہا:

"ناگ! مجھے ان ناگنوں سے بچا لو۔"

ناگ بولا: "تم ایک قاتل عورت ہو۔ دولت کے لالچ میں تم نے کئی لوگوں پر ظلم کیے ہیں۔ اب اپنے ظلم، اپنے گناہوں کی سزا بھگتو۔ میں تمہاری کوئی مدد نہیں کر سکتا۔"

کندنی گھبرا کر بھاگی۔ کیوں کہ اس نے چاروں ناگنوں کو غار میں ایک طرف سے پھنکاریں مارتے داخل ہوتے اور اپنی طرف بڑھتے ہوئے دیکھ لیا تھا۔ وہ باہر کی طرف دوڑی۔ چاروں ناگنیں اس کے پیچھے دوڑ رہی تھیں۔ کندنی غار سے نکل کر اپنی مرسیڈیز گاڑی میں بیٹھی۔ اسے جلدی سے سٹارٹ کیا۔ کار کے پہیئے چیخے اور وہ کچے میدان میں

زبردست رفتار سے دوڑنے لگی۔ سڑک پر آ کر کندنی نے شیشے میں سے پیچھے سڑک پر دیکھا۔ کافی فاصلے پر چاروں سیاہ ناگنیں گاڑی کے پیچھے بھاگی چلی آ رہی تھیں
کندنی اسّی نوّے میل کی رفتار سے کار بھگاتی اپنے عالی شان بنگلے کی خفیہ سرنگ کے باہر آ کر کار میں سے اتری اور لپک کر سرنگ میں داخل ہو گئی۔ اندر داخل ہوتے ہی اس نے سرنگ کا دروازہ بند کر دیا۔

سرنگ سے دوڑتی ہوئی وہ بنگلے کی پہلی منزل والے ہال کمرے میں آ گئی۔ یہاں بھی اس نے دروازہ زور سے بند کر دیا۔ پھر بھی اسے خطرہ تھا کہ ناگنیں بنگلے میں داخل ہو کر اسے ہلاک کر سکتی ہیں۔ اس نے اسی وقت سارے نوکروں کو بلا کر کہا کہ بنگلے میں داخل ہونے کے لیے چار سانپ آ رہے ہیں۔ انہیں گولی مار کر ہلاک کر دیا جائے۔

نوکر بندوقیں لے کر بنگلے سے نکل کر ارد گرد پھیل گئے کہ کہیں سانپ کی جھلک دکھائی دے تو اسے وہیں گولی مار کر ختم کر دیا جائے۔ مگر چاروں ناگنیں بنگلے کے پاس آ کر ایک درخت پر چڑھ گئی تھیں۔ انہیں اپنے چاروں سانپوں کی قاتل عورت کے جسم کی بو بنگلے

میں سے آ رہی تھی۔ انہوں نے کچھ آدمیوں کو بندوقیں لیے اپنی طرف آتے ہوئے بھی دیکھ لیا تھا۔ مگر یہ نوکر زمین پر دیکھ رہے تھے۔ چاروں ناگنیں درخت کی ٹہنیوں میں چھپی بیٹھی تھیں۔

نوکر واپس چلے گئے۔ ناگنیں رات ہونے کا انتظار کرنے لگیں۔

جب رات گہری ہو گئی اور چاروں طرف اندھیرا چھا گیا تو چاروں ناگنیں درخت پر سے اُتریں اور کندنی کے بنگلے کی طرف بڑھنا شروع کر دیا۔ ناگنوں نے مختلف راستوں سے بنگلے پر حملہ بولا تھا۔ کندنی نے ڈر کے مارے بنگلے کے تمام کمروں کے دروازے، کھڑکیاں اور روشندان بند کروا دیئے تھے اور وہ اپنے بیڈ روم میں بستر پر اکیلی سہمی بیٹھی تھی۔ اس نے ہاتھ میں بھرا ہوا پستول تھام رکھا تھا۔ اسے نیند بھی آ رہی تھی مگر وہ سو نہیں سکتی تھی۔

ادھر چاروں ناگنیں چھپ کر دروازوں پردوں اور فرنیچر کے پیچھے سے رینگ رینگ کر ناگن کندنی کی بُو پر اس کے بیڈ روم کے باہر پہنچ گئی تھیں۔ بند کمرے میں سے کندنی کی بڑی تیز بُو آ رہی تھی۔ مگر اندر

جانے کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ ایک ناگن کی نظر پانی کے پائپ پر پڑی جو بیڈ روم کے پیچھے سے نکل کر باہر جا رہا تھا۔ چاروں ناگنیں باہر باغ میں آ گئیں۔ یہاں پانی کا ایک نلکا لگا تھا۔ اس میں سے پانی حوض میں گر رہا تھا۔ اگر نلکا بند ہوتا تو ناگنیں اس کے اندر سے نہیں گذر سکتی تھیں، مگر نلکا کھلا تھا۔ چاروں ناگنیں باری باری پانی کے کھلے نلکے میں سے گذر کر پائپ کے اندر آ گئیں۔ یہاں پانی کا بہاؤ تیز تھا مگر وہ برابر آگے بڑھتی گئیں۔ آگے جا کر یہی پائپ بائیں جانب ایک دوسرے پائپ سے جا کر مل گیا تھا جو خالی تھا۔ اس میں پانی نہیں تھا۔ چاروں ناگنیں اس پائپ میں سے گذرنے لگیں۔ اس پائپ میں کندنی کے جسم کی بُو صاف آ رہی تھی۔ اس کا مطلب تھا کہ یہ پائپ کندنی کے باتھ روم میں کھلتا تھا۔

ناگنیں پائپ کے اندر رینگتے رینگتے نلکے کی ٹونٹی میں میں سے نکل کر باتھ روم میں اُتر گئیں جہاں کندنی کی بُو پھیلی ہوئی تھی۔ باتھ روم کے فرش کے ٹائیل سبز رنگ کے تھے۔ باتھ روم کا دروازہ بند تھا۔ مگر دروازے کے نیچے اتنی جگہ تھی کہ چاروں کی چاروں ناگنیں

اس میں سے گذر کر کندنی کے بیڈ روم میں داخل ہو
گئیں۔ انہوں نے دیکھا کہ ان کے خاوند سانپوں کو ہلاک
کرنے والی کندنی بستر پر ہاتھ میں پستول لیے بیٹھی تھی۔

چاروں ناگنوں نے اپنے اپنے پھن اٹھا کر ایک دوسری
کو دیکھا۔ جیسے آپس میں کچھ مشورہ کر رہی ہوں اور پھر
ایک ناگن پلنگ کے سرہانے کی طرف اور دوسری تین
ناگنیں پلنگ کے نیچے رینگ گئیں۔

کندنی سہمی بیٹھی تھی۔ اسے نیند آ رہی تھی مگر وہ
اپنے آپ کو جگائے رکھ رہی تھی۔ اسے اپنے پلنگ کے
کے پیچھے کچھ سرسراہٹ کی آواز سنائی دی۔ اس نے گردن
گھما کر پیچھے دیکھا ہی تھا کہ ایک ناگن نے وہیں سے
ہوا میں چھلانگ لگائی اور کندنی کی گردن سے آ کر چمٹ
گئی۔ کندنی نے فائر کرنا چاہا مگر ناگن اس کی گردن سے
لپٹی تھی۔ وہ اگر ناگن پر فائر کرتی ہے تو گولی اس کی
اپنی گردن میں گھس جاتی ہے۔

اتنی دیر میں ناگن نے اس کی گردن کو کسنا شروع
کر دیا۔ کندنی نے دونوں ہاتھوں سے زور لگا کر ناگن
کو گردن سے ہٹانا چاہا مگر ناگن نے اس کی کلائی پر ڈس
دیا۔ کندنی کی طاقت جواب دینے لگی۔ ناگن کے زہر نے

اس کے جسم کو بے حس کرنا شروع کر دیا۔ اتنے میں باقی
تین ناگنیں بھی پلنگ کے نیچے سے نکل کر اوپر آ گئیں۔
پستول کندنی کے ہاتھ سے گر چکا تھا۔ گولی کی آواز سن کر
نوکر بیڈ روم کی طرف بھاگے۔ دروازہ اندر سے بند تھا۔
انہوں نے دروازہ کھٹکھٹاتے ہوئے زور زور سے اپنی
مالکن کو آوازیں دیں۔ اندر سے کندنی کی کوئی آواز نہ آئی۔
انہوں نے دروازہ توڑ ڈالا اور اندر داخل ہو گئے۔

بیڈ روم میں آتے ہی انہوں نے ایک بھیانک منظر
دیکھا۔ کندنی پلنگ پر اوندھے منہ گری پڑی تھی اور اس
کے جسم سے چار سانپ پلٹے اسے بار بار ڈس رہے
تھے اور کندنی کا جسم سیاہ پڑ کر پھولنا شروع ہو
گیا تھا۔ نوکروں نے سانپوں کو مارنا چاہا۔ مگر کسی کی ہمت
نہیں پڑ رہی تھی کہ آگے بڑھ کر سانپ کو مارے۔

چاروں ناگنوں نے جب اپنا کام ختم کر لیا تو
اطمینان سے پلنگ پر سے اتر کر باتھ روم میں داخل
ہو گئیں۔

نوکر ڈنڈے لے کر باتھ روم کی طرف بھاگے۔ مگر باتھ
روم خالی پڑا تھا۔ چاروں ناگنیں اپنے سانپ خاوندوں
کی موت کا بدلہ لینے کے بعد باتھ روم کے بلکے

کی ٹونٹی میں سے نکل کر باغ میں جا چکی تھیں۔ باغ
میں آ کر ناگنوں نے بنگلے کی دیواروں کی طرف منہ کر کے
زور سے پھنکاریں ماریں۔ ان کے منہ سے آگ کے شعلے
نکل کر دیواروں پر پڑے اور ان کے ساتھ ہی چمٹ گئے۔
ان شعلوں میں جانے کون سا کیمیکل تھا کہ دیوار کے سیمنٹ
سے چمٹے ہی سیمنٹ کو پٹرول کی طرح آگ لگ گئی اور
اس آگ نے دیکھتے دیکھتے چاروں طرف سے بنگلے کی تین
منزلہ عمارت کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔

نوکروں میں بھگدڑ مچ گئی۔ آگ اتنی تیزی سے پھیلی
کہ نوکر بڑی مشکل سے اپنی اپنی جانیں بچا کر بنگلے سے باہر نکل
سکے۔ سارے بنگلے کو آگ لگ گئی۔ بنگلہ دھڑا دھڑ جلنے
لگا۔ جس وقت ناگ عقاب کی شکل میں وہاں پہنچا تو
آدھا سے زیادہ بنگلہ جل کر راکھ ہو چکا تھا اور آگ
بجھانے والے انجن اسے بجھانے کی ناکام کوشش کر رہے
تھے۔ ناگ باغ میں ایک طرف اتر کر انسانی شکل اختیار
کر کے لوگوں کے درمیان آ گیا۔ ان کی زبانی اسے معلوم
ہوا کہ بنگلے کی مالک کندنی کو چار سانپوں نے ڈس
دیا تھا اور پھر اچانک بنگلے کو آگ لگ گئی۔ سب
کچھ بنگلے ہی میں جل کر راکھ ہو گیا۔ اس میں کندنی

کی لاش بھی تھی جو اس سے پہلے دو انسانوں کا خون
کر چکی تھی۔ آخر اسے اپنے کیے کی سزا مل گئی۔
سچ ہے۔ انسان کو کبھی برے کاموں میں نہیں پڑنا
چاہیے۔ برائی کا انجام ہمیشہ برا ہوتا ہے۔ جو کسی دوسرے
کو مارتا ہے قدرت اسے بھی مار ڈالتی ہے۔ انسان کو
ہمیشہ ہر حالت میں خدا کا شکر ادا کر کے خوش خوش
رہنا چاہیے۔ اور دوسروں کی بھلائی کے لیے کام کرنا چاہیے۔

ناگ وہاں سے واپس اپنے ہوٹل کی طرف چل پڑا۔
نارتھ ناظم آباد کے علاقے میں آ کر وہ ہوٹل
میں داخل ہونے ہی لگا تھا کہ اسے خیال آ گیا کہ
اس نے آج کا اخبار نہیں پڑھا۔ ہوٹل کے قریب ہی
ایک کتابوں کا سٹال تھا جہاں اخبار بھی مل جاتے تھے۔
ناگ اس بک سٹال پر آ گیا۔ اس نے انگریزی کا
ڈان اخبار لیا اور دیکھا کہ وہاں سٹال پر عنبر ناگ
ماریا کی واپسی" کی کتابیں سجی ہوئی ہیں اور ایک لڑکا
جس کی عمر آٹھ دس سال کی ہو گی۔ کتاب کھول کر
دیکھ رہا ہے۔

ناگ کو معلوم تھا کہ لاہور میں ایک ادیب ان
کے پانچ ہزار بلکہ اب دس ہزار سالہ سفر کی پُراسرار

داستان کتابی صورت میں لکھ کر چھپوا رہا ہے اور بچے
اور بڑے ان کتابوں کو بڑے شوق سے پڑھتے ہیں۔
ناگ سٹال پر کھڑا اپنے سفر کے بارے میں چھپی ہوئی کتابوں
کو تکنے لگا۔ لڑکا بڑے شوق سے ایک کتاب کھول کر پڑھ
رہا تھا۔ سٹال کے مالک نے اس کے ہاتھ سے کتاب چھین
لی اور جھڑک کر کہا:

"یہ مفت کی کتاب نہیں ہے۔ اسے پڑھنا ہے تو
خرید کر گھر لے جا کر پڑھو۔ چلو ہٹو یہاں سے۔"
لڑکے نے کہا: "میرے پاس اس وقت پیسے
نہیں ہیں۔ میں شام کو آ کر لے جاؤں گا۔"
"تو پھر شام کو آنا۔ اب جاؤ یہاں سے ہماری
گاہکی کا وقت ہے۔"
ناگ کو دکاندار پر بڑا غصہ آیا۔ اس نے کہا:
"بچوں کو اس طرح نہیں جھڑکا کرتے بھائی۔"
دکاندار نے ناگ کی طرف دیکھ کر بیزاری سے کہا:
"آپ کون صاحب ہیں جی؟"
ناگ نے کہا:
"میں نے اگر اپنا نام بتا دیا تو تم ڈر جاؤ گے۔"
دکان دار بولا:

"کیا تم الہ دین کا جن ہو؟"
ناگ نے کہا:
"خیر تم ان باتوں کو چھوڑو۔ میں یہ کتاب خریدنا
چاہتا ہوں۔ کیا قیمت ہے اس کی؟"
ناگ نے جیب سے پیسے نکال کر کتاب کی قیمت
ادا کر دی اور اس لڑکے کی طرف کتاب بڑھا کر کہا:
"بیٹا! یہ میری طرف سے تمہیں تحفہ ہے۔"
لڑکا پہلے تو ہچکچایا اور بولا:
"شکریہ انکل! میں شام کو آ کر یہ کتاب خرید
لوں گا۔"
ناگ نے کتاب اس کے ہاتھ میں تھما دی اور اس
کے سر پر ہاتھ پھیر کر بولا:
"بیٹا! یہ تمہارے انکل کی طرف سے تحفہ ہے۔
کیا تم اسے قبول نہیں کرو گے؟"
لڑکے نے کتاب لے لی۔ ناگ نے اس کا نام پوچھا
تو لڑکے نے کہا:
"انکل میرا نام سید کمال رضا ہے۔ میں یہاں
ایچ بلاک میں رہتا ہوں۔ انکل! کیا آپ بھی
کراچی ہی میں رہتے ہیں؟"

ناگ مسکرایا۔ کہنے لگا:

"ہاں بیٹا! میں بھی کراچی ہی میں رہتا ہوں۔ اچھا یہ بتاؤ تمہیں عنبر ناگ ماریا کی سلسلہ وار کہانی بہت پسند ہے؟"

سید کمال رضا نے کہا:

"بہت پسند ہے انکل۔ میں نے اس کی اب تک چھپی ہوئی ساری قسطیں بڑے شوق سے پڑھی ہیں۔"

ناگ نے پوچھا:

"تمہیں عنبر ناگ ماریا اور کیٹی میں سے کون سا کردار سب سے زیادہ پسند ہے؟"

سید کمال رضا بولا:

"انکل مجھے تو ناگ کا کردار بہت پسند ہے۔ مگر انکل کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ ایک انسان سانپ بن جائے۔ مجھے تو یقین نہیں آتا۔"

ناگ مسکرایا۔ وہ اپنے ننھے دوست کمال رضا کو ٹک شال سے ایک طرف لے گیا اور بولا:

"بیٹا یہ خیالی کہانیاں ہوتی ہیں۔ انہیں کہانیاں سمجھ کر ہی پڑھنا اور ان سے لطف اٹھانا چاہیے۔

جس طرح ہم الف لیلے کی کہانیاں پڑھتے ہیں۔ کوئی انسان سانپ نہیں بن سکتا اور نہ کوئی سانپ انسان ہوتا ہے چلو میں تمہیں تمہارے گھر تک چھوڑ آؤں۔"

لڑکا کمال رضا ناگ کے ساتھ نارتھ ناظم آباد کے ایچ بلاک کی طرف چل پڑا۔ اتفاق ایسا ہوا کہ ذرا آگے ایک سپیرا سانپ کا تماشہ دکھا رہا تھا۔ سپیرا بین بجا رہا تھا اور ایک سانپ پھن اٹھائے بین کی دھن پر ڈانس کر رہا تھا۔ جب ناگ اس کے قریب سے گذرا تو سانپ کو اچانک ناگ دیوتا کی خوشبو آئی۔ اس نے ایک دم سے ڈانس روک دیا اور ناگ کی طرف لپکا۔ سپیرا حیران ہوا کہ اس سانپ کو کیا ہو گیا ہے۔ یہ کدھر بھاگا جا رہا ہے۔ وہ بھی اس کے پیچھے دوڑا۔ لوگ ادھر ادھر ہٹ گئے۔

سانپ ناگ کے سامنے آ کر جھک گیا اور بار بار اپنا پھن زمین کے ساتھ لگانے لگا۔ لڑکے کمال رضا نے چونک کر ناگ کی طرف دیکھا اور بولا:

"انکل! عنبر ناگ ماریا میں اسی طرح سانپ ناگ دیوتا کو سلام کیا کرتے ہیں۔ کیا آپ

ناگ ہیں؟"

ناگ نے اپنے ننھے دوست سید کمال رضا کو اپنے پیچھے کر لیا اور سانپ کی طرف دیکھ کر سانپوں کی زبان میں اسے واپس چلے جانے کا حکم دیا۔ سانپ تین بار گردن جھکانے کے بعد واپس چلا گیا۔ پیرا بھی ناگ کو تعجب سے تکنے لگا۔

ناگ نے جلدی سے اپنے ننھے دوست کو ساتھ لیا اور وہاں سے نکل کر آگے چلا گیا۔ کمال رضا کا دل زور زور سے دھڑکنے لگا تھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ یہ انکل کون ہے کہ جس کو سانپ نے آ کر سلام کیا تھا۔

ناگ نے پوچھا:

"بیٹا! تمہارا مکان کتنی دُور ہے؟"

سیّد کمال رضا بولا:

"انکل! میرا مکان وہ سامنے ہے۔ مگر کیا آپ میرے ایک سوال کا سچ سچ جواب دیں گے؟"

ناگ نے کہا:

"تم جو کچھ پوچھنا چاہتے ہو میں جانتا ہوں۔ تو سُنو! میں تم سے جھوٹ نہیں بولوں گا۔ میں ہی ناگ ہوں۔ عنبر ماریا اور کیٹی کا ساتھی ناگ۔

جس کے سفر کی پُراسرار کہانیاں تم اس کتاب میں پڑھتے ہو۔"

سیّد کمال رضا بُت بنا ٹکٹکی باندھے ناگ کی طرف دیکھ رہا تھا۔ اب اس نے دیکھا کہ عنبر ناگ ماریا کتاب میں جو حُلیہ ناگ کا بیان کیا گیا تھا وہی انکل کا تھا۔ کمال رضا کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ ناگ سے کیا بات کرے۔ اس نے اپنے جذبات پر قابو پاتے ہوئے کہا:

"انکل۔ انکل۔ کیا۔ کیا آپ میرے سامنے سانپ بن کر مجھے دکھائیں گے؟"

ناگ مسکرایا:

"بیٹا! تم ڈر تو نہیں جاؤ گے؟"

سید کمال رضا بولا:

"انکل! میں نے آپ کے سفر کے اتنے واقعات پڑھے ہیں کہ اب میرے دل میں ذرا سا بھی ڈر یا خوف نہیں رہا۔ میں کم[illegible] لڑکا بن گیا ہوں۔ آپ میرے سامنے سا[illegible] شکل اختیار کریں۔ میں بالکل نہیں ڈروں گا۔"

ناگ نے کہا: "اچھا وعدہ کرو کہ تم میرا راز

کسی کو نہیں بتاؤ گے؟

"میں وعدہ کرتا ہوں انکل"۔ کمال رضا نے کہا۔

"تو پھر کسی ایسی جگہ چلو جہاں ہمیں کوئی نہ دیکھ رہا ہو"۔

وہ دونوں قریب ہی ایک زیر تعمیر کوٹھی کی دیوار کے پیچھے آ گئے۔

ناگ نے ایک بار پھر کمال رضا سے پوچھا۔

"بیٹے کمال ایک بار پھر سوچ لو۔ کہیں تم ڈر تو نہیں جاؤ گے؟"

سید کمال رضا نے کہا:

"انکل! آپ کا سفرنامہ پڑھ پڑھ کر ہمارا خوف دور ہو چکا ہے۔ پلیز آپ سانپ بن کر دکھائیں"۔

ناگ ایک قدم پیچھے ہٹ گیا۔ کمال رضا کی نگاہیں ناگ پر جمی ہوئی تھیں۔ ناگ نے اس کی آنکھوں کے سامنے اسی طرح ایک گہرا سانس اندر کو کھینچا جس طرح اس نے عنبر ناگ ماریا کی کتابوں میں پڑھا تھا۔ ناگ نے سانس چھوڑا تو سید کمال رضا پر ایک دہشت طاری ہو گئی۔ اس کی آنکھوں کے سامنے سے ناگ غائب

ہو چکا تھا اور اس کی جگہ اب ایک سیاہ رنگ کا سرخ آنکھوں والا سانپ۔ پھن اٹھائے اس کی طرف دیکھتے ہوئے لہرا رہا تھا۔ کمال رضا خوف کے مارے پیچھے ہٹنے لگا۔

ناگ نے فوراً انسان کی شکل بدل لی اور بولا:

"دیکھا۔ میں نہ کہتا تھا کہ تم ڈر جاؤ گے۔ اچھا اب تم اپنے گھر جاؤ بیٹا اور میری ایک نصیحت یاد رکھنا۔ ہمارے سفر کی پُر اسرار کہانیاں بھی پڑھو مگر اسکول کی پڑھائی بھی دل لگا کر کرنا تاکہ تم پڑھ لکھ کر ملک و قوم اور اپنے ماں باپ کا نام روشن کر سکو"۔

ناگ جانے لگا تو کمال رضا نے ہمت کر کے کہا:

"انکل ناگ! میں نے ابھی ابھی جو کچھ دیکھا ہے اس پر یقین نہیں آ رہا"۔

ناگ نے کمال رضا کے سر پر ہاتھ پھیر کر کہا:

"بیٹا! اب تمہیں یقین آ جانا چاہیے کہ میں ہی ناگ ہوں"۔

"مگر انکل — ماریا عنبر اور کیٹی کہاں ہے؟" کمال رضا نے پوچھا۔

ناگ نے کہا:

"ماریا ہم سے بچھڑ گئی ہے۔ عنبر اور کیٹی ہوٹل میں ہیں جہاں میں بھی ان کے ساتھ ٹھہرا ہوا ہوں۔"

کمال رضا نے کہا:

"پلیز انکل! مجھے انکل عنبر اور آنٹی کیٹی سے بھی ملا دیں۔ میں آپ کا یہ احسان کبھی نہیں بھولوں گا۔"

ناگ بولا: "بیٹا! اس وقت ہمیں آپس میں ایک ضروری میٹنگ کرنی ہے۔ میں وعدہ کرتا ہوں کہ شام کو میں عنبر اور کیٹی کو لے کر تمہارے گھر آؤں گا۔ مگر تم گھر کے باہر ہی رہنا۔"

کمال رضا نے بڑے شوق سے کہا:

"انکل! میں شام کو اپنی کوٹھی کے باہر گیٹ پر آپ کا انتظار کروں گا۔"

ناگ نے کہا:

"لیکن اپنے کسی دوست کو ہمارے بارے میں مت بتانا۔"

بید کمال رضا بولا:

"نہیں انکل! میں کسی کو نہیں بتاؤں گا۔ آپ انکل عنبر اور کیٹی کو لے کر آئیں گے ناں؟"

ناگ نے کہا:

"ہاں ہاں بیٹا۔ میں نے وعدہ کیا ہے تو ضرور آؤں گا۔ اب تم جاؤ۔"

کمال رضا اپنی کوٹھی کی طرف چل پڑا۔ وہ بار بار پیچھے مڑ کر ناگ کو دیکھ رہا تھا۔ ناگ نے ہاتھ ہلا کر الوداع کہا اور اپنے ہوٹل کی طرف روانہ ہو گیا۔

ہوٹل میں جا کر ناگ نے عنبر اور کیٹی کو ناگن کنڈلی کے عبرت ناک انجام کے بارے میں بتایا اور کہا:

"برائی کا انجام برائی نکلا۔ آنکھوں پر دولت کی پٹی باندھ کر لوگوں کی جان لینے والی ناگن اپنے انجام کو پہنچ گئی ہے۔"

عنبر نے سارے واقعات سن کر کہا:

"اب میرا خیال ہے ہمیں یہاں سے نکل جانا چاہیے کیوں کہ ماریا بھی ہمیں کراچی میں کہیں نہیں مل سکی۔"

کیٹی بولی: "کیوں نہ ہم دو تین روز اور ماریا کو تلاش کریں۔ ہو سکتا ہے وہ ہمیں

مل جائے۔"

"جیسے تمہاری مرضی" عنبر نے کہا۔

ناگ بولا: "یہاں ایک لڑکے کمال رضا سے میری ملاقات ہوئی ہے۔ وہ ہماری کہانیاں یعنی عنبر ناگ ماریا کی کتابیں بڑے شوق سے پڑھتا ہے۔ میں نے اس سے اپنا تعارف تو کروا دیا ہے۔ اب وہ آج شام تم دونوں کو ملنا چاہتا ہے۔"

عنبر نے کہا:

"ناگ بھائی! ہمیں یہاں زیادہ لوگوں سے نہیں ملنا چاہیے اس طرح اگر ہمارا راز فاش ہو گیا تو لوگ ہمارا جینا مشکل کر دیں گے۔"

ناگ کہنے لگا: "سوائے اس لڑکے کے یہاں اور کسی کو کچھ معلوم نہیں ہے اور پھر میں نے کمال رضا سے وعدہ کر لیا ہے۔"

"ٹھیک ہے اگر وعدہ کر لیا ہے تو چلے چلیں گے۔" عنبر نے کہا اور وہ باتھ روم میں منہ ہاتھ دھونے چلا گیا۔

○

شام کے وقت عنبر ناگ اور کیتھی اپنے ہوٹل سے نکل کر اپنے کراچی کے دوست کمال رضا سے ملنے اس کی کوٹھی پہنچے تو دیکھا کہ وہ بے چینی سے کوٹھی کے آگے ٹہل رہا تھا۔ ناگ کو دیکھ کر وہ اس کی طرف بڑھا۔ ناگ نے کمال رضا کا تعارف عنبر اور کیتھی سے کروایا۔ کمال رضا نے بڑی مسرت کے ساتھ عنبر اور کیتھی سے ہاتھ ملائے اور کہنے لگا۔

"آج میری زندگی کی ایک بڑی اہم خواہش پوری ہو گئی۔ مگر آنٹی کیتھی آپ کی آنکھیں چوکور کیوں نہیں ہیں؟"

کیتھی نے کہا:

"ایک بار میں چٹکی بجا کر اپنی شکل میں واپس آئی تھی تو میری آنکھیں چوکور نہیں تھیں۔"

اور کیتھی ہنسنے لگی۔

کمال رضا نے عنبر سے بھی باتیں کیں اور پھر ناگ کی طرف دیکھ کر بولا:

"ناگ انکل۔ میں تھوڑی دیر میں آپ کے ہوٹل کی طرف ہی جانے والا تھا۔"

"وہ کیوں — تمہیں تو معلوم تھا کہ ہم تمہارے

پاس ہی آ رہے ہیں۔" ناگ نے کہا۔
کمال رضا نے بڑی راز داری سے کہا:
"انکل ناگ! ابھی ابھی مجھے ایک پُراسرار خبر ملی ہے۔"
"وہ کیا ہے خبر؟" کیپٹن نے کہا:
عنبر بولا: "کیا کوئی بھوت آ گیا ہے نارتھ ناظم آباد میں؟"
کمال رضا کہنے لگا:
"انکل! میرا ایک کلاس فیلو ہے۔ اس کا باپ کراچی سٹیل ملز میں نوکر ہے۔ کل وہ رات کی ڈیوٹی دے کر منہ اندھیرے واپس آ رہا تھا کہ اس نے پیپری کی خشک پہاڑیوں میں ایک خلائی آدمی کو دیکھا۔"
کیپٹن چونکی: "خلائی آدمی؟ مگر تمہارے دوست کے باپ کو کیسے پتہ چلا کہ وہ خلائی آدمی ہے؟"
عنبر اور ناگ بڑے غور سے کمال رضا کی باتیں سن رہے تھے۔
سید کمال رضا بولا:
"میرے دوست کے والد نے اندھیرے میں ایک

آدمی کو دیکھا کہ جس کی آنکھیں سُرخ تھیں۔ چہرے کا رنگ سبز تھا اور اس کی آنکھوں سے تھوڑی تھوڑی دیر بعد روشنی کی کرنیں باہر کو نکلتی تھیں۔ میرے دوست کا ابّا وہاں سے ڈر کر بھاگ گیا۔ گھر آتے ہی اسے ڈر کے مارے بخار ہو گیا۔ اس نے بتایا کہ اس نے ایک خلائی آدمی کو دیکھا ہے۔ انکل! خلائی مخلوق ایسی ہی ہوتی ہے نا؟"
عنبر اور ناگ نے کیپٹن کی طرف دیکھا۔
کیپٹن نے کہا:
"کمال رضا کا خیال ٹھیک ہے۔ خلائی سیارہ یو ہتون کی مخلوق کے جسم سبز اور آنکھیں سرخ ہوتی ہیں اور ان کی آنکھوں سے کرنیں پھوٹتی ہیں۔ مگر یہ سیارہ اس دنیا سے کروڑوں نوری سال کے فاصلے پر ہے۔ یہ خلائی انسان یہاں کس طرح پہنچ گیا؟"
کیپٹن نے کمال رضا سے کہا:
"کیا تم ہمیں بتا سکتے ہو کہ پیپری کی پہاڑیاں یہاں سے کتنی دُور ہیں؟"

کمال رضا نے پیپری کی پہاڑیوں کا نقشہ بنا کر کیٹی کو دے دیا۔

عنبر نے کہا:

"اچھا کمال بیٹے۔ ہم چلتے ہیں۔ تم سے پھر کبھی ملاقات ہو گی۔ مگر ایک بات ہے۔ اس خلائی مخلوق اور ہماری ملاقات کے بارے میں کسی سے ذکر مت کرنا۔"

سید کمال رضا نے کہا:

"او کے انکل! میں کسی سے ذکر نہیں کروں گا۔ مگر پلیز! مجھے ماریا سے بھی ضرور ملائیں۔"

ناگ بولا: "خدا نے چاہا تو کبھی ماریا سے بھی تمہاری ملاقات ہو جائے گی۔ اچھا خدا حافظ!"

"خدا حافظ انکل!"

کمال رضا ہاتھ ہلانے لگا۔ ناگ عنبر اور کیٹی الوداع کہہ کر واپس ہوٹل کی طرف چل پڑے۔ ہوٹل پہنچ کر عنبر اور ناگ نے کیٹی سے پوچھا کہ یہ خلائی انسان کہاں سے آ گیا ہے۔

ناگ کہنے لگا:

"میرا تو خیال ہے کہ اس آدمی کو وہم ہو گیا

ہو گا۔ بھلا آج کے دور میں خلائی انسان کہاں سے آ سکتے ہیں۔"

کیٹی بولی: "ناگ بھیا! یہ سائنس کا دور ہے۔ آج کے دور ہی میں خلائی مخلوق ہماری زمین پر آ سکتی ہے۔"

عنبر بولا: "اس میں بحث کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ آج ہی رات پیپری کی پہاڑیوں میں چل کر دیکھ لیتے ہیں کہ کون سا خلائی انسان وہاں آیا ہوا ہے۔"

جب آدھی رات ہو گئی تو عنبر ناگ اور کیٹی ایک ٹیکسی میں بیٹھے اور پیپری کے علاقے کی طرف روانہ ہو گئے۔ پیپری وہاں سے کافی دور تھا۔ پیپری کی پہاڑیوں کے قریب پہنچ کر انہوں نے ٹیکسی چھوڑ دی۔ رات کے اندھیرے میں پیپری کی بنجر اور ویران پہاڑیاں خاموش اور سنسان تھیں۔ ان پہاڑیوں میں وہ تینوں دیر تک خلائی انسان کو تلاش کرتے رہے مگر انہیں وہ کہیں نظر نہ آیا۔ کیٹی کی خلائی حس میں ایک بار پھر تیز ہو گئی تھی۔ وہ آگے آگے چل رہی تھی۔ زمین پر چھوٹے چھوٹے پتھر بکھرے ہوئے تھے۔ چھوٹی چھوٹی سیاہ پہاڑیاں جب

چاپ تھی۔ اس سناٹے میں صرف ان کے جوتوں تلے پتھروں
اور کنکروں کے کچلنے کی آواز ہی آ رہی تھی۔

عنبر بولا: "یہ اس آدمی کا وہم تھا۔ یہاں کوئی
خلائی مخلوق نہیں ہے۔ واپس چلنا چاہیے۔"

اچانک کیپٹن نے ہاتھ کے اشارے سے عنبر کو خاموش
رہنے کے لیے کہا اور پھر انہیں لے کر پہاڑی کی دیوار کے
ساتھ اندھیرے میں ہو گئی۔ کسی انسان کے آہستہ آہستہ
سانس لینے کی آواز آ رہی تھی۔ آواز قریب آتی جا
رہی تھی۔ پھر انہیں اندھیرے میں ایک سبز چہرے والا
انسان دکھائی دیا جس کی سرخ آنکھوں میں سے تھوڑی
تھوڑی دیر بعد سرخ کرنیں پھوٹ رہی تھیں۔ اس نے
ایک پھٹا پرانا خلائی سوٹ پہن رکھا تھا۔ اور وہ
لمبے لمبے گہرے سانس لیتا۔ ایک پہاڑی غار کی طرف
جا رہا تھا۔

o

پیارے دوستو!

- یہ خلائی انسان کون تھا اور ہماری دنیا میں کس لیے آیا تھا؟
- ماریا کی واپسی کیسے ہوئی؟
- عنبر ناگ ماریا کا سفر جب ختم ہوا تو آگے ان کا کون سا سفر شروع ہوا؟
- کیا وہ چاروں موت کی نیند سو گئے یا ان کا کوئی انوکھا سفر شروع ہوا؟

ان سوالوں کے جواب آپ کو عنبر ناگ ماریا کی اگلی قسط نمبر ١٠٠ میں ملیں گے۔ جو ایک خاص نمبر ہوگا۔ اور جس میں یہ فیصلہ ہو جائے گا کہ عنبر ناگ ماریا مرجاتے ہیں یا کسی ان جانے انوکھے سفر پر روانہ ہو جاتے ہیں۔

عنبر ناگ ماریا

مصنف: اے۔ حمید

کے ۵ ہزار سالہ سفر کی پُراسرار اور سنسنی خیز داستان

نیا مکتبہ اقراء : ۱۴/بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور

عنبر ناگ ماریا کی واپسی کا سینچری کیس

عنبر ہوشیار

نیا مکتبہ اقرا

عنبر ناگ ماریا کی واپسی کا سینچری نمبر

عنبر ہوشیار

اے حمید

ترتیب

خلائی انسان سے ملاقات

غار کے پاس پہنچ کر سبز خلائی انسان رک گیا!
اس نے آہستہ آہستہ اپنی گردن گھما کر پیچھے دیکھا۔ ایسے لگ رہا تھا کہ جیسے اسے بھی کسی انسان کی موجودگی کا احساس ہو گیا ہے۔ اچانک اس کی آنکھوں کی سرخ روشنی تیز ہو گئی اور ایک سرخ لائٹ کی طرح پیچھے پڑی۔ عنبر ناگ اور کیپٹن اگر پہاڑی کی دیوار کے ساتھ نہ لگے ہوتے تو وہ خلائی انسان کو ضرور نظر آ جاتے۔ مگر وہ اندھیرے میں چھپے ہوئے تھے۔ سبز خلائی انسان کو جب سرخ روشنی میں کوئی دنیا کا انسان نظر نہ آیا تو اس کی آنکھوں سے نکلتی تیز روشنی مدھم ہو گئی اور وہ رینگتا ہوا غار میں داخل ہو گیا۔

اس کے جانے کے بعد کیپٹن نے سرگوشی میں کہا، "یہ خلائی مخلوق ہے مگر اس کی شکل اس دنیا کے لوگوں جیسی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ

یہ خلائی انسان کسی ایسے خلائی ستارے سے
یہاں آیا ہے جو اس دنیا سے کروڑوں نوری سال
کے فاصلے پر ہے۔"

عنبر نے کہا: "مگر یہ یہاں کیا کرنے آیا ہے؟"

کیٹی نے جواب دیا:

"اس خلائی انسان کا خلائی لباس کٹا پھٹا ہے
جس کا مطلب ہے کہ اس کو مجبوراً یہاں اترنا
پڑا ہے۔ اس سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے
کہ یہ جس سیارے سے آیا ہے وہاں کی فضا
بالکل ہماری اس دنیا کی فضا جیسی ہے۔ ورنہ
یہ یہاں زندہ نہیں رہ سکتا تھا۔"

ناگ بولا: "اس سے مل کر پتہ کرنا چاہیے کہ
وہ یہاں کیا کر رہا ہے اور اب آگے کہاں
جائے گا۔"

عنبر نے کہا:

"یہ کام کیٹی ہی کر سکتی ہے کیوں کہ یہ خود
خلائی مخلوق ہے اور خلا کی زبان جانتی ہے۔
کیوں کیٹی! کیا خیال ہے؟"

کیٹی کہنے لگی:

"تم لوگ یہیں ٹھہرو۔ میں غار میں جا کر خلائی انسان
سے بات کرتی ہوں۔"

"وہ تمہیں کوئی نقصان نہ پہنچائے۔" عنبر نے کہا۔

ناگ بولا: "میں تمہارے ساتھ جاؤں گا کیٹی تاکہ تمہاری
حفاظت کر سکوں۔"

کیٹی نے جواب دیا:

"اس کی ضرورت نہیں۔ وہ میرے دشمن سیارے
کی مخلوق نہیں ہے۔ وہ مجھے کچھ نہیں کہے گا۔ اگر
ایسی خطرے کی کوئی بات ہوئی تو میں تمہیں آواز
دوں گی تم میری مدد کو آ جانا۔ اب میں جاتی
ہوں۔"

کیٹی آہستہ سے غار کی طرف بڑھی۔ ناگ اور عنبر اپنی
جگہ پر ہوشیار ہو کر کھڑے ہو گئے۔

کیٹی غار میں داخل ہوئی تو اسے دور غار کے اندر ایک
سرخ روشنی نظر آئی۔ وہ اس روشنی کی طرف بڑھی ہی تھی
کہ ایک دم سے تیز سرخ روشنی میں نہا گئی۔ سبز خلائی
انسان نے اس پر اپنی آنکھوں کی سرخ روشنی ڈالی تھی۔

کیٹی نے دونوں ہاتھ اوپر کھڑے کر دیئے اور خلائی
زبان میں بولی:

"میں خلائی لڑکی کیٹی ہوں ۔ میں تمہاری مدد کو آئی
ہوں۔ میں تمہاری دوست ہوں۔"
سرخ روشنی ایک دم مدھم پڑ گئی اور اسے سبز خلائی
انسان کی آواز آئی:
"آگے آ جاؤ"
کیٹی پھونک پھونک کر قدم اٹھاتی سبز خلائی انسان کی
طرف بڑھی۔ یہ خلائی انسان ایک جگہ غار میں دیوار سے
ٹیک لگا کر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے جسم سے سبز روشنی اور آنکھوں
سے سرخ روشنی کی کرنیں نکل رہی تھیں کیٹی اس کے قریب
جا کر کھڑی ہو گئی۔
"میرے دوست تم اس دنیا میں کیسے آ گئے؟ تمہارے
سیارے کا نام کیا ہے؟"
سبز خلائی انسان نے کہا:
"میں خلائی سیارے لیو ہتون کا سائنس دان انجینئر
ہوں۔ میرا نام تھیو سانگ ہے۔ میرا سیارہ اس
دنیا سے دس کروڑ نوری سال کے فاصلے پر واقع
ہے۔ وہاں کی فضا اس زمین کی فضا سے بہت
ملتی جلتی ہے۔ ہمارے سیارے کے بادشاہ نے
مجھے ایک دوسرے سیارے کو تباہ کرنے کے لیے

ایک خلائی بم تیار کرنے کا حکم دیا مگر میں نے
بے گناہ مخلوق کو ہلاک کرنے سے انکار کر دیا۔
چنانچہ ہمارے سیارے کے بادشاہ نے مجھے اس
دنیا کی فضا میں لا کر پھینک دیا۔ اب میں کئی
روز سے ان پہاڑیوں میں پھر رہا ہوں۔ اس خیال
سے لوگوں کے سامنے نہیں آتا کہ یہاں میرا کوئی
دوست نہیں ہے۔"
کیٹی نے کہا، "تمہیں یہ سن کر خوش ہو جانا چاہیے
کہ ہم تمہارے دوست ہیں۔"
"کیا تمہارے ساتھ کوئی اور بھی ہے؟" خلائی انسان
تھیو سانگ نے پوچھا:
"ہاں" کیٹی نے کہا، "میرے ساتھ میرے دو بھائی
عنبر اور ناگ بھی ہیں جو باہر کھڑے ہیں۔ میں انہیں
اندر بلاتی ہوں۔"
کیٹی جلدی سے باہر آئی۔ سارے حالات عنبر اور ناگ
کو بتائے اور انہیں ساتھ لے کر غار میں سبز خلائی انسان
کے پاس چلی آئی۔ اس نے عنبر ناگ کا خلائی انسان تھیو سانگ
سے تعارف کرا دیا۔ مگر کیٹی نے خلائی انسان تھیو سانگ کو عنبر
اور ناگ کی خفیہ طاقتوں کے بارے میں کچھ نہ بتایا۔ نہ ہی

اس نے ماریا کے بارے میں کوئی بات کی۔
عنبر نے کہا: "دوست مجیوسانگ تم کب تک اس
جگہ میں پڑے رہو گے؟"
مجیوسانگ بولا: "پھر میں کیا کروں۔ کہاں جاؤں اب
تم میرے دوست بن گئے ہو۔ تم لوگ جہاں کہو
میں تمہارے ساتھ جانے کو تیار ہوں۔"
ناگ نے کہا: "لیکن تمہارے جسم سے سبز اور آنکھوں
سے سرخ روشنی نکل رہی ہے۔ اس حالت میں تم
ہمارے ساتھ باہر نکلے تو لوگ تمہارا تماشہ بنائیں گے
بچے پیچھے لگ جائیں گے۔"
عنبر بولا: "یہ بھی ہو سکتا ہے کہ یہاں کی پولیس
تمہیں اندیشہ نقضِ امن کی وجہ سے گرفتار کرے۔"
خلائی انسان مجیوسانگ نے کہا:
"میرے پاس ایک خلائی طاقت ہے جس کی مدد
سے میں اپنے جسم کا رنگ یہاں زمین کے لوگوں کے
جسموں کے رنگ جیسا کر سکتا ہوں اور میری آنکھوں
سے سرخ روشنی بھی نہیں نکلے گی۔"
ناگ نے پوچھا: "کیا اس کے علاوہ بھی تمہارے
پاس کوئی خلائی طاقت ہے؟"

خلائی انسان مجیوسانگ بولا:
"اگر میں اپنی دائیں آنکھ بند کر کے کسی چیز کو انگلی
سے چھوؤں تو وہ چیز اتنی چھوٹی ہو جائے گی کہ
میں اسے اٹھا کر اپنی جیب میں ڈال سکوں گا۔"
عنبر ناگ اور کیٹی نے ایک دوسرے کو مسکرا کر دیکھا۔
"اس کا تو تجربہ کر کے دکھاؤ مجیوسانگ" عنبر نے کہا۔
کیٹی بولی: "عنبر بھائی کو یقین نہیں آ رہا۔ حالانکہ مجھے
یقین ہے۔ کیونکہ میں جانتی ہوں کہ خلائی مخلوق بہت
کچھ کر کے دکھا سکتی ہے۔"
خلائی انسان مجیوسانگ نے کہا:
"کیٹی! تم مجھے اچھی طرح سے جانتی ہو۔ لیکن یہ میرے
نئے دوست میری طاقتوں سے واقف نہیں ہیں۔
اس لیے میں انہیں تجربہ کر کے ضرور دکھاؤں گا۔"
خلائی انسان نے یہ کہہ کر اپنی دائیں آنکھ بند کی اور عنبر
کے جسم کے ساتھ اپنی انگلی لگا دی۔ ایک سیکنڈ کے اندر
اندر ایک دم سے عنبر چوہے کے بچے کی طرح چھوٹا بن گیا
کیٹی ہنس کر بولی:
"عنبر بھائی! اب تمہیں یقین آ گیا ہو گا"
ناگ نے عنبر کو اپنی ہتھیلی پر اٹھا لیا اور کہنے لگا:

"عنبر بھائی تم تو اتنے چھوٹے ہو گئے ہو کہ میں
تمہیں اپنی جیب میں ڈال سکتا ہوں۔"
عنبر کی باریک آواز آئی:
"ناگ! یہ شخص میری خفیہ طاقت کو ابھی نہیں جانتا
دیکھو۔ میں اپنی طاقت استعمال کرنے لگا ہوں۔"
عنبر نے دونوں چھوٹے چھوٹے بازو ہوا میں زور سے
لہرائے اس کے ساتھ ہی وہ پھر سے پورا جوان عنبر بن
گیا۔ اب خلائی انسان تھیوسانگ عنبر کو حیرانی سے تکنے
لگ گیا۔ بولا:
"تم نے کمال کر دیا عنبر! ضرور تم کوئی غیر معمولی
انسان ہو۔ کیوں کہ میں جس کو دائیں آنکھ بند کر کے
چھوٹا کر دوں۔ وہ اس وقت تک دوبارا بڑا
نہیں ہو سکتا جب تک کہ میں بائیں آنکھ بند
کر کے اسے دوسری انگلی سے نہ چھوؤں۔ سچ سچ
بتاؤ، تم اصل میں کون ہو؟ کیا تم بھی کوئی خلائی
انسان ہو؟"
عنبر مسکراتے ہوئے بولا:
"تھیوسانگ! تم ہمارے دوست ہو۔ مگر تم میری خفیہ
طاقت کو نہیں جانتے تھے۔ اب تم نے اپنی آنکھوں

سے دیکھ لیا ہے کہ میں بھی زبردست طاقت رکھتا
ہوں۔"
"مگر تم اصل میں کون ہو؟" خلائی انسان نے پھر سوال کیا
کیٹی بولی: "یہ تمہیں بعد میں بتا دیں گے۔ اس وقت
تم یہاں کے انسانوں کی طرح اپنا جسم بناؤ۔ یہ خلائی
سوٹ اتار کر پھینکو اور ہمارے ساتھ شہر چلو کیا
تمہیں بھوک یا پیاس نہیں لگی؟"
خلائی انسان نے کہا
"جب سے اس دنیا کی فضا میں آیا ہوں مجھے کچھ
کچھ بھوک پیاس لگنے لگی ہے۔ ان خشک پہاڑیوں
میں سوائے خشک گھاس کے اور کچھ نہیں ہے۔
یہی خشک گھاس کھا کر گذارا کرتا رہا ہوں"
ناگ نے کہا:
"تم ہمارے ساتھ ہوٹل چلو۔ ہم تمہیں چکن روسٹ
کھلائیں گے اور چینی سوپ پلائیں گے۔"
سبز خلائی انسان نے اپنا سانس روک کر دوبار اپنے سر
کو جھٹکا دیا اور اس کا جسم جو پہلے سبز تھا ہماری دنیا کے
انسانوں کی طرح گندمی ہو گیا۔ اس کی آنکھوں کی سرخ روشنی
بھی غائب ہو گئی۔ عنبر ناگ اور کیٹی نے خلائی انسان کو ساتھ

یا اور ٹیکسی میں بٹھا کر اپنے ہوٹل لے آئے۔ خلائی انسان
ٹیٹو ساتک کو قمیض پتلون بوٹ وغیرہ پہنائے گئے۔ اس نے
کھانا کھایا اور بولا:
"تم لوگ جنگلی لوگوں کی طرح گوشت کو آگ پر
بھون کر کیوں کھاتے ہو؟ ہمارے سیارے پر تو گوشت
کو روشنی کی ایک کرن بھون ڈالتی ہے۔"
پھر اس نے ٹیلی ویژن دیکھا تو بولا:
"تم لوگ سائنس میں ابھی بہت پیچھے ہو۔ ہمارے
سیارے میں تو ہر انسان کی انگوٹھی میں ٹیلی ویژن
لگا ہوتا ہے جو ہر وقت چلتا رہتا ہے۔"
ناگ بولا: "اگر تیسری ایٹمی جنگ نہ ہوئی تو اس
دنیا میں بھی انگوٹھیوں والے ٹیلی ویژن آ جائیں گے۔"
خلائی انسان نے چونک کر کہا:
"کیا یہاں بھی لوگ ایٹمی جنگ کی تیاریاں کر
رہے ہیں؟"
عنبر سانس بھر کر کہنے لگا:
"یہاں انسان انسان کا دشمن ہو گیا ہے۔ ایک بار
ہیروشیما میں ایٹم بم گرایا جا چکا ہے۔ اب اتنے طاقتور
میزائل تیار ہو گئے ہیں کہ جس ملک پر گرائیں گے

وہاں کوئی انسان زندہ نہیں بچے گا۔"
کیپٹن نے خلائی انسان کو بتایا کہ امریکہ اور روس خلائی
یعنی ہماری اس زمین کے گرد چھوڑے ہوئے خلائی سیاروں
کے ذریعے لیزر شعاعیں پھینک کر ایک دوسرے کو تباہ کرنے
کا پورا پورا انتظام کر چکے ہیں۔
خلائی انسان نے پوچھا:
"یہ لوگ ایک دوسرے کو کیوں تباہ کرنے پر تلے
ہوئے ہیں؟"
ناگ بولا:
"اس لیے کہ امریکہ چاہتا ہے کہ وہ ساری دنیا پر
قبضہ کر لے۔ روس چاہتا ہے کہ اس کا دنیا پر قبضہ
ہو جائے۔ بیچ میں کروڑوں انسان خوامخواہ مارے
جائیں گے۔"
خلائی انسان نے کہا کہ کیا کسی طرح ان دونوں ملکوں
کو ایسی بھیانک جنگ کرنے سے روکا نہیں جا سکتا؟
عنبر نے کہا کہ ان دونوں ملکوں نے خطرناک ایٹمی ہتھیاروں
کا اتنا بڑا ذخیرہ کر لیا ہے کہ اب وہ اسے دشمن پر
چلانا چاہتے ہیں۔
ناگ نے خلائی انسان سے کہا:

"تمہارے خلائی دوست! تم اس وقت اس دنیا
پر آئے ہو جب کہ یہ دنیا تباہی کے کنارے پر
کھڑی ہے۔ کسی بھی وقت ایٹمی جنگ شروع ہو
سکتی ہے۔"

کیٹی نے کہا:

"اگر ایک بار جنگ شروع ہو گئی تو اسے پھر
کوئی بھی نہ روک سکے گا۔ زمین سے میزائل ایک
دوسرے کے ملک پر حملہ کریں گے۔ خلا میں سے
لیزر شعاعیں تباہی مچا دیں گی۔"

خلائی انسان نے افسوسناک انداز میں کہا:

"میں نے اپنے سیارے میں بھی جنگ کی مخالفت
کی تھی جس کی سزا میں مجھے یہاں پھینک دیا گیا۔
اب یہاں بھی سائنسداں ایٹمی جنگ کی تیاریاں کر
رہے ہیں۔ میں اس جنگ کو روکنا چاہتا ہوں۔"

ناگ ہنس کر بولا:

"ہم امریکہ جا رہے ہیں۔ تم وہاں جا کر امریکہ
کے صدر سے مل کر جنگ نہ کرنے کی بات کر کے
دیکھ لینا۔"

عنبر نے کہا:

"کیا تم ہمارے ساتھ امریکہ چلو گے؟"

خلائی انسان بولا:

"میں تمہارے بغیر یہاں رہ کر کیا کروں گا۔ اب
تو میرا جینا مرنا تمہارے ہی ساتھ ہے۔"

کیٹی نے فوراً سوال کر دیا۔

"تھیوسانگ! تم نے ہمیں یہ بتایا ہی نہیں کہ تم کس
طرح مر سکتے ہو؟"

خلائی انسان تھیوسانگ کچھ دیر کے لیے چپ ہو گیا
پھر بولا:

"تم میرے دوست ہو۔ تم نے میری مدد کی ہے۔
میں تم پر بھروسہ کرتا ہوں۔ اور اپنی موت یا
زندگی کا راز تمہیں بتائے دیتا ہوں۔ میں پستول
کی گولی یا لیزر کی شعاع یا آگ سے نہیں
مر سکتا۔ مجھے تلوار خنجر بھی ہلاک نہیں کر سکتے۔
دم گھٹنے سے بھی مجھے موت نہیں آ سکتی۔ ہاں
اگر کوئی میری دائیں ہاتھ کی کوئی بھی انگلی کاٹ ڈالے
تو میں مر جاؤں گا۔"

عنبر ناگ اور کیٹی خاموش ہو گئے۔

عنبر نے کہا:

"دوست! تمہارا یہ راز ہمارے سینے میں راز بن کر ہی رہے گا۔ ہم تمہارے دائیں ہاتھ کی انگلی کی حفاظت کریں گے۔"
ناگ بولا:
"میرا خیال ہے ہم اپنے خلائی دوست عیتوسانگ کا پاسپورٹ تو بنوا لیں گے لیکن اس کو امریکہ کا ویزا ملنا بہت مشکل ہے اور ویزے کے بغیر، امریکہ میں داخل نہیں ہو سکے گا۔"
خلائی انسان نے پوچھا:
"یہ ویزا کیا ہوتا ہے؟"
کیٹی بولی:
"یہ بھی اس دنیا کی ایک بک بک ہے۔ اچھا یہ بتاؤ کہ تم دوسروں کو اپنی انگلی سے چھو کر چھوٹا کر لیتے ہو کیا تم اپنے آپ کو بھی اتنا چھوٹا کر سکتے ہو؟"
خلائی انسان سر ہلا کر بولا:
"کیوں نہیں کیٹی۔ اگر میں داہنی آنکھ بند کر کے انگلی سے اپنے جسم کو چھو لوں تو میں بھی چھوٹا ہو جاؤں گا۔ اور جب تک دوسری آنکھ

بند کر کے دوبارا اپنے جسم کو نہیں چھوؤں گا چھوٹے کا چھوٹا ہی رہوں گا۔"
کیٹی نے خوش ہو کر عنبر ناگ سے کہا:
"یہ تو سارا معاملہ ہی حل ہو گیا۔ ہم عیتوسانگ یعنی اپنے خلائی دوست کو چھوٹا بنا کر اپنی جیب میں ڈال کر ساتھ لے چلیں گے۔ پھر نہ تو اس کے پاسپورٹ کی ضرورت ہو گی نہ ویزے کی۔"
عنبر نے کہا:
"لیکن ہوائی اڈوں پر جو ایکس رے کرنے والی مشینیں لگی ہوتی ہیں وہ اسے ظاہر کر دیں گی۔"
کیٹی بولی:
"وہاں پہنچ کر اس کا بھی کوئی حل سوچ لیں گے ابھی ہمیں یہاں سے کوچ کر جانا چاہیے۔"
ناگ نے کہا:
"میرا خیال ہے کیٹی ٹھیک کہتی ہے۔ ہمیں پاکستان سے نکل چلنا چاہیے۔ ہمارے ویزے لگے ہوئے ہیں۔ بس جہاز میں سیٹیں بک کرانی ہیں۔"
عنبر نے کہا کہ ہمارے پاس ڈالر زیادہ نہیں ہیں۔ اونگا

جا کر ہمیں ڈالروں کی سخت ضرورت پڑے گی۔

ناگ نے مسکرا کر کہا:

"اس کی تم لوگ فکر نہ کرو۔ وہاں ڈالر پیدا کرنا میرا ذمہ ہوگا۔"

خلائی انسان نے کہا:

"میں بھی تمہاری مدد کروں گا۔"

عنبر بولا:

"یہ وہاں جا کر سوچیں گے۔ ابھی تو ہمارے پاس اتنے پیسے ہیں کہ امریکہ جا کر ایک مہینہ آرام سے رہ سکتے ہیں۔"

خلائی انسان نے پوچھا:

"تم لوگ امریکہ کیوں جا رہے ہو؟"

ناگ بولا:

"بات اصل میں وہی ہے جو ہم ابھی تھوڑی دیر پہلے کر رہے تھے۔ دنیا تباہ ہونے والی ہے۔ ہم پہلے امریکہ جا کر وہاں کے صدر کو جنگ کی پہل کرنے سے روکنا چاہتے ہیں۔ اگر وہ نہ مانے تو پھر ہم روس جا کر اس کے صدر سے درخواست کریں گے کہ وہ جنگ شروع کر کے

دنیا کو تباہ نہ کریں۔"

خلائی انسان نے کہا:

"یہ تو بڑا نیک کام ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ کیا یہ لوگ ہماری بات مان لیں گے؟"

کیپٹن بولا:

"ہمیں کوشش ضرور کرنا چاہیے۔"

خلائی انسان نے جواب میں کہا:

"ٹھیک ہے۔ میں تمہارے ساتھ ہوں۔"

○

عنبر ناگ کیپٹن نے دوسرے روز پان ایم امریکی فضائی کمپنی کے دفتر جا کر ہوائی جہاز میں کراچی سے واشنگٹن تک کی تین سیٹیں بک کروا لیں۔ یہ جمبو جیٹ طیارہ کراچی سے رات کے تین بجے روانہ ہونے والا تھا۔ انہوں نے ساری تیاری کر لی تھی۔ رات کے دو بجے جب وہ کراچی ائرپورٹ کی طرف چلنے لگے۔ تو کیپٹن نے خلائی انسان تھیوسانگ سے کہا:

"تھیوسانگ! اب تم اتنے چھوٹے بن جاؤ کہ میں تمہیں اپنے پرس میں ڈال لوں تا کہ تم بھی ہمارے

ساتھ امریکہ کا سفر کر سکو۔"

خلائی انسان نے بہت اچھا کہہ کر صوفے پر بیٹھے بیٹھے اپنی داہنی آنکھ بند کی اور ہاتھ کی انگلی سے اپنے ہیٹ کو چھوا۔ انگلی کے چھوتے ہی خلائی انسان چڑیا کے چوزے سے بھی چھوٹا سا بن گیا۔ عنبر اور ناگ اسے تعجب سے دیکھنے لگے۔ کیٹی نے ننھے خلائی انسان کو صوفے پر سے اٹھا کر اپنی ہتھیلی پر بٹھایا اور پوچھا:

"ہیتھوسانگ! میرے پرس میں تمہارا دم تو نہیں گھٹے گا نا؟"

"بالکل نہیں۔"

خلائی انسان کی پتلی ننھی سی آواز آئی۔ کیٹی نے خلائی انسان کو اپنے نیلے پرس میں ڈال لیا۔ وہ ٹیکسی میں بیٹھ کر ائرپورٹ کی طرف روانہ ہو گئے۔

ناگ نے راستے میں کیٹی سے کہا:

"اس سے تو بہتر تھا کہ تم چٹکی بجا کر ائر ہوسٹس بن جاتیں۔ پھر خلائی انسان کی چیکنگ سے بھی بچ سکتے تھے۔ تمہارے پرس کو کوئی چیک نہیں کر سکتا تھا۔"

کیٹی نے کانوں پر ہاتھ رکھ کر کہا:

"میرے بڑوں کی بھی توبہ۔ میں چٹکی نہیں بجاؤں گی۔ کیا خبر وہ جن صاحب مجھے کیٹی سے کوئی بلا بنا دیں۔ اب مجھے اس جن کا کوئی اعتبار نہیں رہا۔"

خلائی انسان کیٹی کے پرس میں اس کے چھوٹے سے رومال میں بیٹھا کیٹی کی باتیں سن رہا تھا۔ اس نے اندر سے پتلی آواز میں پوچھا:

"کیا میں کوئی بات کر سکتا ہوں کیٹی؟"

کیٹی کو باریک ننھی آواز آئی۔ جیسے کسی کوئل سے نکل رہی ہو۔ اس نے جلدی سے پرس اپنے ہونٹوں کے پاس لا کر کہا:

"ہیتھوسانگ! جب تک میں نہ کہوں خدا کے لیے آواز مت نکالو۔ نہیں تو بڑی گڑبڑ ہو جائے گی۔"

اس کے بعد خلائی انسان خاموش ہو گیا۔

ٹیکسی ائرپورٹ پہنچ گئی۔ ائرپورٹ رات کے وقت روشنیوں میں جگمگا رہا تھا۔ عنبر کے پاس ایک بریف کیس بھی تھا۔ ائرپورٹ پر ان کے پاسپورٹ دیکھے گئے۔ بریف کیس چیک کیے گئے۔ کسی نے کیٹی کے پرس کو چیک کرنے کی ضرورت محسوس نہ کی۔ تینوں ساتھی

آرام سے لانج میں جا کر بیٹھ گئے۔ ٹھیک وقت پر
پان ایم کا بہت بڑا جمبو جیٹ ہوائی جہاز کراچی ائرپورٹ
سے پرواز کر گیا۔ راستے میں کیٹی باتھ روم میں جا کر پرس
کھول کر خلائی انسان کو تھوڑا بہت برگر اور مکھن وغیرہ
کھلاتی رہی۔ مغربی جرمنی کی ائرپورٹ فرینکفرٹ پر جہاز رُکا۔
وہاں سے لندن کے ہیتھرو ائرپورٹ پر رُکا۔ یہاں سے
چلا تو واشنگٹن یعنی امریکہ کے دارالحکومت پہنچ گیا۔ یہاں زیادہ
چیکنگ ہوتی تھی۔

عنبر نے کیٹی کو مشورہ دیا کہ چونکہ کسٹم والے تمہارے
پرس کو کھول کر دیکھیں گے۔ کہ کہیں تم افیم یا ہیروئن اپنے
ساتھ تو نہیں لے جا رہی ہو اس لیے بہتر یہ ہو گا کہ
خلائی انسان کو رومال میں لپیٹ کر اپنے ہاتھ میں پکڑ
لو۔ تمہارے رومال کو کوئی چیک نہیں کرے گا۔ ناگ نے
بھی عنبر کی تائید کی۔ کیٹی نے ایسا ہی کیا اور خلائی انسان
کو پرس ہی سے نکال کر اپنے رومال میں لپیٹا اور اپنی
مٹھی میں چھپا لیا۔ کسٹم کے کاؤنٹر پر سامان کی چیکنگ ہو
رہی تھی۔ اچانک کیٹی پریشان ہو گئی۔ اس نے دیکھا کہ
کسٹم آفیسر عورتوں کے ہاتھ میں پکڑے ہوئے رومال بھی
کھول کر چیک کر رہا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ جنگ کا

خطرہ بڑھ گیا تھا۔ ائرپورٹ پر ہر شے کی چیکنگ ہونے
لگی تھی۔ ناگ اور عنبر بھی گھبرا سے گئے۔ کیٹی اس وقت
کسٹم آفیسر کے بالکل قریب پہنچ چکی تھی۔ وہ خلائی انسان کو
کسی دوسری جگہ نہیں چھپا سکتی تھی۔ اس کے آگے ایک
موٹی امریکی عورت کھڑی اپنا سامان چیک کرا رہی تھی۔
کیٹی کو اور تو کچھ نہ سوجھا۔ وہ رومال اپنے منہ کے پاس
لائی۔ جیسے ہونٹ پونچھ رہی ہو اس نے خلائی انسان کے
قریب منہ لے جا کر کہا:

"میں تمہیں نیچے رکھ رہی ہوں۔ ان میزوں سے
آگے نکل کر کسی ستون کے پیچھے چھپ جاؤ۔ ہم
تمہیں وہاں سے اُٹھا لیں گے۔"

موٹی امریکی عورت نے پلٹ کر کیٹی کی طرف دیکھا
اور کہا:

"کیا تم مجھ سے کچھ کہہ رہی ہو؟"

کیٹی نے مسکرا کر کہا:

"سوری میم! میں نے تمہیں کچھ نہیں کہا۔"

عنبر ناگ چپ تھے۔ اب کیٹی اپنی جرابوں کو اونچا
کرنے کے بہانے ذرا سی جھکی اور اس نے بڑے آرام
سے خلائی انسان کو جو چڑیا کے بالکل ننھے سے چوزے کی

طرح تھا کسٹم والی میز کے نیچے چھوڑ دیا۔ پھر جلدی سے
اٹھ کر اپنا سامان چیک کرانے لگی۔ اس کا بریف کیس اور
پرس چیک کیا گیا۔ اس کے ہاتھ میں پکڑا ہوا رومال بھی
کھول کر دیکھا گیا۔ اب عنبر اور ناگ کی باری تھی۔

کیٹی کسٹم والوں کی میز سے آگے نکل کر کسٹم کے ہال
کمرے میں اِدھر اُدھر نظریں دوڑا کر خلائی انسان کو ڈھونڈنے
لگی۔ مگر وہ اسے کہیں دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ کیٹی گھبرا
گئی۔ اچانک اس کی نظر خلائی انسان پر پڑ گئی۔ اس نے
دیکھا کہ ایک ننھا سا انسان مسافروں کے پاؤں کے بیچ
میں سے ہوتا ہوا ایک ستون کی طرف بڑھ رہا ہے
جہاں خالی ڈبیاں اور کاغذ وغیرہ ڈالنے کے لیے ایک ڈبہ
پڑا تھا۔ خلائی انسان اتنے سارے لوگوں میں کچھ گھبرا سا
گیا تھا۔ وہ کیٹی کے دیکھتے دیکھتے ردی کاغذوں کے ڈبے
میں گھس گیا تاکہ کوئی اسے پاؤں تلے نہ کچل ڈالے۔

اتنے میں عنبر ناگ بھی کیٹی کے پاس آ گئے تھے۔

"وہ کہاں ہے؟" ناگ نے پوچھا۔

کیٹی نے ردی کے ڈبے کی طرف اشارہ کر کے کہا۔ "
ابھی ابھی اس میں گھس گیا ہے۔ وہ تینوں ڈبے کی طرف
بڑھے ہی تھے کہ ایک کالا نیگرو صفائی کرنے والا آیا

وہ ایک چھوٹی سی گاڑی پر سوار تھا۔ جس میں موٹر لگی تھی۔
اس گاڑی پر ایک بڑا ڈرم لدا ہوا تھا۔ نیگرو نے خلائی
انسان والے ردی کے ڈبے کو اپنے بڑے ڈرم میں الٹایا
اور عنبر ناگ کیٹی کی آنکھوں کے سامنے گاڑی تیز چلاتا
ہال سے باہر نکل گیا۔

عنبر ناگ اور کیٹی گھبرا کر اس کی طرف بھاگے۔

اتنی دیر میں وہ باہر نکل گیا تھا۔ باہر ایک ردی اور
کوڑا کرکٹ والا ٹرک کھڑا تھا۔ نیگرو نے اپنا ڈرم ٹرک
میں اُلٹ دیا اور اس سے پہلے کہ عنبر ناگ کیٹی وہاں
پہنچتے ٹرک سڑک پر چل پڑا۔

کیٹی نے چیخ کر کہا "ٹرک روکو۔ ٹرک روکو۔"

کچھ امریکی عورتوں نے پلٹ کر کیٹی کو دیکھا۔ پھر اپنی
راہ چلنے لگے۔

عنبر بولا: "اب کیا ہو گا۔ ٹرک تو بھاگا جا رہا ہے۔"

ناگ نے کہا: "ٹرک کا پیچھا کرو اور کیا ہو گا۔ جلدی
کرو۔ کیٹی تم وہ ٹیکسی پکڑو۔ جلدی جلدی۔"

وہاں کتنی ہی ٹیکسیاں کھڑی تھیں۔ وہ ایک ٹیکسی میں
گھس گئے اور ڈرائیور سے کوڑے کرکٹ کے ٹرک کا پیچھا کرنے
کو کہا۔ ڈرائیور نے چونک کر پوچھا:

"کوڑے کرکٹ کے ٹرک کا پیچھا کریں گے؟"

"ہاں ہاں بھائی۔ تمہیں جو کہا ہے وہ کرو۔ تمہیں دس
ڈالر انعام دوں گی۔"
کیٹی نے سانس پر قابو پاتے ہوئے کہا۔ ٹیکسی چل پڑی۔
کوڑے کرکٹ کا ٹرک چونکہ بڑا تھا اس لیے انہیں نظر آ
رہا تھا۔ اس وقت وہ چوک کے قریب پہنچ گیا تھا۔ ٹیکسی
کافی پیچھے تھی۔ بیچ میں کچھ گاڑیاں آ گئی تھیں
عنبر بولا: "ٹرک پر نگاہ رکھنا کیٹی۔"

فرعون کی پیشگوئی

اچانک ٹرک میں سے ہم نے خلائی انسان کو ابھرتے دیکھا۔
ہم خوشی سے اچھل پڑے۔ ناگ بولا:
"حیرانی کی بات ہے کہ ہم یہ بھول گئے تھے کہ
ہمارا خلائی دوست دوسری انگلی اپنے جسم سے لگا کر
دوبارا بڑا بھی ہو سکتا ہے۔"
کیٹی نے اپنا سر پکڑ لیا:
"حد ہو گئی۔ یہ تو میں بھی بھول گئی تھی۔"
عنبر بولا:
"مگر یہ ابھی تک ٹرک میں کیا کرتا رہا۔ پہلے
کیوں نہ بڑا ہوا؟"
کیٹی نے کہا:
"کوڑا کرکٹ کے ڈھیر میں سے اپنے آپ کو
نکالتا رہا ہو گا۔ مگر اب ٹرک کو رکوایا کس
طرح جائے؟"

ہم دیکھ رہے تھے کہ خلائی انسان بھیتوسانگ ٹرک
کے کوڑے کرکٹ کے ڈھیر میں سے نکل کر اس کی چھت
پر چڑھ رہا تھا۔ لوگ اپنی اپنی گاڑیوں میں اسے تعجب
سے دیکھ رہے تھے۔

ہماری ٹیکسی والا بولا:

"جس ٹرک کا تم لوگ پیچھا کر رہے ہو اس میں
یہ آدمی کیا کرتب کر رہا ہے؟"

ناگ بولا:

"ہم اسی آدمی کی تلاش میں ہیں۔ ٹیکسی کسی طرح
اس ٹرک کے پاس لے چلو۔"

ٹیکسی والا بڑی کوشش کے بعد گاڑی کو ٹرک کے
قریب لے آیا۔ اس نے گاڑی کو ٹرک کے بالکل ساتھ
لگا دیا تھا کہ خلائی انسان اس کی ٹیکسی کے بونٹ پر
چھلانگ لگا دے اور خلائی انسان بھیتوسانگ نے ایسا ہی
کیا۔ اس نے ٹرک پر سے ٹیکسی پر چھلانگ لگا دی۔
ٹیکسی والا گاڑی کو دوسری سڑک پر لے آیا۔ ایک طرف
سے ٹریفک سارجنٹ موٹر سائیکل لے کر آ گیا۔

"تم لوگ یہ کیا کرتب دکھا رہے تھے۔ میں تم
سب کا چالان کروں گا۔"

ہم نے ٹریفک سارجنٹ کو بہت سمجھانے کی کوشش
کی لیکن وہ نہ مانا۔ ناگ کو غصّہ آ گیا۔ اس کو جب
کبھی غصّہ آ جائے تو پھر اسے روکنا ناممکن ہوتا ہے۔
ناگ نے سانس اوپر کھینچا تو وہ کالا سانپ بن گیا۔
سانپ بنتے ہی اس نے اتنی زور سے پھنکار ماری
کہ ٹریفک سارجنٹ پیچھے کو گر پڑا۔ اٹھتے ہی اس
نے موٹر سائیکل سٹارٹ کی اور وہاں سے فرار ہو گیا۔
آدمی کو سانپ بنتے دیکھ کر ٹیکسی ڈرائیور کے بھی ہوش
اڑ گئے تھے۔ وہ اپنی سیٹ پر بیٹھے بیٹھے بے ہوش
ہو گیا۔

ناگ فوراً انسانی شکل میں واپس آ گیا۔ اور انہوں نے
ٹیکسی کو وہیں چھوڑ ایک دوسری ٹیکسی لے کر شہر کے
ایک ہوٹل میں آ گئے۔ یہاں انہوں نے ایک بڑا کمرہ
کرائے پر لے لیا۔ دوسرے روز عنبر اور ناگ صدر
امریکہ سے ملاقات کرنے وائٹ ہاؤس کی طرف روانہ
ہوئے۔ وہاں جا کر انہیں معلوم ہوا کہ صدر تو لاطینی
امریکہ کے دورے پر گئے ہوئے ہیں۔ ناامید ہو کر واپس
آ گئے۔

"ٹیکی" اور خلائی انسان کمرے میں بیٹھے ٹیلی ویژن دیکھ

رہے تھے۔ اب انہوں نے پروگرام بنایا کہ صدر کی واپسی کا انتظار کیا جائے گا۔

شام کو عنبر ہوٹل سے نکل کر اکیلا ہی واشنگٹن کے سب سے بڑے عجائب گھر کی طرف چل دیا۔ اس عجائب گھر میں دنیا کے بہت سے قیمتی زیورات، تصویریں اور مجسمے موجود ہیں۔ عنبر عجائب گھر کی سیر کرتے کرتے ایک کمرے میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا کہ کونے میں ایک تابوت سیدھا دیوار کے ساتھ لگا ہے اور اس میں مصر کے کسی فرعون کی ممی رکھی ہے۔ عنبر کو بے اختیار اپنا وطن مصر یاد آ گیا۔ وہ بھی کبھی اسی طرح کے بادشاہوں کی ممیوں کے قبرستان سے بھاگا تھا اور ابھی تک آوارہ گردی کرتا آ رہا ہے۔

کچھ لوگ فرعون مصر کی اس ممی کو دیکھ رہے تھے۔ اس کی تصویریں بھی اتار رہے تھے۔ عنبر بھی وہاں جا کر رک گیا۔ وہ جانے ہی لگا تھا کہ اس کے کانوں میں آج سے پانچ ہزار سال پہلے کی مصری زبان میں کسی کی آواز آئی:

"عنبر! ذرا ٹھہرو۔"

یہ فقرہ اتنی پرانی زبان میں تھا کہ وہاں سوائے فرعون

مصر کی ممی کے دوسرا کوئی نہیں بول سکتا تھا۔ عنبر کا ماتھا ٹھنکا۔ اس نے چونک کر فرعون کی ممی کی طرف دیکھا۔ فرعون کی ممی خاموش تھی۔ ابھی وہاں کچھ امریکی کھڑے تھے۔ عنبر نے سوچا کہ شاید یہ اس کا وہم تھا۔ اس نے جانے کے لیے قدم اٹھائے تو فرعون مصر کی پھر آواز آئی:

"عنبر! ذرا ٹھہر جاؤ۔ مجھے تم سے ایک ضروری بات کرنی ہے۔ میں فرعون کی ممی بول رہی ہوں۔"

اب عنبر کو ذرا بھی شک نہ رہا، یہ فرعون مصر کی ممی کی آواز تھی۔ وہ رک گیا۔ جب عنبر کے سوا وہاں کوئی نہ رہا۔ سب چلے گئے تو عنبر فرعون کی ممی کے قریب ہو گیا۔ اس نے ممی کی طرف دیکھا۔ ممی نے آہستہ سے آنکھیں کھول کر عنبر کو دیکھا اور کہا:

"عنبر! جس طرح تم پانچ ہزار برسوں سے سفر کر رہے ہو۔ اسی طرح میں بھی اس تابوت میں پانچ ہزار سال سے بند ہوں۔ میری تقدیر میں یہی لکھا تھا۔ مجھے اپنی تقدیر سے کوئی گلہ نہیں۔ لیکن اب اس ملک پر ایک

قیامت ٹوٹنے والی ہے۔ جو میرے جسم کو بھی
ہمیشہ کے لیے پرزے پرزے کر کے ہوا
میں اڑا دے گی۔"
عنبر نے تعجب سے پوچھا:
"اے مقدس ممی! وہ کون سی قیامت ہے جو
اس ملک پر ٹوٹنے والی ہے؟"
فرعون کی ممی کی آواز آئی:
"عنبر! یہ قیامت صرف اس ملک امریکہ پر
ہی نہیں بلکہ ساری دنیا پر ٹوٹے گی۔ ایٹمی
جنگ شروع ہونے والی ہے۔ ایٹم بم بارش
کی طرح برسیں گے۔ دنیا کا کوئی ملک باقی
نہیں رہے گا۔ تمام آبادیاں ویران ہو جائیں
گی۔ ہر طرف تباہی و بربادی ہو گی۔"
عنبر حیران ہو کر ممی کا منہ تک رہا تھا۔
"یہ تم کیا کہہ رہے ہو مقدس فرعون!"
ممی نے جواب دیا:
"میں آنے والی تباہی کو دیکھ رہا ہوں۔ سنو!
میں چاہتا ہوں کہ اپنے ساتھ تم میری لاش
کو بھی تباہ ہونے سے بچا لو۔ یہ کام سوائے

تمہارے اور کوئی نہیں کر سکتا۔"
عنبر نے کہا:
"لیکن ــــ لیکن میں تمہارے تابوت کو اٹھا
کر کہاں لے جاؤں؟ ایٹم بم تو ہر جگہ
گریں گے۔ تم خود کہہ رہے ہو کر ساری دنیا
تباہ ہو جائے گی۔"
فرعون مصر کی ممی بولی:
"یہ ٹھیک ہے۔ مگر یہاں سے دُور کیلی فورنیا
کے ایک بیابان میں تین چوٹیوں والا ایک
بہت بڑا پہاڑ ہے۔ اس پہاڑ کے نیچے زمین
کے اندر گہرائی میں ایک گہرا تاریک غار ہے۔
کبھی اس غار میں دریا بہا کرتا تھا جو اب خشک
ہو گیا ہے۔ تم اپنے ساتھ میرے تابوت کو،
کیپٹن ناگ اور خلائی انسان کو لے کر اس
غار میں چلے جاؤ۔ ایٹم بموں کی تباہی کا
اس غار تک اثر نہیں پہنچ سکتا۔ وہاں تم
بھی محفوظ ہو جاؤ گے اور میری لاش بھی بچ
جائے گی۔ جب ایٹمی جنگ ختم ہو جائے
تو پھر مجھے بھی وہاں سے نکال کر باہر لے آنا۔"

عنبر بولا: "تو کیا اے مقدس فرعون! تم خلائی انسان کیپٹ اور ناگ کے بارے میں بھی جانتے ہو؟"

"ہاں عنبر! مجھ پر ماضی اور حال روشن ہے۔ میں اس لیے آنے والے واقعات کو دیکھ رہا ہوں۔ تمہیں یہ کام جلدی کرنا ہو گا۔ صدر امریکہ کے واپس آنے پر جنگ شروع ہو جانے کا خطرہ ہے۔ مجھے یہاں سے لے چلو۔ خدا نے تمہیں میری مدد کے لیے یہاں بھیجا ہے۔"

عنبر سوچ میں پڑ گیا۔ فرعون مصر کی ممی نے اسے پریشان کر دیا تھا۔

اُس نے کہا:

"مقدس فرعون! مجھے موقع دو کہ میں اس بارے میں کیپٹ اور ناگ سے مشورہ کر لوں۔"

فرعون مصر کی ممی بولی:

"عنبر! تم فرعونوں کے شاہی خاندان سے ہو میری مدد کرنا تمہارا فرض ہے۔ میں تمہارا انتظار کروں گا۔ مجھے یہاں سے اٹھوا کر لے جانے میں تم خلائی انسان سے مدد لے

سکتے ہو۔"

عنبر کو جاتے جاتے ایک خیال آیا۔ اس نے پلٹ کر فرعون مصر سے پوچھا:

"کیا تم ماریا کے بارے میں بتا سکتے ہو کہ وہ اس وقت کہاں ہے؟"

فرعون مصر کی ممی نے کہا:

"ماریا ایک آسیبی مخلوق ہے اور غیبی حالت میں ہے۔ میں اسے دیکھ نہیں سکتا۔ اگر اسے دیکھ سکتا تو ضرور بتا دیتا کہ وہ کہاں ہے۔"

عنبر نے کہا:

"اچھا۔ میں جاتا ہوں لیکن وعدہ کرتا ہوں کہ تمہاری ضرور مدد کروں گا۔"

عنبر وہاں سے سیدھا ہوٹل آ گیا۔

کیپٹ اور ناگ خلائی انسان ٹیلی ویژن کے سامنے بیٹھے آپس میں باتیں کر رہے تھے۔ عنبر نے جا کر جب انہیں فرعون مصر کی ممی کی باتیں بتائیں تو کیپٹ مذاق کرنے لگی۔

"عنبر بھائی! تم ایک لاش کی باتوں کا یقین کر رہے ہو وہ تو ایک بے جان ممی ہے۔"

ناگ بولا:

"کیٹی! فرعون مصر کی لاش ہم زندہ لوگوں سے زیادہ زندہ ہوتی ہے۔ ہمیں اس کی پیشین گوئی پر ضرور غور کرنا ہوگا۔"

خلائی انسان کہنے لگا:

"مگر اسے آنے والے واقعات کا کیسے پتہ چل سکتا ہے۔ کیا اس کے پاس کوئی کمپیوٹر ہے؟"

عنبر نے کہا:

"تھیوسانگ! تم فرعون مصر کے زمانے کے لوگوں سے واقف نہیں ہو۔ میں اس زمانے کا آدمی ہوں بلکہ میرا تعلق فرعون مصر کے خاندان سے ہے۔ میں جانتا ہوں کہ وہ کس قدر ترقی یافتہ تھے۔ ان کی لاشیں آج تک خراب نہیں ہوئیں جب کہ اس زمانے کے بڑے سے بڑے سائنس دان کی لاش تیسرے دن خراب ہونا شروع ہو جاتی ہے۔"

خلائی انسان بولا:

"لیکن اس کا کیا ثبوت ہے کہ ایٹمی جنگ شروع

ہونے والی ہے؟"

کیٹی کچھ سوچ رہی تھی۔ اس نے اس روز کا اخبار اٹھا کر ایک خبر پڑھ کر سنائی جس میں روس نے خبردار کیا تھا کہ اگر امریکہ نے لاطینی امریکہ کو فوجی امداد بند نہ کی تو اس کا نتیجہ بھیانک صورت میں بھی نکل سکتا ہے۔

کیٹی بولی:

"یہ خبر بتا رہی ہے کہ معاملہ خراب شکل اختیار کر چکا ہے۔ ایٹمی جنگ کسی وقت بھی شروع ہو سکتی ہے۔ کیوں کہ امریکہ لاطینی امریکہ کی امداد کبھی بند نہیں کرے گا۔"

ناگ نے پوچھا:

"تو پھر کیا فیصلہ ہے آپ لوگوں کا؟"

عنبر کہنے لگا:

"ہمیں فرعونِ مصر کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے اس کی لاش کو بھی ساتھ لے کر یہاں سے کوچ کر کے کیلی فورنیا میں واقع تین چوٹیوں والے پہاڑ کے نیچے گہرے غار میں چلے جانا چاہیے۔ کیوں کہ اگر واقعی ایٹمی جنگ چھڑ گئی

تو میں تو بچ جاؤں گا مگر نہ ناگ زندہ بچے
گا اور نہ کیٹی ہی زندہ رہ سکے گی۔ بلکہ مجھے
یقین ہے کہ اس ایٹمی تابکاری میں ہمارا دوست
خلائی انسان بھی ختم ہو کر رہ جائے گا۔"
سب سوچ میں پڑ گئے۔
ناگ نے سر اٹھا کر کہا:
"لیکن ہم ماریا کے بغیر کیسے یہاں سے جا سکتے
ہیں؟ ہمیں ماریا کو بھی ساتھ لے جانا چاہیے
ہم اسے مرنے کے لیے کیسے چھوڑ سکتے ہیں۔"
اب خلائی انسان کو پتہ چلا کہ ایک ماریا لڑکی
بھی ان لوگوں کے ساتھ ہے۔ عنبر نے خلائی انسان
سے ماریا کا تھوڑا سا تعارف کروایا تو خلائی انسان
تھیوسانگ نے کہا:
"میرا خیال ہے کہ اگر وہ لڑکی غائب رہی
ہے تو پھر ایٹمی تابکاری اس پر کوئی اثر
نہیں کرسکے گی۔"
ناگ بولا:
"لیکن ماریا کئی بار ظاہر ہو کر دشمنوں سے بے ہوش
ہو چکی ہے۔ ایٹمی تابکاری اسے [illegible]

نقصان پہنچائے گی۔ اس لیے ہمیں اس کا انتظار
کرنا ہوگا۔"
خلائی انسان نے کہا:
"اور اگر اس دوران میں جنگ چھڑ گئی۔
ایٹم بم چلنے لگے تو پھر تم لوگ کیا کرو گے۔
مجھے تو اب بھی یقین ہے کہ میں نہیں مروں گا
لیکن تم میں سے شاید ہی کوئی زندہ بچ سکے۔
اس لیے اگر آپ لوگوں کو یہ یقین ہے کہ
ایٹمی جنگ شروع ہونے والی ہے تو پھر
جس طرح فرعون مصر کی ممی نے ہدایت کی
ہے اس پر عمل کرو۔"
کیٹی اداس سی ہو کر کہنے لگی:
"میں ماریا کو چھوڑ کر غار میں نہیں جاؤں گی
ہم اسے ایٹمی جنگ کی تباہی میں اکیلے کیسے
چھوڑ سکتے ہیں؟"
عنبر بولا:
"میرا خیال ہے ہمیں ماریا کا انتظار کرنا چاہیے
آخر یہی فیصلہ ہوا کہ [illegible]
[illegible]

بھی نہیں ہوئی تھی۔
امریکہ کا صدر لاطینی ملکوں کے دورے سے واپس آیا
تو عنبر اور ناگ وائٹ ہاؤس پہنچ گئے۔ انہوں نے صدر
سے ملاقات کرنے کی بہت کوشش کی مگر انہیں اجازت
نہ مل سکی۔ عنبر ناگ بڑے مایوس ہوئے۔

ناگ نے کہا:

"عنبر بھیا! میں آج رات کو صدر سے اکیلے
ہی ملاقات کروں گا اور اسے فرعون مصر کی
پیش گوئی سے بھی خبردار کروں گا کہ روس
اس پر ایٹمی حملہ کرنے ہی والا ہے اس لیے
کوئی ایسا قدم اٹھائے کہ جس سے دنیا جنگ کی
آگ میں جلنے سے بچ جائے"

عنبر نے کہا:

"اس کے سوا کوئی چارہ نہیں۔ صدر وائٹ ہاؤس
ہی میں رہتا ہے۔ تم رات کو جا کر اس سے
ملو اور ساری باتیں سمجھاؤ۔ شاید اس طرح دنیا
ایٹمی جنگ کی تباہی سے محفوظ ہو جائے اور
کوئی امن کی صورت نکل آئے"

وہ واپس اپنے ہوٹل میں آ گئے۔

انہوں نے رات کا کھانا کھایا۔ جب رات کے
بارہ بج گئے تو ناگ نے کہا کہ اس وقت صدر اپنے
بیڈ روم میں چلا گیا ہوگا۔ میں چلتا ہوں۔ چنانچہ ہوٹل
سے نکل کر ناگ نے ٹیکسی لی اور وائٹ ہاؤس کی طرف
چل پڑا۔ یہ لوگ D.C کے علاقے میں ٹھہرے ہوئے
تھے۔ اور D.C ہی میں وائٹ ہاؤس ہے۔ ناگ اس
سے پہلے وائٹ ہاؤس کے اندر سیر کر چکا تھا۔ اس
نے وہاں ایک پر فضا باغ میں صدر کی کوٹھی بھی
دیکھی ہوئی تھی۔

اس نے وائٹ ہاؤس سے کچھ فاصلے پر ٹیکسی چھوڑ
دی اور پیدل درختوں کے نیچے اندھیرے میں چلنے لگا۔
وائٹ ہاؤس کے سامنے تو سخت پہرہ ہوتا ہے اور
وہاں تو چڑیا بھی پر نہیں مار سکتی۔ ناگ وائٹ ہاؤس
کے پیچھے کی جانب آ گیا۔ یہاں بھی اس نے دیکھا کہ
جگہ جگہ بڑے بڑے بلب روشن تھے۔ گارڈ چل پھر کر
پہرہ دے رہے تھے۔

ناگ اب اپنی خفیہ طاقت استعمال کرنے پر مجبور
ہو گیا۔

انہوں نے ایک درخت کی اوٹ میں کھڑے ہو کر گھڑ

سانس لیا۔ دل میں سیاہ چھوٹے عقاب کی شکل بٹھائی
اور سانس چھوڑا ہی تھا کہ وہ انسان سے چھوٹے سائز
کا سیاہ عقاب بن گیا۔ اس نے اڈاری ماری اور وائٹ
ہاؤس کی پچھلی دیوار پر سے پرواز کر کے وائٹ ہاؤس
کے گھنے درختوں والے باغ میں داخل ہو گیا۔ آدھی
رات کے وقت بھی اس باغ میں جگہ جگہ روشنی ہو
رہی تھی۔ کھمبوں پر بتیاں لگی تھیں۔ سیکورٹی والے جگہ
جگہ پہرہ دے رہے تھے۔ ناگ سیدھا امریکی صدر کی
رہائش گاہ کی طرف آ گیا۔ اس نے اوپر اُڑ کر ایک
چکر لگایا۔ یہاں بھی بہت زبردست پہرہ لگا تھا۔ کوئی روشندان
تک نہیں تھا۔ ساری کی ساری کوٹھی ائرکنڈیشنڈ تھی جس
کی وجہ سے وہاں کوئی کھڑکی بھی نہیں کھلی تھی کہ وہ
اُڑ کر اندر چلا جاتا۔ اُس نے یہی فیصلہ کیا کہ سانپ کی شکل
اختیار کر کے کسی پائپ یا ائرکنڈیشنز کے پائپ میں رینگ
کر اندر جانا چاہیے۔ ناگ اُڑتے اُڑتے نیچے کوٹھی کے
پیچھے آ گیا۔

گھاس پر اترتے ہی اس نے سانپ کی شکل اختیار
کر لی اور گھاس میں رینگتا صدر کی کوٹھی کے پچھلی والی
کی طرف بڑھا۔ یہ جگہ ذرا اونچی تھی۔ اس کے پیچھے

واشنگٹن شہر کی اونچی اونچی عمارتیں دکھائی دے رہی تھیں
جن میں روشنیاں ہو رہی تھیں۔ ناگ کسی پائپ کی
تلاش میں رینگتا چلا جا رہا تھا۔ کہ اچانک کسی نے
زور سے اپنا بھاری بوٹ والا پاؤں ناگ کے سر
پر مارنے کی کوشش کی۔ ناگ بجلی ایسی تیزی سے
پیچھے ہٹ گیا۔

ناگ نے دیکھا کہ ایک اونچے لمبے جوان آدمی نے
جو سیکورٹی گارڈ ہی ہو سکتا تھا اس پر پستول کا فائر کر
دیا۔ ناگ اپنی جگہ پر گھوم گیا۔ گارڈ نے جھپٹا مار کر
ناگ کو گردن سے پکڑ کر اس کے منہ کو بند کر دیا۔
اس نے تو اس خیال سے ناگ کا منہ بند کیا تھا کہ
کہیں یہ سانپ اسے ڈس نہ دے لیکن ناگ پر
یہ قیامت ٹوٹ پڑی کہ اب وہ کوئی دوسری شکل
اختیار نہیں کر سکتا تھا۔ کیونکہ جب تک وہ پھنکار
نہ مارے وہ کسی دوسری شکل میں نہیں آ سکتا تھا۔
سیکورٹی گارڈ نے انگریزی میں چلا کر اپنے ساتھی
سے کہا:

"جونی! یہ بڑی ہی اعلیٰ قسم کا انڈین سانپ
ہے۔ اس کو جا کر گھر والوں کے پاس

سو ڈالر میں فروخت کروں گا۔"

ناگ کا منہ بند تھا۔ کم بخت اس امریکی نے اس کے منہ کو اپنے دونوں ہاتھوں میں جکڑ رکھا تھا۔ ناگ کا دم گھٹنے لگا تھا۔ سیکورٹی گارڈ بھاگتا ہوا ایک عمارت میں گھس گیا۔ یہ سیکورٹی گارڈ والوں کا فسٹ ایڈ کا دفتر تھا۔ جس کو امریکہ میں ہیلتھ یونٹ کہتے ہیں۔ یہاں ایک ڈاکٹر ڈیوٹی پر تھا اور بیٹھا کافی پی رہا تھا۔ سیکورٹی گارڈ کے ہاتھ میں سانپ دیکھ کر بولا:

"تم اس کو ہلاک کیوں نہیں کرتے؟"

سیکورٹی گارڈ بولا:

"یہ بڑا قیمتی انڈین سانپ ہے۔ میں اس کو نیچرل میوزیم والوں کے پاس فروخت کروں گا۔"

ناگ نے اپنا آپ سیکورٹی گارڈ کی کلائی کے ساتھ لپیٹ لیا تھا اور اس کے ہاتھ سے نکلنے کی بھرپور کوشش کر رہا تھا لیکن سیکورٹی گارڈ بھی بڑا طاقتور امریکی جوان تھا۔ اس کی گرفت مضبوط ہوتی جا رہی تھی۔

ڈاکٹر نے پوچھا:

"تم اسے یہاں کس لیے لائے ہو؟"

سیکورٹی گارڈ نے سانپ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا:

"تم دیکھ نہیں رہے کس قدر طاقتور سانپ ہے۔ اس کو چھوڑا تو یہ مجھے زندہ نہیں چھوڑے گا۔ اسے فوراً مارفیا لگا کر بے ہوش کر دو۔"

ڈاکٹر اٹھ کر انجکشن تیار کرتے ہوئے بولا:

"لیکن جب اسے ہوش آ گیا تو کیا کرو گے؟"

سیکورٹی گارڈ بولا:

"ڈاکٹر اس کو رات بھر کے لیے بے ہوش کر دو۔ صبح میں اسے نیچرل میوزیم میں لے جاؤں گا۔"

ڈاکٹر نے انجکشن کی دوائی والے کیپسول میں ایک سبز رنگ کی دوائی شامل کرتے ہوئے کہا:

"فکر نہ کرو۔ میں اسے ایک ایسی ماڈرن دوائی کا انجکشن لگا رہا ہوں کہ یہ بے ہوش نہیں ہو گا لیکن نہ تو یہ کسی کو منہ کھول کر کاٹ سکے گا اور نہ پھنکار مار سکے گا۔"

ڈاکٹر انجکشن تیار کر کے ناگ کی طرف بڑھا تو
ناگ زور سے تڑپا۔ اس نے ڈاکٹر کی بات سن لی
تھی۔ مگر سیکورٹی گارڈ نے ناگ کی گردن پر اپنی گرفت
اور مضبوط کر لی۔ ڈاکٹر نے جلدی سے ناگ کی گردن
پر اس کے سر کے قریب سوئی چبھو کر دوائی ناگ
کے جسم میں داخل کر دی۔ ایک دم ناگ کو اپنا
سر بھاری ہوتا محسوس ہوا۔ پھر اسے یوں محسوس
ہونے لگا۔ اس کے دونوں جبڑے سخت ہو کر جیسے
پتھر کے ہو گئے ہیں۔ وہ نہ تو اپنا منہ کھول سکتا
تھا اور نہ زبان باہر نکال کر پھنکار مار سکتا تھا۔
اس کی زبان بھی جیسے بوجھل ہو کر سوج گئی تھی۔
ناگ کو اپنی بدقسمتی پر رونا آ گیا۔ اب جب تک
وہ پھنکار نہ مارے وہ اپنی شکل نہیں بدل سکتا
تھا۔ ورنہ وہ بھی سانس اندر کھینچ کر پھنکار مارتا
اور چاہے بیشک ہاتھی یا کسی پرندے کی شکل اختیار
کر لیتا۔

ناگ کو احساس ہوا کہ وہ اکیلے یہاں آ کر
بڑی بھاری غلطی کر بیٹھا ہے۔ لیکن اب کچھ نہیں
ہو سکتا تھا۔

امریکی سیکورٹی گارڈ نے انجکشن کے بعد جب دیکھا کہ
سانپ نیم مردہ سا ہو گیا ہے اور منہ بھی نہیں کھول
سکتا تو وہ بڑا خوش ہوا۔ اس نے ایک ڈبے میں
ناگ کو بند کر کے اس کے گرد سکاچ ٹیپ لگا دی
ڈبے پہ صرف ہوا کے لیے ایک سوراخ رہنے دیا
اور ڈبے کو وہیں ہیلتھ یونٹ کی الماری میں رکھوا
دیا۔ رات گزر گئی۔ واشنگٹن میں صبح ہو گئی۔
جب کیٹی عنبر اور خلائی انسان نے دیکھا کہ ناگ
ابھی تک واپس نہیں آیا تو وہ پریشان ہو گئے۔
کیٹی نے کہا:
”خدا کے واسطے وائٹ ہاؤس جا کر ناگ کا
پتہ کرو۔ وہ ضرور کسی مصیبت میں پھنس
گیا ہے۔“
عنبر کہنے لگا:
”ناگ کوئی بچہ نہیں ہے کیٹی۔ اس کے پاس
بہت بڑی خفیہ طاقت ہے۔ وہ پرندہ بن کر
ہوا میں اڑ سکتا ہے۔ ہاتھی بن کر سارے وائٹ
ہاؤس کو آگے لگا سکتا ہے۔ فکر نہ کرو صدر
سے باتیں کرتے دیر ہو گئی ہو گی۔ ابھی آتا

ہو گا۔

لیکن جب ——— دس بج گئے اور ناگ نہ آیا
تو اب عنبر کو بھی فکر ہوئی کہ خدا خیر کرے۔ یہ ناگ
کہاں غائب ہو گیا ہے۔ اس نے کیتھی اور خلائی
انسان کو ہوٹل میں چھوڑا اور خود ٹیکسی لے کر وائٹ
ہاؤس کی طرف چل پڑا۔ اب وائٹ ہاؤس میں داخل
ہونا کوئی آسان بات نہیں ہے۔ عنبر نے سیکورٹی والوں
کے دفتر میں کچھ پتہ کرنے کی کوشش کی کہ رات کو
کون کون سے لوگ اور کس حلیے کے لوگ صدر سے
ملنے آئے تھے۔ ان میں ناگ کا حلیہ اور نام کہیں
بھی نہیں تھا۔ عنبر ناامید ہو کر واپس ہوٹل میں آگیا
اب وہ یہی سوچ کر صبر کر کے بیٹھ گئے کہ اگر
ناگ کسی مشکل میں پھنس چکا ہے تو خود ہی اس مشکل
سے نکل کر ان کے پاس پہنچ جائے گا۔ اس رات امریکی
صدر نے ٹیلی ویژن پر قوم سے خطاب کرتے ہوئے
کہا کہ دشمن ہماری سرحدوں پر ایٹمی میزائل لے آیا ہے اور
اس نے خلا میں ہمارے ایک مصنوعی سیارے کو لیزر کی شعاع
مار کر تباہ کر دیا ہے۔ صدر نے دشمن ملک کو آخری
بار خبردار کیا کہ اگر اب اس نے ایک قدم بھی آگے

بڑھایا تو ہم ایٹم بم کا جواب ہائیڈروجن بم اور ایٹمی
میزائلوں سے دیں گے۔

عنبر کیتھی اور خلائی انسان ایک دوسرے کا منہ تکنے لگے۔

عنبر نے کہا:

"فرعون مصر کی ممی کی پیش گوئی درست ثابت
ہونے والی ہے۔"

خلائی انسان بولا:

"یہ تو تیسری عالمگیر ایٹمی جنگ کے شروع ہونے
کی نشانیاں ہیں۔"

کیتھی نے کہا:

"کاش! ماریا اور ناگ ہمارے پاس ہوتے۔"

خلائی انسان کہنے لگا: "میرے اندازے کے مطابق
تیسری ایٹمی جنگ اسی ہفتے شروع ہو جائے گی
تم لوگوں کو اپنے بچاؤ کی فکر کرنی چاہیے۔"

کیتھی نے سوال کیا۔

"ماریا کا کیا بنے گا؟ اب تو ناگ بھی ہم سے
بچھڑ گیا ہے۔ ہم ان دونوں کے بغیر اکیلے کیسے
غار میں جا چھپیں گے؟"

عنبر خاموش تھا۔ خلائی انسان نے کہا:

"اس کے بارے میں میں کچھ نہیں کہہ سکتا۔ لیکن
اتنا ضرور کہوں گا کہ تم لوگوں کو اپنی جانیں
بچانے کی فکر کرنی چاہیے۔ کیونکہ ایٹمی جنگ
کسی وقت بھی چھڑ سکتی ہے۔"

وہ دن گذر گیا۔ ناگ واپس ہوٹل میں نہ آیا۔ عنبر
اور کیٹی پریشان تھے۔ انہوں نے ایک بار پھر وائٹ
ہاؤس جا کر ناگ کا سراغ لگانے کی کوشش کی مگر انہیں
وائٹ ہاؤس میں داخل ہونے کی اجازت نہ مل سکی کیونکہ
حالات بہت خطرناک صورت اختیار کر گئے تھے۔ جنگ کسی
وقت بھی چھڑ سکتی تھی۔

اسی رات عنبر کیٹی اور خلائی انسان بیٹھے ٹیلیویژن
دیکھ رہے تھے کہ اچانک پروگرام روک کر اناؤنسر نے کہا:
"ابھی ابھی خبر ملی ہے کہ دشمن کے ایک بمبار
طیارے نے امریکی ریاست الاسکا میں گھس کر
ایک امریکی چوکی پر بم گرائے ہیں جس سے سات
امریکی ہلاک ہو گئے ہیں۔ صدر نے ملک میں ہنگامی
حالات کا اعلان کر دیا ہے۔"

عنبر نے کیٹی اور خلائی انسان کی طرف دیکھتے ہوئے کہا

"جنگ شروع ہونے والی ہے۔"

خلائی انسان بولا:
"یہ بڑی خطرناک سٹار وار ہوگی عنبر! ہمیں اب
یہاں سے نکل جانا چاہیے۔"

عنبر کو فرعون مصر کی ممی کا خیال آ گیا۔ اس نے کہا:
"فرعون مصر کی ممی کو ہمیں ساتھ لے جانا ہو گا۔
اس وقت عجائب گھر بند ہے۔ ہم صبح وہاں
جائیں گے اور فرعون مصر کی لاش کو ساتھ لے
کر کیلی فورنیا کے تین چوٹیوں والے پہاڑ کی طرف
کوچ کر جائیں گے۔"

وہ رات کیٹی نے بے چینی سے گزاری۔ اسے بار بار
ماریا اور ناگ کا خیال ستاتا رہا۔ خدا جانے وہ کہاں ہوں
گے۔ اور اگر ایٹمی جنگ شروع ہو گئی تو ان کا کیا انجام
ہو گا۔ ناگ تو ایٹمی تابکاری سے بھی نہیں بچ سکے گا۔

صبح اٹھ کر اس نے ایک بار پھر عنبر سے ذکر کیا کہ
ناگ کو تلاش کرنے کی دوبارا کوشش کی جائے۔ مگر ہنگامی
حالات کے اعلان کے بعد وائٹ ہاؤس میں اب کسی
باہر کے آدمی کا داخل ہونا ایک ناممکن بات تھی۔ عنبر
نے کہا کہ اب ناگ اور ماریا کو خدا کے سپرد کرتے ہیں

یہاں سے نکل جانا چاہیے۔ انہوں نے اپنے اپنے
بریف کیس اٹھائے اور نیچرل ہسٹری میوزیم کی طرف
روانہ ہو گئے۔

O

دُنیا تباہ ہو گئی

عجائب گھر کے باہر بھی زبردست پہرہ تھا۔
ہنگامی حالات کے اعلان کے بعد امریکی لوگ واشنگٹن
سے نکلنا شروع ہو گئے تھے۔ کیوں کہ خطرہ تھا کہ وہاں
دشمن ایٹم بم ضرور گرائے گا۔ سڑکوں پر کاروں کی قطاریں
لگی تھیں۔ عجائب گھر بالکل خالی تھا۔ عنبر، کیپٹن اور خلائی
انسان عجائب گھر میں داخل ہو کر فرعون مصر کی ممی کے
پاس گئے۔ عنبر نے ادھر ادھر دیکھا۔ جب اسے اطمینان
ہو گیا کہ وہاں دوسرا کوئی آدمی نہیں ہے۔ اور سیکورٹی
گارڈ بھی وہاں موجود نہیں تو اس نے خلائی انسان
سے کہا:

"ٹھیوساٹنگ! انگلی سے چھو کر فرعون مصر کے
تابوت کو چھوٹا کر دو۔"

خلائی انسان فرعون مصر کی ممی کے تابوت کے
پاس آیا۔ اس نے اپنی ایک آنکھ بند کر کے ہاتھ

کی انگلی تابوت سے ساتھ لگائی ہی تھی کہ ممی کا تابوت ایک دم سے چھوٹا ہو کر ماچس کی ڈبیا جتنا ہو گیا۔ عنبر نے جلدی سے یہ چھوٹا سا تابوت اٹھا کر اپنی جیب میں رکھ لیا۔ وہ واپس مڑے ہی تھے کہ سیکورٹی گارڈ کا ایک سپاہی وہاں آ گیا۔ سیکورٹی گارڈ نے کونے میں فرعون مصر کی قیمتی ممی کا تابوت غائب دیکھا تو اس نے خطرے کا الارم بجا دیا۔ سیکورٹی گارڈز کے سارے آدمی پستولیں نکالے اندر آ گئے۔ عنبر کیپٹن اور خلائی انسان سے پوچھ گچھ کی گئی۔ عنبر نے کہا کہ ہم جب عجائب گھر میں آئے تھے تو تابوت یہاں موجود نہیں تھا۔

ظاہر ہے کہ سیکورٹی گارڈ عنبر کیپٹن اور خلائی انسان کی تلاشی نہیں لے سکتے تھے۔ کیوں کہ وہ کبھی سوچ بھی نہیں سکتے تھے کہ اتنا بڑا تابوت عنبر نے اپنی جیب میں چھپا رکھا ہو گا۔ انہوں نے عنبر کیپٹن اور خلائی انسان کو باہر جانے کی اجازت دے دی۔ عنبر نے اپنا ہاتھ جیکٹ کی جیب میں ڈالا ہوا تھا۔ اسی جیب میں فرعون مصر کی ممی کا ماچس کی ڈبیا جتنا بڑا تابوت تھا۔

عنبر نے کہا:

"ہمیں یہاں سے اب سیدھا نیشنل ایئرپورٹ پر جانا چاہیے۔"

سڑک پر بہت رش تھا۔ لوگ شہر چھوڑ کر بھاگ رہے تھے۔ ایئرپورٹ پر بھی مسافروں کا ہجوم تھا۔ ہر آدھ گھنٹے کے بعد جہاز مسافروں کو لے کر پرواز کر جاتا تھا۔ ٹکٹ وہیں مل رہے تھے۔ سیٹ بک کرانے کی بھی ضرورت باقی نہیں رہی تھی۔ جہازوں کو بسوں کی طرح بھرا جا رہا تھا۔ عنبر کیپٹن اور خلائی انسان بھی TWA کے ایک جیٹ طیارے میں سوار ہو گئے۔ جہاز مسافروں سے بھرا ہوا تھا۔ تھوڑی دیر بعد ان کا جہاز واشنگٹن سے کیلی فورنیا کی طرف اڑا جا رہا تھا۔

ابھی دن کی روشنی باقی تھی کہ عنبر کیپٹن اور خلائی انسان کیلی فورنیا پہنچ گئے۔ یہاں بھی لوگ آنے والی ایٹمی جنگ سے ڈرے ہوئے تھے پھر بھی یہاں اتنی زیادہ افراتفری نہیں تھی۔ ائرپورٹ پہ ایک امریکی دوسرے سے کہہ رہا تھا:

"یہ پراپیگنڈہ ہے۔ ایٹمی جنگ کبھی نہیں ہوگی

کیوں کہ اگر ایٹمی جنگ چھڑ گئی تو دشمن بھی
سلامت نہیں رہے گا۔"

عنبر نے خلائی انسان کی طرف دیکھا:

"کیا خیال ہے تمہارا تھیوسانگ! یہ امریکی
ٹھیک نہیں کہہ رہا؟"

خلائی انسان بولا:

"یہ ٹھیک کہہ رہا ہے مگر اس دنیا کو اب
ایٹمی جنگ کے شعلوں سے کوئی نہیں بچا
سکتا۔"

وہ رات انہوں نے کیلی فورنیا کے ایک ہوٹل
میں بسر کی۔ فرعونِ مصر کی ممی کا تابوت عنبر کی جیب
ہی میں تھا۔ ہوٹل میں اس نے تابوت کو نکال کر
میز کی دراز میں رکھ دیا۔

دوسرے دن وہ ایک بس میں سوار ہوئے
اور گرینڈ کینین کی طرف روانہ ہو گئے۔ گرینڈ کینین
پہاڑوں کے بیچ اس لمبی اور ایک میل گہری کھڈ
کو کہتے ہیں جو کیلی فورنیا سے دور ایک ویرانے
میں واقع ہے۔ اس کے بارے میں مشہور ہے کہ
کسی زمانے میں یہاں آسمان سے ایک بہت

بڑے ستارے کا ٹکڑا ٹوٹ کر گرا تھا جس کی وجہ
سے یہاں گہرا گڑھا پیدا ہو گیا۔ تین چوٹیوں والا
وہ پہاڑ بھی اسی ویرانے میں تھا جس کے غار میں
چھپنے کے لیے عنبر، کیٹی اور خلائی انسان جا رہے
تھے۔ عنبر ابھی تک فرعونِ مصر کے تابوت کو اپنی
جیب ہی میں رکھے ہوئے تھا۔ بس دوپہر کے بعد
ویرانے میں اس مقام پر سے گذری جس کی ایک جانب
عنبر اور کیٹی کو تین چوٹیوں والا پہاڑ دکھائی دیا۔

کیٹی نے کہا:

"عنبر! یہی وہ پہاڑ ہے۔ دیکھو اس کی تین
چوٹیاں ہیں۔ ہمیں یہاں اتر جانا چاہیے۔"

عنبر پہلے ہی اترنے کے بارے میں سوچ رہا تھا
اس نے بٹن دبا کر بس ڈرائیور کے پاس لگی گھنٹی
کو بجا دیا۔ ڈرائیور نے تھوڑی دور جا کر سڑک پر
بس روک دی۔ عنبر کیٹی اور خلائی انسان اپنے اپنے
بریف کیس ہاتھوں میں تھامے بس سے نیچے اتر آئے۔
یہاں دھوپ میں گرمی تھی۔ امریکہ میں کیلی فورنیا کا
علاقہ گرم ہے اور گرمیوں کے موسم میں وہاں خوب
گرمی پڑتی ہے۔ یہ تینوں عجیب و غریب [illegible]

والے پہاڑ کی جانب چل پڑے۔ پہاڑ کے دامن پر
پہنچ کر خلائی انسان بولا:

"میرا خیال ہے اب ہمیں فرعونِ مصر کی ممی
سے مشورہ لینا ہوگا۔ کیونکہ ہمیں غار کو جانے
والے راستے کا علم نہیں ہے۔"

عنبر نے جیب سے فرعون مصر کا ماچس کی ڈبیا
جتنا تابوت نکال کر اپنی ہتھیلی پر رکھا اور پانچ
ہزار سال پرانی مصری زبان میں فرعون مصر کی ممی
سے پوچھا کہ ہمیں غار کا راستہ کہاں ملے گا؟
فرعونِ مصر کی ممی کی دھیمی آواز عنبر کے کانوں
میں پڑی:

"عنبر! تم جس جگہ کھڑے ہو۔ یہاں سے بائیں
طرف گھوم کر بیس قدم چلو گے تو پہاڑ کی
دیوار میں ایک جگہ تمہیں سرخ پتھر کی تکونی
سل لگی ہوئی ملے گی۔ یہ سرخ پتھر کی سل اصل
میں پہاڑ کے نیچے والے غار کا خفیہ دروازہ ہے
جو کبھی خلا سے آنے والی مخلوق نے یہاں بنایا
تھا۔ اس سل پر تین بار ہاتھ مارنا۔ دروازہ کھل
جائے گا۔"

عنبر نے تابوت کو دوبارہ جیب میں رکھ لیا۔ وہ
خلائی انسان اور کیٹی کو ساتھ لیے بائیں طرف گھوم گیا۔
پچاس قدم چلنے پر واقعی سیاہ پہاڑ میں سرخ پتھر کی
تکونی سل لگی ہوئی ملی۔ عنبر نے سل پر تین بار ہاتھ مارا
تو ایک ہلکی سی گڑگڑاہٹ کے ساتھ تکونی دیوار اندر کو
چلی گئی۔ وہاں راستہ پیدا ہوگیا۔

کیٹی نے جھانک کر دیکھا اور بولی۔

"اندر تو پتھر کی بڑی بڑی سیڑھیاں نیچے جا
رہی ہیں۔"

وہ سیڑھیاں اترنے لگے ہی تھے کہ پتھر کی سل والا
تکونی دروازہ ایک ہلکی سی گڑگڑاہٹ کے ساتھ اپنی جگہ پر
چلا گیا۔

عنبر نے سیڑھیاں اترتے ہوئے خلائی انسان کی طرف
دیکھ کر سوال کیا:

"تھیوسانگ یہ بتاؤ کہ تمہیں بھوک پیاس زیادہ
تو نہیں لگتی۔ کیونکہ جہاں ہم جا رہے ہیں ہو
سکتا ہے وہاں ہمیں کھانے کو کچھ نہ ملے۔ میں
اور کیٹی تو ایک سال بھی کچھ کھائے پیئے بغیر
زندہ رہ سکتے ہیں۔"

خلائی انسان نے کہا:
"اگر کیٹی کھائے پیئے بغیر زندہ رہ سکتی ہے تو
میں بھی اب کی طرح خلائی مخلوق ہوں، بھلا میں
کیوں زندہ نہیں رہ سکوں گا؟"

عنبر بولا:
"ویسے میں کبھی یہاں سے باہر نکل کر
تمہارے لیے جنگلی پھل وغیرہ لے آیا
کروں گا۔"
"اس کی ضرورت نہیں ہے عنبر" خلائی انسان
نے کہا۔

سیڑھیاں ختم ہوئیں تو ایک سیدھا غار آ گیا۔ غار
میں اندھیرا تھا۔ چھت پر جالے لٹک رہے تھے۔ وہ تھوڑی
دور گئے ہوں گے کہ پھر ایک زینہ نیچے اترنے لگا۔
یہ غار کی دوسری نچلی منزل تھی۔ یہاں زمین ریتلی تھی۔
کیٹی بولی:
"یہی وہ جگہ ہے جہاں پہلے دریا بہا کرتا تھا۔"
"ہاں" عنبر نے کہا۔ "فرعون مصر کی ممی نے یہی کہا
تھا کہ جس غار میں ہمیں پناہ لینی ہوگی وہاں
کسی زمانے میں ایک دریا بہا کرتا تھا جو اب

سوکھ چکا ہے۔"
خلائی انسان بولا:
"تو پھر میرا خیال ہے ہمیں یہیں کسی جگہ اپنا
ٹھکانہ بنا لینا چاہیے۔"
غار میں کچھ دور آگے جا کر ایک کھلی جگہ آ گئی۔ یہاں
زمین پر ریت ہی ریت تھی۔ دیواروں کے ساتھ نیلے اور
بھورے رنگ کے پتھروں کی چھوٹی ڈھیریاں تھیں۔ یہاں
کسی جانب سے پھیکی پھیکی روشنی بھی آ رہی تھی۔ کچھ پتہ
نہیں چل رہا تھا کہ یہ روشنی کہاں سے آ رہی ہے۔
کیٹی بولی:
"میرا خیال ہے یہ جگہ ٹھیک رہے گی۔"
انہوں نے مل کر ایک جگہ دیوار کے پاس پتھروں
کو صاف کر کے جگہ بنائی اور اپنے بریف کیس وہاں
رکھ دیئے۔ قریب ہی کہیں سے ایسی آواز آ رہی تھی جیسے
پانی قطرہ قطرہ ٹپک رہا ہو۔ عنبر نے تھوڑی سی تلاش کے
بعد ایک کھوہ دیکھا جس میں پہاڑ کی چھت پر سے قطرہ قطرہ
پانی ٹپک کر جمع ہو رہا تھا۔
فرعونِ مصر کا تابوت جیب سے نکال کر عنبر نے خلائی
انسان کے آگے رکھ دیا۔

"تو میرے خلائی بھائی۔ اب اس کو بڑا کر دو۔"
خلائی انسان نے ماچس جتنے تابوت کو اٹھا کر دیوار
کے پاس ریت پر رکھ کر اپنی ایک آنکھ بند کر کے
گھی لگائی تو تابوت ایک دم سے بڑا ہو گیا۔ اس کے
ساتھ ہی فرعون مصر کی ممی کی دھیمی شکستہ آواز آئی۔
"عنبر! میں تمہارا شکریہ ادا کرتا ہوں کہ تم مجھے
اپنے ساتھ یہاں لے آئے اور تمہارے دوست
خلائی انسان کا بھی شکر گزار ہوں۔"
فرعون مصر کی ممی کی زبان صرف عنبر ہی سمجھ سکتا تھا
عنبر نے ممی کا شکریہ خلائی انسان تک پہنچا دیا۔
خلائی انسان نے عنبر سے کہا:
"عنبر! یہ ممی اگر مستقبل کا حال جانتی ہے تو ضرور
اسے ماضی کا حال بھی معلوم ہو گا۔ اس سے
پوچھو کہ اگر کسی خلائی مخلوق نے یہاں آ کر بسیرا
کیا تھا تو وہ لوگ کس سیارے سے آئے تھے۔
ان کی کوئی نشانی یہاں پر کیوں نہیں ہے؟"
عنبر نے یہ سوال فرعون مصر کی لاش سے کیا
تو اس نے کہا:
"عنبر! یہ آج سے دو ہزار سال پہلے کی بات

ہے۔ آسمان کے کسی دور دراز ستارے سے ایک
بہت بڑے ستارے کا ٹکڑا ٹوٹ کر یہاں گرا
تو اس سے بہت بڑا شگاف پیدا ہو گیا۔ اس
کے بعد کسی سیارے سے ایک مخلوق اپنے
خلائی جہاز میں یہاں آئی تھی۔ لیکن کچھ روز
یہاں قیام کرنے کے بعد اپنا سارا ساز و سامان
لے کر واپس چلی گئی۔ انہوں نے یہاں اپنی کوئی
نشانی نہیں چھوڑی۔ یہ لوگ ماضی کی کہانی
بن چکی ہے۔"
عنبر نے ترجمہ کر کے خلائی انسان کو یہ ساری بات
بیان کر دی۔
خلائی انسان کہنے لگا:
"وہ خلائی مخلوق کسی دور دراز ستارے سے
تعلق رکھتی ہو گی۔ ہو سکتا ہے کہ وہ ابھی
خلائی راستے میں ہی ہو اور اپنے ستارے تک
نہ پہنچی ہو۔"
کیٹی نے کہا:
"ہمیں اس مخلوق سے اب کیا دلچسپی ہو سکتی ہے۔"
خلائی انسان بولا:

"کیتھی بہن! تم میری خلائی بہن ہو۔ تم جانتی ہو کہ خلا میں بعض ایسے سیارے موجود ہیں جہاں کی فضا اس زمین کی فضا سے کافی ملتی جلتی ہے۔ میں یہ سوچ رہا تھا کہ اگر اس خلائی مخلوق کا کوئی خلائی جہاز یہاں کہیں چھپا ہوا ہوتا تو ہم ایٹمی تباہی کے بعد اس زمین سے کسی دوسرے سیارے کی طرف پرواز کر سکتے تھے۔"

عنبر ہنس دیا۔

"میرے خلائی دوست! ایسا وقت نہیں آئے گا۔ یہ دنیا ایٹمی جنگ میں تباہ بھی ہو گئی تو بھی کوئی نہ کوئی ایسا خطہ ضرور باقی رہے گا جہاں بچے کچھے انسان دوبارا زندگی شروع کر سکیں گے۔"

کیتھی بولی:

"مگر عنبر بھائی! سائنس دانوں نے جس قسم کے ہائیڈروجن اور الیکٹرون بم تیار کر رکھے ہیں وہ چل گئے تو ان کی تابکاری دنیا پر سے ہر قسم کی زندگی کا خاتمہ کر ڈالے گی۔ سیکڑوں برسوں تک کوئی جاندار سانس نہ لے سکے گا۔"

خلائی انسان نے تائید کرتے ہوئے کہا:

"یہی میں بھی کہہ رہا تھا۔"

عنبر بولا:

"لیکن اب تو ہمیں ایٹمی جنگ کے بعد بھی اسی زمین پر رہنا ہو گا کیوں کہ ہمارے پاس کوئی خلائی جہاز نہیں ہے جو ہمیں خلا میں پہنچا دے۔ اور پھر ابھی تک یہ امید ہے کہ شاید بڑی طاقتیں اپنی تباہی کے خیال سے جنگ شروع نہ کریں۔"

خلائی انسان نے کہا:

"یہ بڑی عقل مندی کی بات ہو گی مگر مجھے امید نہیں کہ وہ عقل مندی سے کام لیں۔"

عنبر نے کیتھی سے کہا:

"کیتھی اگر خدانخواستہ جنگ چھڑ گئی تو ہمیں کچھ چیزوں کی یہاں ضرورت ہو گی۔ میرا مطلب ہے کچھ کپڑے کچھ اسلحہ مثلاً پستول وغیرہ ہی ہمارے پاس ہونے چاہئیں۔ کیا خیال ہے تمہارا؟"

کیتھی نے کہا:

"عنبر بھائی! مجھے تو ماریا اور ناگ بھائی کا
خیال آ رہا ہے۔ جنگ شروع ہو گئی تو
خدا جانے ان کا کیا حال ہو گا۔"
عنبر بھی ماریا اور ناگ کو یاد کر کے اُداس ہو گیا
اس نے گہرا سانس بھر کر کہا:
"کیٹی! ہم ان کے لیے دُعا ہی کر سکتے ہیں اب۔"
دوسرے دن عنبر اور خلائی انسان غار سے باہر نکلے
اور ویران میدان میں کچھ فاصلہ پیدل طے کرنے کے
بعد ہائی وے یعنی بڑی سڑک پر آ گئے۔ یہاں دوسری
طرف کوئی ایک کلو میٹر کے فاصلے پر دس بارہ امریکی
طرز کے مکانوں والا ایک گاؤں تھا۔ اس گاؤں میں
ایک گروسری شاپ بھی تھی۔ یہاں سے عنبر اور خلائی
انسان نے ایک مضبوط رسّی کا گچھا۔ ایک ہتھوڑی کچھ
بڑے کیل اور پیپسی کولا کا ایک بڑا ٹن خریدا۔ کبھی کبھی
وہ اور کیٹی امریکہ کا پیپسی کولا بڑے شوق سے پیتے
تھے حالانکہ انہیں پیاس کبھی نہیں لگتی تھی۔
واپس غار میں آ کر انہوں نے بڑے شوق سے
پیپسی کولا پیا اور ماریا اور ناگ کے بارے میں باتیں
کرنے لگے۔ کیٹی تو ماریا اور ناگ کو یاد کر کے بے حد

اداس ہو جاتی تھی۔ عنبر اسے حوصلہ دیتا رہتا۔ رات
ہو گئی تو وہ وہیں ریت پر لیٹ گئے۔ ابھی تک
انہیں کسی قسم کے میزائیلوں کے دھماکوں کی آواز نہیں
آئی تھی۔ ابھی جنگ شروع نہیں ہوئی تھی۔

○

عنبر کیٹی اور خلائی انسان تھیوسانگ کو ہم اس پہاڑ
کے گہرے غار میں چھوڑ کر ناگ کی طرف چلتے ہیں
اور دیکھتے ہیں کہ وہ کس حال میں ہے۔
وائٹ ہاؤس کے گارڈ نے ناگ کو انجکشن لگا کر
بے حس کر دیا تھا۔ ناگ ایک ڈبے میں بند تھا۔
وہ اپنا جسم ہلا سکتا تھا مگر اس کا منہ زیادہ نہیں
کھلتا تھا اور نہ اس کے اندر اتنی طاقت تھی کہ
وہ زور سے پھنکار مار کر کسی دوسری شکل میں آ سکے
ناگ کا ذہن پوری طرح کام کر رہا تھا۔ وہ اندر ہی
اندر کیٹی اور عنبر کو یاد کر کے پریشان ہو رہا تھا کہ
اس کے گم ہو جانے پر وہ بہت زیادہ فکرمند
ہوں گے۔
امریکی گارڈ نے رات کو ناگ کا ڈبہ اپنے کوارٹر میں

میں رکھا۔ دوسرے دن وہ لنچ کے وقت واشنگٹن
کے نیچرل عجائب گھر میں گیا کہ وہاں سانپ کو فروخت
کرے۔ عجائب گھر میں اس کا ایک دوست ڈاکٹر تھا۔
اس ڈاکٹر نے سانپ کو دیکھا تو کہا:

"یہ تو بڑا قیمتی سانپ ہے۔ ایسا انڈین سانپ
یورپ اور امریکہ میں کہیں نہیں ہے عجائب گھر
والے تمہیں زیادہ پیسے نہیں دیں گے۔ اس
لیے تم ایسا کرو کہ اسے کیلی فورنیا لے جاؤ
وہاں سانپوں کا ایک ہسپتال ہے۔ اس ہسپتال
میں نایاب سانپوں کا زہر اکٹھا کیا جاتا ہے۔
وہاں تمہیں اس کے کم از کم دو ہزار ڈالر
ملیں گے۔"

امریکی گارڈ لالچ میں آ گیا۔ چونکہ ہنگامی حالات
کا اعلان ہو چکا تھا اس لیے اسے آسانی سے چھٹی نہ
ملی۔ دو روز گزر گئے۔ دوسری طرف ملک پر جنگ
کے بادل منڈلانے لگے اور دشمن کے ایک جہاز نے
الاسکا کی ایک امریکی چوکی پر دوسری بار بم برسا دیئے۔
امریکی جہازوں نے فوراً اڑ کر دشمن کی دو چوکیوں کو
بمباری کر کے تباہ کر دیا۔ روس نے سرخ خطرے کے

نشان کو روشن کر دیا۔

امریکی گارڈ کے دو ہزار ڈالر ضائع ہو رہے تھے۔
اس نے بیماری کا ایک سرٹیفکیٹ دے کر چھٹی لی
اور جہاز میں سوار ہو کر کیلی فورنیا کی طرف روانہ ہو گیا۔
ناگ سانپ کی شکل میں اس کے ساتھ ڈبے میں تھا۔

کیلی فورنیا میں امریکی گارڈ سانپوں کے ہسپتال میں
جا کر ڈاکٹر سے ملا۔ اسے سانپ دکھایا۔ ڈاکٹر نے پندرہ
سو ڈالر میں سانپ خرید لیا اور اسے شیشے کی الماری
میں چھوڑ دیا۔ اس ڈاکٹر کو بھی معلوم تھا کہ سانپ کو
انجکشن دیا گیا ہے۔ چونکہ ابھی وہ اس کا زہر نہیں
نکالنا چاہتا تھا اس لیے اس نے ناگ کو دوسرا انجکشن
لگانے کی ضرورت محسوس نہ کی۔

ایک روز ڈاکٹر نے ناگ سانپ کا زہر نکالنے کا پروگرام
بنایا۔ اسے شیشے کی الماری میں سے نکال کر میز پر رکھا
اور وہ انجکشن تیار کرنے لگا جس سے سانپ کا جبڑا
پورا کھل جاتا اور اس کے اندر پھر سے طاقت آ
جاتی۔ انجکشن تیار کر کے ڈاکٹر ناگ کی طرف بڑھا ہی
تھا کہ آنکھوں کو چندھیا دینے والی چمک پیدا ہوئی اور
ایسی بھیانک گڑگڑاہٹ کی آواز آئی جیسے ہزاروں بم

پھٹ گئے ہوں۔ سارے کا سارا ہسپتال ایک طرف کو
جھول گیا۔ افراتفری مچ گئی۔ ڈاکٹر انجکشن کی سوئی سمیت
سامنے والی الماری سے جا ٹکرایا۔ دھڑام سے ہسپتال کی
چھت ایک طرف سے گر گئی۔ قیامت کا شور مچ گیا۔
دشمن نے کیلی فورنیا کی باہر والی آبادی پر پہلا میزائل
گرایا تھا۔ یہ میزائل ایٹمی نہیں تھا۔ مگر اس نے بے پناہ
تباہی پھیلا دی۔ اس دھماکے اور گڑگڑاہٹ کو عنبر، کیپٹن
اور خلائی انسان نے بھی غار کے اندر فوراً محسوس کیا اور
ان کے رنگ اڑ گئے۔ تیسری ایٹمی جنگ شروع ہو
چکی تھی۔

ناگ سانپ کی شکل میں جس ڈبے میں بند تھا وہ
میز پر سے لڑھک کر نیچے گر پڑا اور ایک طرف سے
کھل گیا۔ ناگ آہستہ آہستہ رینگتا ہوا باہر آ گیا۔ اس
کا جبڑا ابھی تک پتھر کی طرح سخت تھا۔ وہ پھنکار مار
کر اپنی جون نہیں بدل سکتا تھا۔ اس نے دیکھا کہ ہسپتال
ایک طرف سے کھنڈر بن گیا ہے۔ فوراً ہی وہاں
آگ لگ گئی۔

ناگ جتنی تیزی سے رینگ سکتا تھا رینگ کر
اس کمرے سے دوسری طرف نکل گیا۔ وہ ہسپتال کے

پیچھے والے باغ کی روش پر آ گیا۔ یہاں اس نے لوگوں
کو گھبرا گھبرا کر ادھر اُدھر دوڑتے اور گاڑیوں میں بیٹھ
کر بھاگتے ہوئے دیکھا۔ آسمان پر گرد و غبار چھا رہا تھا
اچانک ایسا ایک اور دھماکہ ہوا۔ زمین ایسے ہلی۔
جیسے زبردست بھونچال آ گیا ہو۔ ناگ گھاس میں
چھپ گیا۔

اس کے دیکھتے دیکھتے سڑک کی دوسری طرف کی
ایک بہت اونچی عمارت قیامت کے دھماکے کے
ساتھ دھڑام دھڑام زمین پر گرنا شروع ہو گئی گرد و غبار
کا ایک طوفان اٹھا۔ عورتوں مردوں کی چیخوں کی آوازیں
آنے لگیں۔ آگ بجھانے والے انجنوں کا شور بلند
ہوا۔ اس کے ساتھ ہی ایک اور دھماکہ ہوا۔ پھر
ایک اور دھماکہ — اور زمین اوپر نیچے ہونے لگی۔

ناگ زمین کے ساتھ چمٹ گیا۔ چاروں طرف سے
بلڈنگوں کے گرنے اور کانوں کے پردے پھاڑ دینے والے
دھماکوں کی آوازیں ہی آوازیں تھیں۔ زمین یوں ہل رہی
تھی جیسے ابھی پھٹ جائے گی۔ ایک درخت ناگ کے بالکل
قریب اپنی جڑ سے اکھڑ کر جیسے چیختے ہوئے گر پڑا۔
ناگ زیادہ تیزی سے حرکت نہیں کر سکتا تھا۔ درخت کی

شاخیں اس پر اس طریقے سے گریں کہ وہ بچ گیا۔ ہر
طرف گرد و غبار اور دھواں پھیل گیا۔ دھماکوں کی
آوازیں ابھی تک آ رہی تھیں۔

کتنی ہی دیر تک یہ سلسلہ جاری رہا۔

پھر اچانک آسمان چکا چوند ہو گیا۔ ایک ایسی روشنی
پھیلی جو ناگ نے اس سے پہلے کبھی نہیں دیکھی تھی
اس کے ساتھ ہی فضا گرم ہونے لگی۔ ناگ کو شدید
خطرے کا احساس ہوا۔ وہ زمین کے اندر ایک بل
میں گھس گیا۔ یہ بل کافی گہرا تھا۔ وہ زمین کے اندر
ہی اندر نیچے تک چلا گیا اور وہیں ٹھنڈی مٹی کے
ساتھ چمٹ گیا۔ ایک دم سے مٹی گرم ہو گئی۔ ناگ
کا پیٹ جلنے لگا۔ وہ رینگتا رینگتا بل میں اور آگے
چلا گیا۔ آگے جا کر بل ختم ہو گیا۔

ناگ کو محسوس ہوا کہ اس گرمی میں اس کے جسم
کی کھوئی ہوئی طاقت واپس آ رہی ہے۔ اس نے
اپنے جسم کو اور پھر اپنے جبڑے کو ہلایا۔ انجکشن کا
اثر ختم ہو گیا تھا۔ ناگ اپنا جبڑا ہلا سکتا تھا۔ اس
نے زور سے پھنکار ماری۔ وہ پھنکار سکتا تھا۔ اس
نے تیزی سے اپنا رخ بدل لیا۔ اب اس کا منہ

بل کے منہ کی طرف تھا۔ مگر گرمی اس قدر تھی کہ بل
سے باہر نکلنے کی ہمت نہ پڑ رہی تھی۔ اس گرمی میں
اسے ایک بے چینی سی محسوس ہو رہی تھی۔ جیسے اس
کے سارے جسم میں کوئی سوئیاں چبھو رہا ہے۔ ناگ
کو اب ایک شدید اور خطرناک قسم کا احساس ہوا۔

اس نے ایک پھنکار ماری اور مگر مچھ کے ایک
چھوٹے بچے کی شکل میں تبدیل ہو گیا۔ یہ شکل اس نے
اس لیے اختیار کی کہ مگر مچھ کی کھال اتنی سخت ہوتی
ہے کہ اس پر گرمی سردی کا اثر نہیں ہوتا۔ ناگ بل
میں ویسے ہی پڑا رہا۔ وہ باہر کی فضا میں ایٹمی تابکاری
کی تباہ کاریوں کو محسوس کر رہا تھا۔ تو کیا تیسری ایٹمی
جنگ شروع ہو گئی ہے؟ کیا امریکہ کے شہروں پر
ایٹم بم گرائے جا رہے ہیں؟

یہ سوال تھے جو ناگ کے ذہن میں ابھرنے لگے تھے۔

بل میں گرمی کا اثر کچھ کم ہونا شروع ہوا۔ جب
بل میں پڑے پڑے کافی وقت گزر گیا تو ناگ مگرمچھ
سے دوبارہ سانپ بن گیا۔ بل کی فضا میں وہ گرمی اور
تپش اب نہیں تھی۔ ناگ آہستہ آہستہ رینگتا ہوا بل کے
کے منہ کے پاس آ گیا۔ اس نے دیکھا کہ فضا دھواں

دھواں تھی۔ دھواں نہیں تھا مگر فضا اور آسمان کا
رنگ دھوئیں ایسا تھا۔ ناگ جب اس بل میں گرا
تھا تو دن کا وقت تھا۔ وہ بل میں زمین کے اندر دو
گھنٹے سے زیادہ نہیں رہا تھا۔ پھر اتنی جلدی باہر کو
کیسے غروب ہو گیا۔

لیکن سورج غروب نہیں ہوا تھا بلکہ سورج کو
میزائلوں اور وہاں سے پچاس میل دور پھٹنے والے
ایٹم بم کی راکھ اور گرد و غبار نے ڈھانپ لیا تھا
ناگ کے جسم کو ایٹمی تابکاری کا شدت سے احساس
ہوا۔ وہ فوراً بل کے اندر گھس کر زمین کے اندر
ہی اندر چلا گیا۔ ساری رات اور اگلا سارا دن وہ
زمین کے اندر چھپا رہا۔ دو روز بعد اس نے زمین
کی سطح پر آ کر اپنا سر بل سے باہر نکالا تو اس نے
دیکھا کہ فضا کا دھواں کافی حد تک کم ہو گیا تھا مگر
سورج کی روشنی زرد زرد اور گرد بھری تھی۔

ناگ بل سے باہر نکل آیا۔

اس کے سامنے کیلی فورنیا کا شہر ملبے کا ڈھیر بنا
ہوا تھا وہ اس خیال سے لرز گیا کہ تیسری عالمگیر
ایٹمی جنگ شروع ہو گئی ہے اور کیلی فورنیا سے پہلے

واشنگٹن شہر پر ایٹم بم گرایا گیا ہو گا تو پھر کیٹی اور
عنبر کہاں ہوں گے؟ کہیں ایٹمی تابکاری نے ان کو
بھی ہلاک تو نہیں کر دیا۔ اگرچہ ناگ کو معلوم تھا کہ
عنبر مر نہیں سکتا اور کیٹی بھی خلائی لڑکی ہے اور
اتنی آسانی سے اسے موت نہیں آ سکتی لیکن ایٹم بم
کی تابکاری کسی جاندار کو زندہ نہیں چھوڑتی۔
کیا معلوم عنبر اور کیٹی پر اس کا اثر ہو گیا ہو۔

یہی سوچتا سوچتا ناگ بلڈنگوں کے جلے ہوئے ملبے
میں سے گزرتا چلا گیا۔ اس نے دیکھا کہ فٹ پاتھ
اور سڑک پر جگہ جگہ جلی ہوئی۔ انسانی لاشیں پڑی تھیں۔
یہ لاشیں اس طرح جل گئی تھیں کہ ڈھانچوں کی دو چار
ہڈیاں اور کسی کی آدھی کھوپڑی ہی باقی رہ گئی تھی۔
کئی جگہ سڑک پر لاشوں کے کالے کالے نشان ہی
پڑے تھے۔ لاشیں ایٹمی تابکاری نے نگل لی تھیں جہاں
پہلے ہائی رائیز آسمان سے باتیں کرتی بلڈنگیں تھیں اب
وہاں ملبے کے ٹیلے بنے ہوئے تھے۔ ان ٹیلوں سے ابھی
تک دھواں اٹھ رہا تھا۔ موٹر کاریں، ٹرک اور لوہے
کے کھمبے گرمی سے پگھل کر بہہ گئے تھے اور ان کا
لاوا سڑک اور فٹ پاتھوں پر جم کر پتھر بن چکا تھا

کسی جگہ نہ تو کوئی بلڈنگ سلامت تھی اور نہ
زندہ انسان نظر آ رہا تھا۔ پارکوں اور باغوں میں
درخت جل کر بھسم ہو گئے تھے۔ آسمان پر کوئی
پرندہ تک نہیں تھا۔ فضا ابھی تک گرم تھی۔ ناگ
انسانی شکل میں آتے ہوئے ڈر رہا تھا کہ کہیں اس
پر تابکاری کا اثر نہ ہو جائے۔

ناگ نے سانس کھینچا۔ پھر زور سے چھوڑا اور ایک
طاقتور عقاب کی شکل اختیار کر کے فضا میں بلند
ہو گیا۔ وہ بلندی سے شہر کو دیکھنا چاہتا تھا کہ کوئی
زندہ بھی بچا ہے کہ نہیں۔ فضا میں بلندی پر جا کر
ناگ نے دیکھا کہ امریکہ کا یہ حسین ترین شہر کیلے فورنیا
تباہ و برباد ہو چکا تھا۔ دریا پر بنا ہوا پل پگھل کر
دریا میں جا گرا تھا۔ سڑکوں پر کاریں جل کر ڈھانچہ
بنی ہوئی تھیں۔ کوئی بلڈنگ اپنی جگہ پر نہیں تھی۔
بے شمار جگہوں پر ابھی تک آگ کے شعلے بلند ہو
رہے تھے۔ آگ بجھانے والے بھی آگ میں جل کر
بھسم ہو چکے تھے۔ نہ کوئی بچا تھا اور نہ کوئی بچانے
والا تھا۔ شہر قیامت کا منظر پیش کر رہا تھا۔ آسمان
زرد رنگ کے دھوئیں کی لپیٹ میں تھا۔ ہر شے زرد

اور مٹی کے رنگ کی نظر آ رہی تھی۔
ناگ شہر کے ملبے کے اوپر دیر تک چکر لگاتا
رہا۔ اس نے سارا شہر دیکھ ڈالا۔ وہاں کوئی زندہ شے
اسے نظر نہ آئی۔ ناگ کا دل بیٹھ گیا اور عنبر کو یاد کر کے
پریشان ہو گیا۔ ان لوگوں کا کیا حال ہوا ہو گا۔ دشمن
نے واشنگٹن شہر کی تو اینٹ سے اینٹ بجا دی ہو
گی۔ امریکہ کے شہروں کا یہ حال ہوا ہے تو امریکہ نے
خلائی میزائلوں اور ہائیڈروجن بموں سے روس کے
شہروں کو بھی تباہ کر دیا ہو گا۔

یورپ میں بھی روس اور امریکہ کے حمایتی ملکوں
کے درمیان جنگ چھڑ گئی ہو گی۔ ایٹم بم اور ایٹمی
میزائیل وہاں بھی اولوں کی طرح گرے ہوں گے۔ یورپ
بھی تباہ ہو گیا ہو گا۔ ان ملکوں کے ساتھ ہی ساتھ
دوسرے ملک بھی تباہی سے نہیں بچے ہوں گے۔
افریقہ جاپان، چین اور ہندوستان کا بھی یہی حال ہوا
ہو گا۔ ناگ کو اس تباہی پر بے حد صدمہ ہوا۔ انسان
نے آخر اپنے ہی بھائی بہنوں کو موت کے گھاٹ
اتار دیا تھا۔

ناگ کو ماریا کا بھی خیال ستانے لگا۔ وہ ہندوستان

کے شمالی پہاڑوں میں کیلاش پربت کی برف پوش
وادی میں گم ہو گئی تھی۔ اگر وہ اسی جگہ کہیں موجود
ہو گی تو روس پر جو ایٹم بم پھٹے ہوں گے ان کی
تابکاری اور تباہی کی لپیٹ میں وہ بھی آ گئی ہو گی
ہمالیہ کی برف پگھل گئی ہو گی۔ سارے ملک کی آبادی
برفانی پانی کی سو نٹ اونچی لہر بہا کر سمندر میں لے
گئی ہو گی۔

"میرے خدا!" ناگ نے اڑتے اڑتے اپنی آنکھیں
بند کر لیں۔ اس نے دیکھا کہ شہر سے دور پہاڑیوں
کے اوپر جہاں انگریزی کے بڑے بڑے حروف میں
ہالی وڈ لکھا ہوتا تھا وہاں صرف انگریزی کا ایک
حرف ڈبلیو لا ہی رہ گیا ہے۔ یہ چٹان جتنا بڑا لفظ
بھی ٹیڑھا ہو گیا تھا۔

اڑتے اڑتے ناگ کیلی فورنیا کے ہوائی اڈے کے
اوپر سے گذرا۔ نیچے رن وے پر جگہ جگہ بڑے بڑے
جیٹ طیاروں کے جلے ہوئے ڈھانچے پڑے تھے۔ کنٹرول
ٹاور کی عمارت سلامت نہیں تھی۔ شہر کی کسی سڑک
پر کوئی فوجی گاڑی یا ٹینک دیکھنے میں نہیں آیا تھا۔ یہ
جنگ دونوں طرف سے بٹن دبا کر شروع کی گئی تھی۔ بٹن

دونوں ایٹمی میزائل سنٹروں میں سے بٹن دباتے ہی ایٹمی میزائل
تباہ کن شور مچاتے آگ کے شعلے چھوڑتے فضا میں بلند
ہونے اور امریکہ اور روس کے شہروں پر گر کر تباہی
پھیلا دی۔ ایسی تباہی کہ کوئی انسان، چرند، پرند، درخت
بلڈنگ کسی کا بھی نام و نشان باقی نہ رہا تھا۔
ناگ شہر کی زہریلی فضا سے نکل کر ایک ویرانے
کی طرف اڑنے لگا۔ وہ غیر ارادی طور پر اس طرف چلا جا رہا
تھا جدھر تین چوٹیوں والے پہاڑ کے اندر عنبر، کھیٹو اور خلائی
انسان اس ایٹمی جنگ کی تباہ کاریوں سے چھپ کر بیٹھے
ہوئے تھے۔

○

چمکیلا انسانی سایہ

جب ایٹم بم پھٹا تو پہاڑ بھی ہل گیا۔

عنبر کیپٹی اور خلائی انسان پہاڑ کے نیچے غار میں بیٹھے تھے کہ زمین کو بھونچال آ گیا۔ غار کی چھت میں سے کئی پتھر نیچے گر پڑے۔ کیپٹی کے منہ سے ہلکی سی چیخ نکل گئی۔ خلائی انسان نے کہا۔

"کام شروع ہو گیا ہے عنبر۔"

عنبر کے کان باہر کی آوازوں پر لگے تھے۔ یہ دھماکوں کی آوازیں تھیں۔ پھر ایک ایسا دھماکہ ہوا کہ پہاڑ دائیں بائیں جھول گیا۔ فرعون کی ممی کا تابوت دھڑام سے گر پڑا۔ عنبر اور کیپٹی لڑھکتے ہوئے دوسری طرف چلے گئے۔

"یہ ہائیڈروجن بم کا دھماکہ ہے۔" خلائی انسان نے چیخ کر کہا:

وہ عنبر اور کیپٹی کو لے کر غار میں آگے کی طرف دوڑنے لگا۔

عنبر نے چلا کر کہا:

"جیتوسانگ ہمیں کچھ نہیں ہو گا۔"

خلائی انسان بولا:

"عنبر! تم ہائیڈروجن بم کو نہیں جانتے۔ یہ تم نے کبھی پھٹتے ہوئے نہیں دیکھا۔"

خلائی انسان کیپٹی اور عنبر کو غار میں بائیں جانب کافی آگے لے گیا۔ سامنے کی طرف سے غار بند تھا مگر دائیں جانب دریا نیچے زمین کے اندر گھس گیا تھا۔ وہ اسی جگہ زمین سے باہر نکلی ہوئی پتھر کی بڑی بڑی سلوں کے نیچے چھپ کر بیٹھ گئے۔

تیسرے پہر تک دھماکوں کی آوازیں آتی رہیں۔ حالانکہ ایٹمی میزائیل اور ہائیڈروجن بم ان سے کئی سو میل کے فاصلے پر پھٹے تھے۔ زمین ہل رہی تھی۔ دھماکوں کی آواز بند ہو گئی مگر زمین میں ہلکی ہلکی لرزش اب بھی تھی۔ پھر اچانک پانی کا شور سنائی دیا۔ عنبر کیپٹی اور خلائی انسان زمین کی کھوہ سے باہر نکل آئے۔ انہوں نے دیکھا کہ جو دریا کئی ہزار سالوں سے خشک ہو چکا تھا اس میں پانی کا ریلا بپھرتا ہوا بھاگا چلا آ رہا تھا۔

"عنبر! دریا جاگ اٹھا ہے۔"

وہ تیزی سے دوڑتے اس جگہ آئے جہاں فرعون
مصر کا تابوت زمین پر گرا پڑا تھا۔ دریا کا پانی ابھی
پنڈلیوں تک ہی تھا۔
عنبر نے خلائی انسان کی طرف دیکھ کر کہا:
"ھیتوسانگ اس تابوت کو پھر سے چھوٹا کر دو۔
میں فرعون مصر کی لاش کو دریا میں غرق نہیں
کرنا چاہتا۔"
خلائی انسان نے ایک آنکھ بند کر کے تابوت کو
انگلی لگائی تو وہ ایک دم پھر سے ماچس کی ڈبیا
جتنا ہو گیا۔ عنبر نے تابوت کو جیب میں ڈال اور
اپنے اپنے بریف کیس اٹھا کر وہ غار کے منہ کی طرف
دوڑے۔ دریا کا پانی سامنے سے آ رہا تھا۔ پانی کی رفتار
بڑی تیز تھی اور برابر بڑھ رہا تھا۔ جب وہ پانی میں
دوڑتے دوڑتے غار کی پتھریلی سیڑھیوں تک پہنچے تو پانی
ان کی کمر تک پہنچ گیا تھا۔
عنبر نے کہا:
"ہمیں اس غار سے باہر نکلنا ہو گا۔ کیوں کہ دریا
کا پانی اس غار کو بھرنے ہی والا ہے۔"
خلائی انسان بولا:

"باہر ہائیڈروجن بم کی تابکاری ہو گی۔ کیٹی اور
تمہیں ہوشیار رہنا ہو گا۔ اس تابکاری کا مجھ پر
تو کوئی اثر نہیں ہو سکتا۔"
عنبر نے کہا:
"فکر نہ کرو۔ اس کا اثر ہم پر بھی نہیں ہو گا۔"
کیٹی بولی:
"اثر ہو یا نہ ہو۔ ہم اس غار میں بھی تو نہیں
رہ سکتے۔ یہ غار تو سارے کا سارا پانی سے
بھر جائے گا۔"
وہ سیڑھیاں چڑھ کر غار کی تکونی دیوار کے پاس
آ گئے۔
عنبر بولا:
"اس دروازے کو کیسے کھولیں۔"
کیٹی نے کہا:
"عنبر! تم نے تین بار ہاتھ مار کر اسے کھولا
تھا۔ اب بھی ایسا ہی کرو۔"
عنبر نے تکونی دیوار پر تین بار ہاتھ مارا تو ایک
گڑگڑاہٹ کی آواز کے ساتھ تکونی چٹان نما دیوار اندر
کی طرف کھسک گئی۔ تازہ ہوا اندر آئی مگر اس ہوا میں

کسی تیز قسم کی گیس کی بو تھی۔
خلائی انسان نے چونک کر کہا:
"ان کم بختوں نے ہائیڈروجن بم چلا دیا ہے۔ یہ
اسی کی تیز گیس ہے۔"
اگرچہ اس وقت دن کا وقت تھا لیکن آسمان پر
زرد رنگ کی گرد چھائی ہوئی تھی جس کی وجہ سے سورج
اس گرد کے پیچھے چھپ گیا تھا۔ وہ تینوں غار سے باہر
نکل آئے۔ ان کے نکلتے ہی غار کا دروازہ اپنے آپ
بند ہو گیا۔
کیٹی نے آسمان کی طرف دیکھ کر کہا:
"مائی گاڈ! یہ کس قسم کا غبار پھیلا ہوا ہے؟"
خلائی انسان کہنے لگا:
"اس دنیا کے امن پسندوں نے ہائیڈروجن بم چلا
کر کروڑوں معصوم لوگوں کو موت کی نیند سلا
دیا ہے۔"
کیٹی وہیں بیٹھ گئی۔
"ناگ کا کیا بنا ہو گا؟ وہ کہاں ہو گا۔ ماریا
کے ساتھ کیا گذری ہو گی؟"
عنبر نے شاید پہلی بار اس خلائی لڑکی کیٹی کی آنکھوں میں

آنسو دیکھے۔ عنبر نے کیٹی کے کاندھے پر ہاتھ رکھ
اور اسے تسلی دی:
"کیٹی بہن! وہ ٹھیک ہوں گے۔ کم از کم ہمیں
یہی سمجھنا چاہیے!"
کیٹی نے روتے ہوئے کہا:
"میں کیسے سمجھ لوں۔ یہ ایٹم بم کی تباہی ہے
اس میں ناگ کیسے زندہ رہا ہو گا اور ماریا
یہ تباہی تو ساری دنیا پر نازل ہوئی ہو گی۔
کوئی ملک اس سے نہیں بچا ہو گا۔"
عنبر کیٹی کو تسلیاں دینے لگا۔ خلائی انسان اس کی
طرف دیکھ رہا تھا کہ کیٹی کی آنکھوں سے پانی سا کیا
نکل رہا ہے۔ کیوں کہ خلائی انسان جیبوسانگ کا تعلق جس
خلائی سیارے سے تھا وہاں کوئی نہیں روتا تھا۔ کبھی
کسی کی آنکھوں سے آنسو نہیں نکلا تھا۔
خلائی انسان نے عنبر سے کہا:
"عنبر! اس کی آنکھوں پر ہائیڈروجن گیس کا اثر
ہو گیا ہے۔ اس کی آنکھیں پانی ٹپکا رہی ہیں۔"
عنبر نے خلائی انسان کی طرف دیکھ کر کہا:
"تم جس کو پانی کہتے ہو وہ ہماری دنیا کے آنسو

ہیں ان آنسوؤں کی ہمارے ہاں انمول موتیوں
سے بھی زیادہ قیمت ہے۔"

خلائی انسان کی سمجھ میں کچھ نہ آیا۔ اس نے آسمان
کی طرف دیکھ کر کہا:

"فضا میں گیس کا اثر ہے۔ اگرچہ ہائیڈروجن
بم لگتا ہے یہاں سے کافی دور شہر میں گرایا
گیا ہے۔"

عنبر نے پوچھا:

"تمہارا کیا خیال ہے ہمیں اس وقت شہر کی
طرف چلنا چاہیے کہ نہیں؟"

خلائی انسان نے تیوری چڑھا کر عنبر کی طرف دیکھا۔

"مجھے تو کچھ نہیں ہو گا۔ تم اپنی فکر کرو۔"

عنبر نے مسکرا کر کہا:

"میرے خلائی دوست! تم ابھی مجھ سے اچھی
طرح واقف نہیں ہو۔ خیر اگر تمہیں یقین
ہے کہ تمہیں کچھ نہیں ہو گا تو چلو شہر کی طرف
چلتے ہیں۔ کیٹی! تم پر اس گیس کا کوئی اثر
تو نہیں ہو رہا؟"

خلائی انسان نے کیٹی کی طرف سے جواب دیا:

"یہ بھی خلائی لڑکی ہے۔ ہم تم لوگوں سے بہت
زیادہ طاقتور ہوتے ہیں۔ کیٹی کو بھی کچھ نہیں ہو گا
آؤ یہاں سے نکل چلیں۔"

کیٹی ان کے درمیان تھی۔ خلائی انسان اور عنبر اس
کے دائیں بائیں تھے۔ وہ پہاڑ کے دامن سے نکل کر
کیلے فورنیا شہر کو جانے والی سڑک پر آئے تو دیکھا کہ
سڑک کی دوسری طرف کچھ فاصلے پر جو چھ سات گھر
اور گروسری سٹور تھا وہاں اب کچھ بھی نہیں تھا۔ صرف
ایک جگہ سے دھواں اٹھ رہا تھا۔ کیٹی نے کہا:

"ایٹمی شعاعوں نے یہاں تک حملہ کیا ہے عنبر
دیکھو۔ یہ گھر جل کر راکھ ہو گئے ہیں۔"

عنبر اور خلائی انسان بھی اس بستی کی تباہی پر حیران
ہو گئے۔ یہاں کوئی بم نہیں گرا تھا لیکن کیلے فورنیا پر
گرے ہوئے ایٹمی میزائیلوں اور ہائیڈروجن بم کا یہاں
تک اثر پہنچا تھا اور اس قدر شدید گرمی پیدا ہو
گئی تھی اور بجلی کے تار پگھل کر سڑک کی مٹی میں مل
گئے تھے۔

وہ تینوں شہر کو جانے والی سڑک پر چل پڑے۔
راستے میں انہوں نے کئی بڑے بڑے سامان سے چلنے

والے ٹرکوں اور موٹر کاروں کے جلے ہوئے ڈھانچے دیکھے۔
ان میں جلی ہوئی انسانی لاشیں بھی پڑی تھیں۔ کاروں
کے ایلومونیم کے فریم پگھل گئے تھے۔ انسانی لاشوں کا
گوشت بھاپ بن کر اڑ گیا ہوا تھا۔ صرف ہڈیاں
باقی تھیں۔

اس دہشت ناک منظر کو دیکھ کر کیٹی نے اپنی آنکھوں
پر ہاتھ رکھ لیے:

”میں یہ تباہی نہیں دیکھ سکتی۔“

عنبر نے اسے اپنے ساتھ لگا لیا۔

”میری بہن! یہ ایک نہ ایک دن ہونا ہی تھا۔“

ادھر یہ کیلی فورنیا کی طرف چلے جا رہے تھے اُدھر
ناگ عقاب کی شکل میں ان کی طرف اڑتا چلا آ
رہا تھا۔ اچانک فضا میں ناگ کو ایک مانوس خوشبو محسوس
ہوئی۔ اس نے اپنی رفتار کم کر لی۔ اور وہیں نیچے آ کر
ایک چکر لگایا۔ اس کا دل خوشی سے اچھل پڑا۔ یہ خوشبو
عنبر اور کیٹی کی تھی۔ ناگ بڑا خوش ہوا۔ جدھر سے خوشبو
آ رہی تھی وہ اس طرف کو لپکا۔ دُور اس نے عنبر،
کیٹی اور خلائی انسان کو دیکھا کہ پتھروں اور جھاڑیوں
کے درمیان بنی ہوئی بڑی سڑک کے کنارے کنارے چلے
آ رہے تھے۔

ناگ نے ان کی طرف غوطہ لگایا۔

عنبر نے ناک سکیڑی اور بولا:

”مجھے ناگ کی خوشبو آ رہی ہے۔“

کیٹی نے آسمان کی طرف دیکھ کر کہا:

”یہ عقاب کہیں ناگ تو نہیں؟“

اتنی دیر میں یہ عقاب ان کے پاس آ کر زمین
پر اُتر گیا اور دوسرے ہی لمحے اس نے ناگ کی
انسانی شکل اختیار کر لی۔ خلائی انسان تو حیرانی سے
ناگ کا منہ تکنے لگا۔ ناگ کو عنبر نے گلے لگا لیا۔

”خدا کا شکر ہے تمہیں زندہ حالت میں دیکھا۔
اس ایٹمی تباہی نے تو سارے شہر کو برباد
کر دیا۔“

کیٹی نے ناگ کا ہاتھ چوم لیا۔

”ناگ بھائی! تم کو دیکھ کر میرا دل خوشی سے
پھولا نہیں سما رہا۔ تم کہاں غائب ہو
گئے تھے؟“

ناگ نے اپنی ساری داستان بیان کر دی۔

خلائی انسان نے ناگ کے جسم پر ہاتھ لگایا اور بولا:

"یہ تم نے اپنی شکل کیسے بدل لی تھی؟ تم کوئی بہت بڑے سائنس دان لگتے ہو جو جسم کے ایٹموں اور مالیکیولوں کو بدلنے کا ماہر ہے۔"

ناگ اور عنبر مسکرانے لگے۔

کیٹی بولی:

"خلائی سائنس بھائی! ابھی تم بہت کچھ دیکھو گے ناگ بھائی کئی شکلیں بدل لیتا ہے۔"

خلائی انسان کہنے لگا:

"یہ کام تو ہمارا بڑے سے بڑا سائنس دان بھی نہیں کر سکتا۔ تمہارے پاس ضرور کوئی خفیہ فارمولا ہے۔"

عنبر نے خلائی انسان کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا:

"یہ باتیں بعد میں ہوتی رہیں گی۔ ابھی ہمیں شہر پہنچ کر دیکھنا ہے کہ وہاں کوئی زندہ بھی بچا ہے کہ نہیں۔"

ناگ نے انہیں بتایا کہ میں شہر ہی سے ہو کر آ رہا ہوں۔ سارے کا سارا شہر تباہ و برباد ہو چکا ہے۔ وہاں کوئی انسان تو کیا پرندہ تک زندہ نہیں بچا۔ دشمن کے میزائیلوں اور ہائیڈروجن اور ایٹم بم نے کیسی دنیا کے حسین ترین شہر کو ملبے کا ڈھیر بنا دیا ہے۔ عنبر نے ماریا کے بارے میں تشویش ظاہر کی کہ خدا جانے وہ کس عالم میں ہو گی۔ کیوں کہ ان سب کو یقین تھا کہ ایٹمی جنگ کی یہ تباہ کاری ہندوستان اور کوہ ہمالیہ کے دامن تک بھی پہنچ گئی ہو گی کیوں کہ روس وہاں سے قریب ہے اور امریکہ نے روس کے شہروں پر بھی ایٹمی میزائیل گرائے ہوں گے۔ آپس میں اسی طرح باتیں کرتے وہ سڑک کنارے چلتے چلے گئے۔ عنبر نے جیب سے فرعون مصر کی ممی کا تابوت نکال کر ناگ کو دکھایا اور کہا کہ فرعون مصر کی ممی نے ہی پیشین گوئی کی تھی کہ تیسری ایٹمی جنگ شروع ہونے والی ہے اور ہم پہاڑ کے نیچے غار میں جا کر چھپ گئے۔

ناگ نے فرعون مصر کے تابوت کو ہاتھ میں تھام کر دیکھا جو ماچس کی ڈبیا کے سائز کا تھا۔ اس نے کہا:

"اگر یہ ممی مستقبل کے بارے میں بتا سکتی ہے تو اس سے ماریا کے بارے میں پوچھنا چاہیے کہ وہ کہاں ہے۔"

عنبر اور کیٹی نے ناگ کو بتایا کہ وہ یہ سوال

فرعون مصر کی ممی سے پوچھ چکے ہیں لیکن اس نے
ماریا کے بارے میں کچھ نہیں بتایا۔ فرعون مصر کی ممی
کا کہنا ہے کہ وہ غیبی عورت کے بارے میں کچھ نہیں
بتا سکتا۔ اس پر خلائی انسان نے ایک بار پھر پوچھا:

"کیا ماریا غائب ہے؟"

عنبر کیٹی اور ناگ چپ ہو گئے۔ عنبر بولا:

"میرے خلائی دوست! تم کہتے ہو کہ تمہارے
سیارے کے لوگ سائنس میں بہت ترقی کر
چکے ہیں لیکن تمہیں شاید یہ معلوم نہیں کہ
ہم لوگ بھی کسی سے پیچھے نہیں ہیں۔ ماریا ہماری
بہن ہے اور وہ ایک غیبی لڑکی ہے وہ کسی
کو دکھائی نہیں دیتی مگر خود سب کو دیکھتی ہے۔"

خلائی انسان بولا:

"مگر تم اسے کیسے پہچانتے ہو؟"

"ہمیں ایک دوسرے کی خوشبو آ جاتی ہے۔ ہمیں
ماریا کی خوشبو بتا دیتی ہے کہ وہ ہمارے پاس آ
گئی ہے۔"

ناگ یہ کہہ کر مسکرانے لگا۔

خلائی انسان سر جھٹکا کر بولا:

"تمہاری دنیا کے سائنس دانوں نے ترقی کی ہو یا
نہ کی ہو مگر تم لوگ ضرور اتنی ترقی کر چکے
ہو کہ خود سائنس حیران ہے۔"

کیٹی چلتے چلتے بولی:

"یہ تو ٹھیک ہے مگر سوال یہ ہے کہ ہم اس
طرح کیلی فورنیا تک پیدل کیسے پہنچیں گے؟ ہمیں
کسی سواری کی ضرورت ہے۔"

ناگ بولا:

"اس سارے علاقے میں کوئی ٹرک، گاڑی، گھوڑا
وغیرہ سلامت نہیں رہا۔ ہمیں پیدل ہی
چلنا ہو گا۔"

عنبر نے کہا:

"کیلی فورنیا یہاں سے بہت دور ہے۔ میں تو
نہیں تھکوں گا۔ اپنے خلائی دوست تھوسانگ سے
پوچھ لو۔ وہ تو نہیں تھک جائے گا۔"

خلائی انسان بولا:

"جب چلتے چلتے تھک جاؤں گا تو کہہ دوں گا۔"

عنبر، ناگ، کیٹی اور خلائی انسان، چاروں کے چاروں
کوئی عام انسان نہیں تھے۔ ان کے اندر عام انسانوں سے

زیادہ طاقتیں تھیں چنانچہ وہ بغیر تھکاوٹ کے چلتے
چلے گئے۔ راستے میں انہوں نے جگہ جگہ کاروں ٹرکوں
اور انسانی لاشوں کے جلے ہوئے ڈھانچے دیکھے۔

عنبر نے کہا:

"خدا جانے اس ایٹمی جنگ سے کوئی ملک بچا
بھی ہو گا کہ نہیں"

ناگ بولا:

"مجھے امید نہیں ہے جو تباہی کیلی فورنیا کے
خوبصورت شہر کی ہوئی ہے اس کو دیکھ کر
اندازہ ہوتا ہے کہ جنگ کی یہ تباہی دنیا کے
ہر ملک پر آئی ہو گی"

اسی طرح ہائی وے پر چلتے چلتے انہیں شام ہو
گئی۔ راستے میں جو درخت بھی ملا وہ جل کر راکھ
ہو گیا ہوا تھا۔ سورج پہلے ہی زرد ایٹمی بادلوں کے
غبار کے پیچھے نظر نہیں آ رہا تھا۔ جب وہ ڈھلتے
ڈھلتے غروب ہو گیا تو چاروں طرف اندھیرا چھا گیا۔
اس اندھیرے میں عنبر کیٹی ناگ اور خلائی انسان تھوڑا
تھوڑا دیکھ رہے تھے۔ انہیں سڑک سے تھوڑی دور
ایک جگہ کوئی شے چمکتی دکھائی دی:

"یہ کیا چیز ہو سکتی ہے ناگ۔" عنبر نے پوچھا۔
ناگ کیٹی اور خلائی انسان بھی اس چمکتی ہوئی شے
کی طرف دیکھ رہے تھے۔ قریب گئے تو یہ دیکھ کر کیٹی
اور ناگ کے تو رونگٹے کھڑے ہو گئے کہ سیمنٹ کی ایک
آدھی ٹوٹی ہوئی دیوار کے ساتھ ایک آدمی اس طرح
جھکا ہوا تھا جیسے وہ دیوار پر سے کوئی چیز اتار رہا ہو
اس کا سارا جسم چمک رہا تھا۔

عنبر نے اسے آواز دی۔ اس چمکیلے انسان نے کوئی
حرکت نہ کی۔ خلائی انسان دو قدم چل کر اس آدمی
کے پاس گیا اور پھر وہیں سے سر گھما کر کہنے لگا:

"یہ زندہ آدمی نہیں ہے بلکہ مردہ انسان کے
جسم کا سایہ ہے جو دیوار پر لگا چمک رہا ہے۔"

عنبر ناگ اور کیٹی بھی اس چمکیلے انسانی سائے کے
پاس آ گئے۔ دیکھا کہ دیوار پر ایک انسان کا پورے کا
پورا سایہ جیسے تصویر کی طرح نقش ہو گیا ہے اور
چمک رہا ہے۔

"یہ کیا معمہ ہے؟" ناگ نے پوچھا۔

خلائی انسان بولا:

"یہ وہ معمہ ہے جو تم نہیں سمجھ سکتے۔ میں تمہیں

بتاتا ہوں۔ جس وقت اس علاقے میں ایٹم بم کی تابکاری پیدا ہوئی تو یہ آدمی اس دیوار سے کوئی تصویر وغیرہ اتار رہا تھا۔ ایٹمی تابکاری نے اس کے جسم کے سارے گوشت اور ہڈیوں کو جلا کر بھاپ بنا دیا لیکن ایک خاص کیمیکل کے رد عمل کی وجہ سے اس کے جسم کی ہڈیوں کا فاسفورس اس کے جسم سے نکل کر ایٹمی شعاعوں کے ساتھ اس دیوار کے ساتھ جا کر چپک گیا۔ اب یہ آدمی تو مر چکا ہے مگر اس کی ہڈیوں کا فاسفورس دیوار کے ساتھ اس کی شکل بناتا ہوا چپک کر چمک رہا ہے۔"

کیبی، عنبر اور ناگ اس ایٹمی کرشمہ سازی پر حیران ہو کر رہ گئے۔ اس سے پہلے انہوں نے ایسی شے کبھی نہیں دیکھی تھی۔

کچھ دیر کے لیے وہ اس دیوار کے پاس آرام کرنے کو بیٹھ گئے۔ آرام کی انہیں اتنی ضرورت نہیں تھی۔ وہ آپس میں غور کرنا چاہتے تھے کہ آگے کیا کریں اور کس طرف جائیں؟ عنبر نے مشورہ دیا کہ ہمیں امریکہ کو چھوڑ کر ملک ہندوستان کی طرف چلے جانا چاہیے تاکہ وہاں ہم ماریا کا سراغ لگا سکیں۔ [illegible] نے کہا کہ اتنی دور ہم پیدل کیسے جائیں گے۔ راستے میں سمندر ہیں۔ کوئی پتہ نہیں ایٹمی تابکاری کا ان سمندروں پر کیا اثر ہوا ہو گا۔

کیبی نے کہا:

"اس وقت ہمارے پاس کوئی چھوٹا سا ہیلی کاپٹر یا ہوائی جہاز ہوتا تو ہم آسانی سے ہندوستان جا سکتے تھے۔"

ناگ نے کچھ سوچ کر کہا:

"جس ڈاکٹر نے مجھے قید کر رکھا تھا میں نے اسے ایک دوسرے ڈاکٹر سے کہتے سنا تھا کہ امریکی سائنس دانوں نے شہر ہیوسٹن کے باہر ایک مخروطی چٹان کے اندر زمین میں ایک ہال کمرہ بنا رکھا ہے اس ہال کمرے میں جو بہت بڑا ہے ماڈرن زمانے کی ہر شے سنبھال کر رکھ دی ہے تاکہ اگر ساری دنیا ایٹمی جنگ میں تباہ ہو جائے تو یہ چیزیں زمین کے اندر اس ہال میں بچی رہیں اور آنے والے انسانوں کو پتہ چل جائے کہ امریکہ نے سائنس میں کتنی

ترقی کی ہوئی تھی۔

عنبر کو اچانک خیال آ گیا کہ اس کے بارے میں اس نے ایک بار امریکہ کے ایک سائنس میگزین میں مضمون بھی پڑھا تھا۔ اس نے کہا:

"ناگ ٹھیک کہہ رہا ہے۔ میں نے اس بارے میں ایک مضمون پڑھا تھا۔ اس زمین دوز ہال کمرے میں سائنس کی ہر ایجاد رکھ دی گئی ہے اگر ہم کسی طرح وہاں پہنچ جائیں تو ہو سکتا ہے وہاں ہمیں کوئی جہاز یا ہیلی کاپٹر بھی رکھا ہوا مل جائے۔"

"اچھا خیال ہے!" خلائی انسان بولا۔ "سوال یہ ہے کہ کیا ایٹم بم وہاں نہیں گرا ہو گا؟ اگر وہاں بھی کوئی ایٹم بم گرایا گیا ہو گا تو یہ تہہ خانہ بھی تباہ ہو گیا ہو گا۔"

ناگ کہنے لگا:

"لیکن یہ تہہ خانہ سائنس والوں نے یہ سوچ کر بنایا ہے کہ وہاں تک ایٹمی تابکاری کا اثر نہ پہنچنے پائے۔"

خلائی انسان مسکرایا:

"تم لوگ بڑے بھولے ہو۔ یہاں کے سائنس دان ہمارا مقابلہ نہیں کر سکتے تھے۔ انہیں ہائیڈروجن بم کے پھٹنے کے بعد کی ایٹمی تباہ کاری کا پورا پورا علم نہیں تھا۔ ہائیڈروجن بم کی تابکاری تو ہمارے غار تک آ گئی تھی جو بہت ہی گہرا تھا۔"

کیپٹن نے کہا:

"یہ تو وہاں چل کر ہی معلوم ہو سکے گا کہ اس تہہ خانے والے ہال کمرے میں کیا کیا چیز باقی بچی ہیں۔ ہو سکتا ہے وہاں کوئی سائنس دان بھی زندہ حالت میں مل جائے۔"

خلائی انسان نے کہا:

"چل کر دیکھ لیتے ہیں۔ مگر یہ شہر ہیوسٹن یہاں سے کتنی دور ہے؟"

عنبر نے بتایا کہ ہیوسٹن کافی فاصلے پر ہے۔ بہرحال ان چاروں نے ہیوسٹن شہر پہنچ کر زمین دوز تہہ خانے میں جانے کا فیصلہ کر لیا۔ جب رات گہری ہو گئی تو وہ ایک بار پھر سڑک کے کنارے چل پڑے۔

چلتے چلتے صبح ہو گئی۔ آسمان پر پھیلا ہوا زرد

غبار اب ہلکا ہو گیا تھا۔ پھر بھی سورج دھندلا دھندلا نظر آ رہا تھا۔ یہ چاروں ساتھی اسی طرح چار دن پیدل سفر کرتے کیلی فورنیا پہنچ گئے۔ پہلے کیلی فورنیا شہر کی بلند عمارتیں دور سے ہی نظر آ جایا کرتی تھیں۔ اب انہیں دور سے ملبے کے ڈھیر ہی دکھائی دیے۔ دور پہاڑی پر ہالی وڈ کے انگریزی حروف میں سے سرف لا ہی لکھا ہوا تھا۔

شہر ہر طرف بربادی کا منظر پیش کر رہا تھا۔ کہیں کوئی جاندار زندہ نظر نہیں آ رہا تھا۔ سڑکوں پر جگہ جگہ جلے ہوئے ملبے کے ڈھیر پڑے تھے۔ اونچی عمارتیں ٹیلے بن گئی تھیں۔ بڑی بڑی عمارتوں اور ریلوے لائن کا لوہا پگھل کر ٹبڑھا ہو گیا تھا۔ عنبر اور کیٹی حیرت میں ڈوبے اس قیامت کی تباہی کو دیکھ رہے تھے۔

"عنبر بھائی! لگتا ہے یہاں قیامت گذر گئی۔"

ناگ نے کہا:

"ہیوسٹن یہاں سے سینکڑوں میل دور ہے۔ ہم کیا وہاں تک پیدل ہی جائیں گے؟ ہمیں کوئی سواری کا ذریعہ تلاش کرنا چاہیے۔"

"کون سا ذریعہ ہو سکتا ہے؟" عنبر بولا: "یہاں کوئی موٹر کار تو کیا کوئی سائیکل بھی نظر نہیں آ رہا۔ پٹرول پمپ جل کر راکھ ہو چکے ہیں۔ سڑکیں ٹوٹ چکی ہیں۔ گڑھوں میں پانی بھر رہا ہے۔ کوئی گھوڑا گدھا بھی نہیں کہ اس پر سوار ہو کر ہی چلے چلیں۔"

خلائی انسان نے ناگ کی طرف دیکھ کر کہا:

"تم انسان سے عقاب بن گئے تھے کیا انسان سے جیٹ ہوائی جہاز نہیں بن سکتے۔ تاکہ ہم اس میں بیٹھ کر سفر کریں۔"

ناگ بولا:

"تم خلائی سیارے کے رہنے والے ہو۔ ایسا کرشمہ تو تمہیں دکھانا چاہیے ـــــــ تم کہتے بھی ہو کہ تم لوگ سائنس میں بہت ترقی کر چکے ہو۔ میں تو پھر بھی انسان سے عقاب بن گیا تھا تم مجھے چھپکلی بن کر ہی دکھا دو۔"

کیٹی بولی:

"تم کیا آپس میں لڑتے جھگڑتے رہتے ہو؟"

خلائی انسان نے مسکرا کر کہا:

"کیٹی ہم لڑ جھگڑ نہیں رہے۔ ہم تو ذرا دل لگی

کر رہے تھے۔"

عنبر ایک طرف دیکھ رہا تھا۔

ناگ نے پوچھا:

"عنبر بھائی تم کیا دیکھ رہے ہو؟"

عنبر نے شہر کے ایک ملبے کے ٹیلے کی طرف اشارہ کرکے کہا:

"وہ دیکھو۔ کوئی شے حرکت کر رہی ہے۔"

جہاں ملبے کا ڈھیر شروع ہوتا تھا وہاں سے کوئی سلاخ سی باہر نکلی ہوئی تھی جس پر لگا ہوا ایک گولا سا چکر کھا رہا تھا۔

"اسے قریب چل کر دیکھنا چاہیے۔" ناگ نے کہا۔

وہ تیز تیز قدم اٹھاتے ملبے کے ڈھیر کے پاس پہنچے تو دیکھا کہ مٹی اور گارے کے بیچ میں سے ایک فولادی سلاخ باہر کو نکلی ہوئی ہے اور اس کے سرے پر المونیم کا رنگ گھوم رہا ہے۔

"ایٹم بم کی تباہی سے یہ کیسے بچ گیا؟" کیپٹن نے کہا۔

خلائی انسان کہنے لگا:

"یہ رنگ اور سلاخ تابکاری کے سیفٹی اینگل میں آگئی ہوگی۔ بہرحال اسے کھودنا چاہیے۔

کس شے کی سلاخ ہے؟"

عنبر نے سلاخ کو ہاتھ لگایا تو وہ ابھی تک گرم تھی۔ انہوں نے ملبہ اِدھر اُدھر ہٹانا شروع کر دیا۔ نیچے ایک گیراج تھا جو بند تھا۔ مٹی ہٹا کر گیراج کو کھولا تو اندر ایک مرسیڈیز گاڑی بالکل درست حالت میں ویسی کی ویسی پڑی تھی۔ اس گاڑی کو دیکھ کر عنبر تعجب سے بولا:

"یہ کیسے بچ گئی؟"

ناگ نے کہا:

"بس ایک دم سے ملبہ گیراج پر گر پڑا اور یہ محفوظ رہی۔"

خلائی انسان نے گاڑی کو غور سے دیکھا۔

"یہ کوئی خلائی گاڑی ہے کیا؟"

"نہیں۔ یہ گاڑی زمین پر چلتی ہے۔" کیپٹن نے کہا۔

انہوں نے دیکھا کہ گاڑی کا ٹینک پٹرول سے بھرا ہوا تھا۔ یہ بڑی خوشی کی بات تھی۔ وہ گاڑی کو گیراج میں سے نکال کر باہر سڑک پر لے آئے۔ گاڑی کو کھول کر دیکھا۔ پچھلی سیٹ پر انگریزی کا اخبار پڑا تھا۔ ڈیش بورڈ میں سگریٹوں کی ایک ڈبی اور لائٹر تھا۔ پیچھے ریڈیو

اور کیسٹ پلیئر لگے تھے۔ سیٹ پر کچھ کیسٹ پڑے تھے
عنبر نے ایک کیسٹ لگا کر بٹن دبایا تو پرنس مائیکل
کی انگریزی گانے کی آواز بلند ہوئی۔

"اسے بند کرو عنبر بیٹری ڈاؤن ہو گئی تو ہم
دوبارہ کیسے چارج کریں گے ؟"

عنبر نے کیسٹ پلیئر بند کر دیا۔ وہ چاروں گاڑی
میں بیٹھ گئے۔ عنبر ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ گیا۔ اس نے
بٹن دبایا۔ انجن سٹارٹ ہو گیا۔ تھوڑی دیر میں ان کی
گاڑی وہ شہر کے جلے کے ڈھیروں میں سے نکل کر
ہیوسٹن شہر کی طرف جانے والی بڑی شاہراہ پر دوڑی
جا رہی تھی۔

o

ماریا دشمن بن گئی

اب ذرا ماریا کی طرف چلتے ہیں۔

اس سے پہلے آپ پڑھ چکے ہیں کہ ماریا کوہ ہمالیہ
کے دامن میں جو کیلاش پربت ہے اس کی وادی میں
برفانی انسان کی تلاش میں گئی تھی اور پھر ایک گہرے
کنوئیں میں پھنس گئی۔ کنوئیں میں برفانی انسان کے سانس
کی تیز گیس پھیلی تھی جس کی وجہ سے ماریا بے ہوش
ہو گئی۔

اسے ہوش اس وقت آیا جب زمین بڑے زور سے
ہلی اور اس گہرے کنوئیں کے اوپر پڑا ہوا بھاری پتھر
ٹکڑے ٹکڑے ہو کر اڑ گیا۔ پھر ایک بھیانک دھماکے
کی آواز نے پہاڑوں میں ایک خوفناک گرج پیدا کر
دی۔ یہ اس پہلے ایٹمی میزائل پر لگے ایٹم بم کا دھماکہ
تھا جو امریکہ نے روس کے شہر ماسکو پر گرایا تھا۔ روس
نے جب واشنگٹن اور امریکہ کے دوسرے شہروں پر

ایٹمی میزائیلوں اور خلائی سیاروں کی لیزر شعاعوں سے
حملہ کر دیا تو اس کے جواب میں امریکہ نے بھی روس
کے شہروں پر ایٹم بم گرانے شروع کر دیئے۔ چند
سیکنڈوں کے اندر اندر جس طرح امریکہ کے سارے شہر
تباہ و برباد ہو گئے تھے اسی طرح روس کے بڑے شہر
بھی کھنڈر بن گئے اور سارے انسان ایٹمی حرارت سے
بھاپ بن کر اڑ گئے۔ پہاڑوں پر سے بڑے بڑے برفانی
تودے ٹوٹ ٹوٹ کر پگھلنے لگے اور ان کا پانی ایک
طوفانی سیلاب کی طرح وادی کی طرف بڑھا۔ چین کو بھی
جنگ میں شامل ہونا پڑ گیا۔ اس کے شہروں پر بھی ایٹم
اور ہائیڈروجن بم گرنے لگے۔ اس کا اثر ہندوستان اور
پاکستان پر بھی پڑا اور ہر طرف تباہی پھیل گئی۔

ہمالیہ پہاڑ کے برفانی تودوں کا پگھلا ہوا پانی سمندر
کی کئی فٹ بلند ہیبت ناک دیوار بن کر اٹھا اور اس
نے سارے ہندوستان کو اپنی لپیٹ میں لے کر پانی میں
ڈبو دیا۔ سارا ہندوستان پاکستان پانی میں غائب ہو گیا۔
ماریا کو اس بھیانک تباہی کی کچھ خبر نہیں تھی۔ وہ
کنوئیں میں بے ہوش پڑی تھی۔ جب پتھر کے ٹوٹ
جانے سے ایٹمی تابکاری کو لے کر ہوا کنوئیں کے

اندر پہنچی تو ماریا کو ہوش آ گیا۔ وہ ابھی [illegible]
اس کے نظر نہ آنے والے جسم کی شعاعیں ایک دم
سے گرم ہو گئیں۔

پہاڑ کی زمین ابھی تک جل رہی تھی۔ ماریا نے اوپر
سے کنوئیں کا منہ کھلا ہوا دیکھا تو ایک سیکنڈ میں اچھل
کر اوپر آ گئی۔ باہر نکل کر جب اس نے دیکھا کہ
ہمالیہ پہاڑ کی ساری چوٹیاں برف سے خالی ہو چکی ہیں
اور پانی سمندر کی طرح نیچے کو شور مچاتا چلا جا رہا
ہے تو وہ ایک لمحے کے لیے سکتے میں آ گئی۔ یہ کیا
انقلاب آ گیا تھا۔ فضا میں یہ تپش کس چیز کی تھی؟ کیا
کسی نے یہاں ایٹم بم گرا دیا ہے۔ یہ بات اسے
بھی معلوم تھی کہ روس اور امریکہ نے ایٹمی ہتھیاروں
اور ہائیڈروجن بموں کا اتنا ذخیرہ جمع کر لیا ہے کہ اب
وہ کسی وقت بھی جنگ شروع کر دیں گے۔ تو کیا
تیسری عالمی ایٹمی جنگ شروع ہو چکی ہے؟

ماریا کو فضا میں بڑی شدت سے ایٹمی تابکاری
محسوس ہو رہی تھی۔ یہ تابکاری اسے بے چین کر رہی
تھی۔ وہ ایک دم سے اوپر کا رخ کر کے فضا میں
بلند ہو گئی۔ دن کا وقت تھا مگر سورج زرد غبار کے

انسپکٹر اشتیاق اور انجمل جاسوس احمد یار خان کے کارنامے

اندھیری گلی میں ہنگامہ

پانچ روپے

امتیاز علی

اندھیری گلی میں کار کسے کچل دینا چاہتی تھی — کار میں کون تھے؟

احمد یار خان قتل کر کے فرار ہوتا ہے۔

اندھا بھکاری کون تھا؟

انسپکٹر اشتیاق کو کراٹا تو اس کے کپڑے خون سے لتھڑے ہوئے تھے اور پاس ہی خنجر پڑا تھا۔

شہزادہ کون تھا۔ کیا چاہتا تھا؟

کامران اور عثمان خطرناک مجرم کے قبضے میں آجاتے ہیں۔

مشینی انسان اور احمد یار خان کے درمیان مقابلہ — مشینی انسان احمد یار خان کی کھوپڑی توڑ دیتا ہے۔

"میں عظیم ہوں" یہ الفاظ کس نے کہے؟

لوگ مکھیوں کی طرح مر رہے تھے اور مجرم دندناتے پھر رہے تھے؟

ایک ایسی کہانی جو سراسر اعصابی نہیں اور مزاح سے بھرپور ہے جسے آپ عرصہ دراز تک یاد رکھیں گے!!

نیا مکتبہ اقراء ۱۳۶ بی شاہ عالم مارکیٹ لاہور

چھپ گی تھا۔ ماریا اڑتی ہوئی اوپر کو اٹھتی چلی
گئی تو اس نے پہاڑوں کا ایک چکر لگایا۔ جہاں پہلے
کیلاش کا مندر تھا وہاں اب کچھ بھی نہیں تھا۔ کوئی
گاؤں، کوئی آبادی نظر نہیں آ رہی تھی۔ وہ بڑی تیزی
سے فضا میں تیرتی ہوئی نیچے ڈھلانی میدانوں کی طرف
اڑی جا رہی تھی۔ اسے سب سے زیادہ فکر عنبر ناگ اور
ٹیکی کا تھا۔ وہ جب کیلاش مندر میں تھے اس کا نام و
نشان بھی کہیں نہیں رہا تھا۔ اسے یقین ہو گیا تھا کہ
تیسری ایٹمی جنگ شروع ہو کر ختم بھی ہو چکی ہے
دنیا کا ہر شہر تباہ ہو گیا ہو گا اور عنبر ناگ ٹیکی نیچے
ہندوستان کے کسی علاقے کی طرف نکل گئے ہوں گے۔

ماریا کے نیچے سے پانی میں ڈوبی ہوئی وادیاں پہاڑ
اور پہاڑی ٹیلے گزر رہے تھے۔ ہر طرف پانی ہی پانی
تھا۔ ہمالیہ پہاڑ کی ساری برف پگھل کر سمندر بن گئی
تھی۔ اس سمندر نے ملک کی ساری آبادی کو غرق
کر دیا تھا۔ ماریا فضا میں اڑی چلی جا رہی تھی۔ جب یوں
لگا نیچے ہندوستان کے میدانی علاقے میں داخل ہو رہی
تھی فضا میں پھیلا ہوا گرد و غبار کم ہو رہا تھا۔ راستے
میں جو شہر بھی آیا وہ ط... سیلاب کے پانی میں غرق

تھا۔ زمین پر سینکڑوں فٹ پانی کھڑا تھا۔ ایک جگہ
ماریا نے ایک اونچی عمارت کے گنبد کا اوپر والا
حصّہ پانی سے باہر نکلا ہوا دیکھا۔ اس نے پہچان لیا۔
یہ ہندوستان کے دارالحکومت دلّی شہر کی پارلیمنٹ
ہاؤس کا گنبد تھا۔

وہ سکتے میں آ گئی۔ کیا دلّی بھی پانی میں بھر گیا؟
نیچے سارے کا سارا شہر پانی میں غرق تھا۔ کوئی عمارت
نظر نہیں آ رہی تھی۔ بجلی کے کھمبے بڑے بڑے ریلوے
پل، اونچی بلڈنگیں، وائرلیس کے ٹاور سب کچھ پانی
میں ڈوبا ہوا تھا۔ ایک جگہ اڑتے اڑتے ماریا نے قطب
مینار کی اوپر والی منزل پانی سے باہر نکلی ہوئی دیکھی۔
میرے خدا! یہاں تو قیامت برپا ہو چکی ہے۔ اتنا پانی
کسی شہر میں ماریا نے پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

یہاں فضا میں ایٹمی تابکاری بہت معمولی تھی۔ ماریا
نے اپنے اندازے کے مطابق بمبئی شہر کی سمت اڑنا
شروع کر دیا۔ راستے میں کئی شہر آئے۔ وہ سارے کے
سارے پانی میں ڈوبے ہوئے تھے۔ ایک پہاڑی آئی۔
اس پر کوئی انسان نظر نہ آیا۔ معلوم ہوتا تھا کہ کوہ
ہمالیہ کی طرف سے برف کے طوفانی سیلاب کا پانی

اتنی تیزی سے آیا کہ کسی کو بھاگ کر پہاڑی پر چڑھنے
کی بھی مہلت نہیں ملی تھی۔ جگہ جگہ پانی میں انسانوں
جانوروں کی لاشیں تیرتی پھر رہی تھی۔ آسمان پر کوئی
پرندہ بھی نہیں تھا۔ اڑتے اڑتے دن ڈھل گیا۔ ماریا اس
وقت بندھیا چل کے گھنے جنگلوں کے اوپر سے گذر
رہی تھی۔ یہ جنگل بھی پانی میں غرق تھے۔ صرف بندھیا
چل کی پہاڑیوں کی چوٹیاں کہیں کہیں دکھائی دے
رہی تھیں۔

ماریا کی نگاہ ایک مندر کے تکونے مینار پر پڑی
جو پہاڑ کی چوٹی پر درختوں کے درمیان اوپر کو اٹھا
ہوا تھا۔ یہاں تک پانی نہیں پہنچ سکا تھا۔ ماریا اب
کچھ دیر آرام کرنا چاہتی تھی۔ وہ مندر کے مینار کے
نیچے اتر آئی۔ یہاں ایک سرخ مٹی کے چبوترے پر
یہ چھوٹا سا مندر بنا ہوا تھا۔ مندر کی دیواریں خستہ ہو
رہی تھیں۔ اندر ہنومان جی کی مورتی رکھی تھی۔ مگر پوجا
کرنے والا کوئی نہیں تھا۔ یہ پہاڑی پانی میں سے
ایک جزیرے کی طرح ابھری ہوئی تھی۔ مندر بالکل
خالی تھا۔

مندر میں جہاں ہنومان جی کی مورتی پڑی تھی اس

کے ساتھ ہی ایک چھوٹا سا نیچی چھت والا کمرہ تھا
جس کے فرش پر چٹائی بچھی تھی۔ یہ کمرہ بھی خالی تھا
ماریا کو باہر کسی کے قدموں کی چاپ سنائی دی۔ وہ
ہوا میں تیرتی ہوئی باہر آئی تو دیکھا کہ ایک خوفناک
شکل والا کالا کلوٹا آدمی جس کے ہاتھ میں ننگی تلوار
تھی چلا آ رہا ہے اس نے مندر کے دروازے پر آ
کر ماتھا ٹیکا اور بلند آواز میں بولا:

"اے یم دُوت! میں نے تیرے حکم سے لاکھوں
انسانوں کو ہمیشہ کی نیند سلا دیا۔ اب تیرے
حکم سے تیری قربانی کے لیے شہر کی سب سے
حسین لڑکی سُندری کو لایا ہوں:"

یہ کہہ کر یہ بدصورت کالا کلوٹا آدمی پیچھے گیا جہاں
جھاڑیاں تھیں وہاں سے ایک ساڑھی والی حسین لڑکی
کو اپنے بازوؤں پر اُٹھا کر لے آیا۔ لڑکی بے ہوش
تھی۔ اس کے لمبے کالے ریشمی بال زمین سے گھسٹ
رہے تھے۔ اس نے لڑکی کو مورتی کے سامنے رکھ دیا۔
اور تلوار اس کی گردن پر رکھ کر بولا:

یم دُوت دیوتا! یہ لڑکی ہی شہر میں زندہ
بچی ہے۔ یہ اتنی خوبصورت تھی کہ میں اسے

تیرے قدموں پر نثار کرنے کے لیے لے آیا
ہوں۔ کیا میں اسے تمہارے پاس پہنچا دوں
اے یم دُوت دیوتا؟"

ماریا قریب ہی کھڑی اسے خاموشی سے تک رہی
تھی۔ کالے کلوٹے آدمی نے کان لگا کر ہوا میں جیسے
کچھ سننے کی کوشش کی۔ پھر خود ہی خوش ہو کر بولا:

"جو حکم تمہارا اے یم دُوت دیوتا! میں
اس حسین سُندری کو تمہارے پاس پہنچا رہا ہوں:"

اتنا کہہ کر اس ظالم نے تلوار اٹھائی کہ ایک ہی
جھٹکے میں حسین لڑکی کا کام تمام کر دے۔ بھلا اب
ماریا کیسے چپ کھڑی رہ سکتی تھی۔ وہ لپک کر
آگے بڑھی اور اس نے کالے کلوٹے آدمی کے تلوار
والے ہاتھ کو اوپر اچھال دیا۔ تلوار اس کے ہاتھ
سے اچھل کر ہوا میں اڑی اور دور گہرے پانی میں
جا گری۔ کالا کلوٹا آدمی ہکا بکا ہو کر ادھر اُدھر
تکنے لگا۔

"اے یم دُوت دیوتا! کیا تمہیں پسند نہیں یہ
سُندری؟ لے تمہارا ہوں کے سامنے میں اسے واپس
لے جا کر پانی میں ڈبو آتا ہوں:"

وہ لڑکی کو اٹھا کر پیچھے گہرے پانی کی طرف چل پڑا
وہ لڑکی کو پانی میں گرانے ہی والا تھا کہ ماریا نے پیچھے
سے اس آدمی کی گردن پر چھلانگ لگا کر اسے نیچے گرا دیا۔ لڑکی جو
بے ہوش تھی زمین پر گر پڑی۔ کالا کلوٹا آدمی طیش میں آ گیا۔
"کون ہو تو اے بدروح! میں تمہیں پھونک
ڈالوں گا۔"

کالے کلوٹے بدصورت آدمی نے زور سے پھونک
ماری۔ اس کے حلق میں سے شعلہ باہر نکلا۔ ماریا نے اسے
ٹانگوں سے پکڑ کر پوری طاقت سے ہوا میں اچھال دیا۔
وہ مندر کے مینار سے بھی کئی فٹ اوپر چلا گیا اور
پھر قلابازیاں کھاتا گہرے پانی کے سمندر میں گر کر غوطے
کھانے لگا اور پھر یم دوت کو پکارتا۔ شور مچاتا پانی
میں ڈوب گیا۔

ماریا حسین ساڑھی والی لڑکی سندری کے پاس آ کر
بیٹھ گئی۔ یہ بے حد حسین لڑکی تھی۔ اس کی آنکھیں بند تھیں
اور وہ بے ہوش تھی۔ ماریا نے جھک کر دیکھا کہ حسین لڑکی
کے گلے میں ایک تعویذ پڑا تھا۔ ماریا نے تعویذ کو ہاتھ
لگایا ہی تھا کہ اس لڑکی نے آنکھیں کھول دیں۔
"کون ہو تم؟" اس نے گھبرا کر پوچھا۔

لڑکی اٹھ کر بیٹھ گئی تھی۔ ماریا نے کوئی جواب نہ
دیا۔ لڑکی کے چہرے پر گھبراہٹ تھی۔ وہ پریشان پریشان
نظروں سے اِدھر اُدھر دیکھ رہی تھی۔
"میں یہاں کیسے آ گئی؟ تم کون ہو؟ میں
جانتی ہوں تم میری سہیلی گوتی کی روح ہو۔
تم میری مدد کو آئی ہو۔ تم جانتی تھیں کہ میرے
تعویذ کو ہاتھ لگانے سے میں ہوش میں آ جاؤں
گی۔ گوتی کی روح! تم بولتی کیوں نہیں ہو؟"
ماریا نے سوچا کہ چلو اسی بہانے اس حسین لڑکی سے
معلوم ہو جائے گا کہ یہ کون ہے اور یہ سارا قصہ کیا
ہے؟ اس نے آہستہ سے کہا،
"سندری! میں تیری مدد کو آسمانوں سے اُتر کر
آئی ہوں۔"
سندری کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ کہنے لگی،
"گوتی! تم کو مجھ سے بچھڑے دس برس ہو گئے
ہیں۔ تم کو کیا معلوم کہ مجھ پر کیا گزری ہے۔
چلو میرے ساتھ میری دنیا میں چلو۔ میرے
خاوند کی زندگی خطرے میں ہے۔"
ماریا کو کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس لڑکی

سندری کی دنیا کون سی ہے۔ اس کے خاوند کی زندگی خطرہ
میں کیوں ہے اور وہ اسے اپنے ساتھ کہاں لے
جانا چاہتی ہے۔

سندری نے اُٹھتے ہوئے کہا:

"گوتی! تم جانتی ہو کہ میں ایک یتیم لڑکی ہوں
بچپن میں میرے ماں باپ مر گئے تھے۔ میرے
چچا رگھو نے مجھے پالا لیکن اس کے دل میں
برائی آ گئی۔ دولت کے لالچ میں آ کر اس نے
میرے بھائی کو قتل کر کے تخت پر قبضہ
کر لیا اور میرے خاوند کو قید میں ڈال کر
مجھے یم دوت کے چیلے کے حوالے کر دیا کہ
مجھے یہاں قربان کر دیا جائے۔ بھگوان کا شکر
ہے کہ اس نے میری مدد کے لیے تمہیں بھیج
دیا۔ نہیں تو میں اب تک مر چکی ہوتی۔"

ماریا کو اب کچھ کچھ کہانی سمجھ میں آ رہی تھی لیکن
اس کی سمجھ میں یہ بات نہیں آ رہی تھی کہ سارے ملک
میں تو تباہی مچی ہوئی ہے۔ سارے شہر پانی میں ڈوب
چکے ہیں پھر یہ لڑکی کس ملک کے تخت اور اپنے
چچا کی بات کر رہی ہے۔ ماریا یہی ظاہر کر رہی تھی کہ

وہ اس کی مُردہ سہیلی گوتی کی روح ہے۔

سندری نے آہستہ سے کہا:

"گوتی کی روح! میری پیاری سہیلی! چلو مجھے
میرے ملک میں لے چلو۔ میرے خاوند کو ظالم
رگھو قتل کر ڈالے گا۔ مجھے اس کی جان
بچانی ہے۔"

ماریا کو کچھ پتہ نہیں تھا کہ سندری اسے جہاں لے
جانا چاہتی ہے۔ اس ملک کو کون سا راستہ جاتا ہے۔
اس نے سندری سے کہا:

"سندری! تم میرے آگے آگے چلو۔ میں تمہارے
پیچھے آؤں گی تاکہ یم دوت کا کوئی دوسرا
چیلا تم پر پیچھے سے حملہ نہ کر دے۔"

سندری ساڑھی سنبھالتی اٹھی اور مندر میں داخل ہو
گئی۔ ماریا اس کے پیچھے پیچھے تھی۔ ایک بار اس کے
دل میں خیال آیا کہ اسے اس جھنجھٹ میں پڑنے کی
کیا ضرورت ہے۔ کیوں نہ وہ یہاں سے چپ چاپ
واپس چلی جائے۔ یونہی خواہ مخواہ کسی مشکل میں نہ پھنس
جائے لیکن پھر اسے خیال آیا کہ اس لڑکی پر ظلم ہوا
ہے۔ اس کا حق چھینا گیا ہے اور اس کے خاوند کی

جان خطرے میں ہے اس لیے اس کی مدد کرنی چاہیے
سندری مندر کی پچھلی کوٹھڑی میں آ کر سامنے دیوار
کے پاس جا کر رُک گئی۔ ماریا اسے دیکھ رہی تھی۔
سندری نے پیچھے گھوم کر پوچھا۔

"گوتی! تم میرے ساتھ ہو ناں؟"

"ہاں سندری! میں تمہارے پاس ہوں۔"

سندری نے کہا:

"گوتی تمہاری آواز کافی بدل گئی ہے۔"

ماریا بولی:

"مرنے کے بعد آواز بدل جاتی ہے۔"

سندری نے کوئی جواب نہ دیا اور دیوار کے کونے
میں ایک جگہ اپنے گلے سے تعویذ نکال کر لگایا۔ دیوار
میں ایک شگاف پیدا ہو گیا۔ آگے سیڑھیاں تھیں۔ ماریا
بھی سندری کے ساتھ سیڑھیاں اُترنے لگی۔ اس کے پیچھے
مندر کی دیوار ایک گڑگڑاہٹ کے ساتھ بند ہو گئی۔
ماریا کا خیال تھا کہ مندر کے نیچے کوئی تہہ خانہ ہوگا۔
مگر جوں جوں وہ سیڑھیاں اترتی گئی روشنی ہوتی گئی سیڑھیاں
ختم ہوئیں تو سامنے ایک دیوار آ گئی۔ دیوار میں ایک
طاق تھا جو [illegible] تھا۔ سندری طاق کا دروازہ کھول کر دوسری

خالی ہو گئی ہے۔

طرف چلی گئی۔ ماریا بھی اس کے پیچھے پیچھے ہی طاق
کی دوسری طرف جانے کے بعد ماریا نے پیچھے دیکھا
تو طاق اور طاق کی دیوار دونوں غائب تھے۔
اس کے سامنے ایک باغ تھا جس میں درختوں پر
پھول کھلے تھے۔ آسمان پر سورج چمک رہا تھا۔ ماریا
کا سر چکرا گیا یا خدا! یہ کیا ماجرا ہے؟ یہ کون سا
ملک ہے۔ کون سا آسمان ہے۔ یہ کہاں کا سورج
ہے؟ باہر تو ایٹم بموں نے ساری دنیا تباہ کر ڈالی
ہے۔ پھر یہ کون سی دنیا ہے؟
ماریا بھی سوچتی ہوئی سندری کے ساتھ ساتھ چل رہی
تھی۔ سندری نے کہا:

"گوتی تم تو اس سارے علاقے کو، اس باغ
کو اور باغ کے پیچھے ہمارے شاہی محل
کو جانتی ہو۔ میرے خاوند کو ظالم رگھو نے
محل کے قلعے کے پیچھے قید کر رکھا ہے۔ میں
وہاں گئی تو پکڑی جاؤں گی۔ تم جاؤ اگر میرے
خاوند کو بچا سکتی ہو تو بچا کر لے آؤ۔ پھر ہم
مل کر ظالم راجہ رگھو سے اپنے بھائی کے قتل
کا بدلہ لیں گے۔"

ماریا بولی:

"سندری! تم کہاں پر میرا انتظار کرو گی؟"

سندری نے کہا:

"میں اسی جگہ وہ سامنے درختوں کے نیچے بیٹھی ہوں۔"

ماریا باغ میں محل کی طرف چل دی۔ شاہی محل کے مینارے درختوں کے پیچھے سے نظر آ رہے تھے۔ ماریا حیران تھی کہ کیا یہ کوئی جادو کی دنیا ہے؟ کیا یہ دنیا کا ماضی ہے؟ اگر یہ دنیا سچی اور اصلی ہے تو اوپر والی دنیا کون سی ہے؟ یہ سورج کہاں سے آ گیا ہے؟ ماریا پہلی بار چکر میں پڑ گئی تھی۔ وہ چلتے چلتے شاہی محل کے دروازے پر پہنچ گئی۔ یہاں جو آدمی پہرے دے رہے تھے ان کی شکلیں بالکل اوپر والی دنیا کے انسانوں سے ملتی ہیں۔ فرق صرف اتنا تھا کہ ان پہرے داروں کا پرانے زمانے کا لباس تھا اور ہاتھوں میں نیزے اور تلواریں پکڑ رکھی تھیں۔

ماریا کو معلوم نہیں تھا کہ قلعے کے تہ خانے کو راستہ کہاں سے جاتا ہے اور سندری کا خاوند کس جگہ پر قید ہے لیکن وہ اندازے سے چلتی چلی گئی۔ وہ پہرے داروں

کے قریب سے ہو کر محل کے اندر داخل ہو گئی۔ یہ محل بالکل ایسا ہی تھا جیسا کہ پانچ چھ سو برس پہلے ہندوستان کے راجاؤں کے محل ہوا کرتے تھے۔ یہ محل قلعے کے اندر تھا۔ ماریا نے دیکھا کہ جگہ جگہ سپاہی پہرہ دے رہے تھے۔ ماریا چلتی ہوئی محل کے دائیں طرف آ گئی۔ یہاں اسے قلعے کی اونچی دیوار نظر آئی۔ اس دیوار کی ایک جانب سیڑھیاں نیچے جاتی تھیں۔ اس دروازے پر چھ ہٹے کٹے سپاہی ننگی تلواریں لیے پہرہ دے رہے تھے۔ چار سپاہی دیوار کے اوپر تیر کمان لیے جیسے حملہ کرنے کو بالکل تیار کھڑے تھے۔

لیکن ماریا کو تو کوئی دیکھ ہی نہیں سکتا تھا اس لیے وہ بڑے سکون کے ساتھ پہرے داروں کے درمیان سے گزر کر قلعے کی سیڑھیاں اترنے لگی آگے جہاں سیڑھیاں ختم ہوئیں ایک چھوٹا سا کسی دیوتا کا ایک آنکھ والا بت بنا ہوا تھا۔ ماریا کو پھنکار کی آواز سنائی دی، وہ رک گئی۔ یہ پھنکار کی آواز اس خوفناک شکل والے بت کے منہ سے نکلی تھی۔ پھنکار کی آواز سن کر سارے کے سارے پہرے دار تلوار میں

لہراتے زینے سے اتر کر اس طرف دوڑے

ماریا کھڑی تھی۔ ماریا دیوار کے ساتھ ہو گئی۔ پہرے داروں نے بت کو آ کر دیکھا۔ اس کے حلق سے غصیلی

پھنکاروں کی آوازیں ابھی تک نکل رہی تھیں۔ وہ
گھبراہٹ میں سیڑھیوں میں ادھر اُدھر دیکھنے اور آپس
میں باتیں کرنے لگے۔

"دیوتا نے کسی اجنبی کو دیکھ لیا ہے۔ یہاں
کون اجنبی ہے؟"

"یہاں تو کوئی نہیں ہے۔"

"پھر دیوتا نے پھنکار کیوں ماری۔ وہ اب
بھی آوازیں نکال رہا ہے۔ ضرور یہاں کوئی باہر
کا آدمی آگیا ہے۔"

وہ اسی طرح باتیں کرتے سیڑھیوں میں ماریا کو
تلاش کرنے لگے۔ لیکن ماریا بھلا انہیں کہاں نظر آ سکتی
تھی۔ ماریا نے سوچا کہ اسے یہاں سے آگے نکل جانا
چاہیے۔ وہ جلدی سے آگے گزر گئی۔ جونہی وہ بُت
کے قریب سے نکلی بُت کے منہ سے ایک بھیانک
پھنکار نکلی۔ ماریا اس سے دور جا چکی تھی۔

آگے پھر سیڑھیاں نیچے جا رہی تھیں۔ آگے لوہے
کے جنگلے والا دروازہ تھا جو بند تھا۔ ماریا اس کی سلاخوں
میں سے نکل گئی۔ آگے دائیں بائیں قیدیوں کی کوٹھڑیاں
بنی ہوئی تھیں۔ ان کوٹھڑیوں کے منہ پر لوہے کے جنگلے

لگے تھے۔ اندر قیدی بہت بُری حالت میں پڑے تھے۔
ان کی حالت بہت خراب ہو رہی تھی۔ ماریا کو اب
نہیں پتہ تھا کہ سندری کا خاوند کون سا ہے اور
وہ اسے یہاں سے نکال کر کیسے لے جائے گی۔ اس
نے سندری سے اس کے خاوند کا نام بھی نہیں پوچھا
تھا۔

ماریا نے ایک قیدی کو دیکھا کہ کوٹھڑی کے جنگلے
سے باہر دیکھ رہا تھا۔ اس کی آنکھوں میں کالے حلقے
پڑے ہوئے تھے۔ ماریا نے اس کے قریب آکر آہستہ
سے پوچھا:

"راجا کی بھتیجی کا داماد کہاں قید ہے؟"

قیدی ایک دم سے ڈر کر پیچھے ہٹ گیا۔ اسے
عورت تو نظر نہیں آ رہی تھی مگر عورت کی آواز
اس نے ابھی ابھی بالکل صاف سُنی تھی۔

ماریا نے ایک بار پھر کہا:

"مجھے سندری کے خاوند کی کوٹھڑی بتا دو۔"

قیدی چیخ مار کر دیوار سے ٹکرایا اور بے ہوش ہو گیا۔
ماریا نے سوچا کہ اس طرح تو کام خراب ہو جائے
گا۔ اب اس نے ایسا طریقہ اختیار کیا کہ ہر کوٹھڑی

میں جا کر قیدی کے کان میں کہتی۔

"سندری آ گئی ہے۔"

کئی قیدی ڈر کر بے ہوش ہو گئے۔ ایک خوبصورت شکل والا قیدی خاموش بیٹھا تھا۔ جب ماریا نے اس کے کان میں کہا:

"سندری آ گئی ہے۔"

تو اس نے ڈر کر چیخ مارنے کی بجائے بے اختیار ہو کر کہا:

"کہاں ہے میری پتنی؟"

اس کے ساتھ ہی وہ خوف زدہ بھی ہو گیا۔ اِدھر اُدھر دیکھ کر بولا:

"تم ۔۔۔ تم کون ہو؟"

ماریا سمجھ گئی کہ یہی سندری کا خاوند ہے۔ وہ اس کے پاس بیٹھ گئی اور بولی:

"میں تمہاری بیوی سندری کی بچپن کی سہیلی گومتی کی روح ہوں اور سندری کی مدد کرنے آسمانوں سے آئی ہوں۔ وہ اس وقت محل کے باہر والے باغ میں ایک جگہ چھپی ہوئی ہے۔"

سندری کا خاوند شاہی خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ وہ

بہادر نوجوان تھا۔ ڈرنے کی بجائے اس نے ماریا کی بات پر یقین کر لیا اور کہا:

"گومتی! تمہارا شکریہ کہ تم ہماری مدد کرنے آئی ہو۔ لیکن میرا یہاں سے نکلنا بڑا مشکل کام ہے۔ بادشاہ کے سپاہی جگہ جگہ پہرہ دے رہے ہیں اور میں نہتا ہوں۔"

ماریا بولی:

"میں تمہاری مدد کروں گی۔ تم فکر نہ کرو۔"

سندری کا خاوند کہنے لگا:

"رگھو بڑا ظالم راجہ ہے۔ اس کے پاس غیر معمولی طاقت ہے۔ وہ ساری دنیا کو تباہ کر کے اس پر قبضہ کرنا چاہتا ہے۔ یہاں یہ بات مشہور ہے کہ رگھو نے اپنے یم دُوت موت کے دیوتا کے ساتھ مل کر اوپر والی زمین پر آباد ساری آبادی، سارے ملکوں کو تباہ کر دیا ہے۔ اس نے اپنے موت دیوتا کی مدد سے دو بڑے ملکوں کے لیڈروں کو غلط راستے پر ڈال کر ایک دوسرے کے خلاف جنگ کرا دی اور سنا ہے کہ اب اوپر کوئی

انسان زندہ سلامت نہیں ہے۔ وہ مجھے اور
میری بیوی سندری کو بھی زندہ نہیں چھوڑے گا۔"
ماریا اس نوجوان کی باتوں پر غور کر رہی تھی۔
کیا یہ ساری کارستانی اس ظالم اور شیطان صفت راجہ
رگھو کی تھی؟ ماریا نے عہد کیا کہ وہ اس ظالم راجہ
سے کروڑوں بے گناہ انسانوں کی موت کا بدلہ لے گی
اس وقت سندری اور اس کے خاوند کو بچانا ضروری
تھا۔ اس نے سندری کے خاوند سے کہا:

"میں ان پہرے داروں کو بے ہوش کرتی ہوں
تم یہاں سے فرار ہو کر باغ میں پہنچو جہاں
تمہاری بیوی سندری تمہاری راہ دیکھ رہی ہے۔"

یہ کہہ کر ماریا نے اپنی غیر معمولی طاقت سے چار
پہرے داروں کو بے ہوش کر کے زمین پر گرا دیا اور
پھر کوٹھڑی کا دروازہ کھول دیا۔ سندری کا خاوند باہر نکل
کر لوہے کے دروازے کی طرف چلا۔ یہاں کے پہریدار
نے اسے دیکھا تو تلوار نکال کر اس کی طرف دوڑا۔
مگر راستے ہی میں ماریا نے اس کے ہاتھ سے تلوار
چھین کر اسے ہلاک کر ڈالا۔ اس کی جیب سے کنجی
لے کر دروازہ کھولا۔ سندری کا خاوند جب یہاں سے

نکل کر اوپر تلے کے تہ خانے کے بڑے دروازے
پر پہنچا تو دیوتا کے بت نے پھنکار ماری۔
سندری کا خاوند ایک دم سے پیچھے ہو گیا۔ پہریداروں
نے اس کو دیکھتے ہی حملہ کر دیا۔ سندری کا خاوند بڑی
بہادری سے لڑا۔ ماریا نے بھی اس کی مدد کی۔ سپاہی
ایک ایک کر کے مارے گئے۔ ماریا سندری کے خاوند
کو لے کر محل کے باغ میں پہنچی جہاں سندری اپنے
خاوند کو دیکھ کر بے حد خوش ہوئی۔ اس نے ماریا کا
شکریہ ادا کیا۔

ماریا نے کہا:

"اب تم یہاں سے نکل کر کسی جنگل میں
جا کر چھپ جاؤ کیونکہ راجہ کی فوج تمہاری
تلاش میں نکلے گی۔"

سندری کے خاوند نے اپنی بیوی کو ساتھ لیا اور
جنگل کی طرف دوڑ پڑے۔ ماریا اکیلی رہ گئی تو سوچنے
لگی کہ وہ راجہ سے کروڑوں انسانوں کے خون کا کس
طرح بدلہ لے سکتی ہے۔ وہ راجہ کو بڑی سخت سزا
دینا چاہتی تھی۔ وہ راجہ کے محل کی طرف روانہ
ہوئی۔ محل بہت عظیم الشان تھا۔ یہاں سپاہی پہرہ

دے رہے تھے۔ محل کا دروازہ سونے کا تھا۔ ماریا
محل میں بڑھتی چلی گئی۔ کسی نے اسے نہ دیکھا۔
جب وہ محل کے دربار میں پہنچی تو اس نے
ایک درباری کو کہتے سنا کہ راجہ یم دوت جی کے مندر
میں پوجا کرنے گیا ہے۔ ماریا بھی تلاش کرتی یم دوت
کے مندر میں آگئی جو محل کے اندر ہی ایک جگہ
پر بنا ہوا تھا۔ مندر میں لوبان سُلگ رہا تھا۔ شمعیں
روشن تھیں۔ ماریا نے دیکھا کہ راجہ رگھو ایک استھان
پر تلوار زانو پر رکھے بیٹھا ہے۔ سامنے یم دُوت کا
بھیانک چہرے اور لمبے لمبے نوکیلے دانتوں والا بُت
ہے۔ راجہ کے ساتھی بیٹھے ہیں۔ راجا کہہ رہا ہے۔
یم دوت کی جے ہو۔ ہم نے دنیا کے دو
سب سے طاقتور ملکوں کو سازش کر کے آپس
میں لڑا ڈالا انہوں نے ایک دوسرے پر پرمنوی
بم چلائے جس کی وجہ سے ساری دنیا کے
ملک تباہ ہو گئے اور لوگ مارے گئے۔ اب
ہمیں اجازت دو کہ ہم اپنی دنیا سے نکل کر
اوپر کی دنیا میں جائیں اور ساری دنیا پر قبضہ

راجہ اور اس کے ساتھی یم دوت کے بُت کو
دیکھنے لگے۔ اچانک یم دُوت کی آنکھوں میں سے لال
روشنی نکلنے لگی۔ اس کا مطلب تھا کہ یم دُوت راجہ
کو کوئی خفیہ بات بتانا چاہتا ہے۔ راجہ فوراً اپنی جگہ
سے اٹھا اور یم دوت کے بُت کے منہ کے پاس اپنا
کان لے گیا۔ یم دُوت نے اس کے کان میں خدا
جانے کیا کہا کہ راجہ نے گردن اٹھا کر مندر میں چاروں
طرف دیکھا پھر اپنی جگہ پر آ کر بیٹھ گیا۔
ماریا مندر کی دیوار کے ساتھ کھڑی یہ سارا ڈرامہ
دیکھ رہی تھی۔ اس کے ساتھ جو کچھ ہونے والا تھا
اس کی اسے بالکل خبر نہیں تھی۔ راجہ نے اونچی آواز
میں بھجن گانا شروع کر دیا۔ اس کے سارے ساتھی
سر جھکا کر اس کے پیچھے پیچھے گانے لگے۔ پھر راجہ نے
بھجن گاتے گاتے استھان سے اٹھ کر سونے کی طشتری
میں سے سلگتا ہوا لوبان اٹھا لیا۔ پھر اس پر ایک
منتر پڑھ کر پھونکا۔ پھونک مارتے ہی ایسا ہوا کہ
لوبان کا دھواں تیزی سے اوپر کو اٹھا اور پھر سانپ
کی طرح لہراتا ہوا اس طرف بڑھا جہاں ماریا کھڑی تھی
ماریا ذرا پیچھے کو ہٹی مگر دھوئیں کی لہر نے اس

کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ ماریا کو اپنا سانس گھٹتا
ہوا محسوس ہوا۔ باہر کو بھاگنے کے لیے اس نے قدم
اٹھایا ہی تھا کہ وہ فرش پر گر گئی۔ اس کے بعد اس
کو بالکل ہوش نہ رہا۔ راجہ رگھو نے ایک چیخ مار کر
دروازے کی طرف دیکھا جہاں ماریا فرش پر بے ہوش
پڑی تھی۔ راجہ رگھو اس کے قریب آ گیا۔ اس نے
دیکھا کہ فرش پر ایک سنہرے بالوں والی نہایت
خوبصورت لڑکی بے ہوش ہے۔ راجہ کے ساتھی بھی
وہاں پر آ گئے۔ راجہ نے ماریا کی طرف دیکھ کر اپنے
خاص مشیر اور مندر کے مہنت پجاری سے کہا:

'کالو پجاری! یہ دیکھو۔ یہ وہ لڑکی ہے جو
ہماری سب سے بڑی دشمن ہے۔ یم دوت
دیوتا نے مجھے کان میں بتایا ہے کہ یہ ان
چار آدمیوں کی ساتھی ماریا ہے جو اوپر زمین
پر ہمارے دشمن ہیں۔ یہ ماریا مجھے قتل کرنے
آئی تھی۔ اس نے سندری اور اس کے خاوند
کو بھی آزاد کرایا مگر میں نے انہیں پھر سے گرفتار
کرنے کا حکم دے دیا ہے۔ کالو پجاری اس

موجود ہیں ان میں سے ایک عنبر ہے ایک
ناگ ہے۔ ایک خلائی لڑکی کیٹی ہے۔ ایک خلائی
انسان جیتو سانگ ہے۔ ان چاروں کے پاس بڑی
زبردست طاقتیں ہیں۔ ان کو ہمارے یم دوت کا
جادو بھی شکست نہیں دے سکتا۔ تم بتاؤ کہ ہم
ان پانچوں پر کس طرح قابو پا سکتے ہیں؟'

کالو پجاری ماریا کو غور سے دیکھ رہا تھا۔ کہنے لگا:
'مہاراج! اس غیبی لڑکی ماریا کو اپنے محل کے خاص
کمرے میں پہنچا دیں۔ میں اس پر ایک لمبے جادو
کا عمل کروں گا کہ اس کا ذہن بدل جائے گا۔ یہ
عنبر ناگ کیٹی اور خلائی انسان کی دشمن بن جائے گی
اوپر سے ان کی دوست رہے گی مگر اندر سے
ان سب کو ایک ایک کر کے ہلاک کرنے کی
کوشش کرے گی۔'

راجہ رگھو کالو پجاری کی اس تجویز سے بڑا خوش ہوا۔
کیوں کہ اپنے دشمنوں عنبر ناگ کیٹی کو ہلاک کیے بغیر وہ
اوپر والی دنیا پر قبضہ کر کے ساری دنیا کا راجہ نہیں بن
سکتا تھا۔ اس لیے اس وقت ماریا کو اٹھوا کر اپنے شاہی محل
کے خاص کمرے میں پہنچا دیا۔

عنبر ہوشیار

کالو پجاری نے ماریا پر جادو کا عمل شروع کر دیا۔ ماریا شاندار بستر پر بے ہوش پڑی تھی۔ کالو پجاری اس پر بندر کی کھوپڑی پھرا رہا تھا۔ راجہ کرسی پر بیٹھا یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ ساری رات کالو پجاری ماریا پر عمل کرتا رہا۔ ماریا اسی طرح بے ہوش رہی۔ جب رات گذر گئی تو کالو پجاری نے بندر کی کھوپڑی اپنے ہاتھ سے رکھ دی اور راجہ سے کہا:

"مہاراج! میرا جادو پورا ہو گیا۔ ماریا کا ذہن میں نے بدل دیا ہے۔ اب یہ عنبر ناگ کیٹی اور خلائی انسان کی جان کی دشمن بن چکی ہے۔ یہ اوپر سے ان کے ساتھ دوستی اور محبت سے پیش آئے گی مگر اندر ہی اندر ان میں سے سب کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم کرنے کی سازش کرتی رہے گی۔"

راجہ نے سوال کیا: "کالو پجاری! عنبر کو تو موت نہیں ہے۔ اس کو یہ ماریا کس طرح ہلاک کر سکے گی؟"

کالو پجاری نے کہا: "مہاراج! یہ لڑکی ماریا میرے جادو کے اثر کی وجہ سے عنبر کو خاص وقت پر جب کہ عنبر سو رہا ہو گا ایسا منتر پڑھے گی کہ وہ غائب ہو جائے گا اور یوں ہمارے راستے سے ہمیشہ کے لیے دور ہو جائے گا۔"

راجہ بڑا خوش ہوا۔ کیوں کہ یم دُوت نے اسے کہا تھا کہ چونکہ عنبر مر نہیں سکتا اس لیے سب سے بڑا خطرہ اسی کی طرف سے ہے کہ وہ راجہ کو آسانی سے قتل کر سکتا ہے۔ اب جب کالو پجاری نے اسے بتایا کہ خود ماریا اسے غائب کر دے گی تو وہ خوش ہو کر بولا:

"کالو پجاری! تم نے ہمارے راستے کی سب سے بڑی رکاوٹ دور کر دی ہے۔ چلو اب ماریا کو تیار کرو کہ یہ اپنے ساتھیوں کے پاس جائے اور عنبر ناگ ٹیٹی اور خلائی انسان

کہ بارش باری ختم کر دے۔"

کالو پجاری نے ایک بار پھر منتر پڑھنے شروع کر دیے۔ وہ منتر پڑھ پڑھ کر ماریا کے جسم پر پھونک مارتا۔ کچھ دیر گزری تھی کہ ماریا نے غائب ہونا شروع کر دیا۔ پہلے اس کے پاؤں غائب ہوئے۔ پھر ٹانگیں غائب ہوئیں۔ پھر دونوں بازو اور سر اور پھر سارے کا سارا جسم غائب ہو گیا۔

کالو پجاری نے راجہ کی طرف دیکھ کر کہا:

"مہاراج! اب یہ لڑکی ماریا اس جگہ پہنچ گئی ہے۔ جہاں اس کے باقی ساتھی ایک زمین دوز سائینسی غار کی طرف چلے جا رہے ہیں۔"

راجہ نے کہا:

"ہمیں کیسے پتہ چلے گا کہ ماریا نے عنبر ناگ کیٹی اور خلائی انسان کو موت کے گھاٹ اتار کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے میرا راستہ صاف کر دیا ہے؟"

کالو پجاری بولا:

"مہاراج! میرے جادوئی منتروں کے اثر سے ماریا جب ہمارے دشمنوں کو ٹھکانے لگانے

کی تو وہ سیدھی ہمارے پاس زمین کے اندر ہماری دنیا میں آ کر ہمیں خبر دے گی کہ اس نے اپنا کام کر لیا ہے۔ اس وقت تک دنیا کی فضا میں، اوپر جو ایٹم کی تابکاری پھیلی ہوئی ہے وہ بھی ختم ہو چکی ہو گی پھر آپ اوپر نکل کر ساری دنیا پر اپنا قبضہ جما سکیں گے۔ ساری دنیا پر آپ کے نام کا ڈنکا بجے گا۔ اور ہماری نسل اس دنیا پر پیدا ہو کر آباد ہو گی۔"

راجہ نے خوش ہو کر کالو پجاری کو اپنے گلے کا قیمتی ہار انعام میں دے دیا۔

○

اب یہ دیکھتے ہیں کہ بندھیا چل کے پہاڑ کے نیچے راجہ رگھو کی دنیا سے غائب ہو کر ماریا کہاں پہنچی۔

ماریا کو جب ہوش آیا تو اس نے دیکھا کہ وہ غائب حالت میں ہے اور ایک ایسی جگہ ویران علاقے میں کھڑی ہے جہاں ایک نوکیلی چٹان بالکل سامنے

ہے ماریا نے غور کیا کہ وہ یہاں کیسے آ گئی تھی اور
اس سے پہلے وہ کہاں تھی؟

حیرانی کی بات یہ تھی کہ ماریا کو کچھ یاد نہیں آ رہا
تھا۔ یہ کالو پجاری کے طلسمی منتر کا اثر تھا۔ ماریا کو
عنبر کیپٹن اور ناگ کی برائیاں یاد آنے لگیں۔ یہ اس
کے دماغ کی ایک بہت بڑی تبدیلی تھی۔ جس کی وجہ
ماریا کو معلوم نہیں تھی۔ اسے خوامخواہ احساس ہونے
لگا کہ عنبر کیپٹن اور ناگ نے اس کو ہمیشہ کے لیے
ختم کر دینے کا پروگرام بنایا ہوا ہے۔ حالانکہ ایسی بات
نہیں تھی۔ عنبر ناگ اور کیپٹن تو ماریا کے ہمدرد،
دوست اور بھائی بہن تھے لیکن یہ کالو پجاری کے
منتر کا اثر تھا۔

ماریا کا دل عنبر ناگ اور کیپٹن کے خلاف نفرت
سے بھر گیا۔ اس نے اپنے دل میں کہا۔ اگر عنبر ناگ
کیپٹن مجھے مار ڈالنا چاہتے ہیں تو میں بھی انہیں زندہ
نہیں چھوڑوں گی۔ اسے یاد آیا کہ ہمالیہ کے پہاڑی
کنوئیں میں ضرور عنبر ناگ کیپٹن نے ہی پھینک کر
گیس چھوڑ دی تھی تاکہ وہ مر جائے۔ ماریا کا دماغ
کالو پجاری کے جادو کے اثر کی وجہ سے عنبر ناگ

اور کیپٹن کے خلاف قاتلانہ سازش تیار کرنے لگا۔
اسے خیال آیا کہ ناگ کو تو وہ کسی خنجر سے
ہلاک کر دے گی۔ کیپٹن کو زہریلی گیس سے
ختم کر دے گی اور عنبر کو وہ پتھر بنا کر ہمیشہ
کے لیے بے بس کر کے کسی گہرے کنوئیں میں
پھینک دے گی۔ کالو پجاری کے جادو کے اثر کی وجہ
سے ہی ماریا کے ذہن میں خیال آیا کہ وہ عنبر کو
صرف اس وقت پتھر بنا سکتی ہے جب وہ گہری
نیند میں سو رہا ہو۔ اس وقت اگر وہ عنبر پر ایک
دم سے ٹھنڈا پانی ڈال دے تو وہ پتھر بن جائیگا۔
ماریا یہ سوچ کر اٹھی اور چاروں طرف دیکھا
یہاں بھی ایٹمی جنگ کی تباہی پھیلی ہوئی تھی۔ فضا میں
ابھی تک ایٹمی تابکاری کی پیلی پیلی گرد بکھری تھی۔
سورج غروب ہونے والا تھا۔ ماریا ٹیکولی چٹان کے
قریب آئی تو دیکھا کہ جھاڑیوں کے پیچھے لوہے کا
ایک بہت بڑا دروازہ تھا جو بند تھا۔ اس کے اوپر
انگریزی میں لکھا تھا:
"ایٹمی جنگ سے بچاؤ کی پناہ گاہ"
اچانک ماریا کو عنبر ناگ کی خوشبو محسوس ہوئی۔ وہ

ایک دم سے چوکنی ہو گئی۔ جس طرح کہ کوئی دشمن
اپنے دشمن کی آہٹ پا کر چوکنا ہو جاتا ہے۔ عنبر
ناگ کیٹی کی خوشبو چٹان کے پیچھے سے آ رہی تھی
اس خوشبو کے ساتھ ہی کسی دوسرے انسان کی عجیب
سی بُو بھی تھی۔ یہ بُو خلائی انسان تھیوسانگ کی تھی
جس کو ماریا نے ابھی تک نہیں دیکھا تھا۔ ماریا چٹان
کی دوسری طرف آ گئی۔

دُور سڑک پر ایک بڑی مرسیڈیز گاڑی چلی آ رہی تھی
اس گاڑی میں عنبر ناگ کیٹی اور خلائی انسان تھیوسانگ
بیٹھے تھے۔ اچانک ناگ عنبر اور کیٹی نے بھی ماریا کی
خوشبو محسوس کی۔

"عنبر! ماریا کی خوشبو آ رہی ہے" کیٹی نے
چلا کر کہا۔

عنبر ناگ بولے کہ یہ خوشبو ہم نے بھی محسوس کی
ہے۔ خلائی انسان نے پوچھا۔

"کیا یہ وہی ماریا ہے جو غائب رہتی ہے اور
کسی کو نظر نہیں آتی؟"

"ہاں" عنبر نے کہا۔

ناگ عنبر نے خلائی انسان کو ماریا کے بارے میں

سب کچھ بتا دیا تھا۔ کیوں کہ اب وہ چاروں ایک
ہی کشتی میں سوار تھے اور انہیں ایک دوسرے کا پتہ
ہونا چاہیے تھا۔

ماریا نے بھی عنبر ناگ اور کیٹی کو دیکھ لیا تھا۔
وہ فضا میں تیرتی ہوئی ان کی گاڑی کے اوپر آ گئی۔
اس نے دیکھا کہ گاڑی میں ایک اجنبی شخص بیٹھا ہے۔
ماریا جلدی سے گاڑی میں اُتر آئی۔

عنبر ماریا کی گہری خوشبو سونگھ کر بولا:

"ماریا! یہ تم ہو کیا؟"

ماریا نے اوپر اوپر سے ہنس کر کہا:

"ہاں عنبر بھائی میں ہوں ماریا۔ ناگ بھیا تمھارا
کیا حال ہے۔ کیٹی تم کیسی ہو؟"

عنبر نے کہا:

"خدا کا شکر ہے کہ تمھاری آواز سنی۔ تم کہاں
گم ہو گئی تھیں ماریا؟"

کیٹی بولی:

"ماریا تمھارے بغیر تو میں اتنی اداس ہو گئی کہ
میں کئی بار رونے لگی۔"

ماریا نے دل میں کہا:

"فکر نہ کرو۔ میں تمہارا رونا ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ختم کر دوں گی۔"

مگر اوپر سے ماریا نے کہا:

"کیٹی بہن! میں بھی تمہیں یاد کر کے بہت اداس ہو جاتی تھی۔"

ناگ بولا:

"تم کیلاش پربت ہی میں تھیں ماریا؟ دیکھو ایٹمی جنگ نے ساری دنیا کو تباہ کر دیا ہے۔ ہندوستان اور کوہ ہمالیہ کا کیا حال ہے؟"

ماریا نے کہا:

"روس پر جو ہائیڈروجن بم پھینکے گئے تھے۔ انہوں نے ہمالیہ کی ساری برفوں کو پگھلا دیا اور سارا ملک طوفان نوح کے سیلاب میں بہہ کر سمندر میں غرق ہو گیا ہے۔"

"میرے خدا!" عنبر بولا "یہ تباہی تو پھر ساری دنیا پر آئی ہے۔"

خلائی انسان کو ماریا کی آواز نہیں آ رہی تھی لیکن وہ عنبر اور ناگ اور کیٹی کی آوازیں برابر سن رہا تھا۔ اسے ماریا نظر نہیں آ رہی تھی۔ اس نے عنبر سے کہا:

"عنبر! اپنی ماریا سے میرا تعارف نہیں کراؤ گے؟"

ماریا نے پوچھا:

"عنبر بھیا! یہ اجنبی شخص کون ہے؟"

عنبر نے خلائی انسان تھیوسانگ کا ماریا کے ساتھ پورا تعارف کرایا۔ پھر اسے بتایا کہ خلائی انسان میں طاقت ہے کہ یہ انگلی سے چھو کر کسی بھی شے کو چھوٹا کر سکتا ہے۔ ماریا خلائی انسان تھیوسانگ کو غور سے دیکھ رہی تھی۔ اور دل میں اپنے آپ سے کہہ رہی تھی کہ اس خلائی انسان کو بھی راستے سے ہٹانا پڑے گا۔

ماریا نے اوپر سے پوچھا:

"تم لوگ ادھر کہاں جا رہے ہو؟"

ناگ بولا:

"اس تکونی چٹان کے نیچے امریکی سائنس دانوں نے ایک ایسا خفیہ تہہ خانہ بنا رکھا تھا جہاں سائنس کی تمام ایجادات محفوظ کر کے رکھ دی گئی ہیں کہ اگر ایٹمی جنگ میں ساری دنیا تباہ ہو جائے تو یہ چیزیں باقی بچی رہیں۔"

عنبر نے کہا:

"ماریا! یہ دنیا اب ہمارے رہنے کے قابل

نہیں رہی۔ یہاں نہ کوئی درخت باقی ہے، نہ
کوئی عمارت، نہ کوئی شہر اور نہ کوئی انسان
زندہ بچا ہے۔ اس لیے ہم نے پہلے تو فیصلہ
کیا تھا کہ اس سائنسی تہہ خانے سے ہمیں
کوئی ہیلی کاپٹر مل جائے تو ہم اس پر بیٹھ
کر تمہاری تلاش میں نکلیں۔ لیکن اب جب کہ
تم مل گئی ہو تو ہم اس تہہ خانے میں جا کر
سوچیں گے کہ ہمیں اگلا قدم کیا اٹھانا چاہیے اور
ہمارا مستقبل کیا ہو گا"

ماریا نے دل میں کہا:

"تم لوگوں کا مستقبل تو میں ہمیشہ کے لیے
تاریک کرنے والی ہوں۔ فکر نہ کرو"

لیکن اوپر سے بولی:

"اچھا خیال ہے۔ کیوں کہ ہم ایک دوسرے کے
ساتھ ہی رہیں گے۔ اگر یہ دنیا رہنے کے
قابل نہیں رہی تو آگے جس دنیا میں بھی جائیں گے
اکٹھے ہی جائیں گے"

عنبر ناگ ٹیکو کو بالکل احساس نہیں تھا کہ ماریا اندر
سے کچھ اور باہر سے کچھ ہے اور وہ ان کی جان کی دشمن

بن چکی ہے۔ وہ تو اسے اپنی بہترین دوست اور بہن
سمجھ رہے تھے جس طرح کہ ہمیشہ اسے سمجھتے آئے تھے۔
ریڈیز گاڑی مخروطی چٹان کے سامنے ایک طرف جا کر کھڑی
کر دی گئی۔

ناگ بولا:

"سائنسی تہہ خانہ اسی چٹان کے اندر ہونا چاہیے"

ماریا نے کہا:

"میں نے دوسری طرف جھاڑیوں کے پیچھے لوہے
کا ایک بہت بڑا دروازہ دیکھا ہے"

"بالکل ٹھیک ہے" عنبر بولا "یہی اس خفیہ
تہہ خانے کا دروازہ ہے۔ چلو اس طرف
چلتے ہیں"

جھاڑیوں کے پیچھے چٹان کا لوہے کا دروازہ بڑا
مضبوط تھا اور قلعے کے دروازے کی طرح لگتا تھا۔

خلائی انسان نے کہا:

"عنبر! اگر تم کہو تو میں اس دروازے کو جلا
کر دوں"

ناگ بولا:

"دروازے کے ساتھ یہ چٹان بھی چھوٹ ہو جائے

گی اور اس کے ساتھ تہ خانے کی ہر شے
چھلنی ہو جائے گی۔ ہم اس کے اندر کیسے
جا سکیں گے؟"

کیتھی بولی:

"مگر عنبر بھیا میں تو اتنی طاقت ہے کہ وہ
چٹان کو اپنی جگہ سے اٹھا کر پرے پھینک سکتا
ہے یہ دروازہ کیا چیز ہے؟"

خلائی انسان نے آنکھیں گھما کر کہا

"اچھا اتنی طاقت ہے؟ چلو۔ ہم بھی دیکھتے ہیں
عنبر اس مضبوط فولادی دروازے کو کیسے کھولتا
ہے؟"

ناگ نے مسکراتے ہوئے کہا

"عنبر بھائی! تھیوسانگ کو ذرا اپنی طاقت کا
ایک نمونہ دکھا دو۔"

ماریا بولی:

"کیوں نہ پہلے میں اندر جا کر دیکھ آؤں کہ اندر
کیا کچھ ہے۔ یہ فولادی دروازہ میرا تو راستہ
نہیں روک سکتا۔"

عنبر کہنے لگا:

"ماریا بہن! اس کی ضرورت تو جب ہوں کہ
ہم یہ دروازہ کھول نہ سکتے۔ میں ابھی دروازہ
کھولے دیتا ہوں۔ ہم اکٹھے ہی اندر چلیں گے۔"
اس کے ساتھ ہی عنبر نے دروازے کو ہاتھ سے چھو
کر دیکھا۔ اس دروازے پر کوئی تالا نہیں لگا تھا۔ یہ
کمپیوٹر کے خفیہ نمبروں کے ذریعے بند کیا گیا تھا۔ بس
فولاد کی ایک بہت بڑی چادر چٹان میں لگی تھی۔
خلائی انسان بڑی دلچسپی سے عنبر کو تک رہا تھا۔
عنبر دروازے کی ایک طرف آ گیا۔ یہاں دروازے
کی فولادی چادر چٹان کے پتھروں میں اندر تک چلی گئی
تھی۔ عنبر نے اسے ہاتھ کی مدد سے تھوڑا سا ایک طرف
کو دھکیلا۔ ابھی اس نے اپنی پوری طاقت کو بیدار نہیں
کیا تھا جس کی وجہ سے دروازے پر کوئی اثر نہ ہوا۔
عنبر نے محسوس کیا کہ دروازہ واقعی بہت مضبوط ہے۔
عنبر نے ایک دو گہرے سانس لیے۔ اس کی طاقت
اس کے جسم میں ایک جگہ جمع ہو گئی۔ یہ بڑی زبردست
طاقت تھی اور بڑی سے بڑی چٹان کو اپنی جگہ سے
ہلا سکتی تھی۔ عنبر نے دونوں ہاتھ دروازے کی ایک
طرف دیوار کے پاس رکھے اور اپنے جسم کی پوری

طاقت لگا کر ایک ہی بار جو دھکا دیا تو ایک زو
دینے والی چرچراہٹ کی آواز بلند ہوئی، جیسے چٹان
نے درد سے تڑپ کر زبردست چیخ ماری ہو۔ درواز
اپنی جگہ سے پیچھے کو کھسک گیا۔ خلائی انسان کی آنکھ
حیرت سے کھل گئیں۔ فولادی دروازہ بھی کھل گیا تو
عنبر ناگ اور کیٹی نے خلائی انسان کی طرف دیکھا۔
خلائی انسان نے ہلکی سی تالی بجا کر کہا:
"تم نے ضرور طاقت کا کوئی انجکشن لگا رکھا
ہے۔ بہرحال دروازہ تم نے کھول دیا ہے۔
چلو اب اس کے اندر چل کر جائزہ لیتے ہیں۔"
ماریا سوچنے لگی کہ اگر تہہ خانے میں اسے کوئی پستول
یا خنجر مل جائے تو وہ اس کی مدد سے کم از کم ناگ
کو تو ہلاک کر سکتی ہے۔ اب اگر اسے مار دیا گیا تو
عنبر اسے کیلاش پربت بھی نہ لے جا کر زندہ نہیں کر سکے
گا کیونکہ وہاں اب نہ تو کیلاش پربت کا مندر ہے
اور نہ وہ مقدس تالاب ہی باقی بچا ہے جس کے
اندر ناگ کے جسم کے ٹکڑوں کو بند کر کے رکھ دیا
جاتا تھا اور وہ چھ مہینوں کے بعد پھر زندہ ہو
جاتا تھا۔

وہ چاروں اندر داخل ہو گئے۔ یہ کوئی غار یا
تہہ خانہ نہیں تھا بلکہ ایک اونچی چھت والا بہت
کشادہ راستہ تھا جس کی چھت میں مرکری لائٹیں روشن
تھیں۔ معلوم ہوتا تھا کہ اس سائنسی تہہ خانے میں
کوئی ایٹمی جنریٹر لگا ہوا تھا جو چل رہا تھا۔ انہوں
نے فولاد کے مضبوط چادر والے دروازے کو بند کر دیا۔
اس دروازے کی فولادی چادر کو اس طرح سے بنایا
گیا تھا کہ اس میں سے ایٹمی تابکاری اندر داخل نہیں
ہو سکتی تھی۔ تہہ خانے کی فضا میں تازہ آکسیجن بھی تھی۔
اس کشادہ راہ داری کی دیواروں پر سنگ مرمر لگایا
گیا تھا۔ وہ یہاں سے گزرتے ہوئے سیڑھیاں اتر کر
ایک اور دروازے کے سامنے آ گئے جو بند تھا۔ یہ
دروازہ بھی فولاد کی موٹی چادر سے بنایا گیا تھا۔ اس
کے اوپر سرخ انگریزی لفظوں میں "ایمرجینسی" لکھا تھا۔
خلائی انسان نے کہا:
"عنبر! تمہیں اپنی انجکشن والی طاقت آزمانے کا
ایک اور موقع مل رہا ہے۔"
کیٹی نے کہا:
"تھیوسانگ! یہ انجکشن کی نہیں بلکہ عنبر کی

اصلی طاقت ہے۔"

خلائی انسان شرارت سے مسکرانے لگا۔

ماریا خاموش کھڑی تھی۔

ناگ بولا:

"عنبر بھائی اس دروازے کو کھولو۔ سائنسی ایجادیں ضرور اس کے اندر بند ہوں گی۔"

عنبر نے اس دروازے کو بھی کھول دیا۔

اندر داخل ہوتے ہی یہ سب حیران رہ گئے۔ وہ ایک عظیم الشان اونچے اور لمبے چوڑے ہال کمرے میں کھڑے تھے۔ یہ ہال کمرہ اس ہینگر کی طرح تھا جہاں ائرپورٹ پر ہوائی جہاز رکھے جاتے ہیں۔ یہاں چھت پر سفید خانوں میں روشنی ہو رہی تھی۔ کونے میں ہیلی کاپٹر اور ایک چھوٹا جیٹ جہاز کھڑا تھا۔ دیوار کے ساتھ لوہے کے بڑے بڑے خانوں کی الماری چھت تک چلی گئی تھی۔ ان خانوں میں کئی قسم کی سائنسی چیزیں پلاسٹک کے سفید لفافوں میں بند کر کے احتیاط سے رکھی تھیں۔ ہر پیکٹ کے باہر لکھا تھا کہ اس میں کیا بند ہے۔ عنبر بولا:

"یہاں تو ماڈرن زندگی کی ہر شے موجود ہے۔"

ناگ نے کہا:

"لیکن جب دنیا پر زندگی ہی باقی نہیں تو ہم ان چیزوں کو لے کر کیا کریں گے عنبر بھائی۔"

ماریا کہنے لگی:

"ضرور یہاں ماڈرن اسلحہ بھی ہو گا۔"

"ضرور ہو گا۔" عنبر بولا۔

خلائی انسان نے کہا:

"ان چیزوں کا جائزہ لینا چاہیے اور یہ معلوم کرنا چاہیے کہ یہاں کوئی ایسی شے بھی ہے جو ہماری مدد کر سکے۔"

وہ دروازے سے آگے چلے تو دروازہ اپنے آپ پیچھے بند ہو گیا۔ انہیں بہت جلد معلوم ہو گیا کہ اس سائنسی ہال کمرے میں ہر وہ ماڈرن چیز موجود تھی جس کی دنیا میں ضرورت پڑ سکتی ہے۔

ناگ بولا:

"حیرانی کی بات ہے کہ یہاں کوئی انسان نہیں ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ جب ایٹم بم چلے تو یہاں کے سائنس دان باہر ہوں گے انہیں اتنا موقع بھی نہ مل سکا کہ اپنی بنائی ہوئی اس

پناہ گاہ میں داخل ہو سکیں۔"

ماریا کی تیز نظریں الماریوں کے خانوں میں پستول یا خنجر تلاش کر رہی تھیں۔ یہ کیسے ہو سکتا تھا کہ اس سائنسی ہال کمرے میں پستول نہ ہوتا۔ بہت جلد انہوں نے دیکھا کہ ایک الماری کے خانوں میں پستول، ریوالور، مشین گن، ٹامی گن، سٹین گن اور چار مختلف سائز کے چاقو اور خنجر بھی رکھے ہوئے تھے۔ نیچے وہیں فرش پر ایک توپ پڑی تھی۔

خلائی انسان اس اسلحے کو دیکھتے ہوئے بولا:

"یہ تو پرانے زمانے کا اسلحہ لگتا ہے۔ یہاں کوئی لیزر گن نہیں ہے جیسی کہ ہمارے خلائی سیارے میں ہوتی ہے۔"

عنبر نے کہا:

"ہو سکتا ہے وہ بھی یہاں کہیں مل جائیں کیونکہ امریکہ ستار وار کے زمانے میں داخل ہو چکا تھا۔"

عنبر ناگ اور خلائی انسان کو باتیں کرتے دیکھ کر ماریا نے بڑی ہوشیاری سے ایک خانے میں سے چھوٹا ریوالور اٹھا لیا۔ اس کے اٹھاتے ہی خانے میں سے ریوالور غائب ہو گیا۔ ماریا نے آہستہ سے ریوالور کو کھول کر

دیکھا۔ اس کے چیمبر میں بارہ گولیاں بھری ہوئی تھیں۔ ماریا پہلے ناگ کو ہلاک نہیں کرنا چاہتی تھی۔ وہ ناگ کو اب جب وقت چاہے گولی مار سکتی تھی لیکن ضرورت اس بات کی تھی کہ سب سے پہلے عنبر کو ٹھکانے لگایا جائے تاکہ جب عنبر نہیں ہو گا تو ناگ کو کوئی نہیں بچا سکے گا۔ اگر وہ پہلے ناگ کو مار دیتی ہے تو ہو سکتا ہے عنبر ناگ کی لاش کو محفوظ کر لے اور ناگ بچ جائے۔ یہ بھی ہو سکتا تھا کہ پہلے ناگ کو ہلاک کر دینے سے ماریا کا بھانڈا پھوٹ جائے۔ ان سب کو پتہ چل جائے کہ ماریا ان کی دشمن بن گئی ہے اور وہ اس سے اپنا آپ بچانے کی کوششیں شروع کر دیں اور ماریا کو بھی نقصان پہنچائیں۔ اس ہال کمرے میں ہر قسم کی گیس سلنڈروں میں بھری ہوئی تھی۔ وہ کوئی زہریلی گیس چھوڑ کر ماریا کو بے ہوش کر سکتے تھے۔ اس لیے ماریا نے یہی فیصلہ کیا کہ سب سے پہلے عنبر کا کام تمام کرنا چاہیے۔ اسے ہمیشہ کے لیے پتھر بنا دیا جائے۔

لیکن اس کے لیے شرط یہ تھی کہ عنبر کو گہری نیند سونے پر مجبور کیا جائے۔ عنبر کو کبھی نیند نہیں آتی تھی

اسے نیند کی ضرورت بھی نہیں تھی۔ ماریا کو معلوم تھا
کہ اگر عنبر چاہے تو وہ کبھی کبھی یونہی خواب
دیکھنے کے لیے گہری نیند سو جاتا ہے۔ اس لیے ضروری
تھا کہ ماریا کسی طرح سے عنبر کو گہری نیند لینے پر
راضی کرے۔ جب وہ گہری نیند سو جائے تو پھر
اس کے اوپر کسی ریفریجریٹر سے ٹھنڈے پانی کی بوتل
نکال کر پانی اس کے اوپر ڈال دے۔ ہال کمرے میں
ریفریجریٹر اور فریزر بھی موجود تھے۔ ماریا موقع کی
تلاش میں رہی۔

کسی نے محسوس نہ کیا کہ الماری کے ایک خانے
میں سے ریوالور غائب ہو گیا ہے۔

"ماریا! تم ہمارے پاس ہی ہو نا؟"

اچانک عنبر نے پوچھا۔

ماریا ذرا پیچھے تھی۔ جلدی سے آگے آ کر بولی:

"میں تمہارے پاس ہی ہوں عنبر بھائی۔ میں
کہاں جا سکتی ہوں۔"

عین اس وقت فرعون مصر کی ممی نے عنبر کو پکار
کر کہا:

"عنبر! ماریا سے ہوشیار رہو۔ وہ تم سب

کی دشمن ہو گئی ہے۔"

آواز فرعون مصر کے تابوت سے آ رہی تھی
یہ ماچس کی ڈبیا جتنا ہو کر عنبر کی جیب میں رومال
کے نیچے پڑا تھا اور جس کی آواز اتنی کمزور اور
باریک تھی کہ عنبر تک نہیں پہنچ سکتی تھی۔

عنبر نے کہا:

"میرا خیال ہے ہمیں یہاں کسی جگہ اڈہ بنا
کر بیٹھ جانا چاہیے پھر ہم سوچیں گے کہ
ہمیں آگے کیا کرنا چاہیے۔"

انہوں نے کشادہ ہال کمرے کے ایک کونے میں میز
کرسیاں اور گدیلے لگا کر آرام کرنے کی جگہ بنا لی۔
یہاں ضرورت کی ہر شے رکھ دی گئی تھی۔ ڈیپ فریزر
اور فریج کھانے پینے کی سرد چیزوں سے بھرے
ہوئے تھے۔

ناگ نے بیٹھتے ہوئے کہا:

"عنبر! فرعون مصر کی ممی کے تابوت کو بھی
باہر نکالو۔ بے چارے کا دم گھٹ جائیگا۔"

ماریا نے چونک کر پوچھا:

"یہ فرعون مصر کہاں سے آ گیا عنبر؟"

عنبر نے ماریا کو ساری کہانی سنائی اور ناگ
سے بولا:
"ناگ بھائی! یہ فرعون مصر تو بے چارہ پانچ
ہزار سال سے مرا ہوا ہے اب اس کا دم
کیا گھٹے گا۔"
کیٹی بولی:
"پھر بھی اسے نکال کر باہر رکھ دو۔"
ماریا نے ریوالور اپنی لمبی قمیض کی جیب میں
رکھتے ہوئے کہا:
"ہاں عنبر ذرا اسے نکالو۔ میں بھی اسے دیکھوں۔"
عنبر نے جیب سے فرعون مصر کا تابوت باہر نکال
لیا۔ ماریا نے دیکھا کہ ایک چھوٹے سے تابوت میں
کسی بچے کی چھوٹی سی انگلی کے برابر ایک فرعون
مصر کی ممی اس کے اندر موجود تھی۔ فرعون مصر کی ممی
پکار کر کہہ رہی تھی۔
"عنبر! ماریا سے ہوشیار رہو۔ یہ تمہاری دشمن
بن چکی ہے!"
چھوٹے سائز کا ہونے کی وجہ سے ممی کی آواز
کسی کو سنائی نہیں دے رہی تھی۔ ماریا بھی اس کی

آواز نہ سن سکی۔
کیٹی نے کہا:
"میرا خیال ہے کہ فرعون مصر کے تابوت کو
دوبارہ بڑے سائز کا کر کے اسے دیوار کے
ساتھ لگا دینا چاہیے جہاں نئے زمانے کی
سائنسی ایجادیں ہیں وہاں یہ ہزاروں سال
پرانی یادگار بھی رکھ دیں۔"
عنبر نے کہا:
"نہیں اسے بڑا کرنے کا کوئی فائدہ تو ہے نہیں
اگر کسی وجہ سے یہاں سے گھبراہٹ میں بھاگنا
پڑا تو یہ بڑا تابوت ہمارے لیے مصیبت
بن جائے گا۔ اس لیے اسے چھوٹا ہی
رہنے دو۔"
خلائی انسان بولا:
"میں اسے انگلی لگا کر ایک دم سے چھوٹا
کر دوں گا۔"
عنبر نے کہا:
"کیا معلوم افراتفری کے وقت تم بھی یہاں
پر موجود نہ ہو۔ کہیں باہر گئے ہوئے ہو۔ پھر تو

فرعون مصر کی ممی مجھ سے جدا ہو جائے گی
اور میں اپنا وعدہ نہیں نبھا سکوں گا کہ اس کی
ہمیشہ حفاظت کروں گا۔"

یہی فیصلہ ہوا کہ چونکہ فرعون مصر کے تابوت کے
چھوٹا رہنے میں کوئی نقصان نہیں ہے اس لیے اسے
چھوٹے سائز ہی کا رہنے دیا جائے۔ اس وقت اگر عنبر
فرعون مصر کی ممی کو بڑا کرنے پر راضی ہو جاتا تو
ماریا کا بھانڈا پھوٹ سکتا تھا۔ لیکن تقدیر کو کچھ اور
ہی منظور تھا۔ چنانچہ عنبر نے فرعون مصر کی ممی کا
ننھا سا تابوت اٹھا کر دوبارا اپنی جیب میں رکھ
لیا۔ فرعون مصر کی ممی اپنی سنائی نہ دی جانے والی
انتہائی باریک آواز میں بار بار کہہ رہی تھی۔
"عنبر ہوشیار! عنبر ہوشیار!"

ٹائم مشین

اس کی دیوار پر کلاک لگا تھا۔
یہ کلاک رات کے نو بجا رہا تھا۔ عنبر، ناگ
کیٹی اور خلائی انسان تھیوسانگ اپنے ٹھکانے پر
بیٹھے سامنے میز پر رکھے ایک کلر ٹی وی سے
وی سی آر پر کاؤ بوائز کی ایک فلم دیکھ رہے تھے۔
ماریا بھی وہیں بیٹھی تھی۔ ماریا عنبر، ناگ، کیٹی اور خلائی
انسان کو کھا جانے والی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔
وہ ان سب کو ہلاک کرنا چاہتی تھی لیکن عنبر ناگ
اس کا سب سے پہلا نشانہ تھے۔ وہ اس سے بھی
پہلے عنبر کو ہمیشہ کے لیے ختم کرنا چاہتی تھی۔ اس
کی یہی کوشش تھی کہ کسی طرح عنبر کو گہری نیند سلا
کر اس پر ٹھنڈا پانی ڈال کر پتھر کر دے۔
جب وی سی آر پر فلم ختم ہو گئی تو ماریا نے
عنبر سے کہا:

"عنبر بھائی تم سوتے کیوں نہیں۔ لگتا ہے تم بہت تھکے ہوئے ہو۔ آج کی رات سو جاؤ پھر تازہ ہو جاؤ گے۔"

عنبر نے ہنس کر کہا:

"ہماری قسمت میں نیند کہاں ماریا بہن! ہمیں تو خدا جانے ابھی کتنے سال اور جاگنا ہوگا۔"

وہ رات گزر گئی۔ ماریا نے دوسری رات پھر کوشش کی کہ عنبر کسی طرح گہری نیند سو جائے مگر وہ تیار نہ ہوا۔ اب ماریا کو یہ بھی خیال تھا کہ کہیں اسے شک نہ پڑ جائے کہ یہ کیوں اس کے سونے پر اصرار کر رہی ہے۔

اچانک ماریا کے دل میں ایک خطرناک خیال بجلی کی طرح چمکا۔ یہ بڑا ہی دہشت ناک خیال تھا۔ اس نے سوچا کہ خلائی انسان ہر شے کو انگلی سے چھو کر چھوٹا کر دیتا ہے تو پھر کیوں نہ کسی طریقے سے عنبر کو چھوٹا بنا ڈالا جائے۔ اور پھر عنبر کو اٹھا کر اپنے قبضے میں کر لیا جائے۔ یہ بڑا ہی خطرناک منصوبہ تھا۔ ماریا کو یہ منصوبہ بے حد پسند آیا۔ اس نے سوچا کہ کم از کم پہلے عنبر کو قبضے میں کیا جائے۔ اس

ناگ پر حملہ کر دیا جائے۔ چنانچہ دوسرے روز کے بعد اکیلے کچھ نہ کر سکیں گے۔ آئندہ کا شام کو جب سب ہال کمرے میں بیٹھے پروگرام بنا رہے تھے تو ماریا نے اچانک کہا:

"ناگ بھیا! مجھے اب بھی یقین نہیں آتا کہ ہمارا نیا دوست خلائی انسان کسی شے کو انگلی سے چھو کر چھوٹا کر سکتا ہے۔"

ناگ نے کہا:

"بھئی ماریا یہ تو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔"

عنبر اور کیٹی نے بھی ناگ کے خیال کی تائید کی اور کہا کہ خلائی انسان انگلی سے چھو کر جس چیز کو چاہے چھوٹا سا بنا سکتا ہے۔ ماریا یہی ضد کرتی رہی کہ اسے یقین نہیں آتا۔

"اگر تم لوگ ٹھیک کہتے ہو تو پھر خلائی انسان کو کہو کہ میرے سامنے کسی چیز کو چھوٹا کر کے دوبارہ بڑا کر کے دکھائے۔"

خلائی انسان بولا:

"یہ کوئی مشکل کام نہیں ہے میرے لیے ماریا

تم کہو تو تمہیں چھوٹا کر دوں؟"

ماریا نے کہا:

"مجھے نہیں۔ تم — تم ایسا کرو۔ ایسا کرو، ہاں — عنبر بھائی کو میرے سامنے چھوٹا کر کے دکھا دو۔ پھر میں تمہیں مان جاؤں گی۔"

عنبر بولا:

"میں تیار ہوں۔ ماریا بہن کو یقین دلانے کے لیے میں تیار ہوں۔"

ناگ نے کہا:

"عنبر کو نہیں بلکہ — یہ — یہ جو سامنے کلر ٹی وی ہے اسے چھوٹا کر دیا جائے۔"

ماریا اپنی سکیم کو ناکام ہوتے دیکھ کر فوراً بولی:

"کیوں؟ کیا عنبر بھیا تم ڈرتے ہو؟"

عنبر بولا:

"نہیں بالکل نہیں۔ میں کیوں ڈرنے لگا۔ مجھے تو معلوم ہے کہ خلائی انسان ہمارا دوست تھیوسانگ دوسری بار انگلی سے چھو کر مجھے پھر سے بڑا کر دے گا۔ چلو تھیوسانگ تم مجھ پر اپنا تجربہ کرو۔ میں تیار ہوں۔"

کیٹی نے کہا:

"ارے مجھے چھوٹا کر کے دکھا دو ماریا کو۔ تھیوسانگ! میں بھی تیار ہوں۔"

ماریا نے ضد کر کے کہا:

"نہیں۔ میں عنبر بھیا کو چھوٹا سا بھیا بنتے دیکھنا چاہتی ہوں۔ نہیں تو میں تم سب سے ناراض ہو جاؤں گی۔"

عنبر نے قہقہہ لگا کر کہا:

"دوست تھیوسانگ! چلو بھائی تم آنکھ بند کر کے مجھے اپنی انگلی سے چھو دو۔"

ماریا بے تاب نظروں سے عنبر کو دیکھ رہی تھی۔ خلائی انسان تھیوسانگ عنبر کے قریب ہو گیا۔ اس نے ایک آنکھ بند کی اور عنبر کو اپنی انگلی سے چھوا۔ جونہی خلائی انسان کی انگلی عنبر کے جسم سے ٹکرائی ایک سیکنڈ کے اندر عنبر چھوٹا ہو کر کسی بچے کی انگلی کے برابر ہو گیا۔

ماریا اسی انتظار میں تھی۔

ناگ نے کہا:

"کہو ماریا بہن۔ اب تو یقین آ گیا تمہیں؟"

جواب دینے کی بجائے ماریا نے جھپٹا مار کر
جھپٹتے عنبر کو گدیلے پر سے اٹھا کر اپنی مٹھی میں بند
کر لیا۔ ماریا کے ہاتھ میں آتے ہی عنبر غائب ہو
گیا۔ ناگ کیٹی اور خلائی انسان ایک دوسرے کا
منہ تکنے لگے کہ عنبر کہاں چلا گیا؟
ناگ نے کہا:
"ماریا! کیا عنبر کو تم نے اٹھا لیا ہے؟"
ماریا نے کوئی جواب نہ دیا۔ وہ عنبر کو اپنی
مٹھی میں بند کیے دوسرے ہاتھ سے اپنی جیب سے
ریوالور نکال رہی تھی۔
کیٹی نے پوچھا:
"ماریا بہن! عنبر تمہارے پاس ہے کیا؟"
ماریا کا جواب نہ آیا۔
خلائی انسان بھی حیران ہو رہا تھا۔
ناگ بولا:
"ماریا تم بولتی کیوں نہیں ہو۔ تمہاری خوشبو بتا
رہی ہے کہ تم اسی جگہ موجود ہو۔ پھر تم جواب
کیوں نہیں دیتیں؟ عنبر کہاں ہے؟"
اس کے جواب میں ریوالور کے فائر کا دھماکہ ہوا

گولی ناگ کے کان کے بالکل قریب سے ہو کر
الماری پر جا کر لگی۔ ناگ نے خطرے کی بو سونگھتے
ہوئے ایک لمبے سے اندر اندر سانس اندر کو کھینچ کر
شہد کی مکھی کی شکل اختیار کر لی۔ ماریا نے دوسرا
تیسرا اور پھر چوتھا فائر کر دیا۔ کیٹی اور خلائی انسان
سمجھ گئے کہ یہ فائرنگ ماریا کر رہی ہے۔ کیٹی کو
ماریا کی خوشبو برابر آ رہی تھی۔ اس نے چلا کر کہا:
"ماریا! تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ یہ تم کس پر
گولیاں چلا رہی ہو۔ کیوں چلا رہی ہو؟"
ماریا نے کیٹی پر بھی فائر کر دیا۔ گولی کیٹی کے
سینے سے نکل گئی، لیکن چونکہ کیٹی کا جسم خلائی جسم
تھا اس لیے گولی کے نکلتے ہی اس کے سینے کا سوراخ
بند ہو کر مل گیا۔ کیٹی چیخ اٹھی:
"ماریا! تمہیں کیا ہو گیا ہے؟ کیا تم پر کسی
نے جادو کر دیا ہے۔ ماریا! ماریا!"
ماریا کی خوشبو غائب ہو چکی تھی۔ ماریا ہال کمرے
میں نہیں تھی۔ وہ ہال کمرے کے دروازے سے نکل
کر دوسرے فولادی دروازے سے بھی نکل گئی تھی اور
باہر چٹان کے اوپر جا کر عنبر کو مٹھی کھول کر دیکھنے

گی۔ عنبر دونوں ہاتھ اٹھا کر بہت ہی باریک آواز
میں کہہ رہا تھا۔

"ماریا! ماریا! یہ تم کیا کر رہی ہو؟ تم مجھے
وہاں سے اغوا کر کے کیوں لے آئی ہو۔ تم
کو کیا ہو گیا ہے؟"

عنبر کو ماریا کی خوشبو آ رہی تھی۔ ماریا نے کوئی
جواب نہ دیا۔ عنبر کو دوبارا اٹھا کر اپنی مٹھی میں
بند کر لیا۔ چھوٹا ہونے کے ساتھ ہی عنبر کی طاقت
بھی بہت ہی کم ہو گئی تھی۔ اس نے کئی بار ماریا
کی مٹھی سے نکلنے کی کوشش کی لیکن کامیاب نہ
ہو سکا۔ ماریا چٹان سے اتر کر ایک بار پھر نیچے زمین
کے اندر ہال کمرے میں گئی۔ اس نے دیکھا کہ ناگ
ابھی تک اپنی اصلی شکل پر نہیں آیا تھا۔ وہ شہد کی
مکھی کی صورت میں کیٹی کے بالوں میں بیٹھا اسے
کہہ رہا تھا۔

"ماریا کسی وجہ سے ہماری دشمن بن چکی ہے۔
ہو سکتا ہے اس پر ایٹمی تابکاری کا اثر ہو گیا
ہو۔ بہر حال وہ ابھی تک یہیں ہے۔ اس کی
خوشبو آ رہی ہے۔ وہ عنبر کو اغوا کر کے لے

گئی ہے۔ اب وہ مجھے ہلاک کرنا چاہتی ہے
میں ابھی اصلی شکل میں نہیں آ سکتا کیٹی۔"
ناگ کی دھیمی آواز کیٹی کے کان میں آ رہی تھی
ماریا نے ادھر ادھر دیکھا۔ مگر اسے ناگ کہیں نظر
نہ آیا۔ اس کو بھی ناگ کی برابر خوشبو آ رہی تھی۔
کیٹی نے بھی ماریا کی خوشبو سونگھ لی تھی۔
کیٹی نے بالوں میں اس طرح ہاتھ پھیرا کہ ناگ
جو شہد کی مکھی بنا ہوا تھا اس کے بالوں کے اندر
چلا گیا۔

کیٹی نے گڑگڑا کر کہا:

"ماریا! تم آ گئی ہو۔ خدا کے لیے تم ہماری
دشمن کیوں ہو گئی ہو۔ میرا خیال ہے تم پر
ایٹمی تابکاری کا اثر ہو گیا ہے۔ تم یہاں آ کر
لیٹ جاؤ۔ ہم خلائی مخلوق ہیں۔ تمہاری جسمانی
شعاعوں سے ایٹمی تابکاری کا اثر ضائع کر
دیں گے۔"

ماریا خاموش رہی۔ وہ وحشی آنکھوں سے کمرے میں
ناگ کو تلاش کرنے کی کوشش کر رہی تھی۔ کیٹی کے گنجان
بالوں کی خوشبو کی وجہ سے ناگ کی خوشبو کم ہو گئی تھی۔

ماریا نے سوچا کہ ابھی باہر چل کر بیٹھنا چاہیے۔ جب
آدھی رات کو ناگ واپس سانپ کی یا اپنی اصلی
شکل میں آ جائے گا تو وہ اسے آ کر گولی مار
دے گی۔

کیٹی اور ناگ کو ماریا کی خوشبو آنا بند ہو گئی۔
خلائی انسان نے پوچھا:

"یہ تمہاری دوست ماریا کیا کر رہی ہے؟
لگتا ہے اُس نے دھوکے سے عنبر کو چھوٹا
کرایا اور پھر اسے اٹھا کر غائب کر گئی ہے۔"

کیٹی نے غم زدہ ہو کر سر جھکا لیا۔ اس نے آہستہ
سے ناگ سے کہا:

"ناگ! اب کیا ہو گا۔ وہ چلی گئی ہے۔"

ناگ شہد کی مکھی بنا ابھی تک کیٹی کے گنجان
بالوں میں چھپا ہوا تھا کہنے لگا:

"ماریا دکھائی نہیں دیتی۔ اس کے پاس بھرا
ہوا ریوالور ہے۔ میں کسی بھی شکل میں اس
کے پاس گیا وہ مجھے آسانی سے کسی طرف
سے بھی آ کر گولی مار سکتی ہے۔ ہمیں انتظار
کرنا چاہیے۔"

کیٹی نے کہا:

"وہ عنبر کو نقصان پہنچا سکتی ہے۔"

ناگ بولا:

"وہ عنبر کو مار نہیں سکتی۔ اس کو قید کر سکتی
ہے۔ اسے کسی کنوئیں میں پھینک سکتی ہے۔
لیکن اسے قتل نہیں کر سکتی۔"

خلائی انسان تھیوسانگ کہنے لگا:

"ناگ ٹھیک کہتا ہے۔ اس وقت سب سے
زیادہ ضرورت ناگ کی جان بچانے کی ہے۔
کیوں کہ ناگ پر گولی اثر کر سکتی ہے
اور ماریا ایک تو کسی کو نظر نہیں آتی۔
دوسرے اس کے پاس ریوالور ہے۔ ہمیں
ناگ کو کسی ایسی جگہ چھپا دینا چاہیے جہاں
سے اس کی خوشبو باہر نہ نکل سکے۔"

ناگ بولا:

"کیٹی چاروں طرف سونگھ کر دیکھو۔ ماریا تو
یہاں نہیں ہے نا؟"

کیٹی نے ہال کمرے میں چاروں طرف گھوم کر
سونگھا۔ ماریا کی خوشبو کہیں نہیں تھی۔

"نہیں ناگ! ماریا یہاں نہیں ہے۔"

ناگ نے آہستہ سے کہا:

"مجھے اس کمرے کے کسی پائپ میں بند کر دو۔"

خلائی انسان اور کیٹی نے مل کر ایک دیوار میں پائپ تلاش کر لیا۔ اس پائپ میں سے ہوا اندر آ رہی تھی۔ کیٹی نے ناگ کو جو شہد کی مکھی کی شکل میں تھا اس پائپ میں بند کر دیا۔

اس عرصے میں فرعونِ مصر کی ممی اپنے ننھے سے تابوت میں برابر چیخ چیخ کر کہہ رہی تھی:

"ماریا باہر چٹان پر بیٹھی ہے اور وہ ناگ پر حملہ کرنے پھر آئے گی۔ عنبر اس کی مٹھی میں بند ہے۔"

مگر اس کی آواز کسی کو سنائی نہیں دے رہی تھی۔ کیٹی اور خلائی انسان بہت پریشان ہو رہے تھے۔ ماریا نے سب کو الگ الگ کر دیا تھا کیٹی نے خلائی انسان سے پوچھا:

"آخر وہ ایسا کیوں کر رہی ہے تھیوسانگ؟ تمہارا کیا خیال ہے؟ وہ تو عنبر ناگ اور مجھ سے

بے پناہ محبت کرتی تھی:

خلائی انسان کچھ سوچ کر بولا:

میں تو یہی سمجھتا ہوں کہ ماریا کے جسم کی نظر نہ آنے والی شعاعوں پر باہر کی ایٹمی تابکاری کی شعاعوں کا اثر ہو گیا ہے۔ یہ کیمیکل تبدیلی ہے جس نے اس کے محبت کے جذبات اور خیالات کو دشمنی میں بدل دیا ہے۔

کیٹی خاموش ہو کر بیٹھی رہی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ ان کے ساتھ کیا ہو رہا ہے۔ اچانک وہ اٹھی اور بولی:

میں باہر جا کر ماریا کو ایک بار پھر سمجھانے کی کوشش کرتی ہوں۔

خلائی انسان بولا:

میں تمہیں باہر جانے کا مشورہ نہیں دوں گا۔ ماریا کے سر پر خون سوار ہے۔ اگرچہ تم کو تو وہ کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی لیکن عنبر اس کے قبضے میں ہے۔ وہ عنبر کو کوئی نقصان نہ پہنچا دے۔

کیٹی نے کہا:

عنبر کو وہ کیا نقصان پہنچائے گی تھیوسانگ؟

عنبر تو مر نہیں سکتا۔"
خلائی انسان کہنے لگا:
"تم دیکھ لو۔ میں تو تمہیں باہر جانے کا مشورہ
نہیں دوں گا۔"
کیٹی بولی:
"مجھے یقین ہے ماریا میری بات مان جائے گی
وہ مجھ سے بڑی محبت کرتی ہے۔"
"تو پھر اس نے تم پر گولی کیوں چلائی؟"
ہیتوسانگ نے کہا:
کیٹی نے کہا:
"یہ اس کی ناسمجھی تھی۔ میں اسے قائل کر لوں گی
کہ وہ عنبر کو چھوڑ دے۔ تم یہیں رہنا میں اسے
اندر لے آؤں گی۔"
کیٹی یہ کہہ کر ہال کمرے کے دروازے سے باہر
نکل گئی۔
خلائی انسان ہیتوسانگ اکیلا رہ گیا تو سوچنے لگا
کہ ماریا کی جسمانی شعاعوں پر جو اپنی تابکاری کا اثر
ہوا ہے اسے کس طرح سے دور کیا جا سکتا ہے۔ وہ
ابھی اسی سوچ میں گم تھا کہ اچانک اسے کسی لڑکی کے سسکیاں

بھرنے کی آواز سنائی دی۔
خلائی انسان ایک دم سے چونک پڑا۔ یہ آواز کہاں
سے آ رہی ہے؟ یہ کون لڑکی سسکیاں لے رہی ہے۔
وہ جلدی سے اٹھا اور جدھر سے سسکیوں کی آواز آ رہی
تھی اس طرف چلا۔ یہ آواز کسی لڑکی کی تھی جو آہستہ
آہستہ سسکیاں بھر رہی تھی۔ خلائی انسان ایک شیلف کے
پاس جا کر رک گیا۔ آواز اس شیلف کی دوسری طرف
سے آ رہی تھی۔
خلائی انسان نے شیلف کو اچھی طرح دیکھا بھالا۔
ضرور یہاں سے کوئی راستہ دوسری طرف جاتا تھا۔ خلائی
انسان نے آواز دے کر پوچھا:
"تم کون ہو لڑکی؟"
دوسری طرف سے کمزور سی آواز آئی:
"میں جگنی ہوں۔ میں یہاں قید ہوں۔ مجھے بچاؤ۔"
خلائی انسان نے دو چار بار شیلف پر ہاتھ پھیرا تو
ایک جگہ اسے ایک کیل ابھرا ہوا محسوس ہوا۔ اس نے
کیل کو دبایا تو شیلف پیچھے ہٹ گیا۔ آگے زینہ تھا۔
وہ زینہ اتر گیا۔ یہاں بجلی کی روشنی تھی۔ اس نے دیکھا
کہ ایک سولہ سترہ سال کی سرخ بالوں والی امریکی لڑ

جس کا رنگ سرخ و سپید تھا دیوار کے ساتھ لگ
کر آنسو بہا رہی ہے۔
خلائی انسان کو دیکھ کر وہ اُٹھ کر اس کے پاس آ
"میرے ڈیڈی کو مشین سے نکالو۔ میرے ڈیڈی
کو مشین سے نکالو پلیز!"
"کس مشین میں ہیں تمہارے ڈیڈی؟" تھوسانگ نے پوچھا
"اُدھر — اس لیبارٹری میں۔"
اور خوبصورت سرخ بالوں والی لڑکی خلائی انسان کو
اپنے ساتھ ایک لیبارٹری میں لے گئی۔ یہ کوئی خلائی
تحقیق کی لیبارٹری لگتی تھی۔ کمرے کے درمیان میں شیشے
کا ایک گول سلنڈر لگا تھا جس کے اندر المونیم کی گول
میز پر ایک چوکور مشین پڑی تھی۔
جولی نے کہا:
"میرے ڈیڈی اس مشین کو ٹھیک کر رہے تھے
کہ غائب ہو گئے۔"
خلائی انسان نے جھک کر شیشے کے گول سلنڈر کو
دیکھا جو کافی بڑا تھا۔ اس کے اندر ایسی کون سی مشین
ہے؟ اسے دیکھنا چاہیے۔ خلائی انسان نے اپنے سیارے
میں اس سے بھی بہترین اور اعلیٰ مشین دیکھی تھی۔

مشین تو اسے بالکل ناکارہ سی لگ رہی تھی۔ اس نے
لڑکی جولی کو تسلی دی اور پوچھا کہ اس کا باپ
یہاں کیا کر رہا تھا؟
جولی نے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے کہا:
"میرا ڈیڈی ایک سائنس دان ہے جس وقت
ایٹمی جنگ شروع ہوئی تو اس کمپلیکس کے سارے
انجینئر اور سائنس دان اتفاق سے باہر گئے ہوئے
تھے۔ صرف میں اور ڈیڈی ہی اس لیبارٹری میں
موجود تھے۔ ڈیڈی کئی مہینوں سے اس مشین پر
کام کر رہے تھے۔ ان کا کہنا تھا کہ ایک
انسان اس مشین کے ذریعے ماضی کے زمانے کی
سیر کر کے واپس آ جائے گا۔"
خلائی انسان حیرت سے کبھی امریکی لڑکی اور کبھی
سلنڈر کے اندر رکھی ہوئی مشین کو تک رہا تھا۔ امریکی
لڑکی کہہ رہی تھی:
"میں ڈیڈی کے لیے کافی کا کپ لینے سلنڈر سے
باہر نکلی تو سبز روشنی کی بجلی سی چمکی۔ اور میں
نے دیکھا کہ مشین کے پاس میرا ڈیڈی موجود
نہیں تھا۔"

یہ کہہ کر امریکی لڑکی جولی نے دوبارہ سسک سسک کر رونا شروع کر دیا۔

خلائی انسان تھیوسانگ نے اسے تسلی دی اور کہا:

"مجھے وہ جگہ بتاؤ جہاں تمہارے ڈیڈی کھڑے تھے۔"

خلائی انسان سلنڈر کا شیشے کا دروازہ کھول کر اندر چلا گیا۔ امریکی لڑکی جولی اس کے پیچھے پیچھے تھی۔ خلائی انسان مشین کے سامنے جھک کر اسے غور سے دیکھنے لگا۔ اس پر مختلف رنگوں کے شیشے کے ڈائیل لگے تھے۔ نیچے ایک کمپیوٹر تھا۔ جس پر عجیب و غریب حرف اُبھر اُبھر کر بجھ رہے تھے۔

امریکی لڑکی جولی نے ایک طرف اشارہ کر کے کہا:

"ڈیڈی اس بٹن کو ٹھیک کر رہے تھے جب میں ان کے لیے کافی لینے باہر گئی۔"

خلائی انسان نے دیکھا کہ یہ ایک ایلومونیم کا چھوٹا سا بٹن تھا جو ذرا سا باہر کو نکلا ہوا تھا۔ خلائی انسان نے اس بٹن کو ذرا سا گھمایا۔ امریکی لڑکی جولی اس کے پاس ہی کھڑی تھی۔ خلائی انسان نے جھک کر دیکھا ایلومونیم کا بٹن باہر کو گرنے لگا تو خلائی انسان نے اسے اندر کو دبا دیا۔ بٹن کے دبتے ہی سبز روشنی کی بجلی

سی چمکی۔ ساری لیبارٹری ایک پل کے لیے چکا چوند ہو گئی۔ اس کے بعد اس مشین کے پاس نہ تو خلائی انسان تھیوسانگ وہاں پر موجود تھا اور نہ سرخ بالوں والی امریکی لڑکی وہاں تھی۔

دونوں غائب ہو چکے تھے۔ اس کے ساتھ ہی مشین میں سے ایک شعلہ لپکا اور اسے آگ لگ گئی۔ کیتھی جو ماریا کی تلاش میں اسے سمجھانے باہر گئی ہوئی تھی اس نے ماریا کی خوشبو کو کہیں بھی محسوس نہ کیا۔ ماریا اس سے دُور فضا میں اُوپر چلی گئی تھی تاکہ اگر ناگ باہر نکلے تو وہ اس پر اوپر سے ریوالور کا فائر کر سکے۔ ماریا نے کیتھی کو اکیلی آتے دیکھا تو اوپر ہی رہی۔ نیچے نہ آئی۔

کیتھی نے ماریا کو دو تین بار پکارا۔ پھر واپس اندر تہہ خانے میں چلی گئی۔ تہہ خانے میں آتے ہی اسے دھوئیں کی بُو محسوس ہوئی۔ وہ بھاگ کر دوسری طرف گئی۔ خلائی انسان وہاں نہیں تھا۔ دھواں ایک شیلف کے پیچھے سے آ رہا تھا۔ کیتھی نے تھیوسانگ کو آوازیں دیں۔ پھر شیلف کو دھکا دیا۔ تو وہ پیچھے ہٹ گیا اندر لیبارٹری میں دھواں بھرا ہوا تھا۔ کیتھی نے فوراً آگ

بجھانے والا پائپ اٹھا کر گیس کی مدد سے آگ
بجھا ڈالی۔ اس نے دیکھا کہ شیشے کے سنٹر میں دھواں
بھرا تھا اور میز پر رکھی کوئی کمپیوٹر قسم کی مشین جل
کر راکھ ہو چکی تھی۔

یہ ٹائم مشین تھی جو تباہ ہو گئی تھی۔

کیپٹن نے خلائی انسان حتیو سانگ کو یہاں بھی ادھر
ادھر دیکھا۔ اسے آوازیں دیں۔ وہ یہاں بھی نہیں تھا
کیپٹن جلدی سے بڑے ہال کمرے میں آ گئی۔ اس نے
لوہے کے دراز کو کھول کر ناگ کو دیکھا۔ ناگ شہد
کی مکھی کی شکل میں ابھی تک اسی طرح بیٹھا تھا۔
کیپٹن کو دیکھ کر ناگ خانے سے باہر آ گیا۔ آتے ہی
اس نے انسانی شکل اختیار کی اور کیپٹن سے پوچھا کہ
یہ آگ کہاں لگی تھی۔

کیپٹن نے اسے سارا ماجرا سنایا کہ آگ پیچھے ایک
لیبارٹری میں لگی تھی جو اس نے بجھا دی ہے اور
خلائی انسان غائب ہے۔ ناگ نے ماریا کے بارے
میں پوچھا اور کہا کہ اس کی خوشبو نہیں آ رہی وہ
کہاں ہے اور عنبر کا کیا حال ہے؟

کیپٹن نے کہا:

"باہر بھی ماریا کی خوشبو نہیں آ رہی۔ معلوم
ہوتا ہے کہ وہ عنبر کو لے کر کہیں چلی گئی ہے۔"

ناگ فکر مندی سے کہنے لگا:

"خلائی انسان کہاں چلا گیا؟ یہ ماریا کس کے
اشارے سے ہماری دشمن بن گئی ہے؟ کچھ
سمجھ نہیں آ رہا کہ یہ سب کچھ کیا ہو رہا ہے
فرعون مصر کا تابوت بھی اسی طرح چھوٹے
سائز میں پڑا ہے۔ خلائی انسان بھی کہیں ماریا
کے ہتھے تو نہیں چڑھ گیا؟"

کیپٹن نے کہا:

"میری تو عقل جواب دے گئی ہے۔"

ناگ اور کیپٹن مل کر خلائی انسان کو تلاش کرنے
لگے۔ انہوں نے بڑے ہال کمرے کا ایک ایک کونہ
چھان مارا۔ جگہ جگہ اسے آوازیں دیں مگر وہ انہیں کہیں
نہ ملا۔

ناگ نے شیلف کو دیکھ کر کہا:

"ضرور وہ اس شیلف کے راستے لیبارٹری میں
گیا ہوگا۔"

ناگ اور کیپٹن نے لیبارٹری میں جا کر دیکھنے لگے

شیشے کے بڑے سلنڈر کو دیکھا جو ایک ستون کی طرح
فرش پر جما ہوا تھا۔ ناگ نے اسے چاروں طرف سے
دیکھا اور سر کھجاتے ہوئے بولا:

"کچھ گڑبڑ لگتی ہے کیپٹن! یہ سلنڈر مجھے لگتا
ہے کہ انسان کو ایک جگہ سے دوسری جگہ لے
جانے کے لیے بنایا گیا تھا۔ اس کے اندر مشین
جل چکی ہے۔"

اس نے اندر جا کر جلی ہوئی مشین کے ٹکڑوں کو
دیکھا اور چونک کر بولا:

"کیپٹن! اگر میرا اندازہ غلط نہیں تو خلائی انسان
کسی دوسری دنیا میں نکل گیا ہے۔"

"تو کیا یہ ٹائم مشین ہے؟" کیپٹن نے پوچھا۔

"ہاں" ناگ بولا: "یہ ٹائم مشین کا جلا ہوا ڈھانچہ
ہے مجھے پورا یقین ہے کہ خلائی انسان نے
غلطی سے اس کا کوئی بٹن دبا دیا اور مشین کی
شعاعیں اسے اٹھا کر تاریخ کے کہیں پیچھے کے
زمانے میں لے گئی ہیں۔"

کیپٹن نے پریشان ہو کر اپنا سر تھام لیا۔

"ناگ بھیا! یہ چند لمحوں میں ہی ہم سب الگ

دوسرے سے جدا ہو گئے۔ اب صرف تم اور
میں ہی رہ گئے ہیں۔ تمہارے پیچھے بھی ماریا
ریوالور لے کر پڑی ہے۔ خدایا! ہمارا کیا انجام
ہونے والا ہے؟"

ناگ نے کیپٹن کو تسلی دی اور کہا:

"گھبرانے سے کچھ نہیں ہوگا کیپٹن۔ ہم تو مصیبتوں
کا مقابلہ کرتے چلے آ رہے ہیں۔ جب سے
ہمارا سفر شروع ہوا ہے ہم نے چین ہی نہیں
لیا۔ اب بھی خدا ہمیں اس مشکل سے نکال
دے گا۔ سب سے پہلے تو ہمیں اس بات کا
سراغ لگانا ہے کہ ماریا پر کس چیز نے اپنا اثر
ڈال رکھا ہے۔"

کیپٹن نے کہا:

"یہ کام آسان نہیں ہے۔"

ناگ نے کہا:

"یہ کام صرف تم ہی کر سکتے ہو۔ کیوں کہ تم پر
گولی اثر نہیں کرتی۔ تمہارا خلائی جسم گولی یا
خنجر کے زخم کو مٹا ڈالتا ہے۔"

یہی باتیں کرتے وہ ہال کمرے میں اپنی جگہ پر آ گئے

ناگ کو ابھی تک ماریا کی خوشبو نہیں آئی تھی۔ اس نے
کیٹی سے کہا:

"میں یہاں سے ایک خاص کیمیکل اپنے جسم
پر لگاتا ہوں اس کی وجہ سے ماریا کو میرے
جسم کی خوشبو نہیں آئے گی۔ میں چھوٹا سا سنپولیا
بن کر تمہارے سر کے بالوں میں چھپ جاؤں
گا۔ تم باہر جا کر ماریا سے رابطہ پیدا کر کے
معلوم کرنے کی کوشش کرو کہ اس پر کس نے
طلسم کر رکھا ہے۔"

کیٹی نے کہا:

"میں یہ کوشش پہلے بھی کر چکی ہوں مگر ماریا میرے
قریب نہیں آتی۔"

ناگ بولا:

"بہر حال ہمیں ماریا کے علاوہ عنبر کی بھی فکر ہے
اس سے پہلے کہ ماریا، عنبر کو لے کر کہیں چلی
جائے یا اسے کوئی نقصان پہنچائے ہمیں عنبر کو
اس کے پنجے سے چھڑانا ہو گا۔ یہاں بھی اب ہمارا
کوئی مقصد نہیں ہے۔ خلائی انسان ہم سے جدا
ہو گیا ہے۔ چلو یہاں سے باہر چلتے ہیں۔"

ناگ نے فرعون مصری کی ممی کے چھوٹے سے تابوت کو
اٹھا کر کیٹی کو دیا اور کہا:

"اس تابوت کو تم اپنی جیب میں چھپا کر رکھ لو
میں سنپولیا بن کر تمہارے بالوں میں چھپنے لگا ہوں۔"

کیٹی نے کچھ سوچ کر کہا:

"ناگ! یہاں اس ہال کمرے میں ایک ہیلی کاپٹر بھی
پڑا ہے۔ کیوں نہ ہم اس ہیلی کاپٹر میں بیٹھ کر فضا
میں ماریا سے رابطہ قائم کریں؟ میں تو ہیلی کاپٹر
چلا ہی لیتی ہوں۔"

ناگ بولا: "تو پھر ہیلی کاپٹر میں ایک مشین گن اور
ریوالور اور گولیوں کا بکس بھی رکھ لو۔"

ناگ نے اوپر کو سانس کھینچا اور ننھا سا سنپولیا بن
گیا۔ کیٹی نے اسے اٹھا کر اپنے بالوں میں چھپا لیا۔

O

تابوت کی آواز

کیٹی نیلے اور سفید رنگ کے ہیلی کاپٹر کے پاس آ گئی۔

ہیلی کاپٹر جدید قسم کا تھا اور اس کے اندر ہر قسم کا ساز و سامان لگا ہوا تھا۔ کیٹی نے اس کے اندر ایک لائٹ مشین گن اور ریوالور اور گولیوں کا بکس رکھا۔ پھر اوپر چھت کی طرف دیکھا جو اوپر سے بند تھی۔ کیٹی کو معلوم تھا کہ دیوار پر جو آلات لگے ہیں ان میں کوئی بٹن ایسا ہو گا جس کے دبانے سے چھت کھل جائے گی اور اس میں سے ہیلی کاپٹر باہر نکل جائے گا۔

کیٹی ایک ماہر خلا باز تھی۔ وہ خلائی جہاز چلایا کرتی تھی۔ یہ آلات اس کے لیے کوئی اجنبی نہیں تھے۔ اس نے دیوار کے ساتھ لگے پینل پر نگاہ ڈالی۔ ایک سرخ بٹن کے پاس تیر کا سرخ نشان تھا جس کا رُخ اوپر

کو تھا۔ کیٹی نے بٹن دبا دیا۔ ایک ہلکی سی آواز کے ساتھ چھت درمیان میں سے کھل گئی اور اندر دن کی روشنی آنے لگی۔

ناگ چونکہ ایک چھوٹے سانپ کی شکل میں کیٹی کے بالوں میں چھپا بیٹھا تھا اس لئے وہ اس کی زبان سمجھ سکتی تھی۔ ناگ نے کیٹی سے کہا کہ وہ شیشے کی نچلی الماری کے کونے میں پڑی ہوئی لیکوئیڈ گیس کی بوتل میں سے تھوڑا سا محلول لے کر اس کے سر پر لگا لے۔ اس طرح سے ماریا اس کی خوشبو محسوس نہیں کر سکیگی۔

کیٹی نے ناگ کو اپنے بالوں میں سے نکال ہاتھ میں لے لیا اور شیشے کی الماری کے پاس آ گئی۔ یہاں نچلے خانے میں ایک نیلے رنگ کی شیشی کھول کر اس میں سے محلول کے دو قطرے ناگ کی ہدایت کے مطابق اس کے سر پر مل دیئے۔

ناگ نے دھیمی سپھوپلے کی آواز میں کہا۔ "اب ماریا کو میری خوشبو نہیں آئے گی۔ تم مجھے ہیلی کاپٹر کے کسی خانے میں بھی رکھ سکتی ہو۔ لیکن بہتر یہی ہے کہ اپنے سر کے بالوں ہی میں چھپائے رکھو۔"

کیٹی نے ایسا ہی کیا اور ناگ کو اپنے بالوں میں چھپا لیا۔

پھر وہ ہیلی کاپٹر میں بیٹھ گئی اور اس نے سٹارٹ کر دیا۔ ہیلی کاپٹر کے بڑے بڑے پر گردش کرنے لگے۔ کیٹی نے سٹک پیچھے کھینچی تو ہیلی کاپٹر اٹھنے لگا۔ وہ اسے ہال کمرے سے نکال کر باہر فضا میں لے آئی۔ ہیلی کاپٹر کے باہر آتے ہی ہال کی چھت اپنے آپ مل گئی۔

کیٹی کے ہیلی کاپٹر نے اوپر فضا میں بلند ہو کر گھومتے چٹان والے پہاڑ کے ارد گرد چکر لگانے شروع کر دیے۔

"ماریا کی خوشبو مجھے محسوس ہونے لگی ہے تمہارا کیا خیال ہے کیٹی۔ کیا تم نے محسوس کی؟"

ناگ کے اتنا کہنے پر کیٹی نے سانس اوپر کو کھینچا اور پھر بولی:

"ہاں — ماریا کی خوشبو آنے لگی ہے۔ تم اب خاموش رہنا۔ کیوں کہ ہو سکتا ہے ماریا ہمارے آس پاس ہی منڈلا رہی ہو۔"

ناگ نے آہستہ سے کہا:

"تم اس سے دوستی کرنے کی کوشش کرنا۔ تم

اس پر یہ اثر ڈالو کہ تم بھی عنبر ناگ سے تنگ آ چکی ہو اور اب واپس اپنی خلائی دنیا میں جانا چاہتی ہو۔ خلائی انسان کے بارے میں کہہ دینا کہ وہ واپس چلا گیا ہے۔"

کیٹی نے ماریا کی خوشبو کو قریب آتے محسوس کیا تو ناگ چپ ہو گیا۔ کیوں کہ اسے بھی ماریا کی خوشبو تیز سے تیز تر ہوتی محسوس ہونے لگی تھی۔

ماریا نے کیٹی کو ہیلی کاپٹر میں دیکھا تو وہ تیزی سے پہلے نیچے تہہ خانے میں گئی۔ وہاں اسے ناگ کی خوشبو نہ آئی۔ اس نے ہال کمرے میں چاروں طرف گھوم پھر کر دیکھا۔ ناگ وہاں نہیں تھا۔ ماریا ہال کمرے سے نکل کر اوپر ہوا میں آ گئی۔ کیٹی ہیلی کاپٹر میں اکیلی بیٹھی تھی۔ ماریا نے اس کے گرد ہوا میں ایک چکر لگایا۔ بچے کی انگلی کے سائز کا عنبر اس کی مٹھی میں بند تھا اور ماریا کو پکارتے پکارتے اب تھک چکا تھا۔ ناگ اور کیٹی کو اب یہ فکر اور پریشانی بھی تھی کہ خلائی انسان تو گم ہو گیا ہے اب عنبر کو پھر سے بڑے سائز میں کون لائے گا؟

ماریا ایک ہاتھ میں ریوالور تھامے ہوئی تھی۔

کیٹی نے جب ماریا کی خوشبو بہت قریب محسوس کی
تو اس نے چیخ کر کہا:
"ماریا! میں تم سب لوگوں سے تنگ آ چکی
ہوں۔ اب میرا یہاں دل بالکل نہیں لگتا۔ تم
نے عنبر نے۔ اور ناگ نے میرے ساتھ دغا کیا
ہے اور مجھے اکیلا چھوڑ دیا ہے۔ میں اب تم
لوگوں کے پاس ہرگز نہیں رہنا چاہتی۔ میرا ساتھی
خلائی انسان بھی مجھے تنہا چھوڑ کر اپنی خلائی
دنیا میں جا چکا ہے۔ بس اب میں بھی اپنی
دنیا میں واپس چلی جاؤں گی۔ جہنم میں جائے
ناگ اور عنبر — مجھے ان دونوں سے نفرت
ہو گئی ہے۔"

ماریا نے یہ سنا تو آہستہ سے ہوا میں سے اُتر کر
کیٹی کے پاس ہیلی کاپٹر میں آ گئی۔ چونکہ ماریا پر رگھو
راجہ کے شیطان صفت کالو پجاری کے جادو کا اثر
اسی طرح تھا اس لیے وہ ابھی تک عنبر ناگ کیٹی
کی دشمن تھی۔ اس نے جب سنا کہ کیٹی بھی عنبر ناگ
کی دشمن بن گئی ہے تو وہ کیٹی کے ساتھ والی سیٹ
پر بیٹھتے ہوئے بولی:

"کیٹی! تم اگر عنبر ناگ کی دشمن ہو تو مجھے بتاؤ
کہ ناگ کہاں ہے؟"
کیٹی نے ناگ کو برا بھلا کہا اور بولی:
"کم بخت مجھے کیا خبر کہاں بھاگ گیا ہے مجھے
اکیلا چھوڑ کر۔ میں تو اب اس کی شکل بھی
نہیں دیکھنا چاہتی۔ تم نے مجھ پر پستول کا فائر
کیوں کیا؟ میں تو خود عنبر ناگ سے جان
چھڑانا چاہتی ہوں۔"
ماریا نے کہا:
"تم نے ناگ کو کس طرح جاتے دیکھا تھا؟"
ناگ کیٹی کے بالوں میں چھپا یہ ساری باتیں سن
رہا تھا۔ کیٹی بڑے عمدہ طریقے سے اداکاری کر رہی تھی۔
کیٹی بولی:
"تم نے جب اس پر گولی چلائی تو کم بخت
غائب ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد واپس آیا اور
بولا۔ میں اپنی جان بچا کر جا رہا ہوں کیٹی۔
تم بھی اپنی جان بچاؤ یہ کہہ کر وہ چڑیا بن
کر اڑ گیا۔ خدا جانے کم بخت کہاں مارا مارا
پھر رہا ہو گا۔"

ماریا خاموش رہی۔ کیٹی نے کہا:
"ماریا! میں تو واپس اپنی خلائی دنیا میں جا رہی
ہوں۔ جنوبی امریکہ میں ایک جگہ ہماری خلائی
دنیا کا ایک خلائی آدمی کسی جنگل کے غار میں
رہتا ہے۔ میں اس کے پاس جا رہی ہوں۔ کوشش
کروں گی کہ اس کے ساتھ واپس خلائی سیارے
میں چلی جاؤں۔"
ماریا نے غصے سے کہا:
"تم ناگ کو میرے حوالے کیے بغیر یہاں سے
نہیں جا سکتیں۔"
کیٹی نے بھی غصے سے جواب دیا:
"مجھے کیا پتہ وہ بدبخت کہاں ہے۔ مجھے اگر
اس کا پتہ چل جائے تو میں خود اس کو مار
ڈالوں۔ تم بھی میری جان چھوڑو۔ میں تم میں سے
کسی سے بات نہیں کروں گی۔"
ماریا کو یقین ہو گیا کہ کیٹی بھی عنبر ناگ کی دشمن
ہو گئی ہے۔ مگر اس کے باوجود وہ جادو کے اثر کی
وجہ سے کیٹی پر بھروسہ نہیں کر سکتی تھی۔
کیٹی نے ہیلی کاپٹر کو ایک طرف گھماتے ہوئے کہا:

"اس کم بخت عنبر کو تم نے کہاں رکھا ہے؟
میں تو کہتی ہوں کہ اسے بھی کسی ایسے گہرے
اندھے کنوئیں میں پھینکنا کہ جہاں سے وہ پھر
کبھی باہر نہ نکل سکے۔"
ماریا نے کہا:
"عنبر ابھی تک میری مٹھی میں ہے۔ میں اسے
زمین کی گہرائیوں میں ایسی جگہ دفن کروں گی
کہ جہاں یہ قیامت تک اسی طرح پڑا رہے
گا۔ نہ زندوں میں ہو گا۔ نہ مُردوں میں۔"
کیٹی سوچنے لگی کہ ماریا سے یہ کس طرح معلوم کیا
جائے کہ اس پر کس نے اپنا اثر ڈالا ہوا ہے۔
وہ ماریا سے بولی:
"ماریا اگر تم کو کسی نے عنبر ناگ اور مجھے ہلاک
کرنے کے لیے بھیجا ہے تو اس میں برائی کی
کوئی بات نہیں اور اگر تم نے خود یہ فیصلہ
کیا ہے تب بھی یہ اچھی بات ہے۔ میں بھی
یہی چاہتی ہوں کہ عنبر ناگ سے اب ہمیں نجات
حاصل کر لینی چاہیے۔"
ماریا نے اسے جھڑکتے ہوئے کہا:

"مجھے تمہارے مشورے کی ضرورت نہیں ہے تم
کون ہوتی ہو یہ پوچھنے والی کہ مجھے کس سے ڈر
ہے؟ میں خود ناگ کو ڈھونڈ لوں گی۔ وہ میرے
ریوالور کی گولیوں سے بچ کر کہیں نہیں جا سکتا"
اس کے بعد ماریا کی خوشبو غائب ہو گئی۔
ناگ نے آہستہ سے کہا:
"میرا خیال ہے ماریا جا چکی ہے"
کیٹی کچھ دیر خاموش رہی۔ اس نے ناگ کو بھی خاموش
رہنے کے لیے کہا۔ وہ ہیلی کاپٹر کو اڑائے لیے جا رہی
تھی۔ جب وہ اس علاقے سے کافی دور نکل گئی اور
جب فضا میں ماریا کی خوشبو بالکل ہی باقی نہ رہی تو
کیٹی نے آہستہ سے کہا:
"یہ ماریا میرے جال میں نہیں پھنسی۔ اب کیا
کریں گے؟"
ناگ نے جواب میں ایک سانس بھر کر کہا:
"کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ عنبر ابھی تک اس کی
قید میں ہے خدا جانے وہ اسے کس جگہ لے
جا کر زمین کی گہرائیوں میں دفن کرنے والی ہے
اتنے چھوٹے سائز کی وجہ سے عنبر کی طاقت

بہت کم رہ گئی ہے اور وہ خود زمین کے
اندر سے باہر نہ آ سکے گا"
کیٹی بولی: "تو پھر کیا کریں؟ ہماری یہ چال بھی
ناکام ہو گئی ہے"
کیٹی نے کانوں پر ہیڈ فون لگا کر اس کی تار
ایک جگہ لگا دی کہ اگر فضا میں کسی طرف سے کوئی
سگنل آ رہا ہو تو وہ اسے سن سکے۔ مگر فضا میں کسی
طرف سے کوئی سگنل نہیں آ رہا تھا۔ ساری دنیا تباہ
ہو چکی تھی۔ سگنل کس کنٹرول ٹاور سے آتا۔ کیٹی نے
تار کھینچ لی۔ ہیڈ فون ابھی تک اس کے کانوں پر
لگا تھا۔ ہیڈ فون کی تار کیٹی کے جیب کے بالکل ساتھ
لگی ہوئی تھی۔ اس جیب میں ماچس کی ڈبیا کے سائز
کا فرعونِ مصر کا تابوت بھی تھا۔
فرعونِ مصر کی ممی تھوڑی تھوڑی دیر بعد کیٹی کو
بلاتی تھی۔ آواز دیتی تھی مگر باریک اور کمزور ہونے کی
وجہ سے کیٹی اور ناگ اس کی آواز نہیں سن سکتے تھے
اب جو ہیڈ فون کی انتہائی طاقتور تار تابوت والی
جیب کے ساتھ لگی تو کیٹی کے کانوں میں فرعونِ مصر
کی آواز آئی۔ وہ چونکہ ہزاروں برس پرانی مصری زبان

میں بول رہا تھا اس لیے کیٹی کی سمجھ میں نہ آیا کہ یہ
کس کی آواز ہے۔ اس نے چونک کر جیب کی طرف
دیکھا اور ناگ سے کہا:

"ناگ بھیا! میری جیب میں رکھے تابوت میں
سے ایک آواز آ رہی ہے۔"

ناگ کیٹی کے سر کے بالوں میں سے نکل کر ہیلی کاپٹر
کی خالی سیٹ پر آ گیا۔ اس نے جب اطمینان کر لیا
کہ ماریا کی خوشبو کہیں نہیں ہے تو ہلکی سی پھنکار ماری
اور انسانی شکل اختیار کر لی۔

"لاؤ یہ ہیڈ فون مجھے دے دو۔ میرا خیال ہے
فرعونِ مصر کی ممی کچھ کہہ رہی ہے۔"

ناگ نے ہیڈ فون اپنے کانوں سے لگا لیا۔ اس
ہیڈ فون میں ایک ایسا ننھا سا ایمپلی فائر لگا تھا جو
باہر کی آواز کو بڑا کر دیتا تھا۔ ناگ ہزاروں برس پرانی
مصری زبان جانتا تھا۔ اس نے جونہی تار کیٹی کی جیب
میں پڑے تابوت سے لگایا تو اسے ممی کی آواز آئی:

"ناگ سنو! ماریا پر رگھو راجہ کے کالو پجاری
نے جادو کر رکھا ہے۔ رگھو راجہ کے یم دوت
نے اس ساری دنیا کو ایٹمی جنگ کی بھٹی میں

جھونکنا ہے۔ رگھو راجہ اب ساری دنیا پر اکیلا
قبضہ کرنا چاہتا ہے لیکن اسے یم دوت نے
بتایا ہے کہ اس زمین پر عنبر ناگ اور کیٹی
تین ایسے انسان ہیں جو بہت طاقتور ہیں اور
ان کے ہوتے ہوئے وہ ساری دنیا کا حاکم نہیں
بن سکتا۔ چنانچہ رگھو راجہ نے یم دوت کی
مدد سے ماریا کو اپنے قابو میں کیا پھر کالو پجاری
نے اس پر ایسا جادو کیا کہ وہ تم لوگوں کی
دشمن بن گئی۔ تب رگھو راجہ نے ماریا کو یہاں
بھیجا کہ وہ تم لوگوں کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے
ختم کر ڈالے تاکہ وہ اکیلا ساری دنیا کا مالک
بن بیٹھے۔"

ناگ تو یہ سن کر دنگ رہ گیا۔ اس نے یہ ساری
گفتگو کیٹی کو بیان کر دی۔ پھر ناگ نے فرعونِ مصر
کی ممی سے پوچھا:

"مقدس فرعون کی ممی! یہ بتاؤ کہ یہ رگھو راجہ
کس ملک میں رہتا ہے؟"

فرعونِ مصر کی ممی نے کہا:

"اب تو دنیا پر کوئی ملک نہیں رہا۔ ایٹمی

جنگ نے دنیا کے ہر ملک اور اس کی آبادی
کو ختم کر دیا ہے۔ ہاں یہاں سے ہزاروں میل
دور ملک ہندوستان کے پہاڑ بندھیاچل کی
ایک پہاڑی چوٹی پر ہنومان جی کا چھوٹا سا
مندر ہے۔ اس مندر کے نیچے راجہ رگھو نے
اپنی طلسمی دنیا آباد کر رکھی ہے۔"

ناگ نے پوچھا:

"کیا تمہیں معلوم ہے کہ ماریا اس وقت کہاں
پر ہے؟"

فرعونِ مصر کی ممی نے جواب دیا:

"ماریا تمہاری تلاش میں اس علاقے میں دور
ریگستان کی طرف گئی ہے۔ اس کا خیال ہے کہ
تم سانپ بن کر اُدھر ہی گئے ہو گے۔"

ناگ نے فرعونِ مصر کی ممی کا شکریہ ادا کیا تو فرعون
مصر نے سوال کیا:

"ناگ، بتاؤ کہ میں اب کس طرح بڑا ہوں گا
کیوں کہ خلائی انسان جس نے مجھے بڑا کرنا تھا
وہ تو غائب ہو چکا ہے۔"

کیٹی نے فوراً سوال کیا:

"ناگ! ممی سے پوچھو کہ خلائی انسان کہاں ہے؟"

ناگ نے کہا:

"یہی وہ خود ہی بتا رہی ہے۔"

ناگ نے فرعونِ مصر کی ممی سے جب یہ سوال کیا
کہ خلائی انسان ہیتوسانگ کہاں غائب ہو گیا ہے تو
فرعونِ مصر کی ممی نے ایک گہرا سانس بھر کر کہا:

"اس سے ایک غلطی ہو گئی تھی۔ لیبارٹری کی
ٹائم مشین کا اس نے وہی بٹن دبا دیا جو اسے
نہیں دبانا چاہیے تھا۔ وہ تاریخ کے کسی پرانے
زمانے میں پہنچ چکا ہے۔"

ناگ تو دنگ ہو کر رہ گیا۔

"کیا کہا؟ تاریخ کے پرانے زمانے میں؟"

"ہاں ناگ۔" فرعونِ مصر کی ممی نے جواب دیا۔
"خلائی انسان کے ساتھ ایک امریکی لڑکی جولی
بھی ہے۔ اس کا باپ اس سے پہلے ٹائم مشین
میں غائب ہو چکا ہے۔"

جب ناگ نے یہ بات کیٹی کو بتائی تو وہ بھی
سکتے میں آ گئی۔ سب سے زیادہ فکر ان دونوں کو اس
بات کا تھا کہ اگر وہ عنبر کو ماریا کے چنگل سے

چھڑانے میں کامیاب ہو گئے تو اسے بڑے سائز کا
کون کرے گا؟ فرعون مصر سے جب پوچھا گیا کہ خلائی
انسان تاریخ کے کس دور میں جا چکا ہے اور کیا وہ
واپس آئے گا؟ تو اس نے سخت مایوسی کے عالم
میں بتایا کہ وہ یہ نہیں جانتا۔ جو کچھ وہ جانتا تھا
اس نے بتا دیا ہے۔

ناگ نے ہیڈ فون اتار کر رکھ دیا اور کیٹی سے کہا
"ایک بات صاف ظاہر ہے کہ اب کچھ عرصے
تک ماریا کو میری خوشبو نہیں آئے گی جو
کیمیکل میں نے اپنے سر پر لگایا ہے اس
کا کم از کم ایک ماہ تک اثر رہے گا۔ اگر
ماریا کی خوشبو محسوس ہوئی تو میں پھر سے سپنولیا
بن کر تمہارے بالوں میں گھس جاؤں گا۔"
کیٹی نے پوچھا:
"اب ہمیں کس طرف چلنا چاہیے؟"
ناگ نے کہا:
"ہمیں ہندوستان کے بندھیاچل کے پہاڑ کی
طرف چلنا ہو گا۔ جس کی چوٹی پر ہنومان جی
کے مندر کے نیچے کالو پجاری رہتا ہے۔

اسی نے ماریا پر جادو کیا ہے۔ وہی ماریا
کے جادو کے اثر کو ختم کر سکتا ہے۔"
کیٹی نے کہا: "ہندوستان کا ملک تو یہاں سے بہت دور
ہے۔ اس ہیلی کاپٹر میں اتنا پیٹرول نہیں ہے۔"
ناگ بولا: "تم ہندوستان کی طرف رخ موڑ
دو۔ آگے جو ہو گا دیکھا جائے گا۔"
کیٹی نے سامنے لگے ڈائیل پر ہندوستان کے
نقشے کو دیکھا اور سوئی ہندوستان کی طرف گھما دی۔
ہیلی کاپٹر کا رخ مشرق کی طرف ہو گیا۔
کیٹی نے پٹرول چیک کیا۔ ہیلی کاپٹر میں پٹرول کی
جگہ مائع گیس تھی۔ یہ نہایت اعلیٰ قسم کا فیول تھا۔
اس مائع گیس سے ہیلی کاپٹر کی ٹنکی بھری ہوئی تھی۔ اس
نے ناگ کو بتایا کہ اس گیس کی وجہ سے ہم ہندوستان
کے ساحل پر پہنچ سکتے ہیں۔
ہیلی کاپٹر اڑا چلا جا رہا تھا۔ شام ہو گئی۔ پھر رات
کا اندھیرا چھا گیا۔ رات بھی گزر گئی۔ دن چڑھ گیا۔
کیٹی نے نیچے دیکھا۔ ہیلی کاپٹر سمندر کے اوپر سے گزر
رہا تھا۔ سمندر میں زبردست طوفان آیا ہوا تھا۔ ابھی

تابکاری کی وجہ سے پورب اور شمالی افریقہ کے
پہاڑوں کی برف پگھل پگھل کر سیلاب کی صورت میں
سمندر میں آ رہی تھی۔

دوسری طرف ماریا جنوبی امریکہ کے ریگستانی علاقے
میں نکل گئی تھی۔ اس کا خیال تھا کہ ناگ سانپ کی
شکل اختیار کر کے اس ریگستان کی جانب آیا ہوگا۔
ریگستان ویران تھا۔ دھوپ انتہائی تیز تھی جس جگہ پہلے
شہر آباد تھے وہاں ان شہروں کا ملبہ بکھرا پڑا تھا۔ ایٹمی
جنگ یہاں بھی چپے چپے پر تباہی و بربادی پھیلا
گئی تھی۔ ماریا کو فضا میں ناگ کی خوشبو نہیں آ رہی
تھی۔ وہ بڑی حیران تھی کہ ناگ کہاں غائب ہو گیا ہے
عنبر ابھی تک اس کی مٹھی میں بند تھا۔

جب ماریا کو ناگ کا کچھ پتہ نہ چلا تو اس نے
رگھو رام کے مندر میں واپس جانے کا فیصلہ کر لیا
اور جنوبی ریگستان کی طرف ہوا میں اڑنے لگی۔ اس کی
رفتار بے حد تیز تھی۔ ریگستان ختم ہوا تو سمندر شروع
ہو گیا۔ یہ سمندر افریقہ کے ساحل تک ہزاروں میل
میں پھیلا ہوا تھا۔ ماریا نے عنبر کو مٹھی میں بند کر رکھا
تھا۔ وہ جیٹ ہوائی جہاز سے بھی تیز رفتار میں اڑ رہی

جاری تھی۔ اس اڑان میں اس کا اپنا ارادہ بھی شامل
تھا اس لیے اس کی رفتار تیز ہو گئی تھی۔
وہ افریقہ کا ساحل پار کر گئی۔ اس نے دیکھا کہ
افریقہ میں بھی ایٹمی جنگ کے بعد کوئی شہر، کوئی ملک
سلامت نہیں رہا تھا۔ اس جنگ نے تو واقعی ساری
دنیا کی آبادی کو ختم کر دیا تھا۔ افریقہ کا ملک ختم
ہوا تو وہ بحیرۂ عرب میں آ گئی۔ یہاں بھی سمندر میں
پہاڑوں کا پانی طوفان کی طرح داخل ہو رہا تھا اور
بڑی بڑی موجیں اوپر اٹھ رہی تھیں۔ اس سمندر
کے اوپر سے گزر کر ماریا ہندوستان کی زمین کے
اوپر آ گئی۔

کوہ بندھیاچل ساحل سمندر سے زیادہ دور نہیں
تھا۔ وہ بندھیاچل کے ہنومان جی کے مندر والی
چوٹی پر اتر آئی۔ مندر کے تہہ خانے میں کالو پجاری
پوجا کر رہا تھا۔ اسے جادو کے ذریعے ماریا کی آمد
کا پتہ چل گیا۔ وہ شاہی محل کے مندر سے باہر نکل
آیا۔ اس نے فضا میں غائب ماریا کو دیکھ لیا۔ وہ جادو
کے ذریعے ہر غیبی چیز کو دیکھ سکتا تھا۔ اس نے ماریا
سے سوال کیا۔

"کیا تم ہمارے دشمنوں کو ختم کر آئی ہو؟"
ماریا نے کہا:

"مہاراج! میں سب سے بڑے دشمن کو پکڑ کر لے آئی ہوں۔ دوسرا دشمن فرار ہو کر شاید زمین کے اندر چلا گیا ہے۔ خلائی انسان واپس اپنے خلائی سیارے پر جا چکا ہے۔"
کالو پجاری نے کہا:

"ہمارے سب سے بڑے دشمن کو میرے حوالے کرو۔"
ماریا نے عنبر کو مٹھی میں سے نکال کر نیچے زمین پر رکھ دیا۔ کالو پجاری نے دیکھا کہ زمین پر چھوٹی انگلی جتنا ایک آدمی ادھر ادھر بھاگنے کی کوشش کر رہا ہے۔ کالو پجاری نے ایک منتر پڑھ کر اس پر پھونکا۔ عنبر وہیں اپنی جگہ پر پتھر کی ننھی سی مورتی بن کر رہ گیا۔ کالو پجاری نے عنبر کو اٹھایا اور ماریا کی طرف دیکھ کر کہا:

"تم میری کوٹھڑی میں چل کر بیٹھو۔ میں راجہ سے مل کر آتا ہوں۔"

کالو پجاری ماریا کو اس کی بالکل اصلی شکل میں دیکھ رہا تھا۔ سنہری بال، سرخ و سفید خوبصورت چہرہ [illegible]

کالو پجاری نے دل میں فیصلہ کر رکھا تھا کہ وہ اس حسینہ کو ہمیشہ اپنے قبضے میں رکھے گا اور اس سے شادی کرے گا۔ ماریا چونکہ اس کے جادو کے اثر میں تھی اس لیے آہستہ سے سر جھکا کر بولی:
"جو حکم مہاراج!"
اور شاہی مندر میں کالو پجاری کی کوٹھڑی میں جا کر بیٹھ گئی۔
کالو پجاری عنبر کی چھوٹی سی مورتی لے کر سیدھا راجہ رگھو کے پاس پہنچا۔ جا کر جھک کر سلام کیا اور عنبر کی مورتی دکھا کر کہا:
"مہاراج! ماریا نے میرے جادو کی طاقت سے آپ کے سارے دشمنوں کو ختم کر دیا ہے۔ یہ سب سے بڑا دشمن تھا جو مر نہیں سکتا تھا۔ اس لیے وہ اسے پتھر کی مورتی بنا کر لے آئی ہے۔ یہ مورتی عنبر کی ہے۔ عنبر ہزاروں سال سے زندہ چلا آ رہا ہے۔ اس میں بڑی طاقت تھی مگر اب اس کی ساری طاقت ختم ہو گئی ہے۔"
راجہ رگھو نے عنبر کی ننھی سی مورتی کو غور سے دیکھا۔ اس کے چہرے پر [illegible] مسکراہٹ خود بخود [illegible]

اس نے بازو بلند کر کے کہا،
"کالو پجاری! تم نے بہت بڑا کام کیا ہے۔
اب ہمارے جشنِ تاج پوشی کا بندوبست کرو۔
ہم بہت جلد اوپر والی دنیا پر جا کر ساری
دھرتی ساری زمین پر اپنی حکومت کا اعلان
کر دیں گے۔"

کالو پجاری نے جان بوجھ کر راجہ رگھو کو یہ
نہیں بتایا تھا کہ ماریا صرف ایک دشمن کو پکڑ کر
لائی ہے۔ باقی دشمن ناگ اور کیٹی کا کچھ پتہ نہیں
چل سکا کیوں کہ وہ نہیں چاہتا تھا کہ راجہ ماریا کو
ایک بار پھر دشمنوں کی تلاش میں بھیجے۔ کالو پجاری ماریا
کو اپنے پاس ہی رکھنا چاہتا تھا۔ وہ اس سے بیاہ کرنے
کا خواہش مند ہو تھا۔ اس نے جھک کر راجہ رگھو کو
نمسکار کیا اور اپنی کوٹھڑی کی طرف چلا۔

کوٹھڑی میں جاتے ہی اس نے دیکھ لیا کہ وہ
دیوار کے ساتھ بیٹھی ہے۔ عنبر کی مورتی کالو پجاری
نے اپنی جیب میں رکھ لی تھی۔ ماریا کو بھی پتہ
چل گیا تھا کالو پجاری اسے دیکھ سکتا ہے۔ وہ چونکہ
اس کے جادو کے اثر میں تھی اس لیے اس کے حکم

کے بغیر کہیں نہیں جا سکتی تھی۔
کالو پجاری نے ماریا کی طرف دیکھ کر کہا،
"ماریا! جب تک ناگ اور کیٹی اپنے آپ
تمہاری تلاش میں ادھر نہیں آتے تو میرے
پاس رہے گی۔"
ماریا نے کہا، "جو حکم مہاراج!"
کالو پجاری ماریا کے پاس آ کر بولا،
"ماریا! میں نے فیصلہ کیا ہے کہ تم سے شادی
کر کے تمہیں اپنی دلہن بناؤں گا۔ کہو۔ کیا
تم راضی ہو؟"
ماریا کو یہ بات آج تک کسی نے نہیں کہی تھی۔
اس نے چونک کر کالو پجاری کی طرف دیکھا اور کہا،
"مہاراج! میں آپ کی خادمہ ہوں۔ آپ مجھے
جو کہیں گے وہی کروں گی۔"
کالو پجاری نے ایک قہقہہ لگایا۔
"شاباش ماریا! تو بڑی اچھی دیو داسی ہے۔ میں
تمہیں ساری دنیا کی مہارانی بناؤں گا۔ راجہ رگھو
بوڑھا ہو گیا ہے۔ اس کی کوئی اولاد بھی نہیں
ہے۔ جب یہ مر گیا تو اس کے بعد میں ہی

دنیا کا تخت سنبھالوں گا اور تم میری مہارانی
ہو گی۔ ایک ماہ بعد پہلی پورن ماشی کو میں
تم سے بیاہ کروں گا۔ اب تم آرام کرو۔"
ماریا چپکے سے وہیں لیٹ گئی۔
کالو پجاری کوٹھڑی سے نکل کر مندر کے تہہ خانے
میں گیا۔ یہاں ایک صندوق زمین کے اندر گڑا ہوا تھا
کالو پجاری نے عنبر کی مورتی کو صندوق میں رکھ کر
بند کر کے تالا لگا دیا۔ کالو پجاری کے دشمن بھی ناگ
اور کیٹی تھے۔ کیوں کہ اسے معلوم تھا کہ وہ ماریا کو
واپس حاصل کرنے وہاں ضرور آئیں گے۔ کالو پجاری بڑا
زبردست جادوگر تھا۔ اس نے ایک خاص منتر پڑھ کر
ہنومان جی کے مندر کے تہہ خانے میں کھلنے والے
دروازے پر پھونک دیا تاکہ اگر ناگ یا کیٹی ادھر
گئے تو جادو میں پھنس کر رہ جائیں۔ راجہ رگھو کے حکم سے
جشن تاجپوشی کی تیاریاں شروع کر دی گئیں۔
دوسری طرف ناگ اور کیٹی ہیلی کاپٹر کو لیے بندھیاچل
کے پہاڑ پر پہنچ گئے تھے۔ انہوں نے پہاڑ کی چوٹی
پر ایک جگہ ہیلی کاپٹر اتار دیا۔ ناگ اب اس کے
بالوں سے نکل کر انسانی شکل میں کیٹی کے پاس ہی بیٹھا

تھا۔ ابھی وہ ہیلی کاپٹر کے اندر ہی تھے۔ ناگ نے ایک
طرف درختوں میں ہنومان جی کے مندر کی طرف دیکھ
کر کہا:
"مجھے ماریا کی خوشبو محسوس ہو رہی ہے۔"
کیٹی بولی: "ہاں۔ یہ خوشبو مجھے بھی آ رہی ہے۔"
ناگ اسی وقت چھوٹا سا سانپ بن کر کیٹی کے
بالوں میں چلا گیا۔
ناگ نے کہا: "کیٹی! یہ کوئی بہت پرانا مندر ہے
ہو سکتا ہے ماریا اس مندر میں چھپی بیٹھی ہو۔
اور اس مندر کے اردگرد جادو کا دائرہ ہو۔"
کیٹی بولی: "ناگ بھیا! تم تو جانتے ہو کہ میں
خلائی مخلوق ہوں۔ مجھ پر جادو کا اثر نہیں
ہوتا۔ میں جا کر دیکھتی ہوں کہ ماریا وہاں ہے
کہ نہیں۔"
کیٹی نے اپنی جیب سے فرعون مصر کا ننھا تابوت نکال
کر ہیلی کاپٹر کی سیٹ پر رکھا۔ اس کے ساتھ ہی ناگ کو بالوں
میں سے نکالا اور ہیلی کاپٹر کی سیٹ پر بٹھا دیا۔
"میں جا رہی ہوں ناگ! تم ہوشیار رہنا۔"
"کوئی فکر نہ کرو۔ مگر تم دیر مت لگانا۔"

ناگ کی باریک سی آواز سنائی دی۔ کیٹی ہیلی کاپٹر سے
نکلی اور ہنومان جی کے مندر کی طرف بڑھی۔ ماریا کی خوشبو
اسی مندر سے آرہی تھی۔ کیٹی نے دیکھا کہ مندر کے اندر ہنومان جی کا بت
تھا۔ ابھی شام کا اندھیرا نہیں پھیلا تھا۔ دن کی روشنی پھیلی
تھی مگر بت کے پاس دیا جل رہا تھا۔ کیٹی نے دروازے میں
قدم رکھا تو اسے ایک زبردست جھٹکا لگا۔ وہ پیچھے کو گر
پڑی۔ سمجھ گئی کہ یہاں جادو کا دائرہ شروع ہوتا ہے۔
کیٹی نے دوبارا آگے قدم بڑھایا۔

○

جادوگر پجاری

کیٹی کو ایک بار پھر جھٹکا لگا۔
اس دفعہ جھٹکا لگتے ہی وہ گر پڑی۔ اس نے اٹھنے
کی کوشش کی، تو اسے محسوس ہوا کہ وہ اٹھ نہیں سکتی
ہے۔ اس نے بازو اور ٹانگیں ہلانی چاہیں لیکن وہ تو
پتھر کی طرح سخت ہو گئی تھیں پھر اسے جیسے کسی نے
اندر کی طرف کھینچنا شروع کر دیا۔ وہ ایک بے جان
پتھر کے بت کی طرح مندر کے اندر گھسٹتی چلی گئی۔ آگے
نیچے جانے والے تہہ خانے کا دروازہ آگیا۔ یہ دروازہ
کھل گیا۔ ایک بت کی طرح کسی نے اسے اس دروازے
کے اندر کھینچ لیا۔ دروازہ بند ہو گیا۔
کیٹی کی آنکھیں کھلی تھیں۔ وہ دیکھ رہی تھی۔ فضا میں
کسی کے قدموں کی چاپ بھی سن رہی تھی جو آہستہ
آہستہ اس کے قریب آ رہی تھی۔ مگر وہ بول نہیں
سکتی تھی۔ اس نے دو ایک بار زور سے کسی کو مدد

کے لیے پکارنا چاہا مگر ہر بار آواز اس کے حلق سے
باہر نہ نکل سکی۔ اس کا گلا جیسے پتھر کا ہو گیا تھا
اور زبان بھی حلق کے اندر جیسے جم کر رہ گئی تھی۔ اس
کا ذہن باقاعدہ کام کر رہا تھا۔ اس نے سوچا کہ ضرور
اس پر مندر کے کسی جادوگر کا اثر ہو گیا ہے اسے فرعون
مصر کی بات یاد آ گئی۔ ضرور یہ وہی کالو پجاری جادوگر
ہے جس نے ماریا پر بھی جادو کر رکھا ہے۔ کیٹی بے بسی
کی حالت میں مندر کے تہہ خانے کے اندھیرے میں
فرش پر پڑی تھی۔ قدموں کی چاپ کے ساتھ روشنی
بھی قریب آ گئی۔ اس نے ایک کالے بھجنگ بدشکل
پجاری کو دیکھا کہ ہاتھ میں انسانی کھوپڑی میں جلتا ہوا
چراغ لیے اس کے پاؤں کی طرف کھڑا اسے کھا جانے
والی نظروں سے تک رہا ہے۔

اس نے انسانی کھوپڑی میں جو تیل تھا اس میں
انگلی ڈبو کر ایک منتر پڑھا اور تیل والی انگلی کیٹی کے
ماتھے پر لگا دی۔ کیٹی کو یوں لگا جیسے کسی نے اس کے
ماتھے میں کیل گاڑ دیا ہے۔ اس کے سینے کے اندر ہی اندر
ایک چیخ دب کر رہ گئی۔ کیٹی نے دیکھا کہ وہ بغیر کسی
سہارے کے اپنے آپ اٹھ کر کھڑی ہو گئی ہے۔ اس آدمی

نے کیٹی کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہا۔
"میں کالو پجاری ہوں۔ دنیا کا سب سے بڑا جادوگر
مجھے تمہارا ہی انتظار تھا۔ ناگ کہاں ہے؟"
کیٹی نے سوچا کہ اگرچہ یہ سب سے بڑا جادوگر ہے
مگر اسے ناگ کے بارے میں پتہ نہیں چل سکا کہ وہ
ہیلی کاپٹر میں سانپ کی شکل میں بیٹھا ہوا ہے۔
اس کا مطلب یہ بھی ہو سکتا تھا کہ وہ باہر کی دنیا
سے بے خبر ہے۔ کیٹی نے محسوس کیا کہ اس کی زبان
کھل گئی ہے۔ یہ کالو پجاری کے جادو کا اثر تھا۔
کیٹی نے ناگ کے بارے میں غلط بتاتے ہوئے کہا۔
"ناگ کی تو مجھے بھی تلاش ہے مہاراج!"
کالو پجاری کچھ سوچنے لگا۔ پھر بولا۔
"تم جھوٹ بول رہی ہو۔"
کیٹی نے کہا۔ "مہاراج ناگ اگر میرے ساتھ ہوتا
تو وہ یہاں بھی میرے ساتھ آتا۔ وہ تو نہ جانے
کہاں چلا گیا ہے۔"
کیٹی کو اس بات کا یقین ہو گیا تھا کہ کالو پجاری
کو مندر کے باہر کا کچھ حال معلوم نہیں ہے۔ اگر ہے
بھی تو وہ ناگ کے بارے میں نہیں جانتا کہ وہ کہاں

ہے۔ کالو پجاری بولا:

"کوئی بات نہیں۔ تم آ گئی ہو تو وہ بھی بہت جلد آ جائے گا۔ چلو میرے ساتھ۔"

کالو پجاری نے انگلی سے اشارہ کیا۔ کیٹی اپنے آپ اس کے ساتھ چلنے لگی۔ کالو پجاری نے اسے بھی تہ خانے کی ایک کوٹھڑی میں لے جا کر بند کر کے باہر تالا لگا دیا۔ کیٹی کو ماریا کی خوشبو نہیں آ رہی تھی۔

ناگ باہر سانپ کے روپ میں بیٹھا تھا۔

جب اسے بیٹھے بیٹھے کافی دیر ہو گئی اور کیٹی واپس نہ آئی تو اس نے فضا میں سونگھا۔ ماریا کی ہلکی ہلکی خوشبو اب بھی آ رہی تھی۔ ناگ نے اندازہ لگایا کہ جس قسم کی مدھم خوشبو آ رہی ہے اس کا مطلب ہے کہ ماریا اس کے قریب نہیں بلکہ کہیں دور کسی تہ خانے میں ہے۔

ناگ اسی وقت انسانی شکل میں آ گیا۔ اس نے سب سے پہلا کام یہ کیا کہ ہیڈ فون لگا کر اس کا تار فرعون مصر کے تابوت سے لگایا اور اس سے پوچھا کہ کیٹی کہاں گم ہو گئی ہے؟ اور ماریا وہاں سے کتنی دور ہے؟ فرعون مصر کی ممی خاموش رہی۔ ناگ نے جھک کر تابوت کے اندر ممی کا چہرہ دیکھا۔ ممی کی آنکھیں بند تھیں۔

ناگ نے ایک بار پھر اسے آواز دی مگر اسے کوئی جواب نہ ملا۔

ناگ نے تابوت کو اٹھا کر اپنی جیب میں ڈالا اور ہیلی کاپٹر سے اتر آیا۔ وہ کچھ نہ سمجھ سکا کہ فرعون مصر کی ممی یہاں آتے ہی ایک دم چپ کیوں ہو گئی ہے۔ اس نے یہی نتیجہ نکالا کہ یہ پجاری کالو کے اس جادو کا اثر ہی ہو سکتا ہے۔ جس کی لہریں مندر کے ارد گرد پھیلی ہوئی تھیں۔ ان لہروں کو ناگ بھی اپنے جسم کے ساتھ ٹکراتے محسوس کر رہا تھا۔ اس کو پتہ چل گیا تھا کہ کالو پجاری نے مندر کے ارد گرد جادو کا دائرہ کھینچ رکھا ہو گا۔ اور کیٹی یقیناً اسی جادو میں پھنس کر رہ گئی ہے۔

ناگ مندر سے کچھ فاصلے پر ایک درخت کے نیچے جا کر آلتی پالتی مارے بیٹھ گیا۔ اس نے ایک پھنکار ماری اور سانس اوپر کھینچ کر باہر کو چھوڑا۔ وہ فوراً ہی ناگ دیوتا کے روپ میں آ گیا۔ اس کا پھن پورا پھیلا تھا اور سر کے اوپر ایک شاندار سنہرا تاج تھا۔ ناگ نے ناگ دیوتا کی زبان میں اس پہاڑی کے سب سے بڑے سانپ کو اپنے سامنے آنے کا حکم دیا۔ تھوڑی

ہی دیر بعد ایک سیاہ سانپ جس کی آنکھیں سُرخ تھیں اور سر پر ایک سفید رنگ کا سینگ نکلا ہوا تھا۔ جھاڑیوں میں سے رینگتا ہوا آیا اور ناگ کے آگے سجدہ کر دیا۔

ناگ نے اپنی زبان میں اس سے پوچھا،

"اس ہنومان جی کے مندر کے پیچھے جو کالو پجاری ہے اس کے جادو کا توڑ کیا ہے؟"

سیاہ سانپ نے بڑے ادب سے کہا،

"اے ناگ دیوتا! کالو پجاری کالی دیوی کا چیلا ہے۔ اس کا جادو مندر کے پیچھے ہر کسی پر چلتا ہے۔ لیکن اس کی ایک کمزوری ہے۔ کالو پجاری نے اپنے کالے بالوں کی ایک لٹ کاٹ کر تہہ خانے کے شاہی مندر میں یم دوُت کے بُت کے پاؤں کے انگوٹھے کے اندر چھپا رکھی ہے۔ اگر بالوں کی اس لٹ کو نکال کر آگ لگا دی جائے تو مندر کے اندر کالو پجاری کا جادو ختم ہو جائے گا۔"

ناگ نے یہ بات سن کر سانپ کو رُخصت کر دیا اور خود وہاں سے آہستہ آہستہ رینگتا مندر کی طرف

گیا۔ وہ پھونک پھونک کر بڑی احتیاط سے آگے بڑھ رہا تھا۔ اس وقت شام کا اندھیرا چاروں طرف پھیل چکا تھا۔ ناگ جونہی جادو کے دائرے کی لکیر کے اوپر سے گزرا اسے ایک ایسا جھٹکا لگا کہ وہ اچھل کر ہنومان جی کے بُت کے آگے جا گرا۔ گرتے ہی ناگ کو اپنے اندر کمزوری محسوس ہوئی۔ اس کو رینگنے میں بھی بڑی دقت محسوس ہو رہی تھی۔ وہ مورتی کے پاس پتھروں پر پڑا تھا۔ اس نے اپنا پھن اٹھانا چاہا تو وہ آہستہ آہستہ ہل رہا تھا۔ ناگ کی نظر اپنے جسم پر گئی تو وہ کانپ کر رہ گیا۔ اس کے سانپ کے بدن میں ہزاروں جھریاں پڑ چکی تھیں۔

ناگ نے پھنکار مارنی چاہی تو اس کے منہ سے پھنکار بھی بوڑھے سانپوں کی طرح رُک رُک کر نکلی۔ ناگ پھنکار کے ساتھ ہی انسانی شکل میں آ گیا۔ انسانی شکل میں آتے ہی ناگ مارے دہشت کے سکتے میں آ گیا۔ وہ نوجوان آدمی سے بوڑھا آدمی بن چکا تھا۔ اس کے ہاتھوں پر جھریاں پڑی تھیں۔ اس نے اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرا۔ اس کے چہرے پر بھی جھریاں ہی جھریاں تھیں۔ گردن کا گوشت لٹک گیا تھا۔ اس نے اپنے

سر کے بالوں کی لٹ اپنی آنکھوں کے آگے کر کے
دیکھا کہ اس کے سر کے بال برف کی طرح سفید ہو
گئے ہیں۔ ناگ کا جسم کمزور اور ڈبلا ہو گیا تھا اور کمر
جھک گئی تھی۔

ناگ تو غم کے مارے وہیں ایک طرف ہو کر بیٹھ
گیا اور بوڑھی کمزور آنکھوں سے مندر کے دروازے کی
طرف تکنے لگا۔ باہر اندھیرا چھا چکا تھا۔ تہہ خانے
کو جانے والا دروازہ بند تھا۔ ناگ سمجھ گیا کہ یہ
کالو پجاری کے جادو کا اثر ہے۔ اس نے سوچا کہ
کیوں نہ ایک بار پھر جادو کی لکیر پر سے گزرے۔
شاید وہ پھر سے جوان ہو جائے۔

ناگ بوڑھے آدمیوں کی طرح آہستہ آہستہ چلتے
ہوئے اس جگہ آیا جہاں اسے جھٹکا لگا تھا۔ جونہی وہ
لکیر کی طرف بڑھا اسے ایک اور جھٹکا لگا اور وہ
پیچھے کو گر پڑا۔ گرنے سے اسے زندگی میں پہلی بار
چوٹ لگنے کا احساس ہوا۔ اس نے اپنے آپ کا
جائزہ لیا۔ اسے سخت مایوسی ہوئی۔ ناگ کے جسم میں
کوئی فرق نہیں آیا تھا۔ وہ اسی طرح بوڑھے کا بوڑھا

ناگ نے جب سے عنبر ماریا کے ساتھ پانچ ہزار
برسوں کا پُراسرار سفر شروع کیا تھا وہ اس قسم
کی ہزاروں مصیبتوں میں سے گزرا تھا لیکن اس مصیبت
سے اس کا پہلی بار پالا پڑا تھا۔ وہ اس سے پہلے
بوڑھا کبھی نہیں ہوا تھا اور اسے کچھ اندازہ نہیں تھا
کہ اب وہ دوبارہ کس طرح سے اور کب جوان ہو
گا۔ اس کے باوجود ناگ عنبر وغیرہ نے کسی بھی مشکل
وقت میں ہمت نہیں ہاری تھی۔ کیونکہ پیارے دوستو!
یہ ایک بہت بڑی اور بڑی سچی حقیقت ہے کہ انسان
کو مصیبت کے وقت گھبرانا کبھی نہیں چاہیے۔ کیونکہ
جب وہ بہادر بچے کی طرح یا بہادر انسان کی طرح
مصیبت کا مقابلہ کرنے کے لیے اس کے سامنے ڈٹ
کر کھڑا ہو جاتا ہے تو آدھی مصیبت وہیں پر ختم ہو
جاتی ہے۔ اس لیے آپ بھی ساری زندگی اس سنہری
حقیقت کو اپنے سامنے رکھیں۔ کیونکہ اس دنیا میں
انسان کی زندگی میں اتار چڑھاؤ آتے ہی رہتے ہیں اچھے
دن بھی آتے ہیں۔ کبھی کبھی کوئی مشکل بھی پڑ جاتی ہے چنانچہ
جب کبھی خدا نہ کرے، آپ پر کوئی مشکل آن پڑے
تو پیارے ساتھیو اللہ پر بھروسہ رکھنا اور مشکل کا مقابلہ

میں آنکھیں ڈال کر اس کا مقابلہ کرنا پھر دیکھنا کہ مشکل
دُم دبا کر بھاگ جائے گی۔

یہ میں آپ کو نصیحت نہیں کر رہا ہوں۔ بلکہ زندگی
کی بہت بڑی حقیقت بیان کر رہا ہوں۔ نصیحت تو آپ
مانیں چاہے نہ مانیں آپ کو اختیار ہوتا ہے مگر پیارے
ساتھیو! حقیقت پر کسی کا اختیار نہیں ہوتا۔ حقیقت کو
چاہے آپ نہ مانیں لیکن وہ اپنے آپ کو منوا لیتی ہے۔

چنانچہ ناگ عنبر، ماریا پر جب بھی کبھی مصیبت
پڑی ہمت کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا تھا۔ ناگ نے
اس حقیقت کو تسلیم کر لیا تھا کہ وہ جادو کے اثر سے
بوڑھا ہوا ہے اور اب یہ معلوم کرنا چاہیے کہ اس
جادو کا توڑ کیا ہے اور کہاں ہے۔ اس کے ساتھ ہی
ساتھ اسے کیتھی اور ماریا کی بھی فکر تھی۔ وہ آہستہ آہستہ
تہ خانے میں اترنے لگا۔ کیوں کہ اس کے سامنے تہ خانے
کو جانے والا دروازہ کھلا تھا۔ سانپ کی یہ خفیہ بات
اس کے دل میں تھی کہ کالو پجاری کی طاقت اس کے سر
کے بالوں کی لٹ میں ہے جو اس نے شاہی محل کے
مندر میں یم دوت کی مورتی کے پاؤں کے انگوٹھے میں
چھپا رکھی ہے۔ اگر ناگ کسی طرح اس مورتی تک پہنچ

کر بالوں کی اس لٹ [illegible]
کا جادو ختم ہو جائے گی۔

بوڑھا ہو جانے کی وجہ سے ناگ کی چال سست
تھی۔ اس کے دل میں خیال آیا کہ بڈھا آدمی بن کر
چلنے کی بجائے بہتر ہے کہ وہ سانپ بن کر چلے۔ کم از کم
اس طرح وہ اندھیرے میں چھپ تو سکے گا۔ چنانچہ ناگ
نے آہستہ سے سانس اندر کو کھینچ کر باہر چھوڑا تو وہ
ایک بار پھر سانپ بن گیا۔ مگر یہ ایک بوڑھا کمزور سانپ
تھا جو آہستہ آہستہ رینگ رہا تھا۔ ناگ کو ایک جگہ
سے گذرتے ہوئے ماریا کی خوشبو آئی۔ اسی تہ خانے
میں سے اسے کیتھی اور عنبر کی ہلکی ہلکی خوشبو بھی آ
رہی تھی۔ اس کا مطلب تھا کہ یہ سب لوگ اسی تہ خانے
میں تھے۔ ناگ ایک بڑے کمرے میں آ گیا۔

اچانک اسے عنبر کی تیز خوشبو آئی۔ یہ خوشبو زمین کے
اندر سے آ رہی تھی۔ ناگ اس کے پیچھے پیچھے رینگنے لگا۔
یہ خوشبو اسے ایک کوٹھڑی کی طرف لے گئی۔ کوٹھڑی
کے دروازے پر تالا پڑا تھا۔ عنبر کی خوشبو اسی کوٹھڑی
کے اندر سے آ رہی تھی۔ ناگ ایک سوراخ میں سے
اس کوٹھڑی میں داخل ہو گیا۔ کوٹھڑی خالی تھی۔ عنبر

خوشبو ایک جگہ زمین کے نیچے سے آ رہی تھی۔ ناگ نے ایک جگہ زمین کی مٹی کو اپنے منہ اور دانتوں کی مدد سے کھودنا شروع کیا۔ نیچے سے ایک صندوق نکلا۔ صندوق پر بھی تالا لگا تھا۔ عنبر کی خوشبو اسی صندوق کے اندر سے آ رہی تھی۔ ناگ کو معلوم تھا کہ عنبر چھوٹے سائز کا ہو چکا ہے اور وہ خود اس صندوق سے باہر نہیں نکل سکتا۔ ناگ نے سانپ کی زبان میں آہستہ سے کہا:

"عنبر! کیا تم ٹھیک ہو؟"

سانپ کی زبان عنبر جانتا تھا۔ اس نے ناگ کی آواز سنی تو بلند آواز میں جواب دیا:

"ناگ! میں صندوق کے اندر ہوں مگر چھوٹا ہو جانے کی وجہ سے میری طاقت بے حد کم ہو گئی ہے۔"

ناگ نے کہا:

"مجھ پر بھی کالو پجاری کے جادو کا اثر ہو چکا ہے۔ کیٹی بھی یہاں قید ہے۔ تم بے فکر رہو میں اس جادو کے اثر کو ختم کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔"

یہ کہہ کر ناگ کوٹھڑی سے باہر نکل گیا۔

اب اسے شاہی صندل والے بد وضع کے بڑے بت کی تلاش تھی جس کے انگوٹھے میں کالو پجاری کے بالوں کی لٹ یا اس کا گچھا بند تھا۔ ناگ کا بوڑھا جسم رینگتے رینگتے تھک گیا۔ وہ ہال کمرے میں تھا یہاں اندھیرا تھا۔ وہ دیوار کے ساتھ ساتھ رینگنے لگا۔ اچانک ہال کمرے میں روشنی ہو گئی۔ ناگ پیچھے کو ہٹا تو اس

پر پانی کا ایک چھینٹا پڑا۔ اس نے بائیں جانب گردن گھمائی تو وہاں ایک بدشکل کالا کلوٹا آدمی ہاتھ میں کانسی کا کٹورا لیے کھڑا اس پر پانی چھڑک رہا تھا اور ساتھ ہی ساتھ جادو کا منتر بھی پڑھ رہا تھا۔

ناگ کو یہ سمجھنے میں دیر نہ لگی کہ یہی کالو پجاری ہے۔

ناگ نے سوچا کہ اسے کسی بہت ہی چھوٹے سے کیڑے کی شکل اختیار کر کے جادوگر کی نظروں سے چھپ جانا چاہیے۔ ناگ نے آہستہ سے پھنکار ماری۔ مگر وہ سانپ ہی رہا۔

کالو پجاری نے قہقہہ لگا کر کہا:

"ناگ! بس مجھے صرف تمہارا انتظار تھا۔ اب میں ماریا کے ساتھ شادی کر کے یہاں سے کہیں دور چلا جاؤں گا۔ اور اس دنیا پر اپنی حکومت

کا اعلان کر دوں گا۔ تم تینوں عنبر کیٹی اور
ناگ ہی مجھے نقصان پہنچا سکتے تھے۔ اب تم
تینوں میری قید میں ہو۔ اور ساری زندگی یہاں
جادو کے اثر میں اس جگہ قید رہو گے۔ میں
تمہیں ہلاک کر سکتا ہوں مگر تمہیں مار دینے
سے مجھ پر ہنومان جی کی بددعا کا اثر ہو سکتا
ہے اور میرا جادو ختم بھی ہو سکتا ہے۔ اس
لیے میں تم میں سے کسی کو ہلاک نہیں کروں
گا۔ لیکن میں نے تم تینوں پر ایسا جادو کر
دیا ہے کہ تم قیامت تک اس کے اثر سے
نہیں نکل سکتے۔"

اس کے ساتھ ہی کالو پجاری نے منتر بلند آواز میں
دہرایا اور ناگ پر پانی کا چھینٹا پھینکا۔ ناگ پر پانی گرا
تو اس کا سارا جسم ٹھنڈا اور پتھر کی طرح بے حس
ہو گیا۔ کالو پجاری نے اسے آگے بڑھ کر اٹھایا اور
وہیں ایک کوٹھڑی میں لے جا کر زمین میں دبا دیا۔
ناگ کی آنکھوں کے سامنے مٹی آ گئی۔ سانپ ہونے
کی وجہ سے وہ آنکھیں بند نہیں کر سکتا تھا لیکن اس
کی آنکھوں کی پتلیوں کے آگے ایک جھلی تھی جس کی

وجہ سے مٹی اس کی آنکھوں میں نہیں جا رہی تھی۔
ناگ بے بس اور سرد اور بے جان ہو کر رہ گیا تھا۔
اس کام سے فارغ ہو کر کالو پجاری سیدھا شاہی
مندر میں یم دوت کے بت کے سامنے گیا۔ اس نے
بت کے آگے سر جھکا کر کہا:
"اے یم دوت دیوتا! میں نے تمہارے حکم پر
راجہ رگھو کو اس کی تقدیر کے حوالے کر دیا
ہے۔ اور میں ماریا کو لے کر یہاں سے جا رہا
ہوں۔ میں زمین کے ایک سورنگ غار ایلورا
میں جا کر ماریا سے شادی کر لوں گا اور پھر
تمہارے حکم پر دنیا پر ظاہر ہو کر اپنی بادشاہت
کا اعلان کر دوں گا۔ میں نے اپنے تینوں دشمنوں
کو ہمیشہ کے لیے بے بس کر دیا ہے۔ وہ اب
کبھی مجھے نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ میں جا رہا ہوں۔"
یہ کہہ کر کالو پجاری نے مورتی کے انگوٹھے کا
پتھر ایک جگہ سے کھسکایا۔ اس کے اندر چاندی کا ایک
ڈبہ تھا۔ ڈبے میں کالو پجاری کے بالوں کا چھوٹا سا
گچھا پڑا تھا۔ کالو پجاری نے اس گچھے کو نکال کر جیب
میں رکھا اور سیدھا اس کوٹھڑی کی طرف آ گیا جہاں

ماریا بند تھی۔

ماریا ہرن کی کھال پر بالکل سیدھی بیٹھی تھی۔ وہ
کالو پجاری کے جادو کے اثر میں تھی۔ کالو پجاری نے
کونے میں رکھا ہوا اپنا ترشول اٹھایا۔ لکڑی کی کھڑاویں
اٹھا کر بغل میں دبائیں اور ماریا سے کہا:

"چلو میری رانی ماریا میرے ساتھ چلو۔ ہم یہاں
سے دُور ایلورا کی سورگ غار میں جا رہے ہیں
یم دُوت وہاں ہمارا بیاہ رچائے گا۔ چلو!"

ماریا تو کالو پجاری کی غلام بن چکی تھی۔ یہ سنتے ہی
جلدی سے اٹھی اور خوش ہو کر بولی:

"مہاراج آپ مجھے جہاں چلنے کا حکم دیں گے
میں خوشی سے چلوں گی۔"

کالو پجاری بڑا خوش ہوا۔ ماریا اس وقت غیبی حالت
میں تھی مگر کالو پجاری کو وہ صاف دکھائی دے رہی تھی۔
کالو پجاری آگے آگے اور ماریا اس کے پیچھے پیچھے چل
پڑی۔ مندر سے باہر رات کا اندھیرا چاروں طرف پھیل
چکا تھا کالو پجاری اور ماریا کی نظر ہیلی کاپٹر پر نہ پڑ سکی
کیونکہ ہیلی کاپٹر وہاں سے کچھ فاصلے پر گھنے درختوں
کے درمیان تھا اور اس کی کوئی بتی بھی روشن نہیں تھی۔

کالو پجاری نے اپنی لکڑی کی کھڑاویں بغل سے
نکال کر زمین پر رکھیں۔ ماریا کو اٹھا کر اپنے کاندھے
پر بٹھایا اور ترشول ہوا میں بلند کر کے پکارا:

"اے جادو کی کھڑاؤں! چلو مجھے لے کر
ایلورا کے سورگ غار کی طرف چلو۔"

اس کے ساتھ ہی کالو پجاری فضا میں بلند ہو گیا۔
جادو کی کھڑاؤں نے اسے ہوا میں اڑانا شروع کر
دیا۔ دیکھتے دیکھتے وہ رات کی اندھیری فضا میں آسمان
پر چمکتے ستارے کی طرح غائب ہو گیا۔

○

ناگ مندر کے تہ خانے کی ایک کوٹھڑی میں اور
عنبر دوسری کوٹھڑی میں دبکا پڑا تھا۔ کیٹی ایک الگ
کوٹھڑی میں پتھر بن کر فرش پر پڑی تھی۔ راجہ رگھو نے
نے جب دیکھا کہ کالو پجاری غائب ہو گیا ہے تو اس
نے دوسرے پجاری کو پجاریوں کا اعظم بنا دیا اور تاج پوشی
کا جشن شروع ہو گیا۔ بڑے شاہی محل میں دیوداسیوں
کا رقص ہونے لگا۔ راجہ رگھو تخت پر بیٹھا تھا۔ اس
کے منتری اس کے پاس بیٹھے اسے مبارک باد دے رہے

تھے۔ راجہ کے سر پر تاج پہنایا گیا۔ راجہ رگھو نے
اعلان کیا کہ وہ پورن ماشی کی رات کو زمین کے
اندر والے محل سے نکل کر اوپر کی دنیا میں آ جائے
گا اور ساری دنیا پر اپنی بادشاہت کو سنبھال لے گا۔

دو روز گذر گئے تو کیٹی کو خیال آیا کہ کیوں نہ
وہ اپنے جن دوست کی مدد حاصل کرے۔ وہ پتھر
کی بنی تھی اس لیے چٹکی نہیں بجا سکتی تھی۔ مگر اپنے
تصور سے وہ کام لے سکتی تھی۔ اگرچہ اس میں خطرہ بھی
تھا کہ خدا جانے وہ کیا سے کیا بن جائے۔ کیوں کہ ایک
عرصے سے اسے اپنے جن دوست پر اعتبار نہیں رہا
تھا۔ وہ سوچتی کچھ تھی اور بن کچھ اور جاتی تھی۔

مگر اس کی حالت اتنی پتلی تھی کہ کیٹی نے خطرہ
مول لینے کا فیصلہ کر لیا۔ اس نے تصور میں اپنے
جن دوست کو یاد کر کے چٹکی بجا دی۔ چٹکی کے بجتے
ہی اسے آواز آئی:

"اچھا۔ اتنے دنوں بعد یاد کیا تم نے؟ خیر
کوئی بات نہیں۔ بولو کیا چاہتی ہو۔ میرے پاس
زیادہ وقت نہیں ہے۔"

کیٹی نے تصور ہی میں کہا:

"میرے دوست! تم دیکھ رہے ہو کہ میں کس بری
حالت میں پڑی ہوں مجھے یہاں سے نکالو۔"

جن دوست کی آواز آئی:

"میں نے تمہاری کبھی مدد نہ کرنے کا فیصلہ کیا
ہوا تھا لیکن تمہیں اس حالت میں دیکھ کر مجھے
تم پر رحم آ گیا ہے۔ اس لیے میں صرف یہی
کر سکتا ہوں کہ تم کو تمہاری اصلی حالت میں
لے آؤں۔"

کیٹی نے سخت غصے میں کہا:

"مجھے تمہارے رحم کی ضرورت نہیں ہے۔ مجھ پر
رحم مت کھاؤ۔"

جن دوست کی ہنسی کی آواز آئی اور وہ بولا:

"میں جا رہا ہوں کیٹی۔"

اس کے ساتھ ہی کیٹی کو اپنے جسم میں گرمی اور
طاقت محسوس ہونے لگی۔ اس نے اپنے بازو ہلائے۔ وہ
پھر سے اپنی اصلی حالت میں آ چکی تھی۔ کیٹی جلدی سے
اٹھی اور کوٹھڑی کے دروازے کی طرف بڑھی۔ دروازہ
باہر سے بند تھا۔ مگر کیٹی نے دھکا دے کر اسے کھول
دیا۔ اسے عنبر اور ناگ کی خوشبو صرف محسوس ہو رہی

تھی۔ وہ ایک کوٹھڑی میں آ گئی۔ یہاں اسے ناگ کی خوشبو آ رہی تھی۔ اس نے اندازے سے ایک جگہ زمین کھودی تو نیچے ناگ بوڑھے سانپ کی شکل میں دبا پڑا تھا۔ کیٹی ناگ کو اس حالت میں دیکھ کر سخت غم زدہ ہوئی۔ اس نے کہا:

"ناگ بھیا! تمہاری یہ حالت کیسے ہو گئی؟"

ناگ نے کہا:

"مجھ پر کالو پجاری کے جادو کا اثر ہے۔ چلو عنبر کو زمین سے نکالتے ہیں۔"

ناگ اسی وقت انسانی شکل میں آ گیا۔ ناگ کو بڈھا دیکھ کر کیٹی کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

ناگ نے کہا:

"گھبراتی کیوں ہو کیٹی! یہ تو جادو کی وجہ سے ہے۔ ابھی اس کا اثر ختم ہو جائے گا۔ پہلے عنبر کو نکالو۔"

انہوں نے دوسری کوٹھڑی میں جا کر زمین میں دبے ہوئے صندوق میں سے عنبر کو نکالا جو چھوٹی انگلی کے سائز کا تھا۔ عنبر نے ناگ کو بڑھاپے کی حالت میں دیکھا تو سخت افسوس کرنے لگا۔ ناگ نے کہا:

"عنبر بھیا! کالو پجاری کے جادو کا کرشمہ ہے اسے ابھی ختم کرتا ہوں۔"

ناگ نے کیٹی سے کہا کہ وہ عنبر کو اٹھا کر اپنی جیب میں رکھ لے۔ اب وہ دونوں یعنی کیٹی اور ناگ شاہی محل کے مندر کی طرف بڑھے۔ آدھی رات کا وقت تھا۔ مندر خالی تھا۔ یم دوت کے بت کے دونوں جانب دیئے جل رہے تھے۔

ناگ نے کہا:

"اس بت کے انگوٹھے میں کالو پجاری کے بالوں کا گچھا رکھا ہوا ہے۔ اس کو باہر نکال کر آگ لگا دو کالو پجاری کا جادو ٹوٹ جائیگا۔"

کیٹی نے آگے بڑھ کر یم دوت کی مورتی کے پاؤں کے انگوٹھے کا پتھر پیچھے کھسایا مگر وہاں ڈبہ خالی پڑا تھا۔ کیٹی نے پریشان ہو کر کہا:

"ناگ بھیا! یہ ڈبہ تو خالی ہے۔"

"میرے خدا! اس کا مطلب ہے کہ کالو پجاری نکال کر لے گیا ہے۔ یہاں ماریا کی خوشبو بھی نہیں آ رہی اس کا مطلب ہے کہ وہ ماریا کو لے کر یہاں سے جا چکا ہے:"

"اب کیا کریں؟" کیٹی نے پوچھا:
"ماریا کے ساتھ ساتھ اب ہمیں کالو پجاری
کو بھی تلاش کرنا ہوگا تاکہ اس کے جادو
کو توڑا جائے اور ماریا کو بھی اس کے جادو
سے نجات دلائی جائے۔"
عنبر کی کمزور آواز آئی:
"کالو پجاری خدا جانے کہاں چلا گیا ہے۔"
"عنبر بھیا! ہم اسے تلاش کر لیں گے۔"
یہ کہہ کر ناگ نے کیٹی کو ساتھ لیا اور مندر کے
دروازے کی طرف بڑھا۔ جب وہ تہہ خانے کے دروازے
میں سے باہر نکلنے لگے تو مندر کا نیا پجاری اچانک
ان کے سامنے آ گیا۔
"کون ہو تم دونوں؟ کہاں سے آ رہے ہو؟"
کیٹی نے اپنا بازو اس کی طرف بڑھا کر کہا:
"مہاراج! میں مندر کی نئی دیو داسی ہوں اور
اپنے باپ کے ساتھ آپ کی خدمت کرنے
آئی ہوں۔"
پجاری بڑا خوش ہوا:
"ٹھیک ہے۔ آؤ میرے ساتھ۔"

ناگ نے کہا:
"مہاراج! پہلے ہم ذرا باہر سے ہو آئیں پھر
آپ کی خدمت میں حاضر ہو جائیں گے۔"
پجاری نے کیٹی کی طرف دیکھ کر کہا:
"تو پھر اپنی بیٹی کو ہمارے پاس چھوڑ جاؤ۔
تم بے شک واپس نہ آنا۔"
ناگ کو بڑا غصہ آیا۔ اس نے سانس اوپر کھینچ
کر چھوڑا تو پجاری کے سامنے ایک بوڑھا اور سو
سالہ بہت بڑا سانپ کنڈل مارے بیٹھا اپنا بڑا منہ
کھولے آہستہ آہستہ پھنکار رہا تھا۔ یہ پجاری کالو پجاری
کی طرح جادوگر نہیں تھا۔ اپنے سامنے ایک بوڑھے کو اژدہا
کی شکل میں بدلتے دیکھ کر غش کھا کر دھڑام سے
گر پڑا۔
ناگ واپس بوڑھے انسان کی شکل میں آ گیا۔ اس
نے کیٹی کو ساتھ لیا اور مندر کے تہہ خانے سے باہر آ
گیا۔ باہر آسمان پر ستارے چمک رہے تھے۔ ناگ اور کیٹی
سیدھے درختوں میں اپنے ہیلی کاپٹر کی طرف گئے۔ ہیلی کاپٹر
ویسے کا ویسا اپنی جگہ پر موجود تھا۔ وہ ہیلی کاپٹر میں بیٹھ گئے
فرعون مصر کا ننھا سا ماچس کی ڈبی جتنا تابوت بھی ڈیش بورڈ

کے خانے میں پڑا تھا۔ کیٹی نے عنبر کو بھی جیب سے نکالا اور سامنے ڈیش بورڈ کے دوسرے خانے میں رکھدیا۔

ناگ نے ہیڈ فون لگا کر فرعونِ مصر کی ممی سے رابطہ پیدا کرنے کی کوشش کی تو فرعون مصر بول پڑا:

"ناگ! یہاں سے نکل چلو۔ یہ جگہ تھوڑی دیر بعد زبردست زلزلے سے تباہ ہونے والی ہے یہاں سے اُڑ جاؤ۔ بڑا خوفناک زلزلہ آنے والا ہے۔"

ناگ نے کیٹی کی طرف دیکھا۔ اور اسے فرعونِ مصر کی وارننگ بتائی۔ کیٹی نے فوراً انجن سٹارٹ کر دیا۔

بے قابو خلائی جہاز

اب خلائی انسان کی خبر لیتے ہیں کہ وہ کہاں پہنچ چکا ہے۔

امریکہ کے زیر زمین تہہ خانے کی تمام مشین پر جھکے جھکے اس کے بٹن کو اندر دبلتے ہوئے جب سبز روشنی کی چکا چوند ہو گئی تو خلائی انسان میتھوسانگ کے پاس سرخ بالوں والی نوجوان لڑکی جولی بھی کھڑی تھی جب زبردست روشنی ہوئی تو خلائی انسان کے ساتھ اس لڑکی جولی بھی غائب ہو گئی تھی۔

خلائی انسان کی آنکھیں چکا چوند کر دینے والی سبز روشنی کے ساتھ ہی اپنے آپ بند ہو گئی تھیں۔ اسے اپنا جسم بے حد ہلکا پھلکا ہو کر فضا میں تیرتا ہوا محسوس ہوا۔ پھر اسے کچھ ہوش نہ رہا۔

جب اس نے آنکھیں کھولیں تو کیا دیکھتا ہے! روشن دھوپ میں ایک کشادہ ریتلا میدان ہے جس کے

کچھ فاصلے پر ایک بہت بڑا اہرام مصر ہے۔ لوگ شاہی رتھ پر فرعون مصر کا تابوت رکھے اہرام کی طرف لیے جا رہے ہیں۔ پیچھے شاہی ماتمی جلوس ہے۔ نفریاں اور ڈھول تاشے دردناک انداز میں بج رہے ہیں۔ خلائی انسان کا لباس سفید ہے۔ اس کے ساتھ چار اور مصری جوان سفید لباس پہنے سر جھکائے چلے جا رہے ہیں۔ ارد گرد مصری سپاہی نیزے لیے انہیں آگے چلنے پر مجبور کر رہے ہیں۔ ان کے پیچھے اسی طرح کے سفید لباس والی چار حسین لڑکیاں سر جھکائے چلی آ رہی ہیں۔

خلائی انسان نے اپنے ایک ساتھی سے آہستہ سے پوچھا کہ ہم کہاں جا رہے ہیں۔ وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ وہ ان لوگوں کی زبان بڑی آسانی سے بول لیتا تھا۔ خلائی انسان چونکہ سائنسی طور پر انتہائی ترقی یافتہ خلائی سیارے سے تعلق رکھتا تھا اس لیے وہ خوب جانتا تھا کہ ماضی کا زمانہ فضا میں موجود ہے اور اگر کوئی ایسی ٹائم مشین تیار کی جائے جو انسان کے جسم کے الیکٹرون اور مالیکیول کو پیچھے ماضی کی طرف پھینک دے تو وہ ماضی کے تاریخی زمانے میں پہنچ سکتا ہے۔ اس میں خطرہ صرف یہ ہوتا ہے کہ انسان کا جسم جب الیکٹرون میں

تبدیل ہوتا ہے تو یہ الیکٹرون ادھر ادھر بکھر جاتے ہیں۔ لیکن جس ٹائم مشین نے خلائی انسان کو چھ ہزار برس پیچھے ماضی میں پھینک دیا تھا اس نے خلائی انسان کے جسم کے الیکٹرون اور مالیکیول کو بکھرنے نہیں دیا تھا بلکہ ایک جگہ اکٹھے رکھا تھا۔ خلائی انسان کو امریکی لڑکی جولی کا بھی خیال آ رہا تھا کہ نہ جانے وہ کہاں ہوگی اگر وہ بھی اس کے ساتھ ہی غائب ہوئی ہے تو وہ بھی ماضی کے زمانے میں نکل گئی ہوگی۔ مگر اسے یہ علم نہیں تھا کہ امریکی لڑکی جولی کہاں اور کس ملک کو کس زمانے میں پہنچی ہوگی۔ اب خلائی انسان ٹھیوسانگ کو امریکی لڑکی جولی کے ڈیڈی کا خیال بھی آنے لگا۔ وہ بھی ماضی کے کسی دور میں پہنچ چکا تھا۔ خلائی انسان نے جب اپنے ساتھی سے پوچھا کہ ہم کہاں جا رہے ہیں؟ تو اس نے چونک کر خلائی انسان کو دیکھا اور بولا:

"کیا تمہیں ابھی تک معلوم نہیں کہ فرعون مر گیا ہے اور ہم چار غلام اور چار کنیزوں کو اس کے ساتھ دفن کرنے کے لیے لے جایا جا رہا ہے تاکہ ہم اگلی دنیا میں فرعون کی خدمت کر سکیں۔"

خلائی انسان تو حیرت میں گم ہو کر رہ گیا۔ اپنے خلائی سیارے میں اس نے کمپیوٹر پر اس زمین کی ساری ہسٹری پڑھی ہوئی تھی۔ اسے معلوم تھا کہ یہاں کے پرانے فرعون بادشاہ موت کے بعد کی زندگی پر یقین رکھتے تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ مرنے کے بعد انسان کی دوسری زندگی شروع ہوتی ہے۔ فرعون بادشاہ اگلی دنیا میں بھی فرعون بن کر حکومت کرتا ہے۔ اس لیے جب فرعون کو اہرام میں دفن کیا جاتا تھا تو اس کے غلاموں اور کنیزوں کو بھی دوسرے ساز و سامان کے ساتھ اہرام میں بند کر دیا جاتا تھا تاکہ یہ لوگ اگلی زندگی میں بادشاہ کی خدمت کر سکیں۔ حالانکہ یہ محض توہمات تھے اور انسان کے ساتھ مرنے کے بعد اگر کوئی چیز ساتھ جاتی ہے تو اس کے اعمال ہوتے ہیں۔ اگر انسان نے نیک عمل کیے ہوں تو یہ نیک عمل انسان کو جنت میں لے جاتے ہیں اگر بُرے عمل کیے ہوں تو یہ بُرے عمل اسے دوزخ میں لے جاتے ہیں۔

بہرحال خلائی انسان کو ان باتوں سے زیادہ دلچسپی نہیں تھی۔ وہ تو یہ سن کر پہلے تو پریشان ہو گیا کہ اسے اہرام مصر تک فرعون کے تابوت کے ساتھ ہی دفن کر

دیا جائے گا۔ پھر اسے خیال آیا تو وہ تو صرف اسی صورت میں مر سکتا ہے کہ اگر اس کے دونوں ہاتھوں میں سے کوئی انگلی کاٹ ڈالے۔ اہرام مصر میں دفن ہونے کے بعد بھی وہ زندہ ہی رہے گا۔ لیکن جن بے گناہ غلاموں اور حسین بے قصور لڑکیوں کو کنیزیں بنا کر اس کے ساتھ دفن کیا جا رہا ہے وہ اہرام مصر میں آکسیجن کے ختم ہوتے ہی مر جائیں گی۔ یہ بڑی افسوسناک موت ہو گی۔ آخر ان حسین لڑکیوں اور غلاموں کا کیا قصور ہے۔

خلائی انسان نے فیصلہ کیا کہ وہ ان غلاموں اور بے گناہ حسین مصری لڑکیوں کو اہرام مصر میں مرنے سے بچا لے گا۔ وہ یہ کام اسی وقت باہر رہ کر بھی کر سکتا تھا مگر سپاہی غلاموں کو ہلاک کر ڈالتے یا انہیں دوبارہ پکڑ لیتے۔ چنانچہ بہتر یہی تھا کہ جب فرعون کی لاش کے ساتھ ان غلاموں اور لڑکیوں کو بھی دفن کر دیا جائے اور سارے سپاہی واپس چلے جائیں تو خلائی انسان اپنی خاص طاقت سے کام لے کر انہیں وہاں سے فرار کروانے میں ان کی مدد کرے۔ یوں وہ رات کی تاریکی سے فائدہ اٹھا کر کسی دوسرے ملک کی طرف بھاگ جائیں گے۔

فرعون کا شاہی ماتمی جلوس ڈھول تاشوں اور نفیریوں کی

غم ناک آوازوں میں اہرام مصر کے بڑے دروازے کی ڈھلان اُتر رہا تھا۔ دروازے کے آگے ایک کشادہ راہ داری آ گئی جہاں مصری سپاہی مشعلیں ہاتھوں میں لیے سر جھکائے سوگ کی حالت میں کھڑے تھے۔

دربار کے شاہی اُمراء اور وزیر بڑے دروازے پر ہی رہ گئے۔ فرعون کے تابوت کے ساتھ قوی ہیکل سپاہیوں کا ایک دستہ اور بادشاہ کے قریبی رشتے دار ہی آگے گئے۔ چاروں غلام چاروں کنیزیں تابوت کے پیچھے پیچھے سر جھکائے چلی جا رہی تھیں۔ ان میں خلائی انسان بھی تھا۔ کشادہ راہ داری ختم ہوئی تو اہرام کی وہ اونچی چھت والی بڑی کوٹھڑی آ گئی۔ جہاں مردہ فرعون کی حنوط کی ہوئی لاش کے تابوت کو دفن کرنا تھا۔ یہاں ایک چبوترہ بنا ہوا تھا۔ دیواروں کے ساتھ سونے کا بنا ہوا ایک شاہی رتھ سونے کے برتن، سونے کی چارپائی، سونے ہی سے بنا ہوا ایک تخت، چاندی کے مرتبان اور دوسری چیزیں رکھی تھیں۔ قوی ہیکل سپاہیوں نے اپنی نگرانی میں فرعون کے تابوت کو چبوترے پر رکھوا دیا۔ کاہن اعظم نے اشلوک پڑھنے شروع کر دیئے۔

اشلوک ختم ہوئے تو فرعون کے تابوت پر مقدس پانی

چھڑک کر اس کے سرہانے مقدس موم بتی روشن کر دی گئی اس عرصے میں چاروں غلام اور کنیزیں سپاہیوں کی نگرانی میں دیوار کے ساتھ کھڑی رہیں۔ کنیزیں رو رہی تھیں۔ لوگ یہ سمجھتے رہے کہ کنیزیں فرعون کی موت پر آنسو بہا رہی ہیں حالانکہ وہ جوانی میں موت کے منہ میں دھکیل دیئے جانے پر رو رہی تھیں۔ خلائی انسان کے پاس کھڑے تینوں غلام چپ چاپ سر جھکائے کھڑے تھے۔ وہ بھاگ کر کہیں نہیں جا سکتے تھے۔ سپاہیوں کا دستہ ننگی تلواریں لیے اہرام کے دروازے پر موجود تھا۔

جب کاہن اعظم نے فرعون کے تابوت کے سرہانے مقدس موم بتی روشن کر دی تو اس نے جھک کر فرعون کی لاش کو آخری بار سجدہ کیا اور قوی ہیکل مصری سپاہیوں کے درمیان اس موت کی کوٹھڑی سے باہر نکل گیا۔ ان کے باہر نکلتے ہی شاہی محل کے خاص انجینئر نے باہر کی دیوار کے طاق میں ہاتھ ڈال کر ایک خاص کل کو گھمایا جس کے فوراً بعد چٹان کی طرح کا ایک بہت بڑے پتھر کا دروازہ اوپر سے گرا اور باہر جانے کا راستہ بند ہو گیا۔ جوں جوں کاہن اعظم اور شاہی سپاہی باہر جا رہے تھے راستے کے تمام دروازے اسی طرح گرا

کر بند کرتے جا رہے تھے۔ یہاں تک کہ اہرام کا آخری
بڑا دروازہ آ گیا جس کے باہر چڑھائی تھی۔ اور اوپر
دربار کے امراء وزراء اس ماتمی جلوس کا انتظار کر رہے
تھے۔ شاہی انجینئر نے اس دروازے کو بھی بند کر دیا۔
اب سینکڑوں مزدوروں نے اس دروازے کی ڈھلان پر
ملبہ اور ریت گرا کر اس راستے کو بند کرنا شروع کر دیا۔

جونہی پتھر کی بھاری سل والا دروازہ اوپر سے چٹان
کی طرح گر کر بند ہو گیا تو چاروں حسین کنیزوں نے
اونچی آواز میں رونا شروع کر دیا۔ غلام خاموش تھے مگر
وہ چبوترے کے ساتھ لگ کر سر جھکائے بیٹھے آہیں
بھرتے ہوئے موت کا انتظار کر رہے تھے۔ خلائی انسان
بھی ایک طرف خاموش بیٹھا وقت گذرنے کا انتظار کر
رہا تھا۔

اس نے کنیزوں کو چُپ کرانے کی کوشش کی مگر وہ
موت کے خوف سے روئے جا رہی تھیں۔ خلائی انسان نے
فضا میں سونگھ کر اور وہاں پر موجود انسانوں کی تعداد
کو دیکھ کر اندازہ لگایا کہ یہاں آکسیجن کی جتنی تعداد
موجود ہے وہ زیادہ سے زیادہ پانچ گھنٹے تک ان لوگوں
کو زندہ رکھ سکے گی۔ تابوت کے سرہانے جو مقدس شمع

جل رہی تھی اس کی وجہ سے آکسیجن زیادہ خرچ ہو
رہی تھی۔ خلائی انسان نے شمع کو بجھانا چاہا تو کنیزوں
اور غلاموں نے اسے یہ کہہ کر روک دیا کہ یہ مقدس
شمع ہے۔ اس کو بجھا دیا تو موت کے بعد ہمیں فرشتے
آگ میں جھونک دیں گے۔

خلائی انسان نے ان کی طرف دیکھ کر کہا:

"کیا وہ یہاں سے فرار ہونا پسند کریں گے یا اگلی
دنیا میں جا کر فرعون کی خدمت کرنا پسند
کریں گے؟"

چاروں کنیزیں اور تینوں غلام خلائی انسان کی طرف
منہ پھاڑے تکنے لگے۔ کنیزوں نے رونا بند کر دیا تھا۔ ایک
غلام نے ٹھنڈی آہ بھر کر کہا:

"یہاں سے اب ہمیں وہ آدمی بھی نہیں نکال
سکتا جس نے اس اہرام مصر کو تعمیر کیا ہے۔ یہ
چٹانی دروازہ ایک ہزار گھوڑے مل کر بھی زور
لگائیں تو نہیں کھل سکتا اور پھر اس کے آگے
کئی دروازے ہیں جو سب کے سب بند ہیں۔"

دوسرا غلام بولا:

"تم ملک شام کے غلام لگتے ہو۔ تمہارا رنگ

حماقت ہے۔ کیا تم مرنے والوں سے بھی مذاق
کرنا پسند کرتے ہو؟"
ایک کنیز نے کہا:
"اس کی پوری بات تو سن لو۔"
پھر اس حسین کنیز نے خلائی انسان کی طرف دیکھا
اور پوچھا:
"بھائی! تم ہمیں یہاں سے کیسے نکال سکتے ہو؟"
خلائی انسان نے بڑے اطمینان سے اپنا سوال پھر
دہرایا:
"میرے سوال کا جواب تم لوگوں نے ابھی تک
نہیں دیا۔ مجھے یہ بتاؤ کہ کیا تم یہاں سے نکلنا
چاہتے ہو یا اگلی دنیا میں جا کر اپنے بادشاہ کی
خدمت کرنا چاہتے ہو؟"
اس حسین کنیز نے فوراً جواب دیا:
"میں یہاں سے نکلنا چاہتی ہوں۔ میں جوان ہوں،
خوبصورت ہوں۔ ابھی میری شادی نہیں ہوئی۔ میں
نہیں مرنا چاہتی۔"
دوسری کنیز نے بھی اسی قسم کے خیالات کا اظہار کیا
ب غلام نے خلائی انسان تھیوسانگ سے سوال کیا۔

"مگر تم نے ابھی تک ہمیں یہ نہیں بتایا کہ تم
ہمیں یہاں سے کیسے باہر نکالو گے؟ کیا تم جادوگر
سامری کے بیٹے ہو؟"
دوسرا غلام آہ بھر کر بولا:
"اس اہرام سے تو ہمیں خود جادوگر سامری بھی
باہر نہیں نکال سکتا۔ بھائیو! خاموشی سے اپنی
اپنی موت کا انتظار کرو۔ اس آدمی کا دماغ
پھر گیا ہے جو ایسی باتیں کرتا ہے۔ اس پر موت
کا زیادہ خوف سوار ہے۔"
خلائی انسان مسکرایا، بولا:
"پہلے یہ بتاؤ کہ اگر میں نے تمہیں اس موت
کے اہرام سے نکال دیا تو تم مصری سپاہیوں
کے ہتھے تو نہیں چڑھ جاؤ گے؟"
تینوں غلام اس کا منہ تکنے لگے کہ یہ شامی غلام کس
قسم کی باتیں کر رہا ہے۔ مگر وہ خلائی انسان کے لہجے
سے یقیناً متاثر ہو رہے تھے۔ کیونکہ خلائی انسان کے انداز
میں اعتماد اور گہرا یقین تھا۔
ایک کنیز نے کہا:
"دروازے کی طرف سپاہیوں کا پہرہ رات بھر

رہتا ہے۔ اہرام کی پچھلی طرف کوئی سپاہی نہیں
ہوتا۔"
ایک غلام بولا:
"یہ شخص دیوانہ ہو گیا ہے۔ اس کی باتوں کا
اعتبار کیوں کرتی ہو۔ موت ہمارا مقدر بن چکی
ہے اور وہ آ رہی ہے۔"
وقت گزرتا گیا۔ تین گھنٹوں کے بعد کوٹھڑی کی
آکسیجن کافی ختم ہو چکی تھی اور سارے غلام اور کنیزیں
بڑی مشکل سے سانس لینے لگی تھیں۔ ان کے سانس اکھڑنے
لگے تھے۔ خلائی انسان نے محسوس کیا کہ اب اہرام کے
باہر رات کی تاریکی چھا چکی ہو گی تو وہ اپنی جگہ
سے اٹھا۔ غلام اور کنیزیں ریت پر لیٹی موت کا
انتظار کر رہی تھیں۔

خلائی انسان اہرام کی اس دیوار کے پاس آ گیا جو
پیچھے کی طرف تھی۔ وہ دیوار کے ایک ایک پتھر کو
ہاتھ لگا کر ان کا جائزہ لینے لگا۔ بیٹھے ہوئے نیم
مردہ غلام اور کنیزیں نیم مردہ
آنکھوں سے اسے تک رہی تھیں۔ خلائی انسان نے
اپنا آپریشن تیز کر دیا۔ کیوں کہ اہرام کی اس کوٹھڑی میں

کئی کئی فٹ چوڑے بڑے بڑے پتھر لگے تھے۔ یہ
پتھر اپنی جگہ سے ہل نہیں سکتے تھے۔ خلائی انسان
عقیوسانگ کو انہیں ہلانے کی ضرورت بھی نہیں تھی۔
اس نے ایک پتھر کو چن لیا۔ اس کے سامنے کھڑے
ہو کر خلائی انسان نے ایک آنکھ بند کر کے اپنی
انگلی آہستہ سے چٹان ایسے پتھر کے ساتھ لگا دی۔
ایک سیکنڈ کے اندر اندر وہ چٹان ایسا پتھر ایک
دم سے صابن کی ٹکیا جتنا چھوٹا ہو گیا۔ اس کے چھوٹا
ہوتے ہی وہاں ایک بہت بڑا چوکور سوراخ نمودار
ہو گیا جس میں سے باہر کی تازہ ہوا اندر آنا شروع
ہو گئی۔ تازہ ہوا لگتے ہی کنیزوں اور غلاموں نے
گہرے گہرے سانس لینے شروع کر دیئے۔ تازہ ہوا
پھیپھڑوں میں گئی تو ان کو ہوش آ گیا۔ وہ سارے
اٹھ کر بیٹھ گئے اور موم بتی کی روشنی میں دیوار میں
اس بڑے چوکور سوراخ کو پھٹی پھٹی آنکھوں سے تکنے
لگے جو خلائی انسان نے بنا دیا تھا اور جس میں سے
آتی ہوئی تازہ ہوا میں موم بتی کو آہستہ آہستہ کانپنے
لگی تھی۔ کنیزیں خوشی سے دیوانہ وار اٹھ کر سوراخ
کے پاس آ گئیں۔ غلام بھی وہاں آ گئے۔ وہ کبھی خلائی

انسان کو دیکھتے اور کبھی اس سوراخ کو جو دیوار میں بن چکا تھا۔

"تم — تم ضرور کوئی آسمانی دیوتا ہو جو ہماری مدد کو ہمارے پاس آئے تھے۔"

غلاموں اور کنیزوں نے خلائی انسان کے آگے سجدہ کر دیا۔ خلائی انسان نے کہا:

"یہ تم کن باتوں میں وقت ضائع کرنے لگے۔ میں نے تمہارے لیے راستہ کھول دیا ہے۔ اب میرے ساتھ آؤ۔ یہاں سے فرار ہو جائیں۔"

خلائی انسان سوراخ میں سے دوسری طرف نکل گیا۔ غلام اور کنیزیں اس کے پیچھے پیچھے تھیں۔ آگے ایک تاریک راہ داری تھی۔ یہاں باقاعدہ کسی خفیہ جگہ سے ہوا آ رہی تھی۔ خلائی انسان نے دیکھا کہ آگے پھر ایک دیوار تھی۔ ہوا اس دیوار میں سے کسی جگہ سے آ رہی تھی۔ ایک غلام نے کہا کہ یہاں انجینئروں نے ایک سوراخ ہوا کے لیے رکھا ہوتا ہے تاکہ اگر کبھی آسمانوں سے فرعون سیر کرتے اپنے اہرام میں آئے تو اسے یہاں تازہ ہوا مل سکے۔

خلائی انسان نے اس غلام کی بات کی طرف کوئی

توجہ نہ دی۔ وہ دیوار میں وہ جگہ تلاش کر رہا تھا جہاں سے ہوا آ رہی تھی۔ یہ ایک نالی تھی جو دیوار میں بنا دی گئی تھی۔ یہاں اندھیرا تھا۔ خلائی انسان نے ایک آنکھ بند کی اور اپنی انگلی اس نالی پر رکھ دی۔ اس نالی کے اوپر جو بڑا پتھر لگا تھا وہ ایک دم سے چھوٹا سا روڑا بن کر خلائی انسان کے ہاتھ میں آ گیا۔ یہاں جو سوراخ پیدا ہوا وہاں سے باہر آسمان کے ستارے نظر آ رہے تھے۔ تازہ ہوا کا ایک بھرپور جھونکا اندر آ گیا۔ غلام اور کنیزیں فوراً اہرام سے باہر نکل کر ٹھنڈی ریت پر بیٹھ گئیں۔ خلائی انسان نے باہر نکلتے ہی پہلا کام یہ کیا کہ چھوٹا پتھر واپس اسی جگہ سوراخ میں رکھا اور دوسری آنکھ بند کر کے اس کے ساتھ انگلی لگائی۔ وہ پتھر ایک دم سے بڑا ہو گیا اور دیوار وہاں سے پہلے کی طرح بند ہو گئی۔

غلام اس کے آگے جھک گئے۔

"اے دیوتا! تم عظیم ہو۔ تم نے ہمیں نئی زندگی دی ہے۔"

حسین کنیز نے خلائی انسان کا ہاتھ چوم لیا۔

"عظیم دیوتا! تجھ پر مقدس سورج کی روشنی سدا

چمکتی رہے۔ تو نے میری جان بچا لی۔ اب مجھے
ملک قرطاجنہ میں بھی پہنچا دے جہاں میری
بوڑھی ماں میرے غم میں مر جائے گی۔"
خلائی انسان نے اس سے پوچھا:
"تمہارا نام کیا ہے؟"
قرطاجنہ کی سیاہ فام مگر انتہائی چمکیلی آنکھوں والی کنیز
نے کہا:
"میرا نام سارھتی ہے۔ مجھے میرے گھر سے اغوا
کر کے فرعون مصر کے محل میں فروخت کر دیا
گیا تھا۔"
خلائی انسان نے دوسرے غلاموں اور کنیزوں سے
پوچھا کہ کیا وہ یہاں سے اپنے طور پر اپنے اپنے ملک
کی طرف چلے جائیں گے۔ سب نے کہا کہ ہم چلے جائیں
گے۔ تم سارھتی کو اس کے گھر پہنچا دو کیوں کہ اس کا
یہاں کوئی نہیں ہے۔ خلائی انسان نے سارھتی کو ساتھ
لیا اور صحرا میں ستاروں کی روشنی میں ایک طرف روانہ
ہو گیا۔ دوسرے غلام اور کنیزیں بھی وہاں سے دیکھتے دیکھتے
صحرا میں چھوٹے بڑے ٹیلوں کی طرف گم ہو گئیں۔
کنیز سارھتی نے کچھ دور چلنے کے بعد خلائی انسان

سے کہا:
"ہم اس طرح پیدل زیادہ دور تک نہیں چل
سکیں گے۔ ادھر کچھ فاصلے پر ایک گاؤں ہے۔
وہاں سے ہمیں اونٹ مل جائے گا۔ میں اپنے
کان کی بالی فروخت کر کے اونٹ خرید لوں گی۔"
کنیز سارھتی خلائی انسان کو ساتھ لے کر راتوں رات
گاؤں میں پہنچ گئی۔ وہ اس گاؤں سے واقف تھی۔ گاؤں
کے باہر ہی ایک کچا مکان تھا۔ اس کے احاطے میں
چار اونٹ بیٹھے جگالی کر رہے تھے۔ سارھتی نے مکان
کے اندر جا کر ایک حبشی عورت سے بات کی اور
اپنے کان کی بالی اتار کر دی اور ایک اونٹ پر کجاوا
ڈلوا کر مکان کے احاطے سے نکال کر خلائی انسان کے
پاس لے آئی۔ وہ دونوں اونٹ پر بیٹھ گئے اور اونٹ
نے صحرا میں ملک شام کی طرف اپنا سفر شروع کر
دیا۔ راستے میں کنیز سارھتی نے کئی بار خلائی انسان سے
دریافت کرنے کی کوشش کی کہ اگر وہ کوئی دیوتا نہیں
ہے تو پھر اس نے دیوار میں سوراخ کیسے کر دیا؟ خلائی
انسان نے سارھتی سے کہا:
"ان باتوں کو بھول جاؤ اور خاموشی سے میرے

ساتھ سفر کرو۔"

سارہ بھی چپ ہو گئی۔

○

اب اس سرخ بالوں والی امریکن لڑکی جولی کا حال سنو جو خلائی انسان کے ساتھ ہی ٹائم مشین میں غائب ہوئی تھی۔ وہ بھی سبز روشنی کی چکا چوند کے ساتھ ہی نیم بے ہوش ہو گئی۔ اسے اپنا آپ ہوا میں اُڑتا ہوا محسوس ہوا پھر اسے کچھ ہوش نہ رہا۔

جب اس کو ہوش آیا اور اس کی آنکھ کھلی تو یہ دیکھ کر پریشان ہو گئی کہ وہ ایک شاندار محل کے حسین ترین باغ میں سنگِ مرمر کے حوض کنارے گھاس پر بیٹھی ہے۔ اس کے کپڑے وہ نہیں ہیں جو امریکہ میں اس نے پہن رکھے تھے۔ بلکہ اس نے قدیم زمانے کی لڑکیوں کا لباس پہن رکھا ہے اور اس کے سرخ بالوں میں سفید پھول لگے ہیں۔ سامنے حوض کے دوسرے کنارے چاندی کے تخت پر دو سیاہ بالوں والی لڑکیاں بیٹھی پھولوں کے ہار بنا رہی ہیں۔ انہوں نے اپنے سروں پر چھوٹے چھوٹے سونے کے تاج پہن رکھے ہیں۔ جولی نے

حیرانی سے کبھی محل کو تکتی، کبھی اپنے لباس کو اور کبھی ان شہزادیوں کو دیکھتی۔ اچانک ان شہزادیوں میں سے ایک کی نظر جولی پر پڑ گئی۔ اس نے دوسری شہزادی کو متوجہ کیا۔ دونوں اٹھ کر جولی کے پاس آئیں اور اس کے سرخ بالوں پر ہاتھ پھیر کر خوش ہوئیں۔ ایک نے دوسری سے کہا:

"یہ تو آسمان کی کوئی پری ہے۔ جس کو دیوتاؤں نے ہمارے بھائی کے لیے بھیجا ہے۔"

جولی امریکی لڑکی تھی۔ وہ انگریزی کے سوا کوئی زبان نہیں جانتی تھی۔ یہ دونوں لڑکیاں تاریخ کی کوئی قدیم ترین زبان بول رہی تھیں مگر جولی ان کا ایک ایک لفظ سمجھ رہی تھی۔

دوسری شہزادی نے کہا:

"دیوتاؤں نے ہماری دعا سن لی۔ ہمارے شاہی محل کے لیے ایک ملکہ بھیج دی۔ ہم نے سرخ بالوں والی ملکہ کے لیے ہی دعا کی تھی۔ یہ تو بے حد حسین بھی ہے۔"

پہلی شہزادی نے جولی کے پاس بیٹھ کر اس کے حسین سرخ بالوں پر ہاتھ پھیر کر پوچھا:

"حسین ملکہ! تمہیں دیوتاؤں نے ہمارے پاس

بھیجا ہے نا؟"

جولی پہلے تو خاموش رہی۔ یہ اس قسم کا زبردست اور دھماکہ خیز تجربہ تھا کہ وہ ابھی اسی کے اثر میں تھی۔ مگر پیارے بچو یورپ اور امریکہ کے لڑکے لڑکیوں میں اعتماد بہت ہوتا ہے اور وہ مصیبت میں گھبراتی بالکل نہیں جیسا کہ ہمارے ہاں کے اکثر بچے بچیاں بھی مصیبت میں نہیں گھبرائیں اور خدا پر بھروسہ رکھتی ہیں۔

جولی نے کہا:

"ہاں - مجھے - مجھے دیوتا نے بھیجا ہے۔"

یہ جملہ جولی نے انہی کی زبان میں ادا کیا تھا اور جولی کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ اس نے ان کی زبان میں کیسے بات کر لی ہے۔ جولی کی عمر اگرچہ اٹھارہ انیس برس کے قریب تھی لیکن وہ ایک پڑھی لکھی اور باشعور امریکی لڑکی تھی اور ۱۹۹۰ عیسوی کے سائنسی عروج کے امریکہ میں پیدا ہوئی اور سائنس کالج میں پڑھ چکی تھی۔ وہ ایک سائنس دان کی بیٹی بھی تھی۔ وہ سمجھ گئی تھی کہ یہ ٹائم مشین کی وجہ سے تاریخ کے پرانے دور میں آ گئی ہے۔ یہ مشین اس کا سائنس دان ڈیڈی اس کے سامنے تیار کر رہا تھا کہ خود بھی غائب ہو گیا۔ جولی

کو ایک خوشی یہ بھی تھی کہ اس طرح سے وہ پرانے زمانے میں اپنے ڈیڈی کو بھی تلاش کر لے گی۔ اس کے دل میں خلائی انسان کا بھی خیال تھا جس کو لے کر وہ ٹائم مشین میں داخل ہوئی تھی۔ چنانچہ اس نے فضول سوال جواب سے بچنے کے لیے ان دونوں شہزادیوں کو یہی کہا کہ ہاں مجھے دیوتا نے بھیجا ہے۔ جولی کو ان شہزادیوں نے بتایا کہ دیوتاؤں نے اسے ملک یونان کے بادشاہ کے محل میں بھیجا ہے جو ہمارا باپ ہے۔ وہ بوڑھا ہو چکا ہے اور اب اپنے جوان بیٹے سباکو کے لیے کسی سرخ بالوں والی شہزادی کی تلاش میں ہے۔ سباکو ہمارا بھائی ہے۔ ایک نجومی نے ہمیں بتایا ہے کہ اگر ہمارے بھائی کو سرخ بالوں والی شہزادی مل جائے گی تو وہ سو سال تک زندہ رہے گا۔ شہزادیاں جولی کو لے کر خوشی خوشی محل کی طرف چلیں۔

O

اب ہم ناگ اور کیپٹن کے ہیلی کاپٹر کی طرف چلتے ہیں۔

ناگ بوڑھے انسان کی شکل میں ہیلی کاپٹر میں بیٹھا تھا

کیپٹن ہیلی کاپٹر چلا رہی ہے۔ عنبر چھوٹا ہو کر سامنے پڑا ہے۔ اس کے دوسرے خانے میں فرعون مصر کا ماچس کی ڈبیا جتنا تابوت رکھا ہے۔ کیپٹن کا ہیلی کاپٹر زمین سے کافی بلندی پر ماریا کی تلاش میں اڑا چلا جا رہا ہے۔ نیچے ساری زمین پر پانی ہی پانی ہے۔ کہیں کوئی شہر کوئی گاؤں کوئی انسان، کوئی جانور کوئی چیز نظر نہیں آ رہی ہے۔ عالمی ایٹمی جنگ نے اس سارے علاقے کو بھی تباہ و برباد کر دیا ہے۔ کوہ ہمالیہ کی پگھلی ہوئی برفوں کے اربوں ٹن پانی نے قیامت کا طوفان بن کر سارے ملک کو ڈبو دیا ہے۔

ناگ کا بوڑھا جھریوں بھرا چہرہ دیکھ کر کیپٹن کی آنکھوں میں بار بار آنسو آ جاتے۔ کتنا پیارا جوان تھا کہ بڑھا کھوسٹ ہو گیا ہے۔ ناگ کا سر جھکا ہوا تھا اور وہ بوڑھے آدمیوں کی طرح اونگھ رہا تھا۔ کیپٹن ہیلی کاپٹر کو اب کافی نیچے لا کر اڑا رہی تھی۔ اسے ماریا کی کہیں پر بھی خوشبو نہیں آ رہی تھی۔ اڑتے اڑتے دن کی روشنی ختم ہونے لگی۔ سورج غروب ہو گیا۔ پھر شام کی ہلکی ہلکی تاریکی پھیل گئی۔

اچانک کیپٹن کی نظر دور ایک جگہ نیلی روشنی پر پڑی

جو کبھی جلتی تھی اور کبھی بجھ جاتی تھی۔ کیپٹن نے ناگ کو جگا کر وہ روشنی دکھائی۔

ناگ نے اس طرف غور سے دیکھا اور کہا:

"کیپٹن! یہاں اتر چلو۔ ہو سکتا ہے کوئی آبادی ہو اور ماریا کا کچھ سراغ مل جائے۔"

کیپٹن نے کہا:

"ٹھیک ہے۔ ہیلی کاپٹر کی گیس بھی ختم ہونے والی ہے۔ اُمید ہے یہاں سے گیس بھی مل جائے گی۔"

کیپٹن ہیلی کاپٹر کو وہاں لے آئی جہاں نیلی روشنی ہو رہی تھی۔ یہ روشنی ایک پہاڑی کے قریب سے آ رہی تھی۔ کیپٹن نے کچھ فاصلے پر ہیلی کاپٹر زمین پر اتار دیا۔ ناگ نے کیپٹن سے کہا:

"فرعون مصر کا تابوت اور عنبر کو بھی ساتھ لے لو کوئی خبر نہیں کہ کیا واقعہ پیش آ جائے اور ہم عنبر سے جدا ہو جائیں۔"

عنبر کو کیپٹن نے اپنی جیب میں اور فرعون مصر کے تابوت کو ناگ نے اپنی جیب میں رکھ لیا۔ وہ نیلی روشنی کی طرف چلنے لگے۔ اندھیرا آہستہ آہستہ گہرا ہو رہا

تھا۔ ناگ چونکہ بوڑھا ضعیف ہو گیا تھا اس لیے کمر کو
جھکا کر ہولے ہولے چل رہا تھا۔ قریب جا کر کیپٹی اور
ناگ نے دیکھا کہ یہ نیلی روشنی ایک تکونے خلائی جہاز
کے اوپر سے نکل رہی تھی۔ ایک مدت کے بعد
کسی خلائی جہاز کو دیکھ کر کیپٹی بہت حیران ہوئی۔
"ناگ! یہ کسی خلائی مخلوق کا خلائی جہاز ہے۔"
ناگ بولا: "ہمیں یہاں سے دور ہٹ جانا چاہیے۔"
کیپٹی نے کہا: "معلوم ہوتا ہے اس دنیا کی تباہی
کی خبر پا کر خلائی سیارے سے کوئی خلائی مخلوق
اپنا جہاز لے کر یہاں آئی ہے۔ چلو چل کر دیکھتے
ہیں یہ کون لوگ ہیں۔"
"خدا کے لیے اُدھر مت جانا۔" ناگ بولا:
کیپٹی نے ہنس کر کہا:
"ناگ بھیا! بڈھے ہو کر تم بزدل ہو گئے ہو۔
یہ بھی تو ہو سکتا ہے کہ یہ ہماری دوست مخلوق
ہو اور ان کے پاس کوئی ایسی چیز ہو جس سے
عنبر پھر سے بڑا ہو جائے اور تم بھی پھر سے
جوان بن جاؤ۔"
یہ بات ناگ کی سمجھ میں آ گئی۔ وہ خلائی جہاز کی

طرف چلے۔ خلائی جہاز دو منزلہ مکان جتنا بڑا تھا۔
اس کی شکل تکونی تھی۔ وہ ایک جگہ لمبی لمبی فولادی
ٹانگوں پر کھڑا تھا اور ایک سیڑھی نیچے لٹک رہی
تھی۔ کیپٹی نے نیچے جا کر خلائی زبان میں آواز دی۔ اوپر
سے کسی نے جواب نہ دیا۔
کیپٹی نے کہا: "چلو اوپر چلتے ہیں۔"
ناگ نے ڈرتے ڈرتے اس کے پیچھے سیڑھی پر قدم
رکھا۔ وہ خلائی جہاز کے اندر آ گئے۔ کیپٹی نے ایک ایک
چیز کو غور سے دیکھا۔ جہاز کی دو منزلیں تھیں۔ دونوں
کی دونوں منزلیں خالی تھیں۔ خلائی جہاز میں کوئی خلائی
مخلوق نہیں تھی۔ اچانک کیپٹی کی نگاہ دیوار پر لگی المونیم
کی پلیٹ پر پڑی۔ اس نے گھبرا کر کہا:
"یہ لوگ تو اس دنیا کی دشمن مخلوق ہے اور
یہاں سے بچی کھچی آبادی اور درختوں کا رس
نچوڑ کر اکٹھا کرنے آئی ہے۔ یہ دیکھو اس پلیٹ
پر یہی لکھا ہے خلائی زبان میں۔ یہ دنیا ان کا
ٹارگٹ ہے۔"
ناگ نے کہا:
"جلدی سے اس خلائی جہاز سے اُتر چلو۔"

وہ دوسری منزل سے تیزی سے نیچے آئے کہ باہر نکل چلیں۔ وہ دروازے کے پاس پہنچے تو انہیں قریب ہی خلائی مخلوق نظر آئی۔ یہ ایک عجیب قسم کی بدصورت مخلوق تھی۔ ان کی تین ٹانگیں اور لومڑ ایسے سر تھے۔ جن میں ایک آنکھ تھی اور لمبے دانت باہر نکلے ہوئے تھے۔ ان کے ہاتھوں میں خلائی پستول تھے۔ انہوں نے بھی اپنے خلائی جہاز میں دو انسانوں کو دیکھ لیا تھا اور اس طرف دوڑے۔

کیٹی نے چلا کر کہا،

"ٹاگ پیچھے ہٹ جاؤ۔ یہ مخلوق تمہیں مار ڈالیگی۔"

یہ کہتے ہی کیٹی نے دیوار سے لگا ایک بٹن دبا دیا۔ فوراً ایلومونیم کی سیڑھی جو باہر لٹک رہی تھی۔ اوپر آ گئی اور خلائی جہاز کا مضبوط فولادی دروازہ بند ہو گیا۔ باہر سے خلائی مخلوق نے شور مچا دیا اور اپنی خلائی پستولوں سے جہاز پر فائرنگ شروع کر دی۔ زبردست دھماکوں کے ساتھ پستولوں سے نکلی ہوئی لیزر شعاعیں جہاز کی دیوار سے ٹکرا رہی تھیں۔ مگر دیوار اتنی مضبوط تھی کہ اس پر کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔

کیٹی بھاگ کر دوسری منزل میں انجن روم میں آ گئی۔

بوڑھا ٹاگ آہستہ آہستہ سیڑھیاں چڑھتا اوپر آ رہا تھا۔

کیٹی خلائی جہازوں کی ساری تکنیک جانتی تھی۔ وہ خود کبھی خلائی جہاز چلایا کرتی تھی۔ اس نے انجن روم میں آتے ہی کتنے ہی بٹن اون کر دیئے۔ انجن روم میں روشنی ہو گئی اور ڈائیل پر ان گنت چھوٹے چھوٹے نیلے پیلے بلب جلنے بجھنے لگے۔ کیٹی نے ایک بٹن کو دبایا تو خلائی جہاز کے نیچے سے طوفانی شور اٹھا اور خلائی جہاز کی تینوں ٹانگیں اندر کو چلی گئیں اور خلائی جہاز نے آہستہ آہستہ اوپر اٹھنا شروع کر دیا۔ خلائی مخلوق نیچے سے اسی طرح فائرنگ کر رہی تھی مگر جہاز تھوڑا اوپر جا کر تیزی سے فضا میں بلند ہوا اور پھر ستاروں کی طرف طوفانی رفتار کے ساتھ اڑتا ہوا خود بھی ایک ستارہ نظر آنے لگا۔ ٹاگ نے چلا کر کہا "کیٹی! یہ تم کہاں خلا میں جا رہی ہو؟"

کیٹی نے گھبرا کر کہا،

"ٹاگ! جہاز میرے کنٹرول سے باہر ہو چکا ہے۔ میں کچھ نہیں کر سکتی۔"

خلائی آسیب

خلائی جہاز دائیں بائیں ڈول رہا تھا۔

وہ تیس ہزار کلو میٹر کی رفتار سے زمین کی کشش سے نکل کر خلا کی طرف بڑھ رہا تھا۔ زمین کی کشش والی خلا سے نکلنے کے لیے کسی بھی خلائی جہاز یا راکٹ کو کم از کم چودہ ہزار میل فی گھنٹہ کی سپیڈ کی ضرورت ہوتی ہے مگر یہ خلائی جہاز ہماری زمین کے سائنسدانوں نے نہیں بنایا تھا۔ یہ کسی نامعلوم خلائی سیارے کا جہاز تھا اور اس کی رفتار بہت تیز تھی۔ کیپٹ نے اس سے پہلے اس قسم کا جہاز کبھی نہیں دیکھا تھا۔ بوڑھا ناگ کیپٹ کی ساتھ والی سیٹ پر بیلٹ باندھے بیٹھا تھا۔ اس نے کیپٹ سے کہا:

"اسے کنٹرول کر کے نیچے زمین کی طرف لے جانے کی کوشش کرو۔"

کیپٹ نے کئی ایک بٹن کھولے اور دبائے۔ راڈ کو آگے

پیچھے کیا مگر کوئی فرق نہ پڑا۔ خلائی جہاز بے قابو ہو کر اوپر ہی اوپر زمین سے دور ہی دور ہوا جا رہا تھا۔ کیپٹ نے کہا:

"ناگ! اس کی مشینری میری سمجھ سے باہر ہے۔ یہ ہمیں زمین سے دور لیے جا رہا ہے۔"

ناگ نے کہا:

"یہ زمین کی کشش والی سرحد سے نکل کر کہاں جائے گا۔"

کیپٹ بولی: "ہو سکتا ہے یہ خلا میں آگے نکل جائے اور ہو سکتا ہے کہ زمین کی کشش اسے اپنے مدار میں داخل کر لے۔ اس صورت میں یہ زمین کے گرد گھومنا شروع کر دے گا۔"

کیپٹ کا اندازہ درست نکلا۔ خلائی جہاز چند سیکنڈوں میں زمین کے اس حصے سے نکل گیا جس میں زمین کی کشش ہوتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی اوپر خلا میں داخل ہونے کی بجائے وہ زمین کے مدار میں گھوم گیا اور اس نے زمین کے گرد چکر لگانا شروع کر دیا۔

ناگ بولا: "اب اسے زمین کی طرف موڑنے کی کوشش کرو۔ ہم خلا میں جا کر کیا کریں گے۔"

ماریا زمین پر ہے۔ ہمیں اسے تلاش کرنا ہے۔"
کیٹی نے مشین کیبن میں جا کر جہاز کو زمین کی طرف موڑنے کی کوشش شروع کر دی۔ وہ ان مشینوں سے واقف تھی۔ کچھ پینل اور ڈائل اس کی سمجھ میں نہیں آ رہے تھے۔ وہ ایک ایک پرزے اور آلے کو جانچ رہی تھی۔ اس نے کمپیوٹر پر فیڈ ڈیٹا کو بھی بار بار دہرایا لیکن کوئی نتیجہ نہ نکلا۔ جہاز اسی طرح زمین کے ساتھ ساتھ گردش کر رہا تھا، گھوم رہا تھا۔ سامنے والے چھوٹے سے خانے سے عنبر کی باریک آواز آئی:
"ناگ! ہم کہاں آ گئے ہیں؟"
ناگ نے عنبر کو خانے میں سے نکال کر اپنی ہتھیلی پر رکھا اور کانپتی ہوئی بوڑھی آواز میں سارا ماجرا سنایا کہ ہم خلائی جہاز میں ہیں اور جہاز زمین کے مدار کے گرد گھوم رہا ہے۔ عنبر نے ناگ کی طرف دیکھ کر بڑے دکھ بھرے لہجے میں کہا:
"ناگ! تم ایک دم بوڑھے ہو گئے ہو۔ مجھے اپنی آنکھوں پر یقین نہیں آ رہا۔"
ناگ نے کہا:
"تم بھی تو بچے کی انگلی کے برابر بن گئے ہو

ہم اپنی طویل زندگی کے ایک بالکل ہی نئے اور انوکھے تجربے سے گزر رہے ہیں۔ لیکن فکر کی کوئی بات نہیں۔ مصیبت آتی ہے تو پھر گزر بھی جاتی ہے۔ بس انسان کو صبر اور ہمت سے کام لینا چاہیے۔"
عنبر کہنے لگا:
"میرے بڑے ہونے کی اب کوئی امید نہیں ناگ کیوں کہ جس خلائی انسان نے مجھے بڑا کرنا تھا وہ خود کہیں گم ہو چکا ہے۔"
ناگ نے کہا:
"اس وقت ہماری کوشش تو صرف یہ ہے کہ کسی طرح جہاز کو نیچے زمین کی طرف لے جائیں۔"
"کیٹی کیا کر رہی ہے؟" عنبر نے پوچھا۔
"وہ انجن روم میں ہے اور جہاز کا رخ زمین کی طرف پھیرنے کی کوشش میں ہے۔"
عنبر نے پوچھا:
"اور فرعون مصر کا تابوت کہاں ہے؟"
"وہ تمہارے ساتھ والے خانے میں ہے۔ مگر وہ کوئی بات نہیں کرتا۔ وہ بالکل خاموش ہو گیا ہے۔"

ناگ نے عنبر کو ماریا کے بارے میں ساری صورتحال
بتائی کہ وہ زمین پر کسی جگہ موجود ہے اور ہم لے
واپس جا کر تلاش کرنے کی کوشش کریں گے۔
عنبر نے باریک آواز میں کہا:
"اگر ہم زمین پر پہنچ سکے تب۔ مجھے نہیں امید
کہ یہ خلائی جہاز اب زمین کی طرف جائے۔"
اتنے میں کیپٹن کیبن میں داخل ہوئی۔ اس کے چہرے
پر پریشانی تھی۔
"ناگ میں جہاز کو کنٹرول کرنے میں ناکام ہو
گئی ہوں۔"
عنبر نے کیپٹن کو دیکھا تو بولا:
"ایک بار پھر کوشش کرو۔"
"تم کہتے ہو تو کوشش کر کے دیکھ لیتی ہوں۔"
یہ کہہ کر کیپٹن ایک بار پھر المونیم کا دروازہ کھول
کر انجن روم میں چلی گئی۔
عنبر نے ناگ سے کہا:
"فرعون مصر کے تابوت کو باہر نکالو۔ میں اس
سے بات کروں گا۔ ہو سکتا ہے وہ مجھ سے
بات کرے۔"

ناگ نے دوسرے خانے میں سے ماچس کے ساتھ
کا فرعون مصر کا تابوت نکالا اور عنبر کے پاس ہی اپنی
ہتھیلی پر رکھ دیا۔ عنبر نے اپنی منحنی اور کمزور آواز
میں فرعون مصر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:
"مقدس فرعون مصر! کیا تم اس حالت میں ہو کہ
مجھ سے بات کر سکو؟"
فرعون مصر کے تابوت میں سے ممی کی باریک آواز
عنبر کو سنائی دی:
"عنبر! تم لوگ ایک بہت بڑی مشکل میں
پھنسنے والے ہو۔"
"وہ کون سی مشکل ہے؟" عنبر نے سوال کیا۔
"کیا تم مجھے اس کے بارے میں کچھ بتا
سکتے ہو؟"
فرعون مصر کے تابوت میں سے آواز آئی:
"نہیں بتا سکتا۔ کیوں کہ میں ایک تاریک سائے
کو تم لوگوں کی طرف بڑھتا دیکھ رہا ہوں۔
مگر اس تاریک سائے میں کیا چیز چھپی ہوئی
ہے؟ میں یہ خود بھی نہیں جانتا۔"
ناگ بھی کچھ بے چین سا ہو گیا کہ خدا جانے

کیا مصیبت آنے والی ہے۔ اچانک جہاز کو ایک
زبردست جھٹکا لگا اور اس کی رفتار ایک دم تیز
ہو گئی۔

ناگ نے کہا:

"کیپٹن نے کوئی راکٹ چلا دیا ہے۔ میرا خیال
ہے ہم زمین کی طرف جا رہے ہیں۔"

فرعون مصر کی باریک آواز آئی:

"تمہارا جہاز خلاء کی طرف اوپر کو جا رہا ہے۔"

اب جو ناگ نے شیشے میں سے باہر دیکھا تو زمین
کا گول بڑی تیز رفتاری سے خلائی جہاز سے دور ہوتا
جا رہا تھا۔ زمین چھوٹی ہونے لگی تھی۔

کیپٹن گھبرائی ہوئی کیبن میں آئی:

"ناگ! غلطی سے ایک ایسا راکٹ فائر ہو گیا
ہے جو ہمیں لے کر اوپر جا رہا ہے۔ اب
ہم کیا کریں؟"

ناگ نے عنبر سے کہا:

"فرعون مصر کی پیش گوئی درست نکلی عنبر!
ہم خلا میں جا رہے ہیں۔ کچھ معلوم نہیں کہ
ہم اب کس سیارے کس دنیا میں پہنچ جائیں گے۔"

عنبر نے اپنی آنکھیں بند کر لیں اور کہا:

"مجھے میرے خانے میں بند کر دو۔ میں کچھ نہیں
سننا چاہتا۔"

ناگ نے عنبر کو سامنے والے خانے میں بند کر دیا۔
دوسرے خانے میں اس نے فرعون مصر کے تابوت کو
رکھ دیا اور کیپٹن سے کہا:

"باہر کی فضا تاریک ہو گئی ہے۔ آسمان کا رنگ
کالا پڑ رہا ہے اور زمین ایک نیلا گنبد نظر
آنے لگی ہے۔ یہ ہم کہاں جا رہے ہیں؟ تم
خلائی لڑکی ہو تم کچھ بتاؤ۔"

کیپٹن اپنی کاسمونوٹ سیٹ پر بیٹھی سامنے کمپیوٹر
اور راڈار پر ابھرنے والے لفظوں اور بل کھاتی سبز
لکیروں کو غور سے دیکھ رہی تھی۔ اس کے چہرے پر
پریشانی کے آثار تھے۔ وہ بار بار بٹنوں کو دباتی۔ اس
نے پریشر ڈائیل کو دیکھا۔ خلائی جہاز کا پریشر یعنی دباؤ
بالکل اپنی زمین کی فضا کے دباؤ جتنا تھا۔

پیارے بچو! ہم آپ کو پہلے بھی ایک بار بتا چکے
ہیں کہ ہماری زمین کے ارد گرد ساٹھ ستر میل چوڑی ایک
پٹی ہے جس میں صرف زمین کی کشش ہی نہیں ہے

بلکہ دباؤ بھی ہے۔ یہ دباؤ بالکل ایسا ہے جس طرح
کوکا کولا کی بوتل کو دباؤ سے بند کیا ہوتا ہے۔ اسی
دباؤ کی وجہ سے ہمارے جسم کے اندر جو خون ہے
وہ ہمارے جسم میں دبا رہتا ہے اور ہمارے جسم
کے ذریعے خلیے اور الیکٹرون ایک دوسرے کے
ساتھ جڑے رہتے ہیں۔ اگر فضا میں سے دباؤ ختم ہو جائے
تو ہمارے جسم پھٹ جائیں۔ اسی لیے خلا باز جب
خلاء میں جاتے ہیں تو خلائی سوٹ پہن کر جاتے ہیں،
جس کے اندر اتنی ہی مقدار میں دباؤ ہوتا ہے جتنا
دباؤ ہماری زمین پر ہے جس کی وجہ سے خلا باز خلاء
میں چہل قدمی کرتے ہیں۔ اگر کسی وجہ سے یہ خلائی
سوٹ پھٹ جائیں تو خلا بازوں کے جسم بھی پھٹ
کر فضا میں بکھر جائیں۔

چونکہ کیپٹن ناگ عنبر کے خلائی جہاز میں زمین جتنا
ہی دباؤ تھا اس لیے انہیں خلائی سوٹ پہننے کی
ضرورت نہیں تھی۔

کیپٹن اور ناگ کی آنکھیں سامنے لگی ہوئی ٹیلی
سکوپ شیشے پر لگی تھیں۔ یہ شیشہ کسی ایسے مادے کا
بنا تھا کہ اس پر گرنے والے شہاب ثاقب کے

گولیوں کی طرح آ کر لگنے والے چھوٹے پتھروں کا
کوئی اثر نہیں ہو رہا تھا۔ کیپٹن نے اوپر والی چھوٹی
سکرین کی طرف دیکھا۔ وہاں پہلے زمین کا گیند نظر آ
رہا تھا۔ اب زمین کا گیند خود ایک ستارہ بن چکا
تھا جس پر سورج کی روشنی پڑ رہی تھی، اور وہ ستارے
کی طرح جھلملانے لگا تھا۔

"ہم زمین سے کروڑوں میل خلا میں آ گئے
ہیں کیپٹن!" ناگ نے کچھ پریشان سا ہو کر کہا۔
کیپٹن نے سپیڈ کے میٹر کی طرف دیکھا:
"ناگ! اس وقت ہمارا خلائی جہاز دس کروڑ
میل فی سیکنڈ کی رفتار سے خلا میں سفر کر
رہا ہے۔"

ناگ نے اپنے کپکپاتے ہوئے ہاتھوں سے اپنا بوڑھا
سر تھام لیا۔
"میرے خدا! ہم اتنی رفتار سے کہاں جا
پہنچیں گے؟"
"کچھ معلوم نہیں۔" کیپٹن نے جواب دیا۔
ناگ نے پوچھا، "کیپٹن! تم خلائی مخلوق ہو۔ تم
تو خلا سے واقف ہو۔ کیا تم کچھ اندازہ نہیں

لگا سکتیں کہ ہم خلا میں کس طرف، کس گلیکسی
کی طرف جا رہے ہیں؟"
کیٹی نے کمپیوٹر کو فیڈ کرنے کے بعد اس کے بٹن
دبائے تو کمپیوٹر کی سکرین پر خلائی زبان میں لکھا
ہوا آیا۔
"ہم خلا میں سیکرو ھتون سیارے کی طرف جا رہے ہیں۔"
کیٹی نے ناگ کو بتایا تو وہ بولا: "یہ سیکرو ھتون
سیارہ کیا بلا ہے؟"
کیٹی بولی: "یہ ایک ایسی گلیکسی کا سیارہ ہے جس
سے میں واقف نہیں ہوں۔"
ناگ ٹھنڈی آہ بھر کر خاموش ہو گیا۔ خلائی جہاز
قیامت کی رفتار سے خلا میں بھاگا جا رہا تھا۔ لاکھوں
ننھے ننھے شہاب ثاقب لکیریں سی بناتے ہوئے جہاز
کے قریب سے شٹ شٹ کرتے گزر رہے تھے۔ کچھ جہاز کے
سینا سکوپ شیشے سے ٹکرا کر چکنا چور ہو رہے تھے۔
کیٹی اور ناگ کی آنکھیں سکرین کے شیشے میں سے
سامنے خلا میں گھور رہی تھیں۔ خلا کا رنگ گہرا سیاہ
تھا۔ اس تاریک سمندر میں کروڑوں ستارے دور دور آگ
کے انگاروں کی طرح سرخ تھے۔ کسی کا رنگ نیلی آگ

کی طرح تھا۔ کسی کا رنگ سرخ اور کسی کا سفید آگ
کی طرح تھا۔ ناگ نے دیکھا کہ بہت دور خلا میں سے
ایک بادل کا ننھا سا گولہ قریب آ رہا ہے۔ اس گولے
کو کیٹی بھی غور سے دیکھ رہی تھی۔
"یہ کوئی سیارہ لگتا ہے کیٹی!" ناگ نے کہا۔
کیٹی نے اسی وقت کمپیوٹر پر انگلیاں چلائیں۔ کمپیوٹر
کی سکرین پر لکھا ہوا آ گیا:
"ہم سیارہ سیکرو ھتون کی طرف بڑھ رہے ہیں۔"
اس کے ساتھ ہی کمپیوٹر نے سیارہ سیکرو ھتون کا
درجہ حرارت اور دباؤ اور فضا میں گیسوں کا تناسب
بھی بتا دیا۔
کیٹی نے ناگ سے کہا:
"اس سیارے کا درجہ حرارت اور دباؤ بہت
زیادہ ہے۔ اگر ہم بغیر خلائی سوٹ کے وہاں اترے
تو ہم درجہ حرارت سے پگھل جائیں گے۔ فضا میں
آکسیجن کی مقدار بھی نہ ہونے کے برابر ہے۔"
ناگ نے کہا: "لیکن ہمیں یہاں اترنے کی کیا
ضرورت ہے۔"
کیٹی بولی: "یہ ہمارے اختیار میں نہیں ہے۔"

خلائی جہاز کا رُخ اس سیارے کی طرف ہے اور وہاں پہنچ کر اپنے آپ اُتر جائے گا۔"

ناگ نے کہا: "تو پھر ہمیں خلائی سوٹ پہننے ہوں گے۔ مگر عنبر کا کیا کریں گے۔ وہ تو بالکل انگلی کے سائز کا ہے۔ کیا وہ خلائی سوٹ کے بغیر اس سیارے کا درجہ حرارت اور دباؤ برداشت کر سکے گا؟"

کیپٹن نے کہا: "ہم میں سے صرف عنبر ہی تو ایک ایسا انسان ہے جو ہر سیارے کا درجہ حرارت اور دباؤ برداشت کر سکتا ہے لیکن ہم اسے جہاز سے باہر نکال کر لے جانے کا خطرہ مول نہیں لیں گے۔ وہ فرعونِ مصر کے تابوت کے ساتھ خلائی جہاز ہی میں رہے گا اور ہم سیارے پر اُتر کر حالات کا جائزہ لیں گے۔"

ناگ نے خاموشی سے سر جھکا لیا۔ اس کا ذہن ماریا کے بارے میں سوچنے لگا کہ وہ زمین پر کس حال میں ہو گی؟ کہاں ہو گی؟ اور اب خدا جانے اس سے کبھی ملاقات بھی ہو گی یا نہیں، کیونکہ ان کا خلائی جہاز تو

انہیں زمین سے کروڑوں اربوں میل کے فاصلے پر کسی اور ہی گلیکسی میں لے آیا ہے۔ ہیکرو مقون سیارے کا بادل قریب آ رہا تھا۔

جہاز پوری رفتار سے اس کی طرف بڑھا جا رہا تھا اب شہاب ثاقب بھی خلائی جہاز سے نہیں ٹکرا رہے تھے۔ بلکہ پرے پرے ہٹ گئے تھے اور ان کے بیچ میں سے ہیکرو مقون سیارے کا بھورے رنگ کا گولا صاف نظر آنے لگا تھا۔ خلائی جہاز کا کمپیوٹر ایک ایک سیکنڈ کی کیفیت بیان کر رہا تھا۔ کیپٹن کنٹرول پینل پر بیٹھی کبھی کمپیوٹر کو اور کبھی دوسرے پرزوں کو حرکت کرتے دیکھ رہی تھی۔ کمپیوٹر پر خلائی زبان میں لکھا آ گیا۔

"خبردار! ہم ہیکرو مقون کی فضا میں داخل ہو رہے ہیں۔"

اس کے ساتھ ہی خلائی جہاز کو ایک دھچکا لگا اور پھر اس کی رفتار اپنے آپ کم ہو گئی۔

کیپٹن نے ناگ سے کہا:

"جہاز کے راکٹ، اُلٹے رُخ کو فائر ہو گئے ہیں انہوں نے سپیڈ کو کنٹرول کر لیا ہے۔"

ناگ نے اپنے جھرّیوں بھرے چہرے پر ہاتھ پھیر کر کہا

"خدا جانے اس سیارے پر کیا کیا مصیبتیں ہماری
راہ دیکھ رہی ہیں۔"
پیکرو ڈھنون سیارے کی بھوری زمین چھوٹی چھوٹی
اونچی نیچی بھوری پہاڑیوں میں بدل رہی تھی۔
کیپٹن نے کہا:
"ناگ بھیا! ہمیں خلائی سوٹ پہن لینے چاہئیں۔"
کیپٹن ڈریسنگ روم میں گئی اور چاندی ایسے چمکیلے
پلاسٹک کا خلائی سوٹ پہن کر آ گئی۔ وہ ناگ کے لیے
خلائی سوٹ ساتھ لائی تھی۔ دونوں خلائی سوٹ پہن کر
بیٹھ گئے۔ ناگ نے عنبر کو خانے میں سے نکال کر
اطلاع کر دی کہ پیکرو ڈھنون سیارہ آ رہا ہے اور وہ
اسے اور فرعون مصر کے تابوت کو جہاز ہی میں چھوڑ
کر سیارے کی زمین کا جائزہ لینے نیچے جائیں گے۔
عنبر نے اپنی باریک آواز میں چھوٹی چھوٹی باہیں ہلا کر کہا:
"مجھے بھی ساتھ لے چلو۔"
کیپٹن نے ناگ کی ہتھیلی پر جھک کر عنبر سے کہا:
"پیارے عنبر بھائی! پہلے ہمیں سیارے پر اُتر کر
جائزہ لے لینے دو۔ بعد میں تمہیں بھی لے
جائیں گے۔"

خلائی جہاز پہاڑیوں کے قریب پہنچ رہا تھا۔ کیپٹن اور
ناگ بڑی سکرین پر ٹکٹکی باندھے تک رہے تھے۔ پیکروڈ
اب خاموش ہو گیا تھا۔ ناگ نے دیکھا کہ بھوری پہاڑیوں
کے درمیان گہری تاریک کھڈیں اور لمبی لمبی اندھیری
کھائیاں بنی ہوئی ہیں جن میں زرد رنگ کی دھند پھیلی ہوئی
ہے۔ "کیپٹن! کیا یہ سلفیوریک بادل ہیں؟"
کیپٹن نے دھند کی طرف دیکھ کر کہا:
"ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا۔"
"جہاز کو پہاڑی کے دامن میں اتارنا" ناگ بولا۔
کیپٹن نے کہا:
"جہاز میرے کنٹرول میں نہیں ہے۔ یہ اپنے آپ
اتر رہا ہے۔"
"اگر یہ کسی گہری کھڈ میں اُتر گیا تو ہم ساری
زندگی وہاں سے باہر نہیں نکل سکیں گے۔"
ناگ نے تشویش کا اظہار کرتے ہوئے کہا:
کیپٹن بولی: "یہ میرے اختیار میں نہیں ہے ناگ!"
خلائی جہاز کے کیبن میں کئی قسم کی چھوٹی چھوٹی
بتیاں اپنے آپ جل بجھ رہی تھیں۔ خلائی جہاز اب
دو اونچی پہاڑیوں کے درمیان ایک وادی میں اُتر

رہا تھا۔ ان پہاڑیوں پر کوئی درخت نہیں تھا کوئی انسان
یا چرند پرند بھی دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ جہاز آہستہ
آہستہ ایک جگہ بھورے اور سیاہ سنگ ریزوں والی
زمین پر آ کر اتر گیا۔ خلائی جہاز کے اترتے ہی سارے
انجن اپنے آپ خاموش ہو گئے۔ جہاز میں سناٹا چھا
گیا۔ کیٹی نے اپنے سر پر شیشے کا گول ہیٹ رکھ لیا۔
ناگ نے عنبر سے کہا:
"ہم سیارے کی سرزمین پر اتر رہے ہیں۔ تم
فکر نہ کرنا۔ ہم زیادہ دور نہیں جائیں گے۔"
عنبر نے پتلی آواز میں کہا:
"کاش تم مجھے بھی اپنے ساتھ لے جاتے۔"
ناگ بولا: "ابھی یہ خطرہ مول نہیں لیا جا
سکتا عنبر بھیا۔"
ناگ نے عنبر کو خانے میں رکھ کر بند کر دیا۔
ان کے پاس کوئی خلائی پستول وغیرہ بھی نہیں تھا
کیٹی جہاز کی پہلی منزل میں آ کر دروازے کے پاس
کھڑی ہو گئی۔ یہاں دو دروازے تھے اور ان کے
درمیان ایک چھوٹی سی ہوا کی دباؤ والی راہداری تھی
جو چار قدم لمبی تھی۔

کیٹی نے دروازے کی بائیں جانب لگا ہوا بٹن دبا
دیا۔ دروازہ اپنے آپ اوپر اٹھ گیا۔ دونوں راہداری
میں داخل ہو گئے۔ اب سامنے خلائی جہاز کا آخری
دروازہ تھا۔ بٹن دبانے سے وہ دروازہ بھی کھل گیا اور
ایک سیڑھی اپنے آپ نیچے لٹک گئی۔ کیٹی آگے آگے
تھی۔ پیکرو مقرون سیارے کی ہوا اس کے پریشر سوٹ
سے ٹکرائی تو اسے ایک جھرجھری سی آ گئی۔ حیرانی کی
بات تھی کہ یہاں کی فضا کا درجہ حرارت بہت زیادہ
تھا۔ اتنا زیادہ کہ اگر ہماری دنیا میں ہو تو پتھر پگھل جائیں
مگر یہاں کسی پتھر کسی سنگ ریزے پر اس کا کوئی اثر
نہیں ہو رہا تھا۔ زمین کی کشش نارمل تھی مگر ہوا کا
دباؤ بے حد زیادہ تھا۔ مگر پریشر سوٹ کی وجہ سے
ناگ اور کیٹی کو یہ دباؤ محسوس نہیں ہو رہا تھا۔ وہ
خلائی جہاز کی سیڑھیاں اترنے لگے۔ کیٹی آگے آگے تھی [illegible]
ہو جانے کی وجہ سے ناگ سیڑھیوں کو پکڑ کر نیچے اتر
رہا تھا۔ کیٹی نے آخری سیڑھی پر پہنچ کر بڑی احتیاط سے
اپنا اگلا پاؤں زمین پر رکھ کر زمین کی سختی کو محسوس کیا۔
زمین سخت تھی۔
"ناگ میرے پیچھے پیچھے آ جاؤ۔"

کیٹی نے خلائی خول کے اندر لگے مائیکرو سگنل پر ناگ
سے بات کی۔ ناگ بھی کیٹی کے پیچھے زمین پر اتر آیا۔
انہوں نے چاروں طرف نگاہ ڈالی۔ یہاں نہ اندھیرا تھا
نہ روشنی تھی۔ بس ایک ایسی فضا تھی جس میں دھیمی
دھیمی شام ایسے وقت ایسی روشنی تھی اور زرد دھند
کی لہریں دریا کی موجوں کی طرح کسی وقت اس کے
قریب سے ہو کر گزر جاتی تھیں۔ دونوں پھونک پھونک کر
قدم رکھتے بھوری پہاڑی کی پچھلی طرف آ گئے۔

یہاں آ کر کیا دیکھتے ہیں کہ ایک کھلا میدان ہے
جس میں زرد اور سیاہ رنگ کے چھوٹے چھوٹے پتھر بکھرے
ہوئے ہیں اور سامنے کچھ فاصلے پر پیلے رنگ کی دھند
کی لہروں میں ایک چوکور عمارت کھڑی ہے۔ یہ بلند
عمارت نیچے سے چوکور تھی مگر اوپر جا کر تکونی ہو گئی
تھی۔ اس کا اپنا رنگ بھورا تھا اور زرد دھند کی لہریں
اس کے ارد گرد سانپ کی طرح لپٹی ہوئی تھیں۔

ناگ نے کہا:

"یہ کیسی عمارت ہے کیٹی؟"

کیٹی بھی اس پُراسرار عمارت کو تک رہی تھی۔
کہنے لگی:

"یہ تو وہاں چل کر ہی معلوم ہو گا۔"

سنگ ریزوں پر سے گزرتے ہوئے وہ پُراسرار عمارت
کی طرف چل پڑے۔ جب وہ قریب پہنچے تو زرد
رنگ کی پٹی نے انہیں اپنی آغوش میں لے لیا۔ یہ
زرد پٹی جو لہرا رہی تھی، بل کھا رہی تھی ایک لمبے سانپ
کی طرح ان کے خلائی لباس سے چمٹ رہی تھی۔

کیٹی نے کہا:

"ناگ! تمہیں کچھ محسوس ہو رہا ہے؟"

ناگ نے کہا:

"ہاں۔ مجھے یوں لگ رہا ہے جیسے میرے جسم
میں بجلی کا ہلکا ہلکا کرنٹ داخل ہو رہا ہے۔"

"واپس مڑ چلو ناگ!"

یہ کہہ کر کیٹی نے واپس قدم اٹھانا چاہا تو اسے
محسوس ہوا کہ وہ واپس نہیں مڑ سکتی۔

ناگ نے کہا کہ میرے پاؤں پیچھے نہیں مڑ رہے۔

کیٹی نے کہا:

"میرے ساتھ بھی یہی پیش آ رہا ہے۔ میرے پاؤں
پیچھے نہیں گھوم رہے۔"

کیٹی اور ناگ کے قدم اب اپنے آپ پُراسرار عمارت

کی طرف اٹھنے لگے جس کے چبوترے تک زرد پتھر
کی سیڑھی جاتی تھی۔ وہ جیسے اپنے آپ سیڑھیاں چڑھ
کر چبوترے پر آ گئے۔ پراسرار عمارت میں ایک دروازہ
تھا جس کی شکل اردو کے ہندسے ۸ ایسی تھی۔ کسی نظر
نہ آنے والی طاقت نے انہیں دروازے کے اندر دھکیل
دیا۔ اندر داخل ہوتے ہی جیسے وہ گہرائی میں گر پڑے
اور آہستہ آہستہ فضا میں تیرتے ہوئے نیچے ہی نیچے
اترتے چلے گئے۔

"ناگ! تم میری آواز سن رہے ہو؟"

"ہاں۔ مجھ پر غنودگی چھا رہی ہے" ناگ نے جواب دیا۔
ناگ کی آواز میں کمزوری اور نقاہت تھی۔ کیٹی پوری
طرح ہوش میں تھی۔ اس نے ناگ کا بازو پکڑ لیا۔ اس
کی آنکھوں کے سامنے زرد رنگ کی دھند سی چھا گئی جس
کا رنگ اب بھورا نسواری ہونے لگا تھا۔ اب جو
کیٹی نے ناگ کو پکارا تو اس نے کوئی جواب نہ دیا۔ کیٹی نے
ناگ کی طرف دیکھا۔ بھوری نسواری دھند کے بادل
میں اسے ناگ کی شکل دکھائی نہ دی۔ اب کیٹی کی بھی
آنکھیں بند ہونے لگی تھیں۔ اس نے ناگ کا بازو تھام
رکھا تھا۔ وہ دونوں نیچے بھوری دھند میں [illegible]

جیسے خلا میں ہوں۔ اس کے بعد کیٹی کو بھی ہوش نہ رہا۔
وہ بھی ناگ کی طرح بے ہوش ہو چکی تھی۔

عنبر کو خلائی جہاز کے ایک خانے میں پڑے پڑے
کافی دیر ہو گئی اور کسی نے اسے باہر نہ نکالا تو عنبر
کو فکر ہوا کہ ناگ اور کیٹی کسی مشکل میں نہ پھنس گئے
ہوں۔ خانے میں سے باہر نکل کر اس نے خلائی جہاز
کے فرش پر چھلانگ لگا دی۔ کسی بچے کی انگلی جتنا عنبر
فرش پر چلتا نچلی منزل میں آ گیا۔ خلائی جہاز کا دروازہ
بند تھا۔ وہ جہاز کی پچھلی طرف آ گیا۔ یہاں [illegible] کا
ایگزاسٹ پائپ لگا تھا۔ عنبر اس کے سوراخ میں گھس
گیا۔ وہ خلائی جہاز سے نکل کر [illegible] کی زمین
پر آن گرا۔ اسے محسوس ہوا کہ فضا میں شدید قسم کی گرمی
ہے اور فضا میں ہوا کی بجائے [illegible]
کا سا [illegible] ہوا تھا لیکن وہ [illegible]
ہے کا [illegible] اور فضا کی آگ بھی اس کا کچھ نہیں
بگاڑ سکتی تھی۔ اس نے دیکھا کہ فضا میں [illegible]
دھند سی چھائی ہے اور زرد رنگ کی دھند کی طرح [illegible]
[illegible]
[illegible]

نشان اس طرح پڑے تھے کہ جہاں جہاں سے وہ
گزرے تھے وہاں وہاں سے سنگ ریزے ادھر ادھر
ہٹ گئے تھے۔

عنبر نے ان کے پاؤں کے نشانوں کے ساتھ ساتھ
چلنا شروع کر دیا۔

پہاڑی کی دوسری جانب پہنچ کر اس نے بھی بھورے
زرد پتھروں کے میدان میں وہی پراسرار عمارت دیکھی جس
کے گرد زرد رنگ کی لہریں سانپ کی طرح لپٹی ہوئی
تھیں۔ عنبر چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتا میدان سے گزر کر
پراسرار عمارت کی سیڑھیاں چڑھنے لگا تو زرد رنگ کی
بادلوں کی پٹی اس کے گرد سانپ کی بل کھاتی لپٹ
گئی۔ عنبر اس زرد رنگ کے بادلوں کی پٹی کے ساتھ
عمارت کی چاروں طرف گھومنے لگا۔ پھر یہ زرد بادل کا
سانپ عنبر کو ساتھ لے کر عمارت سے دور ہونے لگا۔
عنبر نے بہت کوشش کی کہ وہ پٹی پر سے نیچے کود
جائے مگر اس زرد لہر نے اسے سانپ کی طرح لپٹنے
شکنجے میں جکڑ رکھا تھا۔

عنبر کی آنکھیں کھلی تھیں۔ کیا دیکھتا ہے کہ زرد بادل
کا سانپ اسے اٹھائے اٹھائے ایک اونچے پہاڑ کے

غار میں داخل ہو رہا ہے۔ ایک دم سے اندھیرا چھا گیا۔
عنبر کو کچھ دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ اسے اپنے کانوں
میں ایسی بھیانک آوازوں کا شور سنائی دیا جیسے بہت سی
چڑیلیں رو رہی ہوں، بین کر رہی ہوں۔ پھر اسے کسی نے
جیسے پیچھے دھکا دیا۔ عنبر نے آنکھیں کھول دیں۔ تاریکی
غائب ہو گئی تھی۔ زرد دھند ختم ہو چکی تھی۔ عنبر شیشے
کے ایک مرتبان میں پڑا تھا جس کا ڈھکن اوپر سے کھلا
تھا۔ اس نے مرتبان کے شیشے میں سے دیکھا کہ سامنے
ایک چبوترے پر ایک بہت بڑا سر رکھا ہے جس کی
ناک اور منہ غائب ہیں۔ ماتھے پر آنکھ کی شکل کا
ایک گہرا سوراخ ہے۔ عنبر حیران ہو کر اس انوکھے چہرے
کو تک رہا تھا کہ اس کی آنکھ کے سوراخ میں سے
ایک زرد لمبے بالوں والی عورت جس نے زرد رنگ کا
سونے کا تاج پہن رکھا تھا۔ ایک ہاتھ میں تلوار اور دوسرے
ہاتھ میں انسان کی کھوپڑی لیے باہر نکلی اور آہستہ آہستہ
اس مرتبان کی طرف بڑھنے لگی جس میں چھوٹا سا عنبر بند
تھا۔ عنبر نے سوچا یہ کوئی خلائی آسیب تو نہیں؟

- اس عورت نے عنبر کے ساتھ کیا سلوک کیا؟
- ناگ اور کیپٹی کو ہوش آیا تو انہوں نے اپنے آپ کو کہاں پایا؟
- ماریا جو ویران تباہ شدہ زمین پر رہ گئی تھی اس کے ساتھ کالو پجاری نے کیا کیا؟
- سرخ بالوں والی امریکی لڑکی اور خلائی انسان جو تاریخ کے ویرانے میں نکل گئے تھے ان پر کیا گزری۔ کیا جگلی کی اپنے سائنس دان ڈیڈی سے ملاقات ہوئی؟

ان سوالوں کے جواب آپ کو "عنبر ناگ ماریا خلاء میں" کی قسط نمبر ۱۰ "خلائی جہاز کی ممی" میں ملیں گے۔ جہاں سے عنبر ناگ ماریا کا خلائی سفر شروع ہو رہا ہے۔

میرے نام

محترم انکل اے حمید صاحب! یہ جان کر بہت خوشی ہوئی کہ ناگ ماریا عنبر سیریز ابھی ختم نہیں ہوگی۔ بلکہ سو قسطیں مکمل کرنے کے بعد دوبارہ ہر کتاب ایک مکمل کہانی ہوگی۔ میرے خیال میں ناگ ماریا عنبر کا نیا سفر مستقبل کا زمانہ ہوگا اور وہ آنے والے زمانے یعنی مثال کے طور پر [illegible] یا [illegible] یا اس سے بھی [illegible] سال آگے پہنچ جائیں یا یہ بھی ہو سکتا ہے وہ خلاء میں پہنچ جائیں اور ان کا سفر سیاروں اور ستاروں کی دنیا میں شروع ہو۔ چند ماہ سے آپ نے زرتاش مشن، پرانے قلعے کی فائل اور عنبر ناگ ماریا سیریز کا ایک ایک ناول شائع کرنا شروع کر دیا ہے۔ کیا بات ہے؟ خط لکھنے سے پہلے میں آپ کا ناول ناگن رقاصہ پڑھ رہا تھا اور ابھی تک تقریباً چالیس کے قریب صفحات پڑھے ہیں۔

ناول کے پیچھے آپ کے قارئین کے جو خط شائع کیے گئے ہیں ان میں سے ایک خط کراچی کے سید سلمان سلیم نے لکھا ہے لیکن میں ان کی اس بات سے متفق نہیں کہ جاسوسی ادب بچوں کی ذہنیت خراب کرتا ہے۔ زمانہ اتنی ترقی کر چکا ہے اور یہ صاحب ابھی طلسم کی دنیا میں بس رہے ہیں۔ ٹھیک ہے طلسم کی کہانیاں بھی ہونی چاہیئے لیکن ایسی جیسی ناگ ماریا عنبر سیریز کی ہیں کیونکہ اس میں جاسوسی بھی ہے اور طلسم بھی۔ یعنی ایک ٹکٹ میں دو مزے۔ آپ تو خود جاسوسی ناول زرتاش مشن اور پرانے قلعے کی فائل لکھتے ہیں اور یہ آپ اچھی طرح جانتے ہوں گے کہ آپ کی کہانیاں تہذیب کے دائرے سے باہر ہیں یا نہیں مجھے کیا خیال ہے۔ آخر میں آپ سے میں یہ بات پوچھنا چاہتا ہوں کہ

مصنف ۔ اے ۔ حمید

عنبر ناگ ماریا

کے ۵ ہزار سالہ سفر کی
پُراسرار اور سنسنی خیز داستان